تقریظ: ڈاکٹر فضل احمد

فنِ اصولِ فقہ کی تاریخ

عہدِ رسالت ﷺ سے عہدِ حاضر تک

جناب ڈاکٹر فاروق حسن صاحب

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : اکتوبر ۲۰۰۱ء علمی گرافکس
ضخامت : 960 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
London
Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A
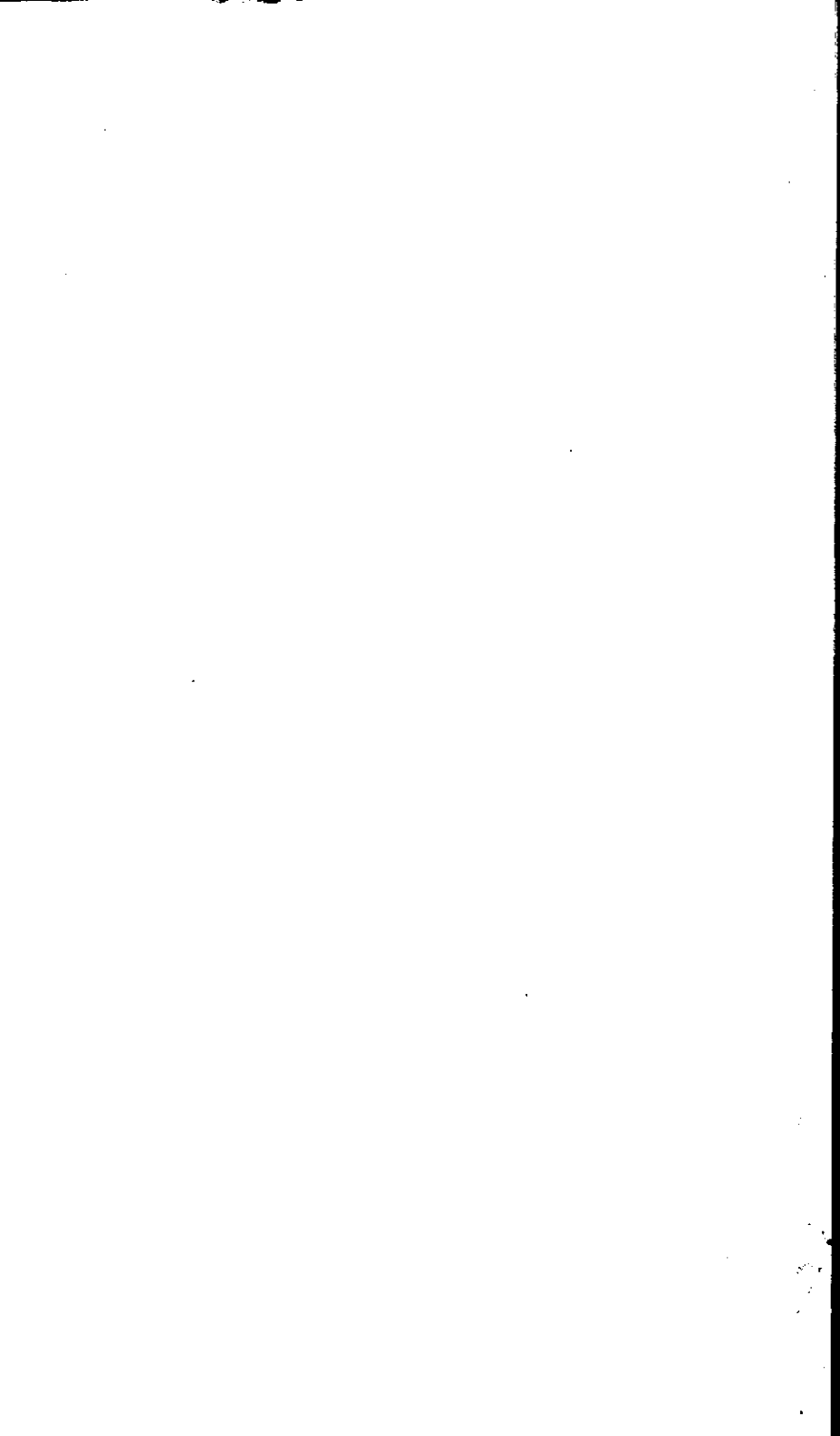
عرضِ ناشر

شریعت محمدی ﷺ اپنی جامعیت، کاملیت و ہمہ گیریت کے ساتھ ایسے جامع اصولوں پر مشتمل ہے جو ہر عہد کے جدید معماروں کو راست بنیاد پر غذا فراہم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرامؓ کو کسی بھی قسم کی کوئی دشواری پیش آتی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ اس ابدی صداقت کی جامع تشریح فرما دیتے کہ خالقِ کائنات نے حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عنایت فرمائی تھی آپ ﷺ نے اجتہاد کیا، صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں اجتہاد کیا۔ غرض عہدِ رسالت میں فنِ اصول فقہ کی اگرچہ باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تھی لیکن اصول وضوابط موجود تھے۔ مرورِ ایام کے ساتھ اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نت نئے مسائل کو جنم دیا تو دیگر علوم کی طرح فنِ اصول فقہ کی بھی مستقل باضابطہ تدوین ہوئی اور ہر دور میں محدثین، محققین ومؤلفین نے انہی اصول وقواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح وتشریح کی۔

عصرِ حاضر میں کوئی ایسی جامع تصنیف نہ تھی جس میں فنِ اصولِ فقہ کا تاریخی وتحقیقی تجزیہ ہو اسی ضرورت کے پیشِ نظر ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کی نادر، وقیع، تاریخی وتحقیقی کاوش پیشِ خدمت ہے جس میں انہوں نے عہدرسالت ﷺ سے عصرِ حاضر تک فنِ اصولِ فقہ کی تاریخ، خصوصیات، مصنفین کے مناہج، کتب اصولیین کا تعارف، اہمیت، محاسن ومعائب اور شروح وحواشی کا ارتقائی انداز سے تحقیقی وجامع تجزیہ پیش کیا ہے تاکہ قارئین ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قارئین کے لئے مفید اور ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

ناشر
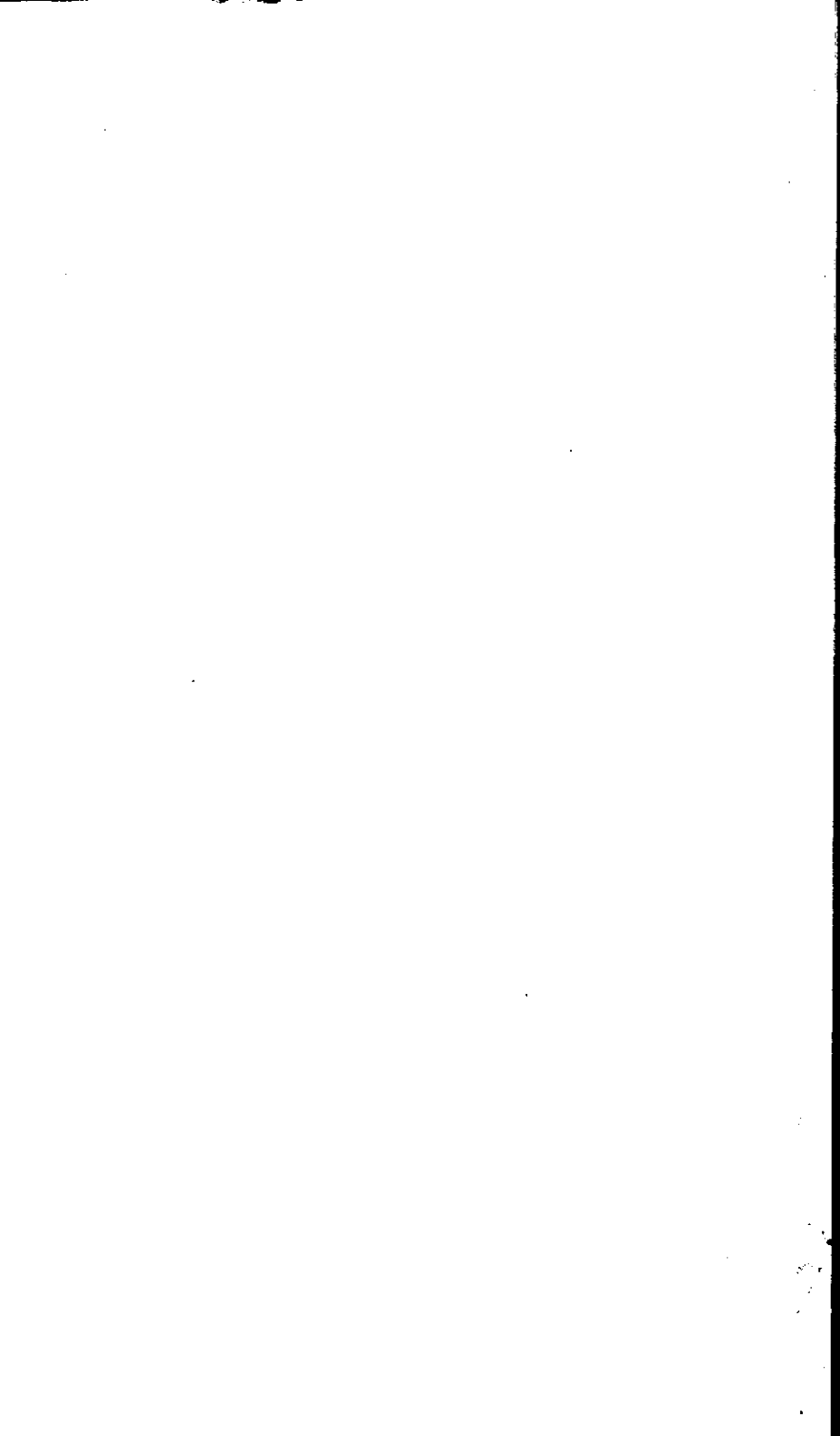
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہ ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ واصحابہ وذریتہ واھل بیتہ اجمعین

حرفِ تحسین

کمال صرف اور صرف ذاتِ باری کو سزاوار ہے اور وہی ذات الوجود ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہے۔ اسی کمال کل نے ایک پیکرِ کمال وجمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مبعوث فرما کر انسانیت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اسی پیکرِ کمال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ نوعِ انسان کو شریعت کاملہ اور اس کے ابدی ودائمی اصول وضوابط عطا ہوئے جسے وارثین خاتم الانبیاء نے علم اصول فقہ کے نام سے مدون کر کے فرائضِ تبلیغ اور حفاظتِ دین کا حق ادا کر دیا۔

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ میرے مایہ ناز تلمیذ خاص ڈاکٹر فاروق حسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ "فن اصول فقہ کی تاریخ" از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر زیور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہو کر اہلِ علم ودانش سے دادِ تحسین وصول کر رہا ہے جو اس کا حق ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں جامعیت، کاملیت، آفاقیت، عملیت وہمہ گیریت بھی نمایاں ہیں۔ خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم خاتم الکتاب ہے اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملنے والے معجزات میں زندہ وجاوید معجزہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کو فضیلت وبرتری حاصل ہے۔ آپ کو ایسی خصوصیات اور امتیازات عطا ہوئے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئے۔ آپ کی بعثت گورے اور کالے تک کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات عطا ہوئیں جو مجھ سے قبل کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ "ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ نے فرمایا: "بعثت الی الاحمر والاسود" (متفق علیه) یعنی میری بعثت سرخ اور کالے سب کی طرف ہوئی ہے۔

مشرق ومغرب اور قطب جنوبی وشمالی پر بسنے والوں کی ضروریات، حالات واصول اور مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ زمانہ مسلسل تغیر پذیر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں میں ترمیم وتصحیح واصلاح کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ وہ محدود انسانی ذہن کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسی صورت میں پیش آمدہ نت نئے مسائل اور بدلتے تقاضوں کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے گی جب اس کے اصول وقواعد دائمی اور ابدی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کارفرما ہوتے تھے۔ بعد میں یہی "علم اصول فقہ" کے نام سے معروف ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے فقیہ اور اصولی سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے مکتب کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصولوں کے اولین محافظ ہیں۔ جب علوم وفنون کی تدوین کا رواج نہیں تھا تو یہ اصول وقواعد اور احکام میں پوشیدہ علتوں اور حکمتوں کا علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور پھر بہت سے آئمہ کرام رحمہم اللہ نے

اس فن کی حفاظت وتدوین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

چار آئمہ کرام کو شہرت ودوام نصیب ہوئی اور ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) نے فقہ اسلامی کے قواعد وضوابط کی جس منہج کی بنیاد ڈالی انہیں ہر زمانے وعلاقے میں اُمت محمدیہ کی اکثریت میں پذیرائی اور قبولیت عام حاصل رہی فقہ حنفی اور ان کے اصول وقوانین میں پائے جانے والی کشش کے باعث اکثریت نے ان کی تقلید اختیار کی۔ بے شمار محدثین ومحققین نے آپ کے اصول وقواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح وتشریح کی اور آج دنیا کی دو تہائی سے زائد مسلمان آبادی فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات کو انجام دے رہی ہے۔

آئمہ کرام رحمہم اللہ کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں مختلف زبانوں میں مؤلفین ومحققین نے فن اصول فقہ کو موضوع سخن بنایا۔ منظوم ومنثور مختصر ومطول کتابیں تصنیف کی گئیں۔ مسلمانوں کے علاوہ مستشرقین جیسے جوزشاخت وغیرہ نے بھی اس فن پر قلم اٹھایا۔

زیر نظر کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے جو محسن انسانیت اور تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیہ اور اصولی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عصر حاضر تک کے اصولیین اور ان کی خصوصیات کا جامع انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض وسماء نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور اجازت عطا فرمائی۔ صحابہ کرام ﷺ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اجتہاد کیا اور ان کے اجتہاد کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور جب صحابہ کرام کے فیصلے اور اجتہادات تعلیم کیے گئے اصول ضوابط کے مطابق ہوتے تو آپ خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی تائید وتوثیق فرمادیتے اور اگر ان کے فیصلے واجتہادات شریعت کی رُوح یا کسی اصول وضابطہ سے تصادم ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اجتہاد بغیر اصول وضوابط کے ممکن نہیں ہے۔ دور قدسی کا رواج نہ ہونے کے سبب ان کی تدوین بعد میں عمل میں آئی لیکن تفویض کیے گئے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاج میں شامل تھا اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ عدم تدوین عدم موجود پر دلالت نہیں کرتی اصول فقہ کے اصول وضوابط موجود تھے مگر ان کی تدوین بعد میں ہوئی۔

زیر نظر کتاب "فن اصول فقہ کی تاریخ" از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر علوم جدیدہ وقدیمہ سے مزین فاضل محقق میرے تلمیذ رشید ڈاکٹر فاروق حسن نے دوران تحقیق پگڈنڈیوں سے گزر کر سفر تحقیق کی صعوبتوں اور کلفتوں کو برداشت کر کے لائبریریوں کی خاک چھان کر ایک ایسی نادر، وقیع اور تاریخی وتحقیقی کاوش پیش کی جو کہ نہ صرف ارباب علم ودانش کے لئے ایک اصول علمی تحفہ ہے بلکہ فن اصول فقہ میں ایک گرانقدر اضافہ بھی ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو فاضل محقق ڈاکٹر فاروق حسن اور ناشر خلیل اشرف عثمانی اور قارئین کے لئے سرمایہ آخرت بنائے اور قارئین کو اس سے نفع پہنچائے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد
صدر شعبہ القرآن، والسنہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ
جامعہ کراچی۔ کراچی

مختصر تعارف مصنف

ڈاکٹر فاروق حسن MED یونیورسٹی کراچی کے شعبہ علوم انسانی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں جہاں وہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مذاہب کے طلباء وطالبات کی Ethical Behavior کی کلاسیں بھی باقاعدگی سے لیتے ہیں۔ 2001ء میں جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کی نگرانی میں اصول فقہ میں Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ 1993ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں M. A. کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔ وہ فاضل عربی میں بھی پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ قانون کی ڈگری گورنمنٹ ایس ایم لاء کالج کراچی سے حاصل کی۔ جامعۃ الازہر مصر سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 2002ء میں انڈونیشا میں بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے مذہب اور امن کے موضوع پر منعقدہ عالمی کانفرنس میں بصری کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وہ ایران اور مصر میں بھی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

مختصر تعارف کتاب :

☆ اس کتاب میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فن اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتابوں کا تعارف آسان انداز واسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتابوں کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن ومعائب اور اس پر لکھی جانے والی شروح وحواشی وغیرہ کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کیے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکے۔

☆ مختلف ممالک کے معروضی سیاسی وجغرافیائی حالات میں فن اصول فقہ کن نشیب وفراز سے گزرتا رہا اور کس طرح ہمارا حال ماضی سے مربوط رہا مختصر وجامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی حفاظت کرنے والوں کے ذکر کے دوران اہم اور نایاب تاریخی اور علم الرجال پر کتابوں کا تعارف بھی ہو گیا جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

☆ اوّل تا آخر تمام عنوانات ومضامین میں حسن ترتیب، تسلسل، جامعیت ویکسانیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ مستند کتابوں کے مکمل حوالہ جات اور حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆ اس کتاب میں اہم مصادر ومراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ یہ کتاب جامعات، لاء کالجز، دینی مدارس، اساتذہ، دانشوران ملت، طلبہ و عوام کے ساتھ تشنگان علم اصول فقہ کے لئے ایک بہترین اور انمول تحفہ ہے۔

☆ اور مختصر یہ کہ کتاب تاریخ فن اصول فقہ پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں اپنی اس سعی و کاوش کو تاریخ اسلام کے پہلے فقیہ اصولی محسن انسانیت۔ دافع ظلمات، ساقی کوثر، شافع المذنبین محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کی یہ کوشش بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی اور قیامت کے دن میری اور میرے شیخ و والدین اور جملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنے گی۔ (انشاء اللہ)

ڈاکٹر فاروق حسن

DR. FAZAL AHMED

LL.B., B.Ed. M.A. (Islamic Studies)
M.A. (Islamic History), Ph.D. (Islamic Studies)
Fazil-e-Dars-e-Nizami, Fazil-e-Arabic
Fazil-e-Tarjumatul Qur'an
Fazil-e-Tajweed-wo-Qairat

Professor :
Department of Islamic Learning
Faculty of Islamic Studies
University of Karachi
Karachi-75270 Pakistan
Phone :
479001-10/Ex. 2390, 2394

Ref: ____________

Date: ____________

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ فاروق حسن ولد حبیب حسن نے یہ مقالہ میری نگرانی میں مکمل کرلیا ہے۔
اُن کا یہ کام تحقیقی نوعیت کا ہے ، لہٰذا میں P. H. D. کی سند کی غرض سے مقالہ جمع کرانے کی اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن والسنہ کلیہ معارف اسلامیہ
جامعہ کراچی۔ کراچی

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے خاص فضل وکرم سے مجھے یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے بعد میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رئیس کلیہ معارف اسلامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے اساتذۂ کرام خصوصاً محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کا ممنون ہوں جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران نگرانی، معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایت میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایۂ افتخار ہے۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے شیخ حضرت شجاع الدین احمد حفظہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھتا ہوں جنہوں نے میری سوچوں کو درست سمت دی، میرے باطنی شعور کو بیدار کر کے قدم قدم پر میری رہنمائی اور اصلاح فرمائی۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے میرے لئے میرے والدین واساتذہ، قارئین اور دارالاشاعت کے محترم خلیل اشرف عثمانی صاحب کے لئے ذخیرۂ آخرت اور قارئین کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

لِلّٰہِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّآخِرًا

فاروق حسن

فہرست مضامین حصہ اوّل

فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

فہرست مضامین حصہ دوم

فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت ﷺ سے عصرِ حاضر تک

☆☆☆

مقدمہ

زیرِ نظر مقالہ کا موضوع تحقیق کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا کیونکہ اصول فقہ کے مرحلہ وار عہد بہ عہد تاریخی ارتقاء اور اصولیین کی خدمات پر تحریر و تدوین و تحقیق کے حوالے سے اب تک کوئی قابلِ ذکر کام نظر سے نہیں گزرا۔ متقدمین نے جتنی کتابیں فنِ اصول فقہ پر لکھیں تقریباً وہ سب قدیم اصطلاحات و اسلوب پر مبنی ہیں، جن کی زبان و بیان کے لحاظ سے نہایت ادق ہونے کے سبب عوام تو کجا خواص بھی ان سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر کے بہت سے مؤلفین نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سہل اسلوب کو اپنایا۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کو تفصیلاً تاریخی نقطۂ نظر سے بیان کرنے کی طرف توجہ مرکوز نہیں کی۔ متقدمین میں تو اس کا رواج نہیں تھا کہ اصولیین اور ان کی خدمات کو علیحدہ سے عہد بہ عہد تاریخی تناظر میں پیش کیا جائے۔

دورِ حاضر کے مؤلفین [1] اپنی کتاب کے مقدمہ کے ابتدائی چند اوراق میں تاریخ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے اصولیین اور ان کی بعض کتب کا اشارۃً تذکرہ کر دیتے ہیں مگر فنِ اصول فقہ کے نشأ و ارتقاء، عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافت راشدہ، عہدِ بنو امیہ و عہدِ بنو عباسیہ اور پھر دورِ حاضر تک یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا اور یہ کہ ہمارا حال کس طرح ہمارے ماضی سے مربوط ہے اس بارے میں ہمیں کسی کتاب کا علم نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے طبقات الاصولیین [2] کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی جو اب مفقود ہو چکی ہے۔ دورِ حاضر کی چند کتابوں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔ جن میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے :

۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین لعبد اللہ مصطفی المراغی

۲۔ کتاب اصول الفقہ تاریخہ ورجالہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان

۳۔ معجم الاصولیین لدکتور محمد مظہر بقا

۴۔ اصول الفقہ نشاتہ وتطورہ والحاجۃ الیہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان

۵۔ دراسۃ تاریخیۃ للفقہ واصولہ والاتجاھات التی ظہرت فیہما لمصطفی سعید الخن

۶۔ علم الاصول تاریخا و تطورا لعلی الفاضل القائینی النجفی

تفصیلات کے لئے دیکھئے :

[1] اصول فقہ، مقدمہ : محمد ابو زہرہ، قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۷ء اور مقدمہ ابو جنید فی اصول الفقہ عبد الکریم زیدان۔ لاہور فاران اکیڈمی سن ند

[2] الفتح المبین۔ فی طبقات الاصولیین، عبد اللہ مصطفی المراغی، مقدمہ ص ۱۰، بیروت، محمد امین دمج سن ند

۴۔ راقم نے اصول فقہ کی بعض منتخب کتابوں کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے جس میں اس کتاب کے اسلوب، اہمیت، محاسن ومعائب اور مختلف ادوار میں اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح، حواشی، تعلیقات، مختصرات، نظم، نثر وغیرہ) کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی ہجری زمنی ترتیب پر وہیں ذکر کردیا ہے اور تفصیلات کا علم ہوجانے کی صورت میں انہیں اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

۵۔ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مختلف طباعتوں اور اس پر تحقیقی کام اور اس کے مخطوطے یا نسخے کی کسی جگہ موجودگی کا علم ہوسکا ہے تو اسے ذکر دیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے ایران اور مصر کا سفر کیا، کئی ماہ تک اسی مقصد سے قیام مصر میں جامعۃ الازہر کے اساتذہ سے بالعموم اور کتب خانوں کو چھانا اور اس فن کے اساتذہ بالخصوص سابق شیخ الجامعۃ الازہر شیخ قاد حق اور صدق زیدان وغیرہ سے تعلیم، مشورہ و رہنمائی حاصل کی۔

۶۔ مقالہ میں اختصار کو پیش نظر رکھا اور غیر ضروری طوالت سے گریز کیا اور تعارف میں صرف اصولی، فقیہ، مجتہد، عارف، عالم وغیرہ کے الفاظ پر اکتفا کیا ہے۔

۷۔ صرف ان اصولیین کا ذکر کیا جن کی تاریخ وفات کا علم ہوسکا۔

۸۔ راقم کو یہ اعتراف ہے کہ اصولیین کی خدمات کے سلسلے میں یہ تحقیقی کام حرف آخر نہیں ہے۔ ابھی بہت سے گوشے ایسے نکل سکتے ہیں جن پر کام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کوششوں کو آئندہ محققین کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ آئندہ کے محققین کے لئے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

☆☆☆

باب اوّل

اصول فقہ کا نشأ وارتقاء

فصل اوّل : اصول فقہ کا مفہوم، موضوع، استمداد، حکم، فائدہ و واضع

فصل دوم : علم اصول فقہ کی تصنیف وتالیف میں اصولیین کے مناہج

فصل سوم : عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلافت راشدہ اور عہدِ بنواُمیہ میں اصول فقہ کا نشأ وارتقاء

فصل چہارم: عہدعباسی کے اصولیین کا تعارف اوران کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(عہدعباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)

فصل پنجم : عہدِ عباسی کے اصولیین کا تعارف اوران کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(پانچویں صدی کے آغاز سے دولتِ عباسیہ کے زوال تک)

فصل اول

اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی جائزہ

علم اصول فقہ کی حقیقت........"اصول الفقہ" کا کلمہ علوم شرعیہ میں سے ایک مخصوص علم کا نام ہے اور یہ کلمہ ایک مخصوص علم کا نام بننے سے پہلے دو الفاظ سے مرکب اضافی تھا۔ اس کو پہلا لفظ "اصول" مضاف اور دوسرا "الفقہ" مضاف الیہ ہے۔ جس طرح کہ عبداللہ وغیرہ کے مرکب کلمات ایک مخصوص شخص کا نام بننے سے پہلے مرکب اضافی تھے۔ مرکب اضافی ہونے کی بنا پر "اصول الفقہ" کا ہر جزء الگ معنی پر دلالت کرتا ہے پھر اس کو ایک خاص نئے معنی کی طرف منتقل کرکے ایک فن بمعنی "اصول الفقہ" کا لقب و علم بنا دیا گیا تو یہ مرکب بطور مفرد مستعمل ہونے لگا۔ اب جس طرح لفظ "انسان" میں "ان" اور لفظ "زید" میں "زی" کے علیحدہ سے کوئی معنی نہیں اسی طرح لقبی تعریف میں ان کلمات کی علیحدہ سے کوئی حیثیت نہیں۔

اصولیین دو طرح سے اصول فقہ کے معنی یا تعریف بیان کرتے ہیں ایک اضافی اور دوسرے لقبی۔ اضافی معنی کی مراد اس وقت تک سمجھ نہیں آتی جب تک اس کے جزء اول مضاف (اصول) اور جزء ثانی مضاف الیہ (الفقہ) اور ان کے مابین پائی جانے والی اضافت کو بیان نہ کیا جائے۔ جبکہ لقبی معنی میں اس کے اجزاء کی توضیح سے صرف نظر کرکے علوم شرعیہ کے ایک فن کے طور پر اس کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی اضافت کے اعتبار سے تعریف........اس کے تحت "اصول الفقہ" کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں گے اور پھر اصولیین کے یہاں ان میں سے جس معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

"اصول" کے لغوی و اصطلاحی معنی........اصول جمع ہے اس کا مفرد "اصل" آتا ہے جس کے لغوا اور اصطلاحاً کئی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ اصل کے لغوی معنی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **ما یبنی علیہ غیرہ سواء کان البناء حسیا او عقلیا او عرفیا**[1] (جس پر کسی دوسری شی کی بنا کی جائے خواہ وہ بنا حسی عقلی یا عرفی ہو)۔ **التنقیح والتوضیح** میں ہے۔ **الاصل ما یبنی علیہ غیرہ فالا بتناء شامل للابتناء الحسی وھو ظاھر والابتناء العقلی وھو ترتب الحکم علی دلیلہ**[2]۔ اس میں صرف "**ابتناء العقلی**" یعنی حکم کو اس کی دلیل پر مرتب کرنے کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ یعنی دلیل حکم کے لئے اصل ہے اور حکم اس کے لئے فرع ہے۔

---

[1] لسان العرب، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱ بیروت دار سادر ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء۔ قاموس المحیط مجد الدین الفیروز آبادی ۳۲۸/۳ میں اس کا معنی اسفل الشی مذکور ہیں۔ مصر مکتبہ التجاریہ الکبری سن ند

[2] التنقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ ۱۵/۱۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

۴۔ مامنه الشئي (جس سے کوئی شئی نکلے)

امام اسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ) نے نہایۃ السول میں یہ معنی ذکر کیے ہیں)[1]

(تجزیه) .... اگر "اصل الشئي" وہ ہے جس میں سے کوئی چیز نکلے ، تو ایک وس میں سے نکلتا ہے مگر ایک کے لئے وس اصل نہیں لہذا یہ معنی بھی درست نہیں ہیں۔

۵۔ منشأ الشئي[2] (کسی شئی کے پیدا ہونے کی جگہ)

اصولیین کے یہاں پہلے اور پانچویں معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ پانچ معنی کے علاوہ بھی اس کے مختلف معنی بتائے گئے ہیں مثلاً قفال شاشی نے کہا : "الاصل" ما تفرع عنه غيره "والفرع" ماتفرع عن غيره (اصل وہ ہے جس سے کوئی دوسری شئی متفرع ہو اور فرع وہ ہے جو کسی شئی سے متفرع ہو)۔ علامہ الماوردی نے حاویہ میں فرمایا : "الاصل مادل علي غيره والفرع مادل علي غيره" صیرفی نے الدلائل میں لکھا : "كل ماالثمر معرفة شئي ، ونبه عليه فهو اصل له، فعلوم الحس اصل، لانها تثمر معرفة حقائق الاشياء، وماعداه فرع له"۔[3]

اصل کا مقابل .... اس کا مقابل فرع ہے جس کی تعریف ہے :

الفرع هو الشئ الذى يبنى علي غيره كفروع الشجرة لاصولها وفروع الفقة لاصوله[4]

(فرع وہ شئی ہے جس کی اساس کسی اور پر ہو جیسے درخت کی شاخوں (فروع) کی بنا اس کی جڑ (اصول) پر ہے ایسے ہی فروع فقہ کی بنیاد اس کے اصول پر ہیں۔

اصطلاحی معنی .... لفظ " اصل " کے کئی اصطلاحی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے مشہور معنی مندرجہ ذیل ہیں :

اوّل .... **الدليل**[5]

فقہ کی کتابوں میں اصل کو دلیل کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جب یہ بولا جاتا ہے کہ : " اصل هذه المسالة : الكتاب والسنة" تو اس کا مطلب ہوتا ہے : الدليل هٰذه المسالة اور " الاصل في وجوب الصلوٰة قوله تعالٰي واقيموا الصلوٰة"[6] تو مطلب ہوتا ہے : الدليل في وجوب الصلوٰة اور اسی طرح الاصل في تحريم الزنى قوله تعالٰي ولا تقربوا الزنى[7] تو مطلب ہوتا ہے : الدليل في تحريم الزنى۔

---

[1] نہایۃ السول۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ج ۱/۱۸۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء

[2] حوالہ سابق [3] مقدمه الاشارة في اصول الفقه۔ قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد ایوب الاندلسی القرطبی الباجی المالکی (۴۰۳ھ۔ ۴۵۰ھ) ص ۶۷۔ ۶۸ مکتبہ نزار مصطفی الباز طبع ثانی ۱۴۲۱ھ۔ ۱۹۹۷ء تحقیق عادل عبدالموجود۔ علی محمد عوض

[4] شرح تسہیل طرقات محمد بن حسین ہادی کی ص ۱۰ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۴۲۱ھ [5] نہایۃ السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۸۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء [6] الحج : ۷۸ [7] الاسراء : ۳۲

ثانی............ الرجع[1]

اس کی مثال یہ ہے کہ جب بولا جاتا ہے "الاصل فی الکلام الحقیقة" (کلام میں اصل حقیقت ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب قرینہ نہ ہو تو سامع کے لئے اس کے حقیقی معنی ترجیحاً مراد ہوں گے نہ کہ مجازی معنی۔ اور اسی طرح جب قرآن وقیاس باہم متعارض ہوں تو کہا جاتا ہے فالقران اصل بالنسبة للقیاس (قرآن بہ نسبت قیاس کے اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قرآن کو قیاس پر ترجیح ہوگی۔

ثالث............ القاعدة / القاعدة المستمرة / القاعدة الکلیة[2]

رسالت مآب ﷺ کے فرمان لاضرر و لاضرار[3] (نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اٹھاؤ) کے بارے میں کہا جاتا ہے فھذا القول اصل من اصول الشریعة (یہ قول شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قاعدة من قواعدھا (اس کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے)۔

جب کہا جاتا ہے کہ: "اباحة المیتة للمضطر علی خلاف الاصل" تو اس کا مطلب ہوتا ہے "علی خلاف القاعدة الکلیة الشریعة" (حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اباحت خلاف الاصل ہے یعنی شریعت کے عام قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے)

اور جب کہا جاتا ہے کہ "الاصل ان الامر المجرد عن القرائن یقتضی الوجوب وان النھی عن القرائن یقتضی التحریم" (امر جب قرائن سے خالی ہو تو وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور نہی جب قرائن سے خالی ہو تو تحریم کا تقاضہ کرتی ہے) یہ ایک اصل یعنی قاعدہ ہے۔

رابع............ الصورة المقیس علیھا[4] (ایسی صورت جس پر قیاس کیا جائے)

مثلاً جب کہا جاتا ہے: التافف للوالدین اصل یقاس علیه الضرب فی الحرمة بجامع الایذاء فی کل (والدین کو مارنے کی حرمت کے بارے میں تافف کا حکم اصل ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تافف کے حکم پر قیاس کرکے جمیع ایذاء کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے۔

خامس............ الاصل بمعنی المستصحب[5]

جب کہا جاتا ہے کہ "الاصل فی الاشیاء اباحة" (اشیاء میں اصل اباحت ہے) یا "والاصل فی الانسان البراءة" (انسان کی اصل برأت ہے) یعنی انسان اس وقت تک متہم متصور نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف تہمت دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔

---

[1] اصول الفقه۔ بدران ابوالعینین ص۲۲ مصر دار المعارف ۱۹۶۵ء، نہایۃ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۹ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء [2] حوالہ سابق [3] سنن ابن ماجه۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، ابواب الاحکام۔ باب من بنی حقه ما یضر بجاره [4] اصول الفقه۔ محمد زکریا البردیسی۔ ص۲۳۔ دار الثقافہ ۱۹۸۵ء، نہایۃ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ ۱/۱۹، اصول الفقه، بدران، ابوالعینین۔ ص۲۲ [5] اصول الفقه۔ بدران، ابوالعینین۔ ص۲۲۔ مصر دار المعارف ۱۹۶۵ء

اسی طرح جب کہتے ہیں : "من یتقن الطهارة وشک فی الحدث فالاصل الطهارة ای المستصحب وهو الطهارة" (جس شخص کو باوضوء ہونے کا یقین ہو اور بے وضو ہو جانے کا شک ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ المستصحب یعنی پہلی باوضوء حالت پر ہے)

اصل کے ان مذکورہ معانی میں سے اضافت کے وقت اصطلاح اصولیین میں پہلے معنی مراد ہوتے ہیں تو اس طرح اصول الفقہ کے معنی "ادلۃ الفقہ" ہوئے اور ابھی ذکر کیا گیا کہ فقہا کے یہاں بھی یہ معنی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں : "اصل هذا الحکم من الکتاب آیة کذا ومن السنة حدیث کذا" تو مطلب ہوتا ہے اس حکم کی کتاب وسنت سے دلیل یہ ہے۔

"اصول الفقہ" کی ترکیب میں ایک شبہ کا ازالہ .... شرف الدین العمریطی نے اپنی نظم میں ایک نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ فرماتے ہیں :

هاک اصول الفقه لفظا لقبا للفن من جزئین قد ترکبا

الاول الاصول ثم الثانی الفقه و الجزان مفردان [1]

شارح علوی مالکی دوسرے شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں :

"فاما الجزء الاول فلفظ الاصول واما الثانی فلفظ الفقه مفردان ای غیر مرکبین فالمراد بالافراد هنا ضد الترکیب لا ضد التثنیة والجمع فان لفظ الاصول جمع کما لایخفی". [2]

(پہلا جزء لفظ اصول ہے اور دوسرا لفظ الفقہ ہے۔ اور یہ دونوں اجزاء (اصول اور الفقہ) مفرد ہیں یعنی مرکب نہیں ہیں۔ یہاں افراد سے مراد ترکیب کی ضد ہے۔ تثنیہ وجمع کا متقابل نہیں تو یہ کہ لفظ الاصول جمع ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ "اصول" جمع ہے اور "الفقہ" واحد ہے اس لئے یہ ترکیب عدم مطابقت کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کے جواب میں کہا کہ لفظ "الاصول" ظاہراً جمع ہے مگر لغوی ترکیب کے اعتبار سے مفرد ہی ہیں۔

"الفقہ" کے لغوی و اصطلاحی معنی .... اصول الفقہ کے دوسرے جزء "الفقہ" جو مضاف الیہ ہے اس کی لغوی واصطلاحی معنی اور ان کی تشریح سے قبل لغت کے اعتبار سے لفظ "الفقہ" کا اعراب جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مختلف ابواب کی مناسبت سے اس کے معنی مندرجہ ذیل ہیں لغت کے اعتبار سے فقہ باب سمع یسمع معنی جاننا اور فقہ باب کرم یکرم بمعنی فقیہ ہو جانا دونوں طرح درست ہے۔ لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے :

وَفَقِهَ فِقْهًا بمعنی عَلِمَ عِلْمًا......... وقد فقه فقاهة وهو فقيه من قوم فقهاء [3]

"الفقہ" کے لغوی معنی .... الفقہ کے لغوی معنی کے بیان میں لغویین اور اصولیین کی مختلف و متعدد آراء ہیں۔

---

[1] تسہیل الطرقات فی نظم الورقات۔ شرف الدین العمریطی شافعی۔ ص ۱۰۔ سعودیہ وزارۃ نشر واشاعت ۱۴۱۱ھ

[2] شرح تسہیل الطرقات۔ محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۰

[3] لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، ۵۲۲/۱۳۔ بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ، ۱۹۵۵ء

۱۔ فهم غرض المتكلم من كلامه[1] (متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ جانا)

ابوالحسین معتزلی نے "المعتمد" میں اور پھر ان کی پیروی کرتے ہوئے امام رازی نے المحصول میں فقہ کے یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ مگر اس تعریف سے اتفاق کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ پرندوں کی بولی سے ان کی غرض سمجھ آ جانے کے باوجود اسے فقہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم[2] (اور اس کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے)۔ اس آیت مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کی غرض سمجھ آنے پر بھی فقہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگر فقہ کے معنی میں متکلم کی غرض جان لینا ضروری ہوتا تو متکلم کی غرض سمجھ آنے پر فقہ کا لفظ یہاں مستعمل نہ ہوتا۔

۲۔ فهم الاشياء الدقيقة[3] (اشیاء دقیقہ کے فہم کا نام فقہ ہے)

اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اہل عرب "فقهت كلامك" (میں نے تمہارے کلام سے اغراض و اسرار کو سمجھ لیا) تو استعمال کرتے مگر وہ یہ نہیں بولتے کہ "فقهت ان السماء فوقنا" (میں نے جان لیا کہ آسمان ہمارے اوپر ہے) کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آسمان ہمارے اوپر ہی ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت فہم نہیں پائی جاتی۔ یہ موقف اختیار کرنے والے کہ لفظ فقہ دقیق شی کے ادراک پر دلالت کرتا ہے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وهو الذى انشاكم من نفس واحدة فمستقر ومستودع قد فصلنا الايات لقوم يفقهون"[4] (اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے دلیلیں بیان کر دیں ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: قالوا يشعيب ما نفقه كثيرا مما تقول"[5] (وہ بولے: اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو) کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ اس میں ادراک اسرار دعوت کی نفی مراد تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو دعوت تم دے رہے ہو اس کے اسرار کو ہم نہیں سمجھ پا رہے ہیں ورنہ ظاہراً تو وہ سمجھ ہی رہے تھے۔ اور "وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم" میں بھی یہی مراد ہے کہ ہر شی کی تسبیح کے اسرار کو اللہ جانتا ہے ورنہ ظاہراً تو معمولی عقل والا شخص بھی جانتا ہے کہ ہر خشک و تر اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔[6]

---

[1] المعتمد فی اصول الفقہ۔ ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۴۳۶ھ۔ ۱۰۴۴/۱/۳۔ بیروت، دار الکتاب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔ ان کے الفاظ ہیں: اما فی اللغة، فهو المعرفة مقصد المتكلم، يقول فقهت كلامك اى عرفت قصدك به۔
المحصول فی علم الاصول، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ۹/۱، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[2] الاسراء: ۴۴

[3] نہایۃ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ۱۹/۱، بحوالہ شرح اللمع لابی اسحاق شیرازی

[4] الانعام: ۹۹

[5] ہود: ۹۱

[6] الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۱۱۔ ۱۲ ملخص، ۴۲ جزء، کویت، وزارۃ الاوقاف الشؤون الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

قول سوم........ "اجمالاً" معرفت سے حال ہے مگر یہ بھی مبنی بر فساد ہے کیونکہ اس طرح کہ اصول سے مراد ادلہ کی اجمالی معرفت مراد نہیں بلکہ ادلہ اجمالیہ کی تفصیلی معرفت ہے۔

قول چہارم.......... قول اصح کے مطابق یہ ادلہ سے حال واقع ہوا ہے۔

عمر بن عبداللہ نے سلم الوصول لعلم الاصول میں فرمایا :

وانما يقال : ان دلائل جمع واجمالاً مفرد وهذا لاضرر فيه، لان اجمالاً مصدر يوصف به الجمع والمفرد وهو هنا بمعنى مجملة كانه قال: معرفة دلائل الفقه مجملة، ومجئ الحال من المضاف اليه في مثل هذا التركيب جائز لقوله تعالى : (ملة ابراهيم حنيفا)[1]

(اور یہ کہا جائے کہ دلائل جمع ہیں اور اجمالاً مفرد تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اجمالاً مصدر ہے جو مفرد و جمع ہوتا ہے اور یہاں (اجمالاً) مجمل کے معنی میں ہے گویا کہ فقہ کے مجمل دلائل کی معرفت کہا اور اس طرح کی ترکیب میں مضاف الیہ سے حال آنا جائز ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ملۃ ابراہیم حنیفا)

اس کی تاویل کی طرف احتیاج کی وجہ سے صاحب جمع الجوامع نے اس سے عدول کیا اور انہوں نے فرمایا :

(اصول الفقه دلائل الفقه الاجمالية)[2]

(اصول فقہ "فقہ" کے اجمالی دلائل ہیں)

اس میں انہوں نے اجمالیہ کو دلالت کا صریح وصف بتایا ہے۔

ادلہ اجمالیہ سے مراد : اس سے مراد ادلہ کلیہ ہیں ان کو "اجمالیہ" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیل میں جائے بغیر اجمالی طور پر ان کی تعریف کی جاتی ہے۔

ادلہ کی انواع : بالعموم ادلہ کی دو انواع ہیں ادلہ کلیہ اور ادلہ جزئیہ۔

ادلہ کلیہ : یہ وہ ہیں جو کسی حکم معین پر دلالت نہیں کرتے جیسے امر و نہی مطلق۔

ادلہ جزئیہ : یہ وہ ادلہ ہیں جو حکم معین پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (واقیموا الصلوۃ)[3] اور (ولاتقربوا الزنا)[4] جب ادلہ جزئیہ غیر محصورہ ہوں اور ادلہ کلیہ کے تحت داخل ہوں تو وہ علم اصول کے علاوہ کسی اور فن میں زیر بحث لائے جاتے ہیں کیونکہ اصول فقہ میں تو صرف ادلہ کلیہ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

امام تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۲ھ) نے فرمایا :

"ففي الادلة اعتباران، الاعتبار الاول: من حيث كونها معينة، وهذه وظيفة الفقيه وهي الموصلة القريبة الى الفقه، والفقيه قد يعرفها بادلتها اذا كان اصوليا، وقد يعرفها بالتقليد،

---

[1] سلم الوصول لعلم الاصول . عمر بن عبداللہ، ۱۲، آل عمران : ۹۵

[2] جمع الجوامع ـ تاج الدین عبدالوہاب ابن السبکی، ۱/۳۲ـ۳۳، ممبئی مطبع اصح المطابع سن ند

[3] البقرہ : ۴۳ [4] الاسراء : ۳۲

ويتسلمها من الاصول، ثم هو يرتب الاحكام عليها، فمعرفتها حاصلة عنده. والاعتبار الثاني: من حيث كونها كلية، اعني يعرف ذلك الكلي المندرج فيها وان لم يعرف شيئا من اجزائها، وهذه وظيفة الاصولي، فمعلوم الاصولي الكلي، ولا معرفة له بالجزئي من حيث كونه اصوليا، ومعلوم الفقيه الجزئي ولا معرفة له بالكلي، من حيث كونه فقيها، ولا معرفة له بالكلي الا لكونه مندرجا في الجزئي المعلوم، واما من حيث كونه كليا فلا. فالادلة الاجمالية هي الكلية، سميت بذلك لانها تعلم من حيث الجملة لا من حيث التفصيل، وهي توصله بالذات الى حكم اجمالي مثل كون كل مايؤمر به واجبا، وكل منهي عنه حراما ونحو ذلك وهذا لا يسمي فقها في الاصطلاح" [1]

(ادلہ میں دو اعتبارات ہیں پہلا اعتبار ان کے معین ہونے کی حیثیت سے ہے اور یہ فقیہ کا کام ہے اور وہ ادلہ فقہ کے قریب پہنچانے والے ہیں اور فقیہ کبھی احکام کو ادلہ سے چنے گا اگر وہ اصولی ہے اور کبھی تقلید کے ذریعے جانے گا اور ان احکام کو اصول سے اخذ کرے گا پھر وہ ان احکام کو ادلہ پر مرتب کرے گا تو ان کی معرفت اس کو حاصل ہوگی اور دوسرا اعتبار ان ادلہ کے کلی ہونے کی حیثیت سے ہے میری مراد یہ ہے کہ ان ادلہ کو کلی میں مندرج ہونے کی حیثیت سے جانے گا۔ اگرچہ وہ ان کے اصول واجزاء سے واقف نہیں تھا اور یہ اصولی کا کام ہے وہ اصول کو کلی حیثیت سے جانتا ہے نہ کہ جزئی حیثیت سے، جبکہ فقیہ جزئی حیثیت سے احکام کے ادلہ کو جانے گا نہ کلی ہونے کے اعتبار سے پس اسے کلی کی معرفت صرف اس قدر ہوگی کہ وہ جزئی میں مندرج ہوتے ہیں نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ کلی ہیں ادلہ اجمالیہ کلیہ ہیں اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اجمالی حیثیت سے جانے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلی طور پر اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حکم اجمالی تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ ہر امر وجوب کے لئے اور نہی حرام کے لئے ہوتی ہے اور اس کا نام فقہ نہیں رکھا جاتا)

"اجمالاً" کی قید کا فائدہ......... اس کے ذکر سے علم خلاف نکل گیا کیونکہ اس میں فقہ کے تفصیلی دلائل کی معرفت مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان سے احکام کا استنباط ہو سکے بلکہ اس لئے کہ وہ آلہ بن سکے جس کے ذریعے وہ اپنے امام کے نقطہ نظر کا دفاع کر سکے اور اس کے بارے میں کبھی اس کے پاس کوئی مستند دلیل بھی نہیں ہوتی جس سے وہ استدلال کر سکے۔ کیونکہ اگر خلاف مستند دلیل پیش کر کے استدلال کر سکے تو وہ اصولی اور مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہو جائے گا خلافی شخص فقہی دلائل اور اس کے احوال کا محقق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے امام کی بات پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس مسئلہ میں اجمالی طور پر اتنا ہی جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہی رائے دی اور یہی حکم لگایا ہے اس کے نزدیک اثبات حکم کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

قوله "وكيفية الاستفادة منها"......... یہ ان کے قول "دلائل" پر عطف ہے تو اس لحاظ سے اس کا معنی "معرفة دلائل الفقه ومعرفة كيفية الاستفادة منها" ہو جائے گا اور "الاستفادة" میں "ال" مضاف الیہ سے بدل (عوض) ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ فقہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ "الدليل" ہو اگر مذکورہ دونوں احتمال

---

[1] الابهاج في شرح المنهاج على منهاج الوصول الى الاصول للقاضي بيضاوى۔ شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی السبکی متوفی ۷۵۲ھ، وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ ۱/۲۲-۲۳، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء

فرق پنجم : حکم اللہ کا خطاب ہے۔ اصول فقہ میں نفس خطاب سے بحث ہوتی ہے جبکہ فقہ میں خطاب کے اثر کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا حکم خطاب ہے لیکن اس کا نتیجہ خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ مجتہد نکالتا ہے اور اس سے حکم اخذ کرتا ہے جیسے حلال و حرام و واجب وغیرہ۔

اصولی اور فقیہ کے مابین فرق : فقہ و اصول فقہ کے مذکورہ بالا فروق سے اصولی اور فقیہ کا فرق بھی واضح ہو گیا ہے کہ

''اصولی وہ ہے جو ادلہ تفصیلیہ میں اس لئے نظر نہیں کرتا کہ ان میں سے احکام شرعیہ کا استنباط کرے۔ بلکہ اس کا مقصد مجانست و مماثلت رکھنے والے احکام کو یکجا کرنا ہوتا ہے اور وہ ان آیات کو جمع کرتا ہے جن میں شارع کی جانب سے اس کی مثل اوامر وارد ہوئے ہیں۔ وہ بعض کو بعض کے ساتھ ملحق کرتا ہے اور ان میں اجمالی نظر ڈالتا ہے اور اس قسم کا نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ امر مطلق جو قرائن سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے ورنہ حسب قرینہ اس کا معنی ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک قاعدہ بناتا ہے اور کہتا ہے ''امر الشارع اذا خلا عن القرینہ افاد الوجوب'' اسی طرح نواہی اور عموم خصوص وغیرہ سے متعلق وہ اجمالی نظر ڈال کر قاعدہ بنا دیتا ہے''۔

جبکہ فقیہ ادلہ تفصیلیہ میں اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور ہر دلیل میں الگ الگ غور کرتا ہے۔ اس کے برعکس اصولی مجموعی نظر ڈال کر قاعدہ بنا دیتا ہے۔ فقیہ ان سے حکم شرعی کا ان قواعد کی مدد سے استخراج کرتا ہے جن کو اصولی نے وضع کیا ہوتا ہے۔

مثلاً جب وہ ''اقیموا الصلوۃ'' میں غور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ شارع کا امر مطلق ہے اور قرائن سے خالی ہے اور جب قواعد اصولیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اصولیین نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ شارع کا امر مطلق جو قرینہ سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ اس بنیاد پر فقیہ وجوب صلاۃ پر استدلال کرے گا اور کہے گا قول تعالیٰ ''اقیموا الصلاۃ'' شارع کا حکم ہے اور قرائن سے خالی ہے اور شارع کا ہر وہ حکم جو قرائن سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا نماز واجب ہے۔

فقہ و اصول کے فرق کی ایک اور طرح سے توضیح .... قیاس منطقی دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے :

مقدمہ صغرائی		مقدمہ کبریٰ	
موضوع (مبتداء)	محمول (خبر)	موضوع (مبتدا)	محمول (خبر)
اقیمو الصلاۃ	~~امر~~	~~وکل امر~~	للوجوب
لا تقربوا الزنی	~~نہی~~	~~وکل نہی~~	للتحریم

وضاحت :

اس کا معنی ہوا کہ ''اقیموا الصلوۃ'' وجوب کے استفادہ کے لئے اور ''لا تقربوا الزنی'' تحریم کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہم نے دلیل تفصیلیہ سے آغاز کیا اور دلیل اجمالی یا اصولی پر اختتام کیا۔ احناف کا یہی طریقہ ہے۔ وہ مقدمہ صغریٰ سے مقدمہ کبریٰ کی طرف جاتے ہیں جبکہ شوافع اس کے برعکس مقدمہ کبریٰ سے صغریٰ کی طرف جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دلیل اجمالی سے دلیل تفصیلی کی طرف جاتے ہیں۔

اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ

علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ کے احوال سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً انسان کے لئے تفکر جوذات انسانی کو براہ راست یا بلا واسطہ لاحق ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف غنی کی مثال کو پیش کیا جا سکتا ہے جو امر ذاتی نہیں بلکہ امر خارجی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے جو تجارت ہے۔

اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مذہب : اصول فقہ کا موضوع احکام شرعیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ ادلہ کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور وہ احکام شرعیہ تکلیفیہ (وجوب ، حرمت ، ندب ، کراھت ، اباحت) ہیں اور وضعیہ (یعنی سببیت ، شرطیت ، مانعیت ، صحت و فساد) ہیں۔ بعض علماء جیسے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "معیار العقول" میں یہی موضوع بیان کیا ہے۔[1]

تجزیہ : اس قول کا بغور جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ ادلہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور علم میں وہی مقصود ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ احکام کے لئے بھی ادلہ "اصل" ہیں۔ ان باتوں کی بناء پر لازم ہو جاتا ہے کہ اصول فقہ کا موضوع احکام کے بجائے ادلہ ہوں۔

دوسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع ادلہ ، ترجیح اور اجتہاد ہیں۔ یہ بعض شافعیہ مثلاً ابن قاسم العبادی کا مذہب ہے۔ ان کی اپنے موقف پر دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ترجیح اور اجتہاد کے عوارض ذاتیہ سے ادلہ کے عوارض ذاتیہ کی طرح بحث کی جاتی ہے لہٰذا دونوں کے مباحث بھی اس علم کا موضوع ہیں۔

تجزیہ : یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ ترجیح پر بحث اس وقت کی جاتی ہے جب ادلہ کے اغراض میں ظاہری تعارض نظر آتا ہو۔ اسی طرح اجتہاد بھی اس وقت زیر بحث لایا جاتا ہے جب مجتہد کو ان ادلہ شرعیہ سے احکام کا استنباط کرنا ہوتا ہے تو اجتہاد کا اساسیاً نہیں بلکہ استطراداً ذکر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اصولیین علم اصول میں مقلد کے حال سے بحث کرتے ہیں لیکن اس کو مقاصد علم اصول میں شمار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مباحث تقلید و استفتاء کو کتب اصول میں ذکر نہیں کیا۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح و اجتہاد اصول فقہ کا موضوع نہیں ہیں۔

تیسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع ادلہ و احکام دونوں ہیں۔ یہ صدر الشریعہ اور امام شوکانی کا مذہب ہے۔[2]

تجزیہ :

صدر الشریعہ اور شارح تفتازانی نے اس حوالہ سے جو بحث قلمبند کی اس کا خلاصہ یہ ہے :

---

[1] مقدمہ الاشارہ فی اصول الفقہ للولید باجی۔ عادل احمد عبدالموجود و علی محمد عوض ص ۶۲، الریاض مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء

[2] التلویح علی التوضیح ص ۳۵ کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ، ارشاد الفحول محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۱/ ۵۳۔ قاہرہ دار الکتبی سن ند

فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں فرق .... ان دونوں کے مابین فرق کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے:

مثلاً "اقیموا الصلوۃ، واتوا الزکوۃ، کتب علیکم الصیام، وللہ علی الناس حج البیت" ان تمام آیات میں امر وجوب کے معنی میں مشترک ہے تو کہیں گے "الامر للوجوب"۔
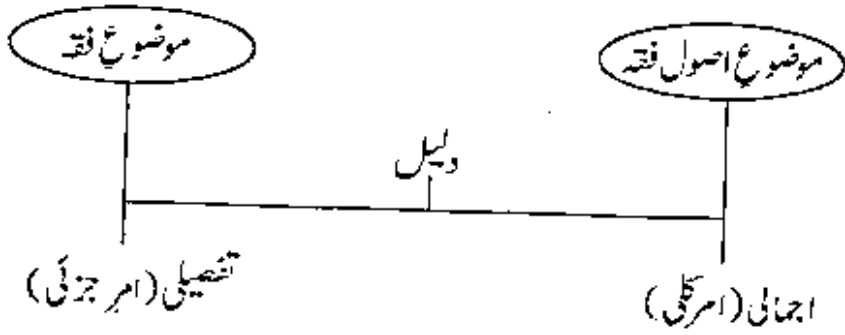
ہر وہ دلیل جو جزء واحد پر کلام کرے مثلاً "اقیموا الصلوۃ" یہ دلیل ہر امر کے وجوب کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ صرف وجوب صلاۃ کے حکم کو بتاتی ہے۔

دلیل:

- ظنی — جس پر نص تو ہے مگر مجتہد نے گمان غالب کی بناء پر حکم دیا ہو مثلاً لفظ "قروء" کی تفسیر میں احناف وشوافع کا اختلاف اسی پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دلیل قطعی ہوتی تو دونوں کسی صورت ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے۔
- قطعی — "وامسحوا برؤسکم" یہاں مسح کا حکم دلیل قطعی ہے اس لئے کسی نے بھی نفس مسح کا انکار نہیں کیا مگر چونکہ اس کی مقدار کی تعیین میں دلیل "ظنی" ہے اس لئے اس میں کل یا بعض راس کا اختلاف بھی ہوا ہے۔

☆☆☆
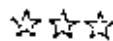
علم اصول فقہ کا استمداد

اصولِ فقہ تین علوم، علم کلام، علم لغت عربیہ اور احکام شرعیہ سے مستمد ہے ہر ایک کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

علم کلام.......... اس سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ کا موضوع ادلہ سمعیہ اجمالیہ ہیں اس حیثیت سے کہ ان کی جزئیات سے احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے یا اصول فقہ کا موضوع احکام ہیں اس حیثیت سے کہ ان کا ثبوت بالا دلہ ہوتا ہے۔ یا ادلہ و احکام دونوں موضوع ہیں جیسا کہ بعض حنفیہ کا مذہب ہے۔ ان ادلہ یا علم کی حجیت کا اثبات، احکام شرعیہ وغیرہ اللہ کی معرفت اور اس کی صفات اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہوئی وحی پر موقوف ہے۔ ان سب کی معرفت بغیر علم کلام کے کسی دوسرے علم یا فن سے کما حقہ ممکن نہیں ہے۔

علم لغت عربیہ.......... لغت عربیہ سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت قولیہ اور اقوال صحابہ، جمیع اُمت محمدیہ کے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ مثلاً حقیقت مجاز، عموم خصوص، اطلاق تقیید، منطوق مفہوم کی معرفت لغت عربیہ کے سوا کسی دوسرے فن سے نہیں ہو سکتی۔

احکام شرعیہ.......... اس سے مراد احکام شرعیہ کا تصور یعنی حقائق احکام شرعیہ کی معرفت ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ کے اثبات یا نفی کے ھدف تک پہنچا جا سکے۔ اسی لئے علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے فرمایا:

"لا بد أن يكون عالما بحقائق الاحكام ليتصور القصد الى اثباتها و نفيها. وان يتمكن بذلك من ايضاح المسائل بضرب الامثلة و كثرة الشواهد".[1]

"(ضروری ہے کہ وہ حقائق احکام کا عالم ہوتا کہ ان (احکام شرعیہ) کے اثبات و نفی کے ھدف کو جان سکے اور یہ کہ وہ امثلہ اور کثیر شواہد سے مسائل کی توضیح کرنے پر قادر ہو سکے)"۔

علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم

اس علم کا حاصل کرنا دوسرے عالم کی طرح وجوب کفائی ہے۔ اُمت کے بعض افراد اس کو سیکھ لیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور جب کوئی شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو جائے تو اس کے لئے اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

[1] حوالہ سابق اور شرح العضد، عضد الدین الایجی شافعی متوفی ۷۵۶ھ ۱/۳۲، ۳۵۔ مصر مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ

علم اصول فقہ کا فائدہ

اس علم کے بہت سے فوائد ہوسکتے ہیں۔ چند مندرجہ ذیل ہیں :

تاریخی فائدہ.......... اس کے ذریعہ سے متقدمین فقہاء و مجتہدین سے مستنبط، مستخرج احکام شرعیہ کے اصول، ان کی کیفیت اور ان کے دقائق معلوم ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اُمت کا اپنے شاندار ماضی سے رابطہ مستحکم ہوجاتا ہے۔ اور وہ حال کے لئے اپنے اسلاف کے اصول کی روشنی میں مسائل کا حل اور نتائج حاصل کر لیتے ہیں اور مستقبل کے لئے حکمت عملی اور نئے اصول وضع کر لیتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات اُمت کے لئے قلبی سکون و طمانیت کا باعث ہوتی ہے کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے مسلسل مربوط ہے۔

علمی و عملی فائدہ.......... اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے دلائل کے ذریعہ احکام کے استنباط و استخراج پر قدرت اور ملکہ حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ فائدہ مجتہد کے لئے ہے اور مقلد کے لئے اس کا تاریخی فائدہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ مزید یہ کہ مقلد یہ جان لیتا ہے کہ ائمہ نے جو احکام استنباط کئے ہیں ان کا منبع و ماخذ کیا تھا۔ یہ جان کر اس کو اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے اور ترغیب و تحریک پیدا ہوتی ہے جو عمل، اطاعت اور تسلیم و رضا کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

اجتہادی فائدہ.......... نئی تحقیق کرنے والوں کے لئے علم اصول فقہ کا حصول بہت ہی زیادہ مفید و معاون ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سابق فقہاء کے اقوال ان میں ترجیح و تخریج کی کیفیت کا علم ہوجاتا ہے جو کہ Personal Law اور Common Law کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں نصوص محدود و متناہی ہیں۔ زمانہ کے تغیرات و حوادث لامحدود اور لامتناہی ہیں اور محدود و متناہی نصوص سے لامحدود و لامتناہی حوادثات کا حل سوائے اجتہاد کے کچھ اور نہیں ہوسکتا اور اجتہاد بغیر قواعد اصول کی معرفت اور بغیر شرعی احکام کی علتوں کے علم اور اس علم میں گہرائی و گیرائی فکر کے نہیں ہوسکتا۔

تقابلی فائدہ.......... عقلی، نقلی اور اصولی دلائل کے بغیر فائدہ مند تقابل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور تقابلی مذہب وادیان عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت و مطالبہ ہے۔ خواہ یہ تقابل مختلف مذاہب کے شرعی میدان میں ہو یا موجودہ قانون کے مقابلہ میں ہو، ہر میدان میں اصولی قواعد پر ہی اعتماد و اعتبار کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ مختلف آراء میں تقابلی موازنہ کر کے کسی دلیل کو قوی یا ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تقابلی مطالعہ کے لئے اصول بہت ضروری ہیں۔ مختلف خطوں کے جغرافیائی و معاشرتی حالات و عوامل بھی تدوین مسائل میں کسی حد تک اثر انداز ہوسکتے ہیں۔

مثلاً Noel J.Conlson اپنی کتاب "Conflict and Tension in Islamic Jurisprudence" میں عورت کا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح درست ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں مالکی و حنفی نقطۂ نظر کے تقابلی تجزیہ میں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دونوں نقطہ ہائے نظر کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ہی تھیں مگر دونوں ائمہ نے ان احادیث مبارکہ سے استنباط فرمایا جو اُن کے ماحول سے زیادہ مطابقت رکھتی تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اظہارِ خیال فرماتے ہیں :

In fact the difference has its roots inthe Circumstances of origin of the two earliest schools of law, the Malikis and the Hanafis. Maliki Law developed in the traditionaly Arab Center of Medina. The Social standards it accepted and reflected were naturally those of the patriarchial Arabian tribe in which. Inter alia, the male members of the tribe controlled the marriages of its women. Hanifi law, on the other hand, grew up in the Iraqi Locality of Kufa. Where Persian influcence Predominated (Abu-Hanifa himself was of Persian extraction) and where society. In contras to that of Medina, was almost cosmopolitan. In this setting, where the traditional standards of Arabian tribal life had not the same relevance, it was natural that woman sould have a relatively higher status and, in particular, the right to contract her own marriage.[1]

(درحقیقت حنفی و مالکی مکاتب فکر فقہ میں بنیادی فرق جغرافیائی حالات و عوامل کا ہے جن میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ زندگی گذار رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکی فقہ کے مطابق نکاح کے مسئلہ میں عورت کے لئے ولی کی اجازت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حنفی فقہ کے مطابق ولی کی اجازت ضروری نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس معاملہ میں عورت آزاد ہے۔ دراصل مالکی فقہ کا مرکز مدینۃ النبی ﷺ تھا جہاں قبائلی نظام اپنی سخت قیود کے ساتھ مروّج تھا اور اسی لئے ازدواجی معاملات میں بھی مرد حضرات بااختیار تھے۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی کی مرکزیت کوفے میں قائم تھی وہاں کے ماحول میں بڑے پیمانے پر اہلِ فارس کے اثرات اثر انداز تھے۔ ایرانی معاشرے میں عورت کے لئے اتنی سخت قیود نہیں لگائی گئی تھیں اسی بناء پر ان دونوں عظیم ائمہ کی توجیہات میں فرق ہے۔ لازمی طور پر ایسے ماحول و معاشرے سے جہاں عورت اس درجہ حدود و قیود کی پابند نہ تھی اس کو اپنے ازدواجی معاملات میں اس درجہ رعایت دے دینا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی)۔

ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا حقائق پر مبنی تجزیہ محض اتفاقی ہو مگر تدوینِ فقہ و مسائل میں کارفرما اصولوں کو مختلف خطوں کے جغرافیائی، معاشرتی و دیگر عوامل و حالات کے تناظر سے بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا۔

دینی فوائد.........اصول، شرعی احکام اور اس کے دلائل کو ضبط و محفوظ کرنے کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہیں۔ ساتھ ہی ایک مکلف انسان کو دینی احکام پر آمادہ کرنے کا وسیلہ بھی ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اہلِ اصول فقہ یہ کہتے ہیں کہ اصول فقہ کا ایک فائدہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہے اور یہی معرفت دین و دنیا کی سعادت و کامیابی کی کنجی ہے۔

[1] Noel J.Coulson, Coflict and Tension in Isalmic Jurisprudence Pg. 28-29 The University of Chicago Press Chicago London 1969.

خلاصہ بحث :

الغرض علم اصول فقہ ہر مجتہد کے لئے ضروری علوم میں سے ہے۔ ہر مفتی اور ہر اس طالب علم کے لئے جو قضاء وافتاء کا طالب ہو ضروری ہے کہ اس بات سے آگاہی حاصل کرے کہ احکام کہاں سے اور کس طریقہ سے مستنبط کئے جاتے ہیں اور یہ کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے کس طرح مربوط ہے۔ مختلف ادوار میں یہ فن کن نشیب وفراز سے گزر کر ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ ایک عالم صرف ائمہ سے احکام کی سماعت پر اکتفا نہیں کرسکتا بلکہ وہ اس بات کا بھی متمنی وخواہاں ہوتا ہے کہ اصل منابع وماخذ تک براہ راست رسائی حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ کن ماخذ سے کن اصول کی بنیاد پر کن حالات میں اس کو مستنبط کیا گیا ہے۔۔۔ اور متقدمین نے کن علتوں کو سامنے رکھ کر کن بنیادوں پر اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا، تاکہ وہ ان سے منقول علتوں کو سامنے رکھ کر نئے اصول مرتب کرکے موجودہ دور کے مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کرسکے کیونکہ اجتہاد کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوسکتا جب تک انسان کرۂ ارضی پر آباد ہے۔

☆☆☆
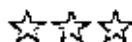
علم اصول فقہ کا واضع

علم اصول فقہ کا واضع کون ہے؟ اس بارے میں تین مشہور آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) اصول فقہ کے واضع امام جعفر صادق رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۸ھ) اور ان کے والد امام باقر رحمہ اللہ ہیں۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب اس فن کے واضع ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) اس کے واضع ہیں۔

تینوں آراء کا تحقیقی جائزہ :

پہلی رائے .... یہ شیعہ امامیہ کا مسلک ہے کہ امام جعفر صادق اور امام باقر نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ اور یہ الہام کی ایک صورت تھی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دونوں بزرگوں پر القاء ہوئی تا کہ لوگوں کو صحیح اسلوب پر تعلیم دے سکیں۔ چونکہ ان کا یہ علم الہامی تھا اس لئے ان کو کسی منہاج واجتہاد کی ضرورت نہیں تھی اور ان کا کلام دائمی صواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں مختلف مؤقف ہے۔ وہ امام صادق کو مجتہد جانتے ہیں اور مجتہد سے خطاوصواب دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امام صادق نے اپنی فقہ کے کچھ خاص اصول مقرر کر رکھے تھے مگر ان کو مدون نہیں کیا تھا کیونکہ ان کے زمانہ میں تدوین منہاج کا رواج نہیں تھا بلکہ مسائل واقعی میں افتاء کی حد تک کا معمول تھا۔ ہاں البتہ اہل عراق نے مسائل واقعی کے ساتھ متوقع مسائل کا بھی اضافہ کر لیا تھا جس کا نام فقہ تقدیری تھا۔ آیت اللہ الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) نے فرمایا :

"اعلم ان اول من اسس اصول الفقه وفتح بابه، وفتق مسائله الامام ابو جعفر محمد الباقر، ثم من بعده ابنه الامام ابو عبدالله الصادق، وقد املیا علی اصحابهما قواعده، وجمعوا من ذلک مسائل رتبها المتأخرون علی ترتیب المصنفین فیه بروایات مسندة الیهما متصلة الاسناد، وکتب مسائل الفقه المرویة عنهما بایدینا الی هذا الوقت بحمدالله، منها کتاب اصول آل السید الرسول رتبا علی ترتیب مباحث اصول الفقه الدائرة بین المتاخرین، جمعه السید الشریف الموسوی هاشم بن زین العابدین الخونساری الاصفهانی رضی الله عنه فی نحو عشرین الف بیت کتابة، ومنها الاصول الاصلیة للسید عبدالله العلامة المحدث عبدالله بن محمد الرضا الحسینی، وهذا الکتاب من احسن ماروی، فیه اصول تبلغ خمسة عشر الف بیت، ومنها الفصول المهمة فی اصول الائمة للشیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی صاحب کتاب وسائل الشیعة، وحینئذ فقول الجلال السیوطی فی کتاب الأوائل : اول من صنف فی اصول الفقه الشافعی بالا جماع فی غیر محله إنْ أرَادَ التاسیس والابتکار، وان اراد التصنیف المتعارف، فقد تقدم علی الامام الشافعی فی التالیف هشام بن الحکم المتکلم المعروف من اصحاب ابی عبدالله الصادق، صنف کتاب الالفاظ ومباحثها،

وهو اهم مباحث هٰذا العلم ثم يونس بن عبدالرحمن مولى آل تقطين صنف كتاب اختلاف الحديث ومباحثه، وهو مبحث تعارض الحديثين ومسائل التعديل، الترجيح في الحديثين المتعارضين رواه عن الامام موسى الكاظم بن جعفر عليهما السلام، وذكرهما ابو العباس النجاشي في كتابه الرجال والامام الشافعي متاخر عنهما".[1]

(جس نے سب سے پہلے اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا دروازہ کھولا اور اس کے مسائل بیان کئے وہ امام ابوجعفر محمد الباقر ہیں اس کے بعد ان کے صاحبزادہ امام ابوعبداللہ الصادق ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اس فن کے قواعد اپنے اصحاب کو املا کرا دیئے اور ایسے مسائل جمع کئے۔ ان دون بزرگوں سے مروی جو کتب مسائل فقہ ہمارے سامنے ہیں ان میں کتاب اصول آل السید الرسول ہے جسے سید شریف موسوی ہاشم بن زین العابدین خونساری اصفہانی (متوفی ۱۳۱۸ھ) رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ اسی طرح ایک کتاب "الاصول الاصلیہ" ہے اس کے مؤلف سید عبداللہ العلامہ المحدث عبداللہ بن محمد رضا الحسینی (متوفی ۱۳۴۲ھ) ہیں۔ ایسی ہی ایک اور کتاب "الفصول المہمۃ فی اصول الایمہ" ہے اس کے مؤلف شیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی (متوفی ۱۱۹۹ھ) صاحب کتاب وسائل الشیعہ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل میں لکھا کہ اصولِ فقہ میں امام شافعی پر بھی مقدم ہشام بن الحکم جو اصحاب امام صادق میں سے ایک ہیں، وہ ہیں پھر یوسف بن عبدالرحمٰن ہیں جنہوں نے امام موسیٰ بن کاظم بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی)۔

شعبان محمد اسماعیل نے سید حسن صدر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"فالقواعد التي يشير اليها السيد حسن الصدر...... انما هي من قبيل مناهج الاستنباط، وطرق الاستدلال...... وهذا كانت موجودة حتى في عصر الصحابة، رضي الله تعالى عنهم اجمعين".[2]

(تو وہ قواعد جن کی طرف سید حسن الصدر نے (امام محمد باقر و امام جعفر کے مدون ہونے کا) جو اشارہ کیا وہ تو مناہج استنباط اور طرق استدلال کے قبیل سے ہے۔ یہ دونوں باتیں تو عصر صحابہ* میں بھی موجود تھیں)

مصطفیٰ سعید الخن نے اپنی کتاب "دراسۃ تاریخیۃ للفقہ واصولہ" میں السید حسن الصدر کا بیان نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"وفي رايي ان عزو البداءة في التصنيف في هذا...... الى غير الشافعي ان هو إلا خرق للاجماع، او قريب من ذالك، من غير برهان واقعي، ولا دليل مقنع".[3]

---

[1] الامام الصادق حياته وعصره اراؤه وفقهه، محمد ابوزہرہ۔ ص ۲۶۷، ۲۶۸۔ مطبعہ احمد علی مخیمر سند۔ علم الاصول تاریخا وتطورا، علی الفاضل القائینی النجفی ص ۳۳، ۳۴۔ اس میں الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد باقر الصدر ۱/۵۱۔ ۵۲۔ باختلاف الفاظ، قم موسسۃ النشر الاسلامی طبع ثانی ۱۴۱۵ھ۔

[2] اصول الفقه نشأته تطوره والحاجة اليه، شعبان محمد اسماعیل۔ ص ۳۵۔ قاہرہ دار الانصار سند۔

[3] دراسة تاريخية للفقه واصوله والاتجاهات التي ظهرت فيهما۔ سعید الخن ص ۱۶۳ الشركة المتحدة للتوزيع سنه ند

(۴) قرآن سنت پر مقدم ہے۔ وہ سنت پر حاکم ہے، اگرچہ سنت اس کی وضاحت کرتی ہے اور تفسیر بیان کرتی ہے۔ امام صادق نے ناسخ ومنسوخ کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ ناسخ ومنسوخ قرآن وسنت دونوں میں ہے۔ ان کا یہی منہاج استنباط ہے جس کا وہ التزام فرمایا کرتے تھے۔[1]

دوسری رائے......... امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اصول فقہ کے واضع ہیں۔ ابوالوفاء الافغانی نے "اصول السرخسی" کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اصول فقہ کا مدون اوّل قرار دیا اور اصول فقہ پر لکھی گئیں ابتدائی کتب کا ان کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کیا، جس میں امام شافعی کی الرسالہ کو اس فن پر لکھی جانے والی چوتھی کتاب شمار کیا۔ فرماتے ہیں:

" وأما اول من صنف في علم الاصول . فيما نعلم . فهو امام الائمة ، وسراج الامة ابو حنيفة النعمان رضي الله عنه حيث بين طرق الاستباط في "كتاب الراى" له ، وتلاه صاحباه القاضي الامام ابويوسف يعقوب بن ابراهيم الانصارى ، والامام الربانى محمد بن الحسن الشيباني رحمهما الله ، ثم الامام محمد بن ادريس الشافعي رحمة الله صنف الرسالة".[2]

(اور ہمارے علم کے مطابق امام الائمہ، سراج الامہ ابوحنیفہ نعمان ؓ نے علم الاصول پر پہلی کتاب "کتاب الرای" تصنیف کی جس میں استنباط کے طریقے بیان کئے۔ اس کے بعد آپ کے دو شاگردوں قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری اور امام ربانی محمد بن الحسن الشیبانی رحمہم اللہ نے اس فن پر کتب تصنیف کیں، پھر امام محمد ادریس شافعی رحمۃ اللہ نے اپنا رسالہ تصنیف کیا)

محقق کی رائے:

ہمارے خیال کے مطابق اصول فقہ پر پہلی کتاب "كتاب الراى" ہے جو امام اعظم کی تصنیف ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حل طلب مسئلہ کا حکم باوجود تلاش کے قرآن وسنت میں صراحتاً نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتہاد رائے کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث معاذ میں رسالت مآب ﷺ نے اسی اسلوب کی تعلیم فرمائی۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ نے ایک کتاب بنام "كتاب الراى" (آدمی کس طرح اپنی رائے قائم کرے) تصنیف کی۔ مسائل میں رائے کا استعمال کس طرح ہوتا ہے یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی، غالباً ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر کے وہاں کے علمی ذخیرے کو دریائے دجلہ میں بہا ڈالا، تو ممکن ہے یہ کتاب انہی تباہ شدہ کتابوں میں ضائع ہوگئی ہو۔ اصول فقہ غالباً اپنے موجودہ مفہوم میں پورے کا پورا اس میں نہیں ہوگا لیکن رائے سے استفادہ کرکے اس کو بدلنا، قانون کا مفہوم معلوم کرنا، اس کی تاویل کرنا وغیرہ غالباً اس میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قانون کو جو خدمات انجام دیں وہ سب پر عیاں ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے صرف تصنیفی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ اس رواج کو عام کرنے کے لئے ایک تعلیمی اکیڈمی قائم کی جس میں وہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد فکر اور آزادی رائے کی صلاحیت پیدا کر دیتے تھے۔ چنانچہ ہر مسئلہ پر ان کے شاگرد

---

[1] حوالہ سابق ص ۲۶۹ [2] مقدمہ اصول السرخسی۔ ابوالوفاء الافغانی، ۱/۳، لاہور دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء

آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے اور پھر بحث ومباحثہ غور وخوض کے بعد رد وقبول ہوا۔ ابن خلکان اور ابن ندیم کے مطابق امام ابو یوسف نے اصول فقہ پر کتاب تالیف کی تھی اور ابن خلکان نے ان کو حنفی مذہب پر اصول کی پہلی کتاب کا مدون مانا ہے [1]۔ غالباً یہ اصول فقہ پر ایک الگ تصنیف تھی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب الرای کی شرح ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب الرای لکھنے کے بعد اس کا درس دیا ہو۔ درس کے دوران شرح ہوئی ہوگی اور اعتراضات بھی ہوئے ہوں گے۔ اس ساری بحث و تشریح وامام ابو یوسف نے اپنی کتاب الاصول میں جمع کر دیا ہوگا مگر امام ابو یوسف کی یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

ہم اپنی تائید میں امام ابو حنیفہ کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی کو پیش کر سکتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی تھی جس کا نام "کتاب الاصول" تھا۔ ابن ندیم نے ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے [2]۔

ابوالحسین المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب "المعتمد فی اصول الفقه" میں امام محمد شیبانی کی کتاب الاصول کے چند حوالے بیان کئے ہیں۔ مثلاً ابوالحسین لکھتے ہیں، امام محمد شیبانی نے کہا کہ اصول فقہ چار چیزیں ہیں : قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس [3]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چار باتیں امام محمد شیبانی کی کتاب کا خلاصہ ہیں۔ اس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعدد شاگردوں نے کتاب الرای کی شرح کے طور پر اصول فقہ کی کتابیں لکھی ہوں گی۔

ڈاکٹر حمید اللہ اس موقف کی تائید میں فرماتے ہیں کہ :

> "اس رائے کو قائم کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی طرف "کتاب السیر" منسوب ہے، اگرچہ سوائے چند اقتباسات کے وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن اس نام کی کتابیں کم از کم تین چار شاگردوں نے لکھیں۔ مثلاً امام محمد شیبانی نے "کتاب السیر الصغیر" اور "کتاب السیر الکبیر" کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ دونوں ہم تک پہنچیں۔ امام زفر نے "کتاب السیر" لکھی، اسی طرح ابراہیم الفزاری نے بھی کتاب السیر لکھی جو مخطوطے کی صورت میں موجود ہے۔ جس طرح امام ابو حنیفہ کی کتاب السیر سے متاثر ہو کر اور قانون بین الاقوام کے درس کی بنیاد پر ان کے کئی شاگردوں نے کتاب السیر کے نام سے کتابیں تصنیف کیں۔ اسی طرح شاید کتاب الرای کی تدریس کے سلسلے میں بھی وہی صورت پیش آئی اور ان کے بعض شاگردوں نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔ ممکن ہے کہ اس کو اصول کا نام بھی خود امام ابو حنیفہ نے دیا ہو۔ مگر واضح رہے کہ کتاب الاصول یعنی علم اصول کی جو کتابیں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں ان میں ابتدائی تین کتابیں یعنی امام ابو حنیفہ کی کتاب الرای، اور امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی کی اصول فقہ پر کتاب ہم تک نہیں پہنچیں۔ جو کتاب ہم تک پہنچی ہے محمد امام محمد شیبانی کے ایک شاگرد امام شافعی کی کتاب ہے۔ ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہ کے استادوں نے بھی رائے سے کام لے کر فتوے دیئے ہوں اور سوالوں کا جواب دیا ہو۔ لیکن یہ کہ انہوں نے اس پر کوئی کتاب لکھی تھی اب تک ہمیں اس کا علم نہیں ہو سکا۔ اس لئے ہم نے فرض کیا کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابو حنیفہ کی کتاب الرای ہے [4]۔"

---

[1] وفیات الاعیان وابناء الزمان۔ قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۰۳/۱، مصر، مطبعۃ المیمنیۃ احمد البابی الحلبی ۱۳۰۱ھ ، کتاب الفہرست ، ابن الندیم محمد بن ابو یعقوب شبیل متوفی ۳۸۰ھ ص ۲۵۶، کراچی نور محمد سن ندارد

[2] کتاب الفہرست ابن الندیم ص ۲۵۸

[3] خطبات بہاولپور۔ محمد حمید اللہ ص ۱۲۹، اسلام آباد، تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء

[4] حوالہ سابق ص ۱۳۵ تلخیص اور الفاظ کی تغیر کے ساتھ

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ) نے شرح الرسالہ میں فرمایا:

"لم يسبق الشافعي احد في تصانيف الاصول و معرفتها"۔[1]

(اصول کی تصانیف اور اس کی معرفت میں کسی نے امام شافعی پر سبقت نہیں لی)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے اپنے مقدمہ میں لکھا:

"وكان اول من كتب فيه الشافعي رضي الله عنه أملى فيه رسالته المشهورة تكلم فيها في الاوامر والنواهي والبيان والخبر والنسخ وحكم العلة المنصوصة من القياس ۔[2]

(اس فن میں تالیف کا کام سب سے پہلے امام شافعی نے کیا۔ انہوں نے تصنیف الرسالہ میں اوامر ونواہی، بیان، خبر، نسخ اور قیاس سے منصوص علت کا حکم وغیرہ جیسے امور بیان کئے)

ابو زہرہ نے فرمایا:

"والحق ان الشافعي رتب أبو اب هذا العلم وجمع فصوله ، ولم يقتصر على مبحث دون مبحث بل بحث في الكتاب ، وبحث في السنة وطرق اثباتها ومقامها من القرآن . وبحث الدلالات اللفظية فتكلم في العام والخاص والمشترك والمجمل والمفصل ، وبحث في الاجماع وحقيقته وناقشه علمية لم يعرف ان احدا سبقه بها، وضبط القياس ، وتكلم الاستحسان ، وهكذا استرسل في بيان حقائق هذا العلم مبوبة مفصلة ، وهو بهذا لم يسبق أو على التحقيق لم يعلم الى الان ان احد سبقه ...."۔[3]

(حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اس علم کے ابواب مرتب فرمائے اور فصول یکجا کئے۔ انہوں نے کسی ایک بحث یا چند بحثوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قرآن، سنت، اثبات، سنت کے طریقے، قرآن کے مقابلے میں حدیث کا مقام پر بحثیں کیں اور لفظی دلالتوں پر بحث کرتے ہوئے عام خاص مشترک مجمل مفصل پر گفتگو فرمائی۔ اجماع اور اس کی حقیقت پر ایسی علمی بحثیں کیں جس کی نظیر کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ قیاس کے اصول منضبط کئے اور استحسان پر کلام فرمایا.......... اس طرح امام شافعی نے اس علم کے مباحث کو ابواب اور فصول کی صورت میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس سلسلے میں ان پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے یا محتاط الفاظ میں کہا جائے کہ محقق طور پر اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا)

ابو زہرہ نے مزید لکھا:

"ولا غرابة في أن يكون البحث في فروع الفقه وتدوينها متقدما على تدوين اصول الفقه ، لأنه اذا كان علم اصول الفقه موازين لضبط الاستنباط ومعرفة الخطا من الصواب فهو علم

[1] حوالہ سابق

[2] مقدمہ ابن خلدون۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۳۵۵، بغداد مکتبۃ المثنی سن ند

[3] اصول الفقہ۔ محمد ابو زہرہ ص ۱۹، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

ضابط ، والمادة هي الفقه ، وكذلك الشأن في كل العلوم الضابطة ، فالنحو متأخر عن النطق بالفصحى ، والشعراء كانوا يقولون الشعر موزونا قبل أن يضع الخليل بن أحمد ضوابط العروض ، والناس كانوا يتجادلون ويفكرون قبل أن يدون أرسطو علم المنطق . ولقد كان الشافعي جديرا بأن يكون أول من يدون ضوابط الاستنباط فقد أوتي علمًا دقيقا باللسان العربي ، حتى عدفي صفوف الكبار من علماء اللغة ، وأوتي علم الحديث فتخرج على أعظم رجاله ، وأحاط بكل أنواع الفقه في عصره ، وكان عليما باختلاف العلماء من عصر الصحابة الى عصره ، وكان حريصا كل الحرص على أن يعرف أسباب الخلاف ، والوجهات المختلفة التي تتجه اليها أنظار المختلفين وبهذا وبغيره توافرت له الأداة لأن يستخرج من المادة الفقهية التي تلقاها الموازين التي توزن بها آراء السابقين وتكون أساسا لاستنباط اللاحقين ، يراعونها فيقاربون ولا يباعدون ، فبعلم اللسان استطاع أن يستنبط القواعد لاستخراج الاحكام الفقهية من نصوص القرآن والسنة ، وبدراسته في مكة التي يتوارث فيها علم عبد الله بن عباس الذى سمي ترجمان القرآن عرف الناسخ والمنسوخ ، وباطلاعه الواسع على السنة وتلقيه لها عن علمائها وموازنتها بالقرآن استطاع أن يعرف مقام السنة من القرآن ، وحالها عند معارضة بعض ظواهرها لظواهر القرآن الكريم ، وقد كانت دراسته لفقه الرأى وللمأثور من آراء الصحابة أساسا لما وضعه من ضوابط للقياس ، وهكذا وضع الشافعي قواعد للاستنباط ولم تكن في جملها ابتداعا ابتدعه ، ولكنها ملاحظة دقيقة لما كان يسلكه الفقهاء الذين اهتدى بهم من مناهج استنباطهم لم يدونوها ، فهو لم يبتدع منهاج الاستنباط ولكن له السبق في أنه جمع أشتات هذه المناهج التي اختارها ، ودونها في علم مترابط الأجزاء ، في ذلك مثل أرسطو في تدوينه لمنطق المشائين ، فما كان عمله فيه ابتداعا لأصل المنهاج ، بل كان أبداعه في ضبط المنهاج هذا هو نظر الجمهور من الفقهاء في تقرير هم الأسبقية للشافعي في تدوين ذلك العلم ، ولا أحد منهم يخالف في ذلك .[1]

ترجمہ : ”یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ فقہی جزئیات کی بحث وتحقیق اوران کی تدوین اصول فقہ کی تدوین سے پہلے وجود میں آچکی تھی اس لئے کہ علم اصول فقہ استنباط احکام کو منضبط کرنے اور اجتہاد واستنباط میں خطا وصواب کی معرفت کے قواعد کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ ایک منضبط کرنے والا علم ہے۔ اور فقہ کی زمین سے ہی یہ اصول نمودار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان تمام علوم کا ہے جو آلے اور ضوابط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فن نحو کی تدوین سے پہلے لوگ فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے۔ خلیل بن احمد کے فن عروض وضع کرنے سے پہلے شعراء موزوں اشعار کہتے تھے۔ اسی طرح ارسطو کے علم منطق کی ایجاد سے قبل بھی لوگ بحث ومناظرہ اور غور وفکر کیا کرتے تھے ...... امام شافعی اس کے بجا طور پر مستحق تھے کہ قواعد استنباط کی تدوین میں انہیں اولیت حاصل ہوتی ، اس لئے کہ عربی زبان وادب پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔

[1] حوالہ سابق ص ۱۴۔۱۵

حتیٰ کہ ان کا شمار ممتاز ترین علماء لغت میں کیا گیا۔ علم حدیث کا بھی وافر حصہ ان کو عطا ہوا تھا۔ اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین سے انہوں نے یہ علم حاصل کیا تھا اور اپنے دور میں فقہ کی تمام قسموں پر ان کی ہمہ گیر نظر تھی۔ وہ عہد صحابہ سے لے کر اپنے دور تک کے علماء کے اختلافی مسائل و آراء سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ ہمیشہ اس کی بھرپور کوشش کرتے رہتے تھے کہ اختلاف آراء کے اسباب اور ان علماء کے پیش نظر رہنے والے مختلف نقطہائے نظر کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کریں۔..... ان جیسے اسباب کی بناء پر آپ اس بات کے اہل ہوئے کہ موجودہ فقہی ذخیرہ کو سامنے رکھ کر ایسے اصول بتائیں جن کی روشنی میں علماء سابقین کی آراء کا بھی جائزہ لیا جا سکے اور ان اصولوں کی رعایت سے آئندہ زمانے کے فقہاء کی آراء میں قربت پیدا ہو اور فرق کم ہو جائیں۔..... چنانچہ لغت و زبان پر کامل قدرت رکھنے کی وجہ سے آپ نے قرآن و سنت کے نصوص سے احکام فقہیہ کے استنباط و استخراج کے قواعد وضع فرمائے۔ مکہ مکرمہ جہاں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کا علم منتقل ہوتا چلا آرہا تھا وہاں حصول علم کے بعد آپ کو ناسخ و منسوخ کا علم ہوا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کے وسیع مطالعہ، محدثین کرام سے ان کی روایت اور قرآن سے ان کا موازنہ کرنے کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سنت کا مقام قرآن کے مقابلہ میں کیا ہے اور اگر بعض حدیث کا ظاہر کسی آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم سے متعارض نظر آرہا ہو تو کیا حکم ہوگا۔ اہل الرائے کی فقہ اور صحابہ کرام کی منقول آراء کا گہرا مطالعہ قیاس کے بارے میں امام شافعی کے وضع کردہ قواعد و ضوابط کی اساس ہے اور اس طرح آپ کے ہاتھوں استنباط کے قواعد وضع کرنے کا کام انجام پایا۔ یہ سارے کے سارے قواعد آپ کے ایجاد کردہ نہیں تھے بلکہ فقہائے سابقین کے غیر مدون مناہج استنباط کا گہرا مطالعہ کر کے امام شافعی نے یہ قواعد وضع کئے۔ لہٰذا اصول فقہ جس منہج استنباط کا نام ہے وہ امام شافعی کی اختراع نہیں ہے، لیکن انہیں اس طور پر یہ سبقت ضرور حاصل ہے کہ انہوں نے ان متفرق مناہج استنباط میں جو کچھ پسند کیا اسے یکجا کر دیا اور ایک مربوط علم کی صورت میں ان مناہج کو مدون کیا۔ علم اصول فقہ کی تدوین کے سلسلے میں امام شافعی کا بھی مقام ہے جو مشائین کی منطق وضع کرنے کے بارے میں ارسطو کا ہے، ارسطو نے اصل طریقے ایجاد نہیں کئے تھے بلکہ ایجاد شدہ طریقوں کو منضبط کرنے کا کام انجام دیا تھا۔ لہٰذا جمہور فقہاء کا یہ قول کہ امام شافعی کو اس علم کی تدوین میں اولیت حاصل ہے اس سے اسی قسم کی اولیت مراد ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے"۔

تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ :

ہماری رائے میں امام اعظم ابوحنیفہ ہی اصول فقہ کی مدون اوّل ہیں۔ ہم اس پر تفصیل سے اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اور ان کے مدون اوّل ہونے پر دلائل بھی دے چکے ہیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ آیت اللہ صدر نے امام جعفر صادق اور امام باقر سے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں واقع الفاظ "وقد املیا علی اصحابھما القواعد" سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے قواعد اپنے اصحاب کو املاء کروائے تھے نہ کہ خود کوئی تصنیف لکھی تھی اور جہاں تک امام شافعی کی اولیت سے متعلق ابوزہرہ کا بیان ہے تو اس میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ محقق طور پر اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا۔ ابوزہرہ کی ذاتی رائے میں ایسا ہے ورنہ در حقیقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ابوالوفا الافغانی کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اور ان کے اصحاب نے اصول پر کتب لکھی تھیں۔ ابن ندیم

ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گہرے غور وفکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیشِ نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ استحسان سے کام لینے والے حنفی ائمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق تر سبب معلوم کر کے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں''۔[1]

فقہائے مالکیہ نے بھی امام شافعی کے منہاج کو قبول کیا اور امام شافعی سے اختلاف کرتے ہوئے اصول فقہ میں اہل مدینہ کے اجماع استحسان ومصالح مرسلہ کا بھی اضافہ کیا۔ امام شافعی نے ان تینوں کو باطل قرار دینے کی کوشش کی، ساتھ ہی مالکیہ نے ذرائع وسدِ ذرائع کو بھی اصول فقہ میں شامل کیا۔ اس طرح انہوں نے امام شافعیؒ سے منقول اصولوں کو کہیں کچھ اختلاف اور کہیں کچھ اضافہ کے ساتھ قبول کیا۔ الغرض چاروں مذاہب کے فقہاء نے امام شافعی کے ثابت کردہ چاروں ادلہ کتاب سنت اور اجماع وقیاس سے اختلاف نہیں کیا اور یہ متفق علیہ مصادر قرار پائے جبکہ ان پر کیا گیا اضافہ شوافع اور دیگر اکثر فقہاء کے مابین محلِ اختلاف رہا۔ فقہاء شافعیہ نے امام شافعی کے ان مقرر کردہ اصولوں کی تشریح وتفصیل اور توضیح کا کام کیا جس کی وجہ سے فقہی اجتہاد کے طویل دورانیہ میں ان اصولوں کی نشو ونما، ترقی، تفصیل وتوضیح اور تعبیر وتشریح جاری رہی جبکہ غیر شافعی اصولیین نے یہ خدمات انجام دینے کے ساتھ بعض اصولوں کے اضافہ کئے اور ان کی بھی توضیح وتشریح کی۔

تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے ور جحانات :

امام شافعی نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور ''اصول الفقه'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان سرمایہ تیار ہو گیا چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ''کتاب السنة'' کتاب'' العلل'' کتب'' الناسخ والمنسوخ'' لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا تقلید کے دور میں اصول بے شک نشو ونما پاتے رہے۔ اہل علم نے اصول فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں جو طریقے اختیار کئے ان میں سے تین بالخصوص قابل ذکر ہیں ۔ ایک طریقہ ''علمائے متکلمین'' کا ہے۔ دوسرا ''علمائے حنفیہ'' کا اور تیسرا ''متاخرین اهلِ علم'' کا ہے ان میں سے پہلا طریقہ خالص نظریاتی قسم کا تھا جس میں نظری مباحث کو غلبہ حاصل رہا۔ دوسرا طریقہ فروع سے متاثر تھا اور اس کو اصول حنفیہ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ علمائے احناف ہی نے سب سے پہلے اپنے مذہب کے دفاع اور ضبط فروع کے لئے اسے اختیار کیا تھا چنانچہ اس طریق سے انہوں نے اپنے مذہب کے لئے جامع اصول کا استنباط کیا۔ جبکہ تیسرے طریقہ میں پہلے اور دوسرے طریقہ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ : اس طریقہ کا نام 'اصول الشافعیه'' یا ''اصول متکلمین'' ہے اور یہ طریقہ خالص طور پر نظری تھا جس میں کسی مذہبی اعتبار کے بغیر قواعد کی تحقیق وتنقیح پر زور دیا جاتا تھا بلکہ قواعد کی ادلہ سے توثیق کی جاتی تھی جو قاعدہ بھی دلیل کے لحاظ سے قوی تر ہوتا اسے اختیار کر لیا جاتا چنانچہ بعض شافعی علماء نے امام شافعی سے اصول میں اختلاف کیا مگر فروع میں ان کے متبع رہے مثلاً امام شافعی اجماع سکوتی کو حجت تسلیم نہیں کرتے مگر علامہ آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) مسلکاً شافعی ہونے کے باوجود اپنی کتاب ''الاحکام'' میں اس کو حجت مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں : '

---

[1] خطبات بہاولپور، محمد حمید اللہ، ص ۱۳۵، پاکستان اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء

لحاظ سے عمل کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا مثلاً اس پر تو متفق تھے کہ عبادات کے تمام احکام معلل ہیں مگر عقلی حسن وقبح میں اختلاف کرنے لگے حالانکہ فقہ اور طریق استنباط کا اس کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہ تھا اور یہ کہ تکلیف معدوم جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ آمدی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وكشف الغطاء عن ذلك انا لا نقول بكون المعدوم مكلفا بالاتيان بالفعل حالة عدمه بل معنى كونه مكلفا حالة العدم قيام الطلب القديم للرب تعالى"[1]

(اس مسئلہ سے پردہ اس طرح اٹھ سکتا ہے کہ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی شخص معدوم مکلف ہو سکتا ہے حالِ عدم میں مکلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طلب ذات خداوندی کے ساتھ قائم ہے)۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے مباحث خالص فلسفی مباحث ہیں جن پر کسی طریق استنباط کی بنیاد نہیں ڈالی جا سکتی کیونکہ معدوم کی طرف خطاب ہی نہیں ہو سکتا اور یہ اتنی بدیہی چیز ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس پہلے طریقہ میں غیر فقہی فلسفیانہ بحث کی دوسری مثال میں بھی علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب "الاحکام" سے مندرجہ ذیل اقتباس کو پیش کیا جا سکتا ہے:

"اما قبل النبوة، فقد ذهب القاضي ابوبكر، واكثر اصحابنا، وكثير من المعتزلة إلى انه لايمتنع عليهم، المعصية كبيرة كانت اوصغيرة، بل ولايمتنع عقلا إرسال من أسلم وامن بعد كفره، وذهبت الروافض إلى امتناع ذلك كله منهم قبل النبوة، لان ذالك مما يوجب هضمهم في النفوس واحتقارهم، والنفرة عن اتباعهم، وهو خلاف مقتضى الحكمة من بعثة الرسل، ووافقهم على ذالك اكثر المعتزلة إلا في الصغائر. والحق ماذكره القاضي، لانه لاسمع قبل البعثة يدل علي عصمتهم عن ذالك"[2]

(قبل از نبوت انبیاء کی عصمت کے متعلق قاضی ابوبکر اور ہمارے اکثر اصحاب اور بہت سے معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ان سے کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب ممتنع نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے کفر سے توبہ کرنے اور مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر مبعوث فرمائے، روافض معصیت کے ارتکاب کو قبل از نبوت ممتنع سمجھتے ہیں کیونکہ اگر انبیاء قبل از نبوت کسی گناہ کے مرتکب ہوں تو لوگ انہیں حقارت سے دیکھیں گے اور ان کے اتباع سے نفرت کریں گے اور یہ بات بعثت رسل کی حکمت کے خلاف ہے۔ اکثر معتزلہ بھی روافض کے ہمنوا ہیں مگر وہ صغائر کا ارتکاب جائز سمجھتے ہیں لیکن قاضی کا مذہب برحق ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی سماعی دلیل نہیں ہے جس سے قبل از نبوت عصمت کا ثبوت ملتا ہو)۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المنخول" میں "الفصل الثاني في حقيقة العلم وحده" کے تحت اور امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے اپنی کتاب "ارشاد الفحول" میں "المقصد الثاني" کی

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۰۰، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ
[2] حوالہ سابق ۱/۱۱۹۔۱۲۰

"البحث الثالث فی عصمت الانبیاء" کے تحت اس قسم کی فلسفیانہ و منطقیانہ بحثیں نقل کی ہیں جن کا علم اصول فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے[1]۔

پہلے طرز تصنیف (اصول الشافعیہ) کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب:

"اصول الشافعیہ" یا "اصول متکلمین" کے طرز تصنیف سے کئی مذاہب متاثر ہوئے اور منسلک ہوئے۔ معتزلہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اشاعرہ، اباضیہ، شیعہ[2] وغیرہ مذاہب کا اسی میں شمار ہوتا ہے۔ بعد میں حنابلہ سلفیہ نے معتزلہ و اشاعرہ دونوں مذاہب سابقہ کی مخالفت کی۔

اس طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات:

☆ نظر و جدل کی آزادی ہوتی ہے۔

☆ مسائل کی منطقی تحقیق اور عقلی استدلال پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ اپنے ائمہ مسالک کی طرفداری اور تعصب سے اجتناب پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ صرف احکام فقہیہ میں غور و خوض پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ علم کلام کے بعض مسائل عقائد کو بھی اصول فقہ کے ضمن میں موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ مثلاً عصمت انبیاء قبل نبوت اور تحسین و تقبیح کے عقلی یا شرعی ہونے میں غور و فکر۔

☆ اس طریقے کے علماء کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اصول الفقہ کے قواعد کو مستحکم اور قوی ترین شکل میں مدون کرنے کے لئے الفقہی الجھاؤ سے اجتناب کیا جائے۔

طریقہ اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین کی بعض اہم و بنیادی کتابیں:

۱۔ التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتہاد۔ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) بعد میں امام باقلانی نے "ارشاد التوسط" اور "ارشاد الصغیر" کے نام سے "التقریب والارشاد" کا اختصار لکھا۔

امام جوینی فرماتے ہیں:

وهو اجل كتب الاصول، والذی بین ايدينا منه المختصر الصغير، ويبلغ اربعة مجلدات، ويحكى ان اصله كان فی اثنی عشر مجلدا ولم نطلع عليه"[3]

(یہ اصول کے موضوع پر سب سے عظیم کتاب ہے ہمارے سامنے کتاب الارشاد الصغیر کا نسخہ ہے جو چار مجلدات تک ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی اور جس پر ہم مطلع نہیں ہو سکے)۔

---

[1] المنخول من تعلیقات الاصول، ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ص ۳۸ و مابعدہ، دمشق دارالفکر ۱۴۰۰ھ۔ ارشاد الفحول، امام الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۱۵۹/۱ ـ ۱۶۳ المقصد الثانی فی السنۃ، البحث الثالث فی عصمت الانبیاء، تحقیق شعبان محمد اسماعیل، دار الکتبی سن ندارد

[2] تحریر الرسائل، مرتضی گیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ ـ ۱۹۱۶ھ) ص ۱۲۰ طہران مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ

[3] مقدمہ المنخول من تعلیقات الاصول للغزالی، محمد حسن ہیتو ص ۷، دمشق دارالفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ

(فقہائے احناف کا طرز بحث زیادہ ملا ہوا ہے اور استنباط فروع کے لئے زیادہ معین و مددگار ہے، کیونکہ وہ ہر مسئلہ کے ذیل میں امثلہ و شواہد پیش کر کے اس کی وضاحت تام کرتے ہیں، پھر ساتھ ساتھ فقہی نکات بھی حل کرتے جاتے ہیں .... فقہائے حنفیہ کو نکات فقہ کی گہرائیوں تک پہنچنے کی بے نظیر مہارت حاصل ہے اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں"۔

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

" فكانت دراسة الاصول على ذلك النحو صورة ليتا بيع الفروع المذهبيه وحججها "۔[1]

''اصول کا اس طور پر مطالعہ ان کے مذہب کے فروع اور دلائل پر قیاس کرنے کی ایک صورت تھا"۔

عبدالوہاب خان (متوفی ۱۳۷۵ھ) فرماتے ہیں :

" ورائدهم في تحقيق هذه القواعد الاحكام التي استبطها ائمتهم بناء عليها لامجرد البرهان النظرى "۔[2]

''اور ان کے قائدین ان قواعد احکام کی تحقیق میں اپنے ائمہ سے مستنبط مسائل پر بنا کرتے ہیں ان کا انداز تحقیق صرف نظری نہیں ہوتا"۔

اصول شافعیہ اور اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز .... دونوں طریقوں میں فرق و امتیاز کی بنیاد یہ ہے کہ شافعیہ استنباط کا منہاج مقرر کرتے ہیں اور پھر اسی منہاج کی استنباط و استدلال میں پیروی کو اپنے اُوپر لازم کرتے ہیں۔ جبکہ حنفی اسلوب میں استنباط و استدلال کی یہ صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مسلک کی جزئیات کو مدنظر رکھ کر قواعد اصول کی اس طور پر تشکیل کرتے ہیں کہ ان سے فقہی جزئیات کو تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

''طریقہ اصول حنفیہ'' کی مثال سے توضیح .... حنفی فقہاء سے ایک اصولی قاعدہ " ان المشترك لاعموم له " [3] (ایک وقت میں مشترک کے تمام معانی مراد نہیں لئے جا سکتے)۔ منقول ہے اسی قاعدہ اصولیہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ :

" وقال محمد اذا اوصى لموالي بني فلان ولبني فلان موال من اعلى وموال من اسفل فمات بطلت الوصية في حق الفريقين لاستحالة الجمع بينهما وعدم الرجحان "[4]

(اور امام محمد نے فرمایا کہ جب ایک شخص نے بنی فلاں کے موالی کے لئے وصیت کی کہ فلاں قبیلے کے موالی کو میری طرف سے دیدے دو اور مر گیا۔ قبیلے کے موالی اُوپر کے درجہ میں بھی ہوں اور نیچے کے درجہ میں بھی ہوں تو بوجہ عدم تعین ایک معنی اور عدم ترجیح کے فریقین کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی)۔

---

[1] اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ، ص ۲۰، قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

[2] علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف متوفی ۱۳۷۵ھ، ص ۱۸، کویت دار القلم طبعہ عشرون ۱۳۶۱ھ

[3] احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۰، حاشیہ ۳، ملتان مکتبہ امدادیہ سن ند

[4] اصول الشاشی، نظام الدین الشاشی ص ۱۰، ملتان مکتبہ امدادیہ سن ند

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مشترک اپنے جمیع معنی کے ساتھ ایک وقت میں مراد نہیں ہو سکتا اب چونکہ یہ متعین نہیں کہ وصیت کس کے حق میں کی گئی اور قاعدے کے مطابق دونوں معنی مراد بھی نہیں لئے جا سکتے لہٰذا اس وصیت کو باطل قرار دیا۔

اب اس قاعدہ اصولیہ " ان المشترک لاعموم له" کو مقرر کر دینے کے بعد دوسری جزئیات کا عمل اس کے مطابق نہیں رہتا بلکہ مذکورہ قاعدہ اصولیہ سے متضاد نظر آتا ہے اگر کسی نے قسم کھا کر کہا " لا اکلمه مولاک " (میں تیرے مولا سے بات نہیں کروں گا) یہاں مولا کا لفظ آزاد کرنے والے اور آزاد غلام میں مشترک ہے اب اگر وہ ان دونوں "مولیٰ" میں سے کسی سے بھی بات کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی [1] حالانکہ یہاں بھی تو مشترک میں عموم ہے اور یہ قاعدہ مذکورہ سے متضاد حکم ہے اب حنفی فقہاء اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے کچھ اضافہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں " ان المشترک عموم له اذا وقع بعد نفی [2] (مشترک کو عموم نفی میں جائز ہے)۔

الغرض یہ کہ دوسرے مقام میں "مولاک" نفی (لا) کے بعد آیا ہے اس لئے اس جگہ عموم مراد لیا جا سکتا ہے اور وصیت والی مثال میں عموم اثبات کے بعد آیا ہے تو اس لئے وہاں مشترک میں عموم (آقا و غلام دونوں کے لئے) جائز نہیں مانتے۔

حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

مذکورہ بالا اسلوب کی اگرچہ بظاہر افادیت کم محسوس ہوتی ہے لیکن فقہی بصیرت کو نشو نما دینے میں یہ طریقے زیادہ موثر ہیں کیوں کہ :

☆ اس طرز کے تحت اصول اجتہاد فقہی بصیرت کے تابع رہتے ہیں اور ایسے مستقل قواعد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جن کا دیگر قواعد سے موازنہ کیا جا سکتا ہے اور موازنہ کی مدد سے عقل زیادہ و بہتر قواعد کی جانب رہنمائی حاصل کر لیتی ہے۔

☆ اس اسلوب کے تحت اصول و قواعد عملی تطبیق سے جدا محض نظریاتی مباحث نہیں رہتے بلکہ ضوابط و کلیات کی حیثیت میں جزئیات اور فروع پر منطبق ہوتے ہیں اس طرح تطبیق سے ان کلیات اور ضابطوں میں مزید استحکام اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

☆ اصول کے اس طریقے پر مطالعے سے فقہی تقابلی مطالعہ تشکیل پاتا ہے کیونکہ عملاً اس طریقے میں موازنہ جزئیات سے نہیں ہوتا بلکہ ان پر مشتمل کلیات اور اصول میں ہوتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فقہ کا طالب علم فقہ کی جزئیات پر ارتکاز توجہ کرنے کے بجائے متعدد جزئیات کا ان کلیات کے تحت جائزہ لیتا ہے جو انہیں منضبط کرتی ہے۔

☆ تحقیق و مطالعہ کے اسلوب سے تخریج و تفریع کی تربیت حاصل ہو جاتی ہے اور اس ذہنی تربیت کی مدد سے پیش آمدہ جزئی مسائل کے حکم کا استنباط سہل ہو جاتا ہے جو ائمہ فقہاء کے دور میں موجود نہیں تھے نیز یہ کہ ان نئے پیش آمدہ

---

[1] حوالہ سابق

[2] مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی، حکیم نجم الغنی رامپوری متوفی ۱۹۳۲ء ص ۵۱ کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ند

اصول فقہ کی تصانیف میں عام طور پر استنباط کے اصول وقواعد کی تشریح اور شریعت کے دلائل کے بیان اور ان سے احکام کے اخذ کے بیان کو زیادہ اہمیت حاصل رہی اور مقاصد ومصالح شریعت کے بیان اور اخذ واستنباط کے عمل میں مصالح شریعت کی رعایت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے "الموافقات فی اصول الشریعه" تالیف کی جس میں انہوں نے اصول شریعت اور اجتہاد کے مناہج بیان کرنے کے ساتھ شریعت کے مصالح ومقاصد کو زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور بڑے مدلل انداز میں حکم التشریع پر کلام کیا بعض حضرات نے اس طرز پر تالیف میں ان کی سبقت کا قول کیا ہے۔ اس بارے میں ہم ان کی کتاب کے تحقیقی تجزیہ پر گفتگو کریں گے۔

بعد کے ادوار میں دیگر علوم کی طرح علم اصول فقہ بھی انحطاط وغفلت کا شکار ہو گیا مسلمانوں کے دور زوال میں علماء نے علوم شرعیہ کو زندہ رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ قدماء کی تصانیف پر شروح، حواشی مختصرات، تعلیقات، اور ان کے نظم وغیرہ کو کافی سمجھا اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا جو صدیوں تک جاری رہا۔ تکرار سے بچنے کے لئے یہاں صرف اشارہ کر رہے ہیں ان مصنفین کی مؤلفات اصولیہ پر تاریخی وتحقیقی تجزیہ کے تحت اللہ کی توفیق وعنایت سے اپنی استطاعت کے مطابق تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

آج کے دور میں ان کتب کی مختلف سطحوں پر جامعات میں تحقیق کا کام جاری ہے اگر ہمیں علم ہو سکا تو اس کا ذکر بھی تحقیقی جائزہ میں کریں گے۔ البتہ دور جدید میں مصر، شام، لبنان، سعودی عرب میں علم اصول فقہ پر کام ہوا اور بعض نہایت عمدہ اور معیاری کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۴۶ھ) کی "اصول الفقه" اور "تاریخ التشریع الاسلامی" اور علامہ محمد عبدالرحمن المحلاوی کی کتاب "تسهيل الوصول الى علم الاصول" اور شیخ عبدالوہاب خلاف (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی کتاب "علم اصول الفقه" اور حسن احمد خطیب کی کتاب "فقه الاسلام" اور عمر بن عبداللہ کی "سلم الوصول لعلم الاصول" اور علی حسب اللہ کی "التشريع الاسلامی" اور شیخ محمد ابوزہرہ کی "اصول الفقه" اور محمد سعید رمضان البوطی کی "ضوابط المصلحة فی الشريعة الاسلامية" اور ڈاکٹر وھبہ الزحیلی کی "نظرية الضرورة الشرعية" اور مصطفیٰ احمد الزرقاء کی "المدخل" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ لبنان کے مشہور عالم اور قانون دان صبحی المحمصانی نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ "فلسفة التشريع فی الاسلام" "مقدمه فی احياء علوم الشرعية" اور "الاوضاع التشريعية فی الدول العربية" المحمصانی کی عمدہ کوششوں کا ثمر ہیں۔

☆☆☆

فصل سوم

عہدِ رسالت مآب ﷺ عہدِ خلافتِ راشدہ اور عہدِ بنو اُمیہ میں اصول فقہ کا نشأ وارتقاء

عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱ھ۔۱۱ھ)

عہد رسالت مآب ﷺ میں جن مسائل میں کوئی نص قرآن میں موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ کا حکم سب کے لئے واجب الاطاعت ہوتا اور کسی اختلاف کا اشتباہ نہ رہتا تھا کیونکہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی اس تعلیم کی پابندی کرتے تھے جس میں انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم" [1]

(کسی مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار رہتا ہے اس معاملہ میں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما" [2]

(اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا پھر اپنے نفسوں میں تنگی نہ پائیں اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور دل وجان سے تسلیم کر لیں)۔

صحابہ کرام ﷺ صرف ضرورت پیش آنے پر سوالات کرتے اور فرضی مسائل سے متعلق بحث نہیں کرتے کیونکہ کثرت سوالات سے منع فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يايها الذين امنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم" [3]

(اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں اس بارے میں آپ ﷺ کا توضیحی ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

"اعظم المسلمين في المسلمين جرما من سال عن شي لم يحرم على المسلمين فحرم عليهم من اجل مسالته" [4]

---

[1] الاحزاب: ۳۶ [2] النساء: ۶۵ [3] المائدہ: ۱۰۱

[4] صحیح بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من كثرة السوال، صحیح مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم متوفی ۲۶۱ھ، باب توقیرہ ﷺ وترک اکثار السوال عما لا ضرورة اليه

خرید وفروخت کی بعض صورتیں جنہیں اسلام نے باقی رکھا۔ بیع مقایضہ (BARTER SYSTEM) اور بیع صرف (EXCHANGE OF MONEY) وغیرہ کو باقی تسلیم کیا۔ بیع سلم جو بیع کی اسلام میں ایک استثنائی صورت ہے قبل از اسلام عرب معاشرہ میں رائج تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام قاعدہ کے مطابق معدوم کی بیع ناجائز ہوتی ہے لیکن بعض معاملات مثلاً جوتا بنوانے، فرنیچر بنوانے وغیرہ میں اس کی اجازت ہے کہ چیز موجود نہیں اور دیکھی بھی نہیں مگر اس کی قیمت مقرر کر لینا اور پھر خرید وفروخت کر دینا۔

تو اس طرح ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اس وقت کے مروجہ قوانین ورسم ورواج کو صرف اس لئے کہ وہ پہلے کے تھے مسترد نہیں کیا بلکہ ان کو اصولوں کی کسوٹی میں پرکھا اور جانچا ان میں سے جو اسلامی روح سے متصادم ومتضاد تھے ان کو مسترد کیا جو اس کے موافق تھے ان کو قبول کیا کہیں ترمیم واصلاح کے بعد ان کو قبول کیا۔ ان سب باتوں سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شئی ایک نظام واصول سے مربوط ہے۔

مدنی دور میں قانون سازی : حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے اسلامی قانون سازی کے ایک شعوری ارتقاء کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ آغاز مکۃ المکرمۃ سے مدینۃ المنورۃ ہجرت کے سفر سے ہوتا ہے۔ ۲۳ تا ۱۱ھ، میں جب مدینۃ المنورۃ کو پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو یہیں اسلامی قانون کی بنیاد پڑی۔ قانونی مسائل سے متعلق آیات کا نزول ہوا اور اس زمانہ کی احادیث مبارکہ سے قانونی مسائل کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب بھی سوالات ہوتے تو اس کی ایک صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبریل آپ کو تعلیم مل جاتی مثلاً "یسئلونک عن الخمر، یسئلونک عن الیتامٰی" وغیرہ اور جن کے سوالات نہیں کئے۔ مثلاً "تحاورکما" الخ ان کے بھی جوابات دیتے۔ جبریل امین نے اسی لئے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور بھی کیا۔

اصول فقہ کے ضوابط اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بواسطہ جبریل تعلیم فرمائے اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷢ کو یہ ضوابط تعلیم فرما دیئے اور پھر ان سے منتقل ہوتے ہوئے سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام سارا دن تو آپ ﷺ کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے اور بعض بہت دور دراز سے آ کر مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ضوابط قواعد واصول تعلیم فرما دیا کرتے جن کی مدد سے وہ رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور صحابہ کرام ﷢ کو بھی اس کی اجازت دی اور آپ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا ان کے اجتہاد کے روئیداد آپ ﷺ کے سامنے پیش بھی ہوئیں آپ نے ان کو سنا اور پسند بھی کیا اور اجتہاد بغیر آلات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا امام غزالی شافعیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المنخول" میں فرمایا۔ "ولا بدمن اصول الفقه فلا استقلال للنظر دونه"[1] (اور اصول فقہ کا جاننا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجتہاد ممکن نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی :

اہل علم کے نزدیک یہی راجح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اسی لئے بعض قضایا میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور پھر اس سلسلے کو صحابہ تک منتقل فرما دیا۔ علامہ آمدی شافعیؒ (متوفی ۶۳۱ھ) نے اسی سیاق میں فرمایا :

---

[1] المنخول من تعلیقات الاصول، محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ص ۴۶۳، دمشق، دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

(۹) حضرت عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

" احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاهلك فتيممت ثم صليت باصحابي الصبح فذكروا ذالك لرسول الله ﷺ فقال يا عمرو صليت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذي منعني من الاغتسال وقلت اني سمعت الله يقول ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً "[1]

(غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہوا اگر میں غسل کرتا تو ہلاکت کا خطرہ تھا اس لئے تیمم کرکے جماعت سے نماز پڑھ لی میرے ساتھیوں نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمرو! حالت جنابت ہی میں تم نے جماعت سے نماز پڑھ لی میں نے صورت حال بیان کی اور یہ آیت پڑھی " ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما "[2] اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا)

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے چونکہ حضرت عمرو بن العاص کا اجتہاد قواعد شرعیہ پر مشتمل تھا اس لئے آپ ﷺ کا غصہ تبسم میں بدل گیا۔

استنباط و استخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے :

یہاں یہ بات بیان کرنا مناسب ہے کہ اجتہاد اور اس کے نتائج کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر صرف وہی صحابہ کرام یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط و استخراج مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے بصورت دیگر جب کسی صحابی سے اس قسم کی غلطی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتی تو آپ ناپسند فرماتے اور اس کی اجازت نہ دیتے۔ مثلاً حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :

" خرجنا في سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجه في راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال اهل تجدون لي رخصة في التيمم قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا على النبي ﷺ اخبر بذلك فقال قتلوه قتلهم الله الا سالوا اذلم يعلموا فانما شفاء العي السوال انما كان يكفيه ان يتيمم ويعصر على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده "[3]

(ہم لوگ ایک سفر میں تھے ہمارے ایک ہم سفر کے سر پر پتھر لگا اور سر پر زخم ہوا پھر اس کو احتلام ہو گیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میں تیمم کر سکتا ہوں تو سب نے کہا کہ نہیں جب تم پانی پر قدرت رکھتے ہو تو تیمم کی رخصت نہیں یہ جواب سن کر انہوں نے غسل کر لیا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں حادثہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اسے مار ڈالا ۔ اللہ ہلاک کرے تم جب جانتے نہیں تو کیوں نہ

[1] سنن ابی داؤد ، الامام ابو داؤد ، کتاب الطهارة ، باب اذا خاف الجنب البرد ايتيمم
[2] النساء : ۲۹

عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ

(۱۱ھ .... ۴۱ھ)

عہد ابوبکرؓ میں مانعین زکوۃ سے جنگ کا اجتہاد :

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت خلافت کے بعد بعض تو مسلم قبائل مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب وغیرہ جیسے مدعیان نبوت کے تابع بن گئے کچھ قبائل نے نماز اور زکوۃ ہی سے انکار کر دیا اور کچھ نے صرف ادائیگی زکوۃ روک دی اور انہوں نے آیت مبارکہ : '' خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم والله سميع عليم''[1] (ان کے مال سے تم زکوۃ لو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے لئے دعا نے خیر کرو تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا، جانتا ہے) سے اور تاویل فاسد کی کہ شریعت میں زکوۃ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو ادا کی جا سکتی ہے کیونکہ تحصیل زکوۃ اس کی تطہیر وتزکیہ اور دعا کا خطاب صرف آپ ﷺ ہی سے تھا۔ حالانکہ یہ خطاب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلیفہ ونائب کو شامل تھا کیونکہ معاشرے کی تنظیم ونگرانی اقامت حد، زکوۃ کی مستحقین تک ترسیل وغیرہ نبی کے بعد نائبین کو منتقل ہوتی رہے گی۔

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تاکہ وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوۃ پر آمادہ ہو جائیں۔ خلیفہ اول کے اس موقف اور حضرت عمر فاروقؓ جو ابتداء مانعین زکوۃ سے جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جس کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے بعض اہل عرب کے کفر وعصیان کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے : ''امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا : لااله الا الله فمن قالها فقد عصم من ماله ونفسه الا بحقه وحسابهم على الله تعالى'' تو جب یہ لوگ لااله الا الله پڑھ کر اس دنیا میں اپنے جان ومال کی امان پا چکے ہیں تو پھر آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کا جواب دیا۔ بخدا! میں نماز زکوۃ کے درمیان تفریق کرنے والوں سے جنگ کروں گا اس لئے کہ زکوۃ مال کا حق ہے اگر وہ بکری کے بچہ کو بھی روک دیں جنھیں رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے جب بھی میں ان سے جنگ کروں گا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کا شرح صدر دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق اور صحیح ہے۔[2]

تفسیر طبری میں ابن وھب سے روایت ہے کہ ابن زید نے کہا : '' افترضت الصلاة والزكوة جميعا لم يفرق بينهما فرقافان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوة فاخوانكم في الدين وابى ان يقبل الصلاة الا بالزكاة وقال رحم الله ابا بكر ماكان افقه''[3] (نماز اور زکوۃ دونوں فرض ہیں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں اور

---

[1] التوبہ: ۱۰۳
[2] صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ
[3] تفسیر الطبری، ابوجعفر محمد جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ۶۲/۱۰

رکھتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو سیر بھر کر چونا دے اور اس سے اس قسم کا چونا سوا سیر یا عمدہ قسم کا لے تو سود ہو جائے گا۔ اصولیین کے نزدیک قیاس کے لئے مقدم دو شرطیں ہیں :

(۱) جو مسئلہ قیاس سے ثابت کیا جائے وہ منصوص نہ ہو یعنی اس کے بارے میں کوئی خاص حکم موجود نہ ہو۔

(۲) مقیس اور مقیس علیہ میں علت مشترک ہو۔

حضرت عمرؓ کی تحریر میں ان دونوں شرطوں کی طرف اشارہ بلکہ تصریح موجود ہے پہلی شرط کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : " مما لم يبلغك في الكتاب " دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے " واعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور " ان مہمات اصول کے سوا حضرت عمرؓ نے استنباط احکام اور تفریع مسائل کے اور بہت سے قاعدے مقرر کئے جو آج ہمارے علم اصول فقہ کی بنیاد ہیں۔ حضرت عمرؓ نے استنباط مسائل کے اصول قائم کئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر مسائل انہوں نے صحابہؓ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے بحث و مباحثہ کے بعد طے کئے اور بعض مواقع پر جو انہوں نے تقریریں کیں ان پر غور کرنے سے بہت سے اصول بنتے ہیں اکثر مسائل میں متناقض روایتیں یا ماخذ استدلال موجود ہوتے تھے اس لئے ان کو فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ کس کو ترجیح دی جائے کس کو ناسخ اور کس کو منسوخ مانا جائے کس کو عام اور کس کو خاص ٹھہرایا جائے کس کو موقت اور کس کو مؤبد مانا جائے اس طرح نسخ، تخصیص، تطبیق وغیرہ کے متعلق بہت سے اصول قائم ہو گئے[1]

حضرت عمرؓ سے منقول بہت سی ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے اصول فقہ کے بہت سے کلیات مستنبط ہو سکتے ہیں۔ فقہ اسلامی اصول پر بحث کرنے والے بیشتر مؤلفین اس خط کا ضرور ذکر کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا یہ خط اسلامی ادب میں مختلف ناموں سے معروف ہے مثلاً کتاب " سیاسة القضاء وتدبير الحكم، كتاب السياسة اور رسالة القضاء " وغیرہ ۱۴ھ تا ۱۷ھ شہر بصرہ کو بسایا گیا تھا۔ اس کے پہلے والی اور قاضی عتبہ بن غزوان تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو ۱۷ھ تا ۲۱ھ اور پھر دوبارہ ۲۲ھ تا ۲۹ھ وہاں کا والی مقرر کیا۔[2] ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی اپنے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس خط کی پوری تفصیل درج کی ہے۔ صرف متعلقہ حصہ ہم نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

ابن قیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

سفیان بن عیینہ نے ادریس ابو عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ (ادریس) سعید بن ابی بردہ کے پاس گئے اور ان سے اس خط کا تذکرہ کیا جو حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا اور جسے ابو موسیٰ نے ابو بردہ کے حوالے کر دیا تھا ابو بردہ چند خطوط نکال کر لائے جس میں وہ خط بھی شامل تھا جو حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ کو لکھا تھا..... اس خط کی موضوع سے مختلف عبارات بروایت جعفر بن برقان بن معمر البصری کی مندرجہ ذیل ہے :

---

[1] موازنہ ص ۳۲۸ـ۳۲۹

[2] معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر (جزائر الخليج العربي الفارسي) نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم) ص ۹۶ ملخص تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد مجمع بحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ ـ ۱۹۷۳ء

JOSEPH SCHACHT نے لکھا:

The Instruction which the caliph Umar is alleged to have given to Kadi's, too are a product of the Third century of islam. [1]

شاخت کے اس بیان کے مطابق یہ رسالہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں کی اختراع ہے حالانکہ اس قول کی کوئی بنیاد نہیں۔ جمعیۃ لاانجیل کے سربراہ اور آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں لغت عربیہ کے اُستاد D. S.MARGOLIOUTH نے اپنے مقالہ "Omar's instructions to the cadi" میں اور پھر ان کے بعد EMILETYAN نے اپنے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالہ Islam"Organisation Judiciairies en pays d' میں اس خط پر شدید تنقید اور اعتراضات کئے اور اسے غلط قرار دیا۔ [2]

معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر کے محقق محمد حمید اللہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کے تفصیل سے جوابات دئے اور اس کتاب میں تقریباً ۲۵ مستند طرق و اسانید سے اس کی صحت کو درست ثابت کیا ہے معمر بن راشدی بصری (متوفی ۱۵۳ھ) امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) نے الموطا کی کتاب الاقضیہ میں امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں محمد بن حسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) نے کتاب الاصل میں کتاب الصلح کے تحت عبدالرزاق بن ھمام (متوفی ۲۰۱ھ) نے اپنی مصنف میں ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) نے کتاب ادب القاضی میں اور دیگر بہت سے علماء نے کثرت اور تواتر کے ساتھ اس خط کا تذکرہ کیا ہے۔ [3]

مذکورہ حقائق کی بناء پر ہم جمہور کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں کہ ابوموسیٰ کے نام محولہ بالا خط حضرت عمرؓ کا ہی لکھا ہوا ہے۔

عراق کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمرؓ کے دور میں جب سوادِ عراق کی زمین فتح ہوئی تو صحابہ کے مابین شدید اختلاف پیدا ہوا اور ان زمینوں کے مستقبل کے انتظام و بندوبست کے بارے میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اوّل : بعض حضرات کی رائے تھی کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فاتحین میں اس طرح تقسیم کردیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں۔

دوم : بعض دوسرے حضرات جن میں خود حضرت عمرؓ بھی شریک تھے یہ رائے رکھتے تھے کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کے سابق مالکان کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے جن کی حیثیت مزارع کی ہو۔ زمین کی مالک اسلامی ریاست قرار پائے اور مزارعین سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے جو سرکاری خزانہ کے لئے آمدنی کے مستقل ذرائع ہیں

---

[1] An Introduction to Islamick Law, Joseph Shchacht, Pg. 16, 1964

[2] Omar's Instructions to the Cadis, D. S.Margoliouth (In')ars, London, 1990, Pg. 30) 26

بحوالہ معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق محقق محمد حمید اللہ ۱۰۹۔۱۱۴ الخص، اسلام آباد، مجمع البحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء

[3] معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی کے تجرہ عالم) الملحق الاول ص ۱۰۱۔۱۹۹ تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد مجمع البحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ء۔ ۱۹۷۳ء

اور دونوں نقطہ ہائے نظر کے حضرات نے بڑے شد و مد سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں دلائل دیے اور یہ ساری بحث ایک ماہ تک جاری رہی اس کے کچھ اشارے مختصر طور پر امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کئے۔[1]

اس بحث میں شریک حضرت عمر نے اپنے موقف کے دفاع و وضاحت میں فرمایا :

"وقد رایت ان احبس الارضین بعلوجها واضع علی اھلھا الخراج، وفی رقابھم الجزیۃ یئودونھا، فتکون فیالمسلمین المقاتلۃ و الذریۃ ولمن یاتی بعدھم، ارایتم ھذہ المدن العظام، الشام والجزیرۃ والکوفۃ ومصر، لابدلھا من ان تشحن بالجیوش وادرار العطاء علیھم فمن این یعطی ھولاء اذا قسمت الارضون والعلوج ؟ "[2]

(میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کاشتکاروں سمیت روک رکھوں ان پر کام کرنے والوں پر خراج اور ان کی اپنی ذات پر جزیہ عائد کروں جس کو یہ لوگ ادا کیا کریں۔ اس طرح یہ مسلمان مجاہدین ان کی اولاد اور بعد والوں کے لئے ایک ذریعہ آمدنی بن جائیں گی۔ آخر آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بڑے بڑے شہر شام، عراق، کوفہ اور مصر موجود ہیں جہاں بڑی بڑی فوجیں رکھنا پڑتی ہیں۔ اگر یہ زمین کاشتکاروں سمیت تقسیم کر دی گئیں تو پھر ان لوگوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی ؟)

اس سے نکلنے والا نتیجہ : اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے کی تائید اور دفاع میں مصلحت ملکی کا اصول مدنظر رکھا جو اصول فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے جس پر بہت سے فقہی قواعد کی اساس ہے۔

مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنے سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمرؓ نے علت کے بدل جانے پر اجتہاد کے ذریعے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کر دیا۔ مؤلفۃ القلوب کو بیت المال سے اس مقررہ حصہ میں سے جو باقاعدہ روزینہ مل رہا تھا اور جو قرآن سے ثابت تھا حضرت عمر نے اپنے دور میں موجود ان مؤلفۃ القلوب کو یہ حصہ دینا بند کر دیا اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ روزینہ حاصل کر رہے تھے۔[3]

روزینہ بند کر دینے کے پیچھے کارفرما اصول :

حضرت عمرؓ نے قرآن کے ظاہر کے بجائے اس کی علت کو دیکھا اور وہ یہ تھی کہ جس وقت اسلام کمزور تھا اس وقت ان لوگوں کو روزینہ اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے شر سے بچا جا سکے لیکن جب اسلام مضبوط ہو گیا اور مسلمانوں نے قوت و شوکت حاصل کر لی تو اب ان لوگوں کو دینے کی وجہ نہ رہی مزید یہ کہ قرآن نے بعض متعین اور مقررہ لوگوں کو اس حصہ میں سے دینے کا حکم نہیں فرمایا۔

قحط کے زمانے میں حد کا نفاذ نہ کرنے کے پیچھے کارفرما اصول :

حضرت عمر نے اجتہاد کے ذریعے قحط کے زمانے میں چوری کی حد کا نفاذ موقوف کر کے تعزیری سزا جاری فرمائی۔
اس اجتہاد کی حکمت یہ تھی کہ شریعت میں حد سرقہ جاری کرنے کی شرط یہ ہے کہ چور چوری کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

---

[1] کتاب الخراج، امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ، ص ۲۵ و مابعدھا، مصر مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ
[2] حوالہ سابق، ص ۲۷
[3] عمر فاروق اعظم، محمد حسین ہیکل، مترجم حبیب اشعر ص ۷۹-۶ ملخص، لاہور میری لائبریری سن ندارد

شروع کردیتا ہے یعنی ممکن ہے کہ ہذیان بکنے کی صورت میں وہ ایسے الفاظ بھی کہہ دے جو قذف (تہمت) کے الفاظ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بیان کردہ قذف کی سزا (اسی کوڑے) کو جرم مے نوشی کی بھی سزا متعین کردی جائے حضرت علی کا فرمان ہے : " انه اذا شرب هذى، و اذا هذى افترى فيجب ان يحد حد القاذف "[1] (جب وہ شراب پئے گا تو لازماً ہذیان بکے گا اور جب ہذیان بکے گا تو افتراء پردازی بھی کرے گا لہذا اس کو وہ سزا دی جائے جو قذف کرنے والے (یعنی افتراء پردازی کرنے والے کو دی جاتی ہے) چنانچہ حضرت علی کے استدلال کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت عمرؓ نے شراب نوشی کی حد ۸۰ کوڑے مقرر کردی۔

اس استدلال میں حضرت علی نے مندرجہ ذیل دو قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی :

حضرت علی نے واضح طور پر دو ایسے قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی جنھوں نے بعد میں بہت آگے چل کر واضح شکل اختیار کی یعنی حکم بالمآل اور سد ذریعہ بالفاظ دیگر فقہ کا یہ اصول کہ معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے وقت محض ان کی ابتدائی اور ظاہری صورت ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بالآخر ان سے کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہے چونکہ مے نوشی میں نشہ کی کیفیت قذف کو بھی منتج ہو سکتی ہے اس لئے اس ذریعہ کا سدباب کرتے ہوئے جو مآل (انجام) کا حکم ہے وہ اس صورت پر عائد و منطبق کردیا جائے۔[2]

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا طرز استدلال :

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اس موقع پر استدلال کیا کہ قرآن وسنت کی متعین کردہ حدود میں سب سے کم حد قذف ہے اس لئے کم ترین حد کی سزا کو اس جرم مے نوشی کی حد قرار دے دیا جائے۔[3]

ایک اور مسئلہ میں صحابہ کی مشاورت اور حضرت علی کے اجتہاد پر عمل :

حضرت عمر نے ایک عورت جس کا شوہر غائب تھا اور اس کے یہاں لوگوں کی آمدورفت تھی جسے آپ نے روکا اور اسے پیغام بھیجا قاصد نے عورت سے جاکر کہا چل کر حضرت عمرؓ کو جواب دو۔ اس نے کہا ہائے تباہی! عمر سے کیا مطلب؟ اور پھر ان کی طرف جب چلی تو خوف و گھبراہٹ سے راستے ہی میں دردزہ شروع ہوا اور وہ ایک گھر میں داخل ہوگئی جہاں اس نے ایک بچہ جنم دیا۔ بچہ رویا اور چیخ کر وہیں مرگیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول ﷺ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا آپ پر کچھ نہیں آپ ادب سکھانے اور نظام درست رکھنے والے حکمران ہیں۔ حضرت علیؓ خاموش تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر ان حضرات نے صحیح رائے ظاہر کی تو ان کی رائے غلط ہے۔ اگر آپ کی رضامندی کے لئے ایسا کیا تو وہ آپ کے خیرخواہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا خون بہا

---

[1] موطا امام محمد، امام محمد، باب " الحد فی الشراب " الفاظ کے کچھ اختلاف سے۔ اعلام الموقعین ۱/۲۱۱۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیة فی اختلاف الفقہاء، مصطفی سعید الخن ص ۱۲۱، بیروت مؤسسة الرسالة طبع ثالث ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

[2] اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۲

[3] فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ساجد الرحمن صدیقی ص ۴۸، اسلام آباد شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲ء

عہد بنو امیہ میں اصول فقہ

(۴۱ھ۔۱۳۲ھ)

عہد تابعین میں اصول فقہ : (اجتہاد و استدلال)

صحابہ کرام کے مذکورہ اسلوب اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا اور جیسے جیسے اسلامی احکام پر غور و خوض ہوتا رہا اصول و قواعد اور ان کے مابین پائے جانے والے فروق کی وضاحت ہوتی چلی گئی اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے اسلوب بیان اور طرز استدلال نے بنیادی رہنمائی فراہم کی۔ عمومی کلیات کو جزئی مثالوں کے ضمن میں بیان کرنے کا جو بالخصوص قرآنی اور بالعموم نبوی اسلوب رہا اس کے مطابق ملتے جلتے احکام پر غور و فکر اور تدبر کرنے سے ان جزئی احکامات میں جاری و ساری عمومی اصول اور ان کی پشت پر کارفرما قواعد کلیہ کا پتہ چلتا ہے اس موضوع میں قرآن کا اسلوب استقرائی ہے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ پہلے ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا جائے جو کسی ایک عمومی اصول یا قاعدہ کلیہ کے تحت آتے ہوں ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کا اصطلاحی نام "الاشباہ و الامثال" یا "الاشباہ و النظائر" ہے اپنے اس خاص فنی مفہوم میں سب سے پہلے یہ اصطلاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خط میں ملتی ہے جو انہوں نے عدالتی پالیسی اور نظام قضاء کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کے بعد ہی اس پورے علم کا نام علم الاشباہ والنظائر ہو گیا جس میں استقراء و تدبر کے اس عمل سے کام لے کر شریعت کے عمومی اصولوں اور قواعد کلیہ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ :

دور صحابہ کے آخری زمانہ سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک کی سو سالہ مدت میں اس میدان میں کتنا اور کیا کام ہوا اس موضوع پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں قریب قریب ہر قابل ذکر فقیہ نے اس سرگرمی میں حصہ لیا اور بہت سے اصولوں کی دریافت میں بعد والوں کے کام کو آسان بنایا لیکن اس سو سالہ دور میں قواعد فقہیہ کے بجائے زیادہ زور قواعد اصولیہ پر رہا۔ امام شافعی کی شہرہ آفاق کتاب "الرسالۃ" کو بغور پڑھا جائے تو اس کے پس منظر میں موجود اصولی بحثوں اور قانونی اختلافات کی وہ ساری بنیادیں محسوس ہو جاتی ہیں جن کے بارے میں ایک صحیح نقطہ نظر کو منقح اور واضح کرنے کے لئے امام صاحب نے یہ کتاب لکھی۔

ابوزہرہ اس عہد میں کام کی رفتار کا ان الفاظ کے ساتھ جائزہ پیش کرتے ہیں :

"حتی اذا انتقلنا الی عصر التابعین وجدنا الاستنباط یتسع لکثرۃ الحوادث ولعکوف طائفۃ من التابعین علی الفتوی کسعید بن المسیب وغیرہ بالمدینۃ، وکعلقمۃ وابراھیم النخعی

فصل چہارم

عہدِ عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولِ فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ

(عہدِ عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)

اس فصل میں آغاز عہدِ عباسی سے چوتھی صدی تک کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولِ فقہ پر خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ دولت عباسیہ میں اصولِ فقہ پر کافی کام ہوا۔ صبحی محمصانی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ازدھر علم الاصول فی صدر الدولة العباسية"[1] (دولت عباسیہ کے شروع میں علم اصول پر کام کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا)۔

دوسری صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک سرسری نظر:

بنو امیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کے مصر میں قتل اور السفاح کے خلیفہ ہو جانے کے ساتھ اس دور کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کی بنیاد حضرت امیر معاویہ ﷜ نے رکھی تھی[2]۔ بنو امیہ کے چودہ خلفاء نے تقریباً اکیانوے (۹۱) برس تک حکمرانی کی۔ چھٹے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور ہر لحاظ سے سنہری تصور کیا جاتا ہے۔ امن و امان دوبارہ بحال ہو گیا تھا۔ انہوں نے حضرت علی ﷜ کی شان میں ممبروں پر برملا گستاخی کرنے کی جاہلانہ رسم کا خاتمہ کیا، وہ لوگوں کے مصالح کی طرف متوجہ ہوئے، قرآن و سنت سے اسلامی علوم کی تعلیم و تعلم کی رجحان سازی کی، عوام الناس دین کے سرچشموں میں فقہ و فہم حاصل کرنے لگے۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت پر پہلی بار باقاعدہ سرکاری سطح پر حدیث رسول ﷺ کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔

اُموی حکومت کے خاتمہ پر عبدالرحمٰن بن معاویہ عباسیوں کے چنگل سے بچ کر ۱۳۸ھ میں اندلس پہنچ گئے، پھر وہاں امیر بن گئے۔ عبدالرحمٰن الداخل کے نام سے شہرت پائی۔ قرطبہ فتح کر کے سرزمین اندلس کو وسعت دی۔ یہ وہ وقت تھا جب عباسی خلیفہ منصور کا نام ممبروں پر لیا جاتا تھا۔ منصور کا لقب صقر قریش تھا۔ الداخل نے خطبے سے منصور کا نام نکلوا دیا۔ اندلس اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ بالفاظ دیگر الداخل کی اندلس آمد سے بنو امیہ کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

۱۷۲ھ میں الداخل کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ہشام جانشین بنے اور پھر اُموی حکمرانوں نے ۴۲۸ھ تک اسپانیا، پرتگال، مراکش اور تیونس تک فتوحات حاصل کریں۔ تعلیم و تعلم کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کئے۔

---

[1] فلسفۃ التشریع فی الاسلام صبحی ص ۱۰۸، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

[2] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیۃ (الدولۃ العباسیہ) محمد شیخ محمد الخضر ی بک ص ۶ ۳ ملخص، مصر مکتبۃ تجاریۃ الکبریٰ طبعہ عاشرۃ سنۃ ند

یہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اس اجتہاد کے ضوابط وضع کرتے تھے جو ان کے دور میں رائج تھا۔ علت کے مسلک اور مذکورہ طریق پر اس کی دراست یہ ایک فلسفیانہ طریقہ بحث ہے جو اس وقت کے فقہاء کے مابین رائج تھا وہ اوصاف کے قرب وبعد کی معرفت مجتہد پر چھوڑ دیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی کے بعد علمائے اصول نے علت کے طرق استخراج اور اس کے ضوابط وضع کرنے میں غور وخوض کیا ہے مگر اس کی تطبیق کے وقت باہم اختلاف کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی ضابطہ وضع نہیں کر پاتے۔ قیاس کے سلسلہ میں امام شافعی نے اگرچہ زیادہ مفصل بحث نہیں کی تاہم ان کا یہی کارنامہ بہت بڑا ہے کہ انہوں نے قیاس کے ضابطے مقرر کر کے اسے ممتاز کر دیا ہے اور اس کے اقسام کی تجدید کر دی ہے۔[1]

امام شافعی کے اصولِ فقہیہ کی موافقت ومخالفت میں علماء کے گروہ :

اصولِ فقہیہ کی اجمالی موافقت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) احناف　　　(۲) حنابلہ

مخالفت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) اباضیہ　　　(۲) شیعہ امامیہ

امام شافعی کے طریق استنباط سے اتفاق کرنے والے علماء :

ایک گروہ متبعین امام شافعی کا ہے جنہوں نے آپ کے اصول کی مکمل پیروی کی۔

۱۔ پہلا گروہ علمائے احناف کا ہے جو اجمالی طور پر تو ان طرقِ استنباط کے موافق ہیں جو "الرسالۃ" میں مذکور ہیں مگر تفصیلات میں قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً یہ کہ عموم کی تخصیص اخبارِ آحاد سے جائز ہے یا نہیں وغیرہ۔ متبعین کی کچھ تفصیل علمائے مالکیہ کا طریقہ استنباط بھی امام شافعی کے اصول سے ملتا جلتا تھا۔ مگر علمائے حنفیہ کی بہ نسبت وہ امام شافعی سے زیادہ اختلاف کرتے تھے۔ حتیٰ کی تفصیلات سے گزر کر وہ بعض اصولِ عام میں بھی اختلاف کرتے تھے۔ مثلاً علمائے مالکیہ عمل اہل مدینہ کو حجت مانتے تھے مگر امام شافعی اس کے سخت مخالف تھے اور کتاب "الام" میں بہت سے مقامات پر اس کی تردید کر چکے ہیں۔

۲۔ انہیں علماء میں سے حنابلہ تھے۔ جنہوں نے امام شافعی کے اصول کو مانا۔ لیکن وہ اجماع صحابہ کے سوا دوسرے اجماع کے قائل نہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امام شافعی سے ظاہراً اصل میں اختلاف تو کیا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس مسئلہ کی جو روح تھی اس سے دور نہیں ہوئے۔ امام شافعی اگرچہ اسے حجت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے کسی زمانہ یا کسی مسئلہ میں وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جب ان سے ان کا مناظر اجماع سے دلیل پیش کرتا ہے تو وہ اس کے تحقق اور وجود کو متعذر سمجھتے ہیں اور اصول فرائض کے سوا کسی مسئلہ میں اجماع کا اعتراف نہیں کرتے۔ لہٰذا امام شافعی اور امام احمد کے مابین اجماع کی حقیقت میں کوئی بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] الشافعی۔ محمد ابو زہرہ ۳۴۱۔۳۴۳

طریقِ استنباط سے اختلاف والے علماء :

۱۔ اسی طرح کچھ گروہ ایسے بھی تھے جنہوں نے امام شافعی سے اصولِ استنباط میں اختلاف کیا۔ مثلاً اباضیہ، فقہائے مسلمین کے اجماع سے انکار کرتے ہیں اور اپنے فرقے کے اجماع کو معتبر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جمہور مسلمین ان کی نظر میں گمراہ ہیں اور اہلِ ضلالت کی رائے معتبر نہیں ہوا کرتی۔ یہ نظریہ دراصل ان کے سیاسی نظریے پر مبنی ہے یا مرتکب کبیرہ کے بارے ان کی جو رائے ہے اس پر اس کی بنا ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ معنیٰ اجماع میں جمہور مسلمین سے اختلاف رکھتے تھے مگر مبداء قیاس کے قائل تھے۔ کتاب وسنت کو ماننے میں وہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ صرف بعض احادیث کے قبول کرنے میں انہیں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وہی نوعیت ہے جو کہ مذاہب اربعہ کے مابین پائی جاتی ہے۔

۲۔ اب رہا شیعہ امامیہ کا گروہ تو اگرچہ خلافت کے متعلق بہت سی احادیث کا انکار کرتا ہے مگر کتاب وسنت کو مجموعی حیثیت سے مانتا ہے۔ انہوں نے استنباطِ فقہی کو اپنے ائمہ کے استنباط کے دائرے میں محدود کیا ہے اور کتاب و سنت کے بعد ائمہ کے اقوال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنے امام وصی کے سوا کسی کی رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتے اور نہ ان کے قول کے مقابلہ میں کسی دلیل کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ وہ ادلہ کو صرف اس وقت مانتے ہیں جب امام موجود نہ ہو امام کی موجودگی میں وہ دلیل کے قائل نہیں ہیں بلکہ امام کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ کو غیر منصوص علم سے بھی حصہ ملا ہے یعنی وہ علم جس کا آنحضرت ﷺ نے اظہار نہیں کیا تھا۔

اصولِ شافعی کی مکمل کی پیروی کرنے والے علماء :

یہ وہ لوگ ہیں جو امام شافعی کے براہِ راست شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اجتہاد و استخراجِ احکام میں امام شافعی کا منہاج اختیار کیا اور وہ امام شافعی کے اصول کی وضاحت کرتے رہے اصول اور طرقِ استنباط میں ان کے متبع رہے۔

مؤلفات :

کتاب الام........اس میں ان لوگوں کا رد بھی کیا جو سنت سے دلیل لانے کے منکر تھے۔ جیسے بعض علماء بصرہ اور ان کا بھی جو خبر احاد سے احتجاج کے قائل نہیں تھے بلکہ صرف اس حدیث کو قبول کرتے تھے جو متواتر ہو امام شافعی نے مضبوط دلائل سے ان کا رد کیا۔ امام شافعیؒ ان لوگوں کا بھی رد کرتے ہیں جو قیاس کو خبر آحاد پر ترجیح دیتے تھے یا بعض احادیثوں کو قرآن کے "عام حکم" کے سلسلہ میں ناقابلِ قبول خیال کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے ان پر بھی تنقید کی ہے جو آثارِ صحابہ کو احادیثوں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان مباحث کو ہم مختلف مقامات پر بتا ہوا دیکھتے ہیں۔ مثلاً کتاب ... اور فقہا العراقیین یا الرد علی سیر الاوزاعی، اس میں ہمیں استحسان کے ابطال کے سلسلہ میں بعض دلچسپ اور کارآمد چیزیں ملتی ہیں۔ اس مسئلہ میں امام شافعی، مالکیوں اور عراقیوں دونوں کا رد کرتے ہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا رد کرتے ہیں جو استدلالِ فقہی میں نص سے تجاوز کر جاتے ہیں یا نص پر عمل کرنے کے سلسلہ میں راہِ صواب سے ہٹ جاتے ہیں۔ امام شافعی کی کتاب الام کے سوا کوئی کتاب ایسی مثال پیش نہیں کرتی جس کے مطالعہ سے پڑھنے والا اس عصر کے اجتہاد اور خاص طور پر

اس زمانہ کی فقہی کیفیتوں اور صورتوں کا صحیح اندازہ کر سکے۔ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں موافق و مخالف ہر طرح کے دلائل، ان کی تائید و تنقید کے سلسلہ میں تفصیلی مواد مل سکتا ہے۔ یہ کتاب (الام) صرف یہی نہیں کہ اپنے زمانہ کی روحِ فکری کی معنوی طور پر آئینہ دار ہے بلکہ اس کی شکل و صورت کی وضاحت بھی بڑی خوبی سے کرتی ہے۔ اس میں ہمیں ان مناظروں کی داستانیں بھی ملتی ہیں جو امام شافعی اور ان کے مد مقابل لوگوں کے مابین ہوئیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ دور بحث و جدل اور فکری آویزش، نیز تکمیل علوم دینیہ کا دور تھا۔ اس میں ہمیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو سنت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے بھی جو خبر آحاد سے احتجاج کے قائل نہیں۔

"الرسالة" اور "الام" سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ناقدی حیثیت سے اختلاف صحابہ کا مطالعہ کیا تھا۔ بلاشبہ اس دراست سے انہیں ناسخ و منسوخ کا علم حاصل ہوا اور رائے کا ایک بڑا حصہ ان کے ہاتھ لگ گیا جس سے صحابہ کرام اخذ کرتے تھے۔ شریعت کے مرامی اور مجموعہ احکام کا فہم حاصل ہو گیا۔ غالباً اسی وجہ سے وہ مجتہد کے لئے یہ شرط لگاتے تھے کہ وہ اختلاف صحابہ کا عالم ہو کیونکہ ان کے اختلاف کی دراست نے ہی انہیں بہت سے اصول سمجھائے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ آرائے صحابہ اور آرائے مختلفہ کی دراست عمیقہ کی جلوہ فرمائی ان میں محسوس کرتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے علم اختلاف میں امام شافعی کو اُمت کا فیلسوف شمار کیا ہے۔

امام شافعی نے فقہ "اہل الرائے" سے واقفیت حاصل کی۔ وہ لوگ قیاس پر بہت زور دیتے تھے مگر اس کے قواعد و ضوابط مرتب نہیں کر پائے تھے حتیٰ کہ ان فقہاء میں بہت بڑا مقام حاصل کر لیا اور وہ قیاس کی بڑی سرعت سے معرفت حاصل کر لی۔ قیاس کے ساتھ انہیں اس قدر تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بے تکلف قیاس کے ساتھ حکم لگاتے تھے گویا وہ ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا۔ امام شافعی نے ان لوگوں کی فقہ پر بھی عبور حاصل کیا پھر فقہ "اہل الحدیث" سے اس کا موازنہ اور معارضہ کر کے قیاس کے ضابطے مقرر کئے اگرچہ ان ضابطوں سے "اہل الرائے" کلی طور پر متفق نہ تھے۔

"اختلاف مالک"، "ابطال الاستحسان" اور "جماع العلم" میں امام شافعی کا منہج :

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"فلقد وجدنا الشافعي رضي الله عنه يخالفه في كتابه "اختلاف مالک" في كثير من الامور اخذبها مالک، وخالف عن بينة بعض المرويات من الاحاديث، ووجدنا في كتابه "ابطال الاستحسان" يشتد على المالكية وغيرهم في اعتماد هم على الراى الذى لم يكن اساسه قياسا قد حمل فيه على لانص ووجدناه في كتابه "جماع العلم" يحمل على المالكية في اخذهم بعمل اهل المدينة، وتركهم بعض المروى، وهكذا وليس ذلک کله الا على اساس ان مالكا رضى الله عنه مع انه المحدث الراوى الفاحص الناقد كان فقيها قد اكثر من الراى، وجعل له اعتبارا ومكانا "۔[1]

---

[1] مالک حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ محمد ابوزہرہ۔ ص ۲۲۔ قاہرہ مکتبۃ الانجلو المصریہ طبع ثانیہ سن ندارد

(امام شافعیؒ اپنی کتاب اختلاف مالک میں اکثر معاملوں میں جو امام مالک ہی سے لئے ہیں ان سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کی روایت کی بعض احادیث سے بھی اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب "ابطال استحسان" میں مالکیہ وغیرہ پر اس بات پر حملہ کیا ہے کہ انہوں نے ایسی رائے پر اعتماد کیا جس کی بنیاد قیاس پر نہیں تھی اور اس لحاظ سے گویا شافعی نے نفس پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے امام شافعی کی کتاب جماع العلم میں یہ بھی دیکھا کہ وہ مالکیہ اس بات پر بھی حملہ کرتے ہیں کہ مالکیہ اہل مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بعض روایتیں چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بنیاد پر ہے کہ مالک باوجود محدث، راوی، ناقد حدیث اور تلاش کرنے والے فقیہ بھی تھے، رائے پر کثرت سے عمل کیا ہے)۔

امام شافعی کی تصانیف میں اس کے علاوہ "الرد على سير الاوزاعي" بھی ہے اور یہ سب تنقیدی تصانیف ہیں اور ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے انداز و بیان میں جدل و مناظرہ کے رجحان کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض نے اس شدت سے متاثر ہو کر امام شافعی کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا جیسے داؤد ظاہری وغیرہ۔ ابوزہرہ کے بیان سے بھی اس بات کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"...... ابو سليمان داؤد بن خلف الاصفهاني وقد كان من الشافعيه وقد تلقى الفقه الشافعي على اصحاب الشافعي. ثم ترك مذهب الشافعي واختار لنفسه ذلك المنهب الذى لايعتمد الاعلى النص، وقد رفض من اصول الشافعي القياس، كما رفض الشافعي الاستحسان، وقد قيل له لم تركت مذهب الشافعي فقال قرأت كتاب ابطال الاستحسان للشافعي، فوجدت كل الادلة التى يبطل بها الاستحسان تبطل القياس".[1]

(..... ابوسلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی شافعیہ میں سے تھے اور اصحاب شافعی سے فقہ حاصل کی مگر بعد میں شافعی مذہب چھوڑ کر اپنا مستقل مذہب اختیار کر لیا جو کہ صرف نصوص پر مبنی تھا۔ اصول شافعی میں قیاس کا انکار کیا جس طرح امام شافعی نے استحسان کا انکار کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے امام شافعی کا مذہب کیوں ترک کر دیا؟ تو فرمانے لگے کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "ابطال الاستحسان" کا مطالعہ کیا تو اس میں میں نے یہ دیکھا کہ جتنے دلائل انہوں نے استحسان کے باطل کرنے میں پیش کئے ان سے قیاس بھی باطل ہو جاتا ہے)۔

معلّی بن منصور رازی (متوفی ۲۱۱ھ)[2]

انہوں نے امام ابو یوسف (متوفی ۱۹۳ھ) سے ان کی فقہ، اصول اور کتب روایت کیں۔[3]

ابن سعید الاصمعی (۱۲۳ھ/۲۱۵ھ)[4]

اصول فقہ پر انہوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام "اجناس فی اصول الفقه" تھا۔[5]

---

[1] الشافعی، حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ، محمد ابوزہرہ۔ ص ۳۳۹۔ مصر، قاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء

[2] ابو یعلی معلّی بن منصور رازی۔ بغداد میں وفات پائی

[3] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ اخبار ابی یوسف کے ضمن میں بیان کیا۔ ص ۲۵۶، ۲۵۷

[4] ابن سعید عبد الملک ابن قریب الاصمعی

[5] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/ ۲۶۳۔ دار الفکر ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء

بشر بن غیاث المریسی حنفی / معتزلی (۱۳۸ھ / ۲۱۸ھ) [1]

فقیہ، متکلم اور امام ابو یوسف کے خاص تلامذہ میں سے تھے اصول میں ان کی آراء ہیں جو اصول کی مرجع کتب میں موجود ہیں [2]۔

ابن صدقہ حنفی (متوفی ۲۲۰ھ) [3]

محمد بن حسن شیبانی کے تلامذہ میں سے ہیں، فقیہ تھے دس برس تک بصرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) کتاب اثبات القیاس [4] (۲) کتاب خبر الواحد [5] (۳) کتاب اجتہاد الرای [6]

نظام معتزلی (۱۸۵ھ / ۲۲۱ھ) [7]

معتزلی ائمہ میں سے تھے۔ فقہ و اصول میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں کہ انہوں نے اجماع کی حجیت اور احکامِ شرعیہ میں سے قیاس کا انکار کیا، قضاء کو عدم واجب مانا، نیت کے ساتھ بھی طلاق لکھ کر دینے سے واقع نہیں ہوتی، علاوہ تر واتح جائز نہیں ہے۔

کتاب " النکت " تالیف کی۔ اس میں اجماع کی عدم حجت پر کلام کیا، صحابہ کرام پر طعن کیا اور ہر ایک کی طرف عیب منسوب کیے [8]۔

عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (متوفی ۲۲۱ھ) [9]

امام مالک کی فقہ، اصول اور موطا کو ان سے روایت کیا [10]۔

---

[1] ابو عبدالرحمٰن، بشر بن غیاث بن ابی کریمہ المریسی المعتزلی البغدادی العدوی (۷۵۵ء / ۸۳۳ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

[2] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا۔ ۲/۴ (۲۳۳) المملکۃ العربیہ السعودیہ جامعہ ام القری سلسلہ بحوث الدراسات الاسلامیہ (۴۲)، ہدیۃ العارفین باشا بغدادی اسماعیل۔ ۱۳۲/۵

[3] ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ۔ متوفی ۸۳۵ء۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

[4] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۸، ہدیۃ العارفین۔ ۱۶۰۸/۵، ایضاح المکنون، اسماعیل باشا محمد امین بن میریم سلیم البابانی۔ البغدادی ۳/ ۲۳، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

[5] کتاب الفہرست ابن الندیم، ص ۲۵۸۔ ہدیۃ العارفین ۸۰۲/۵ [6] حوالہ سابق

[7] ابو اسحٰق ابراہیم بن سیار بن ہانی المصری (۸۰۱ء / ۸۳۶ء)۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

[8] الفتح المبین فی طبقات الاصولیین، المراغی۔ ۱۴۱/۱، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۹۷/۲۔ ۹۸ (۳۱۳۱) [8] حوالہ سابق

[9] ابو عبدالرحمٰن، عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی۔

[10] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۱، اصحاب مالک الذین اخذوا عنہ ورو وامنہ۔

اصبغ مالکی مصری (متوفی ۲۲۵ھ) [1]

فقیہ، محدث، مفتی مصر اور جدل و مناظرہ میں کمال رکھنے والے شخص تھے۔ ان کے دادا نافع حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس دن امام مالک کا انتقال ہوا اصبغ اسی دن مدینہ میں وارد ہوئے۔ امام مالک کے تلامذہ سے اکتساب فیض کیا۔ ابن الماجشون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اصولِ فقہ میں کتاب الاصول تالیف کی [2]۔

البویطی الشافعی (متوفی ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ) [3]

امام شافعی کے قیامِ مصر کے زمانہ میں ان سے جو کچھ سنا تھا اسے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر لیا جس کا نام "المختصر" رکھا۔ امام شافعی کے خاص شاگرد تھے۔

آراء و مؤلفات اصولیہ........ ان کی اصول میں آراء ہیں۔ جو ان کی تالیف سے باخبر ہوگا وہ ان آراء کو اس میں پائے گا۔ آپ کی بہت سی مؤلفات ہیں انہی میں سے المختصر الکبیر، المختصر الصغیر اور کتاب الفرائض ہیں۔ یہ کتب اگرچہ فقہ میں ہیں مگر ان میں بویطی نے بحث و استنباط کے طرق میں قواعد اصولیہ کی پابندی کی ہے [4]۔

ابن سماعہ تمیمی حنفی (متوفی ۲۳۳ھ) [5]

امام محمد بن حسن کے شاگرد ہیں، فقیہ اور بغداد میں قاضی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا: ولہ کتب مصنفۃ واصول فی الفقہ [6]۔

ابو ثور شافعی (۱۶۴ھ/۲۴۱ھ) [7]

امام شافعی کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے اقوالِ قدیمہ کے ناقل ہیں۔

ابن ندیم شیعی معتزلی (متوفی ۳۸۵ھ) نے لکھا:

"اخذ عن الشافعی وروی عنه وخالفه فی اشیاء واحدث لنفسه ملهبا اشتقه من مذهب الشافعی......واکثر اهل اذربیجان وارمینیة یتفقهون علی ملهبه"۔ [8]

(انہوں نے (امام) شافعی سے اخذ (علم) کیا ان سے روایت کی اور کئی چیزوں میں ان (کے مذہب) کی مخالفت کی اور مذہب شافعی سے مشتق مذہب بنایا...... اکثر اہلِ آذربائیجان اور آرمینیا ان کے مذہب کی فقہ کے ماننے والے تھے)

---

[1] ابوعبداللہ اصبغ بن الفرج بن سعید بن نافع المصری، متوفی ۸۴۰ء۔ مصر میں وفات پائی۔

[2] دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ۵/۱۸ مالکیہ، الفتح المبین، المراغی ۱/۱۳۳، ۱۳۵، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا، ۱/۲۱۲

[3] ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ المصری البویطی الشافعی، متوفی ۸۴۶ء۔ بغداد میں وفات پائی۔

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۴/۲۹۹، وما بعدھا (۶۱۳ھ)، کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۵، ۲۶۶، الفتح المبین، المراغی ۱/۱۴۷، ۱۴۸، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایۃ اللہ، متوفی ۱۰۱۴ھ۔ ص ۴۔ مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ

[5] ابوعبداللہ محمد بن سماعہ تمیمی

[6] کتاب الفہرست ابن الندیم۔ ص ۲۵۸، ۲۵۹۔ فی اخبار ابی حنیفہ واصحابه العراقیین

[7] ابو ثور ابراہیم بن خالد بن (ابی) الیمان الکلبی البغدادی (۷۸۶ء/۸۵۴ء)

[8] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۶۵۔ فی اخبار الشافعی واصحابه، تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی ۶/۶۵ وما بعدھا (۳۱۰۰)

ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے شذرات الذہب میں لکھا :

"ولم یقلدا حداً.....و عمل او لا مذهب اهل الرای حتی قدم الشافعی العراق وصحبه فاتبعه وهو غیر مقلد لاحد". [1]

(کسی کی تقلید نہیں کرتے اوّلاً حنفی مذہب پر چلتے تھے۔ پھر جب امام شافعی عراق آئے تو ان کی صحبت اور اتباع اختیار کی مگر وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

اصول میں ان کی آراء :

ان کی اصول میں آراء ہیں۔ مثلاً "المسودۃ فی اصول الفقہ" میں ان کی یہ رائے نقل کی گئی ہے :

"العموم اذا دخله التخصیص بشئی فهو حجة فیما عداه، نص علیه فی مواضع، وبه قال الشافعی، واختارت المجوینی، حکی عن المعتزلة والاشعریة انه یصیر مجازا، ولا یحتاج به والیه ذهب عیسی بن ابان وابو ثور". [2]

احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ) [3]

فقیہ محدث تھے۔ امام احمد بن حنبل نے فقہ و اصول میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جسے ان کے مذہب کی اصل و اساس قرار دیا جا سکے۔ اور نہ ہی اپنے فقہی افکار و آراء کی اشاعت پسند کی اور نہ ہی اپنے تلامذہ کو امام ابوحنیفہ کی طرح املا کرایا۔ تیں۔ اب یہ جاننے کے لئے کہ فقہ حنبلی کے اصول کیا ہیں؟ ان کے اصول و ضوابط کیا ہیں؟ اب صرف آپ کے تلامذہ کے کام پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے فقہ کے بعض موضوعات پر چند تحریریں چھوڑی ہیں۔ مثلاً "مناسک کبیر" "مناسک صغیر" اور نماز پر ایک چھوٹا سا رسالہ۔ مگر یہ رسائل موضوع سے متعلق ایسے ابواب ہیں جن میں رائے، قیاس اور فقہی استنباط نہیں ہے بلکہ فہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اتباع اور نصوص شرعیہ کا فہم ہے۔ یہ رسائل حدیث ہی پر مشتمل ہیں اگرچہ ان کا موضوع فقہ سے متعلق ہے۔ مذہب حنبلی کو جاننے کے لئے ان کے اصول استنباط مختصراً پیش کئے جا رہے ہیں۔

فقہ حنبلی کے اصولِ استنباط :

حافظ ابن القیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱) اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں : امام احمد نے اپنی فقہ کی بنیاد مندرجہ ذیل پانچ چیزوں پر رکھی تھی :

۱۔ نصوص.........پہلی چیز جس پر امام احمد انحصار کرتے ہیں وہ نص ہے۔ جب آپ کو نص مل جاتی ہے تو اس کے بموجب فتویٰ دیتے ہیں اور کسی دوسری چیز کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ نص کو صحابہ کرام کے فتاویٰ پر بھی وہ مقدم رکھتے ہیں۔

---

[1] شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، ابوالفلاح عبدالحی بن العماد الحنبلی، متوفی ۱۰۹۸ھ، قاہرہ مکتبہ القدسیہ ۱۳۵۰ھ

[2] المسودۃ فی اصول الفقہ، مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر، متوفی ۶۵۲ھ، شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن عبدالسلام، متوفی ۶۸۲ھ، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن حلیم، متوفی ۷۵۱ھ، جمع و تبیض، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الحنبلی الحرانی الدمشقی، متوفی ۷۳۵ھ۔ ص ۱۱۶، بیروت دار الکتاب العربی سن ندارد۔

[3] ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ (۷۸۰ء/۸۵۵ء)

حافظ ابن القیم نے ایسی بہت سی مثالیں دی ہیں جہاں نص کے مقابلے میں امام احمد نے صحابہ ؓ کے فتاویٰ کو نظرانداز کیا۔ انہی میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت معاذ ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کا قول کہ "غیر مسلم کی میراث مسلمان پاسکتا ہے"، کے بارے میں حدیث مانع کے پیش نظر انہوں نے رد کردیا۔

اس مثال سے پیدا ہونے والا اشکال اور اس کا جواب :

اس مثال میں یہ خدشہ وارد ہوسکتا ہے کہ امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں نہیں بلکہ ایک صحابی کے مقابلے میں دوسرے صحابی کا قول ترک کردیا۔ حضرت معاذ ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کا قول جمہور صحابہ اور ابن عباس ؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا۔ لہٰذا امام احمد نے نص مجرد کے مقابلہ میں صحابی کا فتویٰ ترک نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے صحابی کا فتویٰ قبول کرلیا جو نص سے مستحکم تھا۔ اقوال صحابہ میں اختلاف کی صورت میں وہ ترجیح کے اصول پر عمل کیا کرتے تھے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہوجائے، اس کی عدت (چار مہینہ دس دن کے بجائے) سبیعہ اسلمیہ کی حدیث کی رو سے وضع حمل ہے، امام احمد کا فتویٰ اسی پر ہے۔ اس کے لئے عبداللہ بن عباس ؓ کا قول انہوں نے ترک کردیا ہے کہ ایسی حاملہ عورت کی عدت اقصی الاجلین ہے۔ (اقصی الاجلین کا مطلب ہے یعنی چار ماہ دس دن کے اندر اندر بچہ پیدا ہوجائے تو چار ماہ دس دن عدت ہوگی، اگر اس عدت کے اندر اندر بچہ پیدا نہ ہو تو عدت وضع حمل تک ہوگی)۔

۲۔ صحابہ ؓ کے فتاوے ...... فقہ امام احمد بن حنبل کی دوسری اصل صحابہ ؓ کے فتاوے ہیں۔ اگر انہیں کسی صحابی کا فتویٰ مل جاتا تھا اور اس فتوے کے خلاف کوئی دوسرا فتویٰ ان کے علم میں نہیں ہوتا تھا تو اس پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے فتوے کو وہ اجماع نہیں قرار دیتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی عادت، تعبیر و تشریح میں احتیاط تھی لہٰذا ایسے موقع پر وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اسے دفع کرتی ہو۔ ایسے ہی مسائل میں غلام کی گواہی قبول کرنے کا فتویٰ بھی ہے۔ یہ قول حضرت انس ؓ سے مروی ہے اور امام احمد ان سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، مجھے کسی ایسے صحابی کا علم نہیں ہے جو غلام کی شہادت نہ قبول کرتا ہو۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

> "امام احمد جب صحابہ ؓ کے بارے میں ایسی صورت سے دوچار ہوتے تھے تو عمل، رائے اور قیاس کسی طرح سے بھی اس کے خلاف نہیں جاتے تھے"۔

۳۔ اختلاف صحابہ ؓ کی صورت میں فیصلہ ...... حافظ ابن القیم نے امام احمد کے جن اصول خمسہ کا ذکر کیا ہے ان کی ایک اصل یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ مختلف الرائے ہوتے تھے تو ان میں سے وہ قول قبول کرلیتے تھے جو کتاب و سنت سے قریب تر ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہوسکتی تو ان کا اختلاف ذکر کردیتے۔ لیکن کسی صورت صحابہ کے اقوال سے خروج نہ فرماتے۔

۴۔ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف ...... فقہ احمد کی چوتھی اصل یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو قبول کرلیتے تھے۔ اگر مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو تو ایسی صورت میں مرسل اور ضعیف حدیث کو وہ قیاس پر ترجیح دیتے۔ یاد رہے کہ یہاں "حدیث ضعیف" سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے جس کی سند میں کوئی متہم روای ہو، جو قابل حجت نہ ہوسکتا ہو۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الامر والنہی علی مذہب الشافعی۔[۱]　　　۲۔ کتاب القیاس۔[۲]

داؤد الظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ)[۳]

فقیہ، مجتہد، محدث اور حافظ تھے۔ بغداد کی ریاست علم ان پر ختم ہوتی تھی۔ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص پر عمل کرنے اور تاویل، قیاس ورائے سے کام نہ لینے کی بناء پر "جماعت ظاہریہ" کہلاتے ہیں۔ داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری، ۲۰۲ھ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق راھویہ اور ابوثور سے علم حاصل کیا۔ امام شافعی کے زبردست حامی تھے۔ ان کی مدح وثنا میں دو کتابیں لکھیں۔ بغداد میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ وہ ایک جداگانہ فقہ کے بانی تھے، جس کی بنیاد انہوں نے ظواہر کتاب وسنت پر رکھی۔ وہ اس وقت تک ظاہری احکام شرع کے پابند رہتے جب تک کتاب وسنت کی کسی دلیل یا اجماع سے یہ ثابت نہ ہو کہ ظاہری حکم مراد نہیں، بلکہ نص کی عدم موجودگی کی صورت میں وہ اجماع پر عمل کرتے اور قیاس کو بالکل نظر انداز کر دیتے۔ ان کا قول ہے کہ عموم کتاب وسنت سے ہر مسئلہ کا جواب نکل آتا ہے۔ متعدد کتب ان کی تصانیف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف تک لوگ ان کے فقہ کی اتباع کرتے رہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور کی مخالفت کی ہے۔ اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ ظواہر نصوص سے احتجاج کرنے والے داؤد بن علی ہیں۔

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں :

"وهو اول من أظهر انتحال الظاهر، ونفى القياس في الاحكام لا ، واضطر اليه فعلا ، فسماه دليلا".[۴]

(داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ قولاً قیاس کی نفی کی اور فعلاً اسے اپنانے پر مجبور ہوئے۔ اس کا نام انہوں نے دلیل رکھا)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب ابطال القیاس	۵۔ کتاب خبر الواحد
۲۔ کتاب الخبر الموجب للعلم	۶۔ کتاب الحجة
۳۔ کتاب الخصوص والعموم	۷۔ کتاب المفسر والمجمل
۴۔ کتاب الاجماع	۸۔ ابطال التقلید[۵]

۱۔ معجم الاصولیین۔ محمد مظہر، ۱/۲۷۳-۲۷۴

۲۔ معجم الاصولیین۔ محمد مظہر بقا، ۱/۲۷۳ میں بحواله البحر المحيط للزركشي (خ)، ۱/۳ اب مذکور ہے

۳۔ ابوسلیمان داؤد بن علی بن داؤد بن خلف الاصبہانی (۸۱۶ھ-۸۸۴ء)، کوفہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی

۴۔ تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۸/۳۷۴ (۴۴۷۲)

۵۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۷۱-۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۸/۳۶۹ (۴۴۷۲)، الفتح المبین المراغی، ۱/۱۵۹-(۱۶۱)

مؤلفات اصولیہ...... فقہ وخلافیات میں کتاب تالیف کی جس کا نام "اصول فقہ" رکھا یہ ابواب فقہ پر محیط ہے خلافیات میں یہ ان کی کتاب الکبیر کا اختصار ہے۔ اس کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل ائمہ کے مسائل میں اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن حسن العنبری، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہذیل، محمد بن عبداللہ بن شبرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، سفیان الثوری، ربیعہ بن ابی الزناد، یحییٰ بن سعید القطان، ابوعبید القاسم بن سلام اور ابوثور۔[1]

ابن المنذر الشافعی (متوفی ۳۰۹ھ)[2]

آپ کا شمار مذہب شافعی کے ان مجتہدین میں ہوتا ہے جو جمیع قواعد اصولیہ میں اپنے امام کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ابن السبکی نے کہا:

"المحمدون الاربعة: محمد بن نصر المروزی، ومحمد بن جرير الطبری: ومحمد بن خزيمه و محمد بن المنذر: من اصحابنا. وقد بلغوا درجة الاجتهاد المطلق. ولم يخرجهم ذلك عن كونهم من اصحاب الشافعي المخرجين علي اصوله، المتمذهبين بمذهبه، ولوفاق اجتهادهم اجتهاده"۔[3]

(ہمارے اصحاب میں چار افراد محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ اور محمد بن المنذر قابل تعریف ہیں۔ اور وہ سب اجتہاد مطلق کے درجہ کو پہنچے اور ان کے اجتہاد کرنے نے ان کو شافعی رہتے، اصول شافعی کی پیروی کرنے سے خارج نہیں کر دیا۔ اگرچہ ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد سے بہتر ہی کیوں نہ ہو)۔

ابن ذہبی نے کہا:

"وكان لا يقلد احداً"۔[4]

(وہ ابن المنذر اجتہاد میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ کتاب اثبات القیاس ۲۔ کتاب الاجماع[5]

ابن خلکان نے کہا "كتاب الاجماع وهو صغير" (کتاب الاجماع ایک مختصر حجم کی کتاب ہے)[6]

---

[1] الفتح المبین۔ المراغی، ۱۶۷/۱

[2] ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری متوفی ۳۰۹ھ مکہ میں وفات پائی۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۱۳۸۵/۲ میں ۳۱۰ھ یا ۳۱۸ھ تاریخ وفات ذکر کی ہے۔ [3] الفتح المبین۔ المراغی، ۱۶۸/۱، ۱۶۹

[4] تذکرۃ الحفاظ، ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ۔ ۱۳۴۷ء) ۷۸۳/۲، بیروت دار احیاء التراث العربی سن ند

[5] کتاب الفہرست، ابن الندیم ص ۲۹۹۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ۔ متوفی ۱۰۶۷ھ۔ ۱۳۸۵/۲۔ تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی ۷۸۲/۲

[6] وفیات الاعیان، ابن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، ۴۹۱/۱

اسماعیل النوبختی امامی (۲۳۷ھ/۳۱۱) [1]

شیعی مذہب کے عظیم متکلم اور مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نقض رسالۃ الشافعی ۲۔ نقض اجتهاد الرأی علی ابن الراوندی

۳۔ کتاب الخصوص والعموم ۴۔ کتاب ابطال القیاس [2]

ابوالقاسم الکعبی معتزلی (متوفی ۳۱۹ھ) [3]

طائفہ معتزلہ کے رئیس ہیں۔ اصولِ فقہ میں آپ کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا البتہ اصول میں آپ کی آراء بیاجو کتب اصولیہ میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ آمدی شافعی متوفی نے اپنی کتاب "الاحکام" میں الاصل الثانی کی پانچویں فصل "فی المباح وما یتعلق به من المسائل" میں "المسألة الثانیة" میں ان کی رائے نقل کی :

"اتفق الفقهاء والاصولیون قاطبة علی أن المباح غیر مامور به، خلافا لکعبی واتباعه من المعتزلة، فی قولهم انه لامباح فی الشرع، بل کل فعل یفرض فهو واجب"۔ [4]

(جمیع فقہاء واصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ مباح غیر مامور بہ ہے۔ اس بارے میں الکعبی کا اختلاف ہے جو معتزلہ کی موافقت میں ہے جن کا قول ہے کہ شرع میں کوئی فعل مباح نہیں بلکہ ہر فعل جو ضروری قرار دیا جاتا ہے (اس پر عمل) واجب ہے)۔

اس کے چند سطور بعد ان کی دلیل کا ذکر ہے۔

اسی طرح علامہ آمدی "الاصل الرابع" کے باب الثانی (فی التواتر) کے المسألة الثانیة میں خبر تواتر سے حاصل علم کے ضروری و نظری ہونے میں ان کی رائے بیان کرتے ہیں :

"اتفق الجمهور من الفقهاء والمتکلمین من الاشاعرة والمعتزلة علی ان العلم الحاصل عن خبر التواتر ضروری وقال الکعبی وابو الحسین البصری من المعتزلة والدقاق من اصحاب الشافعی انه نظری"۔ [5]

(اشاعرہ و معتزلہ کے جمہور فقہاء و متکلمین اس پر متفق ہیں کہ خبر تواتر سے حاصل علم ضروری ہے مگر معتزلہ میں سے الکعبی اور ابوالحسین بصری اور اصحاب الشافعی میں سے دقاق کہتے ہیں کہ وہ نظری ہے)۔

---

[1] اسماعیل بن علی بن اسحاق بن الفضل بن ابی سہل بن نوبخت البغدادی (۸۵۱ء۔۹۲۳ء)

[2] الذریعة الی تصانیف الشیعة، شیخ آقا بزرگ الطهرانی ۱/۲۹، ۷/۱۷۵، ۱۷۶۔۲۲/۲۸۵۔ بیروت دار الاضواء الطبعة الثالثة مـ ۱ـلد، مجلة الفکر الاسلامی، ایران العدد ۲۵، ۲۶۔ ص ۵۱/۵۲

[3] ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی البلخی، متوفی ۹۲۹ء، بلخ میں وفات پائی۔ کشف الظنون میں ان کا نام احمد بن عبداللہ مذکور ہے، تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے اور ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں ۳۱۷ھ بتائی ہے۔

[4] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی، متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۸۹۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

[5] حوالہ سابق

ابو ہاشم الجبائی المعتزلی (۲۴۷ھ / ۳۲۱ھ)[1]

شیوخ معتزلہ میں سے ہیں۔ معتزلہ کے طائفہ "البھشمیة" کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اصول فقہ میں ان کی خاص آراء ہیں۔ مختلف علوم پر بہت سی کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاجتہاد ۲۔ کتاب العدۃ ۳۔ کتاب تذکرۃ العالم

اصول میں آپ کی آراء میں سے ہے :

"ان امتثال الامر لایوجب الاجزاء، وقال الجمهور انه یوجب الاجزاء، بمعنی عدم وجوب القضاء، واستدل الجبائي بوجوب المضي في الحج الفاسد، مع وجوب قضائه، وقال: ان الاجزاء عند امتثال الامر یستفاد من عدم دلیل یدل علی الاعادة لا من امتثال الامر نفسه"۔[2]

ابو الحسن الاشعری (۲۶۰ھ / ۳۲۴ھ)[3]

ان کے فقہی مذہب کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ فقہائے شافعیہ ان کو شافعی اور فقہائے مالکیہ ان کو مالکی بتاتے ہیں۔ زیادہ قریب قیاس یہ بات ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے۔ اختلاف روایات کے ساتھ آپ پچاس سے دو سو کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اثبات القیاس ۲۔ کتاب اختلاف الناس في الاسماء والاحکام

۳۔ کتاب الخاص والعام[4]

اسحاق الشاشی حنفی (۲۴۴ھ / ۳۲۵ھ)[5]

فقیہ و اصولی تھے۔ مصر تشریف لائے اور اس کے بعض علاقوں میں قاضی رہے۔ حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ ان کے مشہور اور بڑے عالم اور ثقہ فقہاء میں سے تھے اور محمد بن حسن کی "الجامع الکبیر" زید بن اسامہ عن ابی سلیمان الجوزانی سے روایت کیا کرتے تھے۔[6]

---

[1] ابو ہاشم عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن ابان الجبائی (۸۶۱ء / ۹۳۳ء) بغداد میں وفات پائی۔

[2] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۲۲، الفتح المبین، المراغی، ۱۱ / ۱۷۳، ۱۷۴، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲ / ۲۰۴ (۳۳۸)

[3] علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ (۸۷۴ء / ۹۳۶ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

[4] الفتح المبین، المراغی، ۱ / ۱۷۵، ۱۷۶

[5] ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الشاشی الخراسانی (۸۵۸ء / ۹۳۶ء) مصر میں وفات پائی۔

[6] الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر بن ابی الوفا محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی المصری، متوفی ۷۷۵ھ، ۱ / ۱۳۶، ۱۳۷، "باب من اسمه اسحاق" کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ند۔ الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة، ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی، متوفی ۱۳۰۴ھ، کراچی مکتبہ خیر کثیر سنہ ند

فی کتابہ المسمی [الشامل]" الخ ابن الصباغ کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی، اس پر گولڈ زیہر نے تنقید (بروکلمان ۱/۳۷۴) اس لئے مؤلف اسحاق بن ابراہیم کی تاریخ وفات میں شک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گولڈ زیہر کو اس کتاب کی نسبت اسحاق بن ابراہیم الشاشی کرنے میں شک نہیں، بلکہ صرف تاریخ وفات میں شک ہے۔

لیکن دوسری طرف بروکلمان کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ کتاب اسحاق بن ابراہیم الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ) کی نہیں ہے اور خود بھی دو قول ذکر کئے لیکن کسی کی تعیین نہیں کی۔ ایک قول مصنف فہرس پشاور کا ہے کہ اس کے مصنف بدرالدین الشاشی ہیں اور دوسرا قول صاحب حدائق الحنفیۃ کا ہے کہ نظام الدین الشاشی ہیں۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ اُستاذ العلماء حمید الدین الشاشی (متوفی ۷۸۱ھ) مراد ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک (۷۸۳/۲) کی فہرس المخطوطات العربیۃ سے یہی پتہ چلتا ہے۔

مظہر بقا مذکورہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: میرے خیال کے مطابق اصول الشاشی جو اسحاق بن ابراہیم الشاشی کی طرف منسوب ہے وہ اصول الشاشی متداول کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ کیونکہ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی (متوفی ۳۲۵ھ) کی اصول الشاشی کا ایک خطی نسخہ مکتبہ دیال سنگھ لاہور پاکستان میں نمبر ۵۳۳ کے تحت موجود ہے اس میں آغاز یوں ہے:

ابتدائیہ : "أما بعد حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله" الخ

اور اس کا اختتام اس طرح ہے: "ومعنى الافراد أن يعتبر كل مسمى بانفراده، ليس معه غيره تمت".
اس کا ایک اور نسخہ نمبر ۱۲۷ کے تحت موجود ہے۔

ابتدائیہ : "حمد الله على نواله والصلوة على رسوله محمد واله" الخ

اختتامیہ : "ليس معه غيره، والله اعلم بالصواب، واليه المرجع والمآب"

اب اصول الشاشی متداول مطبوع کے ابتدائی و اختتامی کلمات ملاحظہ کیجئے:

ابتدائیہ : "الحمد لله الذى اعلى منزلة المؤمنين بكريم خطابه" الخ

نہائیہ : "فقال ما بال اسمك، لاخمس فيه؟ قال: لانه كالماء فلاخمس فيه والله تعالى اعلم بالصواب"

اب جب اصول الشاشی منسوب اسحاق الشاشی اور اصول الشاشی متداول کے مابین ابتدائیہ اور اختتامیہ کا اختلاف واضح ہو گیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ایک عنوان "اصول الشاشی" پر دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں اور اسی طرح ہم "اصول الشاشی" میں ابن الصباغ المتوفی سنہ ۴۷۷ھ کا ذکر پاتے ہیں۔ اس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم کی کتاب ہو جن کا انتقال ۳۲۵ھ میں ہوا۔[1]

---

[1] معجم الاصولیین۔ محمد مظہر بقا، مقدمۃ الکتاب ص ۱۰/۱ ملخص

۴۔ عمدة الحواشي على اصول الشاشي : شیخ فیض الحسن گنگوہی، یہ کتاب بیروت سے ۱۴۰۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

۵۔ احسن الحواشي على اصول الشاشي : شیخ برکت اللہ لکھنوی، دہلی سے طبع ہوئی۔

۶۔ عمدة الحواشي على اصول الشاشي : عباس قلی خان (۱۳۰۵ھ میں زندہ تھے) اصل کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔[1]

اس کتاب کی اُردو شروح بھی لکھی جا چکی ہیں، ان میں چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مزیل الغواشي : نجم الغنی خان رامپوری (۱۸۵۹ء۔۱۹۲۳ء) کراچی میر محمد سنہ ند۔ اُردو زبان میں یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ بعد میں آسانی اور سہولت کے لئے اس کتاب میں کچھ تبدیلی کر کے اور عبارت متن کے ٹکڑے کر کے ایک سوالیہ جوابیہ انداز میں ڈھال کر متن اور عبارت کو الگ الگ بیان کر کے اس کو " معلم الاصول شرح اصول الشاشي" ملتان مکتبہ شرکت علمیہ سے طبع کیا گیا۔ اس کو اسحاق صدیقی نے اس ترتیب پر مرتب کیا۔

۲۔ خلاصة الحواشي : محمد ابراہیم کراچی میر محمد

بہر حال نظام الدین الشاشی نے اس کتاب میں احناف و شوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے، طرزِ بیان مختصر مگر واضح ہے۔

ابن الاخشید معتزلی (۲۷۰ھ۔۳۲۶ھ)[2]

طائفہ معتزلہ کے فاضل، زاہد و صالح تھے۔ اصول میں آپ کی یہ کتب ہیں :

۱۔ کتاب الاجماع ۲۔ کتاب المعونة (نامکمل)[3]

ابن الخلال قاضی ۔معتزلی (متوفی ۳۳۱ھ تقریباً)[4]

مذکورالذکر " ابن الاخشید" کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے "کتاب الاصول " تالیف کی۔[5]

الاصطخری الشافعی (۲۴۴ھ۔۳۲۸ھ)[6]

فقیہ اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء میں جو کتب اصولیہ میں ملتی ہیں وہ مشہور و معتبر ہیں۔ اسی لئے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً آمدی نے "الاحکام" میں جب اس بارے میں کہ حضور ﷺ نے جن افعال میں ہمیشگی اختیار کی اور

[1] حوالہ سابق۔ ص ۱۴۔۱۶ ملخص اور ۱/۲۷۶۔۲۷۷ (۲۳۳)
[2] ابوبکر احمد بن علی بن معجور (مجور) الاخشاد البغدادی المعتزلی (۸۸۳ء۔۹۳۸ء)
[3] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۲۰۔۲۲۱، ہدیۃ العارفین اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۶۰
[4] ابو عمر احمد بن محمد بن حفص الخلال البصری، بصرہ میں ولادت ہوئی [5] کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۱۲۱۔۱۲۲
[6] ابو سعید حسن بن احمد بن یزید بن عیسیٰ بن الفضل بن بشار (۸۵۸ء۔۹۴۰ء)، بغداد میں وفات پائی، تاریخ بغداد خطیب بغدادی ۷/۲۶۸۔۲۷۰

وہ افعال اُمت کے حق میں وجوب پر دلالت کرنے والے قرینے سے خالی بھی ہوں تو اس بارے میں اصولیین کے مختلف طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ ان کی رائے کا بھی ذکر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا : "حضور ﷺ نے جن افعال کی ادائیگی میں مواظبت اختیار کی اور وہ وجوب پر دلالت کرنے والے قرینہ سے بھی خالی ہوں تو ابن سریج الاصطخر، ابن ابی ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور معتزلہ میں سے ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ افعال ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُمت کے حق میں واجب کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ ان کی حیثیت ندب و اباحت کی ہے [1]

ابو بکر الصیرفی الشافعی (متوفی ۳۳۰ھ) [2]

ابن خلکان نے لکھا :

"کان من اجلة الفقهاء اخذ الفقه عن ابی العباس بن سریج واشتهر بالحذق فی النظر والقیاس وعلم الاصول وله فی اصول الفقه کتاب لم یسبق الی مثله " [3]

(جلیل فقہاء میں سے تھے۔ ابو العباس بن سریج سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور نظر، قیاس اور علم اصول میں مہارت میں شہرت پائی اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی)

اس کے بعد ابن خلکان ابو بکر القفال کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"وحکی ابوبکر القفال فی کتابه الذی صنفه فی الاصول ان ابا بکر الصیرفی فی اعلم الناس بالاصول بعد الشافعی ". [4]

(ابو بکر القفال نے اپنی اصول پر کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابو بکر الصیرفی امام شافعی کے بعد سب سے زیادہ اصول کا علم رکھنے والے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب البیان فی دلائل الاعلام علی اصول الاحکام

۲۔ شرح لرسالة الشافعی ۳۔ کتاب فی الاجماع [5]

قاضی ابو الفرج مالکی (متوفی ۳۳۱ھ) [6]

فقیہ اصولی و لغوی تھے۔ طرسوس، انطاکیہ، المصیصہ، الشعور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ گھڑسواری کے فن میں بھی مہارت تھی۔ اصول فقہ پر انہوں نے "کتاب اللمع" تالیف کی۔ [7]

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الآمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۲۲، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲۔ ابو بکر الصیرفی محمد بن عبد اللہ البغدادی متوفی ۳۳۱ھ، مصر میں وفات پائی، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایۃ اللہ ص ۱۸

۳۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۴۵۸

۴۔ حوالہ سابق

۵۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم شیعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۹۷، ایضاح المکنون، اسماعیل پاشا بغدادی ۳/۲۷۶، الفتح المبین، المراغی ۱/۱۸۰

۶۔ ابو الفرج۔ عمرو (عمر) بن محمد بن عمرو، اللیثی البغدادی متوفی ۳۳۲ھ بصرہ میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۳، ہدیۃ العارفین اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۷۸۱

ابن القاص الطبری الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ)[1]

قاص قصہ سنانے، وعظ ونصیحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کے والد اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابن القاص سے مشہور ہیں۔ بقول ابن خلکان یہ بھی کہا گیا کہ یہ طرسوس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاجی خلیفہ نے ان کی ایک کتاب "التلخيص في الفروع" ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ اصول وفروع دونوں پر مشتمل کتاب ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

" التلخيص في الفروع .... وهو مختصر ذكر في كل باب مسائل منصوصة ومخرجة ثم امور اذهبت اليها الحنفية على خلاف قاعلتهم وهو اجمع كتاب في فن للاصول والفروع على صغر حجمه .... "[2]

(التلخيص في الفروع ایک مختصر ہے، جس کے ہر باب میں مسائل منصوصہ اور مخرجہ بیان کئے گئے ہیں پھر وہ امور جن میں حنفیہ اپنے قاعدہ کے خلاف گئے ہیں، اس ایک کتاب کے صغیر الحجم ہونے کے باوجود انہوں (مصنف) نے فن اصول وفروع (دونوں) اس کتاب میں جمع کردیئے ہیں)

پھر حاجی خلیفہ نے اس کی مندرجہ ذیل شروح کا ذکر کیا :

۱۔ امام ابوبکر محمد (بن علی) القفال الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ ابوعلی حسین بن شعیب معروف بہ ابن السنجی (متوفی ۴۳۰ھ) نے شرح لکھی۔ یہ ایک بڑی شرح ہے مگر نایاب ہے۔

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن الحسن الاستراباذی معروف بہ ختن "الختن" الشافعی (۳۸۶ھ) نے ایک مجلد میں اس کی شرح لکھی[3]۔ السبکی نے کہا : "وله مصنف في اصول الفقه" .... (آپ نے اصول میں بھی کتاب تالیف کی)[4]

البزدعی الخارجی (متوفی ۳۴۰ھ)[5]

آذربیجان کے تحت علاقوں میں سے ایک علاقہ کی طرف نسبت سے بزدعی کہلاتے ہیں خارجی علماء میں سے تھے۔ انہوں نے کتاب "الجامع في الاصول" تالیف کی[6]۔

---

[1] ابوالعباس احمد بن محمد ابن یعقوب الطبری متوفی ۳۳۶ھ، ابن القاص سے معروف تھے، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ وفیات الاعیان لابن خلکان ۱/۱۸ میں تاریخ وفات ۳۳۶ھ بھی بیان کی گئی ہے۔ طرسوس میں وفات پائی

[2] کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۱/۴۷۹ [3] حوالہ سابق

[4] طبقات الشافعیۃ الکبری۔ عبدالوہاب سبکی ۳/۵۹ (۱۰۵) معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/۸۱-۸۲ (۵۲)

[5] ابوبکر محمد بن عبداللہ البزدعی [6] کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ، ۱/۹۲

مہینے گزرنے سے قبل وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے کیونکہ یہ عام ہے اور متوفی عنہا زوجہا اور غیر متوفی عنہا زوجہا سب پر مشتمل ہے لیکن ہم نے اس آیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی بناء پر ترجیح دی کہ یہ آیت اس پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ لہذا اس نے اسے منسوخ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں مدتوں کو احتیاط کی بناء پر جمع کر دیا کیونکہ تاریخ مشتبہ ہے۔

اسی طرح تیسواں اصول بھی قابل غور ہے جس کے ظاہری الفاظ ہیں:

"الاصل ان کل خبر یجئ بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صار الی دلیل آخر و ترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح او یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالة النسخ یحمل علیه وان قامت الدلالة علی غیره صرنا الیه"[1]

(جو وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ (قول اصحاب) اپنے ہم مثل سے معارض ہے پھر ان وجوہ ترجیح میں سے کوئی دوسری دلیل یا وجہ ترجیح دی جائے گی جس کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) حجت قائم کرتے ہیں یا اس کی تطبیق کی جائے گی اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت سے ہی ایسا کیا جائے گا۔ لہذا اگر نسخ کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے)

اس کے ظاہری الفاظ میں تردد کی گنجائش ہے مگر علامہ نسفی نے تطبیق کی بھی کچھ مثالیں دی ہیں ان سے اعتراض باقی نہیں رہتا اگرچہ شاید اس ظاہری الفاظ کے تردد سے بچنے کی خاطر مصطفیٰ احمد الزرقاء نے ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ کو اور مولانا ہاشمی نے ۳۶ کو شمار کیا جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں یعنی مولانا ہاشمی نے اصل کتاب کے تین کلیات اور استاذ زرقاء نے دو کلیات کو شمار نہیں کیا۔

بہرحال ایک آدھ ایسے مختلف فیہ اصول کی موجودگی سے کتاب کی قدر و قیمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اور امام کرخی کو قواعد اصول فقہ پر پہلی کتاب کے مصنف ہونے کا شرف حاصل رہتا ہے۔ امام کرخی نے اس کتاب میں ۳۹ کلیات جمع کئے بعض حضرات ان میں سے دو یا تین اصولوں کو شامل نہیں کرتے جو بقول ان کے حنفیت کی زائد از ضرورت تائید و مدافعت پر مبنی ہیں۔ ان کلیات میں غالباً عراق کے فقہائے اہل الرائے کے امام اور کرخی کے ہم عصر امام ابو طاہر الدباس کے مرتب کردہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ امام کرخی کے ان ۳۹ اصول میں سے وہ سترہ قواعد کون سے ہیں جو امام ابو طاہر دباس کے مرتب کردہ ہیں۔[2] امام کرخی نے اپنے ان ۳۹ اصول کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں بیان کیا ہے امام کرخی کے ان چند اصول سے حنفی فقہاء اور قضاۃ نے خوب استفادہ کیا نہ صرف یہ کہ استخراج مسائل میں ان سے مدد و استفادہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے افکار، مطالعہ اور ذہانت سے کرخی کے اصول و کلیات میں کافی اضافے کئے۔ ان اضافوں میں ایک بہت اہم اضافہ " کتاب الاشباہ و النظائر " کا ہے جسے علامہ ابن نجیم المصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے تالیف کیا۔ ابن نجیم نے اس کتاب میں فقہی مسائل کے استخراج کے لئے

---

[1] اصول الامام الکرخی۔ ابو الحسن الکرخی حنفی (متوفی ۳۴۰ھ) ص ۱۸۔۱۹ کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء

[2] عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، حموی غمز۔ ص ۱۴ میں ان سترہ قواعد کی تفصیل موجود ہے، انڈیا، مطبعہ منشی نول کشور سنہ ند

ابو الولید القرشي الشافعي (۲۷۷ھ/۳۴۹ھ)[1]

محدث، حافظ اور فقیہ تھے انہوں نے امام شافعی کے "الرسالة" کی ایک عمدہ شرح لکھی[2]۔

حسین (حسن) بن قاسم شافعی (متوفی ۳۵۰ھ)[3]

ابوعلی بن ابی ہریرہ (متوفی ۳۴۵ھ) وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ بغداد کے شیوخ الشافعیہ میں سے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ان کی مسند سنبھالی۔ تاریخ بغداد میں ہے: "(صنف) كتبا باقي اصول الفقه"، (انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)[4]۔

محمد بن عبدالله البردعي الخارجي (متوفی ۳۵۰ھ)

ان کی تاریخ وفات ابن ندیم نے ۳۴۰ھ تقریباً بتائی ہے تفصیلات کے لئے وہاں رجوع کریں۔

احمد الفارسي شافعي (متوفی ۳۵۰ھ)[5]

متقدمین کبار ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، ابن سریج سے تفقہ حاصل کیا۔ انہوں نے اصول فقہ میں "الذخيرة" نامی کتاب تالیف کی[6]۔

علي بن موسیٰ القمي حنفي (متوفی ۳۵۰ھ)

مشہور فقہائے عراقیین اور افاضل علماء و مصنفین میں سے ہیں۔ کتب شافعی اور ان کی تحقیق پر کلام کیا۔ انہوں نے "كتاب اثبات القياس والاجتهاد وخبر الواحد" تالیف کی[7]۔

---

[1] ابوالولید حسان محمد بن احمد بن ہارون القرشی الاموی النیشاپوری الشافعی (۸۹۰ء/۹۶۰ء)

[2] معجم الاصولیین، مظہر بقا ۲/۳۳ (۲۶۱)

[3] ابوعلی حسین بن قاسم الطبری الشافعی متوفی ۹۶۱ء، بغداد میں وفات پائی۔ ان کے نام اور سن وفات میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۱/۱۳۰ میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا: "رايت في عدة كتب من طبقات الفقهاء ان اسمه الحسن كما هو ههنا ورايت الخطيب في تاريخ بغداد قدعده في جملة من اسمه الحسين"، اس طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے ۳۰۵ھ کہا مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ تقریباً اکثر مورخین نے ان کے حالات میں لکھا کہ انہوں نے ابن ابی ہریرہ سے درس لیا اور ان کی وفات کے بعد اس کی مسند پر بیٹھے، ابن ابی ہریرہ کا انتقال ۳۴۵ھ میں ہوا اس لئے ۳۵۰ھ تاریخ وفات کا قول درست لگتا ہے۔ تاریخ بغداد ۸/۸۷ (۴۱۸۱) سے اسی پر اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

[4] تاریخ بغداد ۸/۸۷ (۴۱۸۱)، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۱۳۰

[5] احمد بن الحسن (الحسین) بن سہل الفارسی، متوفی ۹۶۱ء

[6] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۶۵، اس میں "الذخيرة في اصول الفقه" کو بھی آپ کی تصنیف بتایا ہے اور تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی۔ معجم الاصولیین۔ مظہر بقا ۱/۱۰۵ (۷۱)

[7] ابوالحسن علی بن موسیٰ القمی الحنفی، کتاب الفہرست ابن ندیم، ص ۲۶۰

اس مقدمہ کی پہلی سطر قابلِ غور ہے جس میں مذکور ہے کہ (ہم اس کتاب کے شروع میں مقدمہ پیش کر چکے ہیں ......جو ان جمل کے ذکر پر مشتمل ہے......) شاید اس مقدمہ سے مراد کتاب "اصول الفقہ" ہے۔ محمد الصادق قمحاوی نے "احکام القرآن" پر جو تحقیق پیش کی اس میں بھی مذکور ہے...... وہ فرماتے ہیں :

" المراد بهذه المقدمة الكتاب الذی الفه فی اصول الفقه "

(اس مقدمہ سے مراد وہ کتاب ہے جو انہوں نے اصول فقہ پر تالیف کی)

اصول الفقہ واحکام القرآن کے آخری تصنیف ہونے پر دو تائیدات :

☆ جصاص "اصول الفقہ" میں کثرت سے مسائلِ فقہیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیلات ان کی مختصرات کی شروح میں مندرج ہوتی ہیں جو اس بات کا ثبوت معلوم ہوتی ہیں کہ سب سے بعد کی تصنیف ہے

☆ جصاص "احکام القرآن" میں جن مسائلِ اصولیہ کو پیش کرتے ہیں ان کی تفصیل کو صرف "اصول الفقہ" میں مندرج کرتے ہیں مگر دوسری طرف جب وہ شروح و مختصرات میں مسائلِ اصولیہ، فقہیہ یا تفسیریہ پیش کرتے ہیں تو ان میں "اصول الفقہ" یا "احکام القرآن" سے کچھ نقل نہیں ہوتا اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آخری زمانے کی تالیف ہے[1]

کتاب "اصول الفقہ" کی امتیازی خصوصیت :

ابوبکر جصاص نے یہ کتاب اپنے شیخ الکرخی (متوفی ۳۴۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں اپنے شیخ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں تو کئی مواقع پر اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اس کتاب کے تیسرے باب (فی معنی المجمل) کی پہلی فصل میں فرماتے ہیں :

" وقد كان شيخنا ابوالحسن الكرخي رحمة الله يقول مرة في قوله تعالى : السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما ".[2]

اور اسی طرح وہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :

" انه (من المجمل) لا يصح الاحتجاج بعمومه ".[3]

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر وہ "كان شيخنا" اور "رحمة الله" کے الفاظ کے ساتھ اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔[4] "قد" اور "كان" ماضی کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر شیخ زندہ ہوتے تو یوں کہنا مناسب ہوتا : "ورای شيخنا كذا" یا "يقول شيخنا كذا"۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امام جصاص کی آخری تالیف ہے جو اپنے شیخ کرخی کی وفات کے بعد مسند فقہ پر جلوہ افروز ہونے کے بعد لکھی اور یہ آپ کی حیاتِ علمی کی تکمیل یعنی ۳۷۰ھ کے قریب کا زمانہ ہے اور یہ کتاب "اصول الفقہ" اس اعتبار سے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ علمی استقرار و تجربات کا نچوڑ ہے۔

[1] حوالہ سابق [2] المائدہ : ۳۸ [3] اصول الفقہ المسمی بہ الفصول فی الاصول۔ احمد بن علی الرازی الجصاص، ۱/۶۸، تحقیق مقدمہ عجیل جاسم النشمی، کویت وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء [4] حوالہ سابق ۱/۶۸۔۷۷، ۷۳، ۱۰۱

کتاب "اصول الفقہ" کے ماخذ و مصادر :

امام جصاص نے اس کتاب کے مضمون میں جن مصادر سے مدد لی ہوگی وہ دو ہو سکتے ہیں :

۱۔ جصاص کے شیوخ اور ان کی کتب۔

۲۔ وہ اصولی کتب جو ان کے زمانے میں دستیاب ہوں گی۔

۱۔ جصاص کے شیوخ و کتب .... امام جصاص نے کئی علمی سفر کیے۔ مثلاً اھواز، نیشاپور، رے، بغداد وغیرہ میں وہاں کے اصولیین، فقہاء، محدثین وغیرہ سے اصول، فقہ و حدیث کا علم سیکھا۔ امام کرخی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ جصاص کی مؤلفات فقہ حنفی کے فروع کی دقائق کے ساتھ ساتھ وسیع علمی و فقہی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ جس سے ہر مسئلہ میں مذہب حنفی کے اصول وضع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

۲۔ کتب اصولیہ و دیگر کتب جن سے استفادہ کیا .... وہ اپنے زمانے کی کتب اصولیہ اور دیگر فنون کی کتب سے بالعموم اور اپنے اصحاب کی مؤلفات سے بالخصوص مستفید ہوئے۔ مثلاً وہ اپنی اس کتاب میں محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "الجامع الکبیر" سے بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں۔ مثلاً "باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس" میں نقل کرتے ہیں :

" قال محمد (بن الحسن) في الجامع الكبير لو قال رجل (لرجل) ان اغتسلت فعبدي حر .... وقال عنيت غسلا من جنابة .... لم يصدق في القضاء ولا فيما بينه وبين الله تعالى ".[1]

(امام) محمد (بن الحسن) نے جامع کبیر میں فرمایا : اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا، اگر تم نے غسل کیا تو میرا غلام آزاد ہے .... اور کہا کہ اس سے میری مراد غسل جنابت تھی)

امام جصاص اس سے نکلنے والے اصولی مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں :

" ولو كان قال : ان اغتسلت غسلا .... صدق فيما بينه وبين الله تعالى لأن الغسل .... الذي نوى تخصيصها مذكورة في لفظه فصلحت نية التخصيص فيها ".[2]

اور الشیبانی کی اس کتاب نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ اس کی شرح لکھ ڈالی۔ وہ اصولی مسائل میں اپنے شیخ کرخی کے بعد عیسیٰ بن ابان سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں، جس کا اظہار اس کتاب کے مطالعے سے ہوتا ہے جس میں وہ کثرت سے ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں مثلاً جصاص کہتے ہیں : "وقد قال عيسى بن ابان رحمة الله في الحجج الصغير"[3]۔ اور اس طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں : "وقد (عيسى) في الحجج الكبير"[4]۔

---

[1] حوالہ سابق ۔۱/ ۲۳۶ "باب القول في تخصيص العموم بالقياس"۔

[2] حوالہ سابق ۔۱/ ۲۳۶۔۲۳۷ [3] حوالہ سابق ۔۱/ ۱۵۶ [4] حوالہ سابق ۔۱/ ۱۵۸

ابو عبداللہ الشیرازی الشافعی (متوفی ۳۷۱ھ)

امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے پھر امیرانہ زندگی ترک کر کے زہد اختیار کیا، بڑے صوفی تھے۔ ابوالحسن اشعری بھی ان کے اساتذہ میں سے تھے اور شیخ الاشعریہ قاضی ابوبکر باقلانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تقریباً سو برس عمر پائی۔ اہل زمانہ میں اس قدر محبوب و مقبول تھے کہ سو مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

مؤلفات اصولیہ ...... انہوں نے "الفصول فی الاصول" تالیف کی[1]۔

ابو الحسن التمیمی الحنبلی (۳۱۷ھ۔۳۷۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی، اور فرضی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تیس حج ادا کیے۔ ابن خطیب نے لکھا: "وله تصنيف في الفرائض وفي الاصول"[3]۔ (ان کی اصول و فرائض میں مصنفات ہیں)۔

ابوبکر الابہری المالکی (۲۸۹ھ۔۳۷۵ھ)[4]

زاہد و ثقہ تھے۔ بغداد میں قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ مذہب مالکی کے رئیس، عظیم سرمایہ تھے۔ مخالفین اور ناقدین کا ادلہ و احکام کے دلائل سے شافی رد کرتے۔ جامع منصور میں ساٹھ برس تک تدریس و فتویٰ نویسی کی۔ ابوبکر الباقلانی آپ کے شیخ ہیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ ابن ندیم نے کہا کتاب فی اصول "الفقہ" اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین میں لکھا کہ انہوں نے کتاب "الاصول فی الفقہ" تالیف کی۔ ۲۔ کتاب "اجماع اهل المدينة"[5]۔

الخلال بصری (متوفی ۳۷۷ھ)

انہوں نے "کتاب الاصول" تالیف کی[6]۔

الصاحب بن عباد الشیعی (۳۲۵ھ۔۳۸۵ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں "نهج السبيل فی الاصول" تالیف کی[7]۔

ابو القاسم الصمیری الشافعی (متوفی ۳۸۶ھ)

اصول فقہ میں کتاب "القياس والعلل" تالیف کی[8]۔

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن خفیف بن اسفکشار الشیرازی، متوفی ۹۸۱ء، مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ، ۲/۱۷۶۔۱۷۷، شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی ۳/۷۶۔۷۹، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۰۶۔۲۰۷

[2] ابوالحسن عبداللہ بن حارث بن اسد التمیمی الحنبلی ۹۲۹ء۔۹۸۲ء

[3] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ ۱۰/۳۶۱

[4] محمد بن عبداللہ بن محمد بن صالح بن عمر التمیمی الابہری (۹۰۱ء۔۹۸۵ء) بغداد میں وفات پائی۔

[5] کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۳، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۶/۵۰، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۰۸، ۲۰۹

[6] ابو محمد احمد بن محمد بن حفص القاضی الخلال البصری، ہدیۃ العارفین، ۵/۶۸

[7] ابوالقاسم اسماعیل بن ابی الحسن عباد ابن العباس بن عباد الصاحب الطالقانی الشیعی، ہدیۃ العارفین، ۵/۲۰۹

[8] ابوالقاسم عبدالواحد بن الحسین بن محمد قاضی الصمیری۔ بغداد میں سکونت اختیار کی، الفتح المبین، المراغی، ۱/۲۱۰

اسماعیل الاسماعیلی الشافعی (۳۳۳ھ۔۳۹۶ھ)[1]

محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور عربی زبان کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں "تھذیب النظر" تالیف کی۔ اسماعیل پاشا نے "ھدیۃ العارفین" میں کتاب کا نام لیے بغیر ان الفاظ سے سے ان کی اس کتاب کا تعارف کرایا: "کتاب کبیر فی اصول الفقہ" (ان کی اصول فقہ میں ایک ضخیم کتاب ہے)۔[2]

ابن مجاھد الطائی المتکلم مالکی (متوفی ۴۰۰ھ تقریباً)[3]

متکلم، اصولی، فقیہ اور ثقہ رہے تھے۔ کئی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ اصحاب ابوالحسن اشعری میں سے ہیں۔ انہوں نے اصول میں مذہب مالکی پر کتاب تالیف کی۔[4]

سعد القیروانی المالکی (متوفی ۴۰۰ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی اور ممتاز فقہا میں سے تھے۔ تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے: "ھو من نقص العقول، وانحطاط الھمم" (اور وہ (تقلید) نقص عقل اور کم ہمتی کا نام ہے)۔ اصول میں انہوں نے کتاب "المقالات فی الاصول" تالیف کی۔[6]

ابوالحسن القرشی (متوفی ۴۰۰ھ بعدہ)[7]

انہوں نے اصول میں کتاب "الرد علی اھل القیاس" تالیف کی۔[8]

---

[1] ابو سعد اسماعیل بن احمد بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس، الاسماعیلی الجرجانی الشافعی۔

[2] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۶/ ۳۰۹ (۳۳۵۳)، الوافی بالوفیات، صفدی ۹/ ۱۱۱، معجم الاصولیین، مظہر بقا ۱/ ۲۵۶ (۱۹۹)۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/ ۲۰۹۔

[3] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یعقوب بن مجاہد الطائی المالکی، متوفی ۱۰۰۹ء۔ اصلاً مصری تھے اور بغداد میں مقیم تھے۔

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱/ ۳۴۳ (۲۲۱)، الفتح المبین ۱/ ۲۱۳۔

[5] ابوعثمان سعد بن محمد بن صبیح الغسانی القیروانی، متوفی ۱۰۰۹ء۔

[6] الفتح المبین ۱/ ۲۱۳۔

[7] ابوالحسن علی بن عبداللہ بن عمران القرشی المخزومی المیمونی الشعبی سے مشہور تھے۔

[8] ایضاح المکنون ۳/ ۵۵۵۔

دوسری طرف سلاجقہ کی جماعت کے منتشر ہوتے ہی دوسری ترکی حکومت قائم ہوگئی جو دولت اتا بکیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے ان ہی کی نسلوں میں سے ایک شخص محمود نور الدین کے ہاتھوں مصر کی دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا اور مصر میں دوبارہ عباسیوں کا غلبہ ہوگیا۔ اس کے بعد محمود نور الدین کے سپہ سالار صلاح الدین یوسف ابن ایوب کی حکومت قائم ہوگئی لیکن چھٹی صدی کے آخر میں مشرق اقصیٰ میں خوارزم شاہ کی حکومت قائم ہوگئی اور بغداد کے قریب تک آ پہنچی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں چنگیز خان کی قیادت میں مغلوں کا سیلاب اُمڈ آیا اور ساتویں صدی کے شروع میں ان کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو انہوں نے گرا دیا۔ چنگیز خان کو پوری امید تھی کہ آخر کار پوری دنیا اس کے اور اس کی اولاد کے زیر نگین آ جائے گی اس لئے اس نے پوری دنیا کو چار حصوں میں اپنے چار لڑکوں کے درمیان تقسیم کردیا۔ جوجی، چغطائی اور اوکدائی اور تولی خان اور پھر ایک بیٹے کو مغربی حصہ دریا تک دے دیا اور دوسرے کو مشرقی حصہ چین تک دے دیا اور شمال اپنے تیسرے بیٹے کو دیا اور اپنی اصل سلطنت اپنے بیٹے چغطائی کو دے دی اور اس نے یہ حساب لگایا کہ اس کے بیٹے اقصیٰ مشرق میں سواحل چین تک اور اقصیٰ مغرب میں بحر روم کے سواحل تک کے مالک بن جائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد ہی چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان بغداد میں اس کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا جو عالم اسلام کا دار الخلافہ تھا۔ اس نے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو ۲۰/ محرم ۶۵۶ھ کو قتل کردیا اور تمام ہلاکت و بربادی کے بعد بغداد ایک ایسی حکومت کا دار السلطنت بن گیا جس کا بظاہر بھی کوئی آسمانی مذہب نہیں تھا جس کے قوانین ہلاکو کے دادا چنگیز خان کے وضع کئے ہوئے تھے جو کاسہ کے نام سے مشہور تھے۔

اس زمانے میں مصر میں دولت ایوبیہ کا خاتمہ ہوچکا تھا اور ان کی جگہ صالح نجم الدین کی مدد سے ترکی نسل کے غلاموں نے لے لی تھی۔ چنانچہ ان کے چوتھے بادشاہ ملک ظاہر بیبرس بندقداری نے عباسیوں کی نسل میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلی جو اس کے زمانے میں مصر سے آیا تھا اور اس کو عباسی خلیفہ تسلیم کیا اس خلیفہ نے اس کو مصر اور اس کے ملحقات کا بادشاہ بنا دیا اور اسی وقت سے بغداد کی جگہ قاہرہ نے لے لی جس میں ایک برائے نام عباسی خلیفہ تھا اور سلطان تھا جو صاحب حکم تھا جیسا کہ بنی بویہ اور سلجوق کے زمانہ میں بغداد کا حال تھا[1]۔

سقوطِ دولتِ عباسیہ کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر:

۱۔ غرناطہ (اندلس) میں دولت بنی نصر قائم تھی جس کی بنیاد محمد الغالب باللہ بن نصر نے رکھی۔ (۶۲۹۔۶۷۱ھ)

۲۔ شمالی افریقہ میں دولت موحدین تھی جو ابو حفص عمر المرتضیٰ ابن اسحاق بن ابی یعقوب یوسف بن عبد المومن نے قائم کی تھی۔ (۶۴۶ھ۔۶۶۵ھ)

۳۔ جزائر میں دولت زیانیہ تھی یغمراسن بن زیان اس کے مؤسس تھے جو بانی وطن بھی تھے۔ (۶۲۳ھ۔۶۸۱ھ)

۴۔ تونس میں دولت حفصیہ قائم تھی ابو عبداللہ محمد المستنصر باللہ ابی زکریا یحیٰ بن عبد الواحد بن ابی حفص اس کے روح رواں تھے۔ (۶۴۷ھ۔۶۷۵ھ)

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولۃ العباسیہ) محمد الخضری بک۔ ص ۴۷۴، ۴۷۵، ملخص مصر مکتبہ تجاری الکبری سن ندارد تاریخ التشریع الاسلامی، شیخ محمد الخضری بک۔ ص ۲۲۳، ۲۲۵ ملخص مصر المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ طبع تاسعہ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء۔

۵۔ مراکش میں دولت مرینیہ تھی جو ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کے دم سے قائم ہوئی۔ (۶۵۶ھ۔۶۷۵ھ)

۶۔ مصر میں دولت ممالیک البحریہ تھی۔ منصور نور الدین علی ابن المعز عزالدین ایبک اس کے بانی تھے۔ (۶۵۵ھ۔۶۵۸ھ)

۷۔ یمن میں دولت رسولیہ تھی جس کے روح رواں مظفر بن یوسف بن منصور عمر بن علی بن رسول تھے۔ (۶۲۷ھ۔۶۷۴ھ)

۸۔ صنعاء میں ائمہ زیدیہ المتوکل شمس الدین احمد کی حکومت تھی۔ (۶۵۶ھ۔۶۸۰ھ)

۹۔ روم میں سلاجقہ رکن الدین قلیج ارسلان رابع کی حکومت تھی۔ (۶۵۵ھ۔۶۶۶ھ)

۱۰۔ ماردین میں دولت ارتقیہ قائم تھی جس کے بانی نجم الدین غازی سعید تھے۔ (۶۳۷ھ۔۶۵۸ھ)

۱۱۔ فارس میں دولت اتابکیہ سلغر یہ قائم تھی ابوبکر بن سعد بن زنگی بن مودود اس کے بانی تھے۔ (۶۲۳ھ۔۶۵۸ھ)

۱۲۔ بلورستان میں دولت اتابکیہ ہزار سپیہ قائم تھی۔ وکلاء بن ہزار سپ اس کے بانی تھے۔ (۶۵۰ھ۔۶۵۷ھ)

۱۳۔ کرمان میں دولت قتلغ خان تھی جس کے بانی قتلغ خاتون تھے۔ (۶۵۵۔۶۸۱)[1]

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ علمی حالات ان انقلابات میں سیاسی حالات کے تابع نہ رہے بلکہ وہ ترقی کرتے رہے خصوصاً مشرق میں سلجوقیوں کے زمانے میں مصر اور فاطمی حکومت کے زمانے میں بڑے بڑے علماء اور مفکر پیدا ہوئے اور شریعت اسلامی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے البتہ اس کا اعتراف ضروری ہے کہ شریعت میں استقلال کی روش سیاسی ضعف کی وجہ سے کمزور ہوتی گئی اور وہ روح عالیہ جو ائمہ اربعہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری اور ان کے ساتھیوں میں کام کر رہی تھی اس میں بجز معمولی اثرات کے کچھ باقی نہ رہا امام ابوحنیفہ نے اپنے اسلاف سے تعلق کہنا سیکھا تھا کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں اور وہ روح جو امام مالکؒ میں کام کر رہی تھی۔ بجز رسول اللہ ﷺ کے کوئی ذات ایسی نہیں کہ جس کے قول کو ہم قبول کریں یا رد کریں اور ان کے غیروں میں بھی جو روح کام کر رہی تھی جس کی بناء پر وہ اس قسم کے اقوال کرتے ان کی جگہ وہ روح آ گئی جس کو ہم روح تقلید کا نام دیتے ہیں[2] تو اس طرح چوتھی صدی ہجری کے وسط سے اجتہاد کا جو سایہ آہستہ آہستہ سمٹنا شروع ہوا تھا وہ تقلید کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجتہد علماء میں واضح کمی نظر آنے لگی ہے۔

پانچویں و چھٹی صدی ہجری کے اصولیین کے مراکز:

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے چند مشہور اصولیین اور ان کی خدمات کے مراکز مندرجہ ذیل ہیں جہاں سے انہوں نے علمی تحریک کو پروان چڑھایا اور اصول فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

☆ ابو اسحاق اسفرائینی شافعی۔ ان کی عملی تحریک اسفرائین اور نیشاپور میں رہی جو بلاد فارس میں ہے۔

---

1. محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، شیخ محمد الخضری بک، ص ۴۸۳۔
2. تاریخ التشریع الاسلامی، شیخ محمد الخضری بک، ص ۲۳۵، ۲۳۶۔ مخلص، مصر المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ طبع تاسعہ ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء

☆ امام غزالی کا موطن خراسان (طوس) تھا مگر ان کی علمی سرگرمیاں نیشاپور، بغداد، حجاز، شام، دمشق، بیت المقدس، مراکش وغیرہ میں نظر آتی ہیں۔

☆ بطلیوسی اندلس میں پیدا ہوئے، بلاد اندلس میں ان کی سرگرمیاں نمایاں رہیں۔

☆ زاغونی نے عراق میں خدمات انجام دیں۔

☆ صدر الشہید کی علمی سرگرمیاں سمرقند، بخاری اور ماوراء النہر کیحوان میں نمایاں ہیں۔

☆ ابن رشد حفید بلاد مغرب میں شہرت رکھتے: " بداية المجتهد ونهاية المقتصد " کے بھی مؤلف ہیں اس کتاب میں احکام فرعیہ جو کتاب وسنت اور اجماع سے مستدل ہیں اس پر سیر حاصل بحث کی۔

اصولیین کا تعارف وخدمات :

ابوالقاسم اسماعیل البیهقی (متوفی ۴۰۲ھ) [1]

اصول میں اپنے وقت کے امام تھے۔

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے اصول فقہ میں " الينابيع " نامی کتاب لکھی جو کثیر الفوائد ہے۔ [2]

ابوعبداللہ الوراق حنبلی (متوفی ۴۰۳ھ) [3]

سلطان اور عوام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے حنابلہ کے مدرس، فقیہ ومفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔ [4]

قاضی ابوبکر الباقلانی المالکی (متوفی ۴۰۳ھ) [5]

اصولی متکلم تھے۔ مذہب اہل السنت کے متکلمین میں سے تھے اور اشعری طریقہ سے وابستہ تھے اور امام الاشاعرۃ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ابن خلکان نے لکھا :

" وانتهت اليه الرياسة في مذهبه وكان موصوفا بجودة الاستنباط "

(ان کے مذہب کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، استنباط کی عمدہ صلاحیت رکھنے کی صفت سے متصف تھے)

---

[1] شمس الائمہ ابوالقاسم اسماعیل بن حسین بن عبداللہ البیہقی متوفی ۱۰۱۲ء

[2] الطبقات السنیہ ۱۸۲/۲ (۴۹۲)، معجم المؤلفین عمر رضا کحالہ ۲۶۳/۲ دمشق المکتبہ العربیہ ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۷ء، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۵۸/۱ (۲۰۲) مکتبہ المکرمہ جامعہ ام القری سن ندارد۔

[3] ابو عبداللہ حسن بن حامد بن علی بن مروان الوراق متوفی ۱۰۱۲ء مکہ کے قریب وفات پائی۔

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۰۳/۷ (۳۸۱۶) بیروت دار الکتب العلمیہ سن ندارد، الفتح المبین، المراغی ۲۲۰/۱، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۳۹/۲ (۲۷۰)

[5] ابوبکر محمد بن الطیب بن محمد بن جعفر بن القاسم باقلانی البصری، بغداد میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲۷۴/۱ (۱۸۰۹) مکتبہ المکرمہ مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء۔

ابن کثیر کے مطابق یہ اپنی زندگی کے طویل عرصہ اس وقت تک نہیں سوتے جب تک بیس صفحات نہیں لکھ لیتے جس کی وجہ سے بہت سی کتب تصنیف ہو گئیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امالی اجماع اهل المدینه : ۲۔ المقنع فی اصول الفقه[1]

۳۔ التمهید فی اصول الفقه[2]

حسن نیشاپوری الشافعی (متوفی ۴۰۵ھ)[3]

اصول فقہ و لغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے۔ طریق صوفیہ پر چلتے اپنے زمانے کے زاہد اور عالم تھے مذہب شافعی القفال اور الحصیری وغیرہ سے حاصل کیا۔[4]

ابن فورک الشافعی الاشعری (متوفی ۴۰۶ھ)[5]

فقیہ، متکلم، اصولی، ادیب نحوی، واعظ تھے۔ عراق میں اقامت اختیار کی وہاں علی بن حسن الباھلی سے اشعری مذہب کی تعلیم حاصل کی تکمیل تعلیم کے بعد رے اور نیشاپور آئے جہاں امیر ناصر الدولہ ابوالحسن نے ان کے لئے مدرسہ تعمیر کروایا وہیں تدریس انجام دی۔ اصول فقہ، اصول الدین اور معانی القرآن پر تقریباً سو کتابیں تصنیف کیں۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الکعبی کی اصول میں کتاب "اوائل الادلة" کی شرح لکھی۔

اصول میں آراء......... الاسنوی نے منہاج البیضاوی کی شرح کرتے ہوئے ان کی آراء نقل کی ہیں۔ سیف الدین الآمدی نے الاحکام میں اور ابن السبکی نے جمع الجوامع میں ان کی آراء نقل کیں۔ ان کے علاوہ دیگر اصولیین نے بھی ان کی آراء نقل کی ہیں۔[6]

ابو حامد الاسفرائینی الشافعی (۳۴۴ تا ۴۰۶ھ)[7]

فقیہ اصولی ہیں، اپنے زمانہ کے امام تھے۔ مسجد عبداللہ بن المبارک میں تدریس و افتاء کے لئے بیٹھے تو آپ کا حلقہ درس تشنگان علم سے بھرا رہتا جن کی تعداد چار سو سے سات سو تک ہوتی۔ ابن خطیب نے لکھا کہ لوگ کہتے تھے "لو راه الشافعي لفرح به" (اگر امام شافعی انہیں دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے)۔

۱۔ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۳۸۱/۱، مصر مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۲۲/۱۔۲۲۳۔

۲۔ کشف القناع المرنی عن مهمات الاسامی و الکنی، بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ۵/۷۵ ص ۳۵ ۔ فہرست الکتب المسعودیہ موالک عبدالعزیز ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء۔ ۳۔ ابو علی حسن بن علی الدقاق نیشاپوری متوفی ۱۰۱۵ء۔ ۴۔ معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۲۷۴/۲ (۲۷۸)۔

۵۔ ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی متوفی ۱۰۱۵ء، غزنہ میں وفات اور نیشاپور میں تدفین ہوئی۔ الاعلام، بوفیات الاعلام، الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲۷۵/۱ (۱۸۲۵)۔ ۶۔ ھدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۶۵، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء، وفیات الاعیان ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۴۸۲/۱، مصر مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۳/۱۔

۷۔ ابو حامد احمد بن ابو طاہر محمد بن احمد (۹۵۵ء/۱۰۱۵ء) بغداد میں وفات پائی الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۴/۱ (۱۸۲۰)۔

مؤلفات اصولیہ اور آراء.......... آپ نے اصول فقہ پر کتاب تصنیف کی مگر وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اصول فقہ کی کتب میں آپ کی آراء و اقوال ملتے ہیں جن پر بہت سے مسائل میں اعتماد کیا گیا ہے[1]

احمد الخزاعی الشیعی (۴۰۶ھ تک زندہ تھے)

رے میں وارد ہوئے تھے فقیہ و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ.......... انہوں نے اصول میں کتاب "المفتاح" تالیف کی۔[2]

عبدالواحد بن محمد المقدسی حنبلی (متوفی ۴۰۶ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے رحبہ اور شام کے علمی اسفار کیے۔

مؤلفات اصولیہ.......... ابویعلی حنبلی نے طبقات الحنابلہ میں لکھا:

"وله تصنيف في الفقه والوعظ والاصول"[3]

(فقہ، وعظ اور اصول میں ان کی تصنیف ہیں)

احمد بن شاکر القطان الشافعی (متوفی ۴۰۷ھ)

اصول فقہ میں "كتاب المطارحات" تالیف کی۔[4]

احمد بن المحاملی الشافعی (۳۶۸ھ۔۴۱۵ھ)

مؤلفات اصولیہ.......... انہوں نے اصول میں کتاب "تحرير الادلة" تالیف کی۔[5]

قاضی القضاۃ عبدالجبار المعتزلی (۳۵۹ھ۔۴۱۵ھ)[6]

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر اور اپنے زمانے کے اصول میں مذہب معتزلہ کے امام تھے۔ فروع میں مذہب شافعی سے تقلید کرتے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر رضا کحالہ نے لکھا "كان مقلدا الشافعي في الفروع وعلى رأس المعتزلة في الاصول"۔

---

[1] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۶۸/۴۔۳۶۹ (۲۲۳۹)، وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۲۴/۱۔۲۲۵، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۹۶/۱ (۱۴۳)۔

[2] احمد بن الحسین بن احمد الخزاعی النیشاپوری الشیعی ۱۰۱۵ء تک زندہ تھے معجم الاصولیین، مظہر بقا ۱۰۱/۱ (۷۰)۔

[3] ابوالفرج عبدالواحد بن محمد الشیرازی المقدسی، بغداد میں وفات پائی طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی ۲۴۸/۲، ۲۴۹ (۶۹۵) بیروت دارالمعرفۃ سن ندارد۔

[4] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان المصری، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۹۰/۲، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲۷۵/۱ (۱۸۲۷)۔

[5] احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی ابوالحسن بن المحاملی (۳۶۸ء/۱۰۲۳ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ ۲۸۰/۱ (۱۸۶۳)، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۹۷/۱ (۱۴۵)۔

[6] قاضی القضاۃ عماد الدین ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الاسد آبادی الہمدانی (۹۷۰ء/۱۰۲۵ء) بغداد میں وفات پائی الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۹/۱ (۱۸۵۱) اس میں تاریخ وفات ۴۱۳ھ مذکور ہے۔

صاحب الرسالۃ المستطرفۃ نے لکھا :

"ذی التصانیف السائرۃ وذکرہ شائع فی الاصول"۔

(بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اصول میں ان کا ذکر شائع ہے)۔

ان کا شمار بصرہ کے معتزلہ اور اصحابِ ابی ہاشم میں ہوتا ہے ابوالحسن بصری آپ کے شاگرد تھے۔ اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں۔

ا۔ "العمد" : یہ کتاب اصولِ فقہ کا ایک موسوعہ ہے اس کتاب میں ادلہ لاتے ہیں۔ اعتراضات کے رد میں مختلف طریقوں سے جوابات لاتے ہیں۔ اس کتاب کی بدولت ان بہت سی اصولیین کی آراء محفوظ ہوگئی ہیں جن کی کتب نایاب ہوچکی ہیں" العمد" اصول فقہ پر آپ کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی کتاب "المغنی" میں شامل "کتاب الشرعیات" سے بہت سا مواد شامل کیا ہے۔ علم الکلام میں اس کتاب "المغنی" کو بیس سال کی محنت جدوجہد کے بعد مکمل کیا جو تیرہ ہزار اوراق اور بیس ضخیم جلدوں پر محیط تھی۔ اس کی تالیف کا آغاز ۳۶۰ھ میں کیا اور اختتام ۳۸۰ھ میں ہوا۔ اس کی چودہ جلدیں چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں" العمد" اصول فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور جو کتبِ اساسیہ میں شمار ہوتی ہے۔ اگر چہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قاضی عبدالجبار کے ایک ہم عصر ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) نے بھی فنِ اصول فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی اب وہ مفقود ہے۔ اس کی تلخیص امام الحرمین نے کی جو موجود ہے[1]۔ امام بدرالدین زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہوئے قاضی باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی خدمات کو ان الفاظ سے سہراتے ہیں :

"وجاء من بعدہ ای الشافعی ۔فبینوا واوضحوا وبسطوا وشرحوا حتی جاء القاضیان قاضی السنۃ ابوبکر بن الطیب[2] وقاضی المعتزلۃ عبدالجبار ،فوسعا العبارات ،وفکا الاشارات ، وبینا الاجمال ،ورفعا الاشکال "۔[3]

(اور جو امام شافعی کے بعد آئے انہوں نے اس (علم) کی شرح وبسط کے ساتھ تبیین وتوضیح کی یہاں تک کہ دو قاضی، قاضی السنۃ ابوبکر بن الطیب اور قاضی المعتزلہ عبدالجبار آئے۔ ان دونوں حضرات نے عبارات کو توسع بخشی، اشارات کو کھولا اور اجمال کی تفصیل بیان کی اور اس میں پائے جانے والے اشکال کو دور کیا)۔

---

[1] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۱/۱۱۳، تاریخ طبری حوادث سنہ ۳۸۵، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، شیخ محمد جعفر الکتانی حوالی ۱۳۴۵ھ ص ۱۳۱ کراچی نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء معجم الادباء، یاقوت حموی (۵۷۹ھ۔ ۶۲۶ھ) ۲۹۹/۴ بیروت دار احیاء التراث العربی بدون معجم المؤلفین، رضا کحالہ ۷۸/۵۔

[2] ابوبکر محمد بن طیب بن محمد القاضی ابوبکر الباقلانی البصری المالکی الاشعری متوفی ۴۰۳ھ۔

[3] البحر المحیط، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی الشافعی متوفی ۷۹۴ھ ۵/۱ مصر دارالکتب بدون۔

العمد پر تحقیق :

اس کے تین ابواب الاجماع والقیاس والاجتہاد پر محمد جمال الشطوانی (تطوان۔المغرب) نے تحقیق پیش کی اور دراسات اسلامیہ میں دراسات علیا میں ڈپلومہ حاصل کیا[1]۔ اسی طرح قاضی عبدالجبار کی کتاب "العمد" کے دوسرے نصف پر دکتور عبدالحمید زنید کی تحقیق جاری ہے۔[2]

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے عبدالجبار معتزلی کی اصول فقہ پر اس کتاب کا نام العہد بتایا ہے[3] ہوسکتا ہے کہ یہ ایک الگ کتاب ہو جو "العمد" سے بھی پہلے تالیف کی ہو اور اس کی شرح ابوالحسین بصری نے کی ہو جو ان کے شاگرد ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت وافادیت سے بلاشبہ انکار نہیں پھر بھی ابوالحسین بصری معتزلی نے "المعتمد" کے مقدمہ میں "العمد" کے عیوب بتائے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالجبار کی کتاب "العمد" کی میں نے شرح لکھی اب اس کے بعد "المعتمد" کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"أني سلكت في "الشرح" مسلك الكتاب في ترتيب أبوابه وتكرار كثير من مسائله، وشرح أبواب لاتليق باصول الفقه من دقيق الكلام".[4]

(شرح (العمد) میں میں نے کتاب کے ابواب کی ترتیب کے طریقے کو اختیار کیا باوجود اس کے کہ کثیر مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب کی شرح دقت کلام کے باعث اصول فقہ کے لائق نہیں تھی)

۲۔ النہایہ : اس کتاب کو قاضی عبدالجبار نے شرعیات میں شامل کر دیا تھا ابوالحسین بصری نے "المعتمد" میں دو مقامات پر اس سے استفادہ کیا ہے۔[5]

۳۔ الشرح یا شرح العمد : ابوالحسین بصری نے اپنی کتاب "المعتمد" میں تقریباً چالیس مقامات پر اس سے نقل کیا ہے اور وہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں :

" قال قاضي القضاة في الشرح "[6]

۴۔ الدرس : ابوالحسین اپنی کتاب "المعتمد" میں " الدرس " کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ " قال قاضي القضاة في الدرس" (قاضی القضاۃ نے " الدرس " میں کہا) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ قاضی القضاۃ کی " الدرس " نامی کتاب تھی اس میں کہا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ دوران تعلیم " الدرس " میں کہا اور وہیں سے سن کر نقل کر لیا ہو۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین، مظہر بقا ۲/۱۵۵ (۳۹۰)۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵، بغداد، مکتبۃ المثنی سن ند۔

[4] المعتمد فی اصول الفقہ، ابوالحسین محمد بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ۔۱۰۴۴ء) ۱/۳، تقدیم شیخ خلیل المیس، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

[5] تحقیق مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین معتزلی، عبدالحمید بن علی ابوزنید ۱/۳۲، مدینۃ المنورہ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

[6] شرح العمد، ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۴۳۶ھ، ۱/۳۲۔ تحقیق و دراسۃ عبدالحمید علی ابوزنید، مدینۃ المنورۃ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔ [7] حوالہ سابق۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تاسیس النظر ۲۔ الاسرار فی الاصول والفروع

۳۔ الانوار فی الاصول ۴۔ تقویم الادلۃ فی الاصول

کتاب تاسیس النظر کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب میں ابوالحسن الکرخی اور ابوبکر جصاص کے بیان کردہ مضامین کو قدرے تفصیل کے ساتھ لیا گیا ہے اور حنفی فقہاء کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصول کے ضمن میں مسائل جزئیہ کو تفریعات اور فقہی نکات پر مشتمل قواعد اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ دبوسی نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل نو اجزاء میں تقسیم کیا :

۱۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے دو نامور شاگردوں امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی کے مابین فقہی اختلافِ آراء کی اساس کو بیان کیا ہے۔ اس حصہ میں وہ قواعد واصول مذکورہ ہیں جن سے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام ابویوسف نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۴۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کے اصول وقواعد بیان کئے۔

۵۔ تین حنفی ائمہ امام محمد، امام حسن بن زیاد اللؤلؤی (اصل کتاب سے ایک نام ساقط ہے) ان کی فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں ان سے ان کے ایک اور نامور ساتھی امام زفر نے اختلاف کیا ہے۔

۶۔ حنفی ائمہ فقہ (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ) کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں امام مالک نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۷۔ تین حنفی ائمہ فقہ (امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد) کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کے نامور معاصر قاضی ابن ابی لیلی (متوفی ۱۴۸ھ) کی آراء واقوال سے اختلاف کیا ہے۔

۸۔ مذکورہ بالا حنفی ائمہ فقہ کی ان فقہی آراء کے اصول وقواعد جن میں انہوں نے امام محمد بن ادریس الشافعی کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

۹۔ متفرق اختلافی اقوال وآراء کے اصول وقواعد۔

ان نو اجزاء میں سے ہر ایک جز کو مختلف ابواب کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملتے جلتے امور سے متعلق اصول وکلیات بیان کیے گئے ہیں ہر اصل اور کلیہ کی مثالیں اور تطبیقی نظائر بھی دی گئی ہیں تاکہ قانون کی منشا ومراد واضح ہو سکے۔ امام دبوسی نے "اصل" کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے، جس میں قواعد، ضوابط اور اصول سب شامل تھے[1]

---

[1] تاسیس النظر، ابوزید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ، ص ۲۔۳، کراچی سعید کمپنی ۱۴۰۱ھ۔

حسن وقبح کے بارے میں ان کے خیالات معتزلی عقائد کی طرح ہیں وہ حسن وقبح کی بحث کو اصول فقہ میں شامل تصور کرتے ہیں اور اس کا ربط پیدا کرنے کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔ مختلف آراء واقوال پیش کرتے ہیں خاص طور پر قاضی عبدالجبار کی آراء اقوال نقل کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے مذہب کی تائید اور تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔ کثرت سے ادلہ لاتے ہیں مخالفین کے ادلہ کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ لمبی گفتگو کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں "الکلام فی الاوامر" میں ان کی گفتگو تقریباً ایک سو چھبیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے[1] اپنی اور دوسروں کی رائے سے برابری کی بنیاد پر استدلال کرتے ہیں تقلیدی اسلوب سے اجتناب کرتے ہیں ان کا اسلوب اجتہادانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کئی مرتبہ معتزلہ کی بھی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "باب فی العموم اذا تعقبہ تقیید بشرط، او استثناء ، او صفۃ ،او حکم ...." کے مسئلہ میں انہوں نے کیا[2]۔ بہر حال بلاشبہ یہ کتاب ان کی عمدہ تالیفات وخدمات میں سے ایک اہم کتاب شمار کی گئی ہے جو فن اصول فقہ کا قابل فخر علمی سرمایہ ہے۔

کتاب "المعتمد" کے بارے میں ابن خلدون کی رائے ہے وہ کہتے ہیں :

"کتاب العمد لعبد الجبار و شرحہ المعتمد لابی الحسین البصری"[3]

(العمد عبدالجبار کی کتاب ہے اور "المعتمد" اس کی شرح ہے جو ابوالحسین بصری کی تالیف ہے)

مگر ہمیں ابن خلدون کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ "العمد" عبدالجبار معتزلی کی کتاب ہے اور المعتمد اس کی شرح ہے کیونکہ "المعتمد" اب چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی کتاب کی شرح نہیں ہے بلکہ ایک مستقل علیحدہ کتاب ہے۔ اور المعتمد کے مقدمہ سے جو عبارت ہم اُوپر نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اس کتاب کے علیحدہ تصنیف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

"المعتمد" کے بارے میں ابوالخطاب الکلوذانی فرماتے ہیں :

"ان المعتمد مختصر العمد"[4]

(المعتمد (دراصل) "العمد" کا اختصار ہے)

مگر ہمیں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کیونکہ دونوں کتابوں کے ابواب کی ترتیب اور مسائل ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں اور دونوں میں مسائل کی کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے۔

فواد سزکین نے اپنی کتاب تاریخ التراث العربی میں "المعتمد" کو اصول الدین کی کتاب بتایا ہے[5] مگر یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی۔

"المعتمد" کے اثرات کا مختصر جائزہ :

یہ کتاب بعد کے لکھنے والوں خصوصاً معتزلی اصولیین پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہی بلکہ اس کتاب نے ان کے لئے ایک اساس وبنیاد کی فراہمی کا کام کیا۔ مثلاً ابوالخطاب الکلوذانی اپنی کتاب "التمھید" کے مضامین میں اسی "المعتمد" کا

---

[1] حوالہ سابق، الکلام فی الاوامر، ۱/۴۷۔۱۲۴۔ [2] حوالہ سابق، ۱/۲۸۳۔

[3] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵، بغداد مکتبۃ المثنی سن ندارد۔

[4] التمھید، ابوالخطاب الکلوذانی ۱/۲۹۔۷۹، بحوالہ تحقیقی مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین ص ۱۹، مدینۃ المنورہ، مکتبہ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔

[5] تاریخ التراث العربی، فواد سزکین ۱/۴/۹۶، مکتبہ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی العامہ قم، ایران طبع ثانیہ ۱۴۱۲ھ (۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء)۔

ترتیب وطریقہ کو اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ابوالحسین بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء کو "المعتمد" کا حوالہ دیے بغیر اسی طرح نقل کر دیتے ہیں، حاجی خلیفہ فرماتے ہیں :

"(المعتمد) وهو كتاب كبير ومنه اخذ فخر الدين الرازي كتاب المحصول وللقاضي ابي يعلى محمد بن (الحسين) الفراء الحنبلي "[1]

(وہ "المعتمد" ایک بڑی کتاب ہے فخرالدین رازی نے کتاب "المحصول" اسی سے اخذ کی اور قاضی ابویعلی محمد بن (الحسین) الفراء الحنبلي (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی اس سے اخذ کیا)

کشف الظنون کے حاشیہ میں یہ تحریر درج ہے کہ : "وهو (المعتمد) شرح العمد للقاضي عبدالجبار وزاده عليه اشياء كثيرة "ولي الدين"[2] (وہ (المعتمد) قاضی عبدالجبار کی العمد کی شرح ہے اور اس پر ولی الدین نے بہت سی باتوں کا اضافہ کیا ہے)۔

(۲) زیادات المعتمد : یہ ایک مختصر ضخامت کی کتاب ہے جس کا صرف ایک نسخہ ہے جو قسطنطنیہ میں واقع "لا له لي" نامی لائبریری میں محفوظ ہے۔اس میں اصول فقہ کے ان مسائل کو شامل کیا جو "المعتمد" میں بیان نہیں کئے گئے تھے اور وہ مسائل حقیقت، مجاز، اوامر ونواہی سے متعلق بعض مسائل مثلاً الواجب المخير، اقتضاء الامر الفور، واقتضاء النهي کو بیان کیا ان کے علاوہ بعض ان دوسرے مسائل کو بھی بیان کیا جو عموم، خصوص، افعال رسول ﷺ کی حجیت، نسخ، اجماع اور اخبار سے متعلق تھے۔

(۳) كتاب القياس الشرعي : یہ کتاب "المعتمد" سے قبل کی تالیف ہے مگر اسے بعد میں المعتمد میں شامل کر دیا گیا اس کتاب کے نسخے کو قسطنطنیہ کی "لا له لي" نامی لائبریری سے حاصل کر کے "المعتمد" کے ساتھ ضم کر دیا گیا۔ مطبوعہ کتاب میں اس کتاب کے پہلے صفحہ پر تحریر کر دیا گیا ہے : وقد صنفه قبل كتاب المعتمد، كما يظهر من الاشارات العديدة اليه في كتاب المعتمد[3]۔ یہ کل بیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔

(۴) غرر الادلة في اصول الفقه[4]

(۵) تصفح الادلة في اصول الفقه[5]

یہ کتاب دو مجلدات میں ہے، علامہ بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی کتاب کشف القناع میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے مذکورہ بالا دونوں کتب کی موجودگی اور ان کے مشتملات کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۶) شرح العمد : یہ ابوالحسین کی اصول فقہ پر پہلی تالیف ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ عبدالجبار کی زندگی میں ہی تالیف کر لی تھی اس کے علاوہ مزید دو کتب "المعتمد" اور "كتاب القياس الشرعي" بھی ان کی زندگی میں تالیف کیں۔

---

[1] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱۷۳۲/۲۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] المعتمد في اصول الفقه، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ، ۳۴۳/۲، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔

[4] ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶۹/۶۔

[5] کشف القناع المرني عن مہمات الاسامي والکني، بدرالدین ابي محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۲۱۵، جدہ جامعہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔

شاید قاضی ابوبکر الباقلانی کی کتاب التقریب ابن خلدون تک نہیں پہنچی ورنہ وہ کتاب بھی امام الحرمین، امام غزالی، ابو اسحاق الشیرازی اور فخر الدین الرازی کی کتب کی طرح مدرسہ اشعریہ کی اساس ہوتی۔

شیخ عبدالجبار کی العمد اور ابوالحسین بصری کی شرح العمد کے پہلے مستفید تو وہ (ابوالحسین) خود ہیں جو المعتمد میں ۱۸۰ مقامات پر کسی نہ کسی حوالے سے ان کا ذکر لاتے ہیں یعنی کبھی ان (شیخ عبدالجبار) کی رائے بھی ان کا استدلال اور کبھی مخالف کے رد میں ان کا ذکر لاتے ہیں۔ المعتمد میں بھی العمد کا حوالہ دے کر نقل لاتے ہیں اور کبھی بغیر "العمد" کا ذکر کئے اس میں سے نقل کرتے ہیں۔ صرف ۸ مقامات پر "العمد" کا نام دیا ہے۔[1]

بعد کے لوگوں میں سے ابو الخطاب الکلوذانی نے اپنی کتاب "التمھید" میں ابوالحسین بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء سے استفادہ کیا مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان دونوں کی کون سی کتب سے انہوں نے استفادہ کیا۔ دو سولہ مقامات میں قاضی القضاۃ عبدالجبار کا اور اکیس مقامات میں ابوالحسین بصری کا نام بھی لیتے ہیں۔[2]

امام الحرمین جوینی اپنی کتاب البرہان میں دو مقامات میں عبدالجبار بن احمد کا نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک جگہ "العمد" اور دوسری جگہ "شرح العمد" کے حوالے سے۔[3] اسی طرح ابن النجار نے "شرح الکوکب المنیر" میں خاص طور پر دوسرے جزء میں ان دونوں کی آرا کو چند مواقع پر نقل کیا ہے۔[4]

اسی طرح شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمن القرافی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی کتاب "نفائس الاصول فی شرح المحصول" میں "شرح العمد" سے چھ مقامات پر اکیس مرتبہ اور بارہ مقامات میں "المعتمد" سے اور دو مقامات میں "العمد" سے نقل و استفادہ کیا ہے۔[5]

اور سب سے زیادہ استفادہ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی الشافعی نے اپنی کتاب "البحر المحیط" میں کیا جس میں "المعتمد" سے ۴۷ مقامات سے استفادہ کیا اور قاضی عبدالجبار کا ۲۱ مرتبہ حوالہ ذکر کیا۔[6]

الشریف مرتضیٰ الشیعی (۳۵۵ھ۔۴۳۶ھ)[7]

انہوں نے کتاب "الذخیرۃ فی الاصول" تالیف کی۔[8]

حسین الصیمری (۳۵۱ھ۔۴۳۶ھ)[9]

کبار فقہاء میں شمار کیے گئے ہیں۔

---

[1] شرح العمد، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ ۱/ ۶۷، مدینہ المنورہ، مکتبہ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔
[2] حوالہ سابق ۱/ ۶۸۔
[3] البرہان فی اصول الفقہ۔ امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی متوفی ۴۷۸ھ ص ۲۱۵، فقرہ ۱۳۰۔ ۱۱۵۶، فقرہ ۹۸۶ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۳ھ۔
[4] شرح العمد، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۴۳۶ھ ۱/ ۶۸۔
[5] حوالہ سابق۔
[6] حوالہ سابق ۱/ ۶۸، ۶۹۔
[7] ابوالقاسم علی بن ابی احمد الحسین بن موسیٰ ابن محمد بن موسیٰ بن جعفر الشریف، مرتضیٰ موسوی البغدادی الشیعی العلوی، تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۰۲ (۶۲۸۸) اور الاعلام بوفیات الاعلام میں اس طرح مذکور ہے علی بن الحسین بن موسیٰ الحسینی الموسوی۔
[8] ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/ ۶۸۸۔
[9] ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر القاضی الصیمری (۹۶۲، ۱۰۳۵ء)۔

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے کتاب " مسائل الخلاف فی اصول الفقہ " تالیف کی۔ اس پر راشد بن علی بن راشد الحائی نے تحقیق کی اور جامع الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ۱۴۰۲ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ کتب اصول فقہ میں ان کی آرء نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً آل ابن تیمیہ کی معتبر کتاب "المسودۃ" میں ان کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا "زعم القاضی الصمیری الحنفی ان ..."[1]

ابن المشّش القرطبی المالکی (۳۵۸ھ۔۴۳۶ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ.........انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی جو نو اجزاء پر مشتمل تھی۔[3]

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ)

امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ صاحب البرھان فی اصول الفقہ کے بیٹے اور شاگرد تھے امام شافعی کی کتاب " الرسالۃ " کی شرح لکھی۔[4]

ابو الولید حسان نیشاپوری (متوفی ۴۳۹ھ)

انہوں نے امام شافعی کی کتاب " الرسالۃ " کی شرح لکھی۔[5]

ابراہیم التونسی القیر وانی (متوفی ۴۴۳ھ)[6]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، ان کی عمدہ شروح اور تعالیق ہیں۔[7]

ابو الفتح الرازی الشافعی (متوفی ۴۴۷ھ)[8]

فقیہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔ بغداد میں ابو حامد الاسفرائینی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ مذہب میں امام ہو گئے۔ اپنے شیخ ابو حامد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند تدریس سنبھالا۔

مؤلفات اصولیہ.........السبکی نے طبقات الوسطی میں لکھا :

---

1. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۷۸/۸۔۷۹ (۴۶۶۳)، الفوائد البھیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، المسودۃ فی اصول الفقہ، عبدالدین، شہاب الدین، شیخ الاسلام ص ۳۶۰، بیروت، دار الکتاب العربی۔ الجواہر المضیہ، محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۲۱۳/۱۔
2. عبدالملک بن احمد بن محمد ابن عبدالملک بن الاصبغ القرشی ابو مروان القرطبی مالکی، ابن المشّش سے معروف تھے۔
3. ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶۲۵/۵۔ 4. ابو محمد الجوینی، عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف الطائی السنبسی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۲۹۲/۱ (۱۹۵۱) تحقیق مقدمہ علی البرھان للجوینی، عبدالعظیم محمد الدیب ص ۳۹ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء۔ 5. ابو الولید حسان نیشاپوری متوفی ۴۳۹ھ (شارح رسالہ)۔
6. ابو اسحاق ابراہیم بن حسن بن اسحاق القیر وانی التونسی متوفی ۱۰۵۱ء، قیروان میں وفات پائی۔ 7. معجم الاصولیین محمد مظہر بقا، ۲۸/۱ (۸)۔
8. ابو الفتح سلیم بن ایوب بن سلیم الرازی متوفی ۱۰۵۵ء، جدہ کے قریبی ساحل بحر القلزم میں ڈوب کر وفات پائی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۳۰۹/۵۔

"وله في اصول الفقه كتاب وقفت عليه".

(اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس سے میں واقف ہوں)

اسی طرح طبقات سبکی کے حاشیہ میں بھی مذکور ہے۔[1]

ابوالطیب الطبری الشافعی (۳۴۸ھ-۴۵۰ھ)[2]

فقیہ، اصولی، جدلی تھے تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور ابواسحاق الشیرازی نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ایک سو دو برس عمر پائی آخری عمر تک حافظہ میں کمی اور عقل میں خلل پیدا نہیں ہوا اور نہ فہم میں فتور پیدا ہوا بلکہ دوسرے فقہاء کی طرح فتویٰ دیتے۔ بغداد کو وطن بنایا وہیں درس و تدریس کی اور فتویٰ دیتے "کرخ" میں وفات تک قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ ...... صاحب ہدیۃ العارفین نے لکھا:

"ويقال له في الاصول والمذهب والخلاف والجدل كتب كثيرة".[3]

(کہا جاتا ہے کہ اصول، فقہ، خلاف اور جدل میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں)

شذرات الذہب میں ہے:

"وصنف في الخلاف والفقه والاصول والجدل كتبا كثيرة ليس لاحد مثلها".[4]

(انہوں نے خلاف، فقہ، اصول اور جدل میں بہت سی کتب تصنیف کیں، جو اپنی مثال آپ تھیں)

عبدالجبار الاِسکاف (متوفی ۴۵۲ھ)[5]

فقیہ، اصولی، متکلم اور اپنے زمانے کے افاضل فقہاء و متکلمین میں سے تھے۔ امام الحرمین الجوینی سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور ان کے طریقے کے مطابق سند فراغت پائی۔

مؤلفات اصولیہ ...... انہوں نے اصول فقہ، جدل اور اصول الدین میں کتب تصنیف کیں۔[6]

1۔ معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۳۲/۲ (۳۵۹)۔

2۔ ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن عمر الطبری (۹۶۰ء/۱۰۵۸ء) طبرستان میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

3۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۴۲۹/۵

4۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۵۸/۹-۳۶۰ (۴۹۳۶)، شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ، ۲۸۴/۳، مصر مکتبہ القدسی ۱۳۵۰ھ، الفتح المبین، المراغی ۲۳۸/۱-۲۳۹، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۲۸/۲، ۱۲۹ (۳۸۳)۔

5۔ ابوالقاسم عبدالجبار بن علی بن محمد بن حسکان الاسفرائینی الاسکاف متوفی ۱۰۰۶ء۔

6۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۴۹۹/۵، معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱۵۷/۲-۱۵۸ (۳۹۴)۔

الماوردی الشافعی (۳۶۴ھ۔۴۵۴ھ)[1]

فقیہ واصولی تھے بغداد میں ابو حامد الاسفرائینی بھی آپ کے شیوخ میں سے ہیں خصوصیت کے ساتھ مذہب شافعی کے اصول وفروع میں ید طولی رکھتے۔کئی شہروں میں قاضی رہے۔اجلہ علماء کی ایک جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ..........اصول فقہ،حدیث،تفسیر،سیاسۃ،اور ادب وغیرہ میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔[2]

ابوالقاسم البکری المالکی (متوفی ۴۵۴ھ)[3]

اندلس میں بلنسیہ سے تعلق تھا،فقیہ اصولی اور اہل النظر والاحتجاج تھے۔حصول علم وحج کے لئے شرق بعید کا سفر کیا شہر بلنسیہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ...... المراغی نے لکھا:

"له مؤلفات حسنة في هذا الباب".

(ان کی اس موضوع پر عمدہ مؤلفات ہیں)[4]

ابن حزم ظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ)[5]

فقیہ،مفسر،محدث،اصولی،متکلم،منطقی،ادیب،شاعر اور مؤرخ تھے۔ابن حزم،ظاہری فقہ کے ترجمان تھے انہوں نے داؤد اصبہانی کی فقہ کو از سرنو زندہ کیا۔اسے فقہی شاہرہ پر گامزن کیا اس میں وسعت پیدا کی اس کے فروعات کی تائید میں دلائل دیئے۔زبردست دلائل وبراہین سے مخالفین کا رد کیا۔ظاہری فقہ کے نظریات کی تائید میں بعض آئمہ کے اقوال سے استشہاد کیا۔ابن حزم نے ابتداء میں فقہ شافعی کا مطالعہ اور اس پر عمل شروع کیا مگر وہ شافعی فقہ کے ساتھ زیادہ نہ چل سکے۔پھر ظاہری فقہ کے امام شیخ داؤد اصبہانی کی طرح جو امام شافعی کے شاگرد تھے صرف نصوص کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے لگے ان کا نظریہ یہ تھا کہ اوامر ونواہی وہی ہیں جو نصوص وآثار سے ثابت ہیں۔امر ونہی کی عدم موجودگی میں استصحاب الحال کے مطابق احکام ثابت ہوں گے۔ابن حزم بھی وہی کہتے تھے جو داؤد ظاہری نے کہا کہ امام شافعی نے استحسان کے بطلان پر جو دلائل دیئے ہیں انہیں سے قیاس کا ابطال ہوتا ہے۔

ابن حزم کے اصولی منہج کا تحقیقی تجزیہ:

ابن حزم نے فقہی اصول وضع کئے اور امام شافعی کی طرح اپنے طرز استنباط اور طریق اجتہاد کو اپنے وضع کردہ اصول میں محدود ومحصور رکھا اور ان کے ذکر وبیان میں طوالت سے کام لیا یہ اصول انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الاحکام في

---

[1] ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (۹۷۴ء/۱۰۵۷ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

[2] الفتح المبین،المراغی،۱/۲۴۰،۲۴۱۔ [3] ابوالقاسم خلف بن احمد بن بطال البکری متوفی ۱۰۶۲ء،اندلس سے تعلق رکھتے تھے۔

[4] الدیباج،ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ،ص۱۸۵،الفتح المبین،المراغی ۱/۲۴۲،معجم المؤلفین ۴/۱۰۳،معجم البلدان یاقوت حموی ۲/۷۹۱۔

[5] ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف (۹۹۴ء/۱۰۶۳ء) اندلس میں ولادت ووفات ہوئی،الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان،الذہبی متوفی ۷۴۸ھ،۱/۳۰۴ (۲۰۲۸)۔

اصول الاحکام" میں بیان کیے۔ اس کبیر الحجم کتاب کے پہلو بہ پہلو آپ نے ظاہری فقہ کے قواعد میں ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی۔ وہ قیاس واستحسان کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ انہوں نے مسائل میں اجتہاد کی فروعات کو جانچا فقہی مسائل کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ان کے اجتہاد میں ایک طرح کا استنباط بھی پایا جاتا ہے مگر وہ صرف نصوص واثار کو اپنے اجتہاد کی اساس قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اصول وضع کرنے کے بعد ان کی روشنی میں فروعات اخذ کیں نتائج وثمرات نکالے۔ وہ تقلید اور احتجاج بالرائے کو نہیں مانتے تھے تقلید کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب "المحلی" میں فرماتے ہیں۔

" لایحل لاحد أن یقلد احدا لاحیا ولامیتا وعلی کل أحد من الاجتهاد حسب طاقته"۔[1]

(کسی شخص کے لیے کسی زندہ یا فوت شدہ آدمی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق اجتہاد کر سکتا ہے)

اسی طرح تقلید کی مذمت میں مزید فرماتے ہیں :

" والمجتهد المخطی افضل عند الله تعالی من المقلد المصیب هذا فی اهل الاسلام خاصة، واما فی غیر اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستدل و لاللمقلد، وکلاهما هالک، برهان هذا ذکرناه انفا بالاسناد من قول رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اجتهد الحاکم فاخطأ فله اجر وذم الله التقلید جملة فالمقلد عاص والمجتهد ماجور"۔[2]

(حق تک پہنچ جانے والے مقلد سے غلطی کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں زیادہ افضل ہے اور یہ اہل اسلام کا خاصہ ہے اور لیکن غیر اہل اسلام کے ہاں نہ تو استدلال کرنے والے مجتہد معذور ہے اور نہ ہی مقلد اور وہ دونوں برباد ہیں اور اس پر ہم نے حضور ﷺ کے قول سے سند کے ساتھ دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کرے اس کے لئے ایک اجر ہے اور اللہ تعالی نے کلیۃ تقلید کی مذمت فرمائی تو مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد کو اجر دیا جاتا ہے)

ظاہریہ کے منہج کا ائمہ اربعہ کے منہج سے تقابل :

ابن حزم کا طرز استنباط ائمہ اربعہ کے مناہج سے مختلف تھا۔ ظاہری ظواہر کتاب وسنت پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے علل تلاش نہیں کرتے تاکہ دیگر مسائل کو ان پر قیاس کیا جائے جیسا کہ ائمہ اربعہ کی فقہ کا ایک مخصوص انداز ہے اور ان کی اصولوں پر ان کی فقہ مبنی ہے۔ اس کے برعکس فقہائے اربعہ نصوص کو پڑھ کر ان سے احکام اخذ کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نصوص سے علت کا استخراج کرتے ہیں اور جہاں وہ علت پائی جاتی ہے وہاں وہی حکم جاری کردیتے ہیں اس طرح علت میں عموم پیدا ہوجاتا ہے اور جہاں نص نہیں ہوتی وہاں بھی اس کا حکم جاری کردیا جاتا ہے اس کی صورت اس فقہی قیاس کی ہوجاتی ہے جس پر فقہائے اربعہ کا تعامل ہے۔

جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عام لوگوں کو ہمیشہ تقلید کرنا چاہئے ان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب " النبذ" میں فرماتے ہیں :

1۔ المحلی، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ، ۱/۶۶، مسئلہ نمبر ۱۰۳، تحقیق احمد محمد شاکر، القاہرہ، مکتبہ دارالتراث سن ندارد۔

2۔ حوالہ سابق ۱/۶۹، مسئلہ نمبر ۱۰۸۔

"فنقول لمن اجاز التقليد للعامي : أخبرنا من تقلد ؟ فان قال عالم مصر قلنا، فان كان في مصر عالما مختلفان، كيف يصنع؟ اياخذ أيهما شاء؟ فهذا دين جديد، وحاش لله أن يكون حكمان مختلفان في مسئلة واحدة، حرام حلال معاً من عند الله تعالى ، ثم العجب كله : ان يكون فرض للعامي الذى مقامه بالأندلس تقليد مالك، وباليمن تقليد الشافعي ،وبخراسان تقليد ابي حنيفة وفتاويهم متضادة،اهذا دين الله تعالى منه؟ لعمر الله ماأمر الله تعالى بهذا قط بل الدين واحد ،وحكم الله تعالى فبين لنا: (ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيراً)ولكن العامي والأسود المجلوب من غانة ومن هو مثلهم اذا أسلم،فقد عرف بلاشك ماالاسلام الذى دخل فيه، وانه أقربالله أنه الاله ، لااله غيره ،وأن محمداً رسول الله اليه، وانه قد دخل في الدين الذى أتى به محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم"[1]

(جو بھی ایک عام شخص کو تقلید کی اجازت دیتا ہے ہم اس سے دریافت کریں گے کہ وہ کس کی تقلید کرے؟ اگر وہ جواب دے کہ اپنے شہر کے عالم کی تقلید کرے تو ہم دریافت کریں گے اگر اس کے شہر میں دو مختلف الخیال عالم ہوں تو پھر کیا کرے؟ آیا دونوں میں جس کی چاہے تقلید کرے؟ یہ تو ایک نیا دین ہوا آخر ایک ہی دین میں ایک مسئلہ میں دو مختلف حکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک حرام اور ایک حلال اور لطف یہ کہ دونوں خدا کی طرف سے ہوں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ اندلس کے عوام پر امام مالک کی تقلید فرض ہو یمن میں امام شافعی کی تقلید اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کی، حالانکہ ان کی فتاویٰ ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیا یہ خدا کا دین ہے؟ بخدا اس نے یہ حکم ہرگز نہیں دیا بلکہ دین ایک ہے، خدا کا حکم بھی ایک ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے " ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً"(اگر قرآن کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے)۔ مگر دیہاتی اور سیاہ فام غلام جسے غانہ (افریقی ملک) سے لایا گیا ہو اور اس کی نظیر و مثیل کوئی شخص مشرف با سلام ہو جائے وہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس نے اس ذات کا اقرار کر لیا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، وہ شخص بلاشبہ اس دین اسلام میں داخل ہو گیا جسے آنحضور ﷺ لائے تھے۔)

ابن حزم کے فقہی اصول :

ابن حزم کے مطابق چار اصول ایسے ہیں جن کے بغیر کوئی شرعی حکم معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ قرآن کریم۔

۲۔ حدیث رسول ﷺ جو در اصل خدا کی جانب سے ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے راوی قابل اعتماد ہوں یا حدیث متواتر ہو۔

۳۔ علمائے امت کا اجماع۔

۴۔ ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔[2]

ابن حزم، قیاس و استحسان کو باطل قرار دیتے ہیں اور اجتہاد بطریق ذرائع کو بھی نہیں مانتے۔

---

[1] النبذ فی اصول الفقہ، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، تحقیق احمد الحجازی السقا ص ۷۲، قاہرہ مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

[2] الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ ص ۱/۷۱، تحقیق احمد محمد شاکر کراچی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ ۱۴۰۸ھ۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ العدة في أصول الفقه۔ یہ ۵ جلدوں میں احمد بن علی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ مختصر العدة۔ ۳۔ الكفاية في أصول الفقه۔ ۴۔ مختصر الكفاية۔[1]

ابراہیم السروی (۳۵۸ھ۔۴۵۸ھ)[2]

بغداد میں ابو حامد الاسفرینی سے تفقہ حاصل کیا منصب قضاء پر فائز رہے تدریس وافتاء کی خدمت انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ: السبکی نے کہا۔

"له تصانيف كثيرة في المذهب، والخلاف والاصول والفرائض"۔[3]

(فقہ خلاف، اصول اور فرائض میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔)

ابو حاتم القزوینی الشافعی (متوفی ۴۶۰ھ)[4]

ہدیۃ العارفین میں صاحب عقد المذہب کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اصول اور خلاف میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں کتاب "تجريد التجريد" اور "كتاب الحيل" بھی شامل ہیں۔[5]

ابو الفضل ثابت الشیعی (متوفی تقریباً ۴۶۰ھ)[6]

منهاج الرشادة في الأصول آپ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔[7]

محمد بن حسن الطوسی الشیعی (۳۵۸ھ۔۴۶۰ھ)

فقہ امامیہ کے شیخ تھے نجف میں وارد ہوئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ كتاب العدة في الأصول۔ ۲۔ منتهى السول في شرح الفصول۔[8]

عبدالرحمن الفورانی (۳۸۸ھ۔۴۶۱ھ)[9]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے۔ ابوبکر القفال کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔

۱۔ الفتح المبین، المراغی ۱/۲۳۵۔
۲۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن موسیٰ بن ہارون المطہری (۹۶۹/۱۰۶۶ء)۔
۳۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱/۶۳ (۳۵)۔
۴۔ ابوحاتم محمود الحسن بن محمد بن یوسف بن الحسن بن محمد بن عکرمہ بن مالک الانصاری الطبری۔
۵۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶/۴۰۲۔
۶۔ ابوالفضل ثابت بن عبداللہ بن ثابت الیشکری۔
۷۔ ایضاح المکنون، اسماعیل پاشا بغدادی ۴/۵۸۶۔
۸۔ ابوجعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی الشیعی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۶/۷۲۔
۹۔ ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن فوران الفورانی المروزی (۹۹۸/۱۰۶۹ء) خراسان (مرو) میں وفات پائی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۱/۳۰۵ (۲۰۴۳)۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا :

" وصنف في الاصول والمذهب والخلاف...."

(اور انہوں نے اصول، مذہب اور خلاف ۔۔۔ میں کتب تصنیف کیں ۔) [1]

حسین المروزی الشافعی (متوفی ۴۶۲ھ) [2]

فقیہ واصولی تھے۔ ابوبکر القفال المروزی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا : " صنف في الاصول و الفروع و الخلاف "۔ [3]

حمزہ الدیلمی الشیعی (متوفی ۴۶۳ھ) [4]

فقیہ واصولی تھے۔ المرتضی اور المفید کے کبار تلامذہ میں سے تھے اور المرتضی کے تو خاص الخواص تھے۔

مؤلفات اصولیہ ...... انہوں نے کتاب " التقريب في اصول الفقه " تالیف کی۔ [5]

الخطیب البغدادی (۳۹۲ھ۔۴۶۳ھ) [6]

ابن خلکان نے لکھا :

" و كان فقيها فغلب عليه الحديث و التاريخ "۔

(اور وہ فقیہ تھے مگر ان پر حدیث اور تاریخ کا زیادہ غلبہ تھا)۔

رضا کحالہ نے ان کو اصولی بتایا ہے۔ مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا، مشہور کتاب تاریخ بغداد کے مصنف ہیں "الفقيه والمتفقه" بھی تالیف کی۔ [7]

عبدالکریم القشیری (۳۷۶ھ۔۴۶۵ھ) [8]

صوفی، مفسر، فقیہ، محدث، متکلم اور دیگر کئی علوم کے ماہر تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم امام بکر بن فورک سے حاصل کی اور اس میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الفصول في الاصول " تالیف کی۔ [9]

---

[1] وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/ ۲۷۶، ۲۷۷۔

[2] حسین بن محمد بن احمد ابوعلی المروزی القاضی متوفی ۱۰۷۰ء۔

[3] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/ ۷۹ (۳۶۳)۔

[4] حمزہ بن عبدالعزیز السلار الدیلمی الشیعی (ابویعلی) متوفی ۱۰۷۱ء۔

[5] معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/ ۸۵ (۳۱۹) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/ ۱۷۰، روضات الجنات ۲/ ۳۷۰ (۲۳۳)۔

[6] ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب بغدادی (۱۰۰۲ء/ ۱۰۷۱ء) بغداد میں وفات پائی۔

[7] وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/ ۲۷۔ مصر مطبعہ المسعدیہ، احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰، معجم المؤلفین ۲/ ۳، معجم الادباء ۴/ ۱۳۔۴۵ (۲)۔

[8] عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد النیشاپوری (۹۸۶ء/ ۱۰۷۳ء)، نیشاپور میں وفات پائی۔

[9] ہدیۃ العارفین ۶/ ۶۰۷۔۶۰۸۔

۲۔ احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی مالکی متوفی ۷۰۸ھ[1]

۳۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزلیطنی مالکی متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ المراغی نے لکھا: "و (شرح) الارشادات للباجي في الاصول" (انہوں نے باجی کی اصول میں کتاب الارشادات کی شرح لکھی)۔ حالانکہ باجی کی الارشادات کے نام سے اصول میں کوئی کتاب نہیں شاید کاتب کی غلطی سے الاشارۃ کے بجائے الارشادات ہوگیا ہو[2]

ابواسحاق الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)[3]

فقہ، اصول وحدیث میں امام تھے۔ بغداد جاکر ابوحاتم القزوینی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ خلق کثیر نے ان کے علم سے استفادہ کیا۔ ان سے مروی ہے کہ جب وہ خراسان گئے تو وہاں انہوں نے اپنے تلامذہ واصحاب ہی کو قاضی، مفتی اور خطیب کے عہدوں پر فائز دیکھا۔ مشہور کتاب "طبقات الفقہاء" کے بھی مصنف ہیں۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے یہاں ان کی بہت قدر ومنزلت تھی۔ نظام الملک نے ان کی تدریس کے لئے جس مدرسہ کو تعمیر کروایا تھا خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے شیرازی کی وفات پر ان کے غم میں اسے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیرازی نے بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

(۱) **اللمع**: یہ کتاب جن بنیادی ابواب پر مشتمل ہے وہ خبر، اجماع، قیاس، استحسان، استصحاب، ادلہ، تقلید، افتاء، اجتہاد ہیں۔ کتاب کا پہلا جزء قرآن اور دوسرا اصولی قضایا مثلاً امر، نہی، عموم، خصوص، ظاہر، تاویل، ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھا۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، قاہرہ سے ۱۳۲۶ھ، ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں چھپی اور بیروت سے ۱۴۰۵ھ میں عبدالرحمن المرعشلی کی تحقیق اور صدیق غماری کی تخریج احادیث کے ساتھ چھپی۔ اسی طرح مکتبہ الکلیات الازہریہ اور دار الندوۃ الاسلامیہ، بیروت سے سید محمد بدر الدین النعسانی الحلبی کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء شائع ہوئی[4]۔

(۲) **شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول**: شیرازی کی یہ شرح عبدالمجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ دار الغرب اسلامی، بیروت سے دو جلدوں میں ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے اس کے علاوہ علی بن عبدالعزیز بن علی العمیرینی کی تحقیق کے ساتھ تین مجلدات میں بھی چھپ چکی ہے اس کا تعارف ومنہج تحقیقی جائزہ میں پیش کیا جائے گا[5]۔

---

[1] الفتح المبین، المراغی ۲/۱۰۰۔ [2] حوالہ سابق ۳/۴۳۔

[3] جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ (۱۰۰۳/۱۰۸۳ء) شیراز میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۱۵۶۲، ۱۵۳۹/۲، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۸، کشف القناع المرنی، بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۹۴، الفتح المبین، المراغی ۱/۲۵۵۔۲۵۷۔

[5] کشف القناع المرنی، بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۳۹۳، جدہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، طبقات الشافعیہ، عبدالرحیم الاسنوی شافعی (جمال الدین) شافعی متوفی ۷۷۲ھ/۷۔۸ (۷۶۲) بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

کتاب اللمع کے شیرازی کے علاوہ شارحین :

(تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ) مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر بن محمد بن یوسف البغدادی شافعی متوفی ۵۶۳ھ معروف بہ ابن الخشاب انہوں نے نامکمل شرح لکھی۔[1]

۲۔ کمال الدین مسعود بن علی العنسی متوفی ۶۰۴ھ۔[2]

۳۔ عبداللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی متوفی ۶۱۳ھ تقریباً انہوں نے غایۃ الطلب والمامول فی شرح اللمع فی الاصول کے نام سے شرح لکھی۔[3]

۴۔ عبداللہ العکبری حنبلی متوفی ۶۱۶ھ نے المتبع فی شرح اللمع تالیف کی۔[4]

۵۔ موسیٰ بن احمد بن یوسف الیمنی شافعی متوفی ۶۲۰ھ۔[5]

۶۔ ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ الھذبانی الکردی متوفی ۶۲۲ھ نے دو جلدوں میں شرح لکھی۔[6]

۷۔ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العنسی الحدفی متوفی ۶۳۰ھ نے "شرح مشکل اللمع" تالیف کی۔[7]

۸۔ سلیمان بن شعیب بن خضر البحیری القاہری متوفی ۹۱۴ھ۔[8]

۹۔ شیخ یحیٰی بن امان المکی نے "نزھۃ المشتاق" کے نام سے شرح لکھی جو ۱۳۰۷ھ میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۳) التبصرۃ فی اصول الفقہ : یہ کتاب دار الفکر، دمشق سے ۱۹۸۳ء میں محمد حسن ہیتو کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کا طویل مقدمہ بعنوان "الامام الشیرازی حیاتہ وآراؤہ الاصولیہ" علیحدہ کتاب کی صورت میں دمشق سے ۱۹۸۰ء میں چھپ چکا ہے۔[9]

حاجی خلیفہ نے کہا کہ ابو الفتح عثمان بن جنی نے اس کی شرح لکھی تھی[10] مگر عبدالمجید ترکی نے شرح اللمع میں اس کی نسبت کی صحت میں شک کیا ہے اور کہا کہ ابن جنی کا انتقال امام شیرازی کی ولادت سے پہلے ۳۹۲ھ/۱۰۰۱ء میں ہوا ساتھ یہ بھی لکھا کہ السبکی کو بھی یہی مغالطہ شرح کی نسبت کے بارے میں ہوا تھا کہ صاحب معجم الاصولیین نے لکھا۔ سبکی کے حوالے سے یہ بات ان کو طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں نہیں ملی۔[11]

---

[1] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۱۵۶۲، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ۵/۴۵۵۔

[2] ایضاح المکنون ۴/۱۴۳، اسماعیل پاشا بغدادی ۴/۴۱۰۔

[3] ایضاح المکنون ۴/۱۴۳، ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۸۔ [4] ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۹۔

[5] ایضاح المکنون ۲/۴۱۰، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۹۔

[6] کشف الظنون ۲/۵۱۶۲، ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۳، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۴۲/۱(۱۸)۔

[7] ایضاح المکنون ۴/۴۱۰۔ [8] الفتح المبین، المراغی ۳/۶۷، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۹۲/۲(۳۶۱)۔

[9] کشف القناع المرنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۴۱۴۔ [10] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۴۲۳، ۲/۱۵۶۲۔

[11] تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع للشیرازی، عبدالمجید ترکی ص ۵۳، دار الغرب الاسلامی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء۔

(۴) کتاب القیاس : محقق الملخص فی الجدل ۔ محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس کتاب کا ذکر کیا کہ شیرازی نے خود تین مرتبہ اس کتاب کا ذکر شرح اللمع کے باب " الکلام علی معنی الخطاب و ھو القیاس " باب فساد الوضع وفساد ولا اعتبار " اور باب القلب میں کیا۔ محقق نیازی نے یہ بھی کہا کہ کتب فہارس ، طبقات و تراجم وغیرہ میں اس کتاب کے ذکر میں ان کو کوئی اغزش نہیں ہوئی ہے۔[1]

(۵) الحدود و الحقائق فی الاصول[2]

(۶) المختصر فی اصول مذھب الشافعي

ابتدا : الحمد لله حق حمده و صلاة علی محمد خير خلقه و علی اله و صحبه[3]

(۷) الملخص فی الجدل

الملخص فی الجدل کا تحقیقی تجزیہ :

" النظر " کا لفظ تین انواع پر مشتمل ہوتا ہے اصول فقہ میں اس کا نام جدل ہے فروع فقہ میں خلافیات اور مناظرہ کی شروط و قواعد میں اس کا استعمال " اداب البحث " کہلاتا ہے ۔ اس تفریق کے باوجود خلافیات جس کا تعلق فروع فقہ سے ہوتا ہے اس میں اصول فقہ کے " الجدل " پر گفتگو کر لی جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے ۔ الجدل میں خلافیات کو زیر بحث لایا جاتا ہے ۔ امام شیرازی اپنی اس کتاب " الجدل " میں خلاف کے مسائل کو ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اپنے مذہب یا ذاتی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مخالفین کی آراء کا بھرپور انداز سے بطلان کرتے ہیں ۔ اسی طرح وہ قرآن کریم اور اس کی تاویل کے قضایا مثلاً عموم ، خصوص ، امر ، نہی ، ناسخ ومنسوخ ، حدیث اور اس کے طرق کی نقل ، اس کی صحت کے اثبات ، اجماع اور اس کے اثبات ونفی میں کلام کرتے ہیں ، مثلاً ان کے حجیت شرعیہ ہونے اور اس کا نظریہ اور اس میں اکابر ومجتہدین کی آراء ونظریات اور جن کے ذریعے اجماع منعقد ہوتا ہے وغیرہ ۔ آخر میں قیاس کے ارکان اصل ، فرع ، حکم اور علت پر بحث کرتے ہیں ۔ اصول اربعہ اساسیہ کے ساتھ دیگر اصول مہمہ مثلاً استحسان الاستصحاب اور الاستصلاح کو بھی زیر بحث لاتے ہیں ۔

محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس پر تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۷ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ۔[4]

(۸) المعونة فی الجدل : یہ کتاب الملخص فی الجدل کی تلخیص ہے جو عبدالمجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے ۔[5]

---

[1] حوالہ سابق ، ص محقق " الملخص " اخوند جان نیازی کے حوالے سے مذکور ہے تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع عبدالمجید ترکی ص ۴۳ ۔

[2] معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/۴۱ ۔ [3] حوالہ سابق ۔

[4] حوالہ سابق ، کشف القناع المرنی عبدالدین عینی ص ۴۳ ، ۴۹ ، تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع ، عبدالمجید ترکی ص ۶۱ ، ۱۴۲ ، حوالہ سابق ۔

[5] تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع ، عبدالمجید ترکی ص ۵۷ ۔ ۵۹ ، تلخیص اور اس میں فہرس مخطوطات المکتبہ الوطنیہ پیرس ص ۱۷۰ ، ۸۹ ، ۷ کے حوالے سے مذکور ہے ۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۲/۱۴۰۲ ۔

جب اشاعرہ وغیرہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور منبروں سے مذمت کروائی تو آپ ترک وطن کر کے بغداد چلے گئے۔ وہاں سے ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء میں حجاز مقدس پہنچے، مکہ معظمہ اور مدینہ المنورۃ میں چار سال تک درس دیتے رہے اسی وجہ سے ان کا اعزازی لقب امام الحرمین پڑ گیا بعد میں نظام ملک کے دور میں دوبارہ نیشاپور آئے اور مرتے دم تک وہاں مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے جس کا نام بغداد کے مشہور مدرسہ کے نام پر مدرسہ نظامیہ رکھا۔[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرهان ۲۔ الورقات ۳۔ تلخيص الغريب والارشاد في اصول الفقه
۴۔ التحفة في الاصول[2] ۵۔ الشامل في الاصول[3]

کتاب " البرهان " کا تحقیقی جائزہ :

امام الحرمین اپنی اس کتاب کا آغاز "مقدمات الكتاب" سے کرتے ہیں جس میں مبادیات علم اصول فقہ بیان کرتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے اس منہج کی پیروی کو لازمی قرار دیتے ہیں جو فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ کہتے ہیں :

حق على كل من يحاول الخوض في فن من فنون العلوم :

(ا) ان يحيط بالمقصود منه. (ب) وبالمواد التي يستمد منها ذلك الفن.

(ج) "وحقيقته وحده ان امكنت عبارة سديدة على صناعة الحد، وان عسر فعليه ان يحاول الدرك بمسالك التقاسيم".[4]

(فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی حاصل کرنے کے لئے ان (مندرجہ ذیل) باتوں کا جاننا ضروری ہے کہ اس فن کے مقصود منہ کا احاطہ، اور اس میں جن مواد سے استمداد کیا گیا ہے (ان کا بھی احاطہ) اور اس کی حقیقت، تعریف اگر آسان وسہل عبارت میں ممکن ہو تو بیان کرے اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو تقسیم کے مسالک پر ادراک کی بھرپور کوشش کرے)۔

اس طریقہ کو اپنانے کو وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

" كي يكون الاقدام على تعلمه مع حظ من العلم الجملي بالعلم الذي يحاول الخوض فيه ".[5]

(تاکہ اس علم کی بابت (ابتداء میں ہی) اجمالاً جان جائے جس کے بارے میں گہرائی اور غور وخوض کا ارادہ کیا گیا ہے۔)

آپ اسی منہج کی اپنی اس کتاب میں پیروی کرتے ہوئے اصول فقہ کی تعریف اس کے مصادر اور مقصود منہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر دیگر مقدمات لاتے ہیں احکام شرعیہ کی تعریف پیش کرتے ہیں۔ معتزلہ کے اس شبہ پر مناقشہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے "تقبیح" و "تحسین" اور اس کا ادراک عقلی یا شرعی ان سب کو اصول فقہ کی بحث میں شامل

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۷/۵۴۱، لاہور دانش گاہ پنجاب، ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء۔
[2] هدية العارفين، اسماعيل پاشا بغدادی، ۵/۶۲۵۔ [3] حوالہ سابق۔
[4] البرهان في اصول الفقه، امام الحرمين الجويني متوفی ۴۷۸ھ، ۱/۸۳، مکتبہ امام الحرمین ۱۳۹۹ھ۔ [5] حوالہ سابق۔

مثلاً پھر منعم کا شکر اور وجوب شکر پر معتزلہ سے مناقشہ کر کے ان کے مذہب کا فساد ذکر کیا کیوں کہ انہوں نے اس کا وجوب عقلی مانا ہے۔ اس کے بعد تکلیف اور اس کا معنی اور مکلّف کون ہے اور "مالا یجوز التکلیف به" کو ذکر کیا اور علوم اور اس کے مدارک[1] (درجات) اور عقول کے مدارک (درجات)[2] کو بیان کیا۔ اس طرح امام الحرمین نے ایک نیا اسلوب عطا کیا کہ ابتداء ہی میں عقل کے بارے میں مقبول قول پیش کر دیا کیونکہ عقل ہی علوم کے حقائق تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد علم کی سابقین سے منقول تعریفات پیش کر کے اس کا فساد بیان کیا اور پھر کہا کہ علم کی کوئی حتمی تعریف ممکن ہی نہیں۔ پھر جہل، ظن، شک، اور تقلید کا فرق بیان کیا، علم اور عالم کے حال کو بیان کیا۔ معترض مشکک اور اس کا موقف بیان کیا علم کے معنی کی وضاحت کی پھر علوم کے مدارک اور وسائل پر کلام کیا اس کو ایک فصل کے تحت لا کر علوم میں سابقین کی آراء کو پیش کیا اور ان کے مطالعہ غور و غوض سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ:

"أن الحق بعيد نازح عن هذه المسالك"۔[3]

(بے شک (اس بارے میں) حق ان مسالک سے بہت دور ہے)۔

پھر ایک فصل کے تحت صرف یہ بیان لائے کہ عقل ہی جن کا ادراک کر سکتی ہے اور سمع ہی جن کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ جن کا ادراک دونوں (عقل و سمع) کر سکتے ہیں ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کی انواع بیان کیں۔

آخر میں یہ مقدمات اس فصل پر ختم ہوتے ہیں:

"يشتمل على مقدار من مدارك العقول تمس الحاجة اليه في مسائل الاصول"۔[4]

اس فصل میں واضح کیا کہ ہر شئی میں عقل کا تفوق درست نہیں بلکہ بعض اشیاء کا درک اور تنفذ عقل پر موقوف ہوتا ہے اور بعض کا نہیں، وہ فرماتے ہیں:

"أن العقول لا تجول في كل شئ بل تقف في اشياء وتنفذ في اشياء"۔

البرھان کے بنیادی موضوعات کا مختصر تعارف

امام الحرمین ان مقدمات سے فراغت پانے کے بعد کتاب کے اصل موضوعات یعنی اصول الفقہ اور اس کے ادلہ کی طرف آتے ہیں اختصار کے ساتھ ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

اول۔ البیان : کتاب کی اس قسم میں بیان کے مسائل کو ابواب اور فصول میں پیش کیا بیان سے مراد الکتاب والسنۃ ہے اس کے بعد بیان کو عقلی اور سمعی کی طرف تقسیم کر دیا۔ "کتاب البیان" میں اوامر و نواہی کے مسائل، مطلق و مقید، عام و خاص کو بیان کیا "افعال الرسول" اور ان کے شرعی حجت ہونے پر کلام کیا۔ تاویل کے طریقے بیان کئے پھر اخبار پر ایک مکمل باب باندھا جس میں خبر متواتر کی شروط اور عمل کے وجوب میں خبر واحد کے مفید ہونے اور روایت و رواۃ اور ان کی صفات، جرح و تعدیل وغیرہ پر کلام کیا۔

---

[1] حوالہ سابق فقرہ : ۳۶ و ما بعدھا۔ [2] حوالہ سابق فقرہ : ۵۵ و ما بعدھا۔

[3] حوالہ سابق فقرہ : ۵۳۔ [4] حوالہ سابق فقرہ : ۵۴ و ما بعدھا۔

ثانیاً۔ الاجماع : اس میں اجماع کے وقوع کے بارے میں نظریات پر بحث کرتے ہوئے اس کے ممکن الوقوع ہونے کا ذکر کیا مگر کہا :

" ولکنه فی زمننا لیس بیھن ".[1]

(اور لیکن وہ (اجماع) ہمارے زمانے میں آسان نہیں ہے)

وہ اجماع کی بحث کو مندرجہ ذیل چار فنون میں سمیٹتے ہیں :

(ا) اجماع کرنے والی کی تعداد و صفات :

اجماع میں عوام کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن ارباب حل وعقد کا اعتبار ہے اور اصحاب الاصول کے اجماع کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا موقف ہے کہ " أن لا اعتبار بھم "[2] (ان (اصحاب الاصول) کا اجماع معتبر نہیں)۔ امام الحرمین نے یہاں قاضی کی مخالفت کی ہے وہ اصحاب الاصول کے اجماع کو معتبر مانتے ہیں[3] مجمعین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ :

" انه یجوز ان ینحط عددھم عن عدد التواتر، بل یجوز شغور الزمان عن العلماء، فاما ان یکون اجماع المنحطین عن مبلغ التواتر حجة ، فھذا لا یرضاہ، فان ماخذ الاجماع یستند الی طرد عادة ".[4]

(اگر اجماع کرنے والوں کی تعداد تواتر سے کچھ کم ہے تو بھی اجماع جائز ہے بلکہ مختلف زمانے کے علماء کا بھی اجماع جائز ہے اور اس میں زیادہ کمی ہو تو وہ عادت کے خلاف ہونے کی بناء پر درست نہیں ہوگا۔)

اجماع کرنے والوں کے اوصاف کے بارے میں ان کا قول ہے :

"أن کل مالا یعتبر فی احاد المفتین ،فھو غیر معتبر فی المجمعین".

(ہر وہ شخص جو مفتی کی شروط پر پورا نہیں اترتا تو اجماع میں اس کی شمولیت معتبر نہیں ہوگی۔)

(ب) اجماع کے لئے کون سا زمانہ معتبر ہے؟

امام الحرمین نے قاضی اور ابو اسحاق کی آراء کو دلائل کے ساتھ بالتفصیل پیش کیں اور ان پر بحث کی اور کہا :

" فالذی اخترناہ استمرار طرق الحق فی المسالک کلھا ".[5]

(ہم نے تمام مسالک میں حق کے راستے کے تمرہ کو اختیار کیا ہے۔)

اس کے بعد امام الحرمین نے اس بارے میں اپنی رائے پیش کی۔

(ج) کیفیت اجماع قولی/سکوتی :

اس بارے میں شافعی اور امام ابو حنیفہ کے اقوال پیش کئے پھر امام شافعی کے قول کو قولِ مختار تسلیم کیا کہ اجماع سکوتی کا کوئی اعتبار نہیں اور کہا :

---

[1] حوالہ سابق فقرہ : ۷۰۰۔ [2] حوالہ سابق فقرہ : ۷۰۹۔ [3] حوالہ سابق (مفہوم)۔

[4] حوالہ سابق فقرہ : ۶۱۹۔ [5] حوالہ سابق فقرہ : ۶۴۰۔

" فانه لا ینسب لساکت قول "[1]

(بلاشبہ کسی خاموش شخص سے قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔)

(د) کس چیز پر اجماع کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور کس چیز پر اس کا انعقاد نہیں ہوسکتا:

اس بحث کے ساتھ ہی جزء اول مکمل ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ القیاس: دوسرے جزء کا آغاز قیاس سے ہوتا ہے اس کو تفصیلاً تقریباً دو سو صفحات میں بیان کیا جس میں مسائل قیاس، اس کی انواع اور اس کے مراتب وغیرہ ذکر کیے۔

رابعاً۔ استدلال: استحسان اور مصالح مرسلہ پر عمل کرنے سے متعلق مختلف آراء پیش کیں اس بارے میں تین مذاہب کا ذکر کیا۔

۱۔ اس کی نفی کرنے والے یعنی قاضی اور اصحاب متکلمین کا گروہ۔

۲۔ اس کے قائلین، یعنی امام مالک۔

۳۔ اجتہاد بالاستدلال کو شرط کے ساتھ جائز کہنے والے یعنی امام شافعی۔

امام الحرمین نے ان تینوں آراء میں سے امام شافعی کی رائے کو پسندیدہ مانا ہے۔

خامساً۔ النسخ: اس کے تحت "نسخ" کے معنی بیان کیے اس کے عقلاً اور شرعاً وقوع کے جواز کو ثابت کیا "نسخ الکتاب بالسنة" اور "نسخ السنة بالکتاب" دونوں کو درست تسلیم کیا، یہاں امام الحرمین امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "نسخ الکتاب بالسنة" ممنوع نہیں ہے۔

عبدالعظیم محمود الدیب نے "البرھان" پر تحقیق کی ان کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب جو دو مجلدات پر مشتمل ہے جو نسخ کے بیان پر مکمل ہوتی ہے مگر وہ نامکمل ہے۔

اس کتاب کے نامکمل ہونے پر عبدالعظیم کے دلائل:

۱۔ امام الحرمین نے البرھان کے خاتمہ میں "الاجتھاد" اور "الفتوی" کو اس کتاب میں شامل بتایا مگر وہ مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں:

"تم الکتاب، وقد تنجز بحمد الله وحسن توفیقه الغرض من هذا المجموع فی الاصول ونحن نرسم بعد ذلک، مستعین بالله تعالیٰ، کتابا جامعا فی الاجتھاد و الفتوی، یقع مصنفا برأسه وتتمة لهذا المجموع".

اس کتاب کے نامکمل رہنے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام الحرمین نے کتاب التاویلات کے آخر میں جو بیان فرمایا اس سے تو مریحاً پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے بعد باب الفتوی اور صفات المفتیین، الاستفتاء اور اوصاف المجتہدین کا ذکر کیا گیا ہوگا[2]

[1] حوالہ سابق فقرہ: ۶۲۳،۶۲۲۔ [2] حوالہ سابق فقرہ: ۱۴۲۷۔

۲۔ المنخول جو امام الحرمین کی کتاب البرھان کا خلاصہ ہے اس میں احکام الاجتہاد والفتوی بھی موجود ہے خود امام غزالی اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں:

"ھذا تمام المنخول من تعلیق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقیق کل مسالة بما ھیة العقول، مع الاقلاع عن التطویل، التزام ما فیه شفاء الغلیل، والاقتصار علی ماذکرہ امام الحرمین رحمه الله فی تعالیقه، من غیر تبدیل وتزیید فی المعنی وتعلیل، سوی تکلف فی تھذیب کل کتاب بتقسیم فصول، وتبویب ابواب.... الخ"۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ المنخول کے مسائل اور ان کی ترتیب اور مشتملات کتاب برھان کی صورت پر مرتب کئے گئے تھے اور المنخول میں "احکام الاجتھاد والفتوی" کا ہونا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات برھان کے موضوعات میں شامل رہے ہوں گے اور اس کا جزء ہوں گے۔

کتاب ''البرھان'' کی اہمیت ومنزلت

بلاشبہ تاریخ علم الاصول میں بالخصوص اور تاریخ فکر الاسلامی اس کتاب کو اہم کتب میں شمار کیا گیا ہے اس میں ان اصولیین کی آراء بھی محفوظ ہو گئیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں۔ مثلاً امام الحرمین تقریباً ہر مسئلہ میں امام باقلانی کی رائے پیش کرتے ہیں ان کی یہ آراء ان کی کتب "الارشاد و التقریب، اصول الکبیر، اصول الصغیر، المقنع فی اصول الفقه اور بہت سے مسائل اصولیہ سے ماخوذ ہوتی ہیں جو ان کتابوں میں محفوظ تھیں مگر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ اس طرح البرھان میں ابن فورک کی آراء ان کی کتاب "مجموعات" سے پیش کردہ ہیں اور اشعری کی "اجوبة المسائل البصریة" سے اور قاضی عبدالجبار کی "العمد" اور "شرح العمد" سے اور ابن الجبائی کی کتاب "الابواب" سے پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے "العمد" کے علاوہ تمام کتب ناپید ہیں۔ اسی طرح اہل السنت کی اصول فقہ پر کوئی اور کتاب سوائے "اصل الاصول"، "رسالة الشافعی" جو طریقہ متکلمین پر تصنیف کی گئی ہو ہم تک نہیں پہنچی، یہ کتاب نئے طریقے اور نئے اسلوب پر تالیف کی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے شافعی عالم السبکی جو البرھان سے قبل لکھی گئی کتب پر آگاہ تھے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور کہا کہ:

"ان ھذا الکتاب وضعه امام الحرمین فی اصول الفقه علی اسلوب غریب، لم یقتد فیه باحد"[1]

(بلاشبہ یہ کتاب جسے امام الحرمین نے اصول فقہ میں انوکھے اسلوب پہ تالیف کیا ان سے قبل کسی نے بھی اس اسلوب کو نہیں اپنایا)

اصول فقہ میں ارکان اربعہ کتب میں "البرھان" کی اہمیت:

کتاب "البرھان" اصول فقہ کی ان چار رکن کتابوں میں سے ایک ہے جن پر کتب اصول فقہ کی عمارت قائم ہے اس علم کی معظم المؤلفات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کتب اصول فقہ میں "البرھان" کی حیثیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں:

---

[1] طبقات الشافعیة الکبری، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو۔ محمود محمد الطناحی ۱۹۲/۵: قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ فیصل عیسی البابی الحلبی سن ندارد۔

"وكان من أحسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان للامام الحرمين المستصفى للغزالي وهما من الاشعرية وكتاب العهد لعبد الجبار وشرحه المعتمد لابي الحسين البصري وهما من المعتزلة وكانت الاربعة قواعد هذا الفن واركانه ثم لخص هذه الكتب الاربعة فحلان من المتكلمين المتاخرين وهما الامام فخر الدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الامدي في الكتاب الاحكام، واختلف طوائفهما في الفن بين التحقيق والاحتجاج، فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الادلة والاحتجاج والامدي مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل".[1]

(متکلمین کی اصول فقہ پر عمدہ کتب میں سے یہ ہیں امام الحرمین کی "البرہان" اور الغزالی کی "المستصفی" ہیں یہ دونوں اشعری ہیں اور عبدالجبار کی کتاب "العہد" اور ان کی "شرح المعتمد" ہیں جو ابوالحسین البصری نے کی، دونوں معتزلی ہیں چاروں کتب اس فن کی بنیاد اور ارکان کہلائیں۔ پھر متاخرین میں سے دو عظیم متکلمین نے ان چاروں کی تلخیص کی وہ امام فخر الدین بن الخطیب (الرازی) ہیں جنہوں نے "المحصول" تالیف کی دوسرے سیف الدین الامدی ہیں جنہوں نے کتاب "الاحکام" تالیف کی دونوں نے اس فن میں تحقیق اور دلائل کے مختلف طریقوں کو اپنایا ابن الخطیب کثرت سے دلائل اور احتجاج لانے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں جب کہ امدی مذاہب کی تحقیق اور مسائل کی تفریع کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔)

آگے چل کر ابن خلدون ان کتب کے اثرات اور مستقبل میں لکھی جانے والی مؤلفات اصولیہ کا ان پر اعتماد سے متعلق لکھتے ہیں :

"واما كتب المحصول ما اختصره تلميذ الامام سراج الدين الارموي في كتاب التحصيل وتاج الدين الارموي في كتاب الحاصل واقتطف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنقيحات وكذلك فعل البيضاوي في كتاب المنهاج وعني المبتدئون بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس، وأما كتاب الاحكام للامدي وهو اكثر تحقيقا في المسائل فلخصه ابو عمرو بن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعني اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته وشرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات".[2]

(پھر اس کتاب "المحصول" کا خلاصہ امام فخر الدین کے شاگرد سراج الدین الارموی نے کتاب "التحصیل" میں اور تاج الدین الارموی نے کتاب "الحاصل" میں کیا بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام "تنقیحات" رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے "المنہاج" میں یہی طرز اختیار کیا ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور لوگوں نے ان پر شرحیں لکھی امدی کی کتاب "الاحکام" جو مسائل کی تحقیق پر مشتمل تھی، اس کا خلاصہ ابوعمرو بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الکبیر" میں کیا پھر اس کا بھی خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت ہی پسند کیا اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اس پر اچھی اچھی شرحیں لکھی گئیں۔)

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۳۵۴۔ بغداد، مکتبہ المثنیٰ، سن ند

[2] حوالہ سابق، ص ۳۵۴، ۳۵۵۔

کتاب البرہان کی شروح :

۱۔ **ایضاح المحصول من برہان الاصول :** ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری (متوفی ۵۳۶ھ) نے یہ شرح لکھی۔[۱]

۲۔ **التحقیق والبیان فی شرح البرہان :** ابوالحسن علی بن اسماعیل بن علی (حسین) بن عطیہ الابیاری الصنہاجی الشکانی (متوفی ۶۱۶ھ) نے اس نام سے شرح لکھی۔[۲]

نوٹ : اس شرح میں "البرہان" کے صرف ان مقامات اور عبارات کی شرح کی گئی ہے جہاں شارح نے شرح و تعلیق کی ضرورت محسوس کی۔

۳۔ **کفایۃ طالب البیان شرح البرہان :** یہ شریف ابویحیی زکریا بن یحیی الحسینی المغربی (متوفی ند) کی تالیف ہے اس میں مازری اور ابیاری کے کلام کو جمع کیا اور اس میں اضافہ کیا۔[۳]

الغرض پانچویں صدی ہجری کے آخر میں امام الحرمین جوینی نے ارسطو کے اسلوب پر اصول فقہ میں کتاب "البرہان" تالیف کی امام غزالی، شیخ جوینی کے شاگرد ہیں انہوں نے بھی اصول فقہ کی تالیف میں اپنے استاد کا منہاج اختیار کیا۔ ان کی منہاجیات کی بہترین صراحت کتاب "البرہان فی اصول الفقہ" میں ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اشعری اصول کی بنیاد پر ایک اسلوب قضا قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔[۴]

"الورقات" کا تحقیقی تجزیہ

امام سبکی نے امام الحرمین سے متعلق ایک طویل مدحیہ مقالہ لکھا اور علی الاعلان کہا کہ ان کی ادبی تصنیفات کی کثرت کی توجیہ سوائے معجزہ کہنے کے اور کسی طرح ممکن نہیں، ان کی کتب اصول فقہ اور علم کلام کے درمیان بٹی ہوئی ہیں، ان کی کتاب الورقات فی اصول الفقہ کی شرحیں تیرھویں صدی ہجری تک برابر لکھی جاتی رہیں۔ سبکی نے اس کتاب کے مشکل ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کو لغز الامۃ (اُمت کی چیستان) کا نام دیا ہے۔ امام سبکی نے ان تحفظات کی طرف بھی توجہ دلائی جو الجوینی نے امام اشعری اور امام مالک کے بارے میں درج کئے ہیں یہ تحفظات ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کی شرعی تصنیف کو بالخصوص مالکیوں کے ہاں زیادہ قبولیت نہیں مل سکی۔[۵]

الوارقات پر شروح وحواشی لکھنے والے علماء : (تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ)

(۱) تاج الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن سباع الفرکاح شافعی متوفی ۶۹۰ھ۔[۶]

(۲) جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی متوفی ۸۶۴ھ۔[۷]

---

[۱] ایضاح المکنون ۳۰/۱۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔ ص ۳۷۴، ۳۷۵، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ، الفتح المبین، المراغی ۲/۲۶۔ [۲] الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المراغی ۲/۵۱۔

[۳] البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، ص ۵۸ مصر دارالوفا طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔

[۴] دائرہ معارف اسلامیہ ۷/۵۴۱، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔ [۵] حوالہ سابق، الفاظ کے حذف واضافے کے ساتھ۔

[۶] ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۵، الفتح المبین، المراغی ۲/۹۲۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲/۱۷۳(۳۰۹)۔

[۷] ہدیۃ العارفین ۲/۲۰۲، الفتح المبین، المراغی ۳/۳۰۔

جلال الدین محلی کی شرح پر حواشی :

۱۔ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبدالحق السعباطی مصر شافعی متوفی ۹۹۰ھ۔[1]

۲۔ احمد بن احمد بن سلام القلیوبی المصری متوفی ۱۰۶۹ھ۔[2]

۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی متوفی ۱۱۱۷ھ۔[3]

۴۔ احمد بن عبداللطیف الخطیب الجاوی الشافعی نے حاشیہ النفحات علی شرح الورقات کے نام سے حاشیہ لکھا۔ شرح محلی اور حاشیہ النفحات دونوں ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔

(۳) سراج الدین عمر بن احمد بن محمد المصری البلبیسی شافعی متوفی ۸۷۸ھ نے التحقیقات فی شرح الورقات کے نام سے شرح لکھی۔[4]

(۴) کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمن شافعی متوفی ۸۷۴ھ معروف بہ امام الکاملیہ۔[5]

(۵) زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ۔[6]

(۶) ابن قاوان حسین بن احمد بن محمد بن احمد گیلانی مکی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔[7]

(۷) ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب متوفی ۹۵۴ھ نے "قرۃ العین" کے نام سے شرح لکھی۔[8]

(۸) احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی متوفی ۹۵۷ھ نے "غایہ المامول فی شرح ورقات الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔ ۹۲۰ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔[9]

(۹) شرف الدین یونس بن عبدالوھاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی العیثاوی شافعی متوفی ۹۷۸ھ۔[10]

(۱۰) شہاب الدین بن قاسم العبادی قاہری شافعی متوفی ۹۹۴ھ نے " حاشیہ علی شرح الورقات " لکھا۔

نوٹ : شرح ورقات پر العبادی کی دو شرحیں یا دو حاشیے ہیں "الکبیر" اور "الصغیر" مطبعہ الحلبی سے "ارشاد الفحول" کے حاشیہ پر اور اسی طرح امام قرآنی کی شرح التنقیح کے حاشیہ پر مکتبہ المنیریہ، قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں چھپ چکی ہے۔[11]

(۱۱) ابوالخیر بن محمد ابوالسعادت بن الحب محمد بن الرضی محمد الحسین الطبری مکی (دسویں صدی ہجری کے عالم) نے شرح الورقات لکھی۔[12]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔

[2] معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/۸۲۔۸۳ (۵۳)۔

[3] الفتح المبین ۳/۱۴۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۹، ۲۰۰ (۱۳۸)

[4] ایضاح المکنون ۳/۷۰۳، ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔

[5] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۳۵۸، ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، الفتح المبین ۳/۴۳۔

[6] ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۰۔

[7] معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۲/۶۴ (۲۹۷)

[8] ھدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۲۳۳، الفتح المبین، المراغی ۳/۷۵۔ ایضاح المکنون ۳/۷۰۳۔

[9] معجم الاصولیین ۲/۶۸، ۶۹ (۴۳)۔

[10] ھدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔

[11] ھدیۃ العارفین ۵/۱۴۰۔ الفتح المبین، المراغی ۳/۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۷۷۔۱۷۸ (۱۳۶)۔

[12] معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

(۱۲) نسیمی زادہ شیخ ابراہیم بن سعید الکہاری رومی متوفی ۱۰۱۴ھ نے۔

۱۔ تحارير و تقارير المتحققات فی شرح الورقات اور

۲۔ جامع المتفرقات من فوائد الورقات تالیف کیں۔[1]

(۱۳) ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحصکفی شافعی متوفی ۱۰۳۲ھ معروف بہ ابن الملا نے الورقات پر تین شرحیں لکھیں:

۱۔ كفاية الرقاة الى معرفة غرف الورقات (مختصر شرح)

۲۔ التحارير الملحقات و التقارير المتحققات (متوسط شرح)

۳ جامع المتفرقات من فوائد الورقات (مطول شرح)[2]

(۱۴) ابوعبداللہ محمد المرابط بن محمد بن ابوبکر الدلائی مالکی متوفی ۱۰۸۹ھ نے " المعارج المرتقيات الى (فی) الورقات " کے نام سے شرح لکھی۔[3]

(۱۵) حسین بن حسین بن قاسم بن محمد بن علی الحسنی الصنعانی متوفی ۱۱۱۴ھ۔[4]

(۱۶) ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔[5]

(۱۷) محمد بن عبادہ العدوی الصوفی مالکی متوفی ۱۱۹۳ھ نے تالیف کی۔[6]

الورقات کو نظم کرنے والے علماء:

(۱) شرف الدین شمس الدین یحیٰ نور الدین بدر الدین موسیٰ بن رمضان عمیرہ العمیر یطی متوفی ۸۹۰ھ تقریباً نے " تسهيل الطرقات في الورقات " کے نام سے نظم کیا۔[7]

(۲) شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن رجب الطوفی قاہری شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔[8]

(۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۲۳ھ۔[9]

(۴) ابن الاھدل ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی الیمنی التہامی حنفی متوفی ۱۰۳۵ھ۔[10]

(۵) عبدالجواد بن شعیب بن احمد بن عبادہ بن شعیب القناتی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)۔[11]

(۶) ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔[12]

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۰۔ ۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۳، ۲۵ (۵)۔
۳۔ معجم الاصولیین ۲/۳۰ (۲۷۰)۔ ۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۶، معجم الاصولیین ۲/۳۰ (۲۷۰)۔
۵۔ الفتح المبین ۳/۱۲۰۔ ۶۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳۔ ۷۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۲۹۔
۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۵۔ ۹۔ معجم الاصولیین ۱/۵۴۔۵۵ (۴۸)۔
۱۰۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۳۹۔ ۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۱۔ ۱۲۔ ھدیۃ العارفین ۶/۳۱۰۔

(۷) بدرالدین عثمان بن سند النجدی البصری متوفی ۱۲۴۲ھ نے نظم الورقات للامام الحرمین اور شرح نظم الورقات تالیف کی۔[۱]

(۸) ابوالعباس احمد بن بابا الشنقیطی مالکی متوفی ۱۳۱۰ھ بعدہ نے "ارجوزۃ نظم فیھا ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔[۲]

شرف الدین العمیریطی (متوفی ۸۹۰ھ) کے نظم کی شرح :

شرف الدین نے تسہیل الطرقات فی نظم الورقات کے نام سے اس کو منظوم کیا تو بعد میں مکۃ المکرمہ کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی نے اس نظم کی شرح لکھی اور یہ دونوں ایک ساتھ وزارۃ الاعلام کی اجازت سے دار القبلۃ الثقافۃ الاسلامیۃ، مکۃ المکرمۃ سے ۱۴۱۱ھ میں طبع ہوئی۔

کتاب "التلخیص" کا تحقیقی تجزیہ :

"التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتھاد" قاضی ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے خود "الارشاد المتوسط، الارشاد الصغیر" کے نام سے اس کا اختصار کیا یہ اصول کے موضوع پر ایک عظیم کتاب تھی۔ کتاب الارشاد کا وہ نسخہ جو ہمیں دستیاب ہوا وہ چار جلدوں میں ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی۔ امام الحرمین کی "التلخیص" قاضی باقلانی کی مذکورہ بالا کتاب کا اختصار ہے۔

عبدالرحمٰن المتولی الشافعی (۴۲۶ھ۔۴۷۸ھ)[۳]

فقیہ، اصولی، متکلم و فرضی تھے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو تین مقامات پر ذکر کیا "الغنیۃ فی الاصول" اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین الخ سے ہوتا ہے۔[۴]

ابوالحسن القیروانی المالکی (متوفی ۴۷۹ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الفصول فی معرفۃ الاصول" تالیف کی۔[۶]

احمد الخزاعی الشیعی (متوفی ۴۸۰ھ تقریباً)[۷]

انہوں نے کتاب "المفتاح فی الاصول" تالیف کی۔[۸]

---

[۱] الفتح المبین۔ ۳/۱۴۳۔
[۲] معجم الاصولیین ۱/۱۰۳ (۶۸)۔
[۳] ابوسعد (سعید) عبدالرحمٰن بن مامون بن علی بن ابراہیم النیشاپوری (۱۰۳۵ء/۱۰۸۶ء)، نیشاپور میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔
[۴] کشف الظنون ۲/۱۲۵۷، ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۰، ۵/۵۱۸۔
[۵] ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمٰن التمیمی المجاشعی القیروانی۔
[۶] ھدیۃ العارفین ۵/۶۹۳، ایضاح المکنون ۴/۱۹۳۔
[۷] احمد بن حسین بن احمد الخزاعی النیشاپوری الشیعی۔
[۸] ھدیۃ العارفین ۵/۸۰۔

شافعی بن صالح حنبلی (متوفی ۴۸۰ھ)

ابن رجب حنبلی نے اپنی کتاب "الذیل علی طبقات الحنابلة" میں ان کے متعلق لکھا :

"وکتب معظم تصانیفه فی الاصول والفروع"[1]

(فروع واصول میں ان کی قابلِ قدر تصانیف ہیں)

فخر الاسلام البزدوی الحنفی (۴۰۰ھ۔۴۸۲ھ)[2]

فروع واصول، فقہ وحدیث مناظرہ وکلام، وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلائق بنے۔ عبدالحی لکھنوی نے آپ کے متعلق لکھا :

"البزدوی الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدین فی الفروع والاصول"[3]

(بزدوی امام الکبیر مختلف علوم میں جامع فروع واصول میں دنیا کے امام ہیں۔)

سمرقند میں علم حاصل کیا مذہب حنفی کے حفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : عبدالحی لکھنوی نے لکھا :

"له تصانیف کثیرة معتبرة وکتاب کبیر فی اصول الفقه مشهور باصول البزدوی معتبر معتمد".[4]

(ان کی بہت سی معتبر تصانیف ہیں ۔۔۔ اور اصول فقہ میں ایک بڑی کتاب (اس فن میں) معتمد و معتبر ہے جو اصول البزدوی سے مشہور ہے۔)

(۱) کنز الوصول الی معرفة الاصول کا تحقیقی جائزہ :

آپ کی بہت سی کتب میں سے اصول فقہ پر یہ کتاب "اصول البزدوی" بعض دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کو سمجھنا گویا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ بزدوی کے متن کی کیفیت کو عبدالعلی نے شرح مسلم الثبوت کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا :

"وأوردت حل بعض عبارات الامام الاجل والشیخ الاکمل رئیس الائمة والعالمین فخر الاسلام والمسلمین لقبه أغر من الصبح الصادق واسمه یخبر عن علوه علی کل حاذق ذلک الامام الالمعی فخر الاسلام والمسلمین علی البزدوی برد الله مرقده وتلک

---

[1] (ب) شافع بن صالح بن حاتم بن ابی عبداللہ الجیلی، ابو محمد ۴۳۰ھ کے بعد بغداد آئے وہیں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، ابو الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد، البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۶ھ۔۷۹۵ھ) ۳/۴۹ (۴۴) بیروت دار المعرفہ سنہ ند۔

[2] فخر الاسلام، ابو الحسن ابو العسر علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد (۱۰۱۰ء/۱۰۷۹ء)۔

[3] الفوائد البہیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۲۴۔

[4] الفوائد البہیہ، ص ۱۲۴، ۱۲۵، کشف الظنون، ۵/۶۹۳، ایضاح المکنون ۳/ ۲۸۸، الفتح المبین ۱/ ۲۶۳۔

العبارات کانها صخور مرکوزة فیها الجواهر واوراق مستورة فیها الزواهر تحیرت أصحاب الازهان الثاقبه في اخذ معانیها وقنع الغائصون في بحارها بالاصداف عن لا لیها ولا استحیی من الحق وأقول قول الصدق ان جل کلامه عظیم لایقدر علی حله الامن نال فضله تعالیٰ الجسیم وأتي الله تعالیٰ وله قلب سلیم".[1]

(...... اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں۔ روشن ذہن وذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سیپیوں پر قناعت کر رہے ہیں اور میں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کیونکہ ان کی باتیں واقعی عظیم ہیں کوئی ان کے حل پر قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا سے قلبِ سلیم کی نعمت میسر ہو۔)

فخر الاسلام بزدوی نے جس طرح ایک مشکل عبارت کے اسلوب کو اپنایا تو ان کی عبارت کے فہم میں صعب وعسر کی بناء پر ان کا لقب ابوالعسر پڑ گیا۔ مگر دوسری طرف ان کے ایک حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا انہوں نے بھی اصول اور دیگر فنون میں کتب تالیف کیں مگر اپنے بھائی فخر الاسلام کے برعکس انہوں نے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارتوں میں بات کرنے کے اسلوب کو اختیار کیا اور یہ ان کا اسلوب اہل علم کو اتنا آسان لگا کہ ان کا لقب ابوالیسر رکھ دیا، ہوسکتا ہے کہ فخر الاسلام نے تعلیم اور اس اسلوب کو متعارف کرانے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور پھر ان ہی کے مشورہ سے ان کے بھائی نے نہایت سلیس، صاف اور واضح عبارات میں اصول فقہ کے مسائل کو پیش کیا تاکہ دونوں طریقوں پر اصول فقہ میں خدمات کا شرف ان کے خاندان کو حاصل ہو جائے۔

طاش کبری زادہ نے لکھا:

" وللامام فخر الاسلام البزدوی أخ مشهور بابي اليسر ليسر تصنيفاته كما ان فخر الاسلام مشهور بابي العسر لعسر تصنيفاته".[2]

(امام فخر الاسلام کے ایک بھائی ہیں جو اپنی تصنیفات کے اسلوب میں آسانی کی وجہ سے ابوالیسر کہلائے جس طرح کہ فخر الاسلام اپنی تصانیف میں مشکل کے باعث ابوالعسر سے مشہور ہوئے۔)

کتاب "اصول بزدوی" کے شارحین:

۱۔ علی بن محمد بن علی نجم العلماء حمید الدین الضریر الرامشی حنفی متوفی ۶۶۷ھ۔[3]

۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین السغناقی حنفی متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ۔[4]

۳۔ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی متوفی ۷۶۷ھ نے " الشافی " کے نام سے شرح لکھی مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔[5]

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت لمحب اللہ بن عبدالشکور، عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاری متوفی دوسری صدی ہجری کے اواخر ۱/۵، مصر مطبعہ بولاق ۱۳۲۲ھ۔
[2] مفتاح السعادة، طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۲ھ۔ [3] الفتح المبین، المراغی ۲/۷۷۔
[4] ھدیۃ العارفین، ۳۱۳/۵، الفتح المبین ۱۱۲/۲، معجم الاصولیین ۲/۱۷۔۷۲(۳۰۷)۔
[5] الفوائد البھیۃ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۵۸۔۵۹، معجم الاصولیین ۱۹/۲(۲۲۸)۔

۴۔ ابو المکارم فخر الدین احمد بن الحسن بن یوسف الجار بردی التبریزی متوفی ۷۴۶ھ نے[1]

۵۔ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد السنجاری الکاکی متوفی ۷۴۹ھ نے "بیان الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔[2]

۶۔ قوام الدین امیر کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے الشامل کے نام سے شرح لکھی۔[3]

۷۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "التقریر" کے نام سے شرح لکھی۔[4]

۸۔ سعید الدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔[5]

۹۔ شہاب الدین احمد بن ابو القاسم عمر الزوالی دولت آبادی حنفی متوفی ۸۴۹ھ (شہاب الدین شمس الدین الہندی)[6]

۱۰۔ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن سعید ضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ ہدیۃ العارفین میں ان کی شرح کا نام "شافعی احیز الکافی من الاصول البزدوی" مذکور ہے۔[7]

۱۱۔ وجیہ الدین عمر بن عبد المحسن الارزنجانی حنفی ۸۷۱ھ میں زندہ تھے۔[8]

۱۲۔ الشاھرودی مصنفک حنفی متوفی ۸۷۵ھ (اصولی علی بن محمود بن محمد ـــ البسطامی الھروی) نے کتاب "التحریر فی شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔[9]

۱۳۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ھندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔[10]

۱۴۔ محمد بن فرامرز رومی ملاخسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ۔[11]

۱۵۔ علاء الدین الداود بن عبد اللہ جونپوری حنفی متوفی ۹۲۳ھ۔[12]

۱۶۔ بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ۔[13]

۱۷۔ عبد العزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ کی "کشف الاسرار" ایک اہم و عمدہ شرح ہے جو دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

اصول بزدوی پر تعلیقہ :

۱۸۔ جلال الدین بن احمد بن یوسف بن طوغ رسلان التبانی متوفی ۷۹۳ھ نے تعلیقۃ علی اصول البزدوی

---

1. ھدیۃ العارفین ۱/۱۵۲، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولیین ۱/۱۰۸، ۱۰۹ (۷۴)۔
2. ھدیۃ العارفین ۲/۱۵۵۔
3. الفتح المبین ۲/۱۶۲، معجم الاصولیین ۱/۲۸۵، ۲۸۶ (۲۲۸)۔
4. ھدیۃ العارفین ۲/۱۷۱، الفوائد البہیہ ص ۱۹۵، ۱۹۶، الفتح المبین ۲/۲۰۱۔
5. ھدیۃ العارفین ۵/۳۸۵، ۳۸۶ اس میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے۔ ترجمۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، عبد الحی بن فخر الدین الحسنی متوفی ۱۳۴۱ھ ۳/۷۸، ۷۹ (۹۳) حیدرآباد دکن مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۱ھ ـ ۱۹۵۱ء، معجم الاصولیین ۱/۱۱۹ (۳۵۵)۔
6. ھدیۃ العارفین ۵/۱۲۷۔
7. ھدیۃ العارفین ۶/۱۹۷، الفتح المبین ۳/۳۴۔
8. ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔
9. ھدیۃ العارفین ۵/۷۳۵، الفتح المبین ۳/۳۵۔
10. ھدیۃ العارفین ۵/۳۸۵۔
11. ھدیۃ العارفین ۶/۲۱۱۔
12. معجم الاصولیین ۱/۲۷۶، ۲۷۷ (۲۲۲)۔
13. معجم الاصولیین ۲/۲۱۵، ۲۱۹ (۴۴۸)۔

تالیف کی۔ کشف الظنون اور ھدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے " تعلیقۃ علی شرح الارزنجانی لاصول البزدوی " تالیف کیا۔[1]

اصول بزدوی کی احادیث کی تخریج :

۱۹۔ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے " تخریج الاحادیث من اصول البزدوی " تالیف کی۔[2]

(۲) شرح تقویم الادلۃ :

البزدوی نے اصول فقہ میں دبوسی کی کتاب " تقویم الادلۃ " کی شرح لکھی۔

ابوالعباس الجرجانی شافعی (متوفی ۴۸۲ھ)

انہوں نے " المعایات فی اصول " تالیف کی۔[3]

شمس الائمۃ السرخسی حنفی (متوفی ۴۸۳ھ)[4]

متکلم، محدث، مناظر، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف فقہ و اصول پر محیط ہیں انہوں نے فقہ کی مشہور و ضخیم کتاب " المبسوط " اپنے شاگردوں کو اس وقت املا کرائی جب انہیں ایک کنویں میں قید کردیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ان کے تلامذہ کنویں کی منڈھیر پر جمع ہو جاتے اور بغیر کسی کتاب و مراجع کے املاء کراتے جاتے اور شاگرد لکھتے رہتے۔ محمد بن حسن کو " السیر الکبیر " املا کرائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " اصول السرخسی " تالیف کی۔[5]

احمد الابیوردی (متوفی ۴۸۳ھ بعدہ)

فقہ و اصول پر آپ کی انوکھی مصنفات ہیں۔[6]

یعقوب بن ابراہیم حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقیہ اصولی تھے ۴۰۰ھ کے بعد بغداد آئے تھے، " باب الازج " میں منصف قضاء پر فائز رہے۔ ابو یعلی حنبلی نے " طبقات الحنابلۃ " میں لکھا :

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۳۶۷، الفتح المبین ۲/ ۲۰۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۸،۱۷ (۳۳۷)۔ ۲۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۸۳۰۔

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۸۰۔

۴۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل خراسانی متوفی ۱۰۹۰ء۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۷۶، الفوائد البھیۃ ص ۱۵۸، الفتح المبین ۱/ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔

۶۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۳ (۱۱۳)۔

"وصنف كتبا في الاصول والفروع"[1]

(اور انہوں نے اصول وفروع پر کتب تصنیف کیں۔)

ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقیہ زاہد اور اپنے وقت کے شیخ الشام تھے ابن رجب نے لکھا:

"كان اماماً عارفاً للفقه والاصول"

(وہ فقہ واصول کے عارف (اور) امام تھے۔)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"وللشيخ ابي الفرج تصانيف عديدة في الفقه والاصول منها .... ومختصر في الحدود وفي اصول الفقه ...."[2]

(اور شیخ ابوالفرج کی فقہ واصول میں کئی تصنیف ہیں جن میں .... ومختصر في الحدود وفي اصول الفقه .... بھی شامل ہیں۔)

قاضی ابوبکر الشاشی (۴۰۰۔۴۸۸ھ)

بغداد میں ابوالطیب الطبری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ صاحب الفتح المبین نے ان کو بھی اصولیین میں سے شمار کیا ہے مگر ان کی اصولی خدمات وکتب کا ذکر نہیں کیا۔[3]

ابو یوسف القزوینی المعتزلی (۳۹۲ھ۔۴۸۸ھ)

عبدالجبار بن احمد الہمدانی ان کے استاد ہیں۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانے کے شیخ المعتزلہ بن گئے۔ صاحب الفتح المبین نے ان کو بھی اصولیین میں شمار کیا مگر ان کی اصولی خدمات وکتب کا ذکر نہیں کیا۔[4]

رزق اللہ التمیمی حنبلی (۴۰۱ھ۔۴۸۸ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے۔

مؤلفات اصولیہ: صفدی نے وافی بالوفیات میں کہا: "كان فقيها فاضلاً في المذهب والخلاف والاصول وله في ذلك مصنفات حسنة"۔[5]

---

[1] قاضی ابویعلی یعقوب بن ابراہیم بن سطور البرزبی عکبری بغداد میں وفات پائی۔ طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی ۲/۲۳۵۔۲۳۷ (۶۸۳) بیروت دارالمعرفہ سنند۔

[2] عبدالواحد بن محمد بن علی بن احمد الشیرازی المقدسی الدمشقی ابوالفرج الانصاری حنبلی دمشق میں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ ۳/۶۸۔۷۳ (۲۱) بیروت دارالمعرفہ سنند۔

[3] ابوبکر محمد المظفر بن بکران الحموی (۱۰۰۹ء/۱۰۹۷ء) شاش میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح المبین، ۱/۲۸۹۔

[4] ابو یوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن بندار (۱۰۰۱ء/۱۰۹۷ء) قزوین میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح المبین ۱/۲۶۷۔

[5] ابومحمد رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز التمیمی (۱۰۱۰ء/۱۰۹۵ء) معجم الاصولیین ۲/۱۰۳ (۳۳۱)۔

ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی (متوفی ۴۸۹ھ)

اپنے والد سے مذہب ابوحنیفہ پر تفقہ حاصل کیا پھر مذہب شافعی کی طرف منتقل ہو گئے پھر ابواسحاق الشیر ازی، ابن الصباغ سے زانوئے تلمذ طے کیا، بہت سے فنون میں ید طولی رکھتے تھے، سلفی العقیدہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : القواطع فی اصول الفقہ [1]

عبدالوہاب البغدادی الشافعی (۴۱۴ھ۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی) :

فقیہ اصولی تھے۔ اصول فقہ پر کئی کتب تالیف کیں۔[2]

ابوالقاسم الباجی المالکی (متوفی ۴۹۳ھ)

اپنے والد سلیمان القاضی سے تفقہ حاصل کیا۔ اپنے والد کے کثیر ترکہ کو چھوڑ کر حصول علم کے لئے بغداد، بصرہ، یمن، اور حجاز مقدس کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سر النظر في علمي الاصول والخلاف" تالیف کی "۔[3]

عبدالوہاب بن احمد حنبلی (متوفی پانچویں صدی ہجری)

خطیب، واعظ، فقیہ اور اصولی تھے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی، قاضی ابویعلی سے تفقہ حاصل کیا حران کو وطن بنایا وہاں کے قاضی بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن رجب حنبلی نے اپنی طبقات میں ذکر کیا کہ انہوں نے کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔[4]

الکیا الھراسی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۴ھ)[5]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ امام الحرمین کے شاگرد تھے امام الحرمین کے حلقہ درس میں چار سو طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ ان میں سے تین شخص سب سے ممتاز تھے کیا ھراسی، احمد بن محمد اور امام غزالی۔ طبرستان سے نیشاپور، بیہقی اور عراق کے سفر کئے مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں تدریس کی، فقہ واصول وجدل میں مہارت تامہ رکھتے، دولت سلجوقیہ میں مجد الملک بن ملک سلجوق کے عہد میں قاضی رہے صاحب ارشاد الفحول امام شوکانی نے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوالمظفر، منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد سمعانی متوفی ۱۰۹۵ء مرو میں ولادت و وفات ہوئی۔ کشف الظنون ۲/ ۱۳۶۷ھ، ھدیۃ العارفین ۲/ ۴۷۳، الفتح المبین ۱/ ۲۶۶۔ [2] ابو احمد عبدالوہاب محمد عمر بن رامین بغدادی (ولادت ۱۰۲۳ء)، الفتح المبین ۱/ ۲۷۰۔

[3] ابوالقاسم احمد بن سلیمان بن خلف الباجی متوفی ۱۰۹۹ء، حج سے واپسی پر جدہ میں انتقال ہوا۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۲-۱۰۳، الفتح المبین ۱/ ۲۷۱، معجم الاصولیین ۱/ ۱۲۹ (۹۱)۔

[4] کتاب الذیل علی طبقات الحنابلۃ، ابن رجب عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۶ھ۔۷۹۵ھ) ۴/ ۳۳-۳۴ (۴۰) ابن رجب نے ۴۶۰ھ تا ۵۰۰ھ میں وفات پانے والوں کی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے۔ بیروت دار المعرفۃ سن ند۔

[5] ابوالحسن عماد الدین علی بن محمد بن علی الطبری الکیا الھراسی (۱۰۵۸ء/ ۱۱۱۰ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التعلیق فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[1]

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متصوف شاعر اور ادیب تھے۔ امام الحرمین کے تین ممتاز شاگردوں میں سے ایک تھے اور ان کے حلقہ درس کے معید تھے۔ اس زمانے میں نامور علماء کے یہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکتے تو سب سے لائق شاگرد باقی طلبہ کو درس دیتا۔ استاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کرواتا، وہ معید کہلاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : علامہ شبلی نعمانی نے اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے :

(۱) المنخول
(۲) المستصفیٰ
(۳) شفاء الغلیل
(۴) منتخل فی علم الجدل
(۵) تحصین الماخذ
(۶) ماخذ فی الخلافیات
(۷) مفصل الخلاف فی اصول القیاس

المراغی نے المکنون فی الاصول کا ذکر کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے ابومنصور جمال الدین حسن بن یعقوب بن المطہر الشیبی متوفی ۷۲۶ھ کی علمی خدمات کے تذکرہ میں لکھا کہ انہوں نے "شرح غایۃ الوصول فی الاصول للغزالی حجۃ الاسلام" تحریر کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غایۃ الوصول فی الاصول نامی کتاب بھی امام غزالی نے تالیف کی تھی جس کی ابومنصور نے شرح لکھی۔[3]

"المنخول من تعلیقات الاصول" کا تحقیقی تجزیہ

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

امام صاحب کے نام سے جو تصنیفات مشہور ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کی نسبت میں بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ در حقیقت وہ امام صاحب کی تصنیف نہیں اس قسم کی چار کتابیں ہیں المنخول ۔۔۔ یہ کتاب (المنخول) اصول فقہ میں ہے۔ کشف الظنون میں اس کو ردائی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے، اور قلائد العقیان کے مصنف کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام غزالی کی (کتاب) نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے۔ شمس الائمہ کردری نے اس کتاب کا رد بھی لکھا ہے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کی نہایت سختی سے حرف گیری کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسائل فی صدی ۹۰ غلط ہیں۔ چونکہ امام صاحب نے احیاء العلوم میں امام ابوحنیفہ کی نہایت مدح کی ہے اس کے علاوہ ائمہ دین کو برا کہنا امام صاحب کی شان سے بھی بعید ہے اس لئے یہ خیال کیا گیا کہ وہ امام غزالی کی تصنیف نہیں ہو سکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف اس دلیل کی بناء پر یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اولاً رجال و تاریخ کی تمام کتابوں میں وہ امام صاحب ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ثانیاً امام صاحب کے ابتدائی حالات جس نے غور سے پڑھے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ابتداء میں امام صاحب کا مزاج کس قدر

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/۶۹۴، کشف الظنون ۱/۴۲۳، الفتح المبین ۲/۸۰۷۔

[2] ابوحامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن احمد الغزالی الطوسی (۱۰۵۸ء/۱۱۱۱ء) خراسان میں ولادت و وفات ہوئی۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۴۶۳، ۴۶۴ھ۔ کشف الظنون ۲/۱۰۵۲، ۱۱۹۴، ایضاح المکنون ۳/۴۹۸، ھدیۃ العارفین ۶/۱، الفتح المبین ۲/۸۔

[3] الغزالی شبلی نعمانی ص ۴۳ کراچی مدینہ پبلشنگ سن ندارد۔ الفتح المبین ۲/۱۰، کشف الظنون ۲/۱۱۹۴، معجم الاصولیین ۲/۶۲ (۲۹۵)۔

لیکن "المنخول" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب امام الحرمین کی وفات کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس کی چند مثالوں سے وضاحت یہ ہے۔ مثلاً "المنخول" کی عبارت ہے:

" لاوالمختار انه لايحتج به، لان العقل لايحيل ذلک في المعقولات والشبهة مختلجة، والقلوب مائلة الى التقليد واتباع الرجل المرموق فيه، اذ قال قولاً".

اس کے بعد فرماتے ہیں: "هذا مما اختاره الامام رحمه الله"۔[1]

اس میں "رحمه الله" سے ظاہر ہوتا ہے کہ المنخول کی تالیف کے وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

دوسری مثال کے لئے "المنخول" کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں:

" والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله في تعاليقه من غير تبديل".

اس عبارت میں "رحمه الله" سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

المنخول میں امام غزالی کی اسلوب:

اس کتاب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں امام غزالی ایک مستقل شخصیت کے رُوپ میں نظر نہیں آتے بلکہ ان کی حیثیت زیادہ تر اپنے استاد کی آراء کے ناقل و مدافع کی نظر آتی ہے۔ اس میں اپنے استاد کے افکار کو مدون کرتے ہیں ان کی تعالیق کو بغیر زیادتی و کمی کے من و عن بیان کر دیتے ہیں اور ان کی آراء کے متبع رہتے ہیں اور وہ خود المنخول کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

" وهذا تمام القول في الكتاب، وهو تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقيق كل مسألة بماهية العقول، مع الاقلاع عن التطويل، والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله في تعليقه، من غير تبديل وتزييد في المعنى و تقليل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب، روما لتسهيل المطالعة عند مسيس الحاجة الى المراجعة".

(اور یہاں کتاب "المنخول من تعليق الاصول" مکمل ہوتی ہے اس میں غیر ضروری کا حذف اور ہر مسئلہ کی عقول کی ماہیت کے لحاظ سے تحقیق ہے طوالت سے اجتناب اور جو کچھ شفاء الغلیل میں ہے اس سے التزام کیا ہے اور امام الحرمین رحمہ اللہ علیہ نے جو کچھ اپنے تعلیقہ میں فرمایا ہے میں نے اس کے معنی میں تبدیلی، زیادتی و کمی کے بغیر اس کا اختصار کیا سوائے اس کے کہ ہر کتاب کی تقسیم فصول اور تبویب ابواب میں کانٹ چھانٹ کرنے کے اس ارادے سے کہ مطالعہ کے وقت مراجعت میں آسانی ہو سکے۔)

[1] المنخول من تعليقات الاصول، امام غزالی، تحقیق محمد حسن ھیتو، ص ۱۲۲، دمشق دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔
[2] حوالہ سابق، ۱۹۷ء۔

مگر امام الحرمین سے اس عقیدہ و پیروی نے انہیں اپنی رائے کے اظہار سے روک نہیں دیا تھا وہ المنخول میں ان سے اعراض بھی کرتے ہیں اور ان کے مسلک کے خلاف کو بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً امام الحرمین شرعی طور پر دو علتوں کو ایک معلول پر جمع کرنے کو مطلقاً ممتنع قرار دیتے ہیں باوجود اس کے کہ عقل اس کو جائز مانتی ہے امام غزالی، امام الحرمین کے اس مسلک کے خلاف کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

" والمختار ان العلل قدتز دحم علی حکم واحد".[1]

(اور اس بارے میں مذہب مختار یہ ہے کہ علل حکم واحد پر جمع ہو سکتی ہیں۔)

پھر اس بارے میں مخالفین کے رد میں دلائل دیئے۔

المنخول پر ایک ناقدانہ نظر :

المنخول کی ایک حیثیت مسلم ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کسی صورت انکار نہیں اور صاحب کتاب قابل مدح وستائش ہیں لیکن پھر بھی اس کتاب میں بعض کمی پائی جاتی ہے جن کی نشاندہی ضروری ہے جس کا مقصد تحقیر نہیں بلکہ صرف تحقیق ہے۔

۱۔ امام غزالی نے اپنی دوسری کتب مثلاً المستصفی میں ان بہت سی آراء کو بیان کرنے سے اجتناب کیا جو انہوں نے "المنخول" میں بیان کی تھیں ان آراء کو ہم المستصفی کے تحقیقی تجزیہ میں پیش کریں گے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی طرف بعض اقوال کی بلاحوالہ نسبت :

۲۔ امام غزالی نے "المنخول" میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ انہوں نے مصالح کی گفتگو میں اس حد تک وسعت دی کہ دو تہائی اُمت کی استصلاح کی خاطر ایک ثلث اُمت کا قتل جائز کر دیا اسی طرح ایک اور قول میں ان کی طرف یہ منسوب ہے کہ امام مالک کے نزدیک تعزیر میں قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے اور یہ کہ ضرورت مصلحت کے پیش نظر اغنیاء سے شدت کے ساتھ مطالبہ درست ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے ان اقوال کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور بعض کتب مالکیہ میں تو اس کے برعکس ثابت ہے۔[2]

۳۔ اسی طرح المنخول میں امام ابوحنیفہ کی طرف یہ قول منسوب ہے "بان مطلق الامر یفید التکرار"۔[3] (بے شک امر مطلق تکرار کا فائدہ دیتا ہے) مگر امام ابوحنیفہ سے اس کا اختلاف ثابت ہے امام سرخسی نے فرمایا :

" الصحیح من مذهب علمائنا ان صیغة الامر لاتوجب التکرار ولاتحتمله".[4]

(اور درست بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ امر کا صیغہ نہ موجب تکرار ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے)

---

۱ حوالہ سابق ص ۴۰۳۔ ۲ حوالہ سابق ص ۳۵۴۔ ۳ حوالہ سابق ص ۲۷۔

۴ اصول السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۲۰ تحقیق ابوالوفا الافغانی ہند حیدر آباد دکن لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ، دارالکتاب العربی ۱۳۷۲ھ۔

پھر کچھ سطور کے بعد فرماتے ہیں :

" قال الشافعی مطلقة لا یوجب التکرار ولکن یحتمله....وقال بعضهم مطلقة یوجب التکرار الاان یقوم دلیل یمنع منه"۔ [1]

(اور (امام) شافعی نے فرمایا کہ امر مطلق موجب تکرار نہیں لیکن اس کا احتمال رکھتا ہے ....اور بعض نے کہا کہ امر موجب تکرار ہے سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس سے روک دینے کی موجود ہو۔)

امام غزالی احناف کی طرف قول منسوب کرنے کے بعد اس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قول تو خود بخود مذہب حنفی کے خلاف ہے اور ابن ہمام کا قول بھی اس بارے میں مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

" الصیغة الامر باعتبار الهیئة الخاصة لمطلق الطلب، لا تفید مرة ولا تکرار، ولا یحتمله، وهو المختار عند الحنفیة "۔ [2]

(امر کا صیغہ اپنی خاص ہیئت کے اعتبار سے طلب مطلق کے لئے آتا ہے۔ تکرار کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے اور یہی احناف کا مختار مذہب ہے) اور یہی بات کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

اسی طرح امام غزالیؒ اپنی کتاب " المنخول " میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ وہ " نسخ القرآن بالسنة " کے عقلاً عدم جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بھی امام مالک سے غیر معروف ہے۔ امام مالک کا اس بارے میں مذہب یہ ہے کہ وہ " نسخ القرآن بالسنة " کو عقلاً جائز مانتے ہیں مگر اس کا وقوع نہیں مانتے۔ شاید انہی وجوہات کی بناء پر امام غزالی نے " المستصفی " میں ان اقوال کو دوبارہ نقل نہیں کیا ہے۔

" المنخول " کا مقدمہ " المستصفی " کے مقدمۃ الکتاب کی طرح منطقی انداز پر نہیں ہے۔

" المستصفی " میں تو امام غزالی یہ تک کہہ دیا :

"من لا یحیط بها لا ثقة له بعلومه " [3]

(جو ان (مقدمات منطقیہ) کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا کوئی اعتبار نہیں)

مگر انہوں نے المنخول میں اس طرح نہیں کیا۔

اصول فقہ میں علم الکلام و دیگر علوم داخل ہونے کی وجہ :

امام غزالیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وانما اکثر فیه المتکلمون من الاصولیین لغلبة الکلام علی طبائعهم فحملهم حب صناعتهم علی خلطه بهذه الصنعة کما حمل اللغة والنحو بعض الاصولیین علی مزاج جملة

---

[1] حوالہ سابق۔ [2] التحریر فی اصول الفقہ، کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی متوفی ۸۶۱ھ، صفحہ ۱۴۴، مصر مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۱ھ۔ [3] المستصفی، امام غزالی " مقدمۃ الکتاب ۱/۱۰ کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

من النحو بالاصول ، فذكر وافيه من معاني الحروف ومعاني الاعراب جملا هي من علم النحو خاصة ، وكما حمل حب الفقه جماعة من فقهاء ماوراء النهر ،كابي زيد رحمه الله تعاليٰ و اتباعه في مسائل كثيرة من تفاريع الفقه بالاصول ، وان اوردوها في معرض المثال "[1]

(اور بلاشبہ اکثر اصولی متکلمین نے ان کے طبائع پر علم کلام کے غلبہ کے باعث اس فن (اصول فقہ) کو اس (علم کلام) کے ساتھ خلط ملط کردیا۔ جس طرح کے لغت ونحو کا غلبہ رکھنے والوں نے کیا کہ نحو کو اصول میں ملا کر اس میں معانی الحروف اور معانی الاعراب کی ابحاث کا شامل کردیا جس کا تعلق علم النحو سے تھا۔ اسی طرح فقہ کا غلبہ رکھنے والی ماوراء النہر کے فقہاء کی جماعت جیسے ابی زید رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے بھی بہت سے مسائل میں فقہ کی تفریعات سے اصول نکالنے اور مثالیں پیش کرنے میں کیا)

المنخول میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف میں سخت لب ولہجہ اختیار کیا :

امام غزالیؒ نے "المنخول" کے آخر میں ایک فصل کے تحت مذہب امام شافعی کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور اس کی وجہ بیان کی اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا بطلان کیا۔ جس کی تفصیلات المنخول میں "المسلک الثالث في الكلام على مخالفات مالک وابي حنيفة رحمه الله " کے تحت ص ۴۹۹ سے دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان کو غیر مجتہد کہا اور کہا کہ وہ لغت سے نابلد ہیں اور کہا کہ انہوں نے جو مسائل فقہیہ بیان کئے وہ غلط ہیں شاید امام غزالی نے یہ سب اپنے استاد امام الحرمین کے منہج کی پیروی میں کیا، کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب " مغيث الخلق "میں ایسا ہی کیا تھا۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی حمایت میں تعصب کا اظہار کیا بلکہ یہ اس مدرسہ کے افراد میں سے ایک فرد ہیں جن کی تعداد کافی ہے اور ان کا ماخذ بھی کافی ہیں۔

امام غزالی کا رجوع :

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ امام غزالی نے زندگی کے اواخر میں مذہب ابوحنیفہ سے متعلق ان اعتقادات سے رجوع کرلیا تھا جس کا اظہار ان کی کتب" المستصفى "اور" احياء علوم الدين " سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے پیش نظر صواب رکھتے ہوئے موقف عدل کو اپنایا اور عصبیت کو ترک کردیا تھا۔ احیاء علوم الدین میں آپ نے فرمایا :

ونحن الان ذكر من احوال فقهاء الاسلام ماتعلم به ان ماذكرناه ليس طعنا فيهم، بل هو طعن فيمن اظهر الاقتداء بهم منتحلا لمذاهبهم، وهو مخالف لهم في اعمالهم وسيرتهم، فالفقهاء الذين هم زعماء الفقه وقادة الخلق. اعني الذين كثر اتباعهم في المذهب، خمسة : الشافعي ومالک، واحمد بن حنبل، وابوحنيفة ، وسفيان الثوري رحمهم الله تعالى ! وكل واحدمنهم كان عابدا،وزاهدا، عالما بعلوم الآخرة ، وفقيها في مصالح الخلق في الدنيا، ومريداً بفقهه وجه الله تعالى. فهذه خمس خصال، اتبعهم وفقهاء العصر من جملتها على خصلة واحدة، وهي التشمير والمبالغة في تفاريع الفقه".

[1] حوالہ سابق ص ۷۔

اس کے بعد فرمایا :

" واما ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی ، فلقد کان ایضا عابدا زاهدا، عارفاً باللہ تعالی، خائفاً منه ، مریدا وجه اللہ تعالی بعلمه" [1]

(اور بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی عابد، زاہد، عارف باللہ تعالی اور اس سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ رکھنے والے بھی تھے۔)

شیخ زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام الحرمین جوینی کے اقوال نقل کئے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان سے متعلق غیر مناسب باتیں کہیں تھیں اور ان کو بھرپور طریقے سے رد کیا اور اشارہ کیا کہ امام غزالی نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا جو انہوں نے المنخول میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متعلق پیش کی تھی۔ [2]

المنخول میں حد درجہ اختصار ہے :

المنخول کے اکثر ابواب میں اس قدر اختصار ہے کہ بس اشارے سے معلوم ہوتے ہیں جو مشکل الفہم ہوتے ہیں جب کہ بعض اوقات اسلوب اتنا سہل اور آسان بھی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دشواری یا پیچیدگی نہیں ہوتی۔

ایک "حدیث" سے متعلق امام غزالی کا موقف :

امام غزالی عدد کے مفہوم کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دلیل دے کہ رسول ﷺ نے سازید علی السبعین ان لوگوں کے لئے فرمایا جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی " استغفرلهم اَوْ لا تستغفرلهم ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لهم"۔ [3]

تو یہ جھوٹ پر مبنی ہوگا۔ امام غزالیؒ ان الفاظ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں :

" علی ان ما نقل فی آیة الاستغفار كذب قطعا، اذا الغرض منه التناهي في تحقيق الیاس من المغفرة، فكيف يظن برسول ﷺ ذهوله عنه "۔ [4]

(آیت استغفار کے بارے میں جو حدیث سے نقل کیا گیا وہ قطعی کذب ہے کیونکہ اس آیت کا مقصد ہی ان کے بارے میں مغفرت کی کسی اُمید سے روکنا ہے اور آپ ﷺ سے یہاں غفلت کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔)

" سازید علی السبعین " کے حدیث نہ ہونے کے بارے میں امام غزالی کو وہم ہوگیا حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری مسلم وغیرھما نے اس کی تخریج کی ہے۔ [5]

---

[1] احیاء علوم الدین، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ ۱/۳۳ کتاب العلم بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء

[2] احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق محمد زاہد الکوثری متوفی ۱۳۷۱ھ ص ۱۵، ۸ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[3] التوبہ : ۸۰۔ [4] المنخول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۲۔

[5] صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین والاستغفار للمشرکین اس میں ذرت علی سبعین کے الفاظ ہیں۔

کتاب " المستصفی "کا تحقیقی تجزیہ :

یہ کتاب اصول فقہ کے ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے جن پر اس فن کے لکھنے والوں نے بنیاد رکھی۔ ابن خلدون نے اسے اصول فقہ کی بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔[1] امام غزالی نے اپنی علمی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کو تالیف کیا جس کی وجہ سے یہ آپ کے علمی تجربہ کا نچوڑ ہے، جب آپ نے نیشاپور بغداد میں دوبارہ تدریس کا آغاز کیا تو یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کے مقدمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :

" ثم ساقني قدر الله تعالیٰ الی معاودة التدریس والافادة ، فاقترح علی طائفة من محصلي علم الفقه تصنیفا في اصول الفقه ".[2]

(پھر اللہ تعالیٰ نے تدریس وافادہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ فرمایا تو علم فقہ حاصل کرنے والی جماعت کے سامنے اصول فقہ پر تصنیف پیش کی۔)

امام غزالی " المستصفی " کی امتیازی خصوصیات یوں بیان فرماتے ہیں :

یہ کتاب حد درجہ اختصار اور طبیعت پر گراں گزرنے والی طوالت سے پاک ہے، اس میں ان دونوں کے درمیانی راستہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس میں تحقیق وترتیب کے جس طریقہ کا اہتمام کیا گیا ہے اس میں المنخول کی طرح حد درجہ اختصار نہیں اور نہ ہی "تہذیب الاصول" کی طرح طوالت ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں :

" اقترح علی طائفة من محصلي علم الفقه تصنیفا في اصول الفقه ، اصرف العنایة فیه الی التلفیق بین الترتیب والتحقیق ، والی التوسط بین الاخلال والاملال . علی وجه یقع في الفهم دون کتاب " تهذیب الاصول" لمیله الی الاستقصاء والاستکثار ، وفوق کتاب " المنخول " لمیله الی الایجاز والاختصار . فاجبتهم الی ذلک مستعینا بالله ، وجمعت فیه بین الترتیب والتحقیق لفهم المعاني ".[3]

(علم فقہ کے شائقین نے اصول فقہ میں کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے اپنی توجہ تحقیق وترتیب کے درمیان مزین کرنے اور رکاوٹ وتیزی کے درمیانی راستے کو اس طرح اپنایا کہ فہم پر گراں نہ ہو جو کتاب تہذیب الاصول سے گہرائی وکثرت میں کم اور ایجاز واختصار میں کتاب المنخول سے زیادہ ہو تو میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کی خواہش کو پورا کیا اور میں نے اسے فہم معانی کے لئے ترتیب وتحقیق کے مابین جمع کر دیا۔)

امام غزالی " المستصفی "میں مستقل شخصیت کے حامل نظر آتے ہیں :

امام غزالی اس میں ایک مستقل امام وشخصیت کے حامل فرد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی آراء کو امام الحرمین سے کلیۃً مقید نہیں کرتے بلکہ صرف حق جاننے کی صورت میں یا اس کے بغیر چارہ نہ ہونے کی صورت میں وہ ان کے دہاء

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵۔

[2] المستصفی، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ، ۳/۱، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔ [3] حوالہ سابق۔

میں رہتے ہیں ورنہ وہ اس کی جگہ دوسرے اقوال لے آتے ہیں، اور ایسا کرنے کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں یعنی اس کتاب میں وہ "المنخول" کی طرح اپنے استاد امام الحرمین کی آراء و اقوال سے چپٹے نظر نہیں آتے بلکہ آزاد رہتے ہیں۔ شیخ محمد خضری بک "المستصفی" کے اسلوب پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں:

"وعبارة المستصفى راقية في حيث اسلوبها العربي ولم يكن الغزالي ممن يشح على القرطاس فتراه كما قال يطلق فيه العنان حتى يبلغ الغاية مما يريد . ولم يكن قد جاء في زمنهم حرور التلخيص والاختصار لان همهم الوحيد كان تادية المعنى الى فكر السامع طال لكلام اوقصر".[1]

(اسلوب کے اعتبار سے کتاب "المستصفی" کی عبارت بہت بلند پایہ ہے امام غزالی کاغذ کے استعمال میں بخیل نہیں تھے بلکہ جب تصنیف کے لئے بیٹھتے تو عنانِ قلم کو چھوڑ دیتے اور جو کچھ بیان کرنا ہوتا کھل کر بیان کرتے آپ کے دور میں اختصار و تلخیص کا رواج نہیں ہوا تھا ان حضرات کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مفہوم و معنی کو سامع کے ذہن میں اتار دیا جائے خواہ کلام طویل ہو یا مختصر۔)

المستصفی کی تقسیم: امام غزالی نے المستصفی کو ایک مقدمہ اور چار اقطاب پر مرتب کیا مقدمہ تمہید کی مانند ہے اور چار اقطاب مقصود کے خلاصہ و ذکر پر مشتمل ہیں اور ان کی تفصیلات کو یوں بیان فرمایا:

"اعلم انك اذا فهمت ان نظر الاصولي في وجوه دلالة الأدلة السمعية على الاحكام الشرعية، لم يخف عليك ان المقصود معرفة كيفية اقتباس الاحكام من الادلة ، ثم في الادلة واقسامها، ثم في كيفية اقتباس الاحكام من الادلة ثم في صفات المقتبس الذى له ان يقتبس الاحكام ،فان الاحكام ثمرات .وكل ثمرة فلها صفة وحقيقة في نفسها ولها مثمر مستثمر وطريقه الاستثمار. والثمرة : هي الاحكام ، اعني الوجب، والحظر ،والندب ، والكراهة والاداء ، والحسن والقبح ، والقضاء ، والاده، والصحة والفساد، وغيرها : والثمر هي الادلة ،وهي ثلاثة : الكتاب ،والسنة، والاجماع فقط . وطرق الاستثمار هي : وجوه دلالة الادلة ،وهي اربعة : اذالاقوال ،اما ان تدل على الشيئي بصيغتها ومنظومها، اوبفحواها ومفهومها، وباقتضائها وضرورتها، اوبمعقولها ومعناها المستبط منها، والمستثمر : هوالمجتهد، ولابدمن معرفة صفاته، شروطه واحكامه، فاذن الاصول تدور على اربعة اقطاب :

القطب الاول : في الاحكام ،والبداءة بها اولى، لانها الثمرة المطلوبة ، القطب الثاني : في الادلة ، وهي الكتاب والسنة والاجماع .وبها التثنية .... القطب الثالث : في طريق الاستثمار ،وهو وجوه دلالة الادلة ....القطب الرابع : في المستثمر ،وهو المجتهد الذى يحكم بظنه ، ويقابله المقلد الذى يلزمه اتباعه، فيجب ذكر شروط المقلد والمجتهد وصفاتهما".[2]

---

[1] اصول الفقہ: شیخ محمد الخضری ص ۸۔ قاہرہ دار الحدیث سن ندارد۔

[2] المستصفی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ۱/۵-۶۔ کراچی ادارۃ القرآن متوفی ۱۴۰۷ھ ۔ ۱۹۸۷ء۔

(جان لو کہ بے شک اگر تم احکام شرعیہ میں ادلہ سمعیہ کی دلالت کی وجوہ، اصولی کی نظر میں دیکھ چکے ہو تو تم پر ادلہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت اور پھر ادلہ اور اس کے اقسام میں پھر ادلہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت پھر مقتبس کی صفات میں جو احکام سے اقتباس کرتا ہے کی معرفت میں مقصود پوشیدہ نہیں رہے گا۔ تو بلاشبہ احکام ثمرات ہیں اور ہر ثمر اپنے اندر ایک صفت و حقیقت رکھتا ہے اور اس کا ایک مثمر، مستثمر اور طریق استثمار ہے اور ثمرہ وہ احکام ہیں یعنی وجوب، حظر، ندب، کراہت، اباحت، حسن و قبح، قضا، ادا، صحت، فساد وغیرہ اور مثمر وہ ادلہ ہیں جو صرف تین ہیں یعنی کتاب، سنت اجماع اور طریق الاستثمار وہ ادلہ پر دلالت کرنے والی وجوہ ہیں جو چار ہیں کیونکہ اقوال یا تو شئی پر اپنے صیغہ و نظم کے اعتبار سے دلالت کریں گے یا اپنے مقصود و معنی کے اعتبار سے اپنے اقتضاء و ضرورت کے اعتبار سے یا اپنے معقول اور اس سے مستنبط معنی کے اعتبار سے دلالت کریں گے اور مستثمر وہ مجتہد ہے اس لئے اس کی صفات، شروط و احکام کی معرفت ضروری ہے تو اس صورت میں جملہ اصول چار اقطاب میں گردش کریں گے۔ قطب اول احکام میں ہے، اس کے ساتھ ابتدا کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ثمرہ مطلوب ہوتا ہے۔ قطب ثانی ادلہ میں ہے اور وہ کتاب، سنت، اجماع ہے اور اس کو ثنیا بیان کرنا بہتر ہے۔ قطب ثالث طریق الاستثمار (نتیجہ طلب کرنے کے طریقے) میں ہے اور وہ ادلہ کی دلالت کی وجوہ ہیں۔ قطب رابع مستثمر میں ہے اور وہ مجتہد ہے جو اپنے ظن سے حکم لگاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مقلد ہے جو اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو مجتہد اور اس کی صفات کے ساتھ مقلد کی شروط کا ذکر واجب ہوگا۔)

المستصفی کے منطقی مقدمہ کا جائزہ: اصول و فقہ کی اس کتاب کا مقدمہ منطق میں ہے اور امام غزالی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ضروری ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو اس منطقی مقدمہ کا احاطہ نہ کرے اس کے علم کا اہل علم کے یہاں کوئی اعتبار نہیں اسی لئے وہ فرماتے ہیں:

"تذكر في هذه المقدمة مدارك العقول، انحصار ها في الحد والبرهان، ونذكر شروط الحد الحقيقي، وشروط البرهان الحقيقي، واقسامهما على منهاج اوجز مما ذكرناه في كتاب "محك النظر" وكتاب "معيار العلم" وليست هذه المقدمة من جملة الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها، ومن لا يحيط بها فلاثقة بعلومه اصلا، فمن شاء ان لايكتب هذه المقدمة فليبدا بالكتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه، وحاجة جميع العلوم النظرية الى هذه المقدمة كحاجة اصول الفقه".[1]

(ہم اس مقدمہ میں مدارک العقول، حد اور برھان میں اس کے انحصار کو بیان کریں گے اور ہم حد حقیقی کی شروط اور برھان حقیقی کی شرط اور ان دونوں کے اقسام کو مختصر بیان کریں گے۔ جیسے ہم نے کتاب "محک النظر" اور کتاب "معیار العلوم" میں ذکر کیا ہے اور یہ مقدمہ مکمل اصول میں نہیں اور نہ اس کے مقدمات کسی خاص فن میں ہے، بلکہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ہے اور جو اس کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا اصلاً کوئی اعتبار نہیں اور جو اس مقدمہ کو نہ لکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ کتاب میں قطب اول سے ابتداء کرے کیونکہ وہ اصول فقہ کا ابتدائیہ ہے اور تمام علوم نظریہ میں اس مقدمہ کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اصول فقہ میں اس کی حاجت ہے۔)

[1] حوالہ سابق۔

المستصفی کے منطقی مقدمہ کا تجزیہ :

امام غزالی کتاب کے مقدمہ میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی بھی علم کے حقائق کو صحیح معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جو قبل منطق کے ذریعے ان علوم کو نہ سمجھا جائے اس کے بعد منطق کے ضروری اجزاء بھی لکھتے ہیں جو آپ کے خیال میں ضروری تھے۔ اس مقصد میں آپ نے معقولات کے ادراک، دلائل و براھان کی حدود اور اس کے حقیقی شرائط اور برہان اثبات کے حقیقی شرائط مع اس کے اقسام یا جزئیات کے تحریر فرمائے ہیں۔ ان شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ فلسفے سے پرہیز کے باوجود امام غزالی اس کے ایک شعبہ پر کتنا عمیق اور پختہ اعتقاد رکھتے تھے۔ علم منطق بھی فلسفہ کے ایک شاخ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ ارسطو نے اپنے علم کی جو عظیم ترین میراث چھوڑی ہے اس میں منطق کا زیادہ حصہ ہے۔

امام غزالی کا "المستصفی" میں مسائل بیان کرنے میں عدم توازن :

امام غزالی اس کتاب کے مسائل بیان کرنے میں توازن نہیں رکھ پائے بعض مسائل اور ان کے اعتراضات و جوابات اور شبہات کے ازالہ میں بھی طویل بحث کرتے ہیں مثلاً قیاس کے مانعین کے شبہات کے ازالہ کے وقت ان کی یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جب کہ بعض مسائل کے بیان میں وہ انتہائی اختصار اور دقت سے کام لیتے ہیں مثلاً مطلق و مقید کی مکمل بحث اس کے مسائل و تشریح کو صرف نصف صفحہ میں بیان کر دیا۔

المستصفی میں امام الحرمین کی تقلید میں کمی نظر آتی ہے :

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ امام غزالی نے المستصفی میں امام الحرمین کی ان کثیر آراء کے ذکر سے گریز کیا جس پر انہوں نے "المنخول" میں موافقت کی تھی مثلاً المنخول میں صفت کے مفہوم سے احتجاج جائز ہونے میں امام الحرمین کا مسلک اختیار کرتے ہوئے نہ صرف اسے جائز قرار دیا بلکہ اس مذہب کے دفاع میں اور منکرین کے رد میں دلائل دیئے۔ مگر المستصفی میں انہوں نے اس رائے کے بجائے یہ موقف اختیار کیا کہ صفت کے مفہوم سے احتجاج غیر حجت ہوگا۔

المستصفی میں گوشہ نشینی کے زمانہ میں آراء میں تبدیلی :

امام غزالی نے "المستصفی" میں ان آراء سے بھی گریز کیا جو گوشہ نشینی کے زمانے میں اختیار کی تھیں جب آپ عبادت و ریاضت میں مگن تھے اور تصوف کا غلبہ تھا۔ مثلاً احیاء میں "**مسالة التكليف بالمحال**" کے جواز کا قول کیا جب کہ "المستصفی" میں اسکے عدم جواز کا قول کیا[1]

المستصفی کا زمانہ تالیف : امام غزالی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یعنی ۵۰۴ھ میں اس کتاب کو تصنیف کیا۔

---

[1] المنخول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۵ باختیار **الغزالي ورایه في مفهوم الصفة** کے ضمن میں بیان کیا۔

المستصفی کے شارحین :

(۱) ابن المناظر حسین بن عبدالعزیز محمد مالکی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح المستصفی للغزالی تالیف کی۔[1]

(۲) ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد عبدالرحمٰن بن مسعدۃ الغرناطی متوفی ۶۹۹ھ نے شرح لکھی۔ ابن فرحون نے الدیباج میں اس کے لئے "شرحا حسنا" (عمدہ شرح) کے الفاظ کہے ہیں۔[2]

(۳) حافظ ابوعلی الحسن (الحسین) ابن عبدالعزیز بن محمد القرشی الفہری الغرناطی الاندلسی متوفی ۶۷۹ھ معروف بابن الاحوص۔[3]

المستصفی کے اختصار وحواشی: اہل مغرب واندلس نے امام غزالی کی المستصفی کی خوب قدردانی کی اس کے اختصارات بھی کیے چند مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ علی بن ابوالقاسم ابن ابی قنون متوفی ۵۵۷ھ نے المقتضب الاشفی فی اختصار المستصفی کے نام سے اختصار کیا۔[4]

۲۔ ابوالولید محمد بن رشد الحفید متوفی ۵۹۵ھ نے "الضروری فی اصول الفقہ" یا "مختصر المستصفی" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔[5]

۳۔ محمد بن عبدالحق الیعمر النذروی متوفی ۶۲۵ھ نے "مستصفی المستصفی" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔[6]

(۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الازدی الاشبیلی اندلسی متوفی ۶۴۷ھ یا ۶۵۱ھ معروف بہ ابن الحاج انہوں نے "مختصر المستصفی" اور "حاشیہ علی مشکلات المستصفی" تالیف کیا۔[7]

المستصفی پر تعلیقہ : ابوالحسن سہل بن محمد بن سہل بن مالک الازدی الغرناطی متوفی ۶۳۹ھ نے امام غزالی کی المستصفی پر تعالیق لکھے۔[8]

ابوالخطاب الکلوذانی حنبلی (۴۳۲ھ۔۵۱۰ھ)[9]

فقیہ، اصولی، فرضی ادیب شاعر تھے۔ قاضی ابویعلیٰ سے تفقہ حاصل کیا ائمہ حنابلہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/۳۱۳، اس میں ان کا نام اس طرح مرقوم ہے حسین بن عبداللہ بن عبدالعزیز ابن محمد، معجم الاصولیین ۲/ ۶۸ (۳۰۵)۔

[2] ھدیۃ العارفین ۵/۱۰۲، ایضاح المکنون ۴/ ۴۷۷، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۰۳، الفتح المبین ۲/ ۹۸، معجم الاصولیین ۱۹۸۔۱۹۹ (۱۴۷)۔

[3] ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۳۔

[4] تحقیق مقدمہ علی مختصر المستصفی لابن رشد، جمال الدین علوی، ص ۱۸، بیروت سلا دار الغرب الاسلامیہ ۱۹۹۴ء۔

[5] حوالہ سابق۔

[6] حوالہ سابق۔

[7] ھدیۃ العارفین ۵/۹۵، الفتح المبین ۲/ ۶۷، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۷ (۱۴۷)۔

[8] ھدیۃ العارفین ۵/۴۱۳، الدیباج ص ۲۰۵، ۲۰۶، الفتح المبین ۲/ ۶۳۔

[9] محفوظ بن احمد بن حسن بن احمد الکلوذانی البغدادی (۱۰۴۰ء/ ۱۱۱۶ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التمهيد في اصول الفقه " تالیف کی۔[1]

ابوبکر الاسار بندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : ۱۔ الاصول في الفقه ۲۔ مختصر تقويم الادلة للدبوسي[2]

ابوالوفاء بن عقیل حنبلی (۴۳۱ھ۔۵۱۳ھ)[3]

فقیہ، اصولی، واعظ اور متکلم تھے۔ ابویعلی بن الفراء سے تفقہ حاصل کیا اور ابوالولید المعتزلی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، علوم وفنون اور ان کی تصنیف وتالیف کے میدان میں قوی الحجة تسلیم کئے جاتے تھے۔ شروع میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان رکھتے تھے بعد میں اس رجحان کو ترک کر کے مذہب حنابلہ کی فقہ میں منہمک ہو گئے مگر اس کے باوجود بھی ان کے عقیدہ میں مذہب معتزلہ کا اثر باقی رہا۔ اپنے زمانے کے قطب الاعلام اور شیخ الاسلام تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الواضح في اصول الفقه " تالیف کی یہ کتاب تین مجلدات میں ہے اس کے علاوہ ایک کتاب " الفنون " بھی تالیف کی جس میں فقہ، اصول فقہ، علم الکلام اور بہت سے علوم سے کثیر وعظیم فوائد جمع کئے۔ حافظ الذہبی نے اس کتاب سے متعلق لکھا :

" لاتصنيف في الدنيا اكبر من هذا الكتاب " (اس دنیا میں اس تصنیف سے بڑی کوئی کتاب نہیں)۔[4]

عبدالرحیم القشیری الشافعی (متوفی ۵۱۴ھ)[5]

فقیہ، اصولی، مفسر اور ادیب تھے اپنے والد سے علم الاصول وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر ان کی وفات کے بعد امام الحرمین کی صحبت اور ان کے درس میں ہمیشہ شریک رہے یہاں تک کہ فقہ، اصول وخلاف میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ہمیں ان کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہو سکا (واللہ اعلم)۔[6]

احمد بن عثمان الفیحی (متوفی ۵۱۷ھ)

انہوں نے کتاب " قواعد الادلة وشواهد الاحجة " تالیف کی۔[7]

---

[1] ایضاح المکنون ۳/ ۳۲۱، ہدیۃ العارفین ۶/ ۶، الفتح المبین ۲/ ۱۱۔

[2] ابوبکر محمد بن حسین بن محمد، امام فخر الدین خراسان (مرو) سے تعلق رکھتے تھے ہدیۃ العارفین ۶/ ۸۳۔

[3] ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بن احمد البغدادی (۱۰۳۹ء/ ۱۱۱۹ء) بغداد میں وفات پائی۔

[4] ایضاح المکنون ۳/ ۸۵ ہدیۃ العارفین ۵/ ۶۹۵، الفتح المبین ۲/ ۱۲، ۱۳، اس میں علامہ ذہبی کا قول منقول ہے۔

[5] ابونصر عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی ۱۱۲۰ء۔

[6] معجم الاصولیین ۲/ ۱۹۷ (۴۳)، شذرات الذهب، شیخ عبدالحی بن العماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ ۴/ ۴۵۔

[7] ابوالمعالی احمد بن عثمان بن عمر اللیثی البغدادی ہدیۃ العارفین ۵/ ۸۲۔

بہر حال کتاب " الوصول " اصول فقہ کے جمیع ابواب اور معظم مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب ہے اس کا مختصر ہونا نہ تو قاری کے فہم پر مخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طوالت اکتاہٹ پیدا کرتی ہے وہ سوائے ایک جگہ کے تمام مقامات پر اپنے استاذ امام غزالی کا نام لئے بغیر ان سے نقل کرتے ہیں وہ امام غزالی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فذهب الغزالي قدس الله روحه الى انها سوال باطل ....

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب امام غزالی کی وفات کے بعد تالیف کی تھی۔ وہ امام غزالی سے متاثر نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری اس کتاب کے اسلوب و ترتیب کو "المنخول" سے بہت قریب پاتا ہے۔ اسی طرح امام الحرمین کی البرھان سے بھی متاثر لگتے ہیں۔ ابن برھان امام الحرمین اور اپنے دوسرے استاذ کی آراء کئی مقامات پر نقل کرتے ہیں مگر وہ تعظیماً "شیخنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ امام الحرمین کی ترتیب سے صرف اس وقت ہٹتے ہیں جب کوئی مسئلہ اصول فقہ سے کم تعلق رکھتا ہو تو وہ اسے بیان نہیں کرتے جیسے الکلام فی مدارک العلوم وادلتها ومراتبها ومعانی الحروف وغیرہ اور بعض چیزوں کے اصول فقہ سے قریبی تعلق کی بناء پر ان کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں جیسے لغوی مسائل میں حقیقت، مجاز، مجمل کی بعض ابحاث۔ ابن برھان اپنے اُستاذ امام الحرمین کی طرح استاذ ابو اسحاق الاسفرائینی اور قاضی ابوبکر باقلانی کی آراء پر اعتماد کرنے میں مساوی و مشارک نظر آتے ہیں۔

قاضی ابوالولید بن رشد مالکی (۴۵۵ھ۔ ۵۲۰ھ)[1]

اپنے زمانے میں اندلس و مغرب کے زعیم فقہاء میں سے تھے عمدہ تالیف پر قدرت رکھتے اصول، فروع، فرائض اور بہت سے علوم میں دسترس تھی۔ روایت و درایت کا خوب علم رکھتے تھے کم گو اور بہت حیاء کرنے والے شخص تھے۔ ۵۱۱ھ میں قرطبہ کے قاضی بنائے گئے۔ ابو جعفر بن رزق سے تفقہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ کثیر التصانیف شخص تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " البیان والتحصیل لما فی المستخرجة من التوجیه والتعلیل" تالیف کی یہ ایک عظیم کتاب ہے جو بیس سے زائد مجلدات پر مشتمل ہے۔[2]

ابوبکر الطرطوشی مالکی (۴۵۱ھ۔ ۵۲۰ھ)[3]

مالکی فقیہ تھے۔ اندلس میں ابوالولید باجی سے زانوئے تلمذ طے کیا، حجاز مقدس، بغداد، بصرہ، شام اور اسکندریہ کے علمی دورے کئے اور ائمہ شافعیہ ابوبکر الشاشی ابو علی التستری وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ، مسائل الخلاف، اصول، فرائض وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے زاہد، متقی اور متواضع تھے۔ قاضی عیاض آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

---

[1] ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (۱۰۶۳ء/۱۱۲۶ء) قرطبہ میں وفات پائی۔

[2] الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۲۷۸، ہدیۃ العارفین ۲/۸۵، معجم المؤلفین، رضا کحالہ ۸/۲۲۸، الفتح المبین ۲/۱۲، ۱۵۔

[3] ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب القرشی الفہری الاندلسی الطرطوشی (۱۰۵۹ء/۱۱۲۶ء) ابن ابی رندقہ سے معروف تھے اندلس میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مسائل الخلاف" اور "مسائل اصول فقہ" پر تعلیقہ تالیف کیا۔[1]

ابن السید البطلیوسی مالکی (۴۴۴ھ۔۵۲۱ھ)[2]

نحوی، ادیب، شاعر، محدث اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التنبیہ علی الاسباب الموجبۃ لاختلاف الفقہاء فی الاصول" تالیف کی۔[3]

حسین اللامشی (۴۴۱ھ۔۵۲۲ھ)[4]

امام، فاضل اور ثقہ تھے ابوبکر محمد بن حسن بن منصور النسفی سے اخذ علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی جو فاس میں قرویین کی لائبریری میں ۶۳۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔[5]

الباجی المالکی (متوفی ۵۲۳ھ)[6]

فقیہ، اصولی، مفسر، اور عادل قاضی تھے۔ علم کی نشر و اشاعت کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ ابوالولید باجی اور ابن زیتون سے اخذ علم کیا۔ مصر و مکہ تشریف لائے۔ امام زمخشری نے ان کی خدمت میں آ کر سیبویہ کی کتاب پڑھی کیونکہ ان کو اس میں مہارت حاصل تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المدخل فی الاصول" تالیف کی ھدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام "مجموعۃ فی اصول الفقہ" مذکور ہے۔[7]

ابوالطاہر التنوخی مالکی (متوفی ۵۲۶ھ بعدہ)[8]

امام، عالم، مفتی اور مذہب کے حافظ تھے۔ اصول فقہ، حدیث اور لغت عربیہ میں امام تھے۔ مالکی مذہب کے ممتاز علماء میں سے تھے تقلید سے اجتہاد و ترجیح کی برتری ظاہر کرتے۔

انہوں نے کتاب "انوار البدیعۃ الی اسرار الشریعۃ، التہذیب علی التہذیب التنبیہ علی مبادی التوجیہ" تالیف کیں۔ ابوطاہر التنوخی قواعد اصول فقہ سے فروع کے احکام کا استنباط کرتے تھے اور اپنی اس کتاب "التنبیہ" میں استنباط کے اسی منہج کو اپنایا ہے اگرچہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے استنباط کے اس طریقہ کو غیر مفید

---

[1] حسن المحاضرۃ، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۱/۲۱۳، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۲۷۹، ۳۸۰، الدیباج، ابن فرحون ص ۳۷۱، ھدیۃ العارفین ۱/۸۵، معجم المؤلفین ۱۲/۹۲۔

[2] ابومحمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی (۱۰۵۹/۱۱۲۶ء)۔

[3] الفتح المبین ۲/۱۹۔

[4] ابوالقاسم حسین بن علی عمر الدین اللامشی (۱۰۳۹/۱۱۲۸ء)۔

[5] الفوائد البہیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، معجم الاصولیین ۲/۷۰ (۳۰۵)

[6] ابوبکر عبداللہ بن طلحہ بن محمد بن عبداللہ الیابری الاشبیلی الاندلس متوفی ۱۱۲۸ء اندلس میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

[7] ھدیۃ العارفین ۵/۴۵۵، الفتح المبین ۲/۲۱۔

[8] ابوطاہر ابراہیم بن عبدالصمد بن بشیر التنوخی متوفی ۱۱۳۲ء۔

کہا ہے، کیونکہ فروع کی تخریج قواعد اصولیہ سے جدا اور بعید نہیں ہوتی اور ابوطاہر نے اس کتاب میں تقلید کی زیادہ پیروی کے اسلوب کو نہیں اختیار کیا۔ آپ شہید کیے گئے آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ نے اپنی کتاب "المختصر" کی تکمیل کی تاریخ ۵۲۶ھ ذکر کی ہے اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۵۲۶ھ کے بعد ہی آپ کا انتقال ہوا ہوگا۔[1]

الفراء محمد بن محمد الحنبلی (۴۷۵ھ۔۵۲۶ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المجرد فی الاصول" تالیف کی۔[2]

ابوالحسن بن الزاعونی حنبلی (۴۵۵ھ۔۵۲۷ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی، لغوی اور واعظ تھے ابن جوزی آپ کے اساتذہ اور ابن عساکر آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ الحنابلہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غرر البیان فی الاصول یہ کتاب چند مجلدات پر مشتمل ہے۔

۲۔ مجموعات فی المذهب والاصول۔[4]

امیه بن ابی الصلت الاندلسی (متوفی ۴۶۰ھ۔۵۲۹ھ)

عالم، ادیب، حکیم، شاعر اور منجم تھے۔ انہوں نے کتاب "الانتصار فی اصول الفقه" تالیف کی۔[5]

ابوالحسن الکرجی شافعی (۴۵۵ھ۔۵۳۲ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الذرائع فی علم الشرائع۔ ۲۔ سد الذرائع، یہ مذکورالذکر کتاب الذرائع کی شرح ہے۔

۳۔ الفصول فی اعتقاد ائمة الفحول۔[6]

---

[1] الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۳۲، ۱۳۳، الفتح المبین ۲/۲۳۔

[2] محمد بن محمد بن حسین بن محمد بن احمد بن خلف بن الفراء ابو حازم بن قاضی ابو یعلی بغدادی ہدیۃ العارفین ۶/۸۶۔

[3] ابوالحسن علی بن عبیداللہ بن نصر بن عبیداللہ بن سہل بن سری الزاغونی (۱۰۶۲ء/۱۱۳۳ء) ابن زاغونی سے معروف تھے۔ بغداد میں ولادت ہوئی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۶۹۶، الفتح المبین ۲/۲۳۔

[5] أمیہ بن عبدالعزیز ابی الصلت الاندلسی الدانی الاشبیلی (۱۰۶۸ء/۱۱۳۵ء) اندلس میں ولادت اور افریقہ میں وفات پائی ان کی تاریخ وفات ۵۲۸ھ، ۵۴۶ھ بھی بیان کی گئی ہیں۔ معجم الاصولیین ۱/۲۸۳۔ (۳۲۷) معجم الادباء ۷/۵۲، ۷۰۔

[6] ابوالحسن محمد بن عبدالملک بن محمد بن عمر بن ابی طالب الکرجی۔ اصبہان و ہمدان کے مابین پہاڑی شہروں کی طرف نسبت سے کرجی کہلاتے ہیں ہدیۃ العارفین ۶/۸۷۔

ابن الخشاب شافعی (متوفی ۵۳۳ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابو اسحاق الشیرازی کی "اللمع" کی شرح لکھی۔[2]

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۳۳ھ)[3]

علم النظر، فقہ و اصول میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بخاری میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ بخاری میں ابوالمفاخر عبدالعزیز بن عمر سے تفقہ حاصل کیا۔ امام الحرمین ابوالقاسم محمد بن عبداللہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : "كفاية الفحول في علم الاصول"۔[4]

امام المازری مالکی (۴۵۳ھ۔۵۳۶ھ)[5]

ادیب، حافظ، طبیب، فقیہ، اصولی، ریاضی، متکلم تھے۔ ابن فرحون نے لکھا کہ اقطار ارض میں کوئی مالکی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہ نہ تھا۔ آپ نے ابوالحسن اللخمی وغیرہ سے علم حاصل کیا، بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ابوالمعالی کی کتاب "البرهان" کی شرح لکھی اور اس کا نام "ایضاح المحصول من برهان الاصول" رکھا۔ اس کے علاوہ مذہب مالکیہ کی کتاب "التلقين" کی بھی ایک عمدہ شرح لکھی یہ دونوں شروح آپ کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔[6]

صدر الشہید حنفی (۴۸۳ھ۔۵۳۶ھ)[7]

فقیہ و اصولی تھے فروع و اصول میں امام اور معقول و منقول میں بلند مقام رکھتے اپنے والد سے تفقہ حاصل کیا اور اپنے والد کی زندگی ہی میں خراسان میں بالغ النظر مجتہد و فقیہ بن گئے اور شہرت حاصل کر لی موافقین و مخالفین دونوں آپ کے فضیلت کے معترف ہوئے، مذہباً حنفی تھے بعض لوگوں کو ان کے شافعی المذہب ہونے کا وہم ہوا صاحب الهداية آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : فقہ و اصول وغیرہ میں آپ کی مؤلفات ہیں، مثلاً اصول حسام الدین وغیرہ۔[8]

---

[1] ابومحمد عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر بن محمد بن یوسف البغدادی۔ ابن الخشاب سے معروف تھے۔

[2] هدية العارفين ۵/۴۵۵۔

[3] عبدالعزیز بن عثمان بن ابراہیم الکوفی متوفی ۱۱۳۸ء، قاضی نسفی سے معروف تھے۔

[4] کشف الظنون ۲/۱۴۹۷، هدية العارفين ۵/۵۷۸، الفوائد البهيه ص ۹۸، الفتح المبین ۲/۳۵، اس میں تاریخ وفات ۵۶۳ھ مذکور ہے۔

[5] ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری (۱۰۶۱/۱۱۴۴ء) جزیرہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں ولادت اور افریقہ میں وفات ہوئی۔

[6] ایضاح المکنون ۳/۱۵۶، هدية العارفين ۶/۸۸، الدیباج ص ۲۷۴، ۲۷۵، الفتح المبین ۲/۲۶۔

[7] ابومحمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازة (۱۰۹۰/۱۱۴۳ء) صدر الشہید سے مشہور تھے سمرقند میں شہید اور بخاری میں مدفون ہوئے۔

[8] هدية العارفين ۵/۷۸۳، الجواهر المضیئة محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۱/۳۹۱، ۳۹۲ (۱۰۸۱) الفوائد البهية عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۱۴۹، الفتح المبین ۲/۲۵۔

محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی (۵۳۹ھ بعدہ)[1]

ماوراء النہر کے لامش نامی گاؤں کی طرف نسبت سے لامشی کہلاتے ہیں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم و تعلم ماوراء النہر بالخصوص سمرقند کے قریب فرغانہ میں ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "اصول اللامشی" تالیف کی۔

کتاب "اصول اللامشی" کا تحقیقی جائزہ :

"اصول اللامشی" یا "کتاب اللامشی فی اصول الفقہ" حاجی خلیفہ نے "اصول اللامشی" کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے[2]۔ ان کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں مگر اصول فقہ کی اس کتاب میں وہ گیارہ مقامات پر "مشائخ ماوراء النہر" یا "مشائخ سمرقند" یا "مشائخ دیارنا" کا ذکر کرتے ہیں[3]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ اسی علاقے سے وابستہ ہوگا اس لئے ان کی شخصیت پر وہاں کا اثر غالب تھا۔ اسی طرح وہ تقابل میں مشائخ عراق یا مشائخ بغداد (حنفی) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

مختلف آراء ہونے کی صورت میں اللامشی کی ترجیح :

کسی مسئلہ میں مختلف اقوال و آراء ہونے کی صورت میں وہ اپنے شہر کے مشائخ کی آراء کو بالعموم اور اپنے رئیس ابومنصور ماتریدی کی رائے کو بالخصوص مشائخ عراق پر ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں وہ مختلف مشائخ کی آراء پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

"اختلف اصحابنا في وجوب الاعتقاد، قال مشائخ العراق : "حكمه وجوب العمل والاعتقاد قطعاً" وقال مشائخ سمرقند ورئيسهم الشيخ ابومنصور (محمد بن محمد بن محمد ماتريدي سمرقندي) رحمه الله، حكمه وجوب العمل ظاهراً والاعتقاد على سبيل الابهام، وهو الوجوب او الندب عينا ليكن يعتقد ان ما اراد الله تعالىٰ به حق ويأتي بالفعل لامحالة حتى لا يأثم بالترك اذ كان واجبا".[4]

یہاں مشائخ عراق، سمرقند اور ان کے رئیس کی وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں آراء پیش کیں اور پھر کہا :

"والصحيح ماقاله مشائخ سمرقند".[5]

(اور صحیح وہ ہے جو مشائخ سمرقند نے فرمایا۔)

انہوں نے صرف قولِ راجح بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کو دیگر اقوال میں سے صحیح ماننے کی وجہ بیان کی۔ اسی طرح وہ تخصيص الكتاب بمتواتر یا القیاس اور خبر واحد کے مسئلہ میں بھی وہ اسی طرح مشائخ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں ان کی آراء پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : "وهو الجواب الاصح، على قول مشائخ سمرقند".[6]

---

[1] ابوالثنا محمود بن زید اللامشی ۱۱۴۴ء میں زندہ تھے۔ [2] کشف الظنون ۱/۱۱۳،۱۱۱۔

[3] کتاب اللامشی فی اصول الفقہ محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی تحقیق عبدالمجید ترکی ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۹۲، ۲۲۸، ۲۳۹، ۲۵۹، ۲۹۱، ۲۷۱، ۳۱۸، ۳۴۹، ۳۱۳، بیروت دارالغرب اسلامی ۱۹۹۰ء۔ [4] حوالہ سابق ۹۱۔ [5] حوالہ سابق۔ [6] حوالہ سابق ص ۱۳۳۔

اللامشی بعض اوقات اقوال میں ترجیح دیئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں :

مذکورہ بالا دو مثالوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ ہی اپنے شہر کے مشائخ یا رئیس کے قول کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ وہ آراء کو ان میں ترجیح دیئے بغیر اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان میں وجہ ترجیح کا فیصلہ نہیں کر پاتے ہوں یا یہ کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہو کہ اس وقت کسی اور کو ترجیح حاصل ہے تو وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔

مثال سے وضاحت...... یا یہ کہ تمام اقوال میں سے جس کو چاہے ترجیح دے دیں مثلاً "واختلفوا فی نفس الاجتہاد" کے تحت مجتہد کے مصیب و مخطی ہونے میں وہ شیخ ابو منصور ماتریدی اور مشائخ سمرقند میں سے ایک جماعت جن میں ابوالحسن الرستغفنی وغیرہ شامل ہیں کی آراء اور امام ابوحنیفہ کی رائے پیش کرتے ہیں مگر اس میں وہ کسی کے قول یا رائے کو ترجیح نہیں دیتے بلکہ آراء ذکر کر کے اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں تاکہ قاری خود قول راجح تلاش کرے اور وجہ ترجیح بیان کرے۔[1]

اللامشی کے نزدیک احناف کے مراتب :

اس کتاب میں عراق کے حنفی امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ۔۷۶۷ء) ان کے شاگرد عیسیٰ بن ابان متوفی (۲۲۱ھ۔۸۳۶ء) کرخی (متوفی ۳۴۰ھ۔۹۵۲ء) اور ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) ان سب کو کتاب اللامشی فی اصول الفقہ میں جگہ دی ان کی آراء کو نقل کیا مگر ان سب باتوں کے باوجود ماوراء النہر کے حنفی ماتریدی مشائخ کی فضیلت و برتری کو نمایاں اور ممتاز رکھا ان کے یہاں مراتب کی ترتیب یوں نظر آتی ہے۔ ماتریدی عقیدے کے مؤسس الماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ۔۹۴۴ء) کی رائے کو سب پر مقدم رکھتے ہیں پھر ماتریدی کے شاگرد "الرستغفنی" پھر دبوسی کو اور آخر میں النسفی (متوفی ۵۰۸ھ۔۱۱۴۲ء) کو جگہ دیتے ہیں[2]۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ النسفی، لامشی کے شیوخ میں سے ہوں اس کتاب میں لامشی نے ابوزید دبوسی کو مشائخ ماوراء النہر میں شمار کیا ہے۔[3]

ابن حنبلی الواعظ (متوفی ۵۳۶ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرہان فی الاصول ۲۔ کتاب المفردات فی الاصول۔

۳۔ کتاب المنتخب فی الاصول۔[5]

جاراللہ الزمخشری شافعی (۴۶۷ھ۔۵۳۸ھ)[6]

ادیب اور فقیہ تھے۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۳۰۲۔ ۲۔ حوالہ سابق اور مزید تفصیلات کے لئے اس کتاب کا فقرہ ۱۲۶، ۱۹۶، ۱۹۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۲۹۳، ۳۰۳، ۱۲۷، ۱۱۵، ۲۲۸، ۲۲۲، ۲۲۷، ۳۰۶، ۳۰۳، ۲۳۸ دیکھئے۔ ۳۔ حوالہ سابق ص ۱۳۳۔

۴۔ عبدالوہاب بن عبدالواحد بن محمد الشیرازی ثم دمشقی، ابن حنبلی واعظ سے مشہور تھے۔

۵۔ ہدیۃ العارفین، ۵/۶۳۸۔ ۶۔ جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد بن احمد بن عمر زمخشری۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " المنهاج في الاصول " تالیف کی۔[1]

علاء الدین السمر قندی حنفی (متوفی ۵۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ' ایضاح القواعد الباب فی اصول الفقه " تالیف کی۔[2]

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی (۴۶۸ھ۔۵۴۳ھ)[3]

فقیہ، محدث، مفسر، اصولی، ادیب و متکلم تھے۔ اشبیلیہ، اندلس، بغداد، شام، اسکندریہ، مصر، مکۃ المکرمۃ میں کثیر علماء، فضلاء و صوفیاء سے تحصیل علم کیا۔ ابوبکر الشاشی، ابوحامد غزالی، ابوسعد زنجانی وغیرہ آپ کے بعض اساتذہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، قاضی عیاض، ابن بشکوال آپ کے کثیر تلامذہ میں شامل ہیں۔ اشبیلیہ کے قاضی رہے، اس عہدے پر رہتے ہوئے عدل و انصاف کی یادگار قائم کی۔ آپ بہت سی عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " المحصول في اصول الفقه " تالیف کی۔[4]

فخر الدین الرازی شافعی (متوفی ۵۴۳ھ)

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی الکبری ان کی کتب کے بارے میں متوفی ۶۰۶ھ میں دیکھیں ھدیۃ العارفین میں ان کی تاریخ وفات ۵۴۳ھ مذکور ہے۔[5]

ابو المحاسن البیهقي (متوفی ۵۴۴ھ)[6]

ادیب، شاعر، اصولی، مفسر تھے ان کے فقہی مذہب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا۔ ابوالمحاسن مذکورہ علوم میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ صیقل الالباب. ۲۔ والنوا واللوامع (منظوم)

۳۔ التلقیح في الاصول.[7]

ابوالفتح شہرستانی متکلم اشعری (۴۶۹ھ۔۵۴۸ھ)

انہوں نے کتاب " الاقطار في الاصول الفقه " تالیف کی۔[8]

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۸۷۷، ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۰۲۔

[2] ابوبکر علاء الدین محمد بن احمد السمر قندی حنفی ھدیۃ العارفین ۶/ ۹۰۔

[3] ابوبکر قاضی محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد المعافری الاشبیلی (۱۰۷۶ء/ ۱۱۴۸ء) ابن العربی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت، مراکش میں وفات اور فاس میں تدفین ہوئی۔

[4] ایضاح المکنون ۳/ ۳۳۳، ھدیۃ العارفین ۲/ ۹۰، الدیباج ص ۲۷۶، ۲۸۱، الفتح المبین ۲/ ۲۸، تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۴/ ۱۲۹۴۔

[5] ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۰۷۔

[6] فخر الزمان ابوالمحاسن مسعود بن علی بن احمد بن العباس الصوانی البیہقی متوفی ۱۱۴۹ھ نیشاپور میں ولادت ہوئی۔

[7] ھدیۃ العارفین ۶/ ۴۲۸، الفتح المبین ۲/ ۳۱۔

[8] ابوالفتح محمد بن ابوالقاسم عبدالکریم بن ابوبکر احمد الشہرستانی متکلم اشعری ھدیۃ العارفین ۶/ ۹۱۔

ابو محمد بن عبداللہ الشلبی مالکی (۴۸۴ھ۔۵۵۱ھ)

فقیہ، اصولی اور رجال الحدیث کے حافظ تھے مسائل خلاف، علم عربیہ و ہیئت میں متبحر تھے۔ نو برس تک اپنے شہر شلب کے قاضی رہے اور عدل و انصاف میں امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں کی۔ مکۃ المکرمۃ، مصر، عراق، خراسان کے علمی دورے کئے، ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔[1]

علاء الدین ابو بکر حنفی (۴۸۸ھ۔۵۵۲ھ)

فقیہ تھے انہوں نے اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں:

۱۔ بذل النظر فی الاصول۔

۲۔ حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومۃ النسفی۔[2]

ابن الخل الشافعی (۴۸۲ھ۔۵۵۲ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[3]

ابوبکر القلیعی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "نور الحجۃ وایضاح المحجۃ" تالیف کی۔[4]

علاء الدین حنفی (متوفی ۵۵۳ھ)

فقیہ، اصولی تھے انہوں نے کتاب "میزان الاصول فی نتائج العقول" تالیف کی جس کا آغاز: "الحمد للہ ذی العزۃ والجلال" الخ سے ہوتا ہے۔[5]

ابوبکر ظہیر بلخی (متوفی ۵۵۳ھ)

فروع و اصول میں فاضل، امام تھے معقول و منقول میں کامل عالم تھے۔ نجم الدین عمر النسفی، صدر الاسلام ابوالیسر محمد البزدوی، برہان الدین المرغینانی وغیرہ سے علم حاصل کیا، محمود زنگی کے زمانے میں حلب آئے اور پھر دمشق چلے گئے۔[6]

ابن النفزی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)[7]

محدث، فقیہ، متکلم و اصولی تھے۔ اہل غرناطہ میں سے ہیں مختلف علوم میں آپ کی تالیفات ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبداللہ بن عیسیٰ الشلبی (۱۰۹۱/۱۱۵۶ء) اندلس میں ولادت اور خراسان میں وفات ہوئی، الفتح المبین ۲/۳۲۔

۲۔ ابوبکر محمد بن عبدالحمید بن حسن بن حمزہ الاسمندی علاء الدین السمرقندی، ہدیۃ العارفین ۶/۹۲۔

۳۔ ابوالحسن محمد بن المبارک بن محمد بن عبداللہ البغدادی، ابن الخل، ہدیۃ العارفین ۶/۹۳۔

۴۔ ابوبکر محمد بن محمد بن عبداللہ القلیعی الاشبیلی، اندلس سے تعلق تھا، ہدیۃ العارفین ۶/۹۳۔

۵۔ ابوبکر محمد بن احمد علاء الدین شمس النظر سمرقندی، کشف الظنون ۲/۱۹۱۹۔

۶۔ ابوبکر احمد بن علی بن عبدالعزیز متوفی ۱۱۵۸ء ظہیر بلخی سے معروف تھے حلب میں وفات پائی۔ الفوائد البہیۃ ص ۲۷۔

۷۔ ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابن الضحاک النفزی الغرناطی، متوفی ۱۱۵۸ء، ابن نفزی سے معروف تھے۔ غرناطہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مدارک الحقائق فی اصول الفقہ" تالیف کی جو پندرہ اجزاء پر مشتمل ہے۔[1]

ابن ہبیرہ حنبلی (متوفی ۵۶۰ھ)

انہوں نے کتاب "الاجماع والاختلاف" تالیف کی۔[2]

ابو المفاخر الکردری حنفی (متوفی ۵۶۲ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے حنفی علماء میں بلند مقام رکھنے کی وجہ سے شمس الائمہ اور امام الحنفیۃ کا لقب دیا گیا۔ زہد و تقویٰ میں بہت بلند درجہ رکھتے، سلطان عادل نورالدین محمود بن زنگی کے زمانے میں حلب کے قاضی رہے۔ مختلف علوم پر آپ کی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[4]

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۶۳ھ)

ان کی تاریخ وفات ۵۳۳ھ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابو الحسن البیہقی (۴۹۹ھ۔۵۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب اصول الفقہ ۲۔ جلاء صدر الشاب فی الاصول۔

۳۔ المحجج فی الاصول۔[5]

ابو الحسن الاندلسی (متوفی ۵۶۷ھ)

فقیہ تھے اصول فقہ میں "اللباب فی اصول الفقہ" تالیف کی جس کا آغاز : "الحمد للہ الذی ابدع الخلائق بلاآلۃ وعلۃ الخ" سے ہوتا ہے۔ "اللباب فی اصول الفقہ" کے نام سے محمد بن احمد سمرقندی حنفی نے بھی کتاب لکھی تھی مگر حاجی خلیفہ نے ان کا سن وفات نہیں بتایا۔[6]

---

[1] الدیباج ص ۳۰۳، ۳۰۴، الفتح المبین ۲/۳۳، معجم المؤلفین ۷/۱۷۷۔

[2] ابن ھبیرہ الوزیر یحیی بن محمد الشیبانی الحنبلی، کشف الظنون ۲/۱۴۵۸۔

[3] ابو المفاخر عبدالغفور بن لقمان بن محمد، شرف القضاۃ، تاج الدین الکردری متوفی ۶۷ ۱۱ خوارزم میں ولادت اور حلب میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۱/۱۱۴، ہدیۃ العارفین ۱/۵۸۷، اس میں ان کا نام عبدالغفار مذکور ہے۔ الجواہر المضیۃ ۱/۳۲۲، ۳۲۳ (۸۶۸)، الفوائد البہیۃ ۹۸، ۹۹، الفتح المبین ۲/۳۳۔

[5] ابو الحسن علی بن ابو القاسم زید بن محمد بن حسین بن سلیمان بیہقی، ہدیۃ العارفین ۶/۶۹۹۔

[6] ابو الحسن علی بن عبداللہ بن خلف بن نعمۃ الانصاری الاندلسی۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۰، کشف الظنون ۲/۱۵۴۳۔

ضیاء الدین القرطبی مالکی (متوفی ۵۶۷ھ)

انہوں نے کتاب "دلائل الاحکام" تالیف کی۔[1]

ابن صافی ملک النحاۃ شافعی (۴۸۹ھ۔۵۶۸ھ)[2]

نحوی، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مقری اور شاعر تھے ابو احمد الاشنھی سے تفقہ اور ابن برھان سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی جو "الوجیز" اور "الوسیط فی اصول الفقہ" کے مصنف ہیں اشاعت علم کے لئے خراسان کرمان اور غزنہ وھند کے اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ .... انہوں نے کتاب "الحاکم فی اصول الفقہ" تالیف کی الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے: "وفی الفقہ الحاکم، وفی اصول الفقہ واصول الدین مختصر ان" ابن خلکان نے لکھا: "ولہ مصنفات کثیرۃ فی الفقہ والاصول"۔[3]

اسعد الکرابیسی (متوفی ۵۷۰ھ)[4]

الفوائد البہیۃ میں ہے: "کان فقیہا فاضلا ادیبا عالما حسن الطریقۃ، لہ معرفۃ تامۃ بالفروع والاصول"۔

علاء الدین بن الاسمندی السمرقندی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی آپ کی فقہ میں کتب ہیں لیکن ہمیں اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہوسکا۔[5]

عبدالرحمن ابن الانباری (۵۱۳ھ۔۵۷۰ھ)[6]

ابو منصور بن الرزاز سے مدرسہ نظامیہ بغداد میں تفقہ حاصل کیا قاضی ابن شھبہ نے موفق عبداللطیف کے حوالے سے لکھا کہ ان کی ایک سو تیس تصانیف ہیں اکثر نحو میں ہیں اور ان میں سے بعض فقہ، اصول اور تصوف میں ہیں مگر انہوں نے اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا نام ذکر نہیں کیا۔[7]

ابن فتحہ شافعی (متوفی ۵۷۲ھ)

انہوں نے "نور الحجۃ فی ایضاح المحجۃ فی الاصول" تالیف کی۔[8]

---

[1] ابوبکر یحیی بن سعدون ابن تمام بن محمد الازدی القرطبی ضیاء الدین، ایضاح المکنون ۳/ ۴۷۶۔

[2] ابو نزار حسن بن صافی بن عبداللہ بن نزار بن ابو الحسن (۱۰۹۵ء/۱۱۷۲ء) بغداد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی، ملک النحاۃ سے مشہور تھے۔

[3] کشف الظنون ۱/ ۶۴۳، ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۷۹، الفتح المبین ۲/ ۳۶، معجم الاصولیین ۲/ ۳۲ (۲۷۳)۔

[4] ابو المظفر اسعد بن محمد بن حسین جمال الدین الکرابیسی نیشاپوری متوفی ۱۱۷۴ھ۔

[5] کشف الظنون ۲/ ۱۲۵۷، اس میں تاریخ وفات ۵۳۹ھ مذکور ہے، الفوائد البھیۃ ص ۴۵ الجواہر المضیۃ ۱/ ۱۴۳، (۳۱۵) معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۳ (۱۹۶)۔

[6] ابو البرکات عبدالرحمن بن محمد بن عبد (عبید) اللہ بن سعید، کمال الدین ابن الانباری (۱۱۱۹ء/۱۱۷۴ء)۔

[7] کشف الظنون ۲/ ۱۴۷۱، ھدیۃ العارفین ۱/ ۵۱۹، ۵۲۰، وفیات الاعیان، ابن عیان، ابن خلکان ۱/ ۲۷۹، معجم الاصولیین ۲/ ۱۸۷ (۴۴۳)۔

[8] ابو المحاسن محمد بن عبید، ابن فتحہ ھدیۃ العارفین ۲/ ۹۸۔

صدقہ بن حداد (۴۷۷ھ۔۵۷۳ھ)[1]

فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مورخ، کاتب اور شاعر تھے ابن عقیل اور ابن زاغوانی سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : صاحب شذرات نے لکھا: " وله مصنفات حسنة في الأصول "(اور ان کی اصول پر بہترین کتابیں ہیں۔)[2]

احمد الکلالی (متوفی ۵۸۰ھ)[3]

فقیہ اصولی عارف تھے، علی بن ابوبکر سالم وغیرہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کتاب ہے جس کا نام " کتاب الامثال " ہے۔[4]

حسن المسیلی (متوفی ۵۸۰ھ تقریباً)[5]

فقیہ، اصولی، متکلم تھے۔ ابو حامد غزالی سے مشابہت رکھنے کی بناء پر ابو حامد الصغیر کہلاتے تھے، جایہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : النبراس في الرد على منكر القياس۔[6]

ابوطاہر الاسکندرانی مالکی (متوفی ۵۸۱ھ)

اصول میں کتاب " تذکرۃ " تالیف کی۔[7]

ابن زہرہ حلبی امامی (۵۱۱ھ۔۵۸۵ھ)[8]

فقیہ، اصولی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے، علماء شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : " غنية النزوع الى علمي الاصول والفروع " اس میں اصولیین کے مسائل اور پھر فقہ سے بحث کی گئی ہے یہ کتاب تقریباً چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔[9]

ابوثابت الدیلمی (۵۸۹ھ زندہ تھے)

انہوں نے " التلخيص من الاصول " تالیف کی۔[10]

---

[1] ابوالفرج صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بن حداد بغدادی ۱۰۸۳ء/۱۱۷۷ء بغداد میں وفات پائی۔

[2] معجم الاصولیین ۲/۱۴۲ (۳۷۷)۔

[3] احمد بن اسعد بن الکلالی متوفی ۱۱۸۴ء۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۹۶ (۶۴)۔

[5] ابوعلی حسن بن علی بن محمد المسیلی متوفی ۱۱۸۵ء تقریباً اندلس میں ولادت و وفات ہوئی۔

[6] معجم الاصولیین ۲/۳۹ (۲۸۲)۔

[7] ابوطاہر اسماعیل بن مکی بن اسماعیل عوف المالکی اسکندرانی، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۱۔

[8] ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ بن حسن بن زہرہ عزالدین حسینی، امام ابن زہرہ حلبی۔

[9] ایضاح المکنون ۲/۱۵۰، ۱۵۱، ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۶، معجم الاصولیین ۲/۸۵ (۳۱۹) اوصاف الجنات ۲/۱۷۳ (۳۳۵)۔

[10] ابوثابت شمس الدین محمد بن عبدالملک الدیلمی الصوفی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۰۳۔

احمد الطالقانی شافعی (متوفی ۵۸۹ھ)[1]

مذہب، خلاف، نظر، اصول، حدیث، تفسیر اور وعظ و زہد میں امام تھے، اصحابِ شافعی کے رئیس تھے اپنے شہر قزوین سے نیشا پور آ گئے تھے وہاں محمد بن یحییٰ فقیہ کی خدمت میں رہ کر کمال حاصل کیا ان کے دروس کے معید بن گئے۔ بغداد و حجاز متعدد کئی بھی سفر کئے، مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔[2]

احمد الغزنوی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ)[3]

فقیہ، متکلم، اصولی تھے۔ محمد بن یوسف علوی حسینی اور امام کاسانی صاحب البدائع سے تفقہ حاصل کیا اور امام کاسانی کے درس کے معید تھے۔ حلب کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ .... انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[4]

ابو الولید محمد بن رشد الحفید مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)[5]

فقیہ، ادیب، اصولی، حافظ، فیلسوف، حکیم تھے۔ فقہاء اور قضاۃ کے گھرانے میں نشو و نما پائی آباء و اجداد مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ ابن رشد، ان کے والد اور دادا قرطبہ کے قاضی رہے اور یہ کچھ دنوں اشبیلیہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ابن رشد کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے، ان کے بعض مباحث شرعی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق تھے۔ ابن رشد نے شریعت اسلامیہ کے اشعری طریقہ پر تعلیم حاصل کی اور فقہی اصول کی امام مالک کے طریقے پر تحصیل کی اس لئے ان کے شرعی اور فقہی خیالات اور فلسفیانہ میلانات میں مناسبت پائی جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ابن رشد نے اپنی آخری کتابوں میں اشعریوں پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کے طریقوں اور اساسی اصول پر سخت تنقید کی ہے جہاں تک تصانیف کا تعلق ہے تو تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن رشد نے چھتیس برس کی عمر سے قبل کوئی کتاب لکھی۔[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر المستصفی یا" الضروری فی اصول الفقہ"۔

۲۔ کشف مناھج الادلہ یا مناھج الادلۃ فی الاصول۔[7]

---

۱ ابو الخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن العباس القزوینی متوفی ۱۱۹۳ء، قزوین میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲ معجم الاصولیین ۱/۱۰۲ (۶۷)۔

۳ احمد بن محمد بن محمد بن سعد (سعید) الغزنوی متوفی ۱۱۹۶ء، غزنہ میں ولادت اور حلب (شام) میں وفات ہوئی۔

۴ الطبقات السنیہ ۲/ ۸۹، ۹۰، الجواہر المضیئہ ۱/ ۱۲۰، ۱۲۱ (۲۲۷) الفوائد البھیہ ص ۳۰، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۳ (۱۷۶)۔

۵ ابو الولید محمد بن احمد بن ابو الولید بن رشد قاضی الجماعہ (۱۱۲۶/ ۱۱۹۸ء) حفید غرناطی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت و تدفین ہوئی مراکش میں انتقال ہوا۔

۶ تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۲۸، ۱۴۰، ۱۵۵، الفاظ کے تغیر کے ساتھ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النباھی الاندلسی متوفی ۷۹۲ھ ضبط، شرح تعلیق مریم قاسم طویل ص ۱۳۳، ۱۳۵، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء۔

۷ تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۵۹، اس میں "کشف مناھج الادلۃ" نامی کتاب کو الٰہیات کی کتاب بتایا ہے جب کہ الفتح المبین ۲/ ۳۹ اور ایضاح المکنون ۴/ ۵۸۵ میں "مناھج الادلۃ فی الاصول" مذکور ہے، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۲۷۸، ۲۷۹۔

"کتاب مختصر المستصفی یا الضروری فی اصول الفقه" کا تحقیقی تجزیہ :

ابن رشد نے "مختصر المستصفی" کے مقدمہ میں اس کتاب کے لکھنے کا سبب بیان کیا اور کہا :

"...فان غرضی فی هذا الکتاب ان اثبت لنفسی ، علی جهة التذکرة، من کتاب ابی حامد رحمه الله فی اصول الفقه الملقب بالمستصفی جملة کافیة بحسب الامر الضروری فی هذه الصناعة"[1]

(تو بے شک اس کتاب (کی تالیف) سے میرا مقصد یہ ہے کہ ابوحامد رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں کتاب ملقب بہ "المستصفی" پر ایک ایسا قابل ذکر کام کروں جس میں صرف اس فن کے تمام ضروری امور شامل ہوں۔)

اسی مقدمہ میں مزید لکھتے ہیں :

"لکن رأینا ان نجری فی ذلک علی عادة المتکلمین فی هذه الصناعة، ونتحری فی تقفیها علی الترتیب الواقع فی هذا الکتاب "(کتاب المستصفی لابی حامد)"[2]

کتاب کے آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنے اس مختصر پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وهنا انتهی غرضنا فی هذا الاختصار، وهو یشبه المختصر من جهة حذف التطویل ، والمخترع من جهة التتمیم والتکمیل "۔[3]

(اور یہاں اس اختصار میں ہمارا مقصد پورا ہوا، اور وہ (مختصر المستصفی) طوالت کے حذف کے اعتبار سے تو مختصر کے مشابہ ہے اور تتمیم و تکمیل کر دینے کے اعتبار سے مخترع (اضافہ) ہے۔)

ابن رشد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے منہج اصولیہ کے میدان میں امام غزالی کی نص پر اضافہ کر کے اس کی تہذیب و تکمیل کی۔ ابن رشد نے اپنی اس مختصر میں طریقۃ المتکلمین اور طریقۃ الفقہاء کے بجائے ایک تیسرا طریقہ اپنایا جس کو "طریقۃ الفلاسفۃ" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ابن رشد اور امام غزالی کی مابین متنازع اُمور :

اس کتاب کے حوالے سے دو بنیادی اُمور ہیں جن میں دونوں کی مختلف آراء ہیں :

۱۔ ابن رشد نے منطق کو اصول فقہ میں داخل کرنے کی وجہ سے امام غزالی پر اعتراض کیا۔

۲۔ فقہی نظریات و افکار کے اظہار میں دونوں ایک دوسرے سے جداگانہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابن رشد اپنے "المختصر" میں امام غزالی کے مقدمہ منطقیہ کو بحث سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

---

[1] "الضروری فی اصول الفقه" یا "مختصر المستصفی"۔ ابوالولید محمد بن رشد حفید ص ۳۴ تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سیناء، بیروت دارالغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء۔ [2] حوالہ سابق ص ۳۷۔ [3] حوالہ سابق ص ۱۳۶۔

"ابو حامد قدم قبل ذلک مقدمة منطقية زعم أنه اداه الى القول فى ذلک نظر المتكلمين فى هذه الصناعة فى أمور منطقية، كنظرهم فى حدالعلم وغيره ذلک. ونحن نترک كل شئى الى موضعه، فان من رام أن يتعلم أشياء اكثرمن واحد فى وقت واحد لم يمكنه أن يتعلم ولا واحداً منها"۔[1]

(ابوحامد نے اس سے قبل ایک مقدمہ منطقیہ پیش کیا اور یہ گمان کیا کہ اُمور منطقیہ میں متکلمین کے نظریہ کی وضاحت ہوجائے اور ہمیں چاہئے کہ ہم ہر شئی کو اس کے مناسب وموزوں موقع کے لئے چھوڑ دیں اور جو چاہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد اشیاء سیکھے تو ان (سب) کا سیکھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور وہ ایک بھی نہیں سیکھ سکے گا۔)

ابن رشد کے اعتراض کا جواب :

ابن رشد کے قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام غزالی نے اصول فقہ میں منطق کو داخل کردیا اس لئے ابن رشد نے اپنی مختصر میں اس کو اپنی کتاب سے خارج کردیا مگر حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی نے اس مقدمہ منطقیہ کو اصول میں داخل نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس مقدمہ کو تمام علوم کے لئے ضروری قرار دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جو اس کو لکھنا نہ چاہے وہ تو کتاب کے قطب اول سے آغاز کرلے۔ امام غزالی "المستصفی" میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا اظہار فرماتے ہیں :

"وليست هٰذه المقدمة من جملة علم الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هى مقدمة العلوم كلها ومن لايحيط بها فلا ثقه له بعلومه اصلا، فمن شاء ان لايكتب هٰذه المقدمة فليبد بالكتاب من القطب الاول، فان ذلک هو اول اصول الفقه و حاجة جميع العلوم النظرية الى هٰذه المقدمة كحاجة اصول الفقه"۔[2]

ابن رشد نے مقدمہ منطقیہ کے علاوہ دیگر متعلقات کو بھی خارج از بحث قرار دیا :

ابن رشد نے اصول فقہ سے صرف منطق کے نکالنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر متعلقات کو بھی اسی سے خارج کیا مثلاً اقطاب اربعہ کو وہ ایک ہی قطب کے تحت لاتے ہیں۔ اسی طرح اس قطب کو بھی بیان نہیں کیا جس کا تعلق اس فن سے نہیں ہے اور ابن رشد نے تو یہاں تک کیا کہ معلوم سے مجہول کی تحصیل کے احوال اور وجوہ بیان نہیں کئے باوجود اس کے کہ امام غزالی اور کبار اصولیین نے ان کو اسی فن میں شامل سمجھا ہے۔

علوم ومعارف کی تقسیم میں ابن رشد کا امام غزالی سے اختلاف :

ابن رشد کہتے ہیں "ان المعارف و العلوم ثلاثة اصناف" (بلاشبہ علوم ومعارف تین اصناف پر ہیں۔)[3]

جب کہ امام غزالی علوم کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں :

"اعلم ان العلوم تنقسم الى عقلية كالطب، والحساب والهندسة وليس ذلک من غرضنا، والى دينية كالكلام، والفقه، اصوله، وعلم الحديث، وعلم التفسير وعلم الباطن اعنى علم

---

[1] حوالہ سابق ص۳۷،۳۸۔ [2] المستصفی، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ، ۱/۷، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔
[3] مختصر المستصفی، ابن رشد، ص۳۶۔

القلب وتطهيره عن الاخلاق الذميمة). وكل واحد من العقلية والدينية ينقسم الى كلية وجزئية"[1]

(جان لینا چاہئے کہ علوم یا تو عقلیہ کی طرف تقسیم ہوتے ہیں جیسے علم طب، حساب، ہندسہ اور اس موقع پر ان پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یا علوم کی تقسیم دینیہ کی طرف ہوتی ہے جیسے علم کلام، فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور علم باطن، علم باطن سے مراد دل اور اس کی اخلاق ذمیمہ سے تطہیر کا علم ہے۔ اور پھر علوم عقلیہ اور دینیہ میں سے ہر ایک کو کلیہ اور جزئیہ میں تقسیم کیا سکتا ہے)

ابن رشد کی" مختصر "میں تقسیم :

ابن رشد اپنی کتاب مختصر المستصفی کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے:

" الاول : يتضمن النظر في الاحكام والثاني : في اصول الاحكام والثالث : في ادلة المستعملة في استباط حكم حكم عن اصل اصل ، وكيف استعمالها والرابع : يتضمن النظر في شروط المجتهد وهو الفقيه"[2]

(پہلا جزء احکام کے بیان میں اور دوسرا اصول الاحکام میں ہے اور تیسرا ادلہ مستعملہ میں حکم کا حکم سے اور اصل کا اصل سے استنباط کرنے اور چوتھا مجتہد جو فقیہ ہوتا ہے اس کی شرائط سے متعلق ہے۔)

ابن رشد آگے چل کر لکھتے ہیں :

" والنظر الخاص بها (صناعة الاصوليين) انما هو في الجزء الثالث من هذا الكتاب"[3]

(اس کتاب کے تیسرے جزء میں اصولیین نے خاص دلچسپی لی)

ابن رشد " مختصر " کے تیسرے جزء کی ابتداء میں لکھتے ہیں :

" وهذا الجزء هو الذى النظر فيه اخص بهذا العلم"[4]

(اور وہ جزء جس میں غور وفکر اس علم میں بہت خاص اہمیت رکھتا ہے)

ابن رشد نے امام غزالی کے " الفن الثالث " کے بجائے الجزء الثالث کے الفاظ استعمال کئے ہیں، امام غزالی کا فن ثالث دو مقدموں اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ قیاس کی تعریف میں ہے، دوسرا مقدمہ علل میں مجاری الاجتہاد کے حصر میں ہے۔ پہلا باب منکرین قیاس کے رد اور قیاس کے اثبات میں ہے دوسرا علت الاصل کے اثبات کے طرق میں ہے تیسرا شبہ قیاس میں اور چوتھا قیاس کے ارکان و شروط میں ہے۔[5]

المختصر اور المستصفی کے مضامین میں مابین موازنہ :

ابن رشد کے المختصر اور امام غزالی کی المستصفی کے مضامین کے مابین دوری نظر آتی ہے حوالہ کے لئے صرف دو مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں جو الفاظ کی دلالت کرنے کے مراتب کے مسائل سے متعلق ہیں :

---

[1] المستصفی، امام غزالی، ۱/۳۔
[2] مختصر المستصفی، ابن رشد ص ۳۶۔
[3] حوالہ سابق ص ۳۶۔
[4] حوالہ سابق ص ۱۰۱۔
[5] المستصفی، امام غزالی ۱/۵۳۔

المستصفی سے امام غزالی کا قول

حد الظاهر : هو اللفظ الذي يغلب على الظن فهم معنى منه من غير قطع، فهو بالاضافه الى ذلک المعنى الغالب ظاهر ونص .[1]

فن ثانی میں پانچ اضراب کے تحت پانچویں ضرب جو مفہوم میں ہے اس طرح بیان ہوتا ہے۔

"المفهوم ومعناه الاستدلال بتخصيص الشي بالذكر على نفي الحكم عما عداه يسمى مفهوما لانه مفهوم مجدد لا يستند الى منطوق".[2]

"مختصر المستصفى" سے ابن رشد کا قول

"والظاهر ... من جهة الصيغة قسمان : احدهما الالفاظ المقولة من اول الامر على شئى ثم استعيرت لغيره لتشابه بينهما اوتعلق بوجه من اوجه التعلق بوجه وَاَمّا القسم الثاني من اقسام الالفاظ الظاهرة فهي المبدلة ونعي هنابا المبدلة ابدال الكلي مكان الجزئي، والجزء مكان الكلي، وعلى التحقيق فالتبديل يلحق، جميع الفاظ المستعارة .... وهذه الاالفاظ الظاهرة لهامراتب في الظهور، وكلماكان اللفظ اظهر احتيج في تاويله الى دليل اقوى، وبالعكس متى كان اللفظ قليل الظهور انصرف الى التاويل بايسر دليل .... وبالجملة فمراتب الظهور في الالفاظ انما هو بحسب كثرة الاستعمال وقلته، فان بلغت كثرة الاستعمال في المعنى الذي استعير له ان يعادل استعماله في المعنى الاول بقي اللفظ بين الاول والثاني مشتركا ومجملا ومهما نقصت كثرة الاستعمال في الثاني كان اظهر في الاول".[3]

" واللفظ .... انما يصير دالا مفهومه عندما تحذف بعض اجزائه، اويزاد فيه اويستعار ويبدل، ولذلک لا تكون دلالته عند ذلک الامن جهة القرائن، فان كانت القرينة غير متبدلة وقاطعة على مفهومه سمي ايضا ههنا نصا، وان كانت ظنية اكثرية سمي ايضا ظاهرا، ان كانت ظنية غير مترجحة سمي مجملا وطلب دليله من موضع اخر".[4]

مذکورہ بالا دونوں کتب کے اقتباسات کے عمومی تقابل سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ "مختصر المستصفی" کو اختصار شمار کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ ایک مناظرہ و مناقشہ معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] حوالہ سابق ۱/۱۵۷۔
[2] المستصفی، امام غزالی ۲/۲۲
[3] مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۰۷، ۱۰۸۔
[4] مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۱۸۔

مختصر المستصفی کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اس کتاب کو ۵۵۲ھ میں تالیف کیا، یہ ان کی ابتدائی مؤلفات میں سے ہے اس کتاب کا ذکر ابن رشد نے اپنی ایک اور کتاب بدایۃ المجتہد میں کیا اور کہا :

" وقد تكلمنا في العمل (عمل اهل المدينة) وقوته في كتابنا في الكلام الفقهي، وهو الذي يدعى باصول الفقه"۔[1]

(اور ہم نے اپنی فقہ کی کتاب میں فقہی مسائل پر گفتگو کے دوران تعامل اہل مدینہ اور اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے)

مختصر المستصفی کی تلخیص :

محمد بن علی بن عفیف نے ابن رشد کی مختصر المستصفی کی ۶۰۶ھ میں تلخیص کی ہے[2]

(۲) الكشف عن مناهج الادلة فى عقائد الملة کا تحقیقی تجزیہ :

" الكشف عن مناهج الادلة فى عقائد الملة " یہ کتاب دراصل ابن رشد کی ایک اور کتاب " فصل المقال فى مابين الحكمة و الشريعة من الاتصال" کی تکمیل ہے، اور اس کے بعض مسائل کو اس میں وسعت دی گئی ہے، چند ایسے اُمور پر روشنی ڈالی ہے جن سے انہوں نے اس سے قبل یا تو قصداً گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یا بحث کی تفصیل اور بعض مقامات پر طوالت پسندی کی عادت کے تحت سہواً غفلت برتی تھی۔ اس کے متعلق مقدمہ میں تصریح کر دی گئی ہے لیکن اس کی اصل غایت مسئلہ تاویل کی تحقیق قرار دی ہے جس پر" فصل المقال" میں اصول و فروع پر غور و تعمق کئے بغیر محض سطحی طور پر بحث کی گئی تھی۔[3]

لطفی جمعہ، امام غزالی کی تالیفات پر ابن رشد کی ایک عمومی نظر اور ان پر ایک مختصر تنقید کے تحت لکھتے ہیں :

ابن رشد نے اپنی تصانیف" تهافة التهافة و كشف مناهج الادلة" کے اکثر مقامات پر غزالی پر نکتہ چینی کی ہے کہ انہوں نے عوام کے لئے مسائل حکمت کی تصریح کر دی۔ قرآن پاک کی آیتوں کی تاویل کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کا اظہار کرتے ہوئے ابن رشد کہتا ہے۔" سب سے پہلے جن لوگوں نے اس دوائے اعظم (یعنی اتباع شریعت ظاہری) میں رد و بدل کی وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور ان کے بعد ازاں ابو حامد نے تو اس عمل کو عام ہی کر دیا......... اور دوسرے مقام پر غزالی لکھتے ہیں کہ" حکماء کے علوم الہیہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ بخلاف دوسرے علوم کے انہوں نے اپنی کتاب " المنقذ من الضلال" میں حکماء پر بہت کچھ حملے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ" حقیقی علم صرف خلوت اور فکر کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ انبیاء کے علمی مرتبہ کے مماثل ہے"۔ اسی طرح قول ان کی کتاب" کیمیائے سعادت" میں پایا جاتا ہے۔ اس تشویش اور خلط ملط کی وجہ سے دو فرقے پیدا ہو گئے ایک وہ جس کا نصب العین حکمۃ و حکمت کی مذمت تھا دوسرا وہ جس نے شریعت کی تاویل کی اور اس کو فلسفے سے مطابق کرنے کی کوشش کی یہ ایک صریح

---

[1] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد، ص ۱/۲۷ پاکستان لاہور، المکتبۃ العلمیہ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء۔
[2] مختصر المستصفی، ابن رشد، ص ۱۳۶۔
[3] تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ، ص ۱۸۷ الفاظ کی تغییر کے ساتھ۔ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منهاج الوصول الى علم الاصول .

۲۔ تقرير القواعد وتحرير الفوائد في اصول مذهب الامام احمد بن حنبل .

۳۔ تقرير الاصول في شرح التحرير [1]

ابن عتیق قرطبی مالکی (۵۲۳ھ۔۵۹۸ھ) [2]

فقیہ، اصولی، مقری اور محدث تھے، ڈیڑھ سو سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں آپ نے کتاب تالیف کی۔ [3]

العنسی الزیدی (متوفی ۶۰۰ھ تقریباً)

انہوں نے " السراج الوهاج المميز بين الاستقامة والاعوجاج في الاصول" تالیف کی۔ [4]

اسعد العجلی الاصفہانی شافعی (۵۱۵ھ۔۶۰۰ھ) [5]

فقیہ، واعظ زاہد تھے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے اہل اصفہانی ان کے فتوے پر اعتماد کرتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " نكت الفصول في بيان الاصول" تالیف کی۔

اس کا ایک نسخہ بغداد میں مکتبۃ الاوقاف میں ہے جس کا نمبر (۶/ ۲۶۲۷) ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

محمود من تتابع نعماؤه الخ ۔ [6]
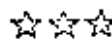
☆☆☆

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۸۷۸، ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۲۲،۵۲۰، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/ ۲۸۰،۲۷۹، تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۴/ ۱۳۴۸،۱۳۴۲، الفتح المبین ۲/ ۴۲،۴۰، معجم الاصولیین ۲/ ۱۸۱ (۳۱۷)۔

[2] ابوالحسن علی بن عتیق الانصاری القرطبی الانصاری (۱۱۲۸ء/ ۱۲۰۱ء) اندلس میں وفات پائی۔

[3] الفتح المبین ۲/ ۴۳۔ [4] زید بن احمد العنسی الیمانی الزیدی ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۷۷۔

[5] ابوالفتوح منتخب الدین اسعد بن ابوالفضائل محمود بن خلف العجلی الاصفہانی (۱۱۲۱ء/ ۱۲۰۳ء) اصفہان میں وفات پائی۔

[6] معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/ ۲۵۴ (۱۹۷)۔

باب دوم

تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

فصل اوّل : ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

فصل دوم : آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

فصل سوم : نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل چہارم : دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل پنجم : گیارھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل ششم : بارھویں، تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل اوّل

ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

ساتویں صدی ہجری میں سیاسی، علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر:

عباسی خلیفہ ظاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ۔۶۲۳ھ) کے بعد مستنصر باللہ (۶۲۳ھ۔۶۴۰ھ) کا زمانہ آیا۔ جس میں دو خاص واقعات رونما ہوئے۔ ایک بیت المقدس پر صلیبیوں کا عارضی قبضہ ہو گیا، دوسرے یہ کہ مشرق پر تاتاریوں کی یورش ہوئی۔ جس نے سارے مشرق کو ویران کر ڈالا۔ اسی کے نتیجہ میں خوارزمی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بیت المقدس کا اصل محافظ ایوبی خاندان تھا۔ صلاح الدین کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ایوبی بیت المقدس کی حفاظت سے قاصر ہو گئے۔

عباسی خلیفہ مستنصر نے اپنی علمی یادگاروں میں سے ایک مدرسہ مستنصریہ چھوڑا، جس کے وصف سے بیان قاصر ہے۔ اس مدرسہ کے قیام سے قبل بغداد کا سب سے بڑا مدرسہ نظامیہ تھا، لیکن وہ نظام الملک طوسی کی یادگار تھا جس میں چاروں مذاہب کے طلبہ تعلیم پاتے۔ مستنصر نے علماء و اہلِ دین کو مقرب بنایا۔ سیرت نبوی کی اشاعت کی فتنوں کا سدباب کیا۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ (۶۴۰ھ۔۶۵۵ھ) کی نا اہلی اور اس کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی وجہ سے بغداد کی حالت بہت ابتر ہو گئی۔ ۶۵۵ھ میں ہلاکو نے بغداد پر فوج کشی کر دی۔ وحشی تاتاریوں نے اس عظیم الشان شہر کو لوٹ کر ویران کر ڈالا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان لوٹا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابوں کو جو صدیوں کا سرمایہ تھیں، دجلہ میں بہا دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔ بغداد سے عباسی خلافت ختم ہونے کے بعد مصر میں قائم ہوئی جو ڈھائی صدیوں سے زائد عرصہ قائم رہی، لیکن اس کے خلفاء محض تبرک تھے۔ اصل حکومت ممالیک کی تھی۔

مستنصر باللہ عباسی جو تاتاریوں کی قید سے چھوٹ کر عرب سرداروں کی جماعت کے ہمراہ ۶۵۹ھ میں مصر آئے تو اس خاندان مملوک کے چوتھے فرمانروا ملک الظاہر بیبرس بن بندقداری کی حکومت تھی۔ شیخ الاسلام عز الدین عبد السلام، قاضی تاج الدین، سلطان بیبرس اور دوسرے ارکانِ سلطنت و عمائد مصر نے ۶۵۹ھ میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی اور دنیائے اسلام میں احیاء خلافت کا اعلان کر دیا۔ ان کا دور ۶۵۹ھ تا ۶۶۱ھ پر مشتمل رہا۔ ان کے بعد شام میں مقیم عباسی خاندان کے ایک اور رکن ابو العباس حاکم بامر اللہ کو قاہرہ بلا کر ۶۶۱ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ بیعت خلافت

سے کے بعد اس نے معمول کے مطابق ظاہر بیبرس کو خلعت عطا کی اور امور مملکت کا مختار بنا دیا۔ مگر جلد ہی دونوں میں اختلافات ہو گئے۔ ظاہر نے ۶۶۳ھ میں حاکم کو نظر بند کر دیا اور ۲۷ برس تک نظر بند رہے۔[1]

ان تمام حالات کے باوجود مملوک سلاطین اس حقیقت ثابتہ سے بخوبی آگاہ تھے کہ علم سلطنت کا ستون ہے۔ اس سے انہوں نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا بیڑا اُٹھایا۔ علماء کو مقرب بنایا۔ وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ ایک جدید سلطنت کے بانی ہیں اور ان کی سلطنت کو بقاء و دوام اسی صورت میں ممکن ہے جب تک وہ علوم و فنون کو پھیلائیں اور دین اسلام کے حامی و ناصر کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئیں۔ علمی تحریک کو چلانے میں علماء فضلاء نے ممالیک کا ہاتھ بٹایا۔ سقوط بغداد کے نتیجہ میں جو علمی ورثہ ضائع ہوا اور جس میں بہت سے علماء کرام اور بیش قیمت کتب کا ایک نادر ذخیرہ ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی ترویج و احیاء کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ علم و فنون کی نشر و اشاعت کے متعدد اسباب اس دور میں جمع ہو گئے تھے جو بار آور ثابت ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی کتب سے لائبریریاں بھر گئیں۔ علم و فن کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ مخلص علم نواز سلاطین کے زیر سرپرستی پھلتا پھولتا اور محب علماء کے ہاتھوں برگ و بار لاتا ہے اور تاریخ اسلام کے دور میں بھی یہی ہوا۔[2] اس علمی ماحول نے ساتویں صدی میں کئی نامور اصولیین پیدا کئے جنہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابن قدامہ حنبلی۔ متوفی ۶۲۱ھ کا شام سے تعلق تھا۔ دمشق و بغداد آپ کے علم کی نشر و اشاعت کا مرکز تھے۔ اصول فقہ میں کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر" کے مؤلف ہیں۔

☆ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ مصر میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ، اسکندریہ اور شام میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اصول فقہ میں مشہور کتاب "مختصر منتهى السول والامل" کے بھی مصنف تھے۔

☆ سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ دیار بکر، آمد، بغداد، مصر اور شام میں آپ نے علمی خدمات انجام دیں۔ اصول میں کتاب "الاحكام في اصول الاحكام" تالیف کی۔

☆ امام قرافی مکی متوفی ۶۸۴ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ اصولی خدمات میں ایک یادگار کتاب "انوار البروق في انواء الفروق" بھی ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

☆ قاضی بیضاوی شافعی متوفی ۶۷۵ھ فارس میں پیدا ہوئے۔ ایک عمدہ متن تالیف کیا جو "منهاج الوصول الى علم الاصول" کے نام سے ہر زمانے کے علماء کی توجہ کا مرکز رہا۔ اس پر کثرت سے شروح و حواشی وغیرہ لکھے گئے۔

ساتویں صدی ہجری میں کثرت سے اصول فقہ پر کتب تالیف کی گئیں۔ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ اس دور میں تفکیر و اجتہاد کی کمی کے باعث زیادہ تر اصول فقہ پر لکھی جانے والی کتب سابقین کی کتب کا اختصار، شروح، حواشی، تعلیقات، منظوم، تخریج وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ اس دور میں مجتہد نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی لئے

---

[1] تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی ۴/۳۵۹-۳۶۰ ملخص ۳۷۷-۳۸۲ ملخص

[2] حیات حافظ ابن القیم، عبد العظیم مترجم غلام احمد حریری ص ۳۷، بعض کلمات کی تغییر و حذف کے ساتھ، کراچی، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۹ء

سابقین کی کتب کے الفاظ اور ان کے معانی کے فہم کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ جیسا کہ اس صدی کے اصولیین کی خدمات اور ان کی مؤلفات اصولیہ پر تحقیقی تجزیہ میں ذکر کیا جائے گا۔

اصولیین اور ان کی خدمات :

کمال الدین مسعود بن علی العنسی (متوفی ۶۰۴ھ)

انہوں نے ابو اسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی۔[1]

فخر الدین الرازی شافعی (۵۴۴ھ/۶۰۶ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر، حکیم، فیلسوف اور فلکی تھے۔ امراء و علماء میں ممتاز مقام رکھتے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حصول و فروغ علم کے لئے خوارزم، ماوراء النہر اور خراسان کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) ابطال القیاس
(۲) احکام الاحکام
(۳) الجدل
(۴) رد الجدل
(۵) الطریقة فی الجدل
(۶) الطریقة العلائیة فی الخلاف
(۷) عشرة الاف نکتة فی الجدل
(۸) المحصل فی اصول الفقه
(۹) المعالم فی اصول الفقه
(۱۰) "المنتخب" یا "منتخب المحصول"
(۱۱) النهایة البهائیة فی المباحث القیاسیة
(۱۲) اسرار التنزیل وانوار التاویل
(۱۳) کتاب احکام الاحکام
(۱۴) المحصول فی علم اصول الفقه

اصول فقہ پر امام رازی کی کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

(۱) ابطال القیاس :

قفطی نے اس کتاب کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ کتاب نامکمل رہ گئی[3] امام رازی نے اپنی کتاب "المعالم فی اصول الفقه" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں پہلے قیاس کی نفی پر دلائل دیے ہیں اور پھر ان کے جوابات دینے کے بعد لکھا :

"ولنا كتاب مفرد في مسئالة القياس ، فمن اراد الاستقصاء في القياس رجع اليه "[4]

(مسئلہ قیاس میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

---

[1] معجم الاصولیین۔ محمد بقا، ۱/۳۲ (۱۸)

[2] ابن خطیب، ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی البکری القرشی الطبرستانی (۵۵۰ھ۔۶۱۰ھ) رے میں ولادت اور ہرات میں وفات ہوئی۔

[3] قفطی۔ اخبار الحکماء ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ (۲۹۔۲۳) الوافی بصلاحی ۴/۲۵۵۔

[4] المعالم فی اصول الفقه۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ص ۱۶۵۔ قاہرہ، دار عالم المعرفہ، مصر ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴ء

کتاب "ابطال القیاس" کے عنوان سے مغالطہ :

کتاب کے اس عنوان سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ امام رازی کی یہ کتاب حجیت قیاس کے انکار پر ہے۔ مثلاً مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب "امام رازی" میں لکھا کہ کتاب قیاس کے بطلان میں ہے اور نامکمل ہے[1] اور اسی طرح ڈاکٹر علی محمد حسن العماوی نے اپنی کتاب "امام فخر الدین رازی" میں لکھا :

" الرازی ممن ینفون القیاس . ولا یقولون به مصدرا من مصادر التشریع فان له رسالة في ابطال القیاس ، کما یظهر في مواضع من تفسیره انکاره للقیاس ، من ذلک ماجاء عند تفسیره لقوله تعالی : وما اختلفتم فیه من شئ فحکمه الی الله من سورة (الشوری) فقد قال : احتج نفاة القیاس بهذه الآیة ، فقالوا : قوله تعالی : وما اختلفتم فیه من شئ فحکمه الی الله . اما ان یکون المراد ، فحکمه مستفاد من نص الله علیه أو المراد ، فحکمه مستفاد من القیاس علی نص الله علیه ، والثاني باطل ، لانه یقتضي کون کل الاحکام مثبتة بالقیاس وانه باطل ، فیعتبر الاول ، فوجب کون کل الاحکام مثبتة بالنص ، وذلک ینفي العمل بالقیاس " .[2]

مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ :

امام رازی ان لوگوں میں سے ہیں جو قیاس کے شرعی حجت ہونے کی نفی کرتے ہیں اور قیاس کو مصادر تشریع کا مصدر نہیں سمجھتے اور یہ کہ ان کا ایک رسالہ قیاس کے بطلان میں ہے۔ اسی طرح ان کی تفسیر میں کئی جگہ ان سے قیاس کا انکار ظاہر ہوتا ہے۔

مگر درست بات یہ ہے کہ اس بارے میں امام رازی کا موقف واضح ہے وہ قیاس کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ " المحصول " میں وہ قیاس کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آخر میں اپنا مسلک وموقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" والذی نذهب الیه وهو قول الجمهور من علماء الصحابة والتابعین : ان القیاس حجة في الشرع ".[3]

(ہم علمائے صحابہ وتابعین کے جمہور قول کی طرف چلتے ہیں اور وہ یہ کہ بلاشبہ قیاس شرع میں حجت ہے)

امام رازی کی تفسیر سے بھی قیاس کا شرعی حجت ہونا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ آیت مبارکہ "فاعتبروا یاولي الابصار "[4] کے تحت فرماتے ہیں :

---

[1] امام رازی۔ مولانا عبدالسلام ندوی ص ۴۳، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۹۵۰ء۔ ۱۳۶۹ھ سلسلہ دار المصنفین نمبر ۷۵

[2] امام فخر الدین رازی حیاتہ وآثارہ۔ علی محمد حسن العماوی ص ۱۹۷، الکتاب الثالث، مجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹ء

[3] المحصول فی علم الاصول۔ امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ، ۲/ ۲۴۶ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

[4] الحشر : ۲

" اعلم انا قد تمسکنا بهذه الاية في كتاب " المحصول من اصول الفقه" علی ان القياس حجة فلا نذكره هاهنا ".[1]

(جان لو کہ بے شک ہم نے کتاب "المحصول من اصول الفقہ" میں اس آیت سے تمسک کیا کہ بلا شبہ قیاس حجت ہے۔ اس لئے ہم اسے یہاں ذکر نہیں کریں گے)

(۲) احکام الاحکام :

اس کتاب کا کئی جگہ تذکرہ ملتا ہے مگر شاید اب یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔[2]

(۳) الجدل :

اس کتاب کو بھی کئی حضرات نے ذکر کیا ہے۔ قفطی نے "مباحث الجدل" کے نام سے اور فہرس کو بریلی استانبول (۳/۵۱۹) میں "الجدل و الکاشف عن اصول الدلائل وفصول العلل" کے نام سے مذکور ہے۔[3]

(۴) ردالجدل :

اس کتاب کو صرف جمیل العظم نے عقود الجوهر میں ذکر کیا ہے۔

(۵) الطريقة في الجدل :

مفتاح السعادہ اور وفیات الاعیان میں اس کتاب کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ "وله طريقة في الخلاف" مگر کشف الظنون میں اسے "الطريقة في الخلاف و الجدل" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔[4]

(۶) الطريقة العلائية في الخلاف :

ابن ابی اصیبعہ اور قفطی نے اس کتاب کو چار مجلدات میں بتایا ہے۔ قفطی نے ساتھ ہی اس فن پر ان کی اولویت و مسابقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ صفدی نے بغیر مسابقت کے ذکر کیا۔ ابن سبکی نے اس کتاب کا نام لئے بغیر اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا۔ بغدادی اور جمیل العظم نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا۔[5] بہر حال اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا جائے یا نہیں اس سے ان کی عظمت میں کچھ فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اس ضمن میں ایک جداگانہ اسلوب کے حامل ایک ممتاز شخصیت تھے جنہیں اس فن میں پورا عبور حاصل تھا۔

---

[1] تفسير الفخري الرازي المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب۔ امام فخر الدین رازی (۵۴۳ھ۔۶۰۶ھ یا ۶۰۴ھ) ۲۸۲/۱۵، سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر کے تحت لکھا۔ بیروت، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

[2] اخبار الحکماء قفطی، ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ ۲/۳۰۔ الوافی، صفدی ۳/۲۵۵، ہدیۃ العارفین۔ بغدادی ۶/۱۰۷

[3] اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ ۲/۳۰

[4] اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۴۷۳۔۴۷۶ مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ ۲/۱۱۸، کشف الظنون ۳/۱۱۳

[5] کتاب الوافی۔ الصفدی ۳/۲۵۵، ہدیۃ العارفین ۲/۱۰۷، عیون الانباء ۲/۲۹ اخبار الحکماء ص ۱۹۱، عقود الجوہر ص ۱۵۳

(۷) عشرة الاف نكته في الجدل :[1]

(۸) المحصل في اصول الفقه :

محقق "المحصول" طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

"انفرد بذكره البغدادى فى هدية العارفين (۱۰۸/۲) ولعله وهم منه، او تصحيف للفظ المحصول".[2]

{اس "المحصل في اصول الفقه" کو صرف بغدادی نے ہدیۃ العارفین (۱۰۸/۲) میں بیان کیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا سہو ہو یا کہ لفظ محصول کی تصحیف ہوئی ہو}

محقق "المحصول" کے بیان کا تجزیہ ممکن ہے کہ محقق المحصول طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے بغدادی کی جس ممکنہ غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاید وہ ان کی اپنی غلطی ہو۔ انہوں نے بغدادی کی کتاب کے صرف ایک حوالہ (۱۰۸/۲) سے اس کو ذکر کیا اور ان کا وہم بتایا۔ مگر اس کی تائید بغدادی کے ایک دوسرے حوالہ (۵۶۱/۵) سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ عبدالرحیم بن رضی الدین محمد بن یونس الموصلی متوفی ۶۷۱ھ معروف به ابن منعة نے امام رازی کی اصول فقہ پر دو کتابوں کا اختصار کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام "مختصر المحصول" اور دوسری کا نام "مختصر المحصل" رکھا۔ اس کے علاوہ بغدادی نے تیسری جگہ (۴۰۰/۵) ذکر کیا کہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی بن عبد الکریم بن سعید ابو الربیع الطوفی الصرصری البغدادی حنبلی متوفی ۷۱۶ھ نے مختصر المحصل لفخر الدين رازى فى الاصول تاليف کی۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب اصول فقہ میں تالیف کی تھی۔ مزید یہ کہ المراغی نے ۱۵۰/۲ میں لکھا ہے کہ تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان، ابن ترکمانی متوفی ۷۴۴ھ نے "تعليقه على المحصل للامام فخر الدين رازى" تالیف کیا۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب تالیف کی تھی۔ اگرچہ مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے حاشیہ میں ۱۵۹/۱۔۱۶۰ (۱۲) اس "تعليقة المحصل" کو تاج الدین کی طرف منسوب کرنے پر المراغی کو غلطی پر قرار دیا مگر "المحصل" نامی کتاب کا انکار نہیں کیا۔

(۹) المعالم في اصول الفقه :

قفطی نے "المعالم في الاصلين" کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے کہا : "وفي اصول الفقه المحصول و المعالم"[3] طاش کبری زادہ اور حاجی خلیفہ نے بھی اس کا ذکر کیا۔[4]

---

[1] اس کتاب کو صرف فہرس جو تاریخ (۹۸۰) میں ذکر کیا گیا ہے۔

[2] ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۲، تحقیق مقدمہ علی المحصول، طٰہٰ جابر فیاض علوانی۔ ص ۴۹

[3] اخبار الحکماء۔ ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۴۷۴/۱، ۴۷۶

[4] مفتاح السعادہ، طاش کبری زادہ ۵۹۹/۲، کشف الظنون ۱۷۲۶/۲، ۱۷۲۷

المعالم کے شارحین :

ا۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی حنبلی ثم شافعی متوفی ۶۳۸ھ[1]

۲۔ شرف الدین ابو محمد عبداللہ بن محمد بن علی الفہری معروف بہ ابن تلمسانی (متوفی ۶۴۴ھ)[2]

۳۔ ابوالحسن شرف الدین علی بن حسین بن علی بن الحسین الاموی (متوفی ۷۵۷ھ)[3]

۴۔ شرف الدین بن ابراہیم بن اسحاق المناوی (متوفی ۷۵۷ھ)[4]

المعالم کا اختصار :

ا۔ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی شافعی متوفی ۷۲۹ھ نے "اختصار المعالم فی الاصول" تالیف کی۔[5]

۲۔ نجم الدین السعودی نے بھی اس کا اختصار کیا۔

المعالم کا رد اور جواب رد میں کتاب : المعالم کے رد پر کتاب : ابوالمطرف احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ متوفی ۶۵۸ھ نے "رد علی کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔[6]

المعالم کے رد کے جواب میں کتاب : ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الخزرجی الانصاری الجزری الاندلسی متوفی ۷۰۹ھ نے "رفع المظالم من کتاب المعالم" کے نام سے کتاب لکھی۔ دراصل یہ کتاب ابوالطرف بن عمیرہ کی کتاب "رد علی کتاب المعالم" کا جواب ہے جس میں ابوالمطرف نے امام رازی کی "المعالم" پر اعتراضات کیے۔ ابو اسحاق انصاری نے یہ کتاب لکھ کر امام رازی کا دفاع کیا اور ان کو ان اعتراضات سے براءت دلائی اور کتاب کے عنوان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[7]

المعالم میں امام رازی کا اسلوب اور مشتملات کتاب : امام رازی "المعالم" میں حد درجہ اختصار و دقت سے کام لیتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ اس عبارت میں مطلوب بھی مکمل ادا ہو جائے اس کا کوئی پہلو چھوٹنے نہ پائے۔ یہ کتاب دس ابواب پر اور ہر باب مسائل پر مشتمل ہے :

پہلا باب : لغات کی بحث میں ہے اس کے تحت نو مسائل لائے ہیں۔ پہلا مسئلہ تقسیمات الفاظ میں ہے۔

دوسرا باب : اوامر و نواہی کے بیان میں ہے اس کے ضمن میں بیس مسائل پیش کیے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے :

۱۔ ایضاح المکنون ۲/۵۰۵، ہدیۃ العارفین ۵/۹۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷۔ ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۲

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷ ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷، الفتح المبین ۲/۱۳۳

۶۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی۔ ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۷۔ الدیباج۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰۔ معجم الاصولیین ۱/۳۸ (۲۳)

"الامر هو اللفظ الدال على طلب الفعل، على سبيل الاستعلاء"

(اپنے آپ کو دوسرے سے بلند مرتبہ جان کر طلب فعل پہ لفظ کا دلالت کرنا امر ہے)۔

تیسرا باب : عام خاص کے بیان میں ہے جس کے تحت دس مسائل ذکر کیے۔ پہلا مسئلہ مطلق و عام کے مابین فرق میں ہے۔

چوتھا باب : مجمل و مبین کی بحث میں ہے۔

پانچواں باب : افعال میں ہے جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب : نسخ سے متعلق ہے۔ اس کے تحت چار مسائل ذکر کیے پہلا مسئلہ اس میں ہے کہ نسخ کے جواز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ یہود نے اس کی مخالفت کی ہے۔

ساتواں باب : اجماع سے متعلق ہے اس کے ضمن میں چار مسائل بیان کیے۔ پہلا مسئلہ میں بیان کیا کہ اُمت کا اجماع حجت ہے۔ نظام و خوارج کا اس پر اختلاف ہے۔

آٹھواں باب : اخبار کے بیان میں ہے جو دس مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے مسئلہ میں ہے کہ جمہور کے مطابق خبر، صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے مگر امام رازی کے نزدیک یہ باطل ہے۔

نواں باب : قیاس کی بحث میں ہے جو آٹھ مسائل پر محیط ہے۔

دسواں باب : کتاب کا آخری باب اس علم کے بقیہ مباحث پر کلام کے لیے مختص ہے جس میں صرف تین مسائل ہیں۔[1]

المعالم کے ناقلین :

متعدد مصنفین نے اپنی کتب میں المعالم سے نقل کیا۔ ان میں سے ایک امام اسنوی بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب "نهاية السول" کے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

یہ کتاب "المعالم في اصول الفقه"، شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء۔ ۱۴۱۴ھ میں دار العالم المعرفہ، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) "المنتخب" یا "منتخب المحصول" :

اس کتاب کی امام رازی کی طرف نسبت میں دو آراء ہیں۔ صفدی، ابن العماد، ابن قاضی شہبہ، خوانساری، حاجی خلیفہ اور جمیل عظم کے مطابق یہ امام رازی کی کتاب ہے۔[2] چار مقامات پر اس کے نسخے مخطوطے کی صورت

---

[1] المعالم في اصول الفقه، امام فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تحقیق و تعلیق، شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض۔ قاہرہ دار العلوم المعرفہ ۱۹۹۴ء۔ ۱۴۱۴ھ

[2] الوافی، صفدی ۴/ ۲۵۵، شذرات الذھب، ابن العماد حنبلی، متوفی ۱۰۸۹ھ، ۵/ ۲۱، کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۲، ہدیۃ العارفین ۲/ ۱۰۸، عقود الجوہر ص ۱۵۴، طبقات الشافعیہ، ابن قاضی شہبہ پندرھواں طبقہ، روضات ۲۹ ے۔

میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک المکتبہ الازہریہ میں (۱۷۵) ۶۱۰۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ۶۵۳ھ میں اس کو لکھا گیا تھا جبکہ دوسرا دار الکتب المصریہ (۱۱۵) میں ہے جو ۷۷۵ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ فاتح اور ظاہریہ دمشق میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ کتاب کا آغاز "الحمد للہ علی نعمائہ......" سے ہوتا ہے۔ دیباچہ کے بعد اس کتاب کے انتخاب و ترتیب سے متعلق فرماتے ہیں :

"ھذا مختصر فی اصول الفقه انتخبته من کتاب المحصول ورتبته علی مقدمة وفصول، ام المقدمة الاولی ففی تعریف اصول الفقه، اعلم ان الاصل ھوا المحتاج الیه، واما الفقه فھو فی اصل اللغة عبارۃ عن فھم غرض المتکلم من کلامه....."

(یہ اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جسے میں نے (اپنی) کتاب المحصول سے منتخب کیا ہے اور اسے ایک مقدمہ اور چند فصلوں پر مرتب کیا ہے۔ پہلا مقدمہ اصول فقہ کی تعریف میں ہے ، "جان لو کہ اصل وہ ہے جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اصل اللغۃ میں متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ لینے کا نام فقہ ہے.....)

فاتح اور ظاہریہ کے نسخوں میں سمیتہ ب "حاصل المحصول" کا اضافہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر عنوان اس طرح تحریر ہے۔ کتاب "منتخب المحصول فی الاصول" اور ایک جانب "حاصل محصول" تحریر ہے۔ ابن سبکی نے کئی اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ امام رازی کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے کسی شاگرد کی تصنیف ہے[1]۔ امام قرافی نے بھی اسی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا :

"قد نقل عن تلمیذ الامام شمس الدین خسرو شاھی : انه اکمله اضیاء الدین حسین"۔[2]

(یہ کتاب امام رازی کے شاگرد شمس الدین خسرو شاہی کی ہے جسے بعد میں ضیاء الدین حسین نے مکمل کیا)

المنتخب کی شرح :

شہاب الدین الخفاجی حنفی ، متوفی ۱۰۶۹ھ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیہ میں لکھا کہ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ یا ۶۸۵ھ) نے "شرح المنتخب للرازی" تالیف کی۔[3]

(۱۱) النھایة البھائیة فی المباحث القیاسیة :

صفدی نے اس کتاب کا ذکر کیا[4] اور شاید امام رازی نے "المعالم" کی مندرجہ ذیل عبارت میں اسی کتاب کی طرف اشارہ کیا ہو :

"ولنا کتاب مفرد فی مسئلة القیاس فمن اراد الاستقصاء فی القیاس رجع الیه"۔[5]

(اور قیاس کے مسئلہ میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے۔ جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

---

[1] الطبقات، ابن سبکی ۵/۳۹
[2] تحقیق مقدمہ علی المحصول امام رازی، طٰہٰ جابر فیاض علوانی ص ۵۱۔ بحوالہ النفائس مذکور ہے۔
[3] مقدمہ حاشیہ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، ۱/۳، مطبعہ مذکور
[4] الوافی، الصفدی ۴/۲۵۵
[5] المعالم فی اصول الفقه امام رازی، متوفی ۶۰۶ھ، ص ۱۶۵

(۱۲) اسرار التنزیل وانوار التاویل :

قفطی نے اخبار الحکما ، میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلا اصول میں، دوسرا فروع میں، تیسرا اخلاق میں، چوتھا مناجات وادعیہ میں ہے لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصہ کے آخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔ [1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب میں امام رازی کی کتاب " نهاية العقول " سے متعلق فرمایا : بظاہر یہ کتاب علم کلام میں ہے اور علامہ شبلی مرحوم نے علم الکلام میں امام صاحب کی جو فہرست دی ہے اس میں اس کتاب کو بھی شامل کیا ہے لیکن کشف الظنون میں اس کا پورا نام یہ لکھا ہے : "نهاية العقول في الكلام في دراية الاصول" اور اس کی تشریح یہ کی ہے یعنی اصول فقہ میں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے مگر کشف الظنون کا جو تصحیح شدہ نسخہ ہمارے زیر استعمال ہے اس میں صراحت کے ساتھ اس کتاب کو "اصول الدین" کی کتاب بتایا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس جو نسخہ ہو اس میں اسی طرح مذکور ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو سہو ہو گیا ہو۔ [2]

(۱۳) كتاب احكام الاحكام :

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کتاب کس علم میں ہے شاید یہ اصول فقہ میں ہو۔ [3]

(۱۴) المحصول في علم اصول الفقه :

امام رازی کی یہ کتاب اصول فقہ کی اہم کتب میں سے ہے اور اس کو شہرت بھی حاصل رہی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ امام رازی نے اس فن میں سابقین سے جو کچھ منقول تھا ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا تھا اور امام رازی کے بعد جو اس فن میں لکھا گیا وہ اس سے منتخب اور محصول تھا۔ بالفاظ دیگر " المحصول " اصول فقہ کی ان اہم ترین کتب سے ماخوذ ہے جو امام رازی سے قبل تعبیر کے افصح اسالیب اور ترتیب وتہذیب کے اعلیٰ طرق پر لکھی گئیں تھیں۔ امام رازی نے صرف نقل واخذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی آراء کا اضافہ کیا اور پھر ان افکار وآراء سے بہترین نتائج نکالے۔

"المحصول" کا زمانہ تالیف :

امام رازی ۵۷۶ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف بتیس (۳۲) برس تھی۔ یہ کتاب اپنی تالیف کے زمانے سے عصر حاضر تک ہر دور میں بہت اہمیت کی حامل رہی۔ یہ کتاب طٰہٰ جابر فیاض

---

[1] کشف الظنون ۸۳/۱، اخبار الحکماء قفطی ص ۱۹، بحوالہ امام رازی، محمد عبدالسلام ندوی ص ۴۴

[2] امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۴۶، کشف الظنون ۱۹۸۸/۲

[3] امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۴۳

علوانی کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، المملکۃ السعودیہ سے طبع ہوئی[1] اس کے علاوہ عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ بھی مکتبہ نزار مصطفیٰ، المملکۃ السعودیہ سے پہلی بار ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

المحصول کی وجہ تسمیہ میں امام قرافی کے اشکالات وجوابات :

امام قرافی نے اس کی وجہ تسمیہ میں اشکالات ذکر کئے اور کہا کہ "المحصول" کے ساتھ تسمیہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا فعل "حصل" ہے تو اس کا مفعول نہیں آتا۔ لہٰذا اس اعتبار سے "محصول" کہنا غلط ہوگا اور اگر فعل "حصّل" (بالتشدید) مانا جائے تو اس کا مفعول بروزن "مکسّر" محصّل آتا ہے اس طرح قرافی نے اشکال در اشکال پیش کئے اور پھر ان کے جوابات میں طویل گفتگو کی۔[2]

لفظ "المحصول" پر طہٰ جابر علوانی کی تحقیق کا خلاصہ :

چونکہ مصادر مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے "المعقود والمیسور بمعنی العقد والیسر" آتا ہے اور کہا جاتا ہے: "لیس له معقود رای" اس کا مطلب عقد رائی ہوتا ہے۔ کتاب کا عنوان المحصول ہے، فی اصول الفقہ کی عبارت اس میں شامل نہیں ہے اور "محصول" مصدر ہے اس طرح اشکال رفع ہو گیا۔ اور کتاب کا عنوان "المحصول فی اصول الفقه" درست ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں "المحصول" کا تین جگہ مختلف انداز سے ذکر کیا ہے۔ پہلی جگہ "المحصول فی اصول الفقه" دوسری جگہ "المحصول فی علم الاصول" اور تیسری جگہ "المحصول من اصول الفقه" تحریر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب "الاربعین" میں دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی جگہ "المحصول فی علم الاصول" اور دوسری جگہ "المحصول فی الاصول" کے نام سے ذکر کیا جبکہ "المنتخب" کے مقدمہ میں صرف "المحصول" کا کلمہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا۔ اسی طرح "نهاية العقول" اور "المعالم فی اصول الفقه" میں "المحصول فی اصول الفقه" کے نام سے ذکر کیا۔ بہرحال کتاب کا نام "المحصول فی اصول الفقه" ہی ہے اگر قرافی کی بات درست مانی جائے تو صرف "المحصول" کہنا بھی درست ہوگا۔ لہٰذا اس قسم کا اشکال باقی نہ رہا۔[3]

---

[1] المحصول فی علم الاصول، امام فخر الدین رازی، تحقیق و دراسۃ، طہٰ جابر فیاض علوانی ۱/۵۳۔ نسخہ احمدیہ حلب میں درج تاریخ کے حوالے سے مذکور ہے۔ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

[2] النفائس الاصول فی شرح المحصول، شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن الصنہاجی المصری القرافی، تحقیق عادل احمد عبد الموجود و علی محمد معوض ۱/۱۰۳۔ المبحث الثالث فی تسمیه الکتاب بالمحصول، الریاض مکۃ المکرمۃ مکتبہ مصطفیٰ الباز طبع ثانیہ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء

[3] تحقیقی مقدمہ علی المحصول، طہٰ جابر فیاض علوانی ۵۴۔۵۷ ملخص

"المحصول" کا ذکر کرنے والے مورخین :

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تقریباً تمام مورخین جنہوں نے امام رازی کے حالات و تصنیفات ذکر کیں اس کتاب کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابن خلدون، طاش کبری زادہ، حاجی خلیفہ، بغدادی، بدرالدین عینی وغیرہ۔[1]

وہ مصادر جن سے امام رازی نے "المحصول" میں استمداد کیا :

علم اصول فقہ کی تاریخ لکھنے والوں کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ امام شافعی کی کتب اصول فقہ کے بعد، چار اہم ترین کتب یہ ہیں :

۱۔ البرهان : از امام الحرمین ۲۔ المستصفی : از امام غزالی

۳۔ العمد : قاضی عبدالجبار اور اس کی شرح العمده از ابوالحسین

۴۔ المعتمد : از ابوالحسین بصری۔ یہ کتاب العمد کی شرح کا اختصار ہے۔

یہ چاروں کتب متکلمین کے طرز پر تالیف کی گئیں تھیں اور اس علم کے مسائل و مباحث کا احاطہ کرتی ہیں اسی لئے ان مسائل و مباحث کو اس علم کے قواعد اور ارکان کا درجہ حاصل ہے۔[2] امام رازی نے ان چاروں کتب میں سے امام غزالی کی المستصفی اور ابوالحسین بصری کی المعتمد کی مدد سے المحصول تالیف کی اور ان دونوں سے صفحے کے صفحے اور ان کی عبارتیں لفظ بلفظ نقل کر دیں[3] لیکن اس کے ساتھ انہوں نے دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا اور وہ امام غزالی کی المستصفی سمیت ہر مصنف اور ہر کتاب سے متعلق اپنی ناقدانہ رائے رکھتے تھے اور مناسب مواقع پر اپنی تنقیدی رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مسعودی نے ان کے سامنے امام غزالی کی المستصفی کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ کتاب ان کی دوسری کتاب شفاء الغلیل میں پائے جانے والے عیوب سے پاک ہے، اس پر انہوں نے لکھا :

> "میں ایک بار طوس میں گیا مجھ کو امام غزالی کے صومعہ میں ٹھہرایا اور جب لوگ میرے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا کہ تم لوگوں نے مستصفی کے پڑھنے میں اپنی عمریں ختم کر دیں ہیں تو تم میں اگر کوئی شخص اس پر قادر ہو کہ مستصفی کے اول سے آخر تک کوئی دلیل بیان کرے اور اس کو میرے سامنے خود امام غزالی کے بیان کے مطابق ثابت کرے اور اس میں کوئی ایسی بات نہ ملائے جو اس سے الگ ہو تو میں اس کو سو دینار دوں گا۔ اس پر دوسرے روز انہی کا ایک ذہین آدمی جس کا نام امیر اشرف تھا، آیا اور دار مغضوب میں نماز پڑھنے سے متعلق گفتگو کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں اس مسئلہ کے متعلق امام غزالی کا بیان نہایت پرزور تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ اس مسئلہ میں امام غزالی کا بیان نہایت ضعیف ہے اور جب میں نے اس کو ثابت کیا تو امیر اشرف بالکل چپ ہو گیا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ جب میں آپ کے

---

[1] مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵، مفتاح السعادہ ۲/ ۱۱۸، ایضاح المکنون ۴/ ۵۶۹، عقد الجمان ۱۷/ ۴/ ۳۲۲۔

[2] مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵ [3] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۶

سامنے اس مسئلہ کو ثابت کروں گا تو موعودہ سو دینار لے لوں گا لیکن اب معلوم ہوا کہ ان سو دیناروں کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میں نے مسعودی سے اس واقعہ کو بیان کیا تو وہ اور پریشان ہوئے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے مستصفی کا ایک اور تحفہ پیش کرتا ہوں اور یہ تحفہ چند اعتراضات کا ہے جو امام غزالی پر کئے ہیں"

امام رازی کا مذکورہ بالا بیان امام غزالی کی **المستصفی** سے متعلق تھا لیکن خود امام رازی کی تصانیف سے متعلق ابن حجر نے "لسان المیزان" میں جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

"علم کلام اور اصول فقہ میں ان (امام رازی) کی کتابیں مشہور و متداول ہیں اور ان کی بعض باتیں قابلِ قبول اور بعض باتیں قابلِ تردید ہیں۔ ان پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اعتراضات تو نہایت قوی کرتے ہیں لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مغربیوں نے کہا ہے کہ ان کے اعتراضات تو نقد ہوتے ہیں اور جوابات اُدھار"[1]

خلاصہ کلام :

بہر حال کوئی انسان بشری کمزوریوں سے پاک نہیں ہے مگر ہمیں تعمیری، مثبت اور تخلیقی سوچ و عمل نظر رکھنی چاہئے اور جو کام کرتا ہے اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں اور جو لکھتا ہی نہ ہو ظاہر ہے اس کی غلطی بھی نہیں پکڑی جا سکتی۔ اس لئے اسلاف کے ہزاروں صفحات پر مشتمل کام میں چند باتیں تلاش کر لینے سے اُن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی نیت و مقصد پر کسی قلم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا اسلاف نے اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ کیا۔ بہر حال المحصول کی تصنیف نے کتب متقدین سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا کیونکہ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی اصول کے پڑھنے پڑھانے والوں کو طلب و ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب پر کثرت سے شروح تعلیقات و مختصرات لکھے گئے۔ ہم اپنی معلومات کے مطابق اُن کو ذیل میں بیان کریں گے۔

"المحصول" کی شروح :

المحصول کی چند شروح مندرجہ ذیل ہیں جن کا ہمیں علم ہو سکا :

۱۔ **نفائس الاصول فی الاصول فی شرح المحصول** : شہاب الدین، ابو العباس احمد بن ادریس القرافی مالکی متوفی ۶۸۴ھ نے یہ شرح لکھی۔ دورانِ تصنیف شارح نے متقدین و متاخرین کی مختلف مذاہب پر تیس کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔[2]

۲۔ **الکاشف عن المحصول** : شمس الدین محمد بن محمود اصبہانی (متوفی ۶۷۸ یا ۶۸۸ھ) نے یہ شرح تالیف کی۔ یہ تاج الدین ارموی صاحب الحاصل کے شاگرد تھے۔ الکاشف ایک پُر مغز علمی شرح ہے اس کی تالیف میں انہوں نے جس قدر ممکن تھا معظم کتب اصولیہ سے استفادہ کیا۔ حاجی خلیفہ نے سبکی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ اس شرح کی تکمیل سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔[3]

---

[1] میزان الاعتدال ۲/۲۲۳، بحوالہ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ ص ۲۱

[2] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الدیباج ص ۱۲۸، ۱۳۰۔ الفتح المبین ۲/۸۶، ۸۷ [3] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/۹۰، ۹۱

۳۔ **نہایۃ الوصول الی علم الاصول** : محمد بن عبدالرحیم بن محمد شیخ صفی الدین الہندی ارموی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) اس کے شارح ہیں[1] اور یہ سراج الدین ارموی متوفی ۶۸۲ھ صاحب التحصیل کے شاگرد تھے اور وہ کتاب "نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول" کے نام سے صالح بن الیوسف اور سعد بن سالم الشریح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ مجلدات میں مکۃ المکرمۃ مکتبۃ التجاریہ سنہ ندے چھپ چکی ہے۔

۴۔ قرافی نے نقشوانی کی "المحصول" پر ایک شرح کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ قاضی العسکر محمد بن حسین بن محمد شمس الدین الارموی شافعی نے بھی المحصول کی شرح لکھی تھی۔[2]

"المحصول" پر تعلیقات :

(۱) عز الدین عبدالحمید بن ھبۃ اللہ المدائنی معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ) نے اس پر تعلیقہ لکھا۔[3]

(۲) تاج الدین ترکمانی احمد بن عثمان بن صبیح الجوزجانی (متوفی ۷۴۴ھ) نے بھی تعلیقہ لکھا۔[4]

"المحصول" کے اختصارات :

۱۔ **المنتخب** : یہ اختصار امام رازی کی طرف منسوب ہے۔ ہم اس پر امام رازی کی مصنفاتِ اصولیہ میں بحث کر چکے ہیں۔[5]

۲۔ **الحاصل من المحصول** : تاج الدین ابی عبداللہ محمد بن حسین الارموی متوفی ۶۵۶ھ تاج الدین ارموی کی یہی "الحاصل" قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ یہ کتاب جامعہ قان یونس سے عبدالسلام محمود ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے۔

الحاصل پر تقییدات :

بعد میں ابوعبداللہ بن محمد بن عبدالنور التونسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ) نے دو جلدوں میں تقییدات علی الحاصل تالیف کی۔[6]

۳۔ **التحصیل** : سراج الدین ابوالثنا محمود بن ابوبکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) نے اس نام سے اختصار لکھا[7] جو عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے ساتھ بیروت موسسۃ الرسالہ سے ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

---

[1] تحقیق مقدمہ علی التحصیل للارموی، عبدالحمید علی ابوزنید۔ ص ۳۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۴۳، الفتح المبین ۲/ ۱۱۵

[2] ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۵   [3] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵

[4] تحقیق مقدمہ علی المحصول للامام رازی، طٰہٰ جابر فیاض علوانی۔ ص ۴۰۔ بحوالہ النفائس للقرافی ۱/ ۱۳ مذکور ہے۔

[5] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۰۹، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۴۹، ۳۵۱ (۲۴۰)۔ اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن ابراہیم مذکور ہے۔

[6] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵   [7] الفتح المبین ۲/ ۱۲۷   [8] کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/ ۱۲۷

التحصیل کا اختصار : بدرالدین التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے "حل عقد التحصیل" کے نام سے اس کا اختصار لکھا۔[1]

التحصیل کی شرح : ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ جزری شافعی (متوفی ۷۱۶ھ) نے تین مجلدات میں شرح "التحصیل" تالیف کی۔[2]

۴۔ تنقیح الفصول : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی (متوفی ۶۸۴ھ) نے المحصول کا اختصار کیا اور انہوں نے نفائس الاصول کے نام سے المحصول کی شرح بھی لکھی تھی جس کا ابھی ذکر گذرا ہے۔ "تنقیح الفصول" درحقیقت ان کی فقہ پر کتاب "الذخیرۃ" کا مقدمہ ہے۔[3]

التنقیح کے شارحین :

(۱) امام قرافی نے خود "شرح تنقیح الفصول" تالیف کی۔[3]

(۲) ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی مراکشی، متوفی ۷۲۴ھ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ کتاب التنقیح متعدد بار چھپ چکی ہے۔ پہلی مرتبہ قاہرہ مطبعہ الخیریہ سے ۳۰۵ صفحات میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ طٰہٰ عبدالرؤف سعد کی تبویب تنسیق و تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۳ء میں ۴۶۴ صفحات میں شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ العباسیۃ سے شائع ہوئی۔

۵۔ تنقیح المحصول : امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) جو المظفر الوازانی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے اس نام سے اختصار لکھا۔ طٰہٰ جابر علوانی نے ۱۹۷۹ء میں المحصول پر اپنے تحقیقی مقدمہ میں لکھا کہ جامعہ الملک عبدالعزیز کا ایک طالب علم اس پر تحقیق میں مصروف ہے۔ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) نے اپنی کتاب "نہایۃ السول" میں اس سے بہت نقل کیا ہے۔ التنقیح کا ایک نسخہ جامعہ احمد الثالث میں ۱۲۴۶ نمبر پر موجود ہے اسی طرح ایک دوسرا نسخہ دول العربیہ قاہرہ میں ہے۔[5]

۶۔ عماد الدین محمد بن یونس بن منعہ الاربلی (متوفی ۶۰۸ھ) نے بھی اس کا ایک اختصار لکھا تھا جو کمال الدین موسیٰ بن یونس شیخ سراج الدین ارموی (۶۸۲ھ) صاحب "التحصیل" کے بھائی تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عماد الدین نے جدل میں بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "التحصیل" تھا، اور "المحصول" کا اختصار الگ الگ کتابیں ہیں۔[6]

---

[1] طبقات الشافعیہ ابن سبکی ۵/۱۵۵، طبقات الشافعیہ، اسنوی ۱/۱۵۵ [2] الفتح المبین ۲/۱۱۷

[3] الدیباج ص ۱۲۹۔۱۲۸، الفتح المبین ۲/۱۳۷

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۴، الفتح المبین ۲/۱۲۳، معجم الاصولیین ۱/۱۶۳۔۱۶۵

[5] تحقیقی مقدمہ علی المحصول للامام رازی، طٰہٰ جابر علوانی ص ۲۳، تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید ابوزنید ص ۷۷

[6] تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی۔ عبدالحمید ابوزنید ص ۶۹

حاجی خلیفہ نے مذکورہ بالا مشہور مختصرات کے علاوہ اور کو بھی ذکر کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مختصر تاج الدین، عبدالرحیم بن محمد الموصلی (متوفی ۷۷۱ھ یا ۶۷۱ھ) یہ کمال الدین بن یونس کے شاگرد اور قاضی سراج الدین ارموی کے استاد تھے۔[1]

(۲) مختصر نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی متوفی ۷۱۰ھ[2]

(۳) مختصر الباجی: اس کا نام "غایۃ الوصول" ہے یہ علاء الدین علی بن محمد بن خطاب المغربی شافعی (متوفی ۷۱۴ھ) کی تصنیف ہے۔[3]

مختصر الباجی: کی شرح تاج الدین ابن الترکمانی احمد بن عثمان ابراہیم (متوفی ۷۴۴ھ) نے اس مختصر کی شرح لکھی۔ جسے انہوں نے چودہ انواع پر مرتب کیا۔[4]

(۴) شمس الدین محمد بن یوسف الجندی (متوفی ۷۱۶ھ) نے ایک مختصر لکھا جو المحصول کے مسائل پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ المراغی نے شرح و اختصار کی تعیین کیے بغیر صرف یہ کہا کہ انہوں نے کتاب "اجوبۃ علی مسائل من المحصول" تالیف کی اور یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔[5]

(۵) خوانساری نے مجد الدین بن دقیق العید القشیر مالکی کی طرف ایک مختصر منسوب کیا اور اسے المحصول پر لکھے گئے عمدہ مختصرات میں سے ایک شمار کیا ہے۔

(۶) امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) نے بھی لکھا۔[6] دنیا کے تقریباً ۲۲ سے زیادہ کتب خانوں میں المحصول کے نسخے موجود ہیں۔ مکتبۃ الازہری میں ۱۳۰ نمبر کے تحت اور دارالکتب المصریہ میں ۷۶ کے تحت بھی موجود ہیں۔

(۷) تلخیص المحصول لتهذیب الاصول: محقق التحصیل نے اپنے مقدمہ میں اس مختصر کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے مؤلف کا علم نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب ایک مجلد میں مخطوطے کی شکل میں ہے جو مکتبۃ الازہر میں (۱۱۵) ۳۴۴۹۳ نمبر پر موجود ہے۔ یہ مخطوط ۸۷۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

"رب تمم بخیر ۔ اما بعد: احمد الله رب العالمین و الصلاة السلام علی نبیه خاتم النبین و علی اله و صحبه وسلم الطاهرین الطیبین . فان اصول الفقه من اشرف العلوم الشرعیة الغامضة فیه مجال البحث الدقیق ، و متسع الاتقان و التحقیق ، وهو المتوسط بین الحکمة النظریة التی هی علم الکلام و بین الحکمة العملیة السیاسیة التی هی الفقه ، فمن لم یطلع علیه لم یتمکن من استنباط الاحکام ، و لا یوثق با جتهاده "

(رب تمم بخیر۔ اما بعد احمد اللہ رب العالمین ...... بلاشبہ اصول فقہ اشرف اور پیچیدہ علوم شرعیہ میں سے ہے۔ اس میں دقیق بحث کے وسیع و مضبوط میدان ہیں اور دونوں کا درمیانی راستہ جو اس علم پر مطلع نہیں ہوگا وہ استنباط احکام کی قدرت نہیں رکھ سکے گا اور اس کے اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا)

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۶۱۶
[2] کشف الظنون ۲/۱۶۱۶
[3] کشف الظنون ۲/۱۶۱۶ ، هدیة العارفین ۵/۷۱۹ ، الفتح المبین ۲/۱۱۳
[4] کشف الظنون ۲/۱۸۳۹ ، الطبقات السنیه ۱/۳۴۹-۳۵۰ (۳۴۰)
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۳۹ ، الفتح المبین ۲/۱۱۷
[6] کشف الظنون ۲/۱۸۳۹

اس کے بعد فرماتے ہیں :

"انی وجدت الکتب المؤلفة فی ھذا الفن غیر خالیة عن الانحراف عن الحق ۔ وان کتاب المحصول ھو المتداول فی زماننا ، وھو وان نقل اکثرھا فی الکتاب المعتمد والمستصفی والبرھان ، ولکن الانحراف فی تصرفاته اکثر ، فاحببت ان انظر فی ھذا الفن ، واظھر ما فیه من الانحراف وسمیت کتابی ھذا (تلخیص المحصول لتھذیب الاصول)"[1]

(میں نے اس فن میں لکھی جانے والی کتاب کو حق کے انحراف سے خالی نہیں پایا اور کتاب المحصول ہمارے زمانے میں متداول ہے اور اس میں اگرچہ زیادہ تر کتاب المعتمد ، المستصفی اور البرهان سے نقل پر کمیہ کیا گیا ہے۔ اور وہ اس میں صحیح سمت سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس فن میں غور کروں اور انحراف کی جگہوں کی نشاندہی کردوں اور اس کا نام "تلخیص المحصول لتھذیب الاصول" رکھا)

اس کتاب کے مصنف نے امام رازی پر پہلا اعتراض ان سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف کے کلمہ "الشرعیہ" کے متعلق کیا۔ امام رازی نے تعریف فقہ میں فوائد قیود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "الشرعیة" احتراز عن العلم بالاحکام العقلیة (شرعیہ کی قید سے وہ احکام جن کا علم عقل سے حاصل ہوتا ہے خارج ہو گئے)۔ اس پر پہلا اعتراض یہ کیا۔ پھر اس کے بعد ذکر کیا کہ عقل کے ذریعے سے احکام کا ادراک ان کو شرعیہ ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ فقہ کی تعریف میں امام رازی نے "العلمیه" کی قید کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے احکام علمیہ خارج ہو گئے۔ صاحب تنقیح نے اس پر اعتراض کیا۔[2]

نوٹ : محصول و تحصیل کے نام سے اصول فقہ پر دیگر مصنفین نے بھی کتب تالیف کیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے محصول کے نام سے اصول فقہ پر سے کتاب لکھی۔[3]

(۲) سید محسن بن حسن الاعرجی السلامی الکاظمی شیعی (متوفی ۱۲۴۰ھ) "وافیة الاصول" کی شرح لکھی جس کا نام "المحصول" رکھا۔[4]

(۳) امام ابو منصور عبدالقادر بن طاہر البغدادی شافعی (متوفی ۴۲۹ھ) نے "التحصیل" کے نام سے اصول فقہ پر کتاب لکھی۔[5]

المحصول للرازی اور الاحکام للآمدی کے طریقوں میں تطبیق :

احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (متوفی ۶۹۴ھ) نے امام رازی کی المحصول امام آمدی کی الاحکام کے طرق میں تطبیق کر کے اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کتاب مؤلف کے خط میں ان کے

---

[1] تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی ۔ عبدالحمید ابو زنید ص ۴۷
[2] حوالہ سابق الفاظ کے اضافہ کے ساتھ
[3] الفتح المبین ۲/ ۲۸۔۳۰
[4] کشف الظنون ۱/ ۲۰۱۷
[5] کشف الظنون ۱/ ۳۶۰ ، الفتح المبین ۱/ ۲۳۴۔۲۳۵

پاس موجود ہے۔ احمد بن کمال دراصل عزالدین بن عبدالسلام اور ابو عمرو عثمان بن صلاح کے شاگرد تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے استاد تھے۔[1]

عمادالدین الاردبیلی الشافعی (۵۳۵ھ۔۶۰۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور اپنے وقت کے جید علماء سے علم حاصل کیا۔ موصل کے متعدد مدارس میں تدریس کی۔ شہر موصل کے ۵۹۲ھ میں قاضی رہے۔ نورالدین ارسلان شاہ والیٔ موصل کے یہاں بہت قدر و منزلت رکھتے۔ امیر وقت ان سے مشورہ طلب کرتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا اور جدل میں التحصیل نامی کتاب لکھی۔[3]

اسماعیل بغدادی الازجی (متوفی ۵۴۹ھ۔۶۱۰ھ)[4]

فقیہ اصولی، مناظر، متکلم تھے۔ فقہ و خلاف کی تعلیم ابو الفتح بن المنی سے حاصل کی۔ اپنے شیخ کے بعد مدرسہ مامونیہ میں درس دیتے۔ جامع قصر میں فقہاء ان کے پاس مناظرہ کے لئے جمع ہوتے۔ عمدہ کلام و عبارت پر قدرت رکھنے کے علاوہ فصیح اللسان اور بلند آواز کے مالک تھے۔ انہوں نے کتاب "جنۃ الناظر وجنۃ المناظر" جدل میں اور "التعلیقہ" اور "المفردات" خلاف میں تالیف کی۔[5]

السائح الهروی (متوفی ۶۱۱ھ) آپ نے کتاب الاصول تالیف کی۔[6]

عبداللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی (متوفی ۶۱۳ھ تقریباً)

آپ نے کتاب "غاية الطلب والمامول في شرح اللمع في الاصول" تالیف کی۔[7]

حسن الهلکي (متوفی ۶۱۳ھ): فقیہ و اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی۔[8]

ابن زجاجیہ شافعی (متوفی ۶۱۵ھ): آپ نے کتاب "الذريعه في احكام الشرعيه" تالیف کی۔[9]

---

1. الفتح المبین۔۲/۹۶
2. ابو حامد محمد بن یونس بن محمد بن منعہ بن مالک بن محمد، عمادالدین، عراق میں ولادت و وفات ہوئی۔
3. الفتح المبین۔۲/۵۰۔۵۱
4. ابو محمد فخرالدین اسحاق بن علی بن حسین البغدادی الازجی المامونی (۱۱۵۴ء۔۱۲۱۳ء) ابن الوفاء، ابن الماشطہ، غلام ابن المنی سے مشہور تھے
5. شذرات الذہب۔۵/۴۰۔۴۱، معجم الاصولیین ۱/۲۶۴ (۲۰۹)
6. ابو الحسن علی بن ابی بکر بن علی بن محمد الموصلی۔ سائح الہروی سے مشہور تھے، ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۵
7. ایضاح المکنون۔۴/۱۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۸
8. حسن بن ابراہیم بن معین الدین الہلکی متوفی ۱۲۱۶ھ معجم الاصولیین ۲/۳۳ (۲۶۳) بحوالہ معجم المؤلفین ۳/۱۸۵ اور دارالکتب مصریہ میں ۶۰۹ نمبر پر موجود ہے۔
9. ابن الزجاجیہ۔ مکی بن ابی احمد الدمشقی، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۱

ابن رمضان الحنفی : (۶۱۶ھ بعدہ) شہر حلب میں واقع مدرسہ حلاویہ میں مدرس تھے۔ آپ نے کتاب "الینابیع فی معرفۃ الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۱۶ھ میں فراغت پائی۔[1]

عبد اللہ العکبری الحنبلی (متوفی ۵۳۸ھ۔۶۱۶ھ) آپ نے کتاب "المتبع فی شرح اللمع" تالیف کی۔[2]

ابو الحسن الابیاری مالکی (متوفی ۵۵۷ھ۔۶۱۹ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث اور مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ ان کے پاس دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے۔ ابن حاجب آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام علامہ بہاؤ الدین عبداللہ معروف ابن عقیل مصری شافعی، امام ابیاری کو اصول میں امام رازی پر فوقیت دیتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام الحرمین کی کتاب "البرهان" کی شرح لکھی۔

ابن فرحون نے لکھا :

"وله تكملة على كتاب مخلوف الذى جمع فيه بين التبصرة والجامع لابن يونس والتعليقه لابى اسحاق : تكملة حسنة جدا تدل على قوته فى الفقه واصوله"۔[4]

(اور ان کا مخلوف کی کتاب پر تکملہ ہے جس میں انہوں نے التبصرہ اور الجامع لابن یونس کو جمع کیا اور تعلیقہ لابی اسحاق میں بہت عمدہ تکملہ جو ان کی فقہ اور اصول میں مہارت پر دلالت کرتی ہے)

ابن بدران الشیعی (متوفی ۶۱۹ھ) : آپ نے کتاب "غنیۃ النزوع الی علم الاصول و الفروع" تالیف کی۔[5]

ابن قدامہ المقدسی حنبلی (متوفی ۵۴۱ھ۔۶۲۰ھ)[6]

فقیہ، اصولی اور کئی فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ شذرات میں ہے : "انتهى اليه معرفة المذهب واصوله" (مذہب و اصول کے علم و معرفت کی ان پر انتہاء ہوتی تھی)۔ حنبلی فقہ کی مشہور کتاب "المغنی فی شرح مختصر الخرقی" دس جلدوں میں تالیف کی۔ کثیر الصیام والقیام تھے۔ ۸۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔ خلق کثیر ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔

---

1. رشید الدین ابو عبداللہ محمود بن رمضان الرومی۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۴۰۵
2. عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن حسین العکبری بغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۸۹
3. ابو الحسن علی بن اسماعیل بن علی عطیہ الابیاری، شمس الدین (۱۱۶۱ء۔۱۲۲۱ء) ابیار میں ولادت ہوئی۔
4. الدیباج ص ۳۰۶، الفتح المبین ۲/ ۵۲
5. ابو الحسن سالم بن بدران بن علی المازنی مصری، ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۸۱
6. موفق الدین، ابو محمد، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدام ابن نصر بن عبداللہ المقدسی الدمشقی (۱۱۴۷ء۔۱۲۲۳ء)، فلسطین میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

المراغی نے ان کے اجتہاد وفقہ میں فضیلت سے متعلق بعض علماء کے اقوال پیش کیے جو مندرجہ ذیل ہیں:
شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ اور ابوبکر محمد بن معالی بن غنیمہ البغدادی نے فرمایا:

" ما دخل الشام بعد الاوزاعی افقه من الشیخ الموفق "
(امام اوزاعی کے بعد شیخ موفق سے بڑا فقیہ ملکِ شام میں داخل نہیں ہوا)

ابوبکر محمد بن معالی ابن غنیمہ البغدادی نے فرمایا:

" ما اعرف احد زماننا ادرک درجة الاجتهاد الا الموفق "
(میں اپنے زمانہ میں سوائے شیخ موفق کے کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو اجتہاد کے اس مرتبہ پر پہنچا ہو)

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر" تالیف کی جو حنبلی مذہب کے اصولِ فقہ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب بیروت، دار الکتاب العربی سے ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۰ء سے اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کتاب کا آغاز مقدماتِ منطقیہ سے ہوتا ہے پھر حکم کی اقسام اور پھر ادلہ احکام پر گفتگو کی جو ان کے نزدیک کتاب، سنت، اجماع و استصحاب ہیں اور پھر مختلف فیہ اصول بیان کئے، یعنی شرع من قبلنا، قول صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ، اس کے بعد حقیقت، مجاز، نص، ظاہر، مجمل، عموم و خصوص وغیرہ پر بحث کی۔ قیاس، اجتہاد و تقلید کو بیان کیا۔

روضۃ الناظر کی شرح واختصار:

۱۔ شیخ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ بدران دمشقی نے "نزهة الخاطر العاطر" کے نام سے شروع لکھی جو روضۃ الناظر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

۲۔ نجم الدین طوفی صرصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے "مختصر روضة الموفق فی الاصول علی طریقة ابن الحاجب" کے نام سے اختصار لکھا۔[1]

طوفی کے اختصار کی شرح: احمد ابراہیم بن نصر اللہ العسقلانی (متوفی ۸۷۶ھ) نے شرح مختصر الطوفی تالیف کی۔[2]

۳۔ بہاء الدین سبکی (متوفی ۷۷۳ھ) نے الروضۃ پر ایک کتاب تالیف کی۔[3]

ابوعمران موسیٰ الیمان شافعی (متوفی ۶۲۰ھ)

فقیہ اور اصولی تھے۔ انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی۔[4]

---

[1] الفتح المبین ۲/۱۲۰۔۱۲۱ [2] معجم الاصولیین ۱/۷۸۔۸۹ (۵۰)
[3] الفتح المبین ۲/۵۳۔۵۴، ۲/۱۹۸، شذرات الذهب ۵/۸۸۔۹۲، روضة الناظر، مقدمه نزهة الخواطر، فوات الوفیات ۱/۲۰۳۔۳، معجم البلدان ۳/۳۴، البدایہ والنہایہ ۱۳/۹۹۔۱۰۲، الاعلام ۴/۱۹۱۔۱۹۲
[4] ابوعمران موسیٰ بن احمد بن یوسف بن موسیٰ التباعی الیمنی، ایضاح المکنون ۲/۴۱۰، ہدیۃ العارفین ۲/۴۷۹

طاہر الخفصی حنفی (متوفی ۶۲۰ھ تقریباً)[1]

آپ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی الخطیب اور مختار الزاہدی کے بھی اُستاد تھے۔ انہوں نے "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

مظفر الوارنی شافعی (۵۵۸ھ۔ ۶۲۱ھ)[3]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ بغداد میں ابو القاسم بن فضلان سے تفقہ حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں معید تھے۔ راہِ علم میں بلادِ حجاز، مصر و عراق کے سفر کئے۔ مصر میں طویل قیام کے دوران تدریس و فتویٰ میں مشغول رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے امام رازی کی المحصول کا "التنقیح" کے نام سے اختصار لکھا۔[4]

ضیاء الدین المارانی شافعی (متوفی ۶۲۲)[5]

انہوں نے ابو اسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی دو جلدوں میں شرح لکھی۔[6]

الفخر الفارسی شافعی (متوفی ۶۲۲ھ)[7]

فقیہ، اصولی، صوفی علوم ربانیہ نافعہ کے عارف اور طبیب تھے۔ اصلاً شیرازی اور موطناً مصری تھے۔ ابن عساکر آپ کے شاگرد تھے۔ انہیں نے اصول و کلام میں کتاب "مطية النقل و عطية العقل" تالیف کی۔[7]

عبد الکریم الرافعی شافعی (۵۵۷ھ۔ ۶۲۳ھ)[8]

ابن العماد نے لکھا :

" کان اوحد عصره فی العلوم الدینیة اصولا وفروعا ومجتهد زمانه فی المذهب "

(اپنے عہد کے مجتہد اور علوم دینیہ، اصول و فروع میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے)

امام سبکی نے لکھا :

" کان الامام الرافعی متضلعا من علوم الشريعة تفسيراً وحديثا واصولا "

(امام رافعی علوم شرعیہ، تفسیر حدیث اور اصول میں کامل امام تھے)

---

[1] طاہر بن محمد بن عمر بن ابی العباس، نجم الدین نخشی، النظر، الخفصی متوفی ۱۲۲۳ء تقریباً

[2] کشف الظنون ۲/۱۲۷۱، اس میں الجعفی کے اضافہ کے ساتھ نام مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۰، الجواہر المضیئہ ۱/۲۶۶، الفوائد البہیہ ص ۸۵، اس میں ان کا نام ابو طاہر مذکور ہے۔

[3] مظفر بن اسماعیل بن علی الوارانی التبریزی، امین الدین (۱۱۶۲ء۔ ۱۲۲۴ء) شیرازی میں وفات پائی۔

[4] الفتح المبین ۲/۵۵، معجم البلدان ۸/۲۷۸

[5] (ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ)۔ بن درباس بن فیر بن جہم ابن عبدوس (الہدبانی) المارانی۔

[6] کشف الظنون ۲/۱۵۶۲، ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۴، معجم الاصولیین ۱/۳۲ (۱۸)

[7] ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن احمد الفیر وزآبادی، فخر الفارسی متوفی ۱۲۲۵ء، مصر میں وفات پائی۔

[8] شذرات الذہب ۵/۱۰۱، الفتح المبین ۲/۵۵، الاعلام ۴/۸۳۱

قاضی شہبہ نے کہا کہ اسفرائینی نے اپنی چالیس (۴۰) تالیفات میں یہ فرمایا :

"ھو شیخنا امام الدین، وناصر السنة صدوقا، کان او حد عصرہ فی العلوم، الدینیة اصولا وفروعا، مجتھد زمانه فی المذھب، وفرید وقته فی التفسیر، وکان له مجلس بقزوین للتفسیر وتسمیع الحدیث"۔[1]

مؤلفات اصولیہ اصول : فقہ پر ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

محمد بن ابوبکر الایکی (متوفی ۶۲۷ھ)[2]

مشائخ متعزلین سے تھے۔ انہوں نے ابن حاجب کی کتاب "منتھی السول والامل" کی شرح لکھی۔

قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی (۵۵۶ھ/۶۳۰ھ)[3]

فقیہ، اصولی اور عدن کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی جس کا نام "شرح مشکل اللمع" ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ہدیۃ العارفین میں یوں مذکور ہے، "شرح مشکل اللمع لابی اسحاق الشیرازی فی الفروع"۔ مظہر بقا نے اپنی معجم کے حاشیہ میں لکھا کہ ان کے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے اور اس بات کی تائید میں معجم المؤلفین سے حوالہ دیا جس میں اس کی وضاحت ہے، "شرح المشکل فی غریب اللمع .. وکلاھما فی اصول الفقه"۔[4]

صدر الشریعہ الاکبر حنفی (متوفی ۶۳۵ھ)[5]

الفوائد البہیہ میں مذکور ہے، "وله قدرة کاملة فی الاصول والفروع" (اور ان کو اصول و فروع میں کامل قدرت تھی)۔ اپنے والد جمال الدین عبیداللہ سے تعلیم حاصل کی اور آپ کے بیٹے محمود تاج الشریعہ نے آپ سے تعلیم پائی۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے کتاب "تلقیح العقول فی فروع النقول" تالیف کی۔ رضا کحالہ نے اس کو فروع فقہ حنفی کی کتاب کہا ہے جبکہ صاحب ہدیۃ العارفین نے کتاب کا نام اس طرح ذکر کیا، "تلقیح العقول فی فروق النقول والاصول" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول پر بھی ہے۔[6]

---

۹ عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل القزوینی الرافعی (۱۱۶۲ء۔۱۲۲۶ء)

[1] ہدیۃ العارفین ۱/ ۶۰۹، ۶۱۰، طبقات الشافعیہ الکبری ۸/ ۲۸۱، ۲۹۳۔ شذرات الذہب، ابن العماد ۳/ ۲۲۷ (۴۵۸)، طبقات، قاضی ابن شہبہ ۲/ ۹۴، ۹۸۔ بروکلمان ۱/ ۳۹۳

[2] محمد بن ابوبکر بن الفارس الایکی نے دمشق میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۲/ ۱۱۲ میں الایکی مذکور ہے۔

[3] قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العاصی (العصی) العدنی (۱۱۶۱ء/ ۱۲۳۳ء) مرتج (یمن) میں وفات پائی۔

[4] ایضاح المکنون ۲/ ۳۱۰، ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۲، معجم المؤلفین ۲/ ۱۸۲، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۲ (۱۸۳)

[5] شمس الدین احمد بن جمال الدین عبیداللہ بن ابراہیم بن احمد المحبوبی صدر الشریعہ الاکبر متوفی ۱۲۳۲ء

[6] کشف الظنون ۱/ ۴۸۱، ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۵۔ اس میں تاریخ وفات ۶۳۰ھ تقریباً مذکور ہے۔ الفوائد البہیہ ص ۲۵، معجم المؤلفین ۱/ ۳۰۸، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۹ (۱۱۱)

سیف الدین الآمدی شافعی (۵۵۱ھ/۶۳۱ھ)[1]

فقیہ اور اصولی تھے۔ شروع میں حنبلی تھے پھر بغداد جا کر شافعی مسلک اپنا لیا۔ قاہرہ میں القرافۃ الصغریٰ کے مدرسہ میں معید رہے جو امام شافعی کے مقبرے سے متصل ہے، پھر جامع الظافری قاہرہ میں صدر مدرس ہو گئے اور ایک مدت تک صدارت پر فائز رہے۔ شام، حماۃ اور دمشق کے بھی علمی اسفار کئے۔ دمشق میں فلسفہ پڑھانے کی وجہ سے مدرسہ العزیزیہ سے معزول کئے گئے۔ تقریباً بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : (۱) الاحکام فی اصول الاحکام (۲) منتھی السول فی علم الاصول[2]

الاحکام فی اصول الاحکام کا تحقیقی تجزیہ :

ابن خلدون (متوفی) نے مؤلفات اصولیہ کے تاریخی تسلسل میں اس کتاب کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا۔ انہوں نے امام الحرمین کی البرھان، امام غزالی کی المستصفی، عبدالجبار کی "العمد" اور ابوالحسین البصری کی اس پر "المعتمد" نامی شرح کا تذکرہ کرنے کے بعد اسی تسلسل و ربط کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا :

"ثم لخص هذه الكتب الاربعة فحلان من المتكلمين المتاخرين وهما الامام فخرالدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الامدى في كتاب الاحكام واختلف طرائقهما في الفن بين التحقيق والحجاج فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الادلة والاحتجاج والامدى مولع بتحقيق المذاهب و تفريع المسائل ".[3]

(اس کے بعد متاخرین متکلمین میں سے امام فخرالدین بن الخطیب نے کتاب المحصول میں اور سیف الدین آمدی نے کتاب الاحکام میں ان چاروں کتابوں کا خلاصہ تحریر کیا مگر دونوں بزرگ طریق تحقیق اور طرز بحث میں ایک دوسرے سے مختلف رہے۔ ابن الخطیب نے اولہ کی زیادہ بھرمار کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا۔ آمدی کو تحقیق مذاہب سے بڑی دلچسپی رہی اور وہ تخریج مسائل کی طرف زیادہ مائل رہے)

ابن خلدون شرق و غرب میں ان کی مقبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"واقتطف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنقيحات وكذلك فعل البيضاوى في كتاب المنهاج وعنى المبتدؤن بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس واما كتاب الاحكام للامدى وهو اكثر تحقيقا في المسائل فلخصه ابو عمرو بن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنى اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته و شرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات ".[4]

---

1. ابوالحسن علی بن ابی علی (بن) محمد بن سالم الثعلبی (۱۱۵۶/ ۱۲۳۳) دمشق میں وفات پائی۔
2. وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/ ۳۲۹، ۳۳۵۔ کشف الظنون ۱۷۱، ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۰۷، الفتح المبین ۲/ ۵۷، ۵۸، دائرہ المعارف اسلامیہ/ ۲۳۰۔ اردو دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳
3. مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۵۵
4. حوالہ سابق۔ ص ۳۵۵، ۳۵۶

(بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام تنقیحات رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے "کتاب المنهاج" میں یہی طرز اختیار کیا۔ ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ان پر شرحیں لکھیں۔ آمدی کی کتاب الاحکام (جو مسائل کی پاکیزہ تحقیقات پر مشتمل تھی) کا خلاصہ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الكبير" میں کیا۔ پھر اس کا خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت پسند کیا۔ اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اچھی اچھی شرحیں اس پر لکھی گئیں......)

کتاب کے مشتملات سے متعلق علامہ امدی نے لکھا:

"وسميته: كتاب الاحكام في اصول الاحكام. وقد جعلته مشتملاً على اربع قواعد: الاولى: في تحقيق مفهوم اصول الفقه و مباديه. الثانية: في تحقيق الدليل السمعي واقسامه، وما يتعلق به من لوازمه واحكامه. الثالثة: في احكام المجتهدين، واحوال المفتين والمستفتين الربعة: في ترجيحات طرق المطلوبات"[1]

(اور میں نے اپنی اس کتاب کا نام "كتاب الاحكام في اصول الاحكام" رکھا اور اس کو چار قواعد پر مرتب کیا۔ پہلا: اصول فقہ اور اس کے مبادی کے مفہوم کی تحقیق میں ہے۔ دوسرا: دلیل سمعی اور اس کے اقسام اور اس کے لوازم واحکام کے متعلقات کی تحقیق میں ہے۔ تیسرا: مجتہدین کے احکام، مفتیان اور مستفتیان کے احوال میں ہے۔ چوتھا: مطلوبات کے طریقوں کو ترجیح دینے کے بارے میں ہے)

الاحکام میں انہوں نے اولاً کلامی و لغوی مبادیات بیان کئے۔ لفظ کی انواع اور اس کی حقیقت پر کلام کیا پھر مبادیات فقہ اور احکام شرعیہ اور حکم کی اقسام اور ادلہ احکام پر گفتگو کی۔ پھر عام، خاص، دلالت، مفہوم و تخصیص اور ان کی انواع پر بحث کی۔ مطلق، مقید، مجمل، نسخ، ناسخ و منسوخ پھر قیاس۔ اس کی اقسام و انواع اور پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک حدود و کفارات کے قیاس سے اثبات پر بحث کی۔ پھر استصحاب مذہب صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ اور اجتہاد و تقلید پر گفتگو کی۔

الاحکام کی تالیف کا زمانہ: امدی ۶۲۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے[2] یعنی عمر کے آخری زمانے میں جب علم و شعور کی پختگی اور تجربہ اپنے کمال پر تھا، یہ اُس زمانے کی تالیف ہے۔

الاحکام کی تلخیصات:

۱۔ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الکبیر" میں اس کا خلاصہ لکھا۔[3]

۲۔ حاجی خلیفہ نے علامہ شیرازی کے حوالے سے لکھا کہ ابن حاجب نے اس کتاب کی تلخیص لکھی جس کا نام منتہی رکھا تھا۔[4]

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی ۱/۸، مقدمۃ الکتاب بیروت دار الفکر طبع جدید ۱۴۲۱ھ/۱۹۹۶ء

۲۔ کشف الظنون۔ ۱/۱۷ ۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵ ۴۔ کشف الظنون۔ ۱/۱۷

الاحکام پر تحقیق: یہ کتاب عبدالرزاق عفیفی کی تحقیق سے دمشق المکتب الاسلامی سے چھپی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۸۷ھ میں ریاض سے اور دوسری مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں بیروت سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ محقق عبدالرزاق عفیفی نے امدی کی کتاب کے اسلوب کے متعلق لکھا:

"اقول ان الآمدی درس الفلسفة باقسامها المختلفة وتو غل فیها وتشعب بها روحه حتی ظهر اثر ذلک فی تالیفه، ومن قرا کتبه وخاصة ما الفه فی علم الکلام واصول الفقه یتبین له ما ذکرت، کما یتبین له منها انه کان قوی المعارضة کثیر الجدل واسع الخیال التشقیقات فی تفصیل المسائل، والتردید والسبر والتقسیم فی الادلة الی درجة قد تنتهی بالقاری احیانا الی الحیرة"[1]

(میں کہتا ہوں کہ امدی کو فلسفہ کی مختلف اقسام میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ یہ بات ان کی روح میں رچ بس گئی تھی اور اس کا اثر ان کی تالیف میں نمایاں نظر آتا تھا اور جو بالخصوص علم کلام واصول فقہ میں ان کی کتب کو پڑھتا ہے وہ اس بات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کی تالیف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبردست مناظر، جدلی، وسیع الخیال مسائل کی تفصیل میں متعدد طرق پیش کرنے والے، تردید کرنے والے اور پرکھنے کے ماہر تھے اور ادلہ کی تقسیم میں تو کبھی کبھار قاری کو حیرانی کے انتہائی درجے تک پہنچا دیتے ہیں)

ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی (متوفی ۵۷۹ھ۔۶۳۴ھ)[2]

فقیہ، اصولی، مناظر، شاعر تھے۔ خلافیات وادب کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ........ انہوں نے کتاب "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ طاہر بن محمد حنفی اور ابن عقیل نے بھی اسی نام سے کتب تالیف کی تھیں۔[3]

سید یحییٰ بن محسن الزیدی (متوفی ۶۳۶ھ)

انہوں نے کتاب "المقنع فی الاصول" تالیف کی۔[4]

احمد الخوی شافعی (متوفی ۵۸۳ھ۔۶۳۷ھ)[5]

آذربائیجان کے علاقے خوئی میں تعلیم حاصل کی پھر خراسان جا کر امام فخر الدین کے ساتھ قطب مصری سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام فخر الدین سے اصول کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جمال الدین مصری کے بعد شام میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔

---

[1] تحقیق مقدمہ علی الاحکام للامدی۔ عبدالرزاق عفیفی ص "ز" دمشق المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ

[2] ابوالمؤید موفق بن حسن ابوسعید محمد بن علی الخوارزمی صدر الدین (۱۱۸۳ء۔۱۲۳۶ء) خوارزم میں ولادت اور معروفات ہوئی۔

[3] کشف الظنون ۲/۱۲۷۱، ہدیۃ العارفین ۲/۴۸۳، الفتح المبین ۲/۵۹

[4] سید یحییٰ بن محسن بن محفوظ بن محمد۔ المعتصد الزیدی الیمنی ایضاح المکنون ۲/۵۴۸

[5] ابوالعباس احمد بن خلیل بن سعادۃ بن جعفر بن عیسیٰ بن محمد شمس الدین الخوی (۱۱۸۷ء۔۱۲۴۰ء) آذربائیجان کے شہر خوی سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : شذرات الذہب میں ہے "وله كتاب في اصول الفقه "[1]

ابوالحسن الحرالی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ)[2]

فقیہ، اصولی، نظار، مفسر، منطقی، فیلسوف تھے۔ تحصیل ونشر علم کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ تارک الدنیا تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں مذکور ہے :

" وله مصنفات في الاصول و المنطق و الطبيعات و الالهيات و الفرائض "

(اور ان کی اصول، منطق، طبیعات، الہیات وفرائض میں مصنفات ہیں)

آپ کے ایک شاگرد ابوالعباس العبرینی کا بیان ہے :

" تعلمنا عليه تفسير الفاتحة في نحو ستة اشهر ، فكان يلقي في التعليم قوانين تتنزل في علم التفسير منزلة اصول الفقه من الاحكام ".[3]

(ہم نے ان سے تقریبا سولہ ماہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سیکھی، وہ بصورت اسباب نزول کی تفسیر کے دوران اصولی احکام بیان کرتے جاتے تھے)

جمال الدین الحصیری حنفی (متوفی ۵۴۶ھ۔۶۳۷ھ)[4]

فقیہ، اصولی و محدث تھے، ان کے والد تاجر تھے جو حصیر (چٹائی) کے پیشے سے وابستہ تھے، اس لئے حصیری مشہور ہوئے۔ حسن بن منصور قاضی خان سے تفقہ حاصل کیا۔ علم کی تحصیل، نشر واشاعت کے لئے نیشاپور، حلب، شام، مکہ، دمشق کے اسفار کئے۔ ابن کثیر نے لکھا : "وصار الى دمشق فانتهت اليه رياسة الحنفية بها" مذہب حنفی کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ زندگی بھر تدریس، تصنیف اور افتاء وغیرہ کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے : "وله كتاب الطريقة الحصيرية في الخلاف بين الحنفية والشافعية ".[5]

ابوالعباس المقدسی شافعی (متوفی ۶۳۸ھ)[6]

فقیہ واصولی تھے۔ ہمدان کا سفر کیا، وہاں رکن طاؤسی سے ملتزم ہوگئے، یہاں تک کہ معید بن گئے، بخارا کا سفر کیا۔ علم خلاف میں آپ کا نام شہرت کی بلندیوں پر پہنچا۔ کثرت سے اوراد وتہجد کی پابندی کرتے۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۹۲/۵۔۹۳، الوافی بالوفیات، الصفدی ۳۷۵/۶۔۳۷۶، شذرات الذہب ۱۸۳/۵، عیون الانباء، طبقات الاطباء ۱۷۱/۲، الفلائد الجوہریہ ۵۸۲

[2] ابوالحسن علی بن احمد بن الحسن بن ابراہیم التجیبی الحرالی الاندلسی المراکشی متوفی ۱۲۳۹ء، مراکش میں ولادت ہوئی اور شام میں وفات پائی۔

[3] شذرات الذہب ۱۸۹/۵، الفتح المبین ۶۰/۲

[4] ابوالمحامد محمود بن احمد بن عبدالسید بن عثمان بن نصر بن عبدالملک البخاری الحصیری، جمال الدین (۱۱۵۱ء۔۱۲۳۹ء)، بخاری میں ولادت اور دمشق میں مدفون ہوئے۔

[5] الاعلام۔ خیر الدین الزرکلی ۱۰۰۹/۳، مصر، المطبعہ العربیہ ۱۳۴۷ھ۔۱۹۲۸ء، الجواہر المضیہ ۱۵۵/۲۔۱۵۶(۴۷۶)، الفوائد البہیہ ص۲۰۵، الفتح المبین ۶۱/۲ ابن کثیر ۱۵۲/۱۳

[6] ابوالعباس احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی الحنبلی ثم الشافعی متوفی ۱۲۴۱ء

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "شرح المعالم" تالیف کی جو امام فخر الدین رازی کی اصول فقہ میں کتاب "المعالم" کی شرح ہے۔[1]

سہل الازدی مالکی (۵۵۹ھ۔۶۳۹ھ)[2]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور لغت عربیہ میں مہارت رکھتے، راس الفقہاء تھے۔ فقہ و اصول میں تبحر حاصل تھا۔ ابن فرحون نے ابن عبد الملک کا قول لکھا کہ انھوں نے ان کے تعریفی کلمات میں کہا :

" كان من افضل اهل عصره تفننا في العلوم ، وبراعة في المنثور والمنظوم ، ۔۔۔۔ وافر النصيب من الفقه والاصول "

(اپنے زمانے میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت، علوم میں متفنن اور نثر و نظم میں کامل دسترس رکھتے، فقہ و اصول کا بہت علم رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ : ابن فرحون نے لکھا :

"وله تعاليق جليلة على كتاب المستصفى في اصول الفقه".[3]

(المستصفی فی اصول الفقہ پر ان کی بہترین تعالیق موجود ہیں)

العریقی الزیدی (متوفی ۶۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : ان کی فقہ و اصول پر تصانیف ہیں۔[4]

ابن الصلاح شافعی (متوفی ۵۷۷ھ۔۶۴۳ھ)[5]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث اور لغوی تھے۔ اپنے والد سے علم سیکھا، جن کا شمار گنے چنے کرد علماء میں ہوتا تھا۔ موصل، بغداد، نیشاپور، دمشق اور قدس وغیرہ کی طرف علمی سفر کئے اور وہاں کے مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شیخ تاج الدین الفرکاح، احمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر اور ابن خلکان نے ان سے روایت کی ہے۔[6]

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا البتہ اصول فقہ میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ مثلاً :

۱۔ قوله : ان الصحابي اذا قال : عن النبي كذا : فهو محمول على السماع

۲۔ اذا قال الصحابي : كنا نفعل كذا في عهده صلى الله عليه وسلم كان حجة

---

[1] ایضاح المکنون ۳/ ۱۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۳، شذرات الذہب ۵/ ۱۸۹، معجم الاصولیین ۱/ ۲۱ (۱۵۵)

[2] ابو الحسن سہل بن محمد بن سہل بن مالک الازدی الغرناطی (۱۱۶۳ء۔۱۲۴۱ء)

[3] ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۱۳، الدیباج ص ۲۰۵۔۲۰۶، الفتح المبین ۲/ ۶۲، معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۲ (۳۶۷) معجم المؤلفین ۴/ ۲۸۵

[4] عبد اللہ بن زید بن مہدی حسام الدین العریقی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۶۰

[5] ابن الصلاح ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ ابن ابی النصر الکردی الشہرزوری الشرخانی تقی الدین متوفی ۱۲۴۵ء، شہرزور میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

[6] الفتح المبین ۲/ ۶۳۔۶۴

حسام الدین الاخسیکثی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)[1]

فقیہ اور اصول وفروع میں امام تھے۔علامہ حسام الدین محمد بن محمد یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔آپ فرغانہ میں نہر شاش کے کنارے واقع قصبہ اخسیکث کے باشندے تھے۔اگرچہ آپ اہل علم میں حسام الدین کے لقب سے مشہور ہیں مگر انہیں ابن المناقب بھی کہا جاتا ہے۔

المنتخب الحسامی کا تجزیہ:

ان کی تصانیف میں سے "المنتخب الحسامی" اصول فقہ کی اہم کتاب ہے جس کا شمار جامع اور مشکل متون میں سے ہوتا ہے۔بہت سے مسائل کو مختصر عبارت میں بیان کردینا مصنف کا طرہ امتیاز ہے۔اسی لئے اس پر کثرت سے شروح وغیرہ لکھی گئی ہیں۔الفوائد البہیہ میں ہے:

" له المختصر في اصول الفقه المعروف بالمنتخب الحسامي "

(اصول فقہ میں ان کا ایک مختصر ہے جو " المنتخب الحسامی " سے معروف ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں:

" وقد طالعت مختصره المعروف بالمنتخب الحسامي نسبة الى لقبه حسام الدين وهو مختصر مند اول معتبر عند الاصوليين قد شرحه جمع غفير من الفقهاء الكاملين " [2]

(میں نے ان کے مختصر کا جو ان کے لقب حسام الدین کی نسبت سے "المنتخب الحسامی" کے نام سے معروف ہے مطالعہ کیا ان کی کتاب اصولیین کے یہاں ایک متداول (مروجہ) معتبر اور مختصر ہے۔فقہائے کاملین میں سے ایک بڑی جماعت نے اس کی شرحیں لکھیں)

صاحب ھدیۃ العارفین نے بھی یہی لکھا کہ یہ کتاب علماء کے یہاں مشہور ہے۔

حسامی کے شارحین ......اس کتاب پر زیادہ تر عربی، فارسی اور اردو میں شرحیں لکھی گئیں۔جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن محمد بن مبین ابوالفضل نوری حنفی نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ۶۹۴ھ میں فارغ ہوئے۔
اس شرح پر حاشیہ........ابو محمد منصور احمد بن یزید القاآنی حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔[3]

۲۔ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی القاآنی حنفی متوفی ۷۷۵ھ۔[4]

۳۔ شیخ حسام الدین حسین بن علی صنعانی متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۴ء نے "الوافی" کے نام سے شرح لکھی۔[5]

---

[1] محمد بن محمد عمر متوفی ۱۲۴۷ء [2] الفوائد البهية ص ۱۸۸، الجوهر المضيئة ۲/۱۲۰، ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۳
[3] ایضاح المكنون ۴/۵۷۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۸ [4] ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۳
[5] ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۴، الفتح المبین ۲/۱۱۲، معجم الاصولیین ۲/۷۱-۷۲(۳۰۷)

۴۔ حافظ الله عبدالله بن احمد النسفی متوفی ۷۱۰ھ نے دو شرحیں تالیف کیں۔ پہلی شرح منتخب مختصر اور دوسری شرح منتخب (مطول) ہے۔[1]

۵۔ شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۳۰ھ نے "التحقیق" یا "غایۃ التحقیق" کے نام سے شرح لکھی ہے۔[2]

۶۔ ابراہیم بن ہبۃ اللہ بن علی شافعی متوفی ۷۲۱ھ۔[3]

۷۔ شیخ قوام ابن کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے "التبیین" کے نام سے شرح لکھی۔[4]

۸۔ سعد الدین بن قاضی بدمن بن شیخ محمد التدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔[5]

۹۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ہندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔[6]

حسامی پر حاشیہ :

(۱) مولانا معین الدین عمران دہلوی متوفی ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ۔[7]

(۲) عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ۔[8]

حسامی پر تعلیقہ ۔ ۔ ۔ تاج الدین احمد عثمان بن ابراہیم ابن ترکمانی متوفی ۷۴۴ھ نے المنتخب پر تعلیقہ لکھا۔[9]

چند مزید شروح و تعلیقات و حواشی :

☆ تعلیم العامی فی تشریح الحسامی — مولانا برکت اللہ بن محمد احمد بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (متوفی ند)

☆ شرح الحسامی — شیخ یعقوب ابو یوسف البنانی لاہوری (متوفی ند)

☆ النامی شرح الحسامی — مولانا عبدالحق بن محمد میر دہلوی متوفی ۱۳۳۴ھ

☆ التعلیق الحسامی علی الحسامی — فیض الحسن بن مولانا فخر الاسلام گنگوہی

☆ حاشیہ علی الحسامی — قاضی عبدالنبی احمد نگری متوفی ۱۱۴۳ھ۔[10]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۱/۴۶۴ - ۴۶۳، الفوائد البہیۃ ص ۱۰۱ - ۱۰۲، الفتح المبین ۲/۱۰۸

[2] الفوائد البہیۃ ص ۱۸۸، الفتح المبین ۲/۱۳۶، معجم الاصولیین ۲/۲۰۷ - ۲۰۸ (۳۳۱) [3] الفتح المبین ۲/۱۲۲

[4] الفوائد البہیۃ ص ۵۰، ۱۸۸ - ۵۲، الفتح المبین ۲/۱۷۲، معجم الاصولیین ۱/۲۸۵ - ۲۸۶ (۲۲۸)

[5] معجم الاصولیین ۲/۱۱۹ (۲۰۵)، اس میں بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۳۸۵ مذکور ہے مگر اس میں ان کا نام سعد الدین بن القاضی الخیر آبادی الہندی مذکور ہے، نزھۃ الخواطر ۳/۷۸ - ۷۹ (۹۳) [6] ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۵

[7] تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۱، التقریر النامی شرح حسامی از محمد اشرف نقشبندی مقدمہ ص ۲۱/ مصباح الحسامی اردو از محمد اسعد اللہ مقدمہ کل احمد تقی ص ۶۔ [8] معجم الاصولیین ۲/۱۹۷ (۳۹۹)

[9] الطبقات السنیۃ ۱/۳۴۹ - ۳۵۰ (۳۳۰)

[10] مصباح الحسامی ص "د"، "ہ" مقدمہ التقریر النامی ص ۲۱

ابن الحاجب مالکی (۵۷۰ھ ۔ ۶۴۶ھ)[1]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، محقق، شاعر و ادیب تھے۔ شام و دمشق کے کئی سفر کیے۔ ۶۱۷ھ میں آخری بار دمشق آئے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اسی زمانہ میں دمشق کے سلطان صالح اسماعیل نے ایک شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا۔ اس پر ابن حاجب اور شیخ عزالدین ابن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ نے منبر پر علی الاعلان سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور سلطان کا نام اور اس کے لئے دعا کو خطبہ سے نکال دیا اور ۶۳۸ھ میں واپس قاہرہ آ کر تدریس و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ابن حاجب نے اصول فقہ کی تعلیم شارح البرہان للجوینی، ابوالحسن الابیاری مالکی اصولی متوفی ۶۱۸ھ سے حاصل کی۔ امام شہاب الدین قرافی اصولی متوفی ۶۸۴ھ صاحب التنقیح فی مختصر المحصول للرازی، نفائس الاصول شرح المحصول للرازی اور قاضی ناصرالدین ابن المنیر اصولی متوفی ۶۲۰ھ جن کی اصول فقہ میں آراء وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ الدیباج میں شیخ الشام شہاب الدین دمشقی معروف بابی شامہ کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الذیل علی الروضتین" میں لکھا:

"کان ابن الحاجب رکنا من ارکان الدین فی العلم والعمل بارعا فی العلوم الاصولیة وتحقیق علم العربیة ......"

(ابن حاجب ارکان دین میں سے ایک رکن تھے۔ علوم اصولیہ اور تحقیق علم العربیہ ......میں مہارت تامہ رکھتے تھے)

اور آگے لکھتے ہیں:

"وصنف مختصرا فی اصول الفقه، ثم اختصره"

(انہوں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف کیا پھر خود ہی اس کا اختصار کر دیا)

اور کمال الدین الزملکانی سے منقول ہے:

"لیس للشافعیة مثل مختصر ابن الحاجب للمالکیة"

(ابن حاجب مالکی کی مختصر کی مثل شافعیہ کے پاس کوئی مختصر نہیں ہے)

مؤلفات اصولیہ:

(۱) منتهی السول والامل فی علم الاصول والجدل

(۲) مختصر منتهی السول والامل[2]

ابن حاجب نے پہلے منتہی السول والامل تالیف کی اور پھر اس کا اختصار کیا جو "مختصر المنتہی" سے مشہور ہے۔ دونوں کتابیں ہر زمانے میں شارحین وغیرہ کے لئے توجہ کا مرکز رہیں اور ان پر کثرت سے شرحیں، حواشی، تعلیقات وغیرہ لکھے جاتے رہے۔ تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

---

[1] ابوعمرو عثمان ابن عمر بن ابوبکر بن یونس جمال الدین ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء ـ ۶۴۶ھ/۱۲۴۹ء مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

[2] الفتح المبین ۶۵/۲ ـ ۶۶، ۷۵/۲، ۸۶/۲، ۸۳/۲، الدیباج ۲۸۹ ـ ۲۹۱، ۳۰۶، ۱۲۸، ۱۳۳، ہدیۃ العارفین ۶۵۴/۵، وفیات الاعیان ۳۱۴/۱

منتهي السول والامل کا تحقیقی تجزیہ :

منتهي السول والامل في علمي الاصول والجدل کے شارحین وحاشیہ نگار :

١۔ جمال الدین بن مطہر بن یوسف الحلی الرافضی الشیعی متوفی ٧٢٦ھ نے "غاية الوضوح وايضاح السبل" کے نام سے شرح تالیف کی۔[١]

٢۔ شمس الدین محمد بن المظفر الخطیب الخلخالی شافعی متوفی ٧٤٥ھ۔[٢]

٣۔ ابو الضیاء خلیل بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ٧٦٧ھ نے "التوضیح" کے نام سے شرح لکھی۔[٣]

٤۔ محمد بن حسن بن عبداللہ الحسینی الواسطی شافعی متوفی ٧٧٦ھ۔[٤]

٥۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی متوفی ٧٨٦ھ نے "النقود والردود" کے نام سے شرح لکھی۔[٥]

٦۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ الصرخدی نحوی شافعی متوفی ٧٩٢ھ۔[٦]

٧۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد بن العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ٨١١ھ۔[٧]

٨۔ ابو الفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد التستری البغدادی حنفی متوفی ٨١٢ھ۔[٨]

٩۔ ابو یوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم بن مقدم البساطی مصری مالکی متوفی ٨٤٢ھ نے "توضيح المعقول وتحرير المنقول" کے نام سے شرح تالیف کی۔[٩]

١٠۔ الاشیطی شہاب الدین احمد بن اسماعیل المصری متوفی ٨٨٨ھ۔[١٠]

١١۔ ابو الفتح بہاؤالدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی شافعی متوفی ٨٨٩ھ۔[١١]

١٢۔ جلال الدین ابو الفتح محمد بن قاسم مصری مالکی متوفی ٩٢٦ھ۔[١٢]

١٣۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمنی زیدی متوفی ١٠٧٩ھ نے "بلوغ النهى في شرح المنتهى اى منتهى السول والامل لابن حاجب" تالیف کی۔[١٣]

---

١ کشف الظنون ١٨٥٥/١، ایضاح المکنون ٥٧٢/٤ — ٢ ہدیۃ العارفین ١٥٣/٦
٣ ہدیۃ العارفین ٣٥٢/٥ — ٤ ایضاح المکنون ٥٧٢/٤
٥ ہدیۃ العارفین ١٧١/٦، الفتح المبین ٢٠١/٢ — ٦ ایضاح المکنون ٥٧٢/٤
٧ صاحب معجم الاصولیین نے ١٢١/٢۔١٢٢ (٣٥٨) کے حاشیہ میں ایضاح المکنون ٥٧٢/٤ کے حوالے سے لکھا مگر تلاش کے باوجود اس مقام پر ہمیں نہیں ملا۔ — ٨ ہدیۃ العارفین ٢٩٣/٦، ایضاح المکنون ٥٧٢/٤
٩ ہدیۃ العارفین ١٩٢/٦ — ١٠ ایضاح المکنون ٥٧٢/٤ — ١١ ہدیۃ العارفین ٢١/٦، ایضاح المکنون ٥٧٢/٤
١٢ ہدیۃ العارفین ٢٢٨/٦، ایضاح المکنون ٥٧٢/٤ — ١٣ ہدیۃ العارفین ٢٩٥/٥، ایضاح المکنون ٥٧٢/٤

۱۴۔ عبدالقادر بن نبہان دمشقی متوفی ۱۱۰۰ھ معروف بہ ابن ہادی۔[1]

۱۵۔ اسماعیل بن مصطفیٰ الارضروی النائب حنفی متوفی ۱۲۱۴ھ[2]۔

۱۶۔ خلیل بن احمد بن ہمت القونوی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ[3]

مزید شارحین:

۱۷۔ الاشبیلی سلیمان بن .... متوفی سنہ ند

۱۸۔ قاسم العقبانی متوفی سنہ ند

۱۹۔ محب الدین ابوالقاسم محمد بن محمد بن احمد النویری متوفی سنہ ند

۲۰۔ سید عمر بن صالح الفیضی التوقادی الرومی متوفی سنہ ند۔[3]

منتہی السول پر حاشیہ لکھنے والے علماء:

۱۔ ابوحامد محمد رضی الدین الفاسی المغربی مالکی متوفی ۸۳۲ھ نے "اداء الواجب فی تصحیح ابن الحاجب" کے نام سے حاشیہ لکھا۔[4]

۲۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۶ھ۔[5]

۳۔ حسن بن عبدالصمد السامسونی حنفی متوفی ۸۹۱ھ یا ۸۸۱ھ۔[6]

۴۔ حسین بن علی الایدینی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ ایضاح المکنون میں یہ عبارت ہے: "وعلى شرح السيد الشريف المحبر جاني المنتهي السول والامل حاشية للسيد حسين الرومي الشهيد بطات زاده المتوفی سنہ ۱۰۷۹ھ۔[8]

مگر ہماری ناقص معلومات کے مطابق شریف جرجانی نے نہ ہی "شرح لمنتهي السول والامل" تالیف کی اور نہ ہی "مختصر المنتهي" پر ان کی کوئی شرح ہے بلکہ شرح العضد لمختصر المنتہی پر ان کا حاشیہ ہے۔ صاحب معجم الاصولیین کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۵۔ خلیل بن احمد مسیحی زادہ المغنسیاوی حنفی متوفی ۱۲۳۰ھ

---

[1] ایضاح المکنون ۴/۵۲۳ [2] ایضاح المکنون ۴/۵۲۲، معجم الاصولیین ۱/۲۷۱ (۲۱۶) میں بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۲۹۵ اور بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۱۳۳ مذکور ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے حاشیہ علی سید علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب" بدل شرح المنتہی" تالیف کیا مگر ہدیۃ العارفین ۱/۱۳۳ میں یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

[3] ایضاح المکنون ۴/۵۲۲، معجم الاصولیین ۲/۹۰-۹۱ (۳۴۷) معجم المؤلفین ۴/۱۱۳ [4] ایضاح المکنون ۴/۵۲۲

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۳ [6] معجم العارفین ۱/۲۳۲-۲۳۳ (۱۸۵) معجم المؤلفین ۲/۱۸۷

[7] ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸

[8] ایضاح المکنون ۴/۵۲۳، اس میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۷۱ (۳۰۲)

مختصر المنتہی کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حاجب نے پہلے "منتھی السول" تالیف کی اور پھر تقریباً ایک چوتھائی حذف کر کے اسے علامہ آمدی کی "الاحکام" کی ترتیب پر مختصر کیا۔ حاجی خلیفہ نے قطب الدین محمود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ "مختصر المنتھی" تالیف کرنے کی وجہ وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"لما رایت قصور الھمم عن الاکثار ومیلھا الی الایجاز والاختصار صنفت مختصراً فی اصول الفقه ثم اختصرته علی وجه بدیع وینحصر فی المبادی والادلة السمعیة والاجتهاد والترجیح ". [1]

جب میں نے عام قاری کے عزائم اور ارادوں میں بہت زیادہ کمزوری دیکھی اور ان کا میلان ایجاز واختصار کی طرف پایا تو میں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف لکھ دی۔ پھر میں نے ایک نئے انداز سے اس کا اختصار کیا اور اس میں مبادی، ادلہ سمعیہ، اجتہاد اور ترجیح سب شامل ہیں)

حاجی خلیفہ اس مختصر کی تعریف میں لکھتے ہیں :

" وهو مختصر غریب فی صنعه بدیع فی فنه لغایة ایجازه یضاهی الالغاز وبحسن ایراده یحاکی الاعجاز واعتنی بشانه الفضلاء ". [2]

(یہ مختصر ایک بے مثل کتاب ہے وہ اس فن میں انتہائی اختصار کے باوجود معمہ کے مشابہ ہونے اور اکتاہٹ پیدا کرنے والے بیان سے پاک ہے اور اس کا پرکشش انداز فضلا کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے)

مختصر المنتہی پر شروح، حواشی، وحواشی الحواشی تعلیقات واختصارات :

شارحین اور شرح پر حواشی :

۱۔ محمد بن ابی بکر الفارسی متوفی ۶۲۹ھ۔ [3]

۲۔ عزالدین ابن عبد السلام شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔ [4]

۳۔ قاضی امام ناصر الدین عبد اللہ عمر البیضاوی متوفی ۶۸۱ھ نے "مرصاد الافهام الی مبادی الاحکام" کے نام سے شرح لکھی۔

اولہ : الحمد لله الذی هدانا الی مناهج الحق۔ الخ [5]

۴۔ علامہ قطب الدین محمود ابن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ

اولہ : حمد الله اولی ما استفتح به ذکر۔ الخ [6]

---

[1] کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
[2] کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
[3] کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
[4] معجم الاصولیین ۳۰۹/۱۔۳۱۰ (۳۳۳)
[5] کشف الظنون ۱۸۵۴/۲
[6] کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

شرح قطب الدین پر حاشیہ :

شمس الدین حبیب اللہ بن عبداللہ العلوی دہلوی میرزا جان شیرازی متوفی ۹۹۴ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[1]

۵۔ تقی الدین ابن دقیق العید محمد بن علی شافعی متوفی ۷۰۲ھ۔[2]

۶۔ سید رکن الدین حسن ابن محمد العلوی الاسترآبادی متوفی ۷۱۷ھ نے "احل العقد والعقال" کے نام سے شرح لکھی۔ ۶۸۴ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔ اس کے شروع میں سلطان ملک المظفر قرا ارسلان بن سعید نجم الدین الغازی الارتقی (الاتقی) کا نام مذکور ہے۔

اولہ : اما بعد حمداللہ خالق الصور والاشباہ ۔ الخ[3]

۷۔ شیخ امام برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمن بن الفرکاح الفزاری شافعی متوفی ۷۲۹ھ۔[4]

۸۔ عثمان بن عبدالملک الکردی المصری متوفی ۷۲۸ھ۔[5]

۹۔ فخر الدین عثمان بن نورالدین علی بن عثمان الحلبی ابن خطیب صدیقی متوفی ۷۳۹ھ۔[6]

۱۰۔ محمد بن محمد السقاقی متوفی ۷۴۴ھ۔[7]

۱۱۔ شمس الدین محمد بن مظفر الخلخالی متوفی ۷۴۵ھ۔[8]

۱۲۔ شیخ امام ابوالثناء شمس الدین محمود بن عبدالرحمن الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔[9]

اصفہانی کی یہ شرح بیان المختصر فی شرح مختصر ابن الحاجب کے نام سے محمد مظہر بقا کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ام القریٰ سعودیہ سے تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۱۳۔ مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی متوفی ۷۵۰ھ۔[10]

۱۴۔ زین الدین عضد الجمی حنفی متوفی ۷۵۳ھ۔[11]

۱۵۔ زین الدین ابوالحسن علی ابن الحسین الموصلی ابن الشیخ عوینہ متوفی ۷۵۵ھ۔[12]

۱۶۔ ابو ابراہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل تمیمی شیرازی البالی متوفی ۷۵۶ھ۔[13]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۲۔۲۶۳، معجم الاصولیین ۲/۲۷۔۲۸ (۳۵۷)
[2] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[3] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[4] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[6] ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶، الفتح المبین ۲/۱۴۴
[7] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[8] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[9] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸
[10] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵
[11] الفوائد البہیہ ص ۷۷۔۷۸، الفتح المبین ۲/۱۴۳
[12] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۵
[13] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴، الفتح المبین ۲/۱۶۷، الاصولیین ۱/۲۷۳ (۲۱۹)

۱۷۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی بن یوسف بن موسیٰ السبکی متوفی ۷۵۶ھ نے "رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[1]

۱۸۔ علامہ عضد الدین عبدالرحمن ابن احمد الایجی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح کی تالیف سے ۷۳۴ھ میں فراغت پائی۔ اولہ ۔ الحمد للہ الذی برا الانام ۔ الخ[2]

نوٹ : اس شرح پر بہت سے حواشی لکھے گئے آخر میں ایک ساتھ ان کو ذکر کیا جائے گا۔

۱۹۔ محب الدین ابوالقضا محمد ابن شیخ علاء الدین علی القونوی قاہری شافعی متوفی ۷۵۸ھ نے دو اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ شرح تالیف کی۔[3]

۲۰۔ ابوالعباس احمد بن ادریس البجائی مالکی متوفی ۷۶۰ھ۔[4]

۲۱۔ ہارون بن عبدالولی (ابن عبدالسلام المراغی) متوفی ۷۶۳ھ۔[5]

۲۲۔ خلیل بن اسحٰق الجندی متوفی ۷۶۷ھ۔[6]

۲۳۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدادی مالکی متوفی ۷۶۷ھ نے "شرح مختصر ابن الحاجب" اور "اجوبہ اعتراضات لابن الحاجب" تالیف کی۔[7]

۲۴۔ محمد بن حسن بن المالقی قدسی مالکی متوفی ۷۷۱ھ۔[8]

۲۵۔ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے "رفع الحاجب عن شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[9]

شرح رفع الحاجب پر حاشیہ .... محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ قاضی بدر الدین معروف بہ ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[10]

۲۶۔ ابوحامد بہاؤ الدین احمد بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام السبکی متوفی ۷۷۳ھ۔ یہ تاج الدین السبکی کے بھائی ہیں انہوں نے شرح (مطول) تالیف کی۔[11]

۲۷۔ یحییٰ بن موسیٰ الرہونی مالکی متوفی ۷۷۳ھ نے ایک عمدہ و مفید شرح لکھی جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز سے تحقیق پیش کی۔[12]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۹، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷، الفتح المبین ۲/۱۶۶، معجم الاصولیین ۲/۱۷۳(۳۱۰)

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۰، الفتح المبین ۲/۱۷۱

۴۔ الفتح المبین ۲/۱۷۳، معجم الاصولیین ۱/۹۰(۵۹)   ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶   ۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۷۔ الدیباج ۳۱۶۔۳۱۷، الفتح المبین ۲/۱۸۰   ۸۔ کشف الظنون ۲/۱۲۲۵

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۹، الفتح المبین ۲/۱۸۳

۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵/ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲

۱۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، فتح المبین ۲/۱۸۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۳۔۱۷۳(۱۳۵)   ۱۲۔ الفتح المبین ۱/۱۹۰

۲۸۔ امام اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی حنفی، متوفی ۷۸۶ھ نے تین مجلدات میں شرح لکھی اور اس کا نام "النقود والردود" رکھا۔ اس میں انہوں نے "مختصر المنتهى" کی سات مشہور اور تین دوسری شروح سے نقل پر اعتماد کیا۔ کشف الظنون میں ان کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہے کہ انہوں نے کہا :

"وذكر ان خير الكتب مختصر المنتهى وخير شروحه شرح استاذ عضد الدين".

(انہوں نے ذکر کیا کہ مختصر المنتہیٰ "خير الكتب" اور استاد عضد الدین کی شرح "خير الشروح" ہے)[1]

۲۹۔ علامہ سعد الدین التفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ

"اوله : الحمد لله الذى وفقنا للوصول الى منتهى اصول الشريعة" الخ[2]

شرح تفتازانی پر حاشیہ :

احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۰ھ نے حاشیہ علی حاشیۃ السعد لکھا۔[3]

۳۰ احمد بن محمد بن الزبیری القیسی الاسکندری مالکی متوفی ۸۰۱ھ[4]

۳۱۔ بہرام بن عبداللہ مالکی متوفی ۸۰۵ھ۔[5]

۳۲۔ سید شریف علی بن علی الجرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ۔[6]

نوٹ : سید شریف جرجانی کی شرح پر بہت سے حواشی ہیں۔ آخر میں ایک ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

۳۳۔ شیخ شہاب الدین احمد بن الحسین الرملی شافعی متوفی ۸۴۴ھ۔[7]

اس شرح پر ابن جماعہ اور سیوطی کے نکت :

۱۔ عز الدین محمد بن ابی بکر جماعہ متوفی ۸۱۶ھ نے اس پر مثلث نکت تحریر کئے۔[8]

۲۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ نے النكت اللوامع على المختصر والمنهاج وجمع الجوامع تالیف کی۔[9]

۳۴۔ ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن محمد بن یحییٰ مالکی متوفی ۸۷۰ھ معروف بہ بدرالدین بن المخلطہ نے شرح کی تالیف کا آغاز کیا اور کئی جگہ تحریر کیا۔[10]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۵۴ [2] کشف الظنون ۲/۱۸۵۳
[3] معجم الاصولیین ۱/۱۲۸ (۹۰) بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/۴۰
[4] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الفتح المبین ۳/۲، معجم الاصولیین ۱/۲۲۴ (۱۷۰)
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ [6] کشف الظنون ۲/۱۸۵۴
[7] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ [8] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[9] کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶۔۱۷۷ (۳۱۳)
[10] ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، الفتح المبین ۳/۳۱

۳۵۔ ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی متوفی ۸۷۵ھ۔[1]

۳۶۔ شمس الدین محمد العماری مالکی متوفی ۷۳۶ھ۔[2]

۳۷۔ محمد بن حسین بن عبداللہ السید شریف الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۶ھ۔[3]

۳۸۔ ابوالبقاء بہاؤالدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی السبکی شافعی متوفی ۷۷۷ھ۔[4]

۳۹۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی متوفی ۷۹۲ھ۔[5]

۴۰۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوغ رسلان التمری التبانی متوفی ۷۹۳ھ۔[6]

۴۱۔ احمد بن صالح بن محمد البقائی متوفی ۷۹۵ھ المختصر کے حل وشرح میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کی شرح کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[7]

۴۲۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن علی بن ہلال اسکندری الربعی مالکی متوفی ۷۹۵ھ نے "شرح مختصر ابن حاجب الاصل" اور "رفع الاشكال عما في المختصر عن الاشكال" تالیف کی۔ اس میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ابن حاجب کی مختصر الاصلی پر وارد ہوتے تھے۔[8]

۴۳۔ برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد ابوالقاسم بن محمد بن فرحون الیعمری مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے "كشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[9]

۴۴۔ سعید بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔[10]

۴۵۔ صدرالدین سلیمان بن عبدالناصر الابشیطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔[11]

۴۶۔ ابویاسر شمس الدین محمد عمار مالکی متوفی ۸۴۴ھ معروف بہ ابن النجار۔[12]

۴۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمن ابن زاغو التلمسانی مالکی متوفی ۸۴۵ھ نے "مختصر ابن الحاجب" کے بعض حصہ کی شرح لکھی۔[13]

۴۸۔ صلاح بن علی محمد بن ابوالقاسم ابن محمد بن جعفر الیمنی الصنعائی الزیدی متوفی ۸۴۹ھ نے "النجم الثاقب" کے نام سے شرح تالیف کی۔[14]

---

1. ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۲۲۷)
2. الفتح المبین ۳/۱۹۳
3. ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۸، الفتح المبین ۲/۱۹۶
4. الفتح المبین ۲/۱۹۸
5. ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۴، الفتح المبین ۲/۲۰۷
6. الطبقات السنیہ ۲/۲۷۸، معجم الاصولیین ۲/۱۷-۱۸ (۲۲۷)
7. معجم الاصولیین ۱/۱۳۱-۱۳۲ (۹۳)
8. الفتح المبین ۲/۲۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۸۵ (۱۳۳)
9. الفتح المبین ۲/۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/۲۷، ۲۸ (۱۷)
10. الدیباج ص ۲۰۴-۲۰۵، معجم الاصولیین ۲/۱۲۲ (۳۵۸)
11. ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۲
12. ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۳
13. الفتح المبین ۳/۲۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۵-۲۱۶ (۱۶۰)
14. ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۸

۴۹۔ محب الدین محمد بن محمد السّویری الخطیب المکی متوفی ۸۵۷ھ نے "بغیة الراغب" کے نام سے شرح تالیف کی۔[1]

۵۰۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن بدر الدین امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ۔[2]

۵۱۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن برید (بریدہ) الابشیطی القاہری شافعی ثم حنبلی متوفی ۸۸۳ھ۔[3]

۵۲۔ ابوالعباس الحارثی بن شیخ أبی بکر الدلائی متوفی ۱۰۵۱ھ۔[4]

۵۳۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمنی زیدی متوفی ۱۰۷۹ھ۔[5]

۵۴۔ کمال الدین محمد معروف ابن التاج الطرابلسی متوفی نے "الکافی الطالب" کے نام سے شرح لکھی۔[6]

۵۵۔ امام ضیاء الدین عبد العزیز الطوسی نے "کاشف الرموز ومظہر الکنوز" کے نام سے شرح لکھی ہے۔[7]

۵۶۔ شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ہے۔[8]

۵۷۔ شیخ شمس الدین محمود بن القاسم بن احمد الاصفہانی نے شرح لکھی، جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

"الحمد لله الذی اظهر بدائع مصنوعاته علی احسن النظام . الخ[9]

مختصر ابن حاجب پر تعلیقہ:

۱۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ نے "تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کیا۔[10]

۲۔ جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابی المجد الحسینی المرعشی متوفی ۱۰۸۱ھ۔[11]

مختصر المنتہیٰ کا اختصار:

شیخ ابوالعباس (تقی الدین) برہان الدین ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل الجعبری شافعی متوفی ۷۳۲ھ نے "الکتاب المعتبر فی اختصار المختصر" تالیف کی۔[12]

۱۔ ایضاح المکنون ۲/۱۸۷

۲۔ ہدیۃ العارفین ۲/۲۰۶، کشف الظنون ۲/۱۳۵۸، الفتح المبین ۳/۴۳

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۹۷۔۹۸، الضوء اللامع ۱/۲۳۶۔۲۳۷

۴۔ الفتح المبین ۳/۹۴

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۳۵(۲۴) بحوالہ البدر الطالع ۱/۱۹۱۔۱۹۲

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۷

۱۰۔ الاعلام ۵/۱۷۶

۱۱۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱(۲۵۰) معجم المؤلفین ۳/۱۵۷

۱۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، الفتح المبین ۲/۱۲۸، معجم الاصولیین ۱/۳۳(۱۹)

مختصر المنتہی کا نظم کرنے والے اصولیین:

۱۔ جلال الدین عبدالرحمن بن عمر البلقینی متوفی ۸۲۴ھ[1]

۲۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی المصری متوفی ۸۷۶ھ نے "نظم اصول ابن الحاجب و توضیحہ" تالیف کی۔[2]

مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج:

کشف الظنون میں ان حضرات کے نام مذکور ہیں جنہوں نے کتاب مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج کی۔

۱۔ محمد بن احمد معروف بہ ابن عبدالہادی مقدسی متوفی ۷۴۴ھ

۲۔ شیخ سراج عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ

۳۔ شیخ شہاب الدین ابوالفضل احمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔[3]

مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ کو اپنانے والے اصولیین:

ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج المقدسی حنبلی متوفی ۷۶۳ھ معروف بہ ابن مفلح نے مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ پر ایک عظیم کتاب تالیف کی۔[4]

اسی طرح (مختصر المنتہی کی سات مشہور شرحیں) مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مولی شیخ قطب الدین شیرازی کی شرح
(۲) سید رکن الدین موصلی
(۳) شیخ جمال الدین الحلی
(۴) زین الدین خنجی
(۵) شمس الدین الاصفہانی
(۶) بدر الدین التستری
(۷) شمس الدین خبیصی کی شرح ہے۔

سید شریف جرجانی کے حاشیہ (یا شرح) پر حواشی:

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں سید جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا اور اس پر حواشی ذکر کئے اسی طرح ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۰ میں بھی جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سید جرجانی نے شیخ عضد کی شرح پر حاشیہ لکھا تھا اور پھر وہ حاشیہ اتنا مقبول ہوا کہ اس پر بہت سے علماء نے حواشی لکھ ڈالے۔[5] واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[2] ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، معجم الاصولیین ۱/۷۸ (۵۰)
[3] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
[4] الفتح المبین ۲/۱۷۶
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۵۳

حاجی خلیفہ نے سید شریف کی شرح پر مندرجہ ذیل علماء کے حواشی ذکر کیے ہیں :

۱۔ صاحب الشقائق نے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے سید جرجانی کی "شرح المختصر" پر خواجہ زادہ کے حواشی پڑھے تھے اور جب وہ مبحث الخواص الذاتیہ تک پہنچے تو اس میں قدر مولی کے سید شریف پر اعتراضات پائے جو انتہائی قوی تھے اور ان کے والد نے کہا کہ اگر سید شریف زندہ ہوتے تو وہ ان اعتراضات کو ان کے سامنے پیش کرتے تو وہ ان کو بلا توقف یا کچھ مباحثے کے بعد قبول کر لیتے۔

۲۔ مولی احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۲ھ

۳۔ مولی یعقوب پاشا حضر بیک متوفی ۸۹۱ھ

۴۔ مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

۵۔ مولی حمید الدین افضل الدین الحسینی متوفی ۹۰۸ھ[1]

حاشیہ سید شریف پر مزید حواشی :

۱۔ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب حنفی متوفی ۹۰۱ھ معروف بہ خطیب زادہ نے "حواشی علی اوائل حاشیۃ السید علی شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کیے۔[2]

۲۔ میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور شرازی حنفی متوفی ۹۰۳ھ نے "تقریر علی حاشیۃ الجرجانی علی شرح المختصر" تالیف کی۔[3]

۳۔ حمد اللہ (حمید الدین) بن افضل الدین الحسینی حنفی متوفی ۹۰۸ھ معروف بہ ابن افضل انہوں نے حواشی علی حاشیۃ السید تالیف کئے۔[4]

۴۔ شجاع الدین الیاس رومی متوفی ۹۲۹ھ۔[5]

۵۔ کمال الدین حسین بن عبد الحق الاردبیلی الالاہی متوفی ۹۵۰ھ۔[6]

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلخالی متوفی ۱۰۱۴ھ دار الکتب المصریہ میں ۲۹۴ھ اس کا نسخہ موجود ہے۔[7]

۷۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۲ھ۔[8]

۸۔ محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی متوفی ۱۲۶۵ھ نے "حاشیہ علی شرح السید المختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔[9]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۵۷ [2] الفتح المبین ۳/۶۱ [3] الفتح المبین ۳/۶۲

[4] الفوائد البہیہ ص ۶۹ [5] الشقائق النعمانیہ ص ۳۱۷، الاصولیین ۱/۲۷۹ (۲۲۳)

[6] معجم الاصولیین ۲/۶۵۔۶۶ (۲۹۹) میں بر اکستن (بیہوں) ۲/۵۷۲ کے حوالے سے مذکور ہے۔

[7] نزہۃ الخواطر ۶/۱۵۰ (۲۷۶) معجم الاصولیین ۲/۶۳ (۲۹۶)

[8] نزہۃ الخواطر ۵/۴۰ معجم الاصولیین ۱/۱۲۸ (۹۰) [9] ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۰

مختصر المنتہی پر حواشی :

۱۔ (قرہ) خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی رومی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ معروف بہ قرہ خلیل نے حاشیہ علی شرح مختصر المنتہی تالیف کیا۔[1]

۲۔ جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیعی الامامی متوفی ۱۱۲۵ھ نے "[حاشیہ علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔[2]

۳۔ صالح بن مہدی بن علی المقبلی الزیدی الیمنی متوفی ۱۱۰۸ھ نے "نجاح الطالب علی مختصر المنتہی ابن الحاجب" تالیف کیا۔[3]

۴۔ علی بن الحاج صادق بن محمد ابراہیم الداغستانی الشماخی متوفی ۱۱۹۹ھ نے "حاشیہ علی مختصر المنتہی " تالیف کیا۔[4]

عضد الدین الایجی متوفی ۷۵۶ھ کی ''شرح المختصر'' پر حواشی اور حواشی الحواشی :

شرح العضد کو دوسری تمام شروح میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور نہ صرف اس پر کثرت سے حواشی لکھے گئے بلکہ بعض حاشیوں پر حاشیے لکھے گئے۔

۱۔ عضد الدین الایجی کے شاگرد رشید سعد الدین التفتازانی حنفی (یا شافعی) متوفی ۷۹۱ھ نے "حاشیہ علی شرح العضد " تالیف کیا۔[5]

شرح عضد کے حاشیہ پر حاشیہ :

شرح عضد پر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔ بعد میں احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۲ھ نے اس حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔[6]

۱۔ ابوالمناقب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الخضیری السیوطی شافعی متوفی ۸۵۵ھ۔[7]

۲۔ علاء الدین علی الطوسی متوفی ۸۸۷ھ سمرقند میں وفات پائی اور انہوں نے سید شریف جرجانی کے حاشیہ تک حاشیہ تالیف کیا۔[8]

۳۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین شروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔[9]

۴۔ بدرالدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔[10]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۳، معجم الاصولیین ۲/۹۳ (۳۲۹) میں اس کو ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ کے حوالے سے ذکر کیا گیا مگر تلاش کے باوجود اس مقام پر ہمیں یہ حوالہ نہیں ملا۔ [2] ہدیۃ العارفین ۲/۳۱۲

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۴۲۳، معجم الاصولیین ۲/۱۴۰۔۱۴۱ (۴۷۶) [4] ہدیۃ العارفین ۵/۷۷۰

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۹، ایضاح العربیا جابالعرس ۳۸۹۔۳۹۰، الفتح المبین ۲/۲۰۶

[6] معجم الاصولیین ۱/۲۴۲۔۲۴۳ (۱۸۵) [7] معجم الاصولیین ۲/۸۔۹ (۲۳۱)

[8] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ [9] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ [10] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

عبدالحمید الصدفی مالکی (متوفی ۶۰۶ھ۔۶۴۸ھ)[1]

محدث، فقیہ اور اصولی تھے۔ طرابلس میں ابن صابونی سے تفقہ حاصل کیا۔ مشرق، قاہرہ و اسکندریہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ابو یحییٰ بن ابی بکر الہروی اور استاد عبدالعزیز بن عبدالعظیم نے "الارشاد" اور امام الحرمین کی البرہان اور کتاب المستصفی کی تعلیم حاصل کی۔ تونس میں فقہ و اصول کی تعلیم دیتے تھے۔ اللہ نے اصول دین اور اصول فقہ کا وافر علم عطا ہوا تھا۔ وہ دونوں علوم کی متقدمین کے طریقہ پر تدریس کرتے اور متاخرین مثلاً امام رازی اور ان کے متبعین کے طریقہ کو نہیں اپناتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جلاء الاقتباس في الرد على نفاة القياس

۲۔ الايضاح والبيان في العمل بالظن المعتبر شرعا بالسنة الصحيحة والقرآن[2]

نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الارموی شافعی (متوفی ۶۵۰ھ)[3]

مصر میں مدرسہ الشریفیہ میں مدرس اور اصول ومناظرہ میں امام تھے۔ صدر بن حمویہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ......... انہوں نے امام فخر الدین رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

ضروری وضاحت......... قاضی العسکر ی محمد بن حسین الارموی شافعی اور تاج الدین الارموی متوفی ۶۵۵ھ (جن کا نام بھی محمد حسین) ہے) دو مختلف اشخاص ہیں اتفاق سے دونوں کے نام ولدیت اور ارمیہ کی نسبت ایک جیسی ہیں جن کی بناء پر دونوں کے ایک ہونے کا مغالطہ ہو جاتا ہے۔[4]

عبدالرحیم المرغینانی حنفی (۶۵۱ھ بعدہ)

فقیہ، اصولی اور صاحب ہدایہ کے پوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول الاحكام لاصول الاحكام" تالیف کی جو فصول العمادی کے نام سے مشہور ہے۔[5]

عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی (۵۹۰ھ۔۶۵۲ھ)[6]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، مقری، نحوی تھے۔ اپنے چچا خطیب فخر الدین وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادے عبدالحلیم اور ابن تمیم وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ و اصول سمیت متعدد علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔[7]

۱۔ ابو محمد عبدالحمید بن ابی البرکات بن ابی الدنیا الصدفی الطرابلسی (۱۲۱۰ء۔۱۲۸۵ء) طرابلس ولادت اور تونس میں وفات پائی۔

۲۔ الدیباج ص ۲۹۱، معجم الاصولیین ۲/ ۱۶۷۔۱۶۸ (۳۰۳)

۳۔ شریف شمس الدین ابو عبداللہ بن محمد بن حسین بن محمد الحطوی الحسینی الارموی شافعی نقیب الاشرف قاضی العسکر۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۲/ ۱۲۵، کتاب الحاصل للارموی ص ۹۹

۵۔ عبدالرحیم بن ابو بکر عماد الدین بن ابو بکر علی بن عبدالجلیل المرغینانی الفرغانی السمرقندی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۶۰

۶۔ عبدالسلام بن عبداللہ بن ابو القاسم الخضر بن محمد بن علی تیمیہ ۱۱۹۳ء۔۱۲۵۴ء شیخ الاسلام، ابو البرکات، مجد الدین الحرانی، حران میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ شذرات الذہب ۵/ ۲۵۷۔۲۵۸، فوات الوفیات ۲/ ۳۲۳ (۲۷۸)، الفتح المبین ۲/ ۶۸۔۶۹، معجم الاصولیین ۲/ ۲۰۲۔۲۰۳ (۳۳۷)

مؤلفاتِ اصولیہ : اصول فقہ میں "المسودۃ" کے نام سے آپ کی کتاب موجود ہے بعد میں ان کے صاحبزادہ عبدالحلیم متوفی ۶۸۲ھ اور پوتے شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد متوفی ۷۲۸ھ نے اس میں اضافے کئے۔ مذکورہ تینوں حضرات کے تحریر کردہ "المسودہ" کی جمع ترتیب و تبییض کا کام شیخ الاسلام کے ایک شاگرد شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الحرانی الدمشقی متوفی ۷۴۵ھ نے انجام دیا۔ کتاب "المسودہ" تینوں علماء پر شہاب الدین کی تبییض کے ساتھ دارالکتاب العربی بیروت سن ندرے چھپ چکی ہے۔ اس کتاب پر محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق ہے۔

آل تیمیہ کے تینوں علماء کے کلام میں تفریق کے لئے شہاب الدین کی علامات :

آل تیمیہ کے مذکورہ بالا تینوں علماء کے کلام کے مابین تفریق و تمیز پیدا کرنے کے لئے شہاب الدین نے ترتیب تبییض کی دوران ان کے اقوال کی شناخت کے لئے علامات لگائیں۔ ان علامات کے بعد سے لوگ اس "المسودہ" سے نقل کرتے چلے آئے ہیں اور ان تینوں کے اقوال و کلام کے مابین ان علامات سے فرق جانتے آئے ہیں۔ محقق "المسودہ" نے اس کی وضاحت میں چند حوالے پیش کئے ہیں۔ ہم انہیں یہاں نقل کر رہے ہیں :

علامات سے تفریق کی مثالیں :

شیخ محمد بن احمد السفارینی نے اپنی کتاب میں "المسودہ" سے نقل کیا اور تینوں کے کلام میں فرق کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا :

" قال شيخ الاسلام ابن تيميه رَوح الله روحه في مسودة : التقليد قبول القول بغير دليل ، فليس المصير الى الاجماع بتقليد ، لان الاجماع دليل ، ولذلك يقبل قول النبي صلى الله عليه وسلم ولا يقال التقليد، وقد قال احمد رضي الله عنه في رواية ابي الحارث من قلد الخبر رجوت ان يسلم ان شاء الله تعالى ، فاطلق اسم التقليد على من صار الى الخبر وان كان حجة ".[1]

اسی طرح محقق نے ایک اور مثال دیتے ہوئے شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبدالعزیز بن علی بن ابراہیم الفتوحی حنبلی اصولی، فقیہ کی اس عبارت کو پیش کیا جو انہوں نے اپنی کتاب "شرح المختصر في اصول الفقه الحنابلہ" میں " المسودہ " سے شیخ تقی الدین کے حوالے سے ذکر کیا :

" العبارة هي الطاعة ، قال الشيخ تقي الدين في اخر المسودة : كل ما كان طاعة وما موراً به فهو عبارة عند اصحابنا والمالكية والشافعية وعند الحنفية : العبادة ما كان من شرطها النية ".[2]

---

[1] تحقیق مقدمہ علی المسودہ فی اصول الفقہ۔ محمد محی الدین عبدالحمید ص ۴، بیروت دارالکتاب العربی سن ندارد اس میں انہوں نے السفارینی کی کتاب شرح عقیدہ ۱/ ۲۶۸ مطبوعہ دمشق کے حوالے سے ذکر کیا۔ مذکورہ عبارت " المسودہ " کے ص ۵۵۳۔۵۵۴ کی طویل عبارت کے الفاظ میں تغیر کے ساتھ تلخیص ہے۔ [2] حوالہ سابق اس میں شہاب الدین کی شرح المختصر فی اصول الفقہ جلد ص ۱۲۰ میں طاعت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔ یہ عبارت المسودہ کے ص ۵۷۶ پر مذکور ہے۔ مطبعۃ السنۃ المحمدیہ

اسی طرح الفتوحی نے اپنی کتاب میں "تقسیم السجود الی حرام وحلال" کے تحت یہ عبارت المسودۃ سے نقل کی ہے جس میں مجدالدین عبدالسلام کی طرف یہ منسوب کیا:

"فان السجود نوع من الافعال ذو اشخاص کثیرۃ، فیجوز ان ینقسم الی واجب وحرام، فیکون بعض افرادہ واجبا کالسجود للہ تعالی، وبعضها حراما کالسجود لصنم ولا امتناع لذلک"

"قال المجد فی المسودۃ: السجود بین یدی الصنم مع قصد التقرب الی اللہ تعالی محرم علی مذهب علماء الشریعة، وقال ابوهاشم المعتز ، ان السجود لا تختلف صفته، وانما المحظور القصد". [1]

عموم کے مسئلہ پر مجدالدین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال المجد فی المسودۃ وهذا ظاهر کلام احمد رضی اللہ عنه، لانه احتج فی مواضع کثیرۃ بمثل ذلک، وکذلک اصحابنا، قال المجد: وما سبق انما یمنع قوۃ العموم، لا ظهورہ: لان الاصل عدم المعرفة لما لم یذکرہ". [2]

مذکورہ بالا چاروں حوالوں میں السفارینی اور فتوحی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور مجدالدین کی طرف جن اقوال کی نسبت کی یقیناً کچھ ایسی علامات کے بارے میں ان کو علم ہوگا جس کی بناء پر انہوں نے قائل کا پتہ چلا لیا ہوگا، حالانکہ "المسودہ" کے ظاہر سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کس قول کو کس نے کہا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہاب الدین ابوالعباس حرانی نے تینوں حضرات کی مشترک کتاب "المسودہ" کو اس کی اصل ترتیب پر ہی مرتب کیا ہے کیونکہ فتوحی عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ قال الشیخ تقی الدین فی اخر المسودہ اور موجودہ ترتیب جو حرانی کی ہے اس میں بھی آخری مسودہ تقی الدین ہی کا ہے۔

کتاب "المسودہ" کا تحقیقی تجزیہ: اصول فقہ کی دیگر کتب بھی اس فن کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ جس میں مؤلفین مختلف انداز اپناتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسی طرح "المسودہ" بھی امتیازی خصوصیات کی حامل ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کی دو امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں:

۱۔ مختلف فیہ مسائل میں اصحاب اقوال کے اقوال تحقیق کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے ایک طرف تو اس فن میں ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ایک ہی لحظہ میں ان کی قوت وضعف کا اندازہ کرنے میں مدد حاصل ہو جاتی ہے۔

۲۔ علماء اصول نے جو "تحریر محل النزاع" کی اصطلاح استعمال کی یہ کتاب اسی موضوع پر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ ثلاثہ کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں علماء کے مذاہب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر نفس موضوع پر لگاتار ایک مسئلہ کے بعد دوسرا مسئلہ لاتے ہیں اور ہر مسئلہ میں مختلف علماء کے اقوال

[1] حوالہ سابق اس میں ص ۱۳۲ پر ہے اور مجدالدین کا یہ کلام بغیر ان کا نام لئے المسودہ میں ص ۸۲ پر مذکور ہے۔

[2] حوالہ سابق اس میں ص ۱۵۶ پر ہے اور یہ ص ۱۰۸۔۱۰۹ پر موجود ہے۔ مجدالدین کی دونوں عبارتوں کے درمیان کو فتوحی نے حذف کر دیا۔

فرق کے ساتھ پیش کرتے چلے جاتے ہیں اور اس موضوع پر مسائل پورے ہونے کے ساتھ ہی اقوال کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے اور مراد واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی روشنی میں ان دقیق مقامات کی تعیین آسانی سے ہو جاتی ہے جہاں اصحاب اقوال کا اتفاق و اختلاف واقع ہوا ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام اور المسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی :

قوی گمان ہے کہ شیخ الاسلام کا اس مسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی اور بسط و استدلال کے ساتھ کچھ اضافہ کا ارادہ ہوگا جیسا کہ تمام مؤلفات کی تالیف میں ان کی یہ عادت رہی۔ مگر وصال کے باعث ان کو یہ مہلت میسر نہ ہو سکی ہو۔ اس حالت میں بھی یہ کتاب اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب ہے جو قاری کو بہت سی "اُمھات الکتاب" کے مطالعہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔

شرف الدین ابو عبداللہ المرسی شافعی (متوفی ۵۷۰ھ۔۶۵۵ھ)

انہوں نے یہ کتاب "الاصول" تالیف کی۔[1]

قاضی تاج الدین الارموی (متوفی ۵۷۰ھ۔۶۵۰ھ یا ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ)[2]

فقیہ، اصولی، منطقی، فلسفی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے۔ امام فخر الدین رازی آپ کے اُستاد ہیں۔ شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) اصولی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں جو کبار فقہاء شافعیہ اور علوم اصول و کلام کے نمایاں لوگوں میں سے ہیں اور "شرح المحصول" کے مصنف بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الحاصل من المحصول" تالیف کی۔

کتاب "الحاصل" کا تحقیقی تجزیہ :

انہوں نے کتاب "الحاصل من المحصول" فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج الدین الارموی نے اپنی اس کتاب میں فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی کتاب "المحصول" کا اختصار کیا ہے۔[3] اس کتاب میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا گیا ہے جس کی ہر عالم و متعلم کو احتیاج ہوتی ہے۔ نوادر ڈھونڈ کر لائے اور بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کیا۔ یہ کتاب مختصر و موجز ہونے کے باوجود علمی فوائد سے پُر ہے۔ الارموی نے ذی الحجہ سنہ ۶۱۴ھ میں اس کتاب کی تالیف کو مکمل کیا۔

"الحاصل" کی کتب اساسیہ سے نسبت :

امام رازی کی "المحصول" اصول فقہ کی چار اساسی کتب "البرہان" للجوینی شافعی، "المستصفی" للغزالی شافعی، "المعتمد" لابی الحسین بصری معتزلی اور "العمد" لعبد الجبار معتزلی کا نچوڑ ہے۔ "الحاصل" دراصل المحصول کا خلاصہ ہے۔ اس طرح "الحاصل" نے ان چاروں کتب بالا سے بالواسطہ اثرات قبول کئے۔

---

1. محمد بن عبداللہ بن محمد ابو الفضل السلمی الاندلسی شرف الدین ابو عبداللہ المرسی، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۵
2. تاج الدین الارموی محمد بن حسین (حسن) بن عبداللہ کنیت ابو الفضل یا ابو الفضائل، آذربائیجان میں ولادت ہوئی، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۶
3. مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵، کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، اصول الفقہ۔ شیخ محمد الخضری ص ۱۲

دوسری فصل : علم، ظن، نظر، امارہ، حلم اور دلیل میں ہے جو پانچ بحثوں میں بیان کیے ہیں۔

پہلی بحث : علم و جہل، ظن و شک اور وہم و تقلید کا باہمی فرق اُجاگر کرنے میں ہے۔

دوسری بحث : میں یہ بیان کیا کہ ضروری نہیں کہ ہر مستفاد تصور میں دور و تسلسل ہوگا۔

تیسری بحث : ظن کی تعریف میں ہے۔

چوتھی بحث : نظر، دلیل اور امارہ کی تعریفات میں ہے۔

پانچویں بحث : حکم شرعی کی تعریف میں ہے اور بتایا کہ اہلِ سنت کے نزدیک حکم شرعی کی تعریف "خطاب الله تعالٰی المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر" ہے۔ ساتھ ہی احکامِ خمسہ وجوب، حرمت، کراہت، ندب و اباحت کا ذکر کیا۔ حکم کی تعریف پر معتزلہ کی جانب سے کئے گئے اشکال اور ان کے جوابات دیئے۔

تیسری فصل : اس فصل میں چھ تقسیمات کے تحت مندرجہ ذیل اشیاء پیش کیں۔

احکام اور اس کے متعلقات کی تقسیم، خطاب کو اقتضاء و تخییر کے اعتبار سے وجوب، حرمت، کراہت، ندب اور اباحت پر تقسیم کر کے ہر ایک کی ماہیت بیان کی۔ ساتھ ہی بتایا کہ شافعیہ فرض و واجب میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور پھر اس مسئلہ میں واقع لفظی نزاع کو بیان کیا۔ اس فصل میں فعل کو حسن و قبح کی طرف تقسیم کیا۔ ابوالحسین بصری معتزلی سے منقول حسن و قبح کی تعریف اور اہلِ سنت کا اس بارے میں موقف بیان کیا۔ خطابِ وضعی اور اس میں سبب شرط و مانع کو بیان کیا۔ تعلقاتِ احکام کے اعتبار سے افعال کی تقسیم کی کہ عبادات کی صحت و بطلان و فساد کو بیان کیا، بتایا کہ متکلمین کے نزدیک عبادات میں صحت سے مراد "موافقۃ الامر" ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک "ما اسقط القضاء" ہے۔ اسی طرح معاملات میں اس سے کیا مراد ہے اور بتایا کہ سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی نے باطل و فساد میں فرق نہیں کیا وہ اس طرح فرق کرتے ہیں کہ " الباطل هو الذی لم یشرع باصله و وصفه کبیع الملاقیح والمضامین" (باطل وہ ہے جو اصل و وصف کے اعتبار سے شروع ہی نہیں ہوا جیسے ملاقیح و مضامین کی بیع)۔ اور فاسد وہ ہے " فهو ما شرع باصله دون صفة وذلک کالربویات" (فاسد وہ ہے جو اصل کے اعتبار سے تو شروع ہو گیا مگر صفتاً نہیں مثلاً ربویات میں ہوتا ہے)۔ عبادات کی وقت کے اعتبار سے تقسیم کی جن کی ادائیگی کا وقت معین ہے۔ مثلاً نماز اور جن کے لئے وقت معین نہیں مثلاً تسبیحات و اذکار، اداء اور قضا کی تعریف بیان کی اور تفصیلی کلام کیا۔ رخصت و عزیمت بیان کر کے رخصت کی اقسام ذکر کیں۔

چوتھی فصل : حسن و قبح کے عقلی و شرعی ہونے سے متعلق اہلِ سنت و معتزلہ کی اتفاقی و اختلافی آراء پیش کیں۔ اگر حسن سے مراد طبیعت کا میلان اور قبح سے مراد طبیعت کا تنفر ہے تو اس معنی میں اہلِ سنت و معتزلہ کا اتفاق ہے کہ دونوں عقلی ہیں۔ اگر حسن سے مراد صفتِ کمال ہو جیسے علم اور قبح سے مراد صفتِ نقص ہو مثلاً جہل تو بھی اس کے عقلی ہونے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اگر حسن و قبح سے مراد دنیا میں مدح و ذم ہو اور آخرت میں ثواب و عقاب ہو اور اس بارے میں معتزلہ و اہلِ سنت کی مختلف آراء ہیں۔ اہلِ سنت حسن و قبح کو اس معنی کے

اعتبار سے شرعی تصور کرتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کو بھی عقلی مانتے ہیں۔ حسن وقبح کے عقلی ہونے پر معتزلہ کے ادلہ ذکر کئے پھر ان کا رد کیا۔

پانچویں فصل : منعم کا شکر عقل پر واجب نہیں ہے یہ اہل سنت کا موقف ہے۔ معتزلہ کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔ دو وجوہ سے مذہب اہل سنت سے استدلال کیا۔ پھر معتزلہ کا اہل سنت کے دلائل پر مناقشہ کر کے ان کے جوابات دیئے۔

چھٹی فصل : مقدمات کی اس آخری فصل میں شرائع سے قبل افعال اختیاریہ کے احکام کو بیان کیا۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب پیش کئے جس میں پہلے کے مطابق مباح، دوسرے کے مطابق ممنوع اور تیسرے کے مطابق اس میں توقف ہے۔ وجہ یہ بتائی کہ ہمیں اس کا حکم معلوم نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم معدوم ہے۔ شیخ الارموی نے توقف کے قول کو اختیار کیا اور وجہ عدم الحکم بتائی اور اس کی تائید کی کہ " لا شرع ولا حکم" (نہ شریعت تھی اور نہ حکم) پھر اباحت وتحریم کا قول کرنے والوں کے ادلہ بھی ذکر کیے۔ اس کے بعد دونوں مذاہب کی جانب سے توقف کے قول کو مفسد قرار دینے والوں کے دلائل ذکر کر کے جوابات دیئے۔

لغات پر بحث :

الارموی مقدمات میں شامل چھ فصول پر کلام سے فراغت کے بعد لغات کی بحث کرتے ہیں۔ جس کو ذیل کے نو ابواب میں شامل کیا ہے۔

پہلا باب : یہ کلیہ کی ابحاث میں ہے۔ وہ ان ابحاث کو پانچ انظار کے تحت لائے ہیں۔

النظر الاول : یہ بحث کلام میں ہے۔ اس میں بتایا کہ اہل سنت کے یہاں کلام نفسی ولفظی دونوں کو مشترک کہا جاتا ہے جبکہ اصولیین صرف کلام لفظی کو محل بحث مانتے ہیں۔

النظر الثانی : یہ بحث واضع سے متعلق ہے۔ اس میں علماء کے چار مذاہب پیش کئے۔

مذہب (۱) الفاظ کی دلالت ذاتیہ ہے یہ عباد بن سلیمان کا مذہب ہے۔

مذہب (۲) الفاظ کی معانی پر دلالت توقیفیہ ہے۔ یہ مذہب ابوالحسن الاشعری اور ابن فورک کا ہے۔

مذہب (۳) الفاظ کی معانی پر دلالت اصطلاحیہ ہے یہ ابوھاشم الجبائی کا مذہب ہے۔

مذہب (۴) بعض الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت توفیقی اور بعض کی اصطلاحی ہوتی ہے یہ مذہب دو مذہب سے مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کہتا ہے کہ "الابتداء من الناس والتتمة من الله" اور دوسرا مذہب کہتا ہے " الابتداء من الله والتتمة من الناس "یہ مذہب أستاذ أبی اسحاق الاسفرایینی کا ہے۔ پھر مذکورہ مذاہب اربعہ کے دلائل ذکر کئے۔

النظر الثالث : یہ بحث موضوع کے لفظ متعلق ہے لفظ کی وضع کی ضرورت پر بحث کی، اس میں بتایا کہ حرکات، اشارات اور نقوش کے بجائے الفاظ ہی کی وضع کو کیوں اختیار کیا۔ پھر ان کے مقابلے میں الفاظ کے زیادہ آسان اور مفید ہونے کی وجہ ذکر کی۔

النظر الرابع : یہ بحث موضوع لہ پر ہے اس کو تین بحثوں کے تحت لا کر بیان کیا۔ پہلی بحث میں معانی کی احتیاج کے اعتبار سے دو قسمیں کر دیں۔ دوسری بحث میں بتایا کہ الفاظ کی وضع سے صرف معانی مفردہ کا افادہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصد افادہ مرکبات ہے۔ تیسری بحث اس پر ہے کہ لغت کی وضع بازاء صور الذہنیہ ہے ماھیات خارجیہ سے نہیں۔

النظر الخامس .... اس میں وضع کے طریق کی معرفت پر کلام کیا اور بتایا کہ داعی کو لغتِ عربیہ کے تعلیم کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ یہ کتاب سنت کے فہم کا وسیلہ ہے۔ اور تعلیم کے طرق کو تین امور یعنی عقل، نقل اور عقل ونقل مرکب میں محصور کیا۔

دوسرا باب :

یہ باب الفاظ کی تقسیم میں ہے الفاظ کی اس تقسیم کو اولاً دو وجہوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ الوجہ الاول .... تقسیم الفاظ کی پہلی وجہ میں لفظ کی اپنی ماہیت پر دلالت کے اعتبار سے اقسام پیش کیں اور پھر تین قسموں میں منقسم کر دیا (یعنی دلالت مطابقی، دلالت تضمنی اور دلالت التزامی میں) ساتھ ہی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی دلالت وضعیہ ہے اور کون سی عقلیہ ہے۔ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے دلالت مطابقیہ کو مزید تین قسموں کی طرف تقسیم کرتے ہیں (مفرد و مرکب وغیرہ) اور ان میں سے مفرد کی مختلف اعتبارات سے تین قسمیں کیں۔

پہلی قسم : اس کے معنی کا تصور شرکت کے وقوع سے مانع ہوگا یا نہیں۔ اس اعتبار سے جزوی وکلی پر تقسیم کر دیا اور پھر کلی کی مزید انواع کر دیں۔

دوسری قسم : مفہوم میں استقلال ہوگا یا عدم استقلال۔ اس اعتبار سے اس کو اسم، فعل اور حرف پر تقسیم کر دیا۔ اسم کو دو وجوہ میں تقسیم کر کے ہر ایک کے تحت مزید اقسام بیان کیں۔

تیسری قسم : اس میں مندرجہ ذیل کلمات کے مفہوم و مراد کی توضیح پیش کی :

المضمر، العلم، المتواطئي، المشكك، الاسماء، المتباينة، الاسماء المترادفه، المرتجل، المنقول، المجاز، المشترك، المجمل، النص، الظاهر، المؤول، المحكم، المتشابه.

دلالت مطابقی کی تین قسموں میں سے مفرد پر بحث مکمل کر کے اب دوسری قسم "اللفظ لا المركب" کی تقسیم کرتے ہیں۔ اولا "اللفظ المركب" کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کر کے مزید اقسام میں تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد لفظ کی اپنی ماہیت کے اعتبار سے تیسری قسم یعنی دلالت التزامی کو اس سے معنی مستفاد کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا۔

۲۔ الوجہ الثانی .... تقسیم الفاظ کی دوسری وجہ میں ہے۔ اس میں لفظ کو اپنے مدلول کے اعتبار سے دو قسموں پر مزید تقسیم کیا۔

پہلی قسم : اس کا مدلول معنی ہوگا۔

دوسری قسم : اس کا مدلول لفظ ہوگا خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

تیسرا باب :

مشتق کے بیان میں ہے جسے مندرجہ ذیل دو اقسام پر تقسیم کیا۔

اولا : اشتقاق کی ماہیت تعریف اور اس کے ارکان اربعہ بیان کیے۔

ثانیا : اشتقاق کے احکام اور ان کو چار مسائل میں محصور کیا۔

چوتھا باب :

ترادف اور توکید کے بیان میں ہے جو ترادف کی تعریف، اس کے محترزات، ترادف و توکید و تابع کے درمیان فرق بیان کرنے میں ہے۔ پھر پانچ مسائل ذکر تے ہیں۔

پہلا مسئلہ : ترادف کے اثبات میں ہے۔ اگر چہ بعض حضرات نے اس کا انکار بھی کیا مگر در حقیقت ترادف جائز ہے اور واقع ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ : اس میں ترادف کا سبب و فائدہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ بعض لوگوں نے جو ترادف کو خلاف اصل کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ : ایک مترادف کا حکم دوسرے کے لئے اس پر تکلم کیا۔

چوتھا مسئلہ : میں ذکر کیا کہ دو مترادفات میں سے واضح خفی کے لئے شارح ہوگا۔

پانچواں مسئلہ : بیان تاکید اور اس کے احکام بیان کئے اور اس پر کلام کو چار ابحاث میں پیش کیا۔

الباب الخامس: اشتراک کے بیان میں ہے۔ اس باب میں اشتراک کے احکام سات مسائل میں بیان کیے۔

پہلا مسئلہ.........اشتراک کے اثبات میں ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب کا ذکر کیا :

مذاہب ۱۔ وجوب الاشتراک (اشتراک واجب ہے)

مذاہب ۲۔ امتناع الاشتراک (اشتراک ممنوع ہے)

مذہب ۳۔ امکان الاشتراک (اشتراک ممکن ہے)

پہلے دونوں مذاہب کے دلائل دے کر ان کے ساتھ مناقشہ کیا اور پھر تیسرے کے دلائل دے کر اس کو تسلیم کیا۔ ساتھ ہی اشتراک کے وقوع پر تکلم فرمایا۔

دوسرا مسئلہ.......اشتراک کی اقسام میں ہے۔ لفظ مشترک کے مختلف مفہومات کے اعتبار سے دو قسمیں متباینہ اور متواصلہ بیان کیں۔

تیسرا مسئلہ...... سبب اشتراک میں ہے اور اشتراک کے دو سبب ذکر کیے۔

چوتھا مسئلہ.........مشترک مفرد کے اعمال کے حکم میں ہے جو لفظ کے جمیع مفہومات میں ہے۔ اس بارے میں دو مذاہب ذکر کیے۔

تیسرا مسئلہ.........اس میں مجاز اور اس کے بارہ (۱۲) علاقے ذکر کیے۔

چوتھا مسئلہ.........مجاز بالذات صرف اسماء الاجناس پر داخل ہو سکتا ہے۔ حروف اور افعال پر داخل نہیں ہو سکتا۔

پانچواں مسئلہ.........(اس میں علماء کے اختلاف کو بیان کیا کہ مجاز کے استعمال میں توقف کرنا ہوگا یا علاقہ ہی کافی ہے؟) بیان کیا کہ اس کے استعمال میں توقف ہے۔ پھر دو مخالفین کی دلیلیں پیش کیں اور دونوں کے جواب دیے۔

چھٹا مسئلہ.........اس میں بیان کیا کہ ترکیب میں مجاز عقلی ہوتا ہے۔ اور یہ قول اللہ دلیل میں پیش کیا "واخرجت الارض اثقالہا" اور اس پر بحث کی کہ اس میں کس طرح مجاز عقلی ہے۔

ساتواں مسئلہ.........قرآن وحدیث میں مجاز کے حکم کو بیان کیا اور اس کے جواز اور وقوع پر استدلال کیا۔ پھر مخالفین کی دو دلیلیں دے کر جوابات دیے۔

آٹھواں مسئلہ.........مجاز کے دواعی کو بیان کیا۔

نواں مسئلہ.........اس میں بتایا کہ تین وجوہ سے مجاز خلاف الاصل ہوتا ہے۔

التقسیم الثالث :

اس میں حقیقت ومجاز کی مشترک مباحث کو پیش کیا جو پانچ مسائل میں ذکر کیے۔

ساتواں باب :

احوال لفظیہ کے بارے میں اس باب میں احوال لفظیہ مخلۃ بافادۃ اللفظ اور متعارض وجوہ اور تعارض کی صورت میں ان کے حکم کو بیان کیا اور بتایا کہ متکلم کی بات سے جو فہم میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کے پانچ احتمالات ہو سکتے ہیں :

۱۔ الاشتراک ۲۔ النقل ۳۔ المجاز ۴۔ الاضمار ۵۔ التخصیص

مذکورہ پانچ میں محصور ہونے کی وجہ بتائی۔ پھر بیان کیا کہ اقتضا خلل لفظی نہیں ہے۔ پھر دس اوجہ میں ان میں پائے جانے والے احتمالات کے تعارض کو بیان کیا اور وجہ حصر بیان کی۔ ان وجوہ کو دس مسائل میں پیش کیا۔

مسئلہ۱.........تعارض بین النقل والاشتراک کی صورت میں نقل، اشتراک سے بہتر ہے اس کی وجہ بتائی۔ نقل کی اشتراک پر فضیلت پر تین اعتراضات کا ذکر کر کے جوابات دیے۔

مسئلہ۲.........جب مجاز اور اشتراک کے مابین تعارض ہو جائے تو مجاز اشتراک سے دو وجوہ کی بناء پر بہتر ہوگا۔ پھر کہا کہ اگر کہا جائے کہ اشتراک ان وجوہ کی بناء پر مجاز سے بہتر ہے تو اس کی صورتیں بتا کر ان کے جوابات دیے۔

مسئلہ۳.........تعارض بین الاضمار والاشتراک ہو تو الاضمار اشتراک سے بہتر ہوگا اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ اشتراک کی الاضمار پر فضیلت کی ممکنہ صورتیں بتا کر جوابات دیے۔

مسئلہ ۴ .. تعارض بین التخصیص والاشتراک کی صورت میں تخصیص اشتراک سے بہتر ہوگا۔ اس کا سبب ذکر کیا۔

مسئلہ ۵ .. تعارض بین المجاز والنقل کی صورت میں مجاز نقل سے بہتر ہوگا اس کی وجہ بھی بتائی۔ پھر نقل کی مجاز پر فضیلت پر سوالات کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۶ ..... تعارض بین الاضمار والنقل کی صورت میں اضمار نقل سے بہتر ہوگا۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ ۷ تعارض بین التخصیص والنقل ہو تو تخصیص نقل سے بہتر ہوگا۔

مسئلہ ۸ .... مجاز اور اضمار دونوں برابر ہیں۔ برابری کی علت بھی بیان کی۔

مسئلہ ۹ .... جب تخصیص اور مجاز کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص مجاز سے بہتر ہے۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ ۱۰ .... تخصیص اور اضمار کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص اضمار سے بہتر ہوگی۔ اس کی علت بھی بیان کی۔

ان دس مسائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد اسی باب میں چار فروع بیان کیں :

فرع ۱۔ اشتراک نسخ سے بہتر ہے۔ اس کی علت بتائی۔

فرع ۲۔ متواطی مشترک سے بہتر ہے۔ اس کی علت بتائی۔

فرع ۳۔ دو علمین کا اشتراک ، دو معنیین کے اشتراک سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ بھی بتائی۔

فرع ۴۔ علم و معنی کا اشتراک دو معنیین کے اشتراک سے بہتر ہے۔

آٹھواں باب :

حروف کی تفسیر میں اس باب میں ان حروف کی تفسیر کی گئی ہے جن کی اس فن میں ضرورت رہتی ہے مثلاً واو، فی، الی، من، الباء وغیرہ۔ اس باب کو چھ مسائل میں تقسیم کر کے ہر مسئلہ پر بحث کی۔

نواں باب :

خطاب اللہ اور خطاب الرسول سے استدلال کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ اس باب میں پانچ مسائل پیش کئے اور پھر بعض مسائل کی وضاحت کی خاطر اس کے ضمن میں مزید تقسیمیں بیان کیں۔ نو ابواب کی تکمیل سے فراغت کے بعد اوامر و نواہی پر گفتگو کرتے ہیں۔

الاوامر والنواہی کا بیان :

طوالت سے بچنے کی خاطر اختصار سے کام کریں گے۔ اوامر و نواہی پر کلام کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا۔ مقدمہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کے بعد کی تین اقسام میں سے پہلی قسم جو کہ لفظی ابحاث میں ہے اس کو گیارہ مسائل میں بیان کیا۔ دوسری قسم جو مسائل معنویہ پر ہے اس کو چار انظار پر منقسم کیا اور تیسری قسم جو صرف نواہی سے متعلق ہے اس میں سات مسائل پیش کئے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیقات علی کتاب المحصول للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔[1]

احمد بن عمیرہ ابوالمطرف (متوفی ۵۸۲ھ۔۶۵۸ھ)[2]

فقہ، اصول، حدیث، ادب، کتابت و خطابت اور دیگر بعض علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ مکناسہ اور مریانہ وغیرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : "رد علی کتاب المعالم" فی اصول الفقه للامام فخر الدین رازی"۔[3]

مختار الغزمینی حنفی (متوفی ۶۵۸ھ)[4]

فقہ، خلاف، کلام، جدل اور مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خوارزم کے ایک قصبہ میں نشو نما پائی، بغداد گئے پھر بلاد روم میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اکابر و جید علماء سے اکتساب فیض کیا، خوب علم حاصل کیا یہاں تک کہ ان کا شمار کبار آئمہ میں ہونے لگا۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ مجتبی فی الاصول ۲۔ الصفوة فی الأصول ۔[5]

عز الدین ابن عبدالسلام شافعی (متوفی ۵۷۷ھ۔۶۶۰ھ)[6]

فقیہ، اصولی، لغوی اور مفسر تھے، مجتہد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ فخر الدین بن عساکر سے فقہ کی اور سیف الدین امدی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی، جبکہ آپ سے نقل کرنے والوں میں شیخ الاسلام ابن دقیق العید، علاؤ الدین الباجی وغیرہ شامل ہیں۔ عز الدین دمشق میں جامع اموی میں خطیب تھے۔ سلطان صالح اسمٰعیل نے جب "صیدا" نامی شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا تو ابن عبدالسلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور منبر پر علی الاعلان سلطان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور خطبہ میں سے سلطان کے لئے دعا ترک کر دی۔ سلطان نے ان کو قید کیا اور پھر شہر بدر ہو جانے کو کہا۔ مگر وہ مصر چلے آئے جہاں ملک الصالح ایوب نے انہیں جامع العتیق جامع مسجد عمرو بن العاص کا خطیب مقرر کیا اور ساتھ ہی قاہرہ کے تمام مصری علاقوں کی عدالتوں کا رئیس بنا دیا۔ مگر جب دار السلطان کے استاد فخر الدین

۱۔ البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ۱۳/۱۹۹۔۲۰۰، بیروت مکتبہ المعارف، الریاض، مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدیۃ العارفین ۶/۵۰۷، اس میں تاریخ وفات ۵۵۵ مذکور ہے اور کتاب کا نام اس طرح ہے نقض المحصول فی علم الاصول۔ فوات الوفیات ۲/۲۵۹ (۳۳۶)، ۱۳/۱۹۹۔۲۰۰

۲۔ احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ، المخزومی البلنسی المغربی التونسی (۱۱۸۶ء۔۱۲۶۱ء)، اندلس میں ولادت اور تونس میں وفات ہوئی۔ ۳۔ الدیباج ص ۱۱۴۔۱۱۵، الفتح المبین ۲/۷۷، معجم الاصولیین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۴۔ ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد، نجم الدین الزاہدی الغزمینی متوفی ۱۲۶۰ء خوارزم میں نشاۃ ہوئی اور بلاد روم میں مقیم ہو گئے تھے۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۵۹۲، ۲/۱۰۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۳، الفتح المبین ۲/۷۱، الفوائد البہیہ ۲۱۳، الجواہر المضیہ ۲/۱۶۶

۶۔ سلطان العلماء عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابوالقاسم، عز الدین السلمی الدمشقی (۱۱۸۱ء۔۱۲۶۱ء)، قاہرہ میں وفات پائی۔

علان نے مسجد کے اوپر گھر بنوایا اور اس میں طبل خانہ کھولا تو ابن عبدالسلام نے اس کو ختم دے کر منہدم کروا دیا اور پھر تنہا ہے مستعفی ہو گئے۔ پھر سلطان نے ان کی تدریس کے لئے مدرسہ صالحیہ بنوا دیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الامام في بيان ادلة الاحكام

۲۔ شرح مختصر المنتهي لابن الحاجب

۳۔ رسالة في اصول الفقه۔ یہ رسالہ مکتبہ جامعہ ام القری میں ۲۸۹۲ کے تحت موجود ہے۔[1]

ابن العدیم حنفی (۵۸۶ھ۔۶۶۰ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ ...... مذہب ابوحنیفہ پر "منهاج في الاصول والفروع" تالیف کی۔[3]

شہاب الدین ابوشامہ شافعی (۵۹۶ھ۔۶۶۵ھ)[4]

محدث، حافظ، مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، متکلم، مقری اور نحوی تھے۔ کہا گیا ہے کہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے۔ عزالدین بن عبدالسلام، فخر بن عساکر، سیف الدین امدی اور موفق الدین ابن قدامہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المحقق من علم الاصول فيما يتعلق بافعال الرسول"

اس کتاب پر صالح شریع جابر (اردنی) نے جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ سے ۱۴۰۳ھ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

۲۔ الاصول في الاصول۔[5]

ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی (متوفی ۶۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "کشف الاسرار" تالیف کی۔[6]

---

[1] کشف الظنون ۱/۱۲۲، ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۰، اس میں مختصر السول والامل لابن الحاجب مذکور ہے۔ شذرات الذہب ۵/۳۰۱۔۳۰۲، فوات الوفیات ۱/۲۸۷، الفتح المبین ۲/۷۳۔۷۴، معجم الاصولیین ۲/۲۰۹ (۳۳۳)

[2] ابو حفص عمر بن القاضی مجد الدین احمد بن ہبۃ اللہ ابن جرادہ العقیلی، کمال الدین الحلبی ابن العدیم۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۷۸۶

[4] شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ۱۱۹۹ء۔۱۲۶۶ء، ابوالقاسم اور ابو شامہ کنیت تھی۔ دمشق میں وفات پائی۔

[5] ایضاح المکنون ۳/۹۳، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۴، ۶/۱۲۹، اس میں تاریخ وفات ۶۶۸ھ مذکور ہے۔ شذرات الذہب ۵/۳۱۸۔۳۱۹، فوات الوفیات ۲/۲۶۹ (۲۵۱)، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۴۶۰۔۱۴۶۳، الفتح المبین ۲/۷۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۴ (۳۱۱)

[6] ظہیر الدین محمد ابن عمر محمد البخاری النوجابازی ایضاح المکنون ۴/۳۵۵

علی الرامشی حنفی (متوفی ۶۶۷ھ)[1]

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، جدلی، کلامی اور حافظ تھے اور ماوراء النہر کے حنفی علماء میں تھے۔ صاحب الکنز حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی آپ کے تلامذہ میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ سب پہلے آپ نے الهدایة کی شرح لکھی تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "اصول فخر الاسلام البزدوی" کی شرح لکھی۔[2]

عبدالرحیم موصلی شافعی (متوفی ۵۹۸ھ۔۶۷۱ھ)[3]

فقہ محدث اصولی حافظ تھے۔ موصل میں پیدا ہوئے۔ بعد میں تاتار کے فتنہ سے بچنے کے لئے بغداد ہجرت کی۔ بغداد کے مغربی علاقے کے قاضی رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ ابن کثیر کے مطابق انہوں نے امام رازی کی کتاب کا اختصار کیا جس کا نام "مختصر المحصول" رکھا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں دوسری کتاب مختصر "المحصل للرازی" بھی مذکور ہے۔ (واللہ اعلم)[4]

عمر بن محمد الخبازی حنفی (۶۱۰ھ/۶۷۱ھ)[5]

فقیہ، اصولی، زاہد، عارف تھے۔ ابدائی تعلیم حجندہ (ماوراء النہر کا شہر) میں حاصل کرنے کے بعد خوارزم، بغداد اور پھر دمشق آگئے جہاں تدریس، تصنیف و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ شارح اصول بزدوی علاء الدین بن عبدالعزیز بخاری آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے فقہ، اصولِ فقہ و اصول دین میں یادگار تصانیف چھوڑیں۔ فقہ میں ہدایہ کی شرح لکھی۔

مؤلفاتِ اصولیہ : المغنی فی الاصول۔

المغنی فی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے صاحب المنتھی فی شرح المغنی سراج دمشقی، متوفی ۷۷۰ھ کے حوالے سے لکھا :

۱۔ علی بن محمد بن علی نجم العلماء حمید الدین الضریر الرامشی بخاری متوفی ۱۲۶۸ء بخاری میں انتقال ہوا۔

۲۔ الفوائد البہیہ ۱۲۵، الجواہر المضیئہ ۱/۳۷۳ (۱۰۲۷)، الفتح المبین ۲/۷۷

۳۔ تاج الدین ابوالقاسم، عبدالرحیم بن محمد بن محمد بن یونس بن ربیعہ (۱۲۰۱ء۔۱۲۷۲ء)۔ موصل میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ، ۱۳/۵۶۲۔ بیروت مکتبۃ المعارف، الریاض مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱۔ نام اس طرح مذکور ہے، عبدالرحیم بن محمد بن یونس بن محمد بن سعد الفتح المبین ۲/۷۸، شذرات الذہب ۵/۳۳۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۸ (۳۳۳)

۵۔ ابو محمد عمر بن عمر الخبازی الحجندی حنفی، جلال الدین (۱۲۱۲ء/۱۲۷۲ء)۔ ماوراء النہر میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹ میں ۶۷۱ھ تاریخ وفات مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲/۷۹، الفوائد البہیہ، ص ۱۵۱۔

"هو مختصر على مقاصد الكلية الاصولية منطو على الشواهد الجزئية الفروعية مرشد الى اغراض الطلاب موصل الى مخلص (مختصر، المخلص) قواعد اصول الفقه لاولى الالباب شامل لخلاصة شمس الائمة وزبدة اصول فخر الاسلام فلذلک شاع وذاع فيما بين الانام".[1]

(وہ مقاصد کلیہ اصولیہ پر مشتمل اور جزئیہ فروعیہ میں محیط، طالبین کی غرض تک رہنمائی کرنے والی، صاحب عقل کو ملخص قواعد اصول فقہ تک پہنچانے والی، شمس الائمہ کے خلاصہ اور فخر الاسلام کے عمدہ اصول کو شامل ہے۔ اسی لئے دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی)

"المغنی" کے شارحین :

۱۔ ابو محمد منصور بن احمد بن المؤید القاآنی الخوارزمی (متوفی ۷۰۵ھ) نے شرح تالیف کی۔ جو کہ ایک مشہور و مختصر شرح ہے۔ اولہ : "الحمد لله الذی تجلی علی عباده" الخ۔[2]

۲۔ شیخ علاء الدین علی بن منصور حنفی مقدسی متوفی ۷۳۶ھ۔[3]

۳۔ محمد بن احمد الترکانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ) نے "الکاشف الذهنی فی شرح المغنی" کے نام سے دو جلدوں میں شرح لکھی۔[4]

زکانی کی شرح پر حاشیہ : اس شرح پر قوام الدین مسعود ابن ابراہیم الکرمانی متوفی ۷۴۸ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔[5]

۴۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم حنفی العنتابی (متوفی ۷۶۷ھ) قاضی عسکر دمشق نے "مجتبی الفتح" کے نام سے شرح تالیف کی۔ اولہ : الحمد راس شکرک اللهم یا من هو المحمود بکل لسان الخ۔[6]

۵۔ جمال الدین محمود بن احمد القونوی ابن السراج دمشقی (متوفی ۷۷۰ھ) نے تین مجلدات میں اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "المنتهی" رکھا۔[7]

۶۔ سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحٰق بن احمد الشبلی الہندی الغزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے دو مجلدات پر مشتمل شرح لکھی اور اس کا نام "المنیر الزاهر من الفیض الباهر من شرح المغنی الخبازی" رکھا۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹۔ ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ۲/۱۷۵۰، الفوائد البہیہ۔ ص ۲۱۵، ۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۹۱، ۱۹۲۔

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۱۹، الفتح المبین ۲/۱۵۳

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۷

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۹، الفتح المبین ۲/۱۵۲

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۳، الفوائد البہیہ۔ ص ۱۳، الطبقات السنیہ ۱/۲۹۷، ۲۹۸

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۹۷

اولہ : الحمدللہ الذی نور قلوب العلماء بنور ہدایتہ وشرح صدورھم بو فور عنایتہ الخ[1]

۷۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد شمس الدین محمد ابن عبدالرحمٰن الزمردی معروف بہ ابن الصائغ حنفی متوفی ۷۷۸ھ[2]

۸۔ ابن احمد متوفی ۷۹۵ھ نے شرح لکھی۔ اولہ : الحمد للہ جزیل الانعام علی اعلاء اعلام الاسلام الخ۔[3]

۹۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود متوفی ۸۰۰ھ نے ایک بڑی شرح لکھی اور ۷۸۰ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اولہ : الحمدللہ الذی نور قلوب العلماء الخ۔[4]

۱۰۔ شیخ امام احمد بن ابراہیم بن (اسمٰعیل) بن ایوب حنفی نے "فتح المجتبی شرح المغنی" کے نام سے شرح لکھی۔ ۸۰۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔[5]

۱۱۔ مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموستاری البوسنوی الرومی حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے فتح الاسرار فی شرح المغنی تالیف کی۔[6]

۱۲۔ محمد بن یوسف بن یعقوب الغزالی الاسیری حنفی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے المستغنی فی شرح المغنی تالیف کی۔[7]

نظم المغنی : احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن رجب شہاب الدین الطوخی (متوفی ۸۹۳ھ) نے "نظم المغنی" کے نام سے اس کا نظم کیا۔[8]

سالم المازنی الشیعی (۶۷۲ھ سے قبل)[9]

فقیہ، فرضی اور بعض دوسرے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن ادریس حلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تصانیف فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : "غنیۃ النزوع الی علمی الاصول والفروع"۔[10]

احمد بن موسیٰ الطاووس امامی (متوفی ۶۷۳ھ)[11]

فقیہ اصولی اور صاحب تصانیف تھے۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۰، الفتح المبین ۲/۱۸۸ [2] کشف الظنون ۲/۱۷۴۹
[3] کشف الظنون ۲/۱۷۴۹ [4] کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۹
[5] کشف الظنون ۲/۱۷۴۹ [6] ایضاح المکنون ۳/۴۴۳ [7] ایضاح المکنون ۳/۴۶۹
[8] ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵ [9] ابوالحسن سالم بن بدران بن علی معین الدین المازنی مصری شیعی متوفی ۶۷۲ء سے قبل۔
[10] ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۱، معجم الاصولیین ۲/۱۱۹ (۳۵۲) بحوالہ اعیان الشیعۃ ۷/۱۷۳۔
[11] ابوالفضائل، احمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جمال الدین متوفی ۱۲۷۴ء۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ العدۃ فی اصول الفقہ یا عدۃ الاصول　　　　۲۔ فوائد العدۃ

۳۔ ہدیۃ العارفین میں "کتاب الکبر فی الاصول" بھی مذکور ہے۔[1]

ابوالقاسم شیعی (متوفی ۶۷۴ھ)

مؤلفات اصولیہ : نہج الوصول الی علم الاصول۔[2]

احمد بن محمد النابلسی (متوفی ۶۷۴ھ)[3]

فقیہ تھے۔ فقہ، اصول، عربی زبان اور نظر میں متقن تھے۔ قاہرہ میں عز الدین بن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ایضاح المکنون کی عبارت ہے:

"صنف کتابا فی اصول الفقہ، جمع فیہ بین طریقتی الامام والآمدی واسمہ البدیع فی اصول الفقہ"۔

(اصول فقہ میں البدیع فی اصول الفقہ نامی کتاب تالیف کی جس میں امام اور آمدی کے طریقہ کو جمع کیا)۔[4]

ابوالفضل الخلاطی (متوفی ۶۷۵ھ)[5]

فقیہ، قاضی، اصولی اور محدث تھے۔ بغداد، دمشق اور پھر قاہرہ منتقل ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قواعد الشرع وضوابط الأصل والفرع علی الوجیز" تالیف کی۔ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابن برہان کی اصول میں کتاب "الوجیز" کی شرح ہے۔ اس میں اصول سے فروع کے استخراج میں متاخرین کے مسلک کی پیروی کی گئی ہے۔[6]

جعفر الحلی امامی (۶۰۲ھ/ ۶۷۶ھ)[7]

فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، علماء امامیہ میں سے تھا۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۹۷، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۳ (۱۸۶) بحوالہ معجم المؤلفین ۲/ ۱۸۷، اعیان الشیعۃ ۳/ ۸۹، الذریعۃ ۱۵/ ۳۲۸، ۱۶/ ۳۳۸۔ اس میں نام احمد بن موسیٰ بن طاؤس الحنی درج ہے۔　　۲۔ ابوالقاسم جعفر ابن حسن الشیعی المفید، ایضاح المکنون ۲/ ۲۹۵

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن نعمۃ شرف الدین النابلسی متوفی ۱۲۷۶ء

۴۔ معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۶ (۱۷۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۱/ ۱۷۱ اور طبقات الاسنوی ۲/ ۴۸۳ مذکور ہے۔ ایضاح المکنون ۱/ ۱۷۱ کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔　　۵۔ ابوالفضل محمد علی بن حسن الخلاطی (۱۲۷۳ء) ارمینیہ سے تعلق رکھتے تھے، قاہرہ میں وفات پائی۔

۶۔ الفتح المبین ۲/ ۸۰ بحوالہ طبقات السبکی ۵/ ۳۲، معجم البلدان یاقوت ۲/ ۳۵۲

۷۔ ابوالقاسم جعفر بن حسن (حسین) یحیٰ نجم الدین الھذلی، محقق الحلی کے لقب سے مشہور تھے (۱۲۰۵ء/ ۱۲۷۷ء)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہج الوصول الی علم الاصول ۲۔ معارج الاصول

مظہر بقا کے مطابق اس کے دو نسخے برلن (جھودا) میں نمبر ۵۵۹۸ اور ۵۵۲۵ کے تحت موجود ہیں۔ دونوں نسخوں کے غلاف پر "مختصر فی الاصول" مکتوب ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : احمد اللہ علی سابغ نعمتہ ....

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "کتاب المسلک فی الاصول" ہے۔[1]

محی الدین النووی شافعی (۶۳۱ھ/۶۷۶ھ)[2]

فقیہ، حافظ اور زاہد تھے۔ اپنے والد کے ساتھ سوریا سے دمشق اور پھر حج کے لئے تشریف لے گئے، دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ روزانہ حدیث، اصول، لغت، کلام و منطق وغیرہ کے بارہ اسباق کا مطالعہ کرتے۔ بیں برس تک زہد و تقویٰ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، قلیل قناعت کے ساتھ دن و رات حصول علم میں گذارے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "کتاب الاصول والضوابط" تالیف کی۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصول فقہ پر کتاب ہے۔ اس کے مرجح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ اور تدریس اس علم میں رہی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کی کتاب "شرح المھذب" جس کا انہوں نے "المجموع" نام رکھا۔ اس میں وہ فروع فقہیہ کو ان کے اصول کے ساتھ مربوط کرتے نظر آتے ہیں۔

احمد الدشناوی شافعی (۶۱۵ھ/۶۷۷ھ)[3]

امام، فقیہ، زاہد تھے، قوص میں فتویٰ و تدریس کی ریاست آپ پر ختم ہوتی تھی۔ شہر قوص میں شیخ تقی الدین بن دقیق العید ان کے قریبی دوست تھے۔ قاہرہ میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی جو امام رازی کی المحصول کے شارح ہیں، سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اصول کے علاوہ فقہ، نحو وغیرہ میں بھی کتب تالیف کیں۔ مثلاً امام شیرازی کی فقہ پر مشہور کتاب "التنبیہ" کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں بغیر نام بتائے ان کی اصول پر کتاب کا ذکر ہے۔[4]

۱۔ ایضاح المکنون ۳/۶۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۳، معجم الاصولیین ۲/۱۲ (۲۳۳)

۲۔ ابو زکریا یحیٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۱۲۰۵ء/۱۲۷۷ء) ان کا لقب محی الدین النوی ہے اور شیخ الاسلام سے معروف تھے۔ سوریا میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد الکندی الدشناوی، جلال الدین، ابن بنت الجمیزی (۱۲۱۸ء/۱۲۷۹ء) مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۸، الوافی بالوفیات، العقد ی ۷/۵۵۔۵۶ (۲۹۸۷)، معجم الاصولیین ۱/۱۴۳ (۱۰۱)

شمس الدین محمد بن محمد (محمود) الاصفہانی (متوفی ۶۷۸ھ)

امام رازی کی المحصول کے شارح ہیں۔ ان کی اس شرح پر ایک تحقیقی جائزہ ان کی تاریخ وفات ۶۸۸ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

حسین بن الناظر (۶۰۳ھ/۶۷۹ھ)[۱]

فقیہ، محدث، مقری نحوی اور ادیب تھے۔ غرناطی الوطن، بلنسی الاصل، جیانی المولد تھے۔ غرناطہ میں ایک عرصے تک تدریس کرتے رہے، مالقہ، بسطہ اور مریہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: امام غزالی کی اصول فقہ پر کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی۔[۲]

ابن فلاح (متوفی ۶۸۰ھ)

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں کتاب "الکافی" تصنیف کی۔[۳]

ابن ابی البدر حنبلی (متوفی ۶۸۱ھ)

انہوں نے کتاب "العدة للشدة فی الاصول" تالیف کی۔[۴]

عبدالجبار العکبری حنبلی (۶۱۹ھ/۶۸۱ھ)

فقیہ، مفسر، اصولی اور واعظ تھے۔ ایک عرصہ تک طب سے وابستہ رہے پھر فقہ، اصول، تفسیر اور وعظ کی طرف رغبت ہوئی اور کمال حاصل کر کے مستنصریہ میں مدرس بنے، واقعہ بغداد میں قیدی بنا لئے گئے۔ صاحب موصل بدرالدین نے ان کو خرید اور وہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کے بعد بغداد واپس لوٹ گئے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "المقدمہ فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[۵]

شہاب الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۲۷ھ/۶۸۲ھ)[۶]

فقہ، اصول، فرائض اور ہیئت کے عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا جبکہ آپ کے دو صاحبزادوں ابو العباس اور ابو محمد نے آپ کی زیر تربیت رہ کر تعلیم حاصل کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے ان تین افراد

---

۱ ابن الناظر ابو علی حسین بن عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز القرشی الفہری (۱۲۰۷ء۔۱۲۸۰ء) جیانی (غالباً اندلس) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲ ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۳۔ اس میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے حسن بن عبداللہ بن عبدالعزیز، معجم الاصولیین ۲/۶۸ (۳۰۲)

۳ ابن فلاح تقی الدین ابو الخیر منصور ابن فلاح بن محمد الیمنی النحوی، ایضاح المکنون ۴/۲۵۸، ہدیۃ العارفین ۲/۴۷۴

۴ ابوبکر عبداللہ بن ابو البدر بن محمد الحربی بغدادی، ابن ابو البدر، ہدیۃ العارفین ۵/۴۶۱

۵ معجم الاصولیین ۲/۱۵۷ (۳۹۱) اس میں بحوالہ شذرات الذہب ۵/۳۷۴ مذکور ہے، ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۶ شہاب الدین عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ، ابو المحاسن، ابو احمد، الحرانی، الدمشقی (۱۲۲۹ء/۱۲۸۳ء) حران میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

میں سے ایک ہیں جنہوں نے اصول فقہ کی کتاب "المسودہ" کی تیاری میں حصہ لیا۔ یعنی عبدالسلام جو عبدالحلیم کے والد تھے انہوں نے "المسودہ" کو تالیف کیا تھا۔ ہم اس کتاب پر تحقیقی تجزیہ پیش کر چکے ہیں اور عبدالسلام اور عبدالحلیم کی اس کتاب میں آراء پر بھی گفتگو کر چکے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعالیق فی الاصول" تالیف کی۔[1]

سراج الدین الارموی شافعی (۵۹۴ھ/۶۸۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، جدلی، مفسر، شاعر، متکلم تھے۔ اپنے شہر اور موصل میں تعلیم حاصل کی۔ تلامذہ میں شیخ صفی الدین الہندی الارموی متکلم اشعری (متوفی ۷۱۵ھ) بھی شامل ہیں جو امام رازی کی المحصول کے شارح بھی تھے۔ اگرچہ بعض حضرات کے مطابق امام رازی، سراج الدین الارموی کے شیوخ میں سے ہیں مگر یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ کتاب التحصیل دمشق میں تالیف کی، مصر بھی تشریف لائے، قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه

۲۔ اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی

۳۔ التحصیل من المحصول

الارموی کی اصولِ فقہ پر کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه :

ہدیۃ العارفین میں اس کتاب کا ذکر ہے۔[3] یہ کتاب اب تک مخطوطہ کی صورت میں تیموریہ لائبریری میں موجود ہے جو دار الکتب مصریہ سے ملحق ہے اس کا ۳۰۱ نمبر ہے ایک جزء اور ایک ہی مجلد میں ہے، اس کتاب کو ۱۳۵ھ میں تصنیف کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دار الکتب مصریہ میں بھی ہے۔ یہ رسالہ ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۱۰ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً دس کلمات ہیں، اس کا خط واضح ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللهم تمم بخير... امثلة التعارض للشيخ الامام العلامه سراج الدين محمود بن ابی بكر بن احمد الارموی"۔ اس کے بعد دس مسائل اور ان کی امثلہ اور فوراً بعد ہی تینوں فروع بھی بیان کر دیں۔

پہلا مسئلہ : النقل اولی من الاشتراک

دوسرا مسئلہ : المجاز اولی من الاشتراک

۱۔ شذرات الذہب ۵/۳۷۶، ۳۷۹، ۱، الفتح المبین ۲/۸۳۔۸۲۔۸۳ معجم الاصولیین ۲/۱۶۵، ۱۶۶ (۳۰۱)

۲۔ سراج الدین ابو الثنائی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی التنوخی دمشقی۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۸۳۸، ہدیۃ العارفین ۲/۴۰۶

تیسرا مسئلہ : الاضمار اولی من الاشتراک

چوتھا مسئلہ : التخصیص اولی من الاشتراک

پانچواں مسئلہ : المجاز اولی من النقل

چھٹا مسئلہ : الاضمار اولی من النقل

ساتواں مسئلہ : التخصیص اولی من النقل

آٹھواں مسئلہ : المجاز و الاضمار سیان

نواں مسئلہ : التخصیص اولی من المجاز

دسواں مسئلہ : التخصیص اولی من الاضمار

تین فروع مندرجہ ذیل ہیں

الاول : الاشتراک راجح علی النسخ

الثانی : التواطؤ اولی من الاشتراک

الثالث : الاشتراک بین علمین اولی، ثم بین علم و معنی، ثم بین معنیین

اس کے اختتامی کلمات یہ ہیں

"تم بحمده و عونه و حسن توفیقه و یمنه، و الصلاة و السلام و الایمان الا کملان علی سیدنا و نبینا محمد رسوله و عبده، وذلک یوم الاحد عاشر ذی الحجة الحرام سنة ۶۷۳ھ بالعادلیة الکبری بدمشق المحروسة علقها لنفسه اقل عبیدالله و افقرهم و ادناهم الراجی عفو ربه و مغفرته یوسف بن محمد بن عبدالقوی بن غازی بن عبدالوهاب الجنانی الشوتی غفر الله له ولوالدیه ولمن نظر فیها، و دعا له بالتوبة و بجمیع المسلمین امین امین امین و صلواة علی سیدنا محمد و حسبنا الله و نعم الوکیل"[1]

۲۔ اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی :[2]

اس کتاب کا نام معلوم نہیں مگر ابن الندیم کی فہارس میں اس کتاب کا نام "اسئلة اوردها القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی" مذکور ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام رازی کی کتاب اصول پر سوالات کئے۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ مخطوطہ کی صورت میں دارالکتب مصریہ میں موجود ہے۔

۱۔ تحقیق تمہید علی التحصیل ۱/۱۱، موسیٰ عبدالحمید علی ابوزنید، ۱۲۲/۱، ۱۳۰ ۔ بیروت ۱۴۰۸ ... ۱۹۸۸ء

۲۔ کشف الظنون ۹۲/۱

نافی کر معتزلہ کے ادلہ پر مناقشہ کیا اور ان (معتزلہ) کے تحسین و تقبیح کے عقلی ہونے کے بارے میں مشہور قاعدہ سے مکمل اجتناب ظاہر کیا۔

دیگر اختصارات کی موجودگی میں ایک اور اختصار کرنے کی وجہ اور اس میں ان کا اسلوب :

قاضی سراج الدین الارموی کتاب التحصیل کے شروع میں اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ کس بات نے انہیں اس کتاب کے اختصار کرنے پر مجبور کیا اور ساتھ ہی اپنے اس منہج و اسلوب کو بھی بیان کیا جس کو اس اختصار میں ملحوظ رکھا :

"لقد كانت الهمم فيما قبل لا تقصر عن الارتقاء الى المراتب القاصية، ولا تقترون الوصول الى المراتب العالية، والان فقد افضى الحال بالامم فى تقصير الهمم الى ان استكثروا اليسير، واستكبروا النذر الحقير، حتى ان الكتاب الذى صنفه الامام العالم العلامة فخر الملة والدين، حجة الاسلام والمسلمين، ناصر الحق مغيث الخلق محمد بن عمر الرازى، نور الله ضريحه، فى اصول الفقه وسماه بالمحصول، مع نظافة نظمه ولطافة حجمه، يستكثره اكثرهم و يقبل عليه ايسرهم على انه يشتمل من الفوائد على جمل كافية، ويحتوى من الفرائد على قوانين متوافية، ثم ان بعض من صدقت فيه رغبته وتكاملت فيما يحتويه محبته التمس منى ان اسهل طريق حفظه با يجاز لفظه ملتزماً بالاتيان بانواع مسائله، وفنون دلائله، مع زيادات من قبلنا مكملة، وتنبيهات على مواضع منه مشكلة، لاعلى سبيل استيفاء الفكر واستكمال النظر لاخلاله بالمقصود من هذا المختصر، واجبته اليه مستعيناً بالله و متوكلاً عليه، وسميته بتحصيل الاصول من كتاب المحصول ليوافق اسمه ويتطابق لفظه و معناه والله ولى التوفيق والمعين وعليه التوكل وبه استعين".

(پہلے وقتوں میں لوگوں کی ہمتیں مراتب عالیہ کی طرف ترقی کرنے سے نہیں اکتاتی تھیں اور مراتب عالیہ تک پہنچنے میں تھکتی نہیں تھیں لیکن اب اس زمانے میں امم کی ہمتوں میں کمی آگئی اور اب تھوڑا ان کے لئے بہت ہوگیا ہے اور حقیر ان کے لئے کبیر بن گیا۔ یہاں تک کہ کتاب جو امام العالم فخر الملۃ والدین حجۃ الاسلام ناصر الحق مغیث الخلق محمد بن عمر الرازی، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے، نے اصول فقہ میں کتاب بنام المحصول تالیف کی۔ اپنی نظم میں نظافت (خوبصورتی) اور اپنے حجم میں لطافت (اعتدال) کے باوجود زیادہ تر لوگوں نے اسے بہت جانا اور صرف تھوڑے لوگوں نے اس کو قبول کیا باوجود اس کے کہ یہ کتاب اپنے اندر مکمل فوائد رکھتی ہے اور بہت سے منفرد قوانین پر مشتمل ہے۔ پھر بعض محبین فن نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے نص اور جمیع مسائل اور اس کے ادلہ لانے کے اسلوب میں تبدیلی لائے بغیر اس کا اختصار کروں اور اس کی تکمیل کی غرض سے کچھ اضافہ کروں اور بعض مشکل

۱۲۔ القفال الکبیر الشاشی محمد بن علی بن اسماعیل متوفی ۳۶۵ھ[1] انہوں نے شرح الرسالہ اور کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔

۱۳۔ احمد بن علی ابی بکر رازی حنفی معروف بہ الجصاص متوفی ۳۷۰ھ[2] ابوالحسن الکرخی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب "اصول الجصاص" تالیف کی۔

۱۴۔ المعافی بن زکریا النھروانی متوفی ۳۹۰ھ[3] انہوں نے "التحریر والمنقر" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۱۵۔ محمد بن محمد بن جعفر معروف بہ ابن دقاق متوفی ۳۹۲ھ[4] انہوں نے کتاب فی اصول الفقہ تالیف کی۔

۱۶۔ ابراہیم بن احمد ابواسحاق المروزی متوفی ۳۴۰ھ[5] ابن سریج کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول اور کتاب العموم والخصوص تالیف کی۔

۱۷۔ ابوعلی محمد بن خلاد البصری[6] ابوعلی الجبائی اور ابوہاشم الجبائی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے "کتاب الاصول والشرع" تالیف کی۔

۱۸۔ ابومسلم الاصفہانی محمد بن علی بن بحر المعتزلی متوفی ۳۲۲ھ[7] جامع الکتاب المحکم المنزل اور ناسخ الحدیث کے مصنف تھے۔

الارموی نے مذکورہ بالا اصولیین کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اصولیین ہی نہیں تھے بلکہ کئی اصولی علماء تھے جن کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ مثلاً الابہری محمد بن عبداللہ ابوبکر مالکی متوفی ۳۷۵ھ جو اجماع اہل مدینہ اور کتاب فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔ اور عبدالواحد بن حسین الصمیری متوفی ۳۸۶ھ جو کتاب القیاس اور العلل فی الاصول کے مصنف ہیں مگر ان کا اس میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی غیر اصولی عالم کی کسی بارے میں رائے یا ان کا ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری اور تیسری صدی کے بہت سے غیر اصولی علماء سے کلامی مسائل اور ابحاث لغویہ میں نقل کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے چند ایک پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ عباد بن سلیمان الصمیری متوفی ۲۵۰ھ، خلیل بن احمد الفراہیدی متوفی ۱۷۰ھ محمد بن عبدالوہاب بن سلام الجبائی معتزلی متوفی ۳۰۳ھ۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے اصولی علماء، جن کی التحصیل میں آراء ذکر کی گئیں :

ان دونوں صدیوں کے علماء اصول کو ہم تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ ذیل میں بیان کریں گے جن کو الارموی نے امام رازی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی۔ ساتھ ہی ہم اُن کی بعض کتب کا اشارۃً ذکر کریں گے۔

---

[1] حوالہ سابق ۱/۲۰۱ [2] حوالہ سابق ۱/۲۰۳ [3] حوالہ سابق ۱/۲۱۱
[4] معجم المؤلفین ۱۱/۲۰۳ [5] ابن خلکان ۱/۳، فہرست ابن الندیم ۲۹۶، حسن المحاضر ۱/۱۲۵۔
[6] الفہرست لابن الندیم ۲۴۷ [7] کشف الظنون ۶/۱۷

۲۔ ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید متوفی ۴۵۶ھ[1]۔ یہ مذہب ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، الاحکام فی اصول الاحکام، المحلی، تلخیص ابطال القیاس اور مسائل فی اصول الفقه کے مصنف ہیں۔

۳۔ قاضی ابو یعلی محمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ[2]۔ یہ ابوالخطاب الکلوذانی کے استاذ تھے اصول فقہ میں "العدۃ" اور اس کا اختصار، کفایہ اور اس کے اختصار کے مصنف ہیں۔

۴۔ فخر الاسلام البزدوی علی بن محمد بن حسین حنفی متوفی ۴۸۲ھ[3] "کنز الوصول الی معرفة الاصول" کے مصنف ہیں۔

۵۔ محمد بن احمد شمس الائمۃ السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ[4] "اصول السرخسی" کے مصنف ہیں۔

۶۔ ابوالخطاب الکلوذانی محفوظ بن احمد حنبلی متوفی ۵۱۰ھ[5]۔ یہ کتاب "التمهید فی اصول الفقه" کے مصنف ہیں۔

۷۔ ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلی متوفی ۵۱۳ھ[6]۔ یہ ابو یعلی کے شاگرد تھے اصول فقہ میں "الواضح" کتاب تالیف کی۔ ابن تیمیہ نے "المسودہ" میں اس کتاب کی تعریف کی اور کہا: "انه استفاده" (انہوں نے اس سے استفادہ کیا) اب تک مخطوطہ کی صورت میں ظاہریہ دمشق اور امریکہ میں ہے۔ ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہی واضح ہوتا ہے کہ ان ساتوں علماء میں حنابلہ، حنفیہ، ظاہریہ اور مالکیہ شامل ہیں ان میں کوئی بھی شافعی و معتزلی نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ "المحصول" تو در حقیقت ابوالحسین بصری معتزلی کی المعتمد اور امام غزالی کی شافعی اشعری کی "المستصفی" کی تلخیص ہے تو ایک معتزلہ کے اور دوسرے شافعیہ کے نمائندہ ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں امامیہ کا بھی ذکر آیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بہت سے امامیہ معتزلہ کی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے۔

ابو یعلی، ابوالخطاب، ابوالوفاء............حنابلہ

سرخسی، البزدوی..................احناف

ابن حزم..................ظاہری

قاضی عبدالوہاب..................مالکی

اس کتاب میں پانچویں اور چھٹی صدی کے صرف علماء اصولیین کی آراء کے نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ضرورت کے تحت مختلف علماء غیر اصولیین سے بھی نقل کیا تا کہ بات مستند ہو جائے۔ اگرچہ ان غیر اصولی علماء کی تعداد بہت کم ہے مثلاً بوعلی سینا متوفی ۴۲۸ھ، میرانی متوفی ۵۱۸ھ، عبدالقاہر جرجانی نحوی متوفی ۴۷۴ھ، ابن العارض متوفی ۴۴۸ھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے حالانکہ یہ اصولی نہیں ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق ۱/۲۴۳ [2] حوالہ سابق ۱/۲۴۷ [3] حوالہ سابق ۱/۲۶۳

[4] حوالہ سابق ۱/۲۹۴ [5] حوالہ سابق ۲/۱۱ [6] حوالہ سابق ۲/۱۲

الارموی نے دیگر علماء اصولیین کی آراء نقل نہ کرنے میں امام رازی کی پیروی کیوں کی؟

جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ الارموی نے التحصیل میں ان علماء اصولیین کی آراء نقل نہیں کیں جن کی آراء کو امام رازی نے "المحصول" میں بیان نہیں کیا تھا۔ ایسا نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انہوں نے جن علماء اصولیین کے ادلہ کو زیادہ قوی سمجھا انہیں بیان کر دیا اور جنہیں نہیں سمجھا انہیں ترک کر دیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی آراء واقوال سے امام رازی پر اعتراضات وارد نہ ہوتے ہوں۔ اس لئے اگر ایسا ہوتا تو ان کے جواب دیتے وقت ان کا تذکرہ آ جاتا۔ یا یہ کہ ان حضرات کے موقف اتنے واضح تھے کہ یہاں بغیر بیان کئے ان سے امام رازی کی تائید ہو جاتی ہو۔ امام رازی نے تو اپنے زمانے کے کئی علماء اصول کی آراء المحصول میں نقل کرنے سے صرف نظر کیا کیونکہ وہ ان کتب اصولیین کی کتب سے التزام چاہتے تھے جن پر المحصول کی بنیاد ہے۔ شاید اسی لئے کئی جید اصولیین کے نام شامل ہونے سے رہ گئے۔

مثلاً الکیا الہراسی علی بن محمد متوفی ۵۰۴ھ امام غزالی کے ہم درس، کتاب فی اصول فقہ کے مصنف اور امام محمد بن علی شوکانی نے ان سے بہت نقل کی۔ ابن برہان احمد بن علی شافعی متوفی ۵۲۰ھ البسیط والوسیط والا وسط اور الوجیز فی اصول الفقہ کے مصنف تھے۔ ابوالمظفر السمعانی منصور بن محمد متوفی ۴۸۹ھ قواطع الادلہ والاصطلام والبرھان کے مصنف تھے، الامام المازری محمد بن علی متوفی ۵۳۶ھ کتاب البرہان کے شارح تھے۔

"التحصیل" میں خاص طور پر حنابلہ سے نقل میں صرف نظر کیا گیا اور "التحصیل" میں ان کی کوئی رائے منقول نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں انہوں نے سب سے آخر میں قدم رکھا تھا اور ہمارے ناقص علم کے مطابق پہلا شخص جس نے اس مسلک کے اصول فقہ میں تصنیف وتالیف کا آغاز کیا وہ قاضی ابو یعلی بن الفراء متوفی ۴۵۸ھ تھے۔

"التحصیل" میں معتزلہ کی آراء کی کثرت کی وجہ :

جہاں تک معتزلہ کی اس میں کثرت سے آراء کا تعلق ہے اس کی وجہ واضح ہے۔ وہ یہ کہ "المحصول" میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب "المعتمد" پر اول درجہ کا اعتماد کیا گیا ہے اور یہ کتاب امام غزالی کی "المستصفی" سے بھی قبل کی تالیف ہے۔ اس لئے "التحصیل" میں ابوالحسین معتزلی کی آراء کے ساتھ دیگر معتزلہ کی آراء بھی نقل کر جاتے ہیں مثلاً العلاف، الجاحظ، النظام، الکعبی، ابوعلی الجبائی، ابو ہاشم الجبائی، ابن الراوندی، عبیداللہ بن حسن عنبری، قاضی عبدالجبار، ابوالحسین خیاط، عمرو بن عبید وغیرہ کی آراء بھی منقول ہیں۔

التحصیل میں الارموی کے اسلوب کا ناقدانہ جائزہ :

قاضی الارموی التحصیل میں کبھی اس قدر کم الفاظ کے ساتھ کلام پیش کرتے ہیں کہ کلام کے سمجھنے میں کافی دشواری و پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی مراد اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ محصول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

اور کبھی تو محصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی ان کی مراد کامل کی معرفت نصیب نہیں ہو پاتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس بعض تنبیہات انتہائی واضح ہوتی ہیں۔ اپنی بات کی تائید میں ہم التحصیل سے ایک مثال پیش کرتے ہیں پھر اس کا تجزیہ بھی کریں گے۔

نقد ا۔ الارموی کے جوابات مبہم ہوتے ہیں .... المحصول میں جہاں امام رازی کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ کے جوابات دیتے ہیں وہاں التحصیل میں اس طرح ذکر ہے:

احتج القائل بعدم جواز التخصيص مما يلي :

الف. الاجماع : (اذا رد عمر خبر فاطمة بنت قيس . وقال : لاندع كتاب ربنا وسنة نبينا بقول امرأة لاندري لعلها نسيت ام حفظت).

ب. قوله عليه السلام : اذا روى عني حديث فاعرضوه على كتاب الله ، فان وافق فاقبلوه وان خالف فردوه .

ج. الكتاب مقطوع فقدم على الخبر المظنون .

د. لو جاز تخصيصه به لجاز نسخه به بجامع تقديم الخاص .

مذکورہ بالا چاروں دلائل المحصول سے الفاظ کے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ التحصیل میں پیش کرنے کے بعد الارموی ان مانعین کے دلائل کے جوابات ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں:

الف . انه رد للتهمة بالكذب والنسيان.

ب. انه ينفي تخصيصه بالمتواتر، ولو قيل تخصيص الكتاب لا يكون على خلافه قلنا: كذلك ههنا

ج . ان خبر الواحد ترك به البراءة الاصلية اليقينية على ان الكتاب مقطوع المتن مظنون الدلالة ، والخبر بالعكس ، وايضا لمادل القاطع على وجوب العمل بخبر الواحد كان وجوب العمل مقطوعاً فاستويا..... والقائل ان يقول : في هذه الا وجه نظر .

قاضی الارموی کے ان جوابات کا تحقیقی تجزیہ :

قاضی الارموی نے کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ "المحصول" سے ذکر کرنے کے بعد جو ان کے جوابات دیئے وہ بالکل غیر مطابق اور غیر واضح ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی تائید اس سے بھی لائی جا سکتی ہے کہ جب جمال الدین اسنوی کے استاد امام بدرالدین محمد بن اسعد التستری نے ان اعتراضات کی وضاحت کا ارادہ کیا تو الارموی کے تینوں جوابات کو ان کلمات کے ساتھ پیش کیا۔ امام التستری نے کہا:

☆ لعله كانت بالنسبة للدليل الاول أن فاطمة بنت قيس لم تكن متهمة بالكذب . وقوله: اصدقت ام كذبت لايوجب تهمتها .

٭ وبالنسبة للدليل الثاني ان لا يلزم من ترك العمل بخبر الاحاد ترك العمل بالخبر المتواتر.

٭ لزيادة قوة المتواتر.

٭ وبالنسبة للثالث، فان البراءة الاصلية ربما يقدم عليها خبر الواحد لانها ليست من الادلة الشرعية.

نقد ۲۔ وہ قول کی نسبت تبدیل کر دیتے ہیں .... الارموی اپنی کتاب میں کبھی کبھار کسی قول کی نسبت امام ابو حنیفہ سے منتقل کر کے احناف کی طرف کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وہ دونوں نسبتوں کو برابر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مثلاً علت قاصرہ کے ساتھ عدم جواز التعلیل کے قول کو امام رازی نے المحصول میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا۔ لیکن قاضی الارموی نے کہا: " وجوزه الشافعي خلافا للحنفية "۔

نقد ۳۔ وہ الفاظ بدل کر اس کے متقارب الفاظ استعمال کرتے ہیں .... قاضی الارموی کہیں کہیں اجماع کے کلمہ کو بدل کر اس کی جگہ جمہور یا اس کے متقارب کوئی لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام رازی سے قیاس کو ادلہ میں شمار کرنے کے بارے میں منقول ہے:

"ان الدليل الرابع هو اجماع الصحابة على العمل به ثم عدد رهطا من الصحابة عملوا به، وهذا لا يسمى اجماعا عند عامة الاصوليين لانه نقل عن بعضهم انكار القياس وبعضهم حذر منه".

اس عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی نے اجماع کو تسلیم نہیں کیا مگر قاضی الارموی کہتے ہیں:

"ومعتمد الجمهور هو ان بعض الصحابة عمل بالقياس".

نقد ۴۔ امام رازی کے بعض اعتراضات کو حذف کر دیتے ہیں .... امام رازیؒ نے قاضی ابو بکر باقلانی سے منقول تعریف پر چھ اعتراضات کیے مگر قاضی الارموی نے ان میں سے پانچویں اعتراض کو حذف کر دیا اور صرف پانچ اعتراضات پر اکتفا کیا۔ اور حذف کردہ اعتراض یہ ہے: ان كلمة أو للابهام وما ية كل شئى معينة، والا بهام ينافي التعيين" (کلمہ اَو ابہام کے لئے آتا ہے اور ہر شئی کی ماہیت معین ہے اور ابہام تعیین کے منافی ہے)۔ انہوں نے اس اعتراض کو اس کے ضعف کی وجہ سے حذف کیا کیونکہ اَو بیشتر ابہام کے لئے آتا ہے۔

نقد ۵۔ وہ "المحصول" کی تقسیم سے ہٹ جاتے ہیں .... اسی طرح وہ اختصار میں تقسیمات کتاب سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ ابواب کو فصول سے اور فصول کو مسائل سے بدل دیتے ہیں۔ اگرچہ اس میں امام رازی کی مکمل افکار موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً امام رازی نے لغات کے کلام کو ابواب میں تقسیم کیا مگر قاضی الارموی نے فصول میں تقسیم کیا اور اس کے تحت مسائل منا اور لغات کی پوری بحث کو ایک ہی باب میں پیش کیا۔

نقد ۶۔ انہوں نے المحصول کے ابتدائی مقدمات میں کمی کی .... محصول کی ابتداء میں امام رازی نے دس مقدمات ذکر کیے لیکن قاضی الارموی نے التحصیل میں صرف چھ بیان کیے۔ واضح رہے کہ انہوں نے اس میں سے

کچھ حذف نہیں کیا مگر بعض کو بعض میں ضم کر دیا[1]۔ الغرض یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ان کا مسلک تھا جس کے مطابق انہوں نے اس کتاب کو مرتب، منقسم و مدون کیا، اس سے ان کے منہج کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

کتاب التحصیل کے چند معائب :

الارموی کی التحصیل جہاں محاسن اور امتیازات سے عبارت ہے وہاں ان کے مسلک اختصار میں ایک دوسرے زاویہ سے دو عیوب بھی پائے گئے ہیں جن کا ذکر تحقیر کے لئے نہیں صرف علم کے لئے ضروری ہے اور ان کے ذکر سے ان کی شان اور خدمات میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۔ الارموی نے بعض جگہ "المحصول" سے تعریف نقل کر کے اس میں تصرف کیا حالانکہ تعریفات منسوبہ میں کسی قسم کا کوئی تصرف درست نہیں ہوتا۔ اس کو اصل سے من وعن نقل کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی نے قیاس کی جو تعریف کی وہ "المحصول" میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

"حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما اونفیه عنهما بامر جامع بینهما من حکم او صفة او نفیهما عنهما"۔

قاضی سراج الدین الارموی نے قاضی باقلانی کی یہ تعریف "المحصول" سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی

"حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما اونفیه عنهما بجامع حکم او صفة اونفیهما"۔

دونوں تعریفات کا تجزیہ :

بلاشبہ دونوں تعریفات کے مدلول متقارب ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ قاضی الارموی کی تعریف میں اشد اختصار ہے مگر اس کے باوجود بھی منقول و منسوب تعریفات میں ادنی تصرف بھی درست نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح قاضی الارموی نے کہا کہ علماء نے فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی :

" العلم بالاحکام الشرعیة العملیة التی لایعرف بالضرورة کونها من الدین اذا حصل بالاستدلال علی اعیانها"۔

مگر امام رازی کی المحصول میں فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

" العلم بالاحکام الشرعیة العملیة المستدل علی اعیانها بحیث لا یعلم کونها من الدین ضرورة"۔

قاضی الارموی نے یعلم کا لفظ تعریف میں بدل دیا۔

۲۔ قاضی الارموی بہت سے مقامات پر بغیر مجاب عنہ کے ذکر کئے کہتے ہیں : والجواب عن "أ" مگر جب اس سے قبل عبارات میں "أ" تلاش کیا جائے تو یہ نشان نظر نہیں آتا تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس کا جواب ہے۔ مثلاً

[1] تحقیق مقدمہ علی التحصیل عبدالحمید ابوزنید۔ ص ۱۳۲۔ ۱۳۷، ملخص۔

قولہ: احتجوا (القائلون بان الکفار غیر مخاطبین بفروع الشریعۃ) بان الصلاۃ مثلا لا یجب علیہ بعد الاسلام وفاقاً ولا قبلہ لا متناعہ ، ولانھا وجبت لوجب قضاؤھا کالمسلم بجامع تدارک المصلحۃ .

والجواب عن :

ا: ان ما ذکرتم لا ینفی العقاب علی ترکھا .

ب: النقض بالجمع ، والفرق (ان وجوب القضاء علیہ تنفیر لہ عن الاسلام) .

یہاں سے دلیل اول "آ" کا جواب دیا اور دوسری دلیل کا "ب" سے جواب دیا مگر دونوں دلیلوں کے شروع میں یہ علامات موجود نہیں تھیں[1]

الغرض نقد آسان ہے اور کام کرنا بہت مشکل بات ہے۔ ان چند باتوں کے ذکر سے آپ کی عظمت وشان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ آپ ایک عظیم کام کے خالق ہیں فن ولغت کے امام تھے۔ کم الفاظ میں زیادہ معنی کے اظہار پر قدرتِ کاملہ رکھتے تھے اس سے کم الفاظ وکلمات میں کما حقہ اختصار ممکن ہی نہیں ہوتا۔ چونکہ اختصار میں ان کے اصل معانی ومراد کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دیگر مختصرات کے مقابلہ میں "التحصیل" تعقید لفظی اور ترتیب کی پیچیدگیوں سے خالی ہے۔

"التحصیل" سے مستفید ہونے والے چند مشہور اصولیین :

بلاشبہ التحصیل ایک عمدہ کتاب ہے جو اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی اس عمدگی اور اہمیت کی وجہ سے بہت سے مشہور ومعروف اصولیین نے اپنی کتب کی تالیف میں اس سے مدد حاصل کی۔ چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل ہیں۔

☆ صفی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم الہندی الارموی شافعی : متکلم اشعری ، اصولی ، شارح "المحصول" ہیں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں مگر قاضی سراج الدین الارموی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے "المحصول" کی اس شرح میں التحصیل سے ضرور استفادہ رہا ہوگا۔ صفی الدین ہندی کی کتاب سے امام شوکانی نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر نقل کیا ہے۔

☆ امام جمال الدین الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ نے "نہایۃ السول" میں تقریباً ہر مسئلہ میں ان کا نام ذکر کیا۔

☆ امام بدخشی نے بھی قاضی بیضاوی کی منہاج کی شرح "مناھج العقول" میں چند مقامات میں التحصیل سے استفادہ نقل کیا۔

☆ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی متوفی ۶۷۸ھ نے بھی التحصیل سے نقل کیا ہے۔

☆ امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری الشیبی متوفی ۷۳۲ھ نے بھی اس کتاب سے خوب مدد لی۔ شارح مختصر ابن حاجب اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" میں کثرت کے ساتھ التحصیل سے نقل لاتے ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق۔ ص ۱۳۵۔۱۴۰

یہ کتاب "التحصیل" کی مکمل شرح نہیں بلکہ صرف ان چند خاص مقامات کی توضیح ہے جہاں ابہام پیدا ہوتا ہے ۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب مصریہ میں اصول فقہ ۱۲۴ م میں موجود ہے ۔

مذکورہ بالا میں سے شیخ جمال الدین اسنوی اور آخر الذکر امام بدر الدین التستری نے التحصیل کو بہت زیادہ اہمیت دی اور اس سے کثرت و اہتمام کے ساتھ نقل استفادہ و استعانت لی ۔

شارح مختصر ابن حاجب نے اپنی کتاب حل عقد التحصیل میں ذکر کیا کہ انہوں نے یہ کتاب صدر اعظم احمد بن علی البنانی کے لئے تصنیف کی تھی اور اس میں قاضی سراج الدین الارموی کے معظم اعتراضات پر بحث کی اور پیدا ہونے والے بہت سے ابہام کو اختصار کے ساتھ حل کیا ۔ اپنی اس کتاب کی تالیف کا سبب اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" کے مقدمہ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

" قد ساقني القدر الى ان صرفت بعض زمن من التحصيل في البحث في كتاب التحصيل للقاضي العلامة سراج الدين محمود الارموي رحمه الله فوجدته مشتملا على فوائد هذه الصناعة ، وعيون قلائد هذه البضاعة ، متضمنا لا قسام الحسن والكمال ، مستحقا لصرف الهمة اليه في الايام والليالي لما فيه من حسن النظم مع صغر الحجم ، واختصاصه بايرادات لطيفة ونكات طريفة من قبله مكملة تدل على جودة قريحة موردها وكثرة تحقيقه و قوة مظنته وشدة تدقيقه ، غير ان المحققين في هذا الاقطار احجموا عن تدريس ، والمشتغلين في هذا الديار عن تحصيله ، لما فيه من المواضع الصعبة واللطائف الغريبة والمضايق المغلقة والمواقف العميقة ، فاجبت بعد استدعاء المحققين والتماس المشتغلين ان اكشف القناع عن وجوه مخدرات لا تغني عن التدقيق في الانظار . وارفع الحجاب عما يفتقر الى التعمق في الافكار ....".

(اللہ کی توفیق سے میں نے کچھ وقت قاضی علامہ سراج الدین الارموی " کی کتاب التحصیل کے سیکھنے میں صرف کیا تو میں نے اس کو فن کے فوائد اور اعلیٰ ترین انواع پر مشتمل پایا جو حسن و کمال کی اقسام پر محیط تھی اور اس بات کی مستحق تھی کہ دنوں اور راتوں اس کی طرف کوشش صرف کی جائے باوجود صغیر الحجم ہونے کے حسن نظم رکھنے اور لطائف کے ورود سے مختص ہونے اور نکات جلیلہ پر مشتمل ہونے کے ۔ یہ بات اس کی عمدگی و کثرت تحقیق پر دلالت کرتی ہے اس میں شدت تدقیق ہونے کی وجہ سے محققین نے ان شہروں میں اس کی تدریس اور تحصیل کی پابندی لگا دی اور بسبب اس میں پائے جانے والے مشکل مقامات اور غیر معلوم لطائف کے اور تنگ راستوں کی بنا پر اور گہری نظر پائے جانے کے ..... میں نے محققین کی درخواست اور طالبین کے التماس کو قبول کیا کہ میں اس کتاب کی پوشیدہ چہرے سے پردہ اٹھاؤں جو بحث میں دقت و تعمق کو مانع نہیں ہے اور یہ کہ میں پردہ اٹھاؤں اس سے جو فکر میں گہرائی کی محتاج ہے)

ابن المنیر مالکی (۶۲۰ھ۔۶۸۳ھ)[1]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، مفسر، ادیب، شاعر، خطیب، کاتب، قاری، المقری محدث الروایۃ تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم امام ابن حاجب سے حاصل کی۔ ابن حاجب سے شرف ملاقات سے قبل ہی فقہ میں ان کی کتاب مختصر ابن حاجب اور اصول میں ان کی مختصر دونوں حفظ کرلی تھیں۔ ابن حاجب نے انہیں فتوے کی اجازت دے دی تھی۔ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے تھے:

"ان مصر تفتخر برجلین فی طرفیها : ابن المنیر بالا سکندریه . وابن الدقیق العید بقوص".

(مصر اپنے دونوں اطراف میں دو آدمیوں پر فخر کرتا ہے اور وہ اسکندریہ میں رہنے والے ابن المنیر اور قوص میں رہنے والے ابن دقیق العید ہیں)

مؤلفات و اصولی آراء.........اصول فقہ پر آپ کی کسی باقاعدہ تصنیف کا علم نہیں ہوسکا جبکہ دیگر فنون پر آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے دوران قاری ان میں اصولی روح جھلکتی دیکھتا ہے جو آپ کے علم اصول میں ایک خاص مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً "المقتفی فی ایات الاسراء" ان کی ایک عمدہ کتاب ہے جس میں عمدہ استنباطات کئے گئے ہیں۔ "کتاب الانتصاف من الکشاف" ان کے زمانہ شباب کی تالیف ہے اس پر عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ القرافی شیخ شمس الدین الخسرو کی تقریظ ہے۔ مختصر التہذیب فی التفسیر، کتابات علی تراجم البخاری وغیرہ کے مصنف ہیں۔ ایک ماہر اصولی تھے، قاری ان کی کتب میں اصولی روح رواں دواں دیکھتا ہے اور عمدہ جدلی اسلوب اور طویل کلامی بحث پاتا ہے جو آپ کے علم الاصول میں اعلیٰ مقام و قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں البتہ اصول فقہ میں آپ کی آراء نقل کی گئی ہیں۔

اصولی آراء:

"قوله : اذ ظهر للتخصيص فائدة جليلة سوى مفهوم المخالفة وجب المصير الى هذا الفائدة وسقط التعلق بالمفهوم ، وضرب لذلک مثلاً قول الله تعالى (فان كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترک . وان كانت واحدة فلها النصف) فلو ذكر القران ان الاثنتين لهما الثلثان وان الواحدة لها النصف لتوهم ان الاكثر من الاثنتين لهما اكثر من الثلثين . فالنص على ان مافوق الاثنتين لهما الثلثان لرفع هذا الوهم ،ولا مفهوم لكلمة "فوق"[2]

---

[1] ابوالعباس احمد بن محمد بن منصور بن ابوالقاسم بن مختار بن ابی بکر بن علی ناصرالدین (۶۲۳/۱۲۸۴م) ابن المنیر سے مشہور تھے۔ الجروی الجذامی الاسکندری اسکندریہ میں وفات پائی۔

[2] مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ، ۱۹۹/۴۔ حیدرآباد دکن طبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ، الفتح المبین ۲/۸۴۔۸۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۳ (۱۷۷)

شہاب الدین قرافی مالکی (۶۲۶ھ/۶۸۴ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ شیخ عز الدین بن عبدالسلام، ابن حاجب اور قاضی القضاۃ شمس الدین ابوبکر الادریسی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ آپ کے زمانے میں ریاستِ مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی، متعدد جامع کتب کے مصنف تھے۔ قاضی القضاۃ تقی الدین بن شکر فرماتے ہیں :

"اجمع الشافعیہ والمالکیہ علی ان افضل اهل القرن السابع بالدیار المصریہ ثلاثۃ : القرافی بمصر القدیمہ وابن المنیر بالاسکندریہ وابن دقیق العید بالقاهره وکلهم مالکیہ الا ابن دقیق العید فانہ جمع بین المذهبین"۔

(شافعیہ اور مالکیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دیارِ مصر میں ساتویں صدی ہجری کے اشخاص میں سے تین کو فضیلت حاصل ہوئی ہے : قرافی کو مصر قدیمہ میں، ابن المنیر کو اسکندریہ میں اور ابن دقیق العید کو قاہرہ میں۔ سوائے ابن دقیق العید کے سب مالکی ہیں اور بلاشبہ وہ (ابن دقیق) جامع المذہبین تھے)

صفدی نے لکھا :

"وکان مالکیا اماما فی اصول الفقہ ... وصنف فی اصول الفقہ الکتب المفیدة وافاد واستفاد منہ الفقهاء ....."[2]

(وہ اصول فقہ میں مالکی امام تھے اور انہوں نے اصول فقہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے فقہاء نے افادہ و استفادہ کیا)

اس کے بعد صفدی نے ان کی کتابوں کی تفصیلات بیان کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول ۲۔ شرح تنقیح الفصول

۳۔ شرح المحصول للرازی ۴۔ العقد المنظوم فی الخصوص والعموم

۵۔ العموم ورفعہ ۶۔ التعلیقات علی المنتخب ۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق

امام قرافی کی اصول فقہ میں کتب کا تعارف اور تحقیقی تجزیہ :

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول :

دراصل "التنقیح الفصول" ان کی کتاب "الذخیرہ فی الفقہ" کا مقدمہ ہے۔ جس میں انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا ہے اور قاضی عبدالوہاب مالکی کی کتاب الافادہ کے مسائل سے اضافہ بھی شامل کیا ہے اور اس کو سو فصلوں اور بیس ابواب میں مرتب کیا۔

---

[1] ابو العباس، شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن یلیین الصنہاجی مصری (۱۲۲۸ء ۔ ۱۲۸۵ء)۔ قرافی سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔ [2] الوافی بالوفیات ۶/۲۳۳۔۲۳۴ (۲۷۰۸)

۲۔ شرح تنقیح الفصول :

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ اول الذکر کتاب کی شرح ہے۔ یہ کتاب مطبعہ الخیریہ قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں ۳۱۸ صفحات میں چھپ چکی ہے اس کے حاشیہ پر شرح المحلی علی الورقات ہے اس پر العبادی کا حاشیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۹۳ھ میں ۴۶۴ صفحات میں طٰہٰ عبدالرؤف سعد کی تبویب تنسیق و تحقیق کے ساتھ شرکہ طباعت الفنیہ المتحدہ والعباسیہ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔[۱]

کتاب "تنقیح الفصول" کی دیگر شروح :

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراکشی متوفی ۷۲۳ھ نے شرح تالیف کی۔[۲]

۲۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ الیزلیطی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ/۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ) معروف بہ الحلولو القیروانی نے اس کی شرح لکھی۔[۳]

۳۔ حسن بن علی الراجراجی الشوشاوی (متوفی نویں صدی ہجری) نے شرح لکھی۔[۴]

۴۔ داؤد بن علی بن محمد القلشانی متوفی ۹۰۲ھ۔[۵]

تنقیح الفصول پر تقییدات...........احمد بن عبدالرحمٰن التادلی الفاسی متوفی ۱۰۱۳ھ نے "کتاب تقییدات مفیدۃ علی تنقیح القرافی" تالیف کی۔[۶]

تنقیح الفصول کا اختصار...........ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے اس کا اختصار لکھا اور اس کا نام "اقلید الاصول" رکھا۔[۷]

۳۔ "شرح المحصول" للفخر الرازی :

امام قرافی نے امام رازی کی المحصول کی شرح لکھی جس کا نام "نفائس الاصول فی شرح المحصول" رکھا۔ قرافی نے اس شرح کی امتیازی خصوصیات کو اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جس کے مطابق انہوں نے اس تصنیف میں متقدمین و متاخرین میں سے اہل سنت، معتزلہ اور ارباب مذاہب اربعہ کی تقریباً تیس مصنفاتِ اصولیہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے آپ کو "المحصول" کے مشکل کو بیان کرنے اور اس کے مُہمل کی تقیید کرنے اور اس کی فہرستِ مسائل میں کمی کو ضبطِ تحریر میں لانے اور اس کے متن پر وارد سوالات کے جوابات دینے میں ملتزم رکھا۔ محقق محصول طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے ان کے اس مقدمہ کے ان مشتملات پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال کیا :

۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹
۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸، الفتح المبین ۲/۱۲۴-۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۱۶۴-۱۶۵ (۱۶۳)
۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۶، کشف الظنون ۱/۴۹۹، معجم المؤلفین ۱/۲۷۰، الفتح المبین ۳/۳۴، الضوء اللامع ۱/۲۶۰، شجرۃ النور الزکیہ ۱/۲۵۹، توشیح الدیباج۔ ص ۵۲، ایضاح المحصول مع کا تحقیقی مقدمہ عبدالکریم بن علی۔ ص ۳۸۔
۴۔ معجم الاصولیین ۲/۴۷ (۴۷۹)
۵۔ معجم الاصولیین ۲/۱۰۱ (۳۳۹)، بحوالہ الضوء اللامع ۳/۲۱۵-۲۱۶، نیل الابتہاج ۱۱۷۔
۶۔ الفتح المبین ۲/۱۰۲، معجم الاصولیین ۱/۱۳۰ (۹۹)
۷۔ الفتح المبین ۲/۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/۳۷-۳۸ (۱۷)

"والمحق: أن في هذا الشرح كثيراً من الفوائد الاصولية العامة، ولكنه كثيرا مايفوته مراد الامام وقصده فيكثر من ايرادما لايورد عليه، ويحمل كلامه على غير محمله وهو شرح كبير يقع في ثلاث مجلدات كبار تبلغ مايقارب (١٨٠٠) صفحة وله نسخة خطية في دار الكتب المصريه تحت رقم (٢٧٤)"[1]

(اور یہ بات بالکل درست ہے کہ بلاشبہ اس شرح میں بہت سے عام فوائد اصولیہ ہیں مگر بہت سے مقامات میں شارح امام کے مقصد و مراد سے ہٹ جاتے ہیں اور بہت سے ایسے اعتراضات لے آتے ہیں جو ان پر سرے سے وارد ہی نہیں ہوتے۔ اور اسی طرح وہ امام کے کلام کو اس پر محمول کر دیتے ہیں جس کا انہوں نے ارادہ نہیں کیا ہوتا۔ یہ ایک بڑی شرح ہے جو تین بڑی مجلدات میں ہے جس کے صفحات ۱۸۰۰ کے قریب ہیں اور دار الکتب المصریہ میں ۲۷۴ نمبر کے تحت اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے)

آغاز یوں ہوتا ہے: الحمد لله الذي تفرد في علم الوهية بكمال المجد و العلاء. الخ

تیسری جلد کے اختتامی کلمات یہ ہیں:

"بحمد الله وتوفيقه كمل الجزء الثالث، وهو نفائس الاصول في شرح المحصول"

"نفائس الاصول المحصول" کی طرح اس کے مختصرات، ضیاء الدین کی "المنتخب"، تاج الارموی کی "الحاصل"، سراج الارموی کی "التحصيل" اور التبریزی کی "التنقیح" کی بھی شرح ہے اسی طرح مصنف نے اس کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ جامعہ امام ریاض کے تین طلبہ نے اس پر تحقیق کی، ان میں سے عبدالکریم النملہ نے اس کے پہلے جزء پر تحقیق مکمل کر کے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے[2]

۴۔ العقد المنظوم في الخصوص والعموم:

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے مقدمہ سے تلخیص کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کہا:

"لم اجد في كتب الاصول وغيرها من صيغ العموم الا نحو عشرين صيغة، ومقتضى ذلك ان يكون اكثر، ووجدت مسمى العموم في اللغة خفيا جدا، ووجدتهم يعدون المخصصات اربعة ووجدتها نحو العشرة ووجدتهم يسوون حمل المطلق على المقيد وغير ذلك مجمعة وبينت فيه ماهو الحق ورتبه على خمسة وعشرين بابا"[3]

(میں نے کتب اصول وغیرہ میں عموم کے تقریباً بیس صیغے پائے اور اس کا تقاضہ ہے کہ یہ اس سے زیادہ ہوں اور میں نے لغت میں عموم کا مسمی بہت خفیف پایا۔ اور میں نے ان لوگوں کو چار تخصصات شمار کرتے ہوئے پایا اور میں نے اس کو تقریباً دس پایا۔ اور وہ لوگ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کو برابر سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر باتیں ہیں اور میں نے اس میں بیان کیا جو کچھ حق تھا اور میں نے اس کو پچیس ابواب پر مرتب کیا)

اس کتاب پر احمد سراختم عبداللہ نے تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۴ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے[4]

---

1. المحصول پر محقق طہ جابر فیاض علوانی کا تحقیقی مقدمہ۔ ص ۶۰
2. معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۶۰)
3. کشف الظنون ۲/۱۱۵۳
4. معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۶۰)

۵۔ العموم ورفعه :

صاحب الدیباج نے قرافی کی کتب میں ایک کتاب "العموم ورفعه" کا بھی ذکر کیا ہے، شاید اس سے "العقد المنظوم" ہی مراد ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی علیحدہ کتاب ہو[1]۔ اگر اس کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو یہ ان کی اصول پر پانچویں کتاب ہے۔

۶۔ والتعلیقات علی المنتخب لفخر الدین رازی :

۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق :

حمد وصلاۃ کے بعد امام قرافی الفروق میں فرماتے ہیں ۔

"واما بعد) فان الشريعة المعظمة المحمدية زاد الله تعالىٰ منارها شرفا وعلوا اشتملت على اصول و فروع واصولها قسمان احدها المسمى باصول الفقه وهو في غالب امره ليس فيه الاقواعد الاحكام الناشئه عن الالفاظ العربية خاصة وما يعرض لتلك الالفاظ من النسخ والترجيح ونحو الامر للوجوب والنهي للتحريم والصيغة الخاصة للعموم ونحو ذلك وما خرج عن هذا النمط الاكون القياس حجة وخبر الواحد وصفات المجتهدين والقسم الثاني قواعد كلية فقهية جليلة كثيرة العدد عظيمة المدد مشتملة على اسرار الشرع وحكمه لكل قاعدة من الفروع في الشريعة مالا يحصى ولم يذكر منها شئي في اصول الفقه ".[2]

(اما بعد : بلا شبہ شریعتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے شرف، بلندی اور عظمت میں اضافہ فرمایا ہے۔ وہ اصول وفروع پر مشتمل ہے اس کے اصول دو قسموں پر ہیں، پہلی قسم کا نام اصول فقہ ہے جو بہت زیادہ ہیں اور لغتِ عربیہ کے الفاظ کے ساتھ ان کا تعلق ہے کیونکہ قواعد الاحکام الفاظ عربیہ سے خارج نہیں ہو سکتے اور ان میں الفاظ کا نسخ، ترجیح اور الامر للوجوب اور النہی للتحریم اور عموم کے لئے خاص صیغہ ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ ہاں البتہ قیاس کا حجت ہونا، خبرِ واحد اور مجتہدین کی صفات کا تعلق اس قسم سے نہیں ہوتا۔ اور اصول کی دوسری قسم قواعد کلیہ فقہیہ پر ہے جو تعداد اور مساعدت میں زیادہ ہیں شریعت کے اسرار پر مشتمل ہیں۔ شریعت میں فروع کے ہر قاعدے کا الگ حکم ہے جن کا شمار ممکن نہیں اور اس دوسری قسم میں سے کچھ بھی اصول فقہ میں بیان نہیں کیا جاتا)

کتاب "الفروق" میں قواعد فقہیہ کی تعداد :

امام قرافی فرماتے ہیں :

"وسميته لذلك انوار البروق في انواء الفروق .. وجمعت فيه من القواعد خمسماة وثمانية واربعين قاعدة اوضحت كل قاعدة بما يناسبها في الفروع".[3]

---

[1] الدیباج ۱۲۸۔۱۲۹ [2] الفروق الامام قرافی۔ص ۱/۲۔۳، بیروت دار المعرفة [3] الفروق۔ص ۱/۴

(اور اسی لئے میں نے اس کتاب کا نام انوار البروق فی انواء الفروق رکھا۔ ۔ ۔ اور میں نے اس میں قواعد میں سے پانچ سو اڑتالیس قاعدے جمع کئے۔ میں نے فروع کے ہر قاعدے کی اس کی شایانِ شان وضاحت کی)

مظہر بقا نے صاحب کشف الظنون کی اتباع میں ان قواعد فقہیہ کی تعداد پانچ سو چالیس بتائی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"ولہ کتاب " انوار البروق فی انواء الفروق، جمع فیہ خمسمائۃ واربعون قاعدۃ من القواعد الفقہیۃ وھو من اجمل الکتب فی موضوعہ".

(اور انوار البروق فی انواء البروق فی انواء الفروق ان کی کتاب ہے اس میں قواعد فقہیہ میں سے پانچ سو چالیس قاعدے جمع کئے گئے ہیں اور وہ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے)

ہوسکتا ہے کہ کاتب کی غلطی سے قواعد فقہیہ کی تعداد میں فرق ہو گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم [1]

کتاب "الفروق" پر حواشی:

۱۔ سراج الدین ابو القاسم بن عبداللہ الانصاری معروف بہ ابن الشاط نے " ادرار الشروق علی انواع الفروق " کے نام سے حاشیہ لکھا۔

۲۔ شیخ محمد علی ابن المرحوم شیخ حسین مفتی المالکیہ نے "تھذیب الفروق والقواعد السنیۃ فی الاسرار الفقہیۃ " کے نام سے حاشیہ لکھا۔

کتاب "الفروق" اپنے دونوں مذکورہ بالا حواشی کے ساتھ تین مجلدات اور چار اجزاء میں بیروت، دار المعرفۃ سے چھپ چکی ہے۔

کتاب "الفروق" کا اختصار:

ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۷۰۷ھ نے "مختصر فروق القرافی " تالیف کیا۔ البقوری امام قرافی کے شاگرد تھے۔

الدیباج میں یہ عبارت مذکور ہے:

"ولہ کلام علی کتاب شہاب الدین القرافی فی الاصول ". [2]

(اور اصول میں شہاب الدین قرافی کی کتاب پر انہوں نے تبصرہ کیا ہے)

الغرض امام قرافی نے اصول فقہ میں عظیم خدمات انجام دیں اور بے شمار مورخین نے ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۹۳ (۹۰)، کشف الظنون مگر نام انوار البروق فی انواع الفروق ہے ۱/۱۸۶۔

[2] الفتح المبین ۲/۱۰۵، الدیباج۔ ص ۳۱۰

[3] کشف الظنون ۲/۱۱۵۳، الدیباج ۱۲۸۔۱۲۹، ہدیۃ العارفین ۵/۹۹، الفتح المبین ۲/۸۶، معجم الاصولیین ۱/۹۲ (۹۰)، بحوالہ طبقات السبکی ۳/۱۷۲، روضات الجنات ۱/۳۳۱، ۳۳۷۔

ابو اسحاق الوزیری (متوفی ۶۸۴ھ)

انہوں نے کتاب "التحصول فی الاصول" تالیف کی۔[1]

محمد بن عبداللہ القفصی (متوفی ۶۸۵ھ یا ۷۳۶ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ تاریخ وفات ۷۳۶ھ کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر، محدث، ادیب، نحوی، مفتی اور قاضی تھے۔ شیراز کے قاضی رہے مگر شدت حق کی وجہ سے عہدہ چھوڑ کر واپس تبریز چلے گئے اور اپنے علم و معارف سے تشنگانِ علم کو سیراب کرنے لگے۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ شرح المنتخب فی اصول الفقہ، للامام فخر الدین رازی۔[3]

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول، اس شرح کا نام "مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام" ہے۔ آغاز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، الحمدللہ الذی ھدانا الی مناھج الحق"۔ ابن حاجب کا انتقال ۶۴۶ھ میں ہوا۔[4]

۳۔ مناھج الوصول الی علم الاصول، یہ کتاب دراصل تاج الدین محمد بن حسین الارموی شافعی متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب "الحاصل" کا اختصار ہے۔ اور الحاصل بذاتِ خود امام رازی متوفی ۶۰۶ھ کی کتاب "المحصول" کا اختصار ہے۔[5]

۴۔ شرح منہاج الوصول، شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالاتِ زندگی میں اس شرح کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔[6]

منہاج الوصول الی علم الاصول کا تحقیقی تجزیہ : یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات کتب پر مشتمل ہے۔ جس کا ابتدائیہ ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے: "تقدس من تمجد بالعظمة والجلال"۔ پھر کہا :

"ان کتابنا ھذا (یسمی) منہاج الوصول الی علم الاصول الجامع بین المشروع والمعقول والمتوسط بین الفروع والاصول الخ"۔

۱۔ ابو اسحاق امام ابراہیم بن اسحاق بن المظفر بن علی الوزیری المصری ایضاح المکنون ۴/۱۹۳، ہدیۃ العارفین ۱۲/۵۔

۲۔ ابو الخیر ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی البیضاوی متوفی ۱۲۸۶ء۔ فارس (تبریز) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ مقدمہ حاشیہ شہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۱/۴۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۴ ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵

۶۔ مقدمہ حاشیہ شہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۱/۴

(ہماری یہ کتاب (جس کا نام) "منهاج الوصول الی علم الاصول" ، فروع اور اصول میں متوسط جبکہ شروع، اور معقول کے بیان میں جامع ہے)

علامہ اسنوی کی کتاب "منہاج الوصول" کے تعارفی کلمات یہ ہیں :

"اعلم ان المصنف اخذ كتابه من الحاصل للفاضل تاج الدين الارموى والحاصل اخذه مصنفه من المحصول للامام الفخر الدين والمحصول استمداده من كتابين لايكاد يخرج عنهما غالبا احدهما المستصفى لحجة الاسلام الغزالى والثانى المعتمد لابى الحسن البصرى حتى رايته ينقل منهما الصفحة اوقريبا منها بلفظها وسببه على ماقيل انه كان يحفظهما" [1]

(جان لو کہ بلاشبہ مصنف نے اپنی اس کتاب کو الارموی کی الحاصل سے اخذ کیا ہے اور الحاصل کو اس کے مصنف نے (امام) فخر (الدین رازی) کی کتاب "المحصول" سے اخذ کیا اور المحصول دو کتابوں سے مستمد ہے۔ امام رازی زیادہ تر دو کتابوں پر تکیہ کرتے ہیں، وہ جن دو کتابوں سے باہر نہیں نکلتے ان میں سے ایک (امام) غزالی کی المستصفی اور دوسری (امام) ابوالحسن بصری کی المعتمد ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھا کہ ان دونوں کتابوں سے صفحہ یا قریب الصفحہ لفظ بلفظ منقول ہوتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ امام رازی کو دونوں کتابیں حفظ تھیں)

علماء اور بالخصوص شوافع علماء جن کتب کی شروح، اختصارات، ان کی احادیث کی تخریج، ان کی لغات کے بیان اور نظم وغیرہ کی طرف ملتفت رہے۔ ان میں سے ایک کتاب "منهاج الوصول الی علم الاصول" ہے۔

کتاب "منہاج الوصول" پر لکھی جانے والی شروح : تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شرح منهاج الوصول : قاضی بیضاوی نے خود اپنی کتاب کی شرح لکھی۔ شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالات میں اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کیا۔

۲۔ معراج الوصول فی شرح منهاج الاصول : شیخ مجد الدین محمد ابی بکر الاّ یکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ) نے یہ شرح لکھی۔ یہ ایک مختصر شرح ہے، ابتدائی الفاظ یہ ہیں: "سبحانک اللهم یاواجب الوجود" [2]

۳۔ تقی الدین سبکی کے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ بن محمود جزری شافعی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۶ھ) نے بھی شرح لکھی تھی [3]۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قاضی بیضاوی نے خود کوئی شرح لکھی تھی تو اس صورت میں آخری الذکر دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو منہاج کی پہلی شرح ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

---

[1] نہایۃ السول، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ، ۱/۱۰-۱۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء

[2] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، کتب خانۃ المصریہ فہرست الکتب العربیۃ ۲/۲۶۵، مصر مطبعۃ العثمانیۃ ۱۳۰۵ھ

[3] ہدیۃ العارفین ۲/۱۴۲، الفتح المبین ۲/۱۱۷

۴۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی (متوفی ۷۰۷ھ) نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ماہِ رجب کے اواسط میں ۷۰۳ھ میں فارغ ہوئے۔[1]

۵۔ غیاث الدین محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی البغدادی الواسطی شافعی متوفی ۷۱۸ھ یا ۷۹۷ھ معروف بابن العاقولی نے شرح تالیف کی۔[2]

۶۔ محمد بن اسعد التستری شافعی ہمدانی (متوفی ۷۳۲ھ) نے شرح لکھی۔[3]

۷۔ نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول، امام جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ نے مذکورہ نام سے متوسط الحجم شرح لکھی۔ اعتراضات کی کثرت ہے مگر سہل العبارۃ کتاب ہے۔ اس کی تالیف کا آغاز ۷۴۰ھ میں کیا اور ۷۴۱ھ میں فراغت پائی، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔[4]

اسنوی کی شرح پر حواشی :

(۱) امام محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن جماعۃ متوفی ۸۱۹ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔[5]

(۲) شیخ الاسلام سراج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن البلقینی متوفی ۸۸۹ھ نے حاشیہ لکھا۔[6]

(۳) شیخ محمد بخیت المطیعی حنفی مولود ۱۲۷۱ء نے سلم الوصول الی نہایۃ السول کے نام سے حاشیہ لکھا۔[7]

اسنوی کی شرح پر تعلیقہ : شمس الدین محمد ابن العماد متوفی ۸۶۷ھ نے اس پر تعلیقہ لکھا جس میں اپنے والد شہاب ابن العماد سے کافی نقل کی۔[8]

۸۔ سید برہان الدین عبیداللہ بن محمد الفرغانی العبری متوفی ۷۴۳ھ نے شرح لکھی۔ یہ منہاج کی احسن وانفع شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد للہ الذی اعلی معالم الاسلام وبین لطرق المعاش والمعاد قوانین الشرع والاحکام"۔[9]

العبری کی شرح پر حاشیہ : قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعۃ متوفی ۸۱۹ھ نے ان کی اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔[10]

۹۔ قاضی عبداللہ بن محمد العبیدلی التبریزی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح لکھی۔

۱۔ ایضاح المکنون ۲/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۵۷۴، معجم الاصولیین ۲/۲۰۶ (۳۳۰)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳، اس میں تاریخ وفات ۷۱۸ھ مذکور ہے جبکہ ۶/۱۷۵ میں ۷۹۷ھ مذکور ہے۔

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۳۷

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، حاجی خلیفہ نے جمال الدین اسنوی کی تاریخ وفات ۷۷۲ھ بتائی ہے۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۲/۱۸۲

۶۔ تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السول فی شرح المنہاج الوصول، جمال الدین اسنوی الشافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ۔ مں۔ ی۔ ج، قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

۷۔ حوالہ سابق ۸۔ حوالہ سابق ۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۹، الفتح المبین ۲/۱۳۹ ۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

۱۰۔ السراج الوھاج : مذکورہ نام سے امام فخر الدین ابوالمکارم احمد بن حسن بن یوسف تبریزی الجاربردی شافعی متوفی ۷۴۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : " الحمد للہ الذی خلق السموات والارض......" [۱]

السراج الوہاج پر حاشیہ : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے السراج الوہاج پر حاشیہ تحریر کیا۔[۲]

۱۱۔ نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول : اس نام سے نور الدین فرج بن محمد (بن ابی الفرج) الاردبیلی نے شرح لکھی۔ یہ شارح امام فخر الدین الجاربردی کے شاگرد ہیں جنھوں نے السراج الوھاج نامی شرح مذکورہ لکھی تھی۔[۳]

۱۲۔ شمس الدین ابی الثناء محمود بن عبدالرحمن بن احمد الاصفہانی شافعی متوفی ۷۴۹ھ نے شرح لکھی۔[۴]

۱۳۔ الابہاج، اس نام سے شیخ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الحمد للہ الذی أسس بنیان دینہ علی اثبت قواعد"۔

واضح رہے کہ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول " المسألۃ الرابعۃ وجوب الشئی مالا یتم الابہ وکان مقدوراً " تک کی شرح لکھ سکے تھے پھر ان کے بعد سے شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ایک جلیل القدر شرح ہے جو دو جلدوں میں مصر سے چھپ چکی ہے۔[۵]

۱۴۔(الف) عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاسوی شافعی متوفی ۷۶۴ھ نے شرح تالیف کی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔[۶]

۱۴۔(ب) فاضل المراغی نے شرح لکھی اور اسی شرح سے سید الحبری نے اپنی شرح میں بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔ شاید المراغی سے مراد ہارون بن عبدالولی بن عبدالسلام المراغی متوفی ۷۴۳ھ ہیں جو مختصر ابن حاجب کے بھی شارح ہیں۔

۱۵۔(الف) کافی المحتاج، سراج الدین عمر بن علی متوفی ۸۰۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح ابن الملقن شافعی سے مشہور ہیں یہ ایک متوسط الحجم شرح ہے۔[۷]

۱۵۔(ب) صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الابشیطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔[۸]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولیین ۱/۱۰۸، ۱۰۹ (۷۳)

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۲/۱۸۳ ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸ ۵۔ ہدیۃ العارفین ۲/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۶۸۔ ۲/۱۸۳

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، الفتح المبین ۲/۱۷۷ ۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۱ یہ کتاب مفتی مصر شیخ محمد بخیت کے مکتبہ میں موجود تھی۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۲

۱۶۔ شیخ یوسف بن حسن شیرازی تبریزی شافعی متوفی ۸۲۳ھ نے شرح لکھی۔

۱۷۔ شیخ امام شہاب الدین احمد بن عبداللہ الغزی شافعی متوفی ۸۲۲ھ نے شرح لکھی۔[1]

۱۸۔(الف) التحریر لما فی کتاب المنہاج من المعقول والمنقول : اس نام سے امام ولی الدین ابی زرعہ احمد بن عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۲۶ھ نے شرح لکھی۔[2]

۱۸۔(ب) ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف دمشقی متوفی ۸۳۳ھ نے شرح لکھی۔[3]

۱۹۔ علامہ محمد بن عبدالقادر السخاوی مقری معروف بہ ابن السکاکینی متوفی ۸۳۸ھ[4] اور نجم الدین محمد بن عبدالقادر الواسطی شافعی متوفی ۸۳۸ھ نے شرح لکھی۔[5]

۲۰۔ نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول : اس نام سے شہاب الدین احمد بن حسین بن علی بن یوسف الرملی معروف بہ ابن ارسلان شافعی متوفی ۸۴۴ھ نے دو جلدوں میں ایک مطول شرح لکھی۔[6]

۲۱۔ توضیح المبہم والمجہول فی شرح منہاج الاصول : اس نام سے سراج الدین ابوحفص عمر بن موسیٰ بن حسن ابن محمد القرشی المخزومی الحمصی شافعی متوفی ۸۶۱ھ نے شرح لکھی۔[7]

۲۲۔ الابہاج فی شرح المنہاج : اس نام سے احمد بن اسحاق شیرازی متوفی ۸۶۳ھ نے شرح لکھی۔ یہ ایک مجلد میں متوسط الحجم شرح ہے جسے انہوں نے علامہ عضد الاسلام ابی القاسم مسعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔[8]

۲۳۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر الاشیطی متوفی ۸۸۳ھ نے شرح لکھی۔[9]

۲۴۔ امام کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ نے ایک شرح لکھی۔ یہ ایک ضخیم و مطول شرح ہے۔[10]

۲۵۔ تیسیر الوصول الی منہاج الاصول : اس نام سے کمال الدین محمد بن محمد متوفی ۸۷۴ھ (جن کا ذکر ابھی گذرا ہے) نے شرح لکھی، یہ ایک مختصر شرح ہے۔[11]

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۸۷۹، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۵، ۱۵۶ (۱۰۸)

[2] دار الکتب الازہریہ میں موجود ہے جس کا نمبر (۸۲۵) ۱۲۳۳۱ اصول فقہ ہے۔ [3] ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۷

[4] تعارفی مقدمہ علی نہایہ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ مصری، طبع قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ [5] ایضاح المکنون ۴/ ۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۹

[6] کشف الظنون ۲/ ۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۲۶، طبقات الشافعیہ الاسدی [7] ایضاح المکنون ۴/ ۵۸۹

[8] حوالہ سابق، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۲ [9] معجم الاصولیین ۱/ ۹۷، ۹۸ (۶۵)

[10] ہدیۃ العارفین ۶/ ۲۰۶، الفتح المبین ۳/ ۴۳ [11] الفتح المبین ۳/ ۴۳

۲۶۔ سید عبداللہ بن محمد بن محمد متوفی ۸۹۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح، سید حاملا الایجی شافعی سے مشہور ہیں۔[1]

۲۷۔ علامہ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ بن احمد الطرابلسی شافعی متوفی ۸۹۵ھ معروف بابن زہرہ نے بهجة الوصول کے نام سے شرح لکھی۔[2]

۲۸۔ شیخ رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاردبیلی شافعی متوفی ۸۹۵ھ نے نہایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔ یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔[3]

۲۹۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالمعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی شافعی متوفی ۹۰۵ھ نے قطعه علی شرح المنهاج تالیف کیا۔[4]

۳۰۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر المکی الیافعی شافعی نے مدارک الاصول کے نام سے شرح لکھی، وہ اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔[5]

۳۱۔ ابوالحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن ابن احمد بن محمد البکری الصدیقی المصری متوفی ۹۵۲ھ نے "المطلب فی شرح المنهاج" اور "المغنی شرح اخر علی المنهاج" تالیف کی۔[6]

۳۲۔ شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی الانصاری شافعی متوفی ۱۰۰۴ھ نے نهاية المحتاج الی شرح المنهاج تالیف کی یہ شافعی الصغیر کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔[7]

۳۳۔ محمد بن النقیب البیرونی متوفی ۱۰۶۴ھ نے "فتح التجلی علی المنهاج والمحلی" تالیف کی۔ ایضاح المکنون کے مطابق "وهو حاشية على شرح المحلی للمنهاج" (وہ شرح المحلی للمنہاج پر حاشیہ ہے)۔[8]

۳۴۔ ابوالضیاء نورالدین علی بن علی الشبر املسی المصری شافعی متوفی ۱۰۸۷ھ نے "شرح منهاج الاصول لشمس الدين الرملی" اور "حاشية علی نهاية السول" تالیف کیا۔[9]

۳۵۔ "سراج العقول الی منهاج الاصول" کے نام سے امام محمد طاہر القزوینی نے شرح تالیف کی۔[10]

۳۶۔ شیخ عبدالغنی الاردبیلی نے شرح لکھی۔[11]

۳۷۔ امام شمس الدین عبدالرحمٰن بن عطاءاللہ نے شرح لکھی۔ شارح، شیخ الاردبیلی سے مشہور ہیں۔
اولہ: "الحمد لله الذی اضاء الماهيات بضوء الوجود".[12]

---

[1] تعارفی مقدمہ علی نهاية السول فی شرح منهاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ مصر کی۔ طبع قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ [2] ایضاح المکنون ۳/۴۰۴۔۴/۶۹۳ [3] ایضاح المکنون ۴/۶۹۳۔۴/۴۰۲
[4] ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۲ [5] ایضاح المکنون ۴/۴۵۳، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱ ے
[6] ہدیۃ العارفین ۵/۴۴ ے [7] الفتح المبین ۳/۸۳ [8] ایضاح المکنون ۴/۱۲۰
[9] ہدیۃ العارفین ۵/۶۱ ے [10] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰ [11] حوالہ سابق [12] حوالہ سابق

۲۸۔ ایضاح الاسرار، اس نام سے امام زین الدین الخنجی نے شرح لکھی اس کتاب سے شارح سید العبر ی نے اپنی شرح میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ اولہ : " اسبحک بکمال جلالک"۔

اس شرح پر ابوزرعہ کے اعتراضات :

ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقی متوفی ۸۲۶ھ نے اس شرح پر " التحریر لمافی منهاج الاصول" کے نام سے کتاب لکھی جس میں اس پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔

۲۹۔ "مناهج العقول" محمد بن حسن البدخشی حنفی کی شرح ہے۔[1]

نوٹ : حاجی خلیفہ نے شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ کی شرح کو بھی منہاج کی شروح میں شمار کیا ہے[2] اور مظہر بقا نے بھی اس کے مکتبہ الاحمدیہ عکا (۲۰) نمبر کے تحت اس کے نسخہ کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ مگر رجال کی کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی بیضاوی کی کتب میں سے سوائے "طوالع" کے کسی کتاب کی شرح نہیں لکھی تھی۔ (واللہ اعلم)

کتاب "المنهاج" کا اختصار : علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی متوفی ۷۲۹ھ نے "مختصر المنهاج" تالیف کیا۔[3]

کتاب "المنهاج" کے حل میں خاص شہرت پانے والے اصولی : احمد بن صالح بن احمد بن خطاب البقائی متوفی ۷۹۵ھ اصول فقہ میں المنہاج کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔[4]

کتاب "المنهاج" پر نکت :

۱۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن لؤلؤ بن عبداللہ المصری معروف بہ ابن النقیب متوفی ۷۶۹ھ نے "نکت المنهاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[5]

۲۔ عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے "النکت علی المنهاج" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۳۔ امام جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے "النکت اللوامع علی المختصر والمنهاج وجمع الجوامع" تالیف کی۔[6]

---

[1] حوالہ سابق [2] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، معجم الاصولیین ۱/۱۰۹ (۳۳۵) ھدیۃ العارفین ۱/۳۷۴

[3] ھدیۃ العارفین ۵/۷۱۷ [4] معجم الاصولیین ۱/۱۳۱۔۱۳۲ (۱۹۳)

[5] کشف الظنون ۳۹۱۔۳۹۸، شذرات الذہب ۶/۲۱۳، طبقات ابن قاضی شھبۃ ۳/۸۰۶ (۶۲۳) معجم الاصولیین ۱/۱۸۹ (۱۳۷)

[6] کشف الظنون ۲/۱۹۷۷

کتاب "المنہاج" پر احادیث کی تخریج: مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج میں احادیث کی تخریج کی ہے:

۱۔ المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج و المختصر محمد بن عبد بن بہادر زرکشی شافعی متوفی ۷۹۴ھ[1]

۲۔ حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی شافعی متوفی ۸۰۶ھ۔[2]

۳۔ امام سراج الدین عمر بن الملقن (متوفی سن ندارد)۔[3]

کتاب "المنہاج" کا نظم:

مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج کو منظوم کیا:

۱۔ حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے "النجم الوہاج" کے نام سے اس کو ۱۳۶۷ ابیات میں منظوم کیا اور آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی۔[4]

۲۔ محمد عثمان بن فرمود التریزی متوفی ۷۷۲ھ (یا ۷۷۹ھ)۔[5]

۳۔ علامہ یوسف بن داؤد العینی شافعی متوفی ۸۹۸ھ۔[6]

۴۔ ابن رجب شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن الطوخی شافعی (مولود ۸۴۷ھ۔ متوفی سن ندارد)[7]

۵۔ شہاب الدین احمد بن یوسف ابن عبداللہ الکردی الکورانی شافعی متوفی ۸۱۰ھ۔[8]

کتاب "المنہاج" پر اضافہ کرنے والے علماء:

۱۔ امام علامہ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ نے اس پر زوائد لکھے۔[9]

۲۔ امام برہان الدین ابراہیم الابناسی شافعی نے بھی اس پر اضافہ کیا۔[10]

ابن النفیس شافعی (متوفی ۶۸۷ھ)[11]

حدیث، اصول، لغت، منطق و طب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، حافظہ بہت اچھا تھا۔ اصول کی کتب کی طرف مراجعت کیے بغیر اپنے حفظ سے تصنیف املاء کرایا کرتے۔

---

[1] تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربی۔ مص ی۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

[2] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

[3] کشف الظنون ۲/۱۸۷۹

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۲ھ، معجم الاصولیین ۲/۱۹۵ (۳۳۰)

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۹، اس میں تاریخ وفات ۷۷۹ھ مذکور ہے۔

[6] تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ۔ مص ی۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

[7] حوالہ سابق

[8] ایضاً الظنون ۲/۵۹۰، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۱

[9] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، جلال الدین عبدالرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۲/۹۲۔۹۳، (۱۵۱۸) تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، دار الفکر طبع ثانیہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء

[10] تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ۔ مص ی۔ نج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۴۳ھ

[11] علی بن ابوحزم قرشی، علاء الدین، ابن النفیس متوفی ۱۲۸۸ء، دمشق میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔[1]

شمس الدین الاصفہانی (۶۱۶ھ / ۶۸۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب شاعر و منطقی تھے۔ ان کے والد اصفہان میں نائب سلطنت کے عہدہ پر فائز تھے۔ والد کی زندگی ہی میں تمام ضروری علوم حاصل کر لئے۔ بغداد جا کر شیخ سراج الدین ہرقلی سے فقہ کی اور شیخ تاج الدین الارموی (متوفی ۶۵۶ھ) صاحب "الحاصل" سے اصول فقہ اور بلاد روم جا کر شیخ اثیر الدین الابہری سے اصول، جدل، حکمت اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر قاہرہ پہنچ کر علوم و فنون کی تکمیل کی اور پھر وہیں مشہد حسینی، مشہد شافعی میں تدریسی خدمات انجام دیں، قوص اور کرک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امام رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

۲۔ کتاب القواعد، مراۃ الجنان میں مذکور ہے کہ یہ کتاب چار علوم، اصول فقہ، علوم اصول دین، خلاف اور منطق میں ہے۔

کتاب "المحصول" کی شرح کا تحقیقی تجزیہ :

یہ ایک بڑی اور علم و معرفت سے پُر شرح ہے۔ مؤلف نے اس کی تالیف میں جس قدر معظم کتب اصولیہ کی طرف رجوع کیا ان سے رجوع کیا۔ اس شرح کے مقدمہ میں درج ہے۔

"اصول المحصول الاربعة، ومختصراته وسماه ب "الكاشف عن المحصول"

اس شرح کی اہم خصوصیات :

۱۔ صاحب کتاب، المحصول کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے اصولیین کی کتب سے دقیق عبارات نقل کی ہیں۔

۲۔ اس میں بہت سی ایسی عبارات منقول ہیں جو ان کتب اصولیہ سے ماخوذ ہیں جو امتداد زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں۔

۳۔ سابقین کی مفقودہ کتب کے حوالے اور ان کے اقوال و آراء کی حفاظت پر مبنی ایک علمی سرمایہ کی حامل کتاب ہے۔

۴۔ اس شرح میں بہت سی ایسی کتب کے حوالے ملتے ہیں جن کی طرف عموماً رجوع کرنا مشکل ہوتا ہے۔

---

[1] شذرات الذھب ۵/۴۰۲-۴۰۳، الفتح المبین ۲/۸۹

[2] ابو عبداللہ محمد بن محمود بن عباد العجلی، شمس الدین الاصفہانی (۱۲۱۹ء/۱۲۸۹ء) فارس (اصفہان) میں ولادت ہوئی اور قاہرہ میں دفن کیے گئے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل شرح اس اعتبار سے ناقص رہی کہ شارح اس کی تکمیل سے قبل ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور صرف کتاب الاجماع تک شرح کر سکے۔ یہ تین مجلدات اور ۱۶۵۱ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے اس کا ایک تحریری نسخہ دار الکتب مصریہ میں (۳۷۴) نمبر کے تحت موجود ہے۔[1]

ابن مثیم البحلی شیعی (متوفی ۶۸۹ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب المدخول فی الاصول

۲۔ نزھۃ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر۔[2]

الفرکاح شافعی (۶۲۴ھ۔۶۹۰ھ)[3]

فقیہ، اصولی، ادیب اور اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے اسی لئے فقیہ الشام کا لقب پایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح ورقات للامام الحرمین فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ کوبریلی نمبر ۵۱۶ نمبر پر موجود نسخے کے مطابق اس شرح کا نام "الدرکات" ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں اس کے نسخے موجود ہیں مثلاً مکتبہ ملکیہ برلن میں 4360LBG256 نمبر پر موجود ہے جس کے مطابق اس شرح کے افتتاحی کلمات یہ ہیں : "الحمد للہ کما یلیق بشانہ"۔ اور اس کے آخری کلمات یہ ہیں : "واذا حکم فاخطا فلہ اجر واللہ اعلم"۔ "تجز الکتاب"۔ کشف الظنون میں اس کے افتتاحی کلمات یہ مذکور ہیں : "الحمد للہ کما یلیق بکمال وجھہ"۔[4]

داؤد بن عبداللہ الجیلی حنبلی (متوفی ۶۹۰ھ تقریباً)

فقیہ اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "الحاوی فی الاصول" تالیف کی۔[5]

کمال الدین قلیوبی شافعی (۶۲۷ھ۔۶۹۱ھ یا ۶۸۹ھ)[6]

فقیہ، اصولی، ادیب و متصوف تھے۔ اپنے علاقے کے قاضی رہے، رائے کے نفاذ اور عدالت میں اپنی مثال آپ تھے۔

---

[1] مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ، ۴/۲۰۸، حیدر آباد دکن مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ، شذرات الذھب ۵/۳۰۶۔۳۰۷، الفتح المبین ۲/۹۰، ہدیۃ العارفین ۲/۱۳۶۔

[2] نجیب الدین یحییٰ بن احمد بن حسن بن سعید العدلی، ابن مثیم البحلی الشیعی، ایضاح المکنون ۴/۶۴۲، ہدیۃ العارفین ۲/۵۲۵

[3] تاج الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن سباع بن ضیاء الفزاری البدری (۱۲۲۶م/۱۲۹۱م)۔ دمشق میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۲/۲۰۰۴، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۶، الفتح المبین ۲/۹۲، معجم الاصولیین ۲/۱۷۴ (۳۰۹)

[5] شرف الدین احمد داؤد بن عبداللہ بن کوشیار الجیلی بغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۰

[6] ابو العباس کمال الدین احمد بن عیسیٰ بن رضوان قلیوبی عسقلانی (۱۲۳۰م/۱۲۹۱م)، مصر میں وفات پائی۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "نهج الوصول في علم الاصول" تالیف کی۔

امام سبکی نے فرمایا :

"وعندي بخطه من مصنفاته ، نهج الوصول في علم الاصول مختصر صنفه في علم الاصول".

(میرے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے مصنفات میں سے ان کا ایک مختصر بنام "نهج الوصول في علم الاصول" موجود ہے جسے انہوں نے علم الاصول میں تصنیف کیا تھا)

المراغی نے فرمایا :

"من مصنفاته نهج الوصول في علم الاصول ومختصر صنفه في اصول الفقه".

(ان کی مصنفات میں سے نہج الوصول فی علم الاصول اور اس کے علاوہ ایک مختصر ہے جسے انہوں نے اصولِ فقہ میں تصنیف کیا)

امام سبکی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اصول میں صرف ایک "مختصر" لکھا تھا جس کا نام "نہج الوصول" تھا۔ مگر المراغی کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی اس فن پر دو کتابیں تھیں ایک کا نام "مختصر" اور دوسری کا نام "نهج الوصول" تھا۔ حاجی خلیفہ کی بات سے المراغی کے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی ان کو دو علیحدہ کتب شمار کیا ہے ہاں البتہ تاریخ وفات ۶۸۹ھ ذکر کی ہے۔[1]

جلال الدین الخبازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ یا ۶۹۴ھ)

ان کا تعارف تاریخ وفات ۶۷۱ھ میں گذر چکا ہے۔

ابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ)[2]

فقیہ، اصولی، حافظ اور اپنے زمانے میں علومِ شرعیہ میں ثقہ مانے جاتے تھے، ادیب و کاتب بھی تھے۔ اصلاً بعلبکی تھے، مدرسہ مستنصریہ بغداد میں حنفی مذہب کے طائف کی تدریس کرتے۔ شمس الدین محمد اصفہانی متوفی ۶۸۸ھ شارح "المحصول" ان کو ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ صاحب مختصر المنتهى السول والامل پر فوقیت دیتے۔ فقہ و اصول میں ان کی تالیفات اس فن میں ید طولی اور وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں جو حنفی و شافعی اصول کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "بديع النظام" تالیف کی جس کا دوسرا نام "نهاية الوصول الى علم الاصول" ہے۔

کتاب "بديع النظام" کا تحقیقی تجزیہ : ابن الساعاتی نے اپنی اس تالیف "بديع النظام" میں علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب "الاحکام" اور امام بزدوی حنفی (متوفی ۴۸۲ھ) کی اصول البزدوی کے

---

[1] ہدیۃ العارفین ۱۰۰/۵، الفتح المبین ۹۳/۲، معجم الاصولیین ۱۳۵/۱

[2] احمد بن علی بن ثعلب، مظفر الدین، ابن الساعاتی متوفی ۱۲۹۵ء۔ بغداد میں ولادت ہوئی، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ کے مطابق ۶۹۰ھ تک زندہ تھے۔

طریقوں کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے "الاحکام" کے طریقے سے قواعد کلیہ کے بیان میں اور اصول بزدوی سے جزئی فرعی شواہد میں مدد لی، جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب" بدیع النظام" کے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

" قد منحتک ایها الطالب لنهایة الوصول الی علم الاصول هذا الکتاب البدیع فی معناه، المطابق اسمه لمسماه . لخصته لک من کتاب الاحکام ورصعته بالجواهر النقیة من اصول فخر الاسلام . فانهما البحران المحیطان بجوامع الاصول الجامعان لقواعد المعقول والمنقول هذا حاوللقواعد الکلیة الاصولیة وذلک مشمول بالشواهد الجزئیة الفرعیة ".

(اے تشنگانِ علم میں نے تجھے کتاب نهایة الوصول الی علم الاصول کا تحفہ دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے معنی میں بدیع ہے، اسم با مسمّی ہے۔ تیرے لئے میں نے اسے "کتاب الاحکام" سے ملخص کیا اور اصول فخر الاسلام کے عمدہ جواہر سے اس کو جڑا۔ بلاشبہ دونوں جوامع الاصول سے پُر سمندر ہیں، معقول و منقول قواعد میں جامع ہیں۔ یہ کتاب قواعد کلیہ اصولیہ پر محیط ہے اور ادلہ جزئیہ فرعیہ پر مشتمل ہے)

بدیع النظام پر تحقیقی مقالہ: دکتور سعد عز نے کتاب بدیع النظام پر اس کے دوسرے عنوان "نهایة الوصول الی علم الاصول" سے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۵ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ صاحب ہدیۃ العارفین نے "بدیع النظام" اور "نهایة الوصول" کو دو الگ الگ کتابیں شمار کیا ہے ان کے کلام سے یہی ظاہر ہے۔ مگر کشف الظنون میں جہاں "نهایة الوصول الی علم الاصول" کا تذکرہ آیا ہے وہاں حاشیہ مذکور ہے: "اعلم ان هذا الکتاب یسمی ایضا ببدیع النظام وهو المشهور بین الانام.... ولیسا بکتابین بل هو کتاب باسمین "۔ اس سے بھی ان دونوں کے ایک ہونے کی تصریح ہو جاتی ہے اور یہ کہ بدیع النظام کا خطبہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے[1]۔ کتاب "بدیع النظام" کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: " الخیر دابک اللهم یا واجب الوجود الخ"۔

کتاب "بدیع النظام" (نهایة الوصول الی علم الاصول) کے شارحین:

۱۔ مصلح الدین ابو الفتح موسیٰ بن (امیر حاج بن) محمد التبریزی متوفی ۷۳۶ھ نے "الرفیع فی شرح البدیع" کے نام سے شرح تالیف کی[2]۔

۲۔ ابو عمرو فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحلبی متوفی ۷۳۹ھ[3]۔

۳۔ شمس الدین محمود بن عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ[4]۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۹۹۱، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰۔۱۰۱، الفوائد البہیہ ص ۲۷۔۲۸، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ۔ ص ۶ (۱۰)، الفتح المبین ۲/۹۴۔۹۵، معجم الاصولیین ۱/۱۷۱۔۱۷۲ (۱۴۳)

[2] تاج التراجم، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ۔ ص ۷۳ (۲۲۶)، الفوائد البہیہ۔ ص ۲۱۶، الجواہر المضیہ ۲/۱۸۵، الفتح المبین ۲/۱۴۰۔ [3] الفتح المبین ۲/۱۴۳ [4] کشف الظنون ۲/۱۹۹۱

۴۔ ابو الحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی متوفی ۷۵۵ھ۔[1]

۵۔ یحییٰ ابن علی ابن خطیب اشتبر جی متوفی ند۔[2]

۶۔ سراج الدین عمر الہندی متوفی ند۔[3]

۷۔ شمس الدین محمد النوشابادی حنفی متوفی ند۔[4]

کتاب "بلیع النظام" پر حاشیہ : مولانا زادہ محب الدین محمد ابن احمد حنفی متوفی ۸۵۹ھ نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[5]

احمد بن نعمہ شافعی (۶۲۲ھ/۶۹۴ھ)[6]

فقیہ، اصولی اور کئی دوسرے فنون میں ید طولی رکھتے تھے۔ شام میں مذہب شافعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ عز الدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا اپنے زمانے کی مشہور تعلیمی درسگاہوں مثلاً غزالیہ میں تدریس کی۔ اقولی کے قائم مقام قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے :

"انا اذنت لابن تیمیه بالافتاء".

(میں نے ابن تیمیہ کو افتاء کی اجازت دی ہے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "البدیع فی اصول الفقه" تالیف کی۔

تحقیقی تجزیہ : انہوں نے اپنی اس کتاب میں علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) کے طریقوں کو جمع کیا۔ علامہ آمدی اور امام رازی دونوں متاخرین متکلمین میں سے ہیں۔ ہم پہلے تفصیل سے الاحکام اور المحصول کے تعارف میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں کے مصنفین نے چار اساسی کتب کو اپنی اپنی کتب میں ملخص کیا مگر تلخیص میں جہاں اشتراک ہے وہاں طرز تحقیق و بحث میں دونوں کا انداز مختلف رہا۔ امام رازی نے ادلہ کی کثرت کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا جبکہ علامہ آمدی کی مذاہب کی تحقیق سے دلچسپی رہی اور ان کا زیادہ میلان تفریع مسائل پر رہا۔ کتاب "البدیع" سے متعلق ابن کثیر کا قول ہے :

"وهو عندی بخط مؤلفه الحسن".

(اور میرے پاس وہ کتاب مؤلف کے عمدہ خط میں موجود ہے)[7]

1۔ ہدیۃ العارفین ۷۲۰/۵، الفتح المبین ۱۶۵/۲

2۔ کشف الظنون ۱۹۹۱/۲، الفتح المبین ۱۵۸/۲

3۔ حوالہ سابق　4۔ حوالہ سابق　5۔ ہدیۃ العارفین ۲۰۱/۶

6۔ ابو العباس شرف الدین احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (۱۲۲۵ء/۱۲۹۴ء)

7۔ ایضاح المکنون ۱۷۲/۳، ہدیۃ العارفین ۱۰۱/۵، الفتح المبین ۹۶/۲، معجم الاصولیین ۵۷/۱

محمد بن محمد النوری حنفی (۶۹۴ھ میں زندہ تھے)[1]

مؤلفات اصولیہ : یہ الاخسیکی کی کتاب "المنتخب" کے شارح ہیں ان کی شرح کا نام "المنتخب فی شرح المنتخب" ہے وہ ۶۹۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد لله الذی علم فاعلم"۔

محمد بن محمد کی شرح پر حاشیہ : ابو محمد منصور بن احمد بن یزدی القاانی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے اس کتاب "المنتخب" پر حاشیہ لکھا۔[2]

زین الدین التنوخی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ)[3]

فقیہ، اصولی، نحوی اور کئی علوم میں متبحر تھے۔ شیخ موفق الدین کے اصحاب سے تفقہ حاصل کیا۔ تفلیسی سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "المحصول" کی شرح لکھنی شروع کی تھی مگر وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے۔[4]

احمد الحرانی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ)[5]

فقیہ، اصولی اور قاضی تھے۔ حلب، دمشق اور قدس میں بھی جا کر تحصیل علم کیا۔ مذہب کی معرفت اور اس کے دقائق و غوامض کی معرفت ان پر ختم ہوتی ہے۔ اصول فقہ، اصول دین، علم خلاف وادب کے ماہر عالم تھے۔ قاہرہ میں نائب قاضی رہے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے مثلاً فقہ میں الرعایۃ الصغری اور انوانی وغیرہ تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[6]

شیخ مجد الدین الایکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی کتاب "منهاج الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "معراج الوصول فی شرح منهاج الوصول" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "سبحانک اللهم یا واجب الوجود"۔[7]

---

[1] ابو الفضل محمد بن محمد بن محمد بن نوری حنفی شہر ماردین سے تعلق رکھتے تھے۔

[2] ایضاح المکنون ۲/۵۶۹، ہدیۃ العارفین ۲/۱۳۸

[3] ابو البرکات زین الدین بن المنجی بن الصدر عز الدین ابو عمرو عثمان بن اسعد ... التنوخی (۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء-۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء) دمشق میں وفات پائی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۲/۴۷۲، شذرات الذهب ۵/۴۳۳، الفتح المبین ۳/۹۷، معجم الاصولیین ۳/۱۱۳ (۳۰۵)

[5] ابو عبد اللہ نجم الدین احمد بن حمدان بن شبیب بن حمدان بن شبیب الحرانی النمیری (۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء-۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء) حران میں ولادت ہوئی، قاہرہ میں وارد تھے۔

[6] معجم الاصولیین ۱/۱۱۶ (۸۰)

[7] محمد ابی بکر الایکی شیرازی۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

ابو جعفر الغرناطی (متوفی ۶۹۹ھ)[1]

علوم فقہ، نحو، فرائض، حساب تاریخ و اصول میں گہری واقفیت رکھتے تھے۔ احادیث کی اتنی مقدار حفظ تھیں جو درجۂ حفاظ تک پہنچا دیں اور اندلس میں بہت سے شہروں کے قاضی رہے۔ آپ کی تصانیف علماء اندلس میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: امام غزالی کی کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی جو ایک عمدہ شرح ہے۔ الدیباج میں اس کی تعریف میں "شرحا حسنا" مذکور ہے۔[2]

ابن ابوالاحوص مالکی (۶۰۳ھ۔۶۹۹ھ)

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح المستصفی" تالیف کی۔[3]

داؤد بن کوشیار حنبلی (متوفی ۶۹۹ھ)

فقیہ، اصولی اور متکلم تھے۔ مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "الهادی فی اصول الفقه" تالیف کی۔[4]

ابراہیم الایجی (الایکی) (متوفی ۷۰۰ھ تقریباً)[5]

اصولی اور متکلم تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "معراج الوصول فی شرح منهاج الاصول" تالیف کی۔ آغاز یوں ہے: "سبحانک اللهم یا واجب الوجود و یا واهب الخیر والجود الخ....."۔

اختتام یوں ہے: "قال الفقهاء: یجوز مطلقا لما ذاع انه علیه السلام. لم یقل لاحد تلفظ بکلمتی الشهادة: هل علمت، حدوث الاحکام فی کونه تعالیٰ مختاراً ام موجبا"۔

اس کتاب کو انہوں نے قاضی قطب الدین احمد بن فضل اللہ القزوینی اور اپنے خطبہ میں ان کی تعریف کی اور اس میں شرط لگائی کہ وہ حل الالفاظ سے تجاوز نہ کریں۔[6] دار الکتب المصریہ ۱۳۲، ۵۰۰ میں اس کا نسخہ موجود ہے اسی طرح الازہریہ میں (۳۲) ۹۴۰ نمبر پر بھی موجود ہے۔

☆☆☆

---

[1] ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن مسعدہ العامری الغرناطی متوفی ۱۲۹۹ء۔ غرناطہ (اندلس) میں وفات پائی۔

[2] ایضاح المکنون ۴/ ۴۷۷، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۰۶، الدیباج ص۔ ۱۰۳، الفتح المبین ۲/ ۹۸، معجم المؤلفین ۲/ ۷۰، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۸۔۱۹۹ (۱۴۷)

[3] حافظ ابوعلی الحسن (الحسین) ابن عبدالعزیز بن محمد القرشی الشہیر بی الغرناطی اندلسی، ابن الاحوص، ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۸۳۔

[4] ابومحمد شرف الدین داؤد بن عبداللہ بن کوشیار البغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۶۰، شذرات الذھب ۵/ ۳۳۷۔۳۴۸، معجم الاصولیین ۲/ ۹۹ (۳۳۷)

[5] مجد الدین ابراہیم بن احمد بن محمد الایجی (الایکی) متوفی ۱۳۰۰ء۔ تقریباً ایران کے شہر ایج کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

[6] کشف الظنون ۲/ ۱۸۸۰، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳ (۴)

فصل دوم

آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار

آٹھویں صدی ہجری میں سیاسی و علمی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

حاکم بامر اللہ نے ۷۰۱ھ میں وفات پائی تو ناصر محمد بن قلاؤن نے حاکم کے بیٹے مستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، مستکفی علم و فضل میں ممتاز تھا فن خوش نویسی میں دسترس رکھتا، سخاوت اس کی فطرت ثانیہ تھی، شجاعت میں مشہور تھا، عالموں اور باکمال لوگوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتا، اس کی جوہر شناسی اور قدردانی کے باعث ارباب فضل و کمال اس کے دربار میں کھچے چلے آتے۔ ۷۴۰ھ میں مستکفی کی وفات کے بعد ناصر نے اس کے بھتیجے واثق باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ مگر اس کے بعد ناصر صرف چھ ماہ زندہ رہ سکا اور پھر اس کی وصیت کے مطابق واثق کو معزول کر کے حاکم بامر اللہ دوم کو ۷۴۱ھ میں خلیفہ بنادیا گیا۔ حاکم نے رسوم خلافت میں نئی روح پیدا کی۔ ان کے زمانے کے مصر کے ساتوں بادشاہ اس کے کسی کام کو مخالفانہ نظر سے نہ دیکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد معتضد باللہ ۷۴۸ھ میں تخت نشین ہوئے، ان کے عہد میں تین بادشاہ آئے، معتضد شریف النفس، خوش کردار، کشادہ دست اور علم نواز تھا۔ ۷۶۳ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد متوکل علی اللہ اول ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے زمانے میں پانچ سلاطین آئے۔ ۷۸۵ھ میں ان کو معزول کر دیا گیا۔ واثق باللہ دوبارہ ان کی جگہ خلیفہ بنے اور چار سال تک خدمات انجام دینے کے بعد وفات پاگئے۔ ۷۸۸ھ میں معتصم تخت نشین ہوئے مگر ۷۹۱ھ میں معزول کر دیے گئے۔ سابق معزول خلیفہ متوکل نے ان کی جگہ اقتدار سنبھالا۔ ۸۰۸ھ میں متوکل بھی انتقال کر گئے۔[1] ...... ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں دنیا کے ہر خطہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک دوسرے کی سرکوبی میں لگے رہے، مسلمان شہنشاہ و سلاطین اپنی رعایا کو استبداد و ظلم کا نشانہ بناتے۔

علمی اعتبار سے ساتویں آٹھویں صدی ہجری کو ایک خاص مقام حاصل ہے مگر یہ امتیاز کثرت فکر پر مبنی نہ تھا، بلکہ علم کی کثرت پر اس کی بنیادیں استوار تھیں۔ تحصیل علم کے ذرائع و وسائل سہل ہونے اور جگہ جگہ مدارس و کتب خانوں کے قیام سے لوگوں کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا علمی تحقیق و تدقیق کے راستے کھل رہے تھے، جس کی وجہ سے افراد کی ایک ایسی جماعت بھی ظہور پذیر ہوئی جس نے کتب متوارثہ اپنی اور اپنے زمانے کے علماء کی کتب کی شروح، حواشی تعلیقات مختصرات لکھے۔ مسائل کی توضیحات میں ان کے مسائل کی تحقیق کی، اس صدی کے اصولیین کی کتب اصولیہ کے تحقیقی تجزیہ سے بھی اس رجحان کی عکاسی ہو جائے گی۔

مثلاً تنقیح توضیح والتلویح پر اس زمانے میں اور اس کے بعد ۴۶ سے زائد کتب تالیف کی گئیں اور اسی طرح تاج الدین السبکی کی جمع الجوامع پر تقریباً ۶۰ سے زائد کتب لکھی گئیں۔ مدارس و کتب خانوں کی کثرت سے نشر

[1] تاریخ اسلام، ابو نعیم عبد الحکیم نشتر جالندھری و عبد الحمید ص ۷۰۳ ۔ ۷۰۷ ملخص لاہور، کتاب منزل مرتبہ،
تاریخ اسلام شاہ معین الدین الندوی خلافت عباسیہ دوم ۲۸۳/۲ ۔ ۳۹۰ ملخص کراچی سعید ایچ ایم کمپنی۔

واشاعتِ علم اور کثرتِ تحصیل کے وسائل عام ہو گئے اور یہ بات اشاعتِ علم اور تصنیف وتالیف کی ترقی کا سبب بنی ان مدارس میں طلباء عقلی ونقلی تمام علوم حاصل کر سکتے تھے تفسیر، حدیث، فقہ، لغت ہر قسم کے علم سے ان کے اذہان نشو ونما پاتے اور طبائع کے رجحان کے مطابق علوم میں اعلیٰ منازل طے کرتے، بعض مدارس مخصوص علوم وفنون مثلاً حدیث وفقہ واصول کے لئے الگ الگ قائم ہوئے۔ اس رجحان کے فروغ کے جہاں فائدے ہوئے وہاں اس کے نقصانات بھی ہوئے کہ اسی دور میں فکری جمود کی بنیادیں بھی استوار ہو گئیں۔ کثرتِ اتباع کی جڑیں گہری ہوتی گئیں۔ آزاد فکر تقریباً مفقود ہو گئی، ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکری گروہ بندی اور اشاعت مدارس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ اکثر علماء حدیث، تفسیر، صرف ونحو، فقہ وعقائد کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود مقلد اور تابع تھے۔ تحقیق کا مادہ اور استنباط مسائل کی صلاحیت سے کام لینا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود اس زمانے کے اصولیین نے اصول فقہ پر عمدہ کتب تالیف کیں۔

مثلاً حافظ النسفی کی "المنار" ابن تیمیہ کی "المسودہ" عبدالعزیز بخاری کی "کشف اسرار" صدر الشریعہ کی "التنقیح والتوضیح" ابن قیم جوزی کی "اعلام الموقعین عن رب العالمین" تاج الدین سبکی کی "جمع الجوامع" عبدالرحیم اسنوی کی "نہایۃ السول" امام شاطبی کی "الموافقات" اور بدرالدین زرکشی کی "البحر المحیط" وغیرہ اسی صدی ہجری کی شاہکار تصانیف ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے اصولیین اوران کی اصول فقہ پر کتب وخدمات کا تعارف

رکن الدین سمرقندی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ)

مؤلفات اصولیہ : "جامع الاصول فی اصول الفقہ"[1]

ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ)[2]

فقیہ اصولی ومحدث تھے مسلکاً مالکی تھے مگر پھر شافعی بن گئے، آپ کے والد مالکی مسلک کے بڑے علماء فضلاء میں سے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اور پھر حجاز، دمشق، شام مصر کی شیوخ سے مالکی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور شافعی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان کی کتب وشیوخ سے مستفید ہوئے صاحب قواعد الاحکام فی مصالح الانام۔ ابن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مصر (مسجد شافعی) وشام وغیرہ میں تدریس کی آپ کے درس میں اکابرین جمع ہوتے، دیار مصر میں قاضی کی خدمات بھی انجام دیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

---

[1] ھدیۃ العارفین ۳۶۳/۵

[2] ابن دقیق العید علی بن محمد بن وھب بن مطیع بن ابی الطاعۃ القشیری المنفلوطی مصری تقی الدین (۱۲۲۸ء/۱۳۰۲ء) قاھرہ میں وفات پائی۔

خدمات اصولیہ کے معترفین : قطب الدین الحلبی نے آپ کے علمی تفوق کے اعتراف میں فرمایا :

"کان ابن دقیق العید ممن عرف بالعلم والزھد، عارفا بالمذھبین، اماما فی الاصلین ....."[1]

(ابن دقیق العید علم وزہد میں معروف لوگوں میں سے تھے۔ دونوں مذہب (شافعی ومالکی) کے عارف اور اصلین (اصول فقہ واصول الدین) میں امام تھے)۔

ابن الزملکانی نے فرمایا :

"انه امام الائمة فی وقته کان متبحرا فی التفسیر والحدیث محققا فی المذھبین متقنا للاصلین والنحو واللغة ....."[2]

(یہ شیخ اپنے وقت کے امام الائمہ تھے تفسیر وحدیث میں متبحر تھے دونوں مذاہب (شافعی ومالکی) میں محقق اور نحو اللغۃ اور اصلین (اصول فقہ ودین) میں متقن تھے)۔

مصنفات اصولیہ :

۱۔ مقدمة المطرازی فی الاصول[3]

۲۔ شرح مقدمة المطرازی فی الاصول[4]

۳۔ شرح منتھی السول والامل لابن الحاجب[5]

۴۔ عنوان الوصول فی الاصول. فی اصول الفقه[6]

۵۔ شرح عنوان الوصول فی الاصول[7]

"کتاب عنوان الوصول" کا آغاز یوں ہے :

" الحمد لله ذی العزة والجلال الخ "

حاجی خلیفہ نے کہا کہ انہوں نے فرمایا :

"قال فھذہ فصول مشتملة علی تعریفات ومسائل لا غنیة عنھا للفقیه فی معرفته الاحکام اوردتھا علی سبیل الایجاز مقتصرا علی روس المسائل مکتفیا بالا نموذج من نکت الد لائل جردتھا للمبتد ئین فی الفن وھو عشر ورقات "[8]

(یہ کتاب تعریفات اور احکام کی معرفت کے مسائل پر مشتمل ہے جن سے فقیہ کسی صورت چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ میں نے ان کو مختصراً تحریر کیا اور بنیادی مسائل پر اکتفا کیا اور دلائل سے نکات بیان کرنے میں صرف ضروری مسئلہ پر اکتفا کیا، میں نے اس کتاب کو فن کے مبتدئین کے لئے لکھا ہے اور یہ کتاب دس اوراق پر مشتمل ہے)

۱۔ عزالدین عبدالسلام، رضوان علی ندوی، احیاء الفکر الاسلامی، ص ۶۸، ۶۹، دمشق دار الفکر ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء
۲۔ ابن العماد الحنبلی ۲/۱۰۳، ۱۰۴ ۳۔ حوالہ سابق ۴۔ ہدیۃ العارفین ۱۴۰/۶ ۵۔ حوالہ سابق
۶۔ کشف الظنون ۱۱۷۶/۲ ۷۔ حوالہ سابق ۸۔ حوالہ سابق

اس کے علاوہ "الامام والالمام في احاديث الاحكام" اور اس کی شرح (نامکمل) لکھی ان دونوں میں عجائبات پیش کیے جو مختلف علوم میں اور خصوصاً علوم استنباط میں آپ کی آگاہی اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ "شرح كتاب العمده" بھی لکھی جو احکام میں ہے۔[1]

مؤید الدین القاآنی حنفی (متوفی ۷۰۵ھ یا ۷۷۵ھ)[2]

فقیہ تھے، مکہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المغني للخبازي[3]

۲۔ شرح المنتخب للاخسيكثي[4]

۳۔ حاشيه على شرح للاخسيكثي

محمد بن محمد بن نوری حنفی متوفی ۶۹۳ھ نے کتاب "المنتخب في شرح المنتخب" تالیف کی اس پر "مؤید الدین" نے حاشیہ تحریر کیا۔[5]

ابن بہرام شافعی (متوفی ۷۰۵ھ)

مدینہ، حلب میں قاضی رہے۔ انہوں نے "تحفة النبهاء في اختلاف الفقهاء" تالیف کی۔[6]

عبدالعزیز الطوسی شافعی (متوفی ۷۰۶ھ)[7]

فقیہ اصولی تھے۔ النجیبہ، دمشق میں مدرس رہے اور الناصریہ میں معید تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کاشف الرموز ومظهر الكنوز" تالیف کی دراصل یہ ابن حاجب کی اصول فقہ میں کتاب "مختصر المنتهى" کی شرح ہے۔

اس کتاب پر تحقیق : عوض بن محمد القرنی نے اس شرح پر تحقیق پیش کی اور ۱۴۰۷ھ میں جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ماجستیر (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔[8]

عبدالصمد الفارابی (متوفی ۷۰۷ھ بعد)[9]

فقیہ و اصولی تھے۔

۱۔ الفتح المبین ۲/۱۰۳ ۲۔ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی القاآنی ۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۷۴ ۴۔ حوالہ سابق

۵۔ ایضاح المکنون ۴/۵۲۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۱۳۸ اس میں تاریخ وفات ۷۷۵ھ مذکور ہے ۶۔ ھدیۃ العارفین ۶/۱۳۹

۷۔ ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن علی ضیاء الدین طوسی ثم دمشقی متوفی ۷۰۶ھ دمشق میں وفات پائی

۸۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۸۱، شذرات الذھب ۶/۱۳، الفتح المبین ۲/۱۰۴، معجم الاصولیین ۲/۲۱۳ (۴۳۶)

۹۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی الفارابی متوفی ۷۰۷ھ

مؤلفات اصولیہ : قاضی البیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول" کی شرح لکھی اس کتاب کو ۷۰۷ھ میں تحریر تبییض کیا۔[1]

ابوعبداللہ البقوری مالکی (متوفی ۷۰۷ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، اندلس و مصر کے علماء سے مستفید ہوئے۔ شہاب الدین قرآفی متوفی ۶۸۴ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے، جو اصول فقہ پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "ترتیب فروق القرافي" تالیف کی۔ المراغی نے لکھا کہ انہوں نے کتاب مختصر لفروق القرافي في الاصول تالیف کی اور الدیباج میں ہے : "وله كلام على كتاب شهاب الدين القرافي في الاصول"[3]

کتاب ترتیب فروق القرافی کا تحقیقی تجزیہ :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ عبداللہ بقوری نے امام قرافی کی "فـــروق" کو مرتب کیا اس کے قواعد و مسائل کی تلخیص کی بعض جگہوں پر نقد کیا ہے۔ کچھ مناسب قواعد کا اضافہ کیا اور اسے فروق کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ کلی قواعد نحوی قواعد، اصولی قواعد بر فقہی قواعد کو ابواب فقہ کی ترتیب پر بیان کیا ہے۔ دار الکتب الوطنیہ تونس میں ۱۴۲۹۸، ۱۴۲۹۸ نمبر پر اس کا مخطوط موجود ہے۔

ابوجعفر الغرناطی مالکی (۶۲۷ھ/ ۷۰۸ھ)[4]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث، ادیب، نحوی اور متکلم تھے، الدیباج کے مطابق چار سو اساتذہ سے اکتساب علم کیا، اپنے زمانے کے اندلس بلکہ پورے مغرب کے محدث تھے، امراء وعظماء ان کی زیارت کو آتے، یہ ان کے پاس جانا پسند نہیں کرتے حق گوئی پر ان کی طرف سے ایذاء بھی دی گئی مگر ثابت قدم رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الاشارة للباجي في الاصول" تالیف کی جو کہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف اندلسی قرطبی متوفی ۴۵۰ھ کی تصنیف ہے۔[5]

ابواسحاق ابراہیم الانصاری (متوفی ۷۰۹ھ)[6]

الدیباج میں مذکور ہے :

---

1. ایضاح المکنون ۲/ ۵۸۹۔ ۵۹۰، ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۷۳، معجم الاصولیین ۲/ ۲۰۶ (۴۳۰)
2. ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۷۰۷ھ اندلس میں ولادت اور مراکش میں انتقال ہوا
3. الدیباج ص ۳۱۰، الفتح المبین ۲/ ۱۰۵، ایضاح المکنون ۳/ ۱۱۶
4. ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر الثقفی الجیانی (۶۲۷ھ/ ۱۲۳۰ء، ۱۳۰۸ء) غرناطہ میں وفات پائی
5. تذکرۃ الحفاظ ۴/ ۱۴۸۴، ۱۴۸۵ (۱۱۶۷)، الدیباج ص ۱۰۶، الفتح المبین ۲/ ۱۰۶، ۱۰۷، معجم الاصولیین ۱/ ۷۶ (۴۸)
6. ابواسحاق ابراہیم بن احمد (محمد) الخزرجی الانصاری الخزرجی الاندلسی متوفی ۷۰۹ھ تیونس آکر آباد ہو گئے تھے۔ مظہر بقا نے ان کا نام ابراہیم بن محمد لکھا جبکہ الدیباج اور کشف الظنون ۱/ ۲۰۵۔ ۱/ ۶۳۳ میں ابراہیم بن احمد مذکور ہے کشف الظنون ۱/ ۱۸۸۳ میں ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ مذکور ہے

"اخذ عن علماء افریقیة ونجبائها علوم العربیة والبیان واصول الدین، واصول الفقه..... له فی ذلک تصانیف وتعالیق غیر انه لم یخرجها من مسوداتها، لرداءة خطه ودقته لم یخرجها غیره "[1]

(علماء ونجباء افریقہ سے علوم عربیہ، بیان، اصول دین اور اصول فقہ کا علم حاصل کیا.......... اور ان علوم میں ان کی تصانیف وتعالیق ہیں جو مسودات کی شکل سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ ان کا رسم الخط واضح نہیں تھا اور ان کے سمجھنے میں دشواری تھی اس لئے کسی نے اس کی تشریح نہیں کی)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تقضی الواجب فی الرد علی ابن الحاجب۔

۲۔ رفع المظالم عن کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ (صاحب المحصول) دراصل احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن بن عمیرہ ابوالمطرف متوفی ۶۵۸ھ نے جب "رد علی کتاب المعالم" لکھ کر اس کتاب کا رد کیا تو ابواسحاق انصاری نے "رفع المظالم عن کتاب المعالم" لکھ کر ان کا جواب دیا اور کئے گئے اعتراضات واشکالات کی توضیح کر کے امام رازی کی براءت ظاہر کی۔[2]

ابوالبرکات حافظ الدین النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰)۔[3]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث، متکلم تھے شمس الائمہ محمد بن عبدالستار الکردری سے تفقہ حاصل کیا۔ الفوائد البہیہ میں مذکور ہے :

"کان اماما کاملا عدیم النظیر فی زمانه راسا فی الفقه والاصول"

(وہ اپنے زمانہ کے عدیم النظیر کامل امام تھے، فقہ واصول میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منار الانوار فی اصول الفقه : اصول فقہ میں مشہور ومتداول متن ہے۔

۲۔ کشف الاسرار : یہ منار الانوار کی شرح ہے۔

۳۔ شرح المنتخب حسامی

"الفوائد البہیہ" میں مذکور ہے :

"من تصانیفه .... وشرحان علی منتخب الاخسیکثی وشرحان علی المنار "[3]

(اور ان کی تصانیف میں سے .... منتخب الاخسیکثی پر دو شرحیں ہیں اور دو شرحیں المنار پر ہیں)

"المنار" پر شروح وحواشی :

صاحب "المنار" نے اس کی ایک شرح خود تالیف کی اس کے علاوہ دوسری شروح مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ الدیباج ص ۱۴۹۔۱۵۰ ۲۔ الدیباج ص ۱۱۴، ۱۱۵، الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولیین ۱/۳۸ (۲۳)۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۳۔ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی متوفی ۱۳۱۰ء سمرقند میں وفات پائی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۶۴، الفوائد البہیہ ص ۱۰۱۔۱۰۲، جواہر المضیئہ ۱/۲۷۰۔۲۷۱ (۷۱۹) الفتح المبین ۲/۱۰۸

۱۔ خطاب بن ابی القاسم القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) نے شرح تالیف کی۔[1]

۲۔ شیخ شجاع الدین عبد اللہ بن احمد ترکستانی متوفی ۷۳۳ھ نے "تبصرۃ الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[2]

۳۔ شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسرو شاہ الاقصرائی نے "انوار الافکار فی تکملۃ اضاءۃ الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔[3]

۴۔ قوام الدین محمد بن احمد الکاکی البخاری متوفی ۷۴۹ھ معروف بہ شیخ شرف الدین القربی نے "جامع الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[4]

۵۔ جمال الدین یوسف ابن قوماری العقری الخراطی متوفی ۷۵۴ھ نے "اقتباس الانوار" کے نام سے شرح تالیف کی۔[5]

۶۔ ناصر الدین ابن الربوہ محمد بن احمد بن احمد (بن عبد العزیز القونوی) الدمشقی متوفی ۷۶۴ھ نے شرح تالیف کی۔[6]

۷۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الھندی الغزنوی المصری متوفی ۷۷۳ھ۔[7]

۸۔ عبد اللہ بن محمد جمال الدین الحسینی نقرہ کار متوفی ۷۷۶ھ نے شرح تالیف کی۔[8]

۹۔ عبد اللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری حنفی متوفی ۷۷۶ھ۔[9]

۱۰۔ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے الانوار کے نام سے شرح لکھی۔[10]

۱۱۔ جلال الدین ابن احمد الرومی حنفی قاھری متوفی ۷۹۲ھ معروف بہ القبانی نے شرح تالیف کی۔[11]

۱۲۔ جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف التبانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ نے "منھاج الشریعۃ" کے نام سے شرح لکھی۔[12]

۱۳۔ عبد اللطیف بن عبد العزیز متوفی ۸۰۱ھ معروف بہ ابن الملک اور ابن فرشتہ۔[13]

ابن فرشتہ کی شرح پر حواشی :

۱۔ زین الدین بن قاسم قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔[14]

۲۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ برناز قرہ خجیہ حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ۔[15]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ھدیۃ العارفین ۵/۳۳۷، معجم الاصولیین ۲/۸۹ (۳۶۵)
[2] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ھدیۃ العارفین ۶/۵۰۶
[3] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳،
[4] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، الفوائد البہیہ ۲/۱۸۳، الفتح المبین ۲/۱۵۷، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۷۹)
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳،
[6] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳،
[7] ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۰، الفتح المبین ۲/۸۸؛
[8] ھدیۃ العارفین ۵/۳۶۷
[9] الفتح المبین ۲/۱۹۳
[10] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳،
[11] کشف الظنون ۲/۱۸۲۶،
[12] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، الفتح المبین ۲/۲۰۸، معجم الاصولیین ۲/۱۷۔۱۸ (۲۳۷)
[13] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۶۱۷۔ الفوائد البہیہ ص ۱۰۷۔ الفتح المبین ۳/۵۰ اس میں تاریخ وفات ۸۸۵ھ تقریباً ذکر ہے اور کشف الظنون میں بھی اسی طرح ہے معجم الاصولیین ۱/۲۲۹ (۲۶۰)
[14] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/۴۸
[15] معجم الاصولیین ۱/۲۳۰ (۱۸۳)

۳۔ حسین اماسی معروف خوجہ حسام متوفی ۹۹۱ھ[1]

۴۔ ابن حنبلی محمد بن ابراہیم الحلبی متوفی ۹۷۳ھ نے " انوار الحلک علی شرح المنار لا بن الملک" کے نام سے حاشیہ لکھا ہے[2]

۵۔ عزمی زادہ مصطفیٰ بن محمد حنفی متوفی ۱۰۴۰ھ۔[3]

عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ :

یحییٰ اعرج متوفی ۱۱۳۰ھ (تقریباً) نے عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۱۳۔ شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش رومی متوفی ۸۲۵ھ نے "زین المنار" کے نام سے شرح تالیف کی۔[5]

۱۴۔ محمد بن محمود بن حسن الحسینی حنفی نے ۸۵۷ھ میں تالیف سے فراغت پائی التبیان کے نام سے شرح لکھی۔[6]

۱۵۔ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلو بغا ترکی الاصل المصری البکتمری حنفی متوفی ۸۸۱ھ۔[7]

۱۶۔ ابوالفضائل سعدالدین بن عبدالکریم دھلوی متوفی ۸۹۱ھ نے " افاضة الانوار فی اضاءة اصول المنار " کے نام سے شرح لکھی۔[8]

۱۷۔ شیخ زین الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر معروف بہ ابن عینی حنفی ۸۹۳ھ۔[9]

۱۸۔ حکیم شاہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الہروی رومی القزوینی حنفی متوفی ۹۲۸ھ نے " مدار الفحول فی شرح منار الاصول " تالیف کی۔[10]

۱۹۔ عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی حنفی متوفی ۹۳۲ھ۔[11]

۲۰۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاستراباذی متوفی ۹۶۱ھ۔[12]

۲۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد، ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے" فتح الغفار بشرح المنار" معروف بہ "مشکاۃ الانوار" تالیف کی۔[13]

۲۲۔ ابوالبقاء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابی البرکات السیواسی الزیلی حنفی متوفی ۹۷۴ھ نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔[14]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵

[2] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/۹۳

[3] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/۹۳

[4] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵،

[5] کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تکمیل کتاب کی تاریخ ۸۴۳ھ مذکور ہے۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۲۰

[6] کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، ھدیۃ العارفین ۶/۲۰۰

[7] ھدیۃ العارفین ۶/۲۱۰

[8] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ھدیۃ العارفین ۵/۳۷۰، الفتح المبین ۲/۹

[9] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۳

[10] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۲۹

[11] کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تاریخ وفات ۹۳۰ھ تقریباً مذکور ہے۔ ھدیۃ العارفین ۵/۵۸۶ معجم الاصولیین ۲/۳۱۳ (۳۳۷)

[12] ھدیۃ العارفین ۵/۳۶۸

[13] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ھدیۃ العارفین ۵/۱۳۷۱ اس میں کتاب کا نام تعلیق الانوار علی اصول المنار مذکور ہے، الفتح المبین ۳/۷۸

[14] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۰۔۱۵۱، الفتح المبین ۳/۸۰

۲۲۔ ابوالسعود بن محی الدین محمد العمادی متوفی ۹۸۲ھ نے "ثواقب الانظار فی اوائل المنار" تالیف کی۔[1]

۲۳۔ عبدالرحمٰن بن صاچلبی امیر عجم شاہ ۹۸۷ھ۔[2]

۲۴۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطیب التمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ نے "قطعة عن شرح المنار الی باب السنة" تالیف کی۔[3]

۲۵۔ شمس الدین ابوالثناء احمد بن محمد بن عارف الزیلی الرومی السیواسی متوفی ۱۰۰۶ھ نے "زبدة الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔[4]

۲۶۔ عبدالحلیم بن لطف اللہ رومی متوفی ۱۰۵۱ھ۔[5]

۲۷۔ عبدالسلام المفتی بن ابی سعید بن محب اللہ الحسینی الکرمانی الدیوی متوفی ۱۰۲۹ھ نے "شرح المنار" (الاشراحات العالیہ) تالیف کی۔[6]

۲۸۔ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الحصنی الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے "افاضة الانوار علی اصول المنار" تالیف کی۔[7]

حصکفی کی شرح پر حاشیہ : محمد امین بن عمر بن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس شرح پر حاشیہ "نسمات الاسحار" تالیف کی۔[8]

اس شرح وحاشیہ پر شیخ احمد الطوفی کی بعض تقییدات ہیں اور یہ شرح، حاشیہ اور تقیدات ایک ساتھ چھپ چکے ہیں۔

۲۹۔ عبدالحلیم بن خشن قدم بن نصوح بن مصطفیٰ متوفی ۱۰۸۸ھ حاشیہ علی منار الانوار للنسفی تالیف کیا۔[9]

۳۰۔ ملاجیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ نے "نور الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔[10]

نورالانوار پر حاشیہ : شیخ محمد بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی متوفی ۱۲۸۵ھ نے "قمر الاقمار" کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا۔[11]

نورالانوار پر تعلیقہ : خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی متوفی ۱۲۷۱ھ نے "تعلیقات علی نور الانوار" تالیف کیے۔[12]

رستم علی بن اصغر الصدیقی القنوجی متوفی ۱۱۷۸ھ نے منتخب نور الانوار شرح منار الاصول لملا جیون تالیف کی۔[13]

---

۱ ھدیۃ العارفین ۲/۴۵۳ ۲ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/۵۲۷ ۳ ھدیۃ العارفین ۲/۲۷۲، ۱، الفتح المبین ۳/۸۶

۴ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، اس میں تاریخ وفات ۱۰۴۹ھ مذکور ہے اور ان کی شرح کا نام مختصر المنار زبدۃ الاسرار بتایا ہے۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۰

۵ ایضاح المکنون ۲/۵۵۴، ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۵ ۶ معجم الاصولیین ۲/۲۰۱-۲۰۲ (۳۳۶)

۷ ھدیۃ العارفین ۲/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۴۰ ۸ الفتح المبین ۳/۱۲۷-۱۲۸ ۹ ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۵

۱۰ الفتح المبین ۳/۱۲۲، معجم الاصولیین ۱/۱۲۱-۱۲۲ (۸۶) ۱۱ الفتح المبین ۳/۱۵۴

۱۲ نزھۃ الخواطر ۷/۵۰-۱۵۶، معجم الاصولیین ۱/۸۲ (۳۳۶) ۱۳ معجم الاصولیین ۲/۱۰۳ (۳۴۳)

۸۔ حضر بن محمد الاماسی حنفی متوفی ۱۰۰۱ھ نے غصون الاصول کے نام سے اس کا مختصر لکھا اور پھر "تهیج غصون الاصول" کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھ دی۔[۱]

۹۔ علی بن محمد (متوفی سن ند) نے "اساس الاصول" کے نام سے اختصار کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔[۲]

۱۰۔ شمس الدین محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم التمر تاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔[۳]

المنار کے چند مزید شارحین :

۱۔ کمال الدین حسین الوزیر الحسین میرزا (متوفی سن ند)

۲۔ شمس الدین محمد القوهصاری (متوفی سن ند) نے الفوائد الشمسیہ للمنار (بشرح فوائد المنار) کے نام سے شرح لکھی۔

۳۔ میر عالم (علم) (متوفی سن ند) نے شرح لکھی۔

۴۔ نقرہ کار۔

۵۔ قرہ سنان

۶۔ السمر قندی۔

۷۔ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد شاہ النوشاباری نے "زبدة الافکار" کے نام سے شرح لکھی۔

۸۔ عیسیٰ بن محمود الکاتب الدیوانی نے رکن ثالث سے ترکی زبان میں شرح لکھی۔[۴]

المنار کا نظم :

۱۔ فخر الدین احمد بن علی معروف بابن الفصیح الہمدانی (متوفی ۷۵۵ھ) نے "نظم المنار" تالیف کیا۔[۵]

۲۔ محمد بن علی محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی شافعی (متوفی ۱۰۵۷ھ) معروف بہ ابن علان نے " نظم مختصر المنار" تالیف کیا۔[۶]

۳۔ عبداللطیف بہاؤالدین بن عبدالباقی البعلبکی دمشقی الیمانی متوفی ۱۰۸۲ھ نے " قرة عين الطالب في نظم المنار في الاصول " اور" شرح قرة العين " تالیف کی۔[۷]

۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الحلبی الکواکبی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے "نظم المنار فی الاصول " اور" شرح نظم المنار " تالیف کی اور اس کا نام " ارشاد الطالب " رکھا۔[۸]

---

[۱] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷، معجم الاصولیین ۲/ ۸۸۔۸۹ (۳۲۴) [۲] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۶، ا
[۳] ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۶۲۔ الفتح المبین ۳/ ۸۶ [۴] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵۔۱۸۲۷
[۵] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۱۔ الطبقات السنیہ ۱/ ۳۵۷۔۳۶۰ (۲۲۸) الفوائد البہیہ ص ۲۶، الفتح المبین ۲/ ۱۶۴
[۶] الفتح المبین ۳/ ۹۶۔۹۷ [۷] ھدیۃ العارفین ۵/ ۶۱۷ [۸] ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۹۸۔ الفتح المبین ۳/ ۱۰۷

۵۔ عبدالحمید بن عبداللہ الرجی حنفی (متوفی ۷۴۲ھ) نے " نظم منار الانوار للنسفی" اور شرح "منظومۃ الانوار" تالیف کی۔[1]

ابوالعباس احمد السروجی حنفی (۶۳۷ھ/۷۱۰ھ):[2]

الطبقات السنیہ میں ہے:

" وتفقه على مذهب احمد، فحفظ بعض المقنع ثم تحول حنفيا".

(اور انہوں نے مذہب (امام) احمد پر تفقہ حاصل کیا " المقنع" کا کچھ حصہ حفظ کیا پھر حنفی بن گئے)

الدرر الکامنہ میں کمال جعفر کا قول مذکور ہے وہ فرماتے ہیں:

"كان فاضلا بارعا في مذهبه مشاركا في النحو والاصول و القضاء ......"

الفوائد البہیہ میں ہے

"كان اماما فاضلا رأسا في الفقه و الاصول شيخا في المعقول والمنقول"

(وہ فقہ و اصول میں عظیم و فاضل امام تھے معقول و منقول میں شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[3]

قطب الدین شیرازی شافعی (۶۳۴ھ-۷۱۰ھ):[4]

فقیہ، اصولی، نحوی، محدث، فیلسوف، حکیم، مفسر، منطقی اور صوفی تھے۔ علمی گھرانے سے تعلق تھا اس لئے اپنے والد اور چچا سے بھی تعلیم حاصل کی۔ نصیر طوسی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بلاد روم گئے تو وہاں کے امیر نے آپ کی عزت و اکرام کیا، سیواس اور ملطیہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ شام، دمشق، مصر کے علمی سفر سے فراغت پا کر واپس تبریز لوٹ آئے۔ جب تصنیف کرتے تو اس کا مسودہ مبیضہ (صاف) ہوتا کیونکہ وہ تصنیف کرتے وقت ریاضت نفس اور اس کی صفائی کے لئے روزہ سے ہوتے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے " شرح مختصر لابن الحاجب في الاصول " تالیف کی۔[5]

نجم الدین الطوفی حنبلی (متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۶ھ):

ان کی مؤلفات اصولیہ کے بارے میں ۷۱۶ھ تاریخ وفات کے تحت بیان ہوگا۔

---

1. ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۶، معجم المؤلفین ۵/۱۰۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۸ (۴۳)
2. ابوالعباس، احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن اسحاق السروجی قاضی القضاۃ (۱۲۳۹ء/۱۳۱۰ء) قاہرہ میں وفات پائی
3. الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ۱/۳۰۰-۳۰۲، تاج التراجم ص ۱۱-۱۲، الفوائد البہیہ ص ۱۳، الجواہر المضیہ ۱/۵۳ (۹۵)، معجم الاصولیین ۱/۱۷۷ (۳۹) الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱/۹۱-۹۲ (۲۴۴) بیروت دار الجیل
4. قطب الدین محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی (۱۲۳۶ء-۱۳۱۰ء) شیراز میں ولادت اور تبریز میں وفات پائی۔
5. ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۶، الفتح المبین ۲/۱۰۹-۱۱۰

محمد بن یوسف الجزری شافعی (۶۳۷ھ - ۷۱۱ھ) :

مؤلفات اصولیہ : تقی الدین السبکی کے شیخ تھے۔ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔[1]

حسین الصغناقی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ) :[2]

فقیہ، اصولی، متکلم، نحوی اور صرفی تھے۔

۱۔ الکافی فی شرح اصول البزدوی۔ اس کتاب کے آخر میں ذکر کیا کہ وہ اس کی تالیف سے جمادی الاولیٰ ۷۰۴ھ کے اواخر میں فارغ ہوئے تھے۔

۲۔ الوافی۔ یہ الاخسیکثی فی المنتخب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے اپنی مسجد و مشہد میں صفر ۶۹۰ھ میں املاء کرایا تھا۔ مظہر بقاء نے الکافی اور الوافی کے متعدد نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں الکافی کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھائی میں ہے اور یہ کتاب ایک ضخیم مجلد میں ہے۔[3]

عز الدین البغدادی الحنبلی مالکی (متوفی ۷۱۲ھ) :[4]

فقیہ، اصولی، نحوی اور لغوی تھے۔ عراق کے ممتاز ائمہ واعلام سے علم سیکھا۔ بغداد میں قاضی رہے، علماء حنفیہ میں سے مشہور زمانہ عالم شیخ قوام الدین امیر کاتب الاتقانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ متعدد کتب آپ کی مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الامهاد فی اصول الفقه" تالیف کی۔[5]

علاؤ الدین الباجی شافعی (۶۳۱ھ/۷۱۴ھ) :[6]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے، شام میں ابن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا، مختلف فنون میں مہارت تھی خاص کر اصول فقہ میں تفوق حاصل تھا۔ مصر کا سفر کیا اور کرک کے قاضی بنائے گئے۔ ابن دقیق سوائے الباجی اور ابن رفعہ کے ہر خاص وعام اور سلطان تک کو بھی "یا انسان" کہہ کر مخاطب کرتے تھے، مگر الباجی کو "یا امام" اور ابن رفعہ کو "یا فقیہ" سے مخاطب کرتے۔ ابن تیمیہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ تقی الدین السبکی نے ان سے اصول فقہ واصول دین کی تعلیم حاصل کی۔ کئی علوم پر کتب تالیف کیں۔

---

[1] ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ الجزری المصری ہدیۃ العارفین ۶/۱۴۲

[2] حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین الصغناقی (الصغناقی) متوفی ۱۳۱۱ء حلب میں وفات پائی

[3] کشف الظنون ۱/۱۱۲-۲/۱۸۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۴، تاج التراجم، قاسم بن قطلو بغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۲۵ (۹۳)، الفتح المبین ۲/۱۱۲ اس میں تاریخ وفات ۷۱۲ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۷۱-۷۲ (۳۰۷)

[4] عز الدین حسین ابن ابو القاسم البغدادی الحنبلی قاضی قضاۃ المالکیہ متوفی ۱۳۱۲ء عراق میں نشو و نما اور وفات ہوئی

[5] الدیباج ص ۱۷۵، الفتح المبین ۲/۱۱۱، معجم الاصولیین ۲/۷۸ (۳۱۲)

[6] ابو الحسن علاء الدین علی بن محمد بن خطاب الباجی (۱۲۳۳/۱۳۱۴ء) قاہرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "غاية السول" اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جو امام رازی کی المحصول کا اختصار ہے۔

۲۔ "شرح غاية السول"[1]

محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۱۴ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کشف الکاشف الدهبي في شرح المغني" تالیف کی یہ الخبازی کی اصولی کتاب کی شرح ہے[2]

صفی الدین الهندی شافعی (۶۴۴ھ/۷۱۵ھ) :[3]

فقیہ، اصولی تھے ہندوستان میں اپنے نانا سے تعلیم حاصل کی اور پھر یمن، حجاز، قاہرہ، روم، بقونیہ، سیواس، قیصر یہ اور دمشق جا کر تعلیم حاصل کی۔ بلاد روم میں سراج الدین محمد ابوبکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) صاحب التحصیل کی شاگردی اختیار کی۔ مذہب اشعریہ کے معتقد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نهاية الوصول الى علم الاصول : یہ کتاب امام رازی کی المحصول کی شرح ہے۔ یہ کتاب " نهاية الوصول فی دراية الاصول" کے نام سے صالح بن سلیمان الیوسف اور ڈاکٹر سعد بن سالم الشریح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ (۸) مجلدات میں مکہ المکرمہ، المکتبۃ التجاریۃ (سند) سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ الرسالة السنية في الاصول[4]

رکن الدین الاسترابادی شافعی (۶۴۵ھ/۷۱۵ھ) :[5]

فقیہ، اصولی، نحوی، منطقی اور متکلم تھے، موصل میں نشو ونما ہوئی اور نصیر طوسی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح مختصر ابن الحاجب في الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۸۲ھ میں فراغت پائی۔ اس کتاب کے نام میں اختلاف ہے۔ ھدیۃ العارفین کے مطابق اس کا نام " العقد والحل في شرح مختصر السول والامل" ہے اور کشف الظنون کے مطابق حل العقد والعقل في شرح مختصر السول والامل ہے۔[6]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۹۱۶، ھدیۃ العارفین ۵/۷۱۲، الفتح العارفین ۲/۱۱۳

۲۔ محمد بن احمد بن عثمان ابراہیم بن مصطفیٰ المارديني المارديني جلال الدين الترکمانی حنفی، کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۵۷

۳۔ صفی الدین محمد بن عبدالرحیم بن محمد (۱۲۴۶ء/۱۳۱۵ء) ہندوستان دہلی میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۹۱۹، ھدیۃ العارفین ۶/۱۴۳، الدرر الکامنہ ۴/۱۴۔۱۵ (۲۹)، الفتح المبین ۲/۱۱۵۔۱۱۶

۵۔ ابو محمد رکن الدین حسن بن شرف شاہ العلوی الحسینی (۱۲۴۷ء/۱۳۱۵ء) موصل میں وفات پائی

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۳، الفتح المبین ۲/۱۱۴، معجم الاصولیین ۲/۵۵ (۲۹۰)

نجم الدین الطوفی الصرصری حنبلی (۶۷۳ھ/۷۱۶ھ) :[1]

فقیہ، اصولی اور کئی دوسرے علوم میں ید طولیٰ رکھتے، شیخ شرف الدین علی بن محمد الصرصری سے تفقہ حاصل کیا۔ نصیر فاروقی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بغداد، دمشق، مصر کے سفر کئے ان سے متعلق یہ بات پھیل گئی کہ بعض صحابہ کرام پر تنقید کے بارے میں ان کے خیالات شیعہ حضرات کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ مصر میں حنابلہ کی عدالت میں قاضی سعد الدین الحارثی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ اس تنقید کی دلیل طلب کی گئی اور ان کو سزا سنائی گئی۔ مدارس کے اختیارات سلب کر لئے گئے، ملامت کئے گئے اور قید میں بھی رکھے گئے۔ مصالح مرسلہ کے بارے میں ان کا نظریہ عامۃ العلماء کے برخلاف تھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر الروضہ :(البلبل) اس کتاب میں ابن قدامہ کی کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر" کا اختصار کیا گیا ہے جو اصول فقہ میں ابن حاجب کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔

۲۔ شرح المختصر الروضہ : اس کتاب پر بابا بن بابا بن ادہ نے ماقبل قیاس تک تحقیق کر کے جامعہ ام القریٰ سے ۱۴۰۵ھ میں دکتورا کی ڈگری حاصل کی۔

۳۔ معراج الوصول

۴۔ بغية السائل في امهات المسائل في الاصول

۵۔ "نهاية السول في علم الاصول" یا "قاعده في الاصول"

۶۔ الاشارات الالهية الى المباحث الاصولية : یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، اس میں اصول الدین اور اصول فقہ کے مطالب نہایت ابلغ واحسن انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب پر کمال محمد نے جامعہ القاہرہ سے ۱۳۹۴ھ میں تحقیق پیش کی۔

۷۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق "مختصر المحصل لفخر الدين الرازي" بھی ان کی تالیف ہے۔[2]

صدر الدین بن الوکیل شافعی (۶۶۵ھ ۷۱۶ھ)[3]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب اور شاعر تھے۔ صفی الدین ہندی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) شارح المحصول ان کے استاد تھے۔ صدر الدین اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ صرف پچاس دن میں مقامات حریری حفظ کر لی تھی۔ مصر، دمشق، حلب کے سفر کئے بہت سے مدارس میں تدریس انجام دی۔ مثلاً مشہد حسینی، زاویہ الشافعی وغیرہ میں۔ وہ اپنی زمانہ کے واحد شافعی تھے جو ابن تیمیہ سے مناظرہ پر تیار رہتے اور ابن تیمیہ نے ان کی تعریف کی اور علمی تفوق کی شہادت دی۔

۱۔ ابو الربیع نجم الدین سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم بن سعید الطوفی الصرصری البغدادی، ابن ابی العباس (۱۲۷۴م/۱۳۱۶م) عراق میں ولادت ووفات پائی

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۶۳۸، ہدیۃ العارفین ۱/۴۰۰، معجم المولفین ۴/۲۶۶، اس میں ہے انہوں نے مختصر الحاصل تالیف کی، والفتح ۲/۱۲۰، ۱۲۱، معجم الاصولیین ۲/۱۲۷-۱۲۹ (۳۶۳)

۳۔ صدر الدین محمد بن عمر بن مکی بن عبد الصمد بن عطیہ، ابن وکیل، ابن مرحل (۱۲۶۶م/۱۳۱۶م) دمیاط میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاشباہ والنظائر ۲۔ شرح الحکام لعبد الحق

یہ دونوں کتابیں ان کے حدیث، فقہ اور اصول میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔[۱]

شمس الدین خطیب الجزری شافعی (۶۳۷ھ۔۷۱۶ھ) :[۲]

فقیہ، اصولی نحوی، منطقی، ادیب اور ریاضی تھے۔ شمس الدین الاصبہانی (متوفی ۶۸۸ھ) شارح المحصول آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ تقی الدین السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح منہاج الوصول للبیضاوی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان کے درس میں یہود و نصریٰ بھی شریک ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح التحصیل امام سراج الدین الارموی : (متوفی ۶۸۲ھ) کی کتاب التحصیل کی تین مجلدات میں شرح لکھی۔

۲۔ اجوبہ علی مسائل من المحصول

۳۔ شرح منہاج البیضاوی[۳]

الخطاب القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) :[۴]

فقیہ، اصولی تھے اپنے شہر کے علماء سے استفادہ کے بعد شام جا کر فقہ، حدیث، تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس اپنے شہر لوٹ آئے، وہیں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[۵]

محمد بن محمد الوسطی شافعی (متوفی ۷۱۸ھ) :

مؤلفات اصولیہ : "شرح منہاج الوصول للبیضاوی" تالیف کی۔[۶]

ابراہیم بن ھبۃ اللہ شافعی (متوفی ۷۲۱ھ) :[۷]

فقیہ اصولی و نحوی تھے امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا :

" کان اماماً عالماً ماھراً فی فنون کثیرۃ کالفقہ والاصول والنحو "

(وہ بہت سے فنون جیسے فقہ، اصول اور نحو میں امام اور ماہر عالم تھے)۔

---

۱ الفتح المبین ۲/۱۱۸۔
۲ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ الجزری (۱۲۳۹ء/۱۳۲۶ء) مصر میں وفات پائی۔
۳ الفتح المبین ۲/۱۱۷۔
۴ الخطاب بن ابوالقاسم القرہ حصاری (۱۳۱۷ء میں زندہ تھے)
۵ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۲۷، اس میں تاریخ وفات ۷۳۰ھ مذکور ہے۔ معجم المؤلفین ۴/۸۹ (۳۲۵)
۶ غیاث الدین محمد بن محمد الواسطی ہدیۃ العارفین ۱۳۲۱
۷ ابراہیم بن ھبۃ اللہ بن علی نورالدین بن اسنوی متوفی ۱۳۲۱ء قاہرہ میں وفات پائی

قاہرہ میں بہاء الدین القفطی سے فقہ اور شارح المحصول شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ واضح رہے کہ الاصفہانی کی شاگردی ایک بہت بڑا اعزاز تھا کیونکہ وہ المحصول کے شارح ہونے کے علاوہ اخمیم، اسیوط اور قوص کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المنتخب فی الاصول" تصنیف کی۔[1]

ابن البناء المراکشی مالکی (متوفی ۷۲۱ھ یا ۷۲۴ھ) :

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۷۲۴ھ کے تحت تفصیلات درج ہیں۔

ابن الشاط الانصاری السبتی مالکی (۶۴۳ھ / ۷۲۳ھ) :[2]

فقیہ، نظار، اصولی، حافظ اور نحوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "انوار البروق فی تعقب مسائل القواعد والفروق فی الاصول" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے کتاب "ادرار الشروق علی انواع الفروق فی الاصول" تالیف کی۔[3]

ابو عبداللہ محمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نصح المقالۃ فی شرح الرسالۃ" تالیف کی۔[4]

ابو العباس بن البناء مالکی (۶۵۴ھ / ۷۲۱ھ) :[5]

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ریاضی، فلکی، اور ادیب تھے۔ ابو عمران الزناتی اور قاضی ابو الحسین المغیلی سے تفقہ حاصل کیا۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منتہی السول فی علم الاصول

۲۔ شرح علی تنقیح القرافی[6]

۳۔ تنبیہ الفہوم علی مدارک العلوم فی الاصول[7]

---

[1] حسن المحاضرۃ ۱/۱۹۸، الفتح المبین ۲/۱۲۲، معجم الاصولیین ۱/۶۶ (۳۸)

[2] ابو القاسم قاسم بن عبداللہ بن الشاط الانصاری السبتی (۱۲۴۵ء/۱۳۲۳ء) سبتہ میں ولادت و وفات پائی

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۸۳۹، الدیباج ص ۲۲۴، ۲۲۵ (۳۴۲)، معجم المولفین ۸/۱۰۵، الفتح المبین ۲/۱۲۲

[4] ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد الخفار المالقی، ایضاح المکنون ۲/۶۵۰

[5] ابو العباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراکشی متوفی ۱۲۵۶ء

[6] ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۳، الفتح المبین ۲/۱۲۴، ۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۱۶۴، ۱۶۵ (۱۶۴)

[7] حاشیہ معجم الاصولیین ۱/۱۶۴-۱۶۵ (۱۶۴) بحوالہ معلمات الفارسیہ رقم ۸ مذکور ہے

سراج الدین الأرمتی شافعی (۶۴۴ھ۔۷۲۵ھ) :[1]

فقیہ وقاضی تھے۔ کئی شہروں کے قاضی رہے۔ امام اسنوی نے فرمایا :

" كان في الفقه اماماً مع فضيلة تامة في الاصول والنحو "

(وہ اصول ونحو میں فضیلت تامہ رکھنے کے ساتھ فقہ میں امام تھے)۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "المسائل المهمة في اختلاف الائمة، اصول"[2]

ابوعبداللہ التونسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ بعدہ) :[3]

فقیہ واصولی تھے ، انہوں نے کئی تصنیفات تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " تقييدات على الحاصل " لکھی جو دو مجلدات میں ہے۔[4]

حسن (حسین) ابن المطہر الحلی الشیعی (۶۴۸ھ/۷۲۶ھ) :[5]

فقہ، اصول، کلام، تفسیر، نحو، رجال، منطق، علم الطبیعہ اور حکمت الالٰہیہ کے عالم تھے، تقریباً نوے کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مبادیء الوصول الی علم الاصول[6]

۲۔ تهذيب طرق الوصول الى علم الاصول[7] اور کبھی اس نام کو تخفیف کے ساتھ تهذيب الاصول یا تهذيب الوصول بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔ نهاية الوصول الى علم الاصول[8] دکتور مظہر بقا نے دنیا کے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور الذریعہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں ہے۔

" وهو كتابه الجامع في اصول الفقه، فيه ماذكره، المتقدمون والمتاخرون، الفه بالتماس ولده محمد في اربعة اجزاء ثم اختصره وسماه " تهذيب طريق الوصول الى علم الاصول" وفرغ منه في رمضان ۷۰۶ھ[9]

---

[1] سراج الدین یونس بن عبدالمجید بن علی بن داؤد الارمتی ۱۲۴۶/۱۳۲۵ء مصر میں ولادت اور قوص میں انتقال ہوا
[2] الفتح المبین ۱۲۶/۲ [3] ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالنور التونسی متوفی ۱۳۲۶ء [4] الفتح المبین ۱۲۷/۲
[5] ابومنصور جمال الدین حسن (حسین) بن یوسف بن المطہر الحلی العراقی (۱۲۵۰/۱۳۲۵ء) ایضاح المکنون ۳۳۳/۲، الفتح المبین ۱۲۸/۲ معجم الاصولیین ۶۶،۶۱/۲ (۲۹۵) [6] الفتح المبین ۱۲۸/۲ [7] ایضاح المکنون ۳۳۳/۲، معجم الاصولیین ۶۶،۶۱/۲ (۲۹۵) بحوالہ الذریعہ ۵۱۱/۳ مذکور ہے [8] ایضاح المکنون ۶۹۳/۲ [9] معجم الاصولیین ۶۶،۶۱/۲ (۲۹۵) بحوالہ الذریعہ ۴۰۸/۲۴، ۴۰۹

(اوران کی کتاب اصول فقہ میں جامع ہے اس میں متقدمین ومتاخرین سے اخذ کیا گیا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے بیٹے محمد کی درخواست پر چار اجزاء میں تالیف کیا تھا پھر اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "تھذیب طریق الوصول الی علم الاصول" رکھا اور اس (تالیف) سے رمضان ۲ ۰ ... ھ میں فارغ ہوئے)۔

تہذیب کی شرح :

شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الخضری شافعی (متوفی ۷۱۰ھ) نے اس کتاب کی شرح لکھی اور اس کا نام "منیۃ اللبیب فی شرح التھذیب" رکھا۔[1]

۴۔ غایۃ الوصول وایضاح السبل فی شرح مختصر منتھی السول والامل لابن الحاجب، حاجی خلیفہ کے مطابق یہ کتاب دو مجلدات میں ہے اور احکام للآمدی اور المحصول للرازی کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ ابن کثیر نے کہا۔ "ولا باس به فانه مشتمل علی نقل کثیر"[2] ڈاکٹر مظہر بقا نے مختلف مقامات پر اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

۵۔ نھج الوصول الی علم الاصول۔[3]

۶۔ منتھی الوصول الی علمی الکلام والاصول۔[4]

۷۔ شرح غایۃ الوصول فی الاصول للغزالی حجۃ الاسلام ، حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا اور کہا : شرح بقال اقوال فی مجلد و فرغ فی جمادی الاولی ۶۸۱ھ۔[5]

۸۔ النکت البدیعه فی تحریر الذریعه للسید المرتضی فی اصول الفقه۔[6]

تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ ـ ۷۲۸ھ)[7] :

امام، محقق، حافظ، مجتہد، محدث، مفسر، اصولی، نحوی، واعظ، خطیب، ادیب، اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے والد سے فقہ واصول کی تعلیم حاصل کی۔ بیس برس سے کم عمر میں تدریس وفتوی کی اہلیت حاصل کر لی تھی۔ اور جمع وتالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر مسند تدریس وفتوی پر بیٹھے۔ مصر میں تشریف لائے مگر وہاں بحکم قاضی قلعہ میں بند کر دیئے گئے۔ اور رہائی اور پھر قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ملک ناصر ۷۰۹ھ میں تخت نشین ہوا تو پھر عزت کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ تاتار سے ۷۱۲ھ میں جہاد کے لئے دمشق آئے۔ تین سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قاعدة کبیرة فی اصول الفقه غالبها نقل اقوال الفقهاء یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۲۔ قاعدة فی الاجتهاد والتقلید فی الاسماء التی علق الشارع بها من الاحکام۔ ایک جلد میں ہے۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۹
[2] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، معجم الاصولیین ۲/۶۱-۶۲ (۲۹۵)
[3] ایضاح المکنون ۴/۶۹۵ـ الذریعہ ۳۳/۳۲۶
[4] ایضاح المکنون ۴/۵۷۳ ـ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۵
[5] کشف الظنون ۲/۱۱۹۳
[6] ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۵، معجم الاصولیین ۳/۳۰۳ ـ الذریعہ ۲۴/۳۰۳
[7] ابوالعباس تقی الدین، احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد

۳۔ قاعدة فيما شرعه الله تعالى بقطعي العموم والاطلاق وهل يكون مشروعا بلفظ الخصوص والتقييد۔

۴۔ قاعدة في تقليد مذهب معين هل يجب على العامي اولا ؟

۵۔ جواب في ترك التقليد فيمن يقول مذهبي مذهب النبي ولست انا التقليد مذاهب الاربعة۔

۶۔ قاعدة في المخطى في الاجتهاد هل يأثم، وهل المصيب واحدا۔

۷۔ قاعدة فيما يظن من تعارض النص والاجماع ۔

۸۔ قاعدة في الاجماع وانه ثلاثه اقسام ۔

۹۔ وجواب في الاجماع والخبر المتواتر۔

۱۰۔ نقد مراتب الاجماع التي الفها ابن حزم (طبع حاشیہ علی مراتب الاجماع لابن حزم بیروت ۱۳۵۷ھ)۔

۱۱۔ قاعدة في كيفية الاستدلال على الاحكام بالنص والاجماع في الرد على من قال: ان الدلالة اللفظية لا تفيد اليقين ۔

۱۲۔ قاعدة في تقرير القياس في مسائل عدة الرد على من يقول هل خلاف القياس والقياس في الشرع ۔

۱۳۔ جواب تقليد الحنفي الشافعي في المطر والوتر۔

۱۴۔ قاعدة في لفظ الحقيقه والمجاز والبحث مع الآمدی ۔ یہ کتاب تقریباً اسی (۸۰) صفحات پر ہے۔

۱۵۔ رفع الملام من ائمة الاعلام ۔

۱۶۔ قاعدة في ان جنس الفعل المامور به أعظم من جنس ترك المنهي عنه ۔

۱۷۔ قواعد في النهي هل يقتي فساد المنهي عنه ۔

۱۸۔ وقاعدة أخرى كل حمد وذم من الاقوال والافعال لايكون الابالكتاب والسنة

۱۹۔ قاعدة في شمول النصوص للاحكام ۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔

۲۰۔ رسالة في جواب هل كل مجتهد مصيب ۔

۲۱۔ رسالة في حقيقة الحكم الشرعي وأنواعه ۔

۲۲۔ رسالة في التقليد الذي حرمه الله ورسوله، وشرح اول المحصول للرازى ۔

۲۳۔ معارج الوصول في ان الاصول والفروع قدبينها الرسول ۔

۲۴۔ المسودہ آل تیمیہ کے تین علماء نے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور ابن تیمیہ کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ یعنی شیخ الاسلام مجد الدین، ابوالبرکات، عبدالسلام، دوسرے ان کے والد شیخ شہاب الدین ابوالمحاسن، عبدالحلیم، تیسرے امام تقی الدین ابوالعباس احمد ہیں المسودہ پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

مجموع فتاوی میں اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے : شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مجموعہ فتاوی جو ۳۷ مجلدات میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے اس کی اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی الحنبلی نے اپنے صاحبزادے کی مساعدت سے اس کی جمع و تبویب کی، جو خادم الحرمین الشریفین حضرۃ صاحب الجلالۃ الملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے اشراف الرئاسۃ العامۃ لشؤون الحرمین الشریفین سے شائع ہو چکا ہے۔[1]

احمد المقدسی ابن جبارہ الحنبلی (۶۴۷ھ۔۷۲۸ھ)[2]:

فقیہ، اصولی، نحوی، مقری، مفسر تھے اصول فقہ کی تعلیم شہاب الدین القرافی مالکی سے حاصل کی۔ مصر، دمشق اور پھر واپس حلب آئے مگر بعد میں بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔[3]

ابن الزیات الکلاعی مالکی (۶۴۹ھ/۷۲۹ھ)[4]:

فقیہ اصولی نحوی، ادیب متکلم مقری تھے الدیباج میں ہے کہ انہوں نے کتاب "الصفحة الوسيمة والمنحة الجسيمة" تالیف کی۔ دراصل ان کا یہ رسالہ اعتقادیہ، اصولیہ فروعیہ اور تحقیقیہ چار قواعد پر مشتمل تھا۔[5]

علاء الدین القونوی الشافعی (۶۶۸ھ/۷۲۹ھ)[6]:

فقیہ، اصولی، مفسر، ادیب، متصوف تھے۔ دمیاطی، زملکانی، ابن القیم، ابن دقیق العید اور شمس الدین الایکی آپ کے شیوخ تھے۔ اصول کی تعلیم خاص طور پر تاج الدین الجلالی سے حاصل کی تھی۔ دمشق کے علاوہ قاہرہ میں بھی تدریس کی۔ ایک زمانہ تک وہاں رہے، ملک ناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا۔ ارغون شاہ نائب کہتا تھا : "ما ملأ عيني غيره" (میری آنکھیں ان کے سوا کسی سے نہیں بھرتیں)، دمشق میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اختصار المعالم فی الاصول۔[7]

---

[1] الفتح المبین ۲/۳۰۔۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۳۶۔۱۳۹ (۹۸) حیات ابن تیمیہ، ابوزہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری فہرست اصول فقہ لابن تیمیہ ص ۲۲۴۔۲۲۵۔

[2] احمد بن محمد بن عبدالولی بن جبارہ شہاب الدین بن تقی الدین المقدسی المرداوی الحنبلی (۱۲۴۹ء/ ۱۳۲۸ء) بیت المقدس میں وفات پائی۔

[3] شذرات الذہب ۶/ ۸۷، معجم المؤلفین ۲/ ۸۳۶، معجم الاصولیین ۱/ ۲۱۹ (۱۴۳)

[4] ابو جعفر احمد بن حسن بن علی الکلاعی، ابن زیات خطیب (۱۲۵۱ء/ ۱۳۲۷ء)

[5] الدیباج ۱/ ۱۰۹۔۱۱۰ (۷۲)، الفتح المبین ۲/ ۱۲۹، معجم العارفین ۱/ ۱۰۷ (۷۳)۔ اس میں ان کی کتاب کے نام کا پہلا کلمہ المصحفة اور الفتح المبین میں المصفحة مذکور ہے۔

[6] علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی (۱۲۶۹ء۔ ۱۳۲۸ء) شام میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

[7] ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۱۷، الفتح المبین ۲/ ۱۳۳

مصر میں تشریف لائے اور ملک ناصر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو پسند کیا اور ایک علاقہ کا سلطان مقرر کیا۔

مؤلفاتِ اصولیہ: اصولِ فقہ میں کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[1]

ابوالبقاء محمد بن ابراہیم شافعی (متوفی ۷۳۳ھ)

انہوں نے کتاب "النجم اللامع فی شرح جمع الجوامع" تالیف کی۔[2]

شجاع الدین الطرازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ۔۷۳۳ھ)

مؤلفاتِ اصولیہ: فقیہ واصولی تھے۔ انہوں نے "تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔[3]

تاج الدین الرازی شیعی (متوفی ۷۳۵ھ)

انہوں نے کتاب "المصادر فی الاصول" تالیف کی۔[4]

ابو عبداللہ القفصی مالکی (متوفی ۷۳۶ھ)[5]

ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ اسکندریہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شمس الدین الاصفہانی، ناصر الدین الابیاری، ابن دقیق العید آپ کے شیوخ تھے۔ ۶۸۰ھ میں دورانِ حج علماءِ حرمین شریفین سے مستفید ہوئے۔ قفصہ (تیونس) کے قاضی بنائے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب "تحفۃ الواصل فی شرح الحاصل" تالیف کی۔[6]

مصلح الدین التبریزی حنفی (متوفی ۶۶۹ھ۔۷۳۶ھ)[7]

فقیہ اصولی تھے۔ قاہرہ و دمشق کے سفر کئے۔

مؤلفاتِ اصولیہ: "الرفیع فی شرح البدیع" تالیف کی۔ دراصل یہ ابن الساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی اصولِ فقہ میں کتاب "بدیع النظام" کی شرح ہے۔ صاحب تاج التراجم قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے لکھا ہے: "رأیتہ بخطہ فی مجلدین" (میں نے اس کتاب کو ان کے خط میں دو جلدوں میں دیکھا تھا)۔[8]

---

1. معجم الاصولیین ۲۶۵/۱ (۲۱۰)
2. ابوالبقاء محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن جماعۃ الکنانی المقدسی، ایضاح المکنون ۶۲۷/۴
3. شجاع الدین ھبۃ اللہ بن احمد بن معلی بن محمود الترکستانی الطرازی، طراز (ترکستان) میں ولادت اور مدرسہ ظاہریہ (قاہرہ) میں انتقال ہوا۔ ہدیۃ العارفین ۵۰۶/۶، تاج التراجم ۸۰ (۲۲۷)
4. تاج الدین محمود بن علی بن محمود الحمصی الحکیم، ہدیۃ العارفین ۴۰۸/۹
5. ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ راشد البکیری القفصی متوفی ۱۳۳۵ء تونس میں وفات پائی
6. ہدیۃ العارفین ۱۳۳/۶۔۱۳۵، اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے، الفتح المبین ۱۳۹/۲
7. ابوالفتح موسیٰ بن محمد مصلح الدین التبریزی (۱۲۷۰ء۔۱۳۳۵ء) مدینۃ المنورہ میں انتقال ہوا
8. تاج الدین التراجم ص ۷۴ (۲۲۶)، الدرر الکامنۃ ۳۷۴/۴ (۱۰۱۶)، الجواہر المضیۃ ۱۸۵/۲ (۵۷۸)، الفوائد البہیۃ ص ۲۱۶، الفتح المبین ۱۴۰/۲

احمد بن نور (متوفی ۷۳۷ھ)[1]

ابتداء میں اپنے والد کے ساتھ کھیت کی رکھوالی کرتے پھر اللہ نے اپنے دین کی تعلیم کی طرف رغبت دلا دی۔ کچھ ہی عرصہ میں فقہ نحو اصول میں ماہر ہو گئے، درس و افتاء کی خدمات انجام دینے لگے۔[2]

زین الدین بن المرحل (بعد ۶۶۹ھ-۷۳۸ھ)[3]

قاہرہ میں ابن دقیق العید کے شاگرد رہے۔ قاہرہ اور دمشق کی مشہور درسگاہوں میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے رافع کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

" انه صنف كتابا في اصول الفقه "

(یا شاید انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)

اور صاحب شذرات کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

" انه الف كتابين "

(انہوں نے دو کتابیں تالیف کیں)[4]

صفی الدین البغدادی حنبلی (متوفی ۶۵۸ھ-۷۳۹ھ)[5]

فقیہ، اصولی، فرضی اور ریاضی دان تھے۔ بغداد، دمشق اور مکۃ المکرمۃ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ حنبلی مدرسہ "بشیریہ" میں تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن حنبلی نے اپنی طبقات میں اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے :

۱۔ تسهيل الوصول الى علم الاصول : ہدیۃ العارفین " تسهيل الفصول في علم الاصول " تحریر ہے۔

۲۔ تحقيق الامل في علمي الاصول والجدل

۳۔ مختصر قواعد الاصول ومعاقد الفصول[6]

قواعد الاصول ومعاقد الفصول کا تعارف :

ابن بدران نے حنابلہ اصول فقہ کے انفع مختصرات میں اسے شمار کیا ہے۔[7]

۱۔ احمد بن علی بن احمد، ابن النور، متوفی ۱۳۳۶ء قوص میں وفات پائی ۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۶۸(۱۱۹) ۳۔ زین الدین محمد بن عبداللہ بن عمر بن ابوالحسن بن عطیہ بن احمد الحسانی الدمشقی ملقب ابن المکل ملقب ابن المرحل مصری (۱۲۷۰ء-۱۳۳۸ء) شام میں وفات پائی ۴۔ الفتح المبین ۲/۱۳۱

۵۔ ابوالفضائل صفی الدین عبدالمؤمن بن عبدالحق بن عبداللہ بن علی بن مسعود بن شمائل البغدادی (۱۲۵۰ء-۱۳۳۸ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۶۳۱، الفتح المبین ۲/۱۳۳، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بغدادی حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) ۴/۴۲۸-۴۲۹ (۵۲۳) بیروت دارالمعرفۃ سن ند

۷۔ المدخل الی مذہب الامام احمد، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ ابن بدران ص ۲۳۸، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

ابن جزی الغرناطی مالکی (۶۹۳ھ-۷۴۱ھ)[1]

فقیہ، اصولی، محدث، مقری، متکلم، ادیب، لغوی، نحوی اور خطیب تھے۔ لسان الدین ابن خطیب ان کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قوانین الفقهيه، في تلخيص مذهب المالكيه، والتنبيه علی مذهب الشافعية و الحنفية و المحنبليه

۲۔ تقریب الوصول الی علم الاصول[2]

ابراہیم الزرعی حنبلی (متوفی ۷۴۱ھ)[3]

فقیہ، اصولی، مناظر اور فرضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ میں کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[4]

مشائخ الجیلی حنبلی (متوفی ۷۴۱ھ)[5]

فقیہ اور اصولی تھے۔ شیخ تقی الدین الزریراتی سے تفقہ حاصل کیا۔ الجاہدیہ (دمشق) میں چاروں ائمہ کے پیروکاروں کو تعلیم دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[6]

عبداللہ بن علی الکنانی الغرناطی مالکی (۶۶۹ھ-۷۴۱ھ)[7]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الشافي فيما وقع من الخلاف بين التبصرة والكافي۔ المراغی نے کہا کہ غالب گمان یہ ہے کہ "الشافی" اصول فقہ میں کتاب ہے اور اس پر یہ تائید پیش کی کہ کشف الظنون کے مطابق "التبصرہ" امام شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) کی اصول فقہ پر کتاب ہے۔ اور کتاب الکافی ابن حاجب کی اصول فقہ میں مختصر ابن حاجب کی شرح ہے۔[8]

۱۔ ابوالقاسم محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی (۱۲۹۴/۱۳۴۰ء)۔ اندلس میں وفات پائی۔

۲۔ ایضاح المکنون ۳/۳۱۴، الدیباج۔ ص ۳۸۸ (۵۲۲)، الفتح المبین ۲/۱۴۸

۳۔ قاضی ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن ہلال الزرعی الدمشقی متوفی ۱۳۴۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۶ (۲)

۵۔ رکن الدین شافع بن عمر بن اسماعیل الحسیلی البغدادی متوفی ۱۳۴۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۱/۴۱۴، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۶۸)

۶۔ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن علی بن سلمون الکنانی الغرناطی (۱۲۷۵/۱۳۴۰ء)

۷۔ الفتح المبین ۲/۱۴۷

۸۔ ابواسحاق ابراہیم محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم القیسی السفاقسی (۱۲۹۷/۱۳۷۱ء)۔ حلب میں وفات پائی۔

ابراہیم السقافسی مالکی (تقریباً ۶۹۷ھ۔۷۴۲ھ) [1]

بجایہ سے حرمین شریفین، قاہرہ اور دمشق کے علمی سفر کیے۔

مؤلفاتِ اصولیہ : شرح مختصر ابن الحاجب، المراغی نے ان کا نام محمد بن محمد ابراہیم (متوفی ۷۴۴ھ) بتایا ہے۔ ارشرح مختصر ابن الحاجب الأصلی فی الاصول کتاب کا ذکر کیا اور کشف الظنون میں اس طرح ہے :

"الشرح المختصر لمحمد بن احمد، اخو العرب، السفاقسی (متوفی ۷۴۴ھ)".

بقول مظہر بقا یہ کتاب برلی میں ۵۰۴ فاتح ۱۳۶۲ میں موجود ہے اور آخر الذکر دونوں میں ان کا نام محمد بن محمود بن احمد بتایا گیا ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں محمد بن محمد بن ابراہیم متوفی ۷۴۴ھ مذکور ہے۔ (واللہ اعلم) [2]

برہان الدین العبری شافعی (متوفی ۷۴۳ھ) [3]

ابتداءً حنفی المذہب تھے، پھر شافعی مسلک اختیار کیا۔ دونوں مذاہب پر کتب تالیف کیں۔ تبریز میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ قاضی بیضاوی کی مختلف فنون پر کتب کی شروح لکھیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے شرح المنهاج للبیضاوی فی الاصول تالیف کی [4]۔ یہ منہاج کی احسن و انفع شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذی اعلی معالم الاسلام وبین لطرق المعاش والمعاد قوانین الشرع والاحکام" [5]

العبری کی شرح پر حاشیہ :

قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔ [6]

تاج الدین ابن الترکمانی (متوفی ۶۸۱ھ۔۷۴۴ھ) [7]

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب، منطقی، فلکی اور متکلم تھے۔ اپنے والد اور بھائی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم امام تھے۔ بہت سے علوم وفنون میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و اصول الدین، حدیث، لغت عربیہ، عروض، منطق اور ہیئت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ تدریس و افتاء میں مشغول رہے۔ قائم مقام قاضی بھی رہے آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ (۱۷) تک بتائی جاتی ہے۔ [8]

---

[1] ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن ابو القاسم القیسی السفاقسی (۱۲۹۷ء۔۱۳۴۱ء) حلب میں وفات پائی

[2] ہدیۃ العارفین ۲/۱۵۱، الفتح المبین ۲/۱۵۱، معجم الاصولیین ۱/۵۱ (۲۵)

[3] برہان الدین عبید اللہ بن محمد ابو ہاشم الحسینی الفرغانی الشریف العبری متوفی ۱۳۴۲ء، تبریز میں وفات پائی

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۹، الفتح المبین ۲/۱۳۹ [5] کشف الظنون ۲/۱۸۷۹ [6] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

[7] تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارد ینی الاصل، ابن ترکمانی (۱۲۸۲ء۔۱۳۴۳ء)، قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی

[8] کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن مصطفیٰ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، الطبقات السنیۃ ۱/۳۳۹۔۳۵۱، الجواہر المضیۃ ۱۔۶۱، الفوائد البہیۃ ص ۲۵، معجم الاصولیین ۱/۱۵۹۔۱۶۰ (۱۱۴)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تعلیقه على المحصول : " لفخر الدين للرازی " [۱]

۲۔ تعليقه على التبيين [۲] الاحسيکتی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ) کی " المنتخب فی اصول الفقه " کی ابو امیر کاتب نے " التبیین " کے نام سے شرح لکھی ۔ اور اس شرح پر انہوں نے تعلیق لکھی۔

۳۔ تعليقه على المنتخب فی اصول المذهب [۳]

۴۔ شرح مختصر الباجی فی الاصول ، یہ المحصول کا مختصر ہے [۴]

۵۔ تعليقه على المحصل للامام فخر الدين رازی [۵]

دراصل شارح " مختصر الباجی " علاء الدین الباجی علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۷۱۴ھ) نے امام رازی کی المحصول کا " غاية السول " کے نام سے اختصار کیا اور اس کو چودہ ابواب پر مرتب کیا تھا ۔ تاج الدین التركمانی نے اس کی شرح لکھی ۔ [۶]

الخلخالی شافعی (متوفی ۷۴۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " شرح منتهى السول والامل فی علمی الاصول والجدل لابن الحاجب " تالیف کی ۔ [۷]

علاء الدين القدسی حنفی (متوفی ۷۴۶ھ) [۸]

فقیہ اصولی تھے ۔ فقہ، اصول حدیث میں خاص طور سے گہری نظر رکھتے تھے ۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے زمانے کے جید علماء سے حاصل کی ۔ قدس میں مدرس رہے ۔

مؤلفات اصولیہ : جلال الدين عمر بن محمد الخبازی حنفی (متوفی ۶۹۱ھ) کی اصول فقہ میں کتاب " المغنی " کی شرح لکھی ۔ [۹]

فخر الدين الجابردی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) [۱۰]

فقیہ، اصولی، مفسر اور نحوی تھے ۔ صاحب " المنهاج " قاضی ناصر الدین بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) سے علم حاصل کیا ۔ نور الدین اردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ) شارح " منهاج الاصول " ان کے شاگرد تھے ۔ کئی مشہور کتابوں کی شروح و حواشی لکھے ۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، طبقات السبکی ۱/۳۴۹۔۳۵۱ (۳۴۰)
۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۴۹، طبقات السبکی ۱/۳۴۹۔۳۵۱ (۳۴۰)
۳۔ طبقات السبکی ۱/۳۴۹۔۳۵۱ (۳۴۰)
۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۴۹
۵۔ تاج التراجم ص ۱۱ (۲۰) الفتح المبین ۲/۱۵۰
۶۔ الفتح المبین ۲/۱۱۳
۷۔ شمس الدین محمد بن المظفر الخطیب الخلخالی ، ہدیۃ العارفین ۲/۱۵۳
۸۔ علاء الدین علی بن منصور بن ناصر القدسی متوفی ۱۳۴۵ء قدس میں وفات پائی
۹۔ کشف الظنون ۲/۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۷۱۹، الفتح المبین ۱۵۳۲
۱۰۔ ابو المکارم فخر الدین احمد بن الحسن بن یوسف الجاربردی التبریزی متوفی ۱۳۴۵ء تبریز میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۔ السراج الوهاج : یہ قاضی بیضاوی کی "المنهاج" کی شرح ہے۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذی خلق الارض والسماوات" الخ محمد مظہر بقا نے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

حاشیه علی السراج الوهاج : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے السراج الوهاج پر حاشیہ لکھا۔

۔ شرح اصول البزدوی [1]

تاج الدین الاردبیلی شافعی (۶۶۷ھ۔۷۴۶ھ) [2]

فقیہ، اصولی، نحوی اور ریاضی تھے۔ بغداد، حرمین شریفین اور مصر کے علمی سفر کئے، علم کی مختلف انواع، مثلاً تفسیر، حول، حساب میں کتب وتالیف کیں۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ [3]

صدر الشریعہ الاصغر حنفی (متوفی ۷۴۷ھ) [4]

فقیہ، اصولی، جدلی، محدث، مفسر، لغوی، ادیب، مناظر، متکلم اور منطقی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، تاج الشریعہ محمود سے تعلیم حاصل کی، اپنے دادا کی کتاب "الوقایه" کی ایک عمدہ شرح لکھی اور پھر اس کا "النقایه" کے نام سے اختصار لکھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التنقیح (متن) ۲۔ التوضیح فی حل غوامض التنقیح [5]

کتاب "التنقیح والتوضیح" کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح متن ہے اور التوضیح اس متن کی شرح ہے اور یہ کتاب لغت عربیہ، علم المعانی، بیان اور منطق کی بحث پر بھی مشتمل ہے۔ مقدمہ قواعد اصولیہ کے بیان میں ہے : اس میں خاص، عام، مطلق، مقید، حقیقت ومجاز، حروف معانی، مشکل، مجمل، متشابہ شامل ہیں اور لفظ کی دلالت، صریح، کنایہ اور معتزلہ کے نزدیک حسن وقبح پر بحث، کتاب، سنت، اجماع اور قیاس اور ان کے متعلقات اور ادلہ اصولیہ سے متعلق ابحاث بھی شامل ہیں۔ جس بات نے انہیں اس کتاب کے مختلف طرف راغب کیا، اس کو ان کلمات کے ساتھ اپنی کتاب "التنقیح و التوضیح" میں بیان فرماتے ہیں :

---

[1] کشف الظنون ۱/۱۱۲، ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸، اس میں تاریخ وفات ۷۳۲ھ بھی مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولیین ۱/۱۰۸۔۱۰۹ (۷۴)

[2] تاج الدین علی بن عبداللہ بن ابو الحسن الاردبیلی التبریزی (۱۲۶۸ء۔۱۳۴۵ء) قاہرہ میں وفات ہوئی

[3] الفتح المبین ۲/۱۵۴ [4] صدر الشریعہ الاصغر عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ متوفی ۱۳۴۶ء بخاری میں وفات پائی

[5] ۔ ۔ ۔ ص ۴۰ (۱۱۸)، الفتح المبین ۲/۱۵۵

" لما رایت فحول العلماء مکبین فی کل عهد و زمان علی مباحثة اصول الفقه .... للشیخ الامام مقتدی الائمة العظام فخر الاسلام علی البزدوی بوأه الله تعالی دار السلام وهو کتاب جلیل الشان باهر البرهان مرکوز کنوز معانیه فی صخور عباراته ومرموز غوامض نکته دقائق اشاراته ووجدت بعضهم طاعنین ظواهر الفاظه لقصور نظرهم عن مواقع الحافظه ای لا یدر کون بامکان النظر مایدر که هو بلحاظ عینه غیر ان ینظر الیه قصدا اردت تنقیحه و تنظیمه وحاولت ای طلبت تبیین مراده وتفهیمه علی قواعد المعقول تاسیسه وتقسیمه موارد فیه زبدة مباحث الاصول واصول الامام المدقق جمال العرب ابن الحاجب مع تحقیقات بدیعة وتدقیقات غامضة منیعة تخلو الکتب عنها سالکا فیه مسلک الضبط والایجاز متشبثا باهداب السحر متمسکا بعروة الاعجاز .... "[1]

(جب میں نے ہر زمانے میں بڑے بڑے علماء کو مباحث اصول فقہ میں منہ کے بل گرتے دیکھی جو شیخ الامام مقتدی الائمہ العظام فخر الاسلام علی البزدوی کی تھیں۔ اللہ ان کا ٹھکانہ دار السلام میں بنائے اور وہ کتاب عظیم الشان واضح دلائل سے بنے ہے اس کی عبارتوں کی چٹانوں میں معانی کے خزانوں کا مرکز ہے اور باریک نکات ودقیق اشارات ہیں اور میں نے بعض معترضین کو اس کتاب کے ظاہری الفاظ میں ان کی کوتاہ بینی کی وجہ سے اعتراض کرتے دیکھا جو اس لئے تھا کہ ان کی نگاہ گہرائی تک نہ پہنچ سکی۔ میں نے چاہا کہ اس کی تنقیح وتنظیم کروں اور میں نے مصنف کی مراد کی توضیح میں بھرپور کوشش کی میری یہ کتاب ابن حاجب وغیرہ کی کتاب سے ماخوذ ہوگی اس میں تحقیقات بدیعہ اور تدقیقات غامضہ وغیرہ ہوں گی اور اس کو میں نہایت ضبط وایجاز کے ساتھ لکھوں گا اس حال کہ میں جادو کی جھالر لگانے والا ہوں گا۔ یعنی اپنی کتاب کو ایسا لکھوں گا جو سحر واعجاز اور فصاحت وبلاغت میں دوسرے لوگوں کی کتابوں سے ممتاز ہوگی)

اور اسی طرح اپنے اسلوب کو یوں بیان فرمایا :

" لما وفقنی الله بتالیف تنقیح الاصول اردت أن اشرح مشکلاته وافتح مغلقاته معرضا عن شرح المواضع التی من لم یحلها بغیر اطناب لا یحل له النظر فی ذلک الکتاب ... ثم لما تیسر اتمامه وفض بالاختتام ختامه مشتملا علی تعریفات وحجج مؤسسة علی قواعد المعقول وتفریعات مرصصة بعد ضبط الاصول وترتیب انیق لم یسبقنی علی مثله احد مع تدقیقات غامضة لم یبلغ فرسان هذا العلم الی هذا الامد سمیت هذا الکتاب بالتوضیح فی حل غوامض التنقیح "[2]

(جب اللہ نے تنقیح الاصول کی تالیف کی توفیق بخشی تو میں نے چاہا کہ اس کے مشکل مقامات کی تشریح کروں اور اس کے بند امور کو کھول دوں۔ ان مقامات سے اجتناب کرتے ہوئے جہاں اطناب کے بغیر چارہ نہیں، اس کتاب میں اس پر غور کی جگہ نہیں ...... پھر جب اللہ نے اس کی تکمیل آسان فرما دی جو تعریفات اور اس کے ہر جز کی تشریح پر مشتمل ہے اور اس کے دلائل منطقی طریقے پر مرتب ہیں اور اس کی تفریعات اصول منضبط کرنے کے بعد جڑ دی گئی ہیں اور اس کتاب کی ترتیب اچھی خوبصورت اور تعجب میں ڈالنے والی ہے، جس کی مثل مجھ سے قبل کسی نے پیش نہیں کی اور یہ ایسے دقیق نکات پر مشتمل ہے کہ اس علم میں اس زمانے تک سوائے میرے کوئی قادر نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کتاب کا نام "التوضیح فی حل غوامض التنقیح" رکھا)

---

1. التنقیح والتوضیح ص ۱۵۔۱۸، نور محمد اصح المطابع کراچی
2. حوالہ سابق ص ۶۔۸

التنقیح، والتوضیح والتلویح کا تحقیقی تجزیہ:

التنقیح والتوضیح اور مقدمات اربعہ من التوضیح پر شروح، حواشی و تعلیقات:

۱۔ سید عبداللہ ابن محمد الحسینی معروف نقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ تقریباً۔ التنقیح کی شرح تالیف کی۔

نقرہ کار کی شرح پر حاشیہ:

زین العابدین قاسم ابن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[1]

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "التلویح فی کشف حقائق التنقیح" کے نام سے التنقیح کی شرح لکھی، ۷۵۸ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ان سب کو بعد میں ایک ساتھ بیان کیا جائے گا۔[2]

۳۔ سید شریف علی بن محمد الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مقدمات اربعہ من التوضیح پر تعلیقہ لکھا۔[3]

۴۔ عبدالقادر بن ابی القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)، ہدیۃ العارفین کی عبارت ہے: "حاشیہ علی التوضیح شرح التنقیح فی الاصول"۔[4]

۵۔ محمد بن قاسم بن عمر قطلوبغا الترکی الاصل المصری سیف الدین البکتمری حنفی (متوفی ۸۸۱ھ)، انہوں نے حاشیہ علی التوضیح اور شرح التنقیح تالیف کیا۔[5]

۶۔ احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ) ہدیۃ العارفین کے مطابق انہوں نے الترجیح شرح التنقیح تالیف کیا۔[6]

۷۔ حسن بن عبدالصمد السامسونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ تقریباً)، انہوں نے حاشیہ علی المقدمات الاربع تالیف کیا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقہ علی المقدمات الاربع من التوضیح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول اور حواشی علی المقدمات الاربع لصدر الشریعہ تالیف کیے۔[7]

مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق ہدیۃ العارفین میں مذکور یہ وہی حاشیہ ہے جسے صاحب کشف الظنون نے تعلیقہ سے تعبیر کیا ہے۔[8]

۸۔ لطف اللہ بن حسن التوقانی (المقتول سنہ ۹۰۰ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربعہ من التوضیح تالیف کیا۔[9]

۹۔ مولی عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[10]

۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹ ۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۶ ۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸

۴۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۲۲۳ (۳۵۳)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۲/۲۱۰ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ ۷۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۱۵/۲۸۸

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۲۳۔۲۵ (۲۷۵) ۹۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹

۱۰۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، اس میں تاریخ وفات ۸۷۳ھ مذکور ہے

۱۰۔ خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن خطیب حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقه علی مقدمة التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ انہوں نے دو تعلیقات صغری و کبری تالیف کئے تھے۔[1]

۱۱۔ مولی مصلح الدین مصطفی القسطلانی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقات علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[2]

۱۲۔ علاء الدین علی عربی (الحلبی) (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقه علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔[3]

۱۳۔ مصلح الدین مصطفی بن اوحد الدین الیار حصاری رومی حنفی (متوفی ۹۱۱ھ) نے حاشیه علی التوضیح تالیف کیا۔[4]

۱۴۔ مولی محمد بن الحاج حسن (متوفی ۹۱۱ھ) نے "تعلیقات الاربعه من التوضیح" تالیف کئے۔[5]

۱۵۔ متعلقات متن التنقیح: شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) نے تغییر التنقیح تالیف کی اور ۹۳۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتاب "تغییر التنقیح" کی شروح:

۱۔ ایک تو صاحب تغییر التنقیح نے خود اس کی شرح لکھی۔[6]

۲۔ حسن بن طورخان بن داؤد بن یعقوب الاقحصاری کافی البسنوی (متوفی ۱۰۲۵ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔[7]

"شرح التغییر" پر تعلیقه:

ابن کمال پاشا صاحب تغییر التنقیح کی شرح پر مولی صالح بن التوقیعی نے تعلیقہ لکھا۔[8]

۱۶۔ محمد ابن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی رومی عرب زادہ حنفی (متوفی ۹۶۹ھ) نے حاشیه علی صدر الشریعه تالیف کیا۔[9]

۱۷۔ مصطفی بن محمد علی بستان آفندی حنفی (متوفی (۹۷۷ھ) نے حاشیه علی صدر الشریعه تالیف کیا۔[10]

۱۸۔ مصطفی چلپی حنفی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے حواشی علی صدر الشریعه تالیف کئے۔[11]

۱۹۔ مصطفی بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین انبرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیه علی صدر اشریعه تالیف کیا۔[12]

۲۰۔ عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ) نے شرح التنقیح تالیف کی۔[13]

۲۱۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی السوسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے حاشیه علی التوضیح لکھا۔[14]

۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸ ۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹
۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۳ ۵۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸۔۴۹۹
۶۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، الفوائد البہیہ ص ۲۱۔۲۲، الطبقات السنیہ ۱/۳۱ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱۔۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۲۵ (۸۹)
۷۔ معجم الاصولیین ۲/۴۳ (۲۲۳) ۸۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۴۲۳
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۷ ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۷ ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۹
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹ ۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۲۸ ۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۷

۵۔ علاء الدین علی بن محمد القوشی (متوفی ۸۷۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔[1]

۶۔ محمد ابن فرامرز (متوفی ۸۸۵ھ) مشہور بہ ملا خسرو نے حاشیہ لکھا۔[2]

۷۔ محقق حسن چلپی بن محمد بن حمزہ (متوفی ۸۸۶ھ) مشہور بہ فناری نے حاشیہ لکھا۔

حسن چلپی کے حاشیہ پر تعلیقہ: اس پر معمارزادہ مصطفی بن محمد متوفی (۹۶۸ھ) نے تعلیقہ لکھا۔[3]

۸۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی (متوفی ۸۸۶ تقریباً) نے حواشی علی التلویح تالیف کیے۔[4]

۹۔ علاء الدین علی الطوسی (متوفی ۸۸۷ھ) نے حاشیہ لکھا۔[5]

۱۰۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف (بن صالح) (متوفی ۸۹۳ھ) مشہور بہ خواجہ زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔[6]

۱۱۔ عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔[7]

۱۲۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) مشہور بہ مولانا زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔[8]

۱۳۔ محمد بن صفی الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسلام الایجی شافعی الصفوی شیرازی (متوفی ۹۰۶ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[9]

۱۴۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی الہروی (متوفی ۹۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔[10]

۱۵۔ شیخ محی الدین محمد بن حسن سامسونی (متوفی ۹۱۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔[11]

۱۶۔ قوام الدین یوسف بن حسن الحسینی شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[12]

۱۷۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے حاشیہ کیا۔[13]

۱۸۔ محی الدین محمد بن محمد بن محمد البردعی التبریزی رومی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔[14]

۱۹۔ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (متوفی ۹۴۰ھ) معروف بہ ابن کمال پاشا نے حواشی علی اوائل التلویح تالیف کیے۔[15]

۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۱، الفتح المبین ۳/۵۱-۵۲
۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۵/۱۸۸، الفتح المبین ۳/۵۵، معجم الاصولیین ۲/۵۶-۵۷ (۲۹۱)
۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۳-۲۲۴ (۱۸۵)
۵۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۶۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳
۷۔ الفوائد البہیہ ص ۱۰۱، کشف الظنون ۱/۴۹۷
۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۳
۱۰۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۵-۲۲۶ (۱۸۸)
۱۱۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۶۹
۱۳۔ الفتح المبین ۳/۶۸-۶۹، معجم الاصولیین ۱/۱۰۷-۱۰۹ (۳۳۵)
۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹، کشف الظنون ۱/۴۹۷
۱۵۔ الفوائد البہیہ ۲۱-۲۲، الطبقات السنیہ ۱/۳۵۵ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱-۷۳، معجم الاصولیین ۱/۱۲۵ (۸۹)

۱۰۔ احمد بن عبداللہ القریمی (متوفی ۹۴۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔[۱]

۱۱۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرائینی (متوفی ۹۴۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[۲]

۱۲۔ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان معروف بہ السروری (متوفی ۹۶۹ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔[۳]

۱۳۔ عوض بن عبداللہ العلائیہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ لکھا۔[۴]

۱۴۔ احمد بن روح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین انصاری الجابری رومی (متوفی ۱۰۰۸ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔[۵]

۱۵۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ) نے حاشیہ التلویح لکھا۔[۶]

۱۶۔ ابن ظہیرہ علی بن جار اللہ بن محمد بن ابوالیمنی ابن ابی بکر بن علی بن ابوالبرکات حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔[۷]

۱۷۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد حسام الدین لبرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[۸]

۱۸۔ یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد شیخ علیم الحمصی العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔[۹]

۱۹۔ عبدالحکیم بن شمس الدین محمد ملک العلی سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے حاشیہ علی التلویح علی المقدمات الاربع تالیف کیے۔[۱۰]

۲۰۔ محمد بن عبداللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[۱۱]

۲۱۔ عبدالقادر بن احمد بن علی میمی البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔[۱۲] (د)

۲۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی رومی الصوفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) معروف بہ اتیازاری نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[۱۳]

۲۳۔ جمال الدین بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (متوفی ۱۱۴۴ھ) نے حاشیہ التلویح تالیف کیا۔[۱۴]

۱۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۲۹-۳۳۱، الفوائد البہیہ ص ۲۹
۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۰ (۳۴)
۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷
۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۳
۵۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۰۵-۳۰۶ (۱۹۳)
۶۔ معجم الاصولیین ۱/۷۰ (۴۳)
۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۵۱
۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۱۲
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۴، الفتح المبین ۳/۹۸، معجم الاصولیین ۳/۱۶۴ (۳۹۹)
۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۶۴
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۰۴، معجم الاصولیین ۲/۲۲۱ (۳۵۴)
۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷
۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰ (۳۴۹)، نزہۃ الخواطر ۶/۵۸ (۱۳۰)

۳۴۔ احمد بن محمد بن حسین بن احمد الکواکبی حنفی (متوفی ۱۱۴۲ھ) نے تحریرات علی التلویح تالیف کیے۔[1]

۳۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بنارسی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ) نے حواشی علی التلویح لکھے۔[2]

۳۶۔ امین اللہ بن احمد لکھنوی ہندی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[3]

۳۷۔ نور اللہ احمد بن شیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔[4]

شرح التلویح پر چند مزید حواشی لکھنے والے علماء:

☆ علامہ ابوبکر بن ابی القاسم لیثی سمرقندی (متوفی ند)

☆ الفاضل معین الدین (متوفی ند) نے حاشیہ علی اوائل التلویح تالیف کیا

☆ شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی (متوفی ۹۲۶ھ)

☆ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ عماد الدین گجراتی (متوفی ۹۹۸ھ)

☆ شیخ نور الدین محمد بن صالح احمد آبادی

☆ علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)

☆ شیخ یعقوب بن حسن صرفی کشمیری (متوفی ۱۰۰۳ھ)

☆ مولوی عبدالسلام دیوی (متوفی ند)

☆ مصلح الدین مصطفی معروف بہ حسان زادہ (متوفی ند)[5]

التوضیح کی شرح التلویح پر تعلیقات:

۱۔ حضرت شاہ بن عبداللطیف المنتشوی رومی حنفی (متوفی ۸۵۳ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔[6]

۲۔ شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان (متوفی ۸۹۵ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح تالیف کیا۔

۳۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے محمد بن یوسف بالی نے بھی تعلیقہ لکھا۔[7]

۴۔ مولی عبدالکریم (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے اس کے اوائل پر تعلیقہ لکھا۔[8]

۵۔ مصلح الدین مصطفی بن محمد القسطلانی کستلی حنفی (متوفی ۹۰۲ھ) نے تعلیقہ علی للمقدمات الاربعہ من التلویح تالیف کیے۔[9]

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۲۰۳۔۲۰۴ (۱۵۲) اس میں بحوالہ سلک الدرر ۱/۱۷۵۔۱۸۱ مذکور ہے

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۲۴۷، نزہۃ الخواطر ۶/۳۹ (۸۰)

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۸۸ (۲۳۱)، نزہۃ الخواطر ۷/۸۵

[4] ایضاح المکنون ۴/۸۳، ۱۷۳

[5] کشف الظنون ۱/۴۹۴، تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۵۔۲۱۷

[6] ہدیۃ العارفین ۱/۳۴۶، کشف الظنون ۱/۴۹۷

[7] کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۵۶۴

[8] کشف الظنون ۱/۴۹۷

[9] ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳

محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیکسری (متوفی ۹۱۱ھ) نے تعلیقه علی مقدمات التلويح تالیف کیے۔[1]

احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) نے تعلیقه علی اوائل التلويح لکھا۔[2]

ابن المعمار مصطفی بن محی الدین محمد رومی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) نے تعلیقه علی حاشية التلويح تالیف کیا۔[3]

فاضل ابی السعود محمد العمادی (متوفی ۹۸۳ھ) نے "غمرات المليح" کے نام سے تعليقه على مباحث قصر العام من التلويح تالیف کیا۔[4]

احمد بن محمد شمس الدین بن بدر الدین الادرنوی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے تعليقه على التلويح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعليقه على التلويح في كشف حقائق التنقيح تالیف کیا۔[5]

ہدایۃ بن محمد العلائی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۹ھ) نے تعليقه على التلويح لکھا۔[6]

قوام الدین الکرمانی حنفی (متوفی ۶۶۴ھ-۷۴۸ھ)[7]

اصولی تھے۔ وہ ۷۳۰ھ میں مصر آئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ شہرت حاصل ہوئی، آپ کے شیوخ نے تفوق علمی کی گواہی دی، مصر میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے حاشيه على مغني الخبازی في اصول الفقه تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں ہے "حاشيه على كشف المغنى في شرح المغنى في الاصول" (یعنی انہوں نے اصول میں المغنی کی شرح الکاشف المغنی پر حاشیہ لکھا)۔[8]

نور الدین الاردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ)[9]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ فخر الجاربردی، تبریزی، شمس الدین الاصفہانی دمشقی وغیرہ سے استفادہ کیا، مدرسہ ناصریہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : حقائق الاصول شرح منهاج الاصول للبیضاوی[10]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۲/۳۳۵ [2] کشف الظنون ۱/۴۹۷
[3] ہدیۃ العارفین ۲/۳۳۵ [4] کشف الظنون ۱/۴۹۸
[5] ہدیۃ العارفین ۲/۳۳۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۶-۲۳۷(۱۷۹)
[6] کشف الظنون ۱/۴۹۸، ہدیۃ العارفین ۲/۵۰۷
[7] ابوالفتوح قوام الدین مسعود بن ابراہیم الکرمانی (متوفی ۱۲۶۳ء-۱۳۴۷ء) مصر میں وفات پائی
[8] ہدیۃ العارفین ۱/۳۲۹، الفتح المبین ۲/۱۵۶ [9] فرج بن محمد بن احمد ابی الفرج الاردبیلی التبریزی الدمشقی متوفی ۱۳۳۹ء دمشق میں وفات پائی
[10] ایضاح المکنون ۳/۴۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۸۱۲، الفتح المبین ۲/۱۵۹

قوام الدین الکاکی حنفی (متوفی ۷۴۹ھ)[1]

فقیہ اصولی تھے۔ علاء الدین عبدالعزیز بخاری اور حسام الدین المنتاقی سے اخذ علم کیا، قاہرہ میں تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔[2]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاسرار شرح المنار فی الاصول

۲۔ بیان الوصول فی شرح الاصول للبزدوی

شمس الدین الاصفہانی شافعی (متوفی ۶۷۴ھ۔۷۴۹ھ)[3]

اصولی، نحوی، ادیب، منطقی اور کاتب تھے۔ اپنے والد سے بھی تعلیم حاصل کی، حرمین شریفین بیت المقدس اور شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ دمشق میں تقی الدین نے آپ کے تفوق علمی کو بہت سراہا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ ۷۳۲ھ میں امیر قوصون شیخ مجد الدین الاقرائی نے ان کی خدمات میں ایک وفد بھیج کر مصر آنے کی درخواست کی۔ جب آپ مصر تشریف لے آئے تو قوصون نے ان کے لئے قرافہ میں خانقاہ تعمیر کروائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح بدیع النظام لا بن الساعاتی فی الاصول

۲۔ شرح منهاج الوصول فی الاصول

۳۔ شرح منتهی السول والامل لا بن حاجب[4] یہ شرح "بیان المختصر" کے نام سے ہے۔ محمد مظہر بقا نے تین مجلدات میں اس کتاب پر تحقیق پیش کی۔ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ بیان سات مشہور احسن الشروح میں سے ایک ہے جو "السبع السیارہ" کے نام سے معروف ہیں۔ اس شرح کو علامہ اصفہانی نے خواجہ رسید[لے] کے لئے تصنیف کیا تھا۔ یہ کتاب مذکورہ تحقیق کے ساتھ پہلی بار ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء میں جامع ام القریٰ، مکۃ المکرمہ سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

---

[1] قوام الدین محمد بن محمد بن السنجاری الکاکی متوفی ۱۳۴۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی

[2] الفتح المبین ۱/۱۵۷، الفوائد البہیہ ص ۸۶

[3] ابو الثناء شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی (۱۲۷۵ء۔۱۳۴۸ء) اصفہان میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

[4] ہدیۃ العارفین ۲/۴۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸

یحییٰ بن حمزہ المؤید الزیدی (متوفی ۶۶۹ھ۔ ۷۴۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نهاية الوصول الى علم الاصول" تالیف کی۔[1]

محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ)

مفتی ومدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : خبازی کی اصول فقہ میں کتاب "المغنی" کی شرح لکھی اور اس کا نام "الكاشف المدلى فى شرح المغنى" رکھا۔[2]

علی بن عثمان، ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۶۸۳ھ۔ ۷۵۰ھ)[3]

فقیہ اصولی، محدث، مفسر، فرضی، ریاضی داں، شاعر اور مورخ تھے۔ قاہرہ میں تدریس، افتاء اور قضاء کے منصب پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المعدن" فى اصول الفقه تالیف کی۔ تاج التراجم میں لکھا ہے: "وله معدنية فى اصول الفقه" (اصول فقہ میں ان کی کتاب "معدنیہ" ہے)[4]

ابن قیم الجوزیہ حنبلی (متوفی ۶۹۱ھ۔ ۷۵۱ھ)[5]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی اور ادیب تھے۔ صفی الہندی اور ابن تیمیہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، مگر ابن تیمیہ سے زیادہ وابستگی اور محبت کی بناء پر ان کے اقوال واحوال میں کثیر مواقع پر ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کی اعانت وحمایت کرتے ہوئے ان کی کتب کو مزید نکھارا اور ان کے علم وافکار کا پرچار کیا۔ آپ کے تلامذہ کی طرح آپ کی تصنیفات کا شمار بھی مشکل ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "اعلام الموقعين عن رب العالمين" تالیف کی جو مشہور زمانہ کتاب ہے۔[6]

ابن قیم اپنی اس کتاب میں دوران بحث کثرت سے دلائل دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کی آراء کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کی صحت اور عدم صحت کا تجزیہ کرنے کے بعد جسے حق سمجھتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، بصورت دیگر چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اپنے مختار مذہب پر دلائل دینے کے بعد مخالف کی آراء پیش کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ مخالف آراء کی تغلیط وتردید کے بعد مضبوط ومستحکم علمی دلائل سے پیش آمدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ نصوص ان کی بحث کا مرکز

---

[1] السید یحییٰ بن حمزہ بن علی بن ابراہیم بن محمد بن ادریس العلوی الیمنی، صنعاء میں ولادت اور حران میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۶۔

[2] محمد بن احمد بن ابی بکر، شیخ شمس الدین الترکمانی، طرابلس میں منتقل کیے گئے اور غالباً وہیں انتقال ہوا ہوگا۔ تاج التراجم۔ ص ۵۹۔۶۰ (۱۷۶)

[3] ابن الترکمانی علاء الدین علی بن عثمانی بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارونی (۱۲۸۴ء/۱۳۴۹ء)

[4] تاج التراجم۔ ص ۴۳ (۱۳۰)، ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۰

[5] ابن قیم جوزیہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی (۱۲۹۲ء/۱۳۵۰ء) دمشق میں ولادت وفات ہوئی۔

[6] الفتح المبین ۲/۱۶۱۔۱۶۲

محور ہوتا ہے۔ وہ فقہاء کے افکار و خیالات کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں اور تقلید کی موافقت نہیں کرتے۔ وہ جن اصولوں پر استنباطِ مسائل کے وقت اعتماد کرتے ہیں وہ یہ ہیں: کتاب و سنت، اجماع، فتاویٰ صحابہ کرام، قیاس، استصحاب الاحوال، مصالحِ مرسلہ، سد الذرائع۔

جمال الدین الخراطی حنفی (متوفی ۷۵۲ھ۔ بعدہ)[۱]

مؤلفاتِ اصولیہ........ انہوں نے "اقتباس الانوار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی اور انہوں نے ۷۵۲ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔[۲]

احمد بن حمید الحارثی زیدی (متوفی ۷۵۲ھ بعدہ)[۳]

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب "قسطرة الوصول الی تحقیق جوهرة الاصول" تالیف کی۔ درحقیقت یہ کتاب "جوهرة الاصول وتذكرة الفحول" کی شرح ہے۔ وہ اس کی تالیف سے ۷۵۲ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں نمبر ۴۷ اصول فقہ میں موجود ہے۔[۴]

زین الدین العجمی حنفی (متوفی ۷۵۳ھ)

فقہ و اصول میں ممتاز آئمہ حنفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ تدریس، افتاء اور منصبِ قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے شرح "مختصر المنتهى لابن الحاجب" تالیف کی۔[۵]

ابن الفصیح الہمدانی حنفی (۶۸۰ھ۔ ۷۵۵)[۶]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ جامع معقول و منقول تھے۔ فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مشہد ابوحنیفہ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک تدریس کرتے رہے۔ مستنصریہ میں بھی تدریس کی، پھر دمشق تشریف لے آئے، جہاں دمشق کے نائب الامیر نے ان کی عزت افزائی کی۔ آپ کی کتب فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں جن میں اسلاف کی کتابوں کو منظوم کیا گیا ہے۔

مؤلفاتِ اصولیہ: نظم "المنار" فی اصول الفقه"۔ اس منظوم کتاب میں ۹۰۳ ابیات ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبۃ العربیہ دمشق میں اصول فقہ کی فہرست میں موجود ہے۔[۷]

۱۔ جمال الدین یوسف بن قوماری العقری، خراطی ۲۔ ہدیۃ العارفین ۲/ ۵۵۷

۳۔ احمد بن حمید بن سعید الحارثی زیدی ۴۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۱۷(۸۲)

۵۔ زین الدین عضد العجمی متوفی ۱۳۵۲ء، الفوائد البہیہ۔ ص ۷۷۔۷۸، الفتح المبین ۲/ ۱۶۳، معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۰(۳۴۷)

۶۔ ابو طالب فخر الدین احمد بن علی بن احمد ابن فصیح ہمدانی (۱۲۸۱ء/ ۱۳۵۴ء)، دمشق میں وفات پائی۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۱، تاج التراجم۔ ص۔ ۱۳(۳۱)، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۵۷۔ ۳۶۰(۲۲۸)، الفوائد البہیہ۔ ص ۳۶، الفتح المبین ۲/ ۱۶۳، معجم الاصولیین ۱/ ۱۶۷(۱۱۸)

زین الدین الموصلی شافعی (متوفی ۶۸۱ھ-۷۵۵ھ)[1]

فقیہ، اصولی، نحوی، مقری، ادیب اور شاعر تھے۔ سید رکن الدین الاسترابادی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ دمشق، بغداد اور علمائے حرمین شریفین سے فیض حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول ۲۔ شرح البدیع لا بن الساعاتی فی الاصول[2]

ابن حمید شافعی (متوفی ۷۵۵ھ)

انہوں نے "البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع للسبکی" تالیف کی۔[3]

تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۶۸۳ھ-۷۵۶ھ)[4]

فقیہ، مفسر، حافظ، اصولی، نحوی، مقری، بیانی اور جدلی تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم علاء الباجی سے حاصل کی۔ اسکندریہ، بغداد، دمشق، حرمین شریفین اور قاہرہ کے علمی سفر کئے۔ شام میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ اصول کی کتاب "جمع الجوامع" میں آپ کی اصولی پر آراء نقل کی گئی ہیں۔ دراصل یہ ان کے صاحبزادہ تاج الدین السبکی کی تالیف ہے۔[5]

الابہاج فی شرح المنہاج: اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد للہ الذی أسس بنیان دینہ علی ثبت قواعد" شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول: "المسالۃ الرابعۃ وجوب الشی مالا یتم الا بہ و کان مقدورا فواجب ان یتناول کل واحد فھو فرض عین" تک کی شرح لکھ سکے تھے۔ پھر اس کے بعد شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے اسے مکمل کیا۔ یہ شرح مصر سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب"[5]

عضد الدین الایجی شافعی (۷۰۸ھ-۷۵۶ھ)[6]

اصولی، منطقی، متکلم و ادیب تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مدینہ سلطانیہ چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ شیخ شمس الدین الکرمانی، سعد الدین التفتازانی صاحب التلویح آپ کے شاگرد تھے۔ امیر کرمانی نے ان سے کسی مسئلہ پر مناقشہ کرنے کی پاداش میں قید کا حکم سنایا، اسی قید خانہ میں انتقال فرمایا۔

---

[1] ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی (۱۲۸۲ء/۱۳۵۴ء)، موصل میں ولادت و وفات ہوئی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۷۲۰/۵، الفتح المبین ۱۶۵/۲
[3] محب الدین ابوالطیب محمد بن علی بن احمد المحلی المصری، ابن حمید، ایضاح المکنون ۱۷۶/۳
[4] ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ السبکی (۱۲۸۴ء/۱۳۵۵ء)، سبک میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔
[5] الفتح المبین ۱۶۸/۲-۱۶۹، الفوائد البہیہ، ص ۴۳ [6] ہدیۃ العارفین ۷۲۰/۵
[7] ابوالفضل عضد الدین عبدالرحمن بن احمد بن عبدالغفار بن احمد الایجی (۱۳۰۸ء/۱۳۵۵ء) فارس میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح مختصر ابن حاجب"، یہ مختصر کی احسن شروح میں سے ایک ہے۔
حاشیه علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب : سعد الدین تفتازانی حنفی یا شافعی (متوفی ۷۹۱ھ) نے جو عضد الدین کے شاگرد بھی تھے، اس شرح پر حاشیہ لکھا ہے[۱]

مجد الدین اسماعیل البالی شافعی (۶۶۲ھ/۷۵۶ھ)[۲]

فقیہ، اصولی تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ کم عمری میں ہی فارس میں رئاسۃ القضاۃ کا منصب دیا گیا مگر صرف چھ ماہ بعد ہی معزول کیے گئے مگر دوبارہ بحال کر دیے گئے اور ایک طویل مدت تک مستقل یہ خدمت انجام دیں۔ مذہب رفض قبول نہ کرنے پر اذیت میں مبتلا کیے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر المنتهى لابن الحاجب تالیف کی۔[۳]

ابراہیم بن اسحاق المناوی شافعی (متوفی ۷۵۷ھ)[۴]

اپنے چچا ضیاء الدین سے تفقہ حاصل کیا۔ ابراہیم مناوی، تاج الدین المناوی کے بھائی اور قاضی القضاۃ صدر الدین کے والد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے کہا : "شرح المعالم فی اصول الفقه للفخر الرازی" اور الدرر الكامنة میں ہے : " قال شيخنا ابن الملقن شرح المعالم فی الاصول وقرأت علیه قطعة منه "۔[۵]

شرف الدین الارموی شافعی (۶۹۱ھ۔۷۵۷ھ)[۶]

مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا، لغت عربیہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کیا۔ مشہد الحسینی میں تدریس کی، نقیب الاشراف کے منصب پر فائز ہوئے۔ اذکیاء عالم میں سے تھے۔ تاج الدین السبکی نے اپنی طبقات میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح المعالم فی اصول الفقه[۷]

محب الدین القونوی شافعی (۷۱۹ھ/۷۵۸ھ)[۸]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے مشائخ مثلاً الاصبہانی وغیرہ سے علم حاصل کی۔ صرف ۳۹ سال عمر پائی۔ امام اسنوی نے ان سے متعلق فرمایا :

---

[۱] ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷۔ ۶/۴۲۹، انباء الغمر بانباء العمر میں ۳۸۹۔۳۹۰، الفتح المبین ۲/۱۹۶۔۲/۲۰۶، معجم الاصولیین ۲/۱۶۳(۳۱۰)
[۲] ابو ابراہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل التمیمی الشرازی البالی (۶۶۲ء۔۱۳۵۵ء) فارس میں ولادت ووفات ہوئی۔
[۳] کشف الظنون ۲/۱۸۵۵۔ اس میں ان کا نام مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی اور تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴، الفتح المبین ۲/۱۶۷، معجم الاصولیین ۱/۲۷۳(۲۱۹)
[۴] ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم شرف الدین المناوی متوفی ۱۳۵۶ء مصر میں وفات پائی۔
[۵] کشف الظنون ۲/۱۷۲۲، الدرر الکامنۃ ۱/۱۷(۴۷)، معجم الاصولیین ۱/۲۷(۷)
[۶] ابو الحسن شرف الدین علی بن الحسین بن علی بن الحسین بن خلف بن محمد الحسینی الارموی، نقیب الاشراف، ابن قاضی عسکر (۱۲۹۲ء/۱۳۵۶ء) غالباً مصر میں وفات پائی۔
[۷] ہدیۃ العارفین ۵/۱۹۶۵، الفتح المبین ۲/۱۷۰
[۸] ابو الثناء محب الدین محمود بن علی بن اسماعیل بن یوسف التبریزی القونوی (۱۳۱۹ء/۱۳۵۷ء) مصر میں ولادت ووفات ہوئی۔

"كان محب الدين عالما بالفقه واصوله فاضلا في العربية متعبدا صحيح الذهن قليل الاختلاط بالناس انتفع به كثيرون وقد اسندت اليه الفتيا والتدريس وكان يعقد درسه بالشريفية وغيرها وتولى مشيخة الخانقاه الدوادارية".

(محب الدین فقہ واصول کے عالم، علم لغت عربیہ کے فاضل، عابد، صحیح ضمیر رکھنے والے اور لوگوں سے کم ملنے جلنے والے شخص تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا، فتاویٰ، تدریس میں مستند مانے جاتے، شریفیہ وغیرہ میں تدریس کرتے تھے اور خانقاہ الدوادار یہ کے شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح على مختصر ابن الحاجب في الاصول" تالیف کی۔[1]

امیر کاتب الاتقانی حنفی (۶۸۵ھ / ۷۵۸ھ)[2]

اپنے شہر میں علم حاصل کرنے کے بعد دمشق اور مصر تشریف لائے، وہاں تدریس بھی کی، بغداد میں منصب قضا پر فائز کیے گئے۔ امام ذہبی کی وفات کے بعد دار الحدیث الظاہریہ میں مدرس ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ انہوں نے "التبيين" شرح المنتخب للاخسيكثي في الاصول تالیف کی، وہ اس کی تالیف سے ۷۱۶ھ میں فارغ ہوئے۔ ڈاکٹر مظہر بقا نے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ "الشامل" شرح اصول البزدوی، دار الکتب مصریہ میں اس کے آٹھ نسخے ۲۰۸، ۲۰۹ نمبر کے تحت موجود ہیں اس میں مؤلف کا خط ناقص ہے۔[3]

ابراہیم الطرسوسی حنفی (۷۲۰ھ ـ ۷۵۸ھ)[4]

فقیہ، اصول، درس وافتا ومناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اپنے والد کے بعد دمشق میں قاضی القضاۃ بنائے گئے۔ شام کے شیخ الحنفیہ تھے۔ تدریس وافتا کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ: رفع الكلفة عن الاخوان في ذكر ماقدم فيه القياس على الاستحسان۔[5]

ابو العباس البجائی مالکی (متوفی ۷۶۰ھ بعدہ)[6]

اصولی اور مفسر تھے۔ شیوخ مغرب سے علم حاصل کیا، شہرت پائی۔ ابن خلدون ان کے شاگرد تھے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۹۰/۶، الفتح المبین ۱۷۱/۲

۲۔ ابو حنیفہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر بن امیر غازی الفارابی الاتقانی (۱۲۸۶/ ۱۳۵۷ء) اور اما شہر میں ولادت ہوئی۔

۳۔ الفوائد البہیہ۔ ص ۵۰ـ۵۲، الفتح المبین ۱۷۲/۲، معجم الاصولیین ۲۸۵/۱ـ۲۸۶ (۲۲۸)

۴۔ اسحاق نجم الدین ابراہیم بن علی بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المنعم بن عبد الصمد الطرسوسی (۱۳۲۰/ ۱۳۵۷ء)، تاج التراجم۔ ص ۴ (۵)

۵۔ طبقات السنیہ ۲۳۶/۱ـ۲۳۸، الفوائد البہیہ۔ ص ۱۰، معجم الاصولیین ۳۵/۱ـ۳۷ (۱۴)

۶۔ ابو العباس احمد بن ادریس البجائی متوفی ۱۳۵۹ء بعدہ، مغرب کے شہر بجایہ سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح علی مختصر المنتہی" لابن الحاجب فی الاصول تالیف کی۔ الدیباج میں اس طرح ہے : ولہ تعلیق علی "بیوع الآجال" من مختصر ابن الحاجب"[1]

صلاح الدین العلائی شافعی (۶۹۴ھ/ ۷۶۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب، متکلم تھے۔ حصول علم اور علماء سے ملاقات کی غرض سے طویل سفر کیے اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے شیوخ تعداد سات سو تک پہنچتی ہے۔ حدیث، فرائض، واصول وغیرہ پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب " تلقیح الفهوم فی تنقیح صیغ العموم" تالیف کی۔ یہ کتاب مکتبہ الازھر، مکتبۃ ریاض العلمیہ اور مکتبہ الجامعۃ الاسلامیہ، مدینۃ المنورہ میں موجود ہے۔

۲۔ تفصیل الاجمال فی تعارض الاقوال والافعال، دار الکتب مصریہ میں ۱۳۵ مجامیع میں موجود ہے۔

۳۔ تحقیق المراد فی ان النهی یقتضی الفساد۔[3]

ابن المفلح حنبلی (۷۰۸ھ۔ ۷۶۳ھ)[4]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ امام المزی، الذہبی وغیرہ سے علم حاصل کیا، قاضی القضاۃ جمال الدین المراوی کے قائم مقام کی حیثیت سے کام کیا۔ ابوالبقاء، السبکی، ابن القیم اور تقی الدین ابن تیمیہ وغیرہ نے ان کی علمی شان ورفعت کا اعتراف کیا ہے۔ کئی علوم پر جامع کتابوں کے مصنف تھے، مثلاً نحو میں المقنع کی شرح لکھی جو تین جلدوں میں ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ایک عظیم کتاب تالیف کی جو مختصر ابن حاجب کی طرز وطریقہ پر ہے۔[5]

عماد الدین الاسنائی شافعی (متوفی ۷۶۴ھ)[6]

اصولی وفقیہ واصول الدین، خلاف، جدل، تصوف میں شہرت پائی اور ان فنون میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر قاہرہ وشام کے علماء سے استفادہ کیا۔ صاحب فتح المبین نے عماد الدین کے بھائی کی طبقات کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا : " کان فقیها اماما فی علم الاصلین والخلاف والجدل

1۔ الدیباج۔ ص ۱۲۸، الفتح المبین ۲/۱۷۴، معجم الاصولیین ۱/۹۰(۵۹)

2۔ ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ العلائی دمشقی (۱۲۹۵ء/ ۱۳۵۹ء)، دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

3۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۱، الفتح المبین ۲/۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/۹۶۔۹۷(۳۳۵)

4۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج المقدسی الصالی الرامینی (۱۳۰۸ء/۱۳۶۲ء)، بیت المقدس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

5۔ الفتح المبین ۲/۱۷۶

6۔ عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی الاسنائی المصری متوفی ۱۳۶۳ء مصر میں وفات پائی۔

وعلم التصوف" (وہ فقیہ تھے علم اصولیین، خلاف، جدل و علم التصوف میں امام تھے) قاہرہ میں قائم مقام قاضی رہے۔ مختلف موضوعات پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی المنہاج کی شرح لکھی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔[1]

عبدالوہاب المراغی الاخمیمی شافعی (۷۰۰ھ/ ۷۴۶ھ)[2]

اصولی و متکلم تھے۔ قاہرہ میں شیخ تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ)، شارح المنہاج وغیرہ سے حصول علم کے بعد شام جا کر بس گئے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[3]

ناصر الدین القونوی حنفی (۶۷۹ھ/ ۷۶۴ھ)[4]

اصولی، مفسر، محدث، مناظر، نحوی و لغوی تھے۔ ۷۵۹ھ میں قاہرہ پھر حجاز مقدس تشریف لائے اور وہاں سے شام واپس آگئے۔ ان سارے اسفار میں وہ فتویٰ، درس و تصنیف کا کام انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " قدس الاسرار فی اختصار المنار فی الاصول" تالیف کی۔
ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "شرح قدس الاسرار مختصر المنار فی الاصول" میں ہے۔
تاج التراجم میں لکھا ہے : "وشرح المنار واختصر الاصل وسماہ قدس الاسرار"۔[5]

شہاب الدین العینتابی حنفی (۷۰۵ھ/ ۷۶۷ھ)[6]

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے کبار علماء سے علم حاصل کیا اور ان سے بے شمار فقہاء نے استفادہ کیا۔ دمشق میں قاضی العسکر رہے، تدریس و فتویٰ کا کام انجام دیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے عمر الخبازی (متوفی ۶۷۱ھ) کی کتاب "المغنی فی اصول الفقہ" کی شرح لکھی اور اس کا نام "فتح المجتبیٰ" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : " الحمد راس شکرک اللھم یا من ہو المحمود بکل لسان " الخ۔ صاحب تاج التراجم نے لکھا کہ انہوں نے المغنی فی اصول الفقہ تالیف کی جس کا نام "شرح المجمع المنبع" رکھا۔[8]

---

[1] الفتح المبین ۲/ ۱۷۷
[2] بہاء الدین عبدالوہاب بن عبدالولی بن عبدالسلام المراغی المصری کی ہارون الاخمیمی الدمشقی (۱۳۰۱ء/ ۱۳۴۳ء)۔ دمشق میں وفات پائی۔
[3] ہدیۃ العارفین ۶/ ۵۰۳، الفتح المبین ۲/ ۱۷۹
[4] ناصر الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز الدمشقی القونوی، ابن ربوہ (۱۲۸۰ء/ ۱۳۶۳ء)۔ شام میں وفات پائی۔
[5] ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۶۲، تاج التراجم ص ۶۱ (۱۸۰)، الفتح المبین ۲/ ۱۷۸
[6] ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ابراہیم بن ایوب الحلبی العینتابی الحلبی الدمشقی (۱۳۰۵ء/ ۱۳۶۶ء)۔ حلب میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔
[7] (الف) کشف الظنون ۲/ ۱۷۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۳، الطبقات السنیہ ۱/ ۲۹۷-۲۹۸، الفوائد البہیہ ص ۱۲، الفتح المبین ۲/ ۱۸۱، معجم الاصولیین ۱/ ۱۷۳-۱۷۵ (۴۷)
[8] تاج التراجم ص ۱۱ (۲۳)

ابن عسکر البغدادی مالکی (۷۰۱ھ/ ۷۶۷ھ)[1]

فقیہ، اصولی، نظار، متکلم، منطقی اور نحوی تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، معقول ومنقول میں جامع تھے۔ بغداد اور دیگر مقامات پر قاضی رہے، مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المختصر ابن الحاجب في اصول ۲۔ اجوبہ اعتراضات لابن حاجب[2]

الجندی ابوالضیاء مالکی (متوفی ۷۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " التوضیح في شرح منتهى السول والامل لابن حاجب " تالیف کی۔[3]

جلال الدین الکرلانی حنفی (متوفی ۷۶۷ھ)

الفوائد البہیہ میں ہے :

"كان عالما فاضلا تضرب به الامثال وتشد اليه الرحال".

(عالم فاضل تھے۔ ان کی مثال دی جاتی اور ان کی طرف سفر باندھے جاتے ہیں)

انہوں نے صاحب کشف الاسرار للبزدوی، عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الشافي شرح اصول البزدوی "تالیف کی۔ معجم الاصولیین میں اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی۔[4]

احمد بن النقیب (۷۰۲ھ/ ۷۶۹ھ)

فقہ، قرأت، تفسیر، اصول ونحو کے عالم تھے، ادیب وشاعر بھی تھے۔ بہت سے حج کیے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " نكت المنهاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[5]

محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی (۷۱۲ھ/ ۷۶۹ھ)

انہوں نے شرح القدوری تالیف کی اور اس کا نام "الينابيع في معرفة الاصول والتفاريع" رکھا۔ نام سے لگتا ہے کہ اس میں اصولی بحثیں بھی کی گئی ہوں گی۔[6]

---

[1] ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن ابن عسکر البغدادی (۱۳۰۲ء/ ۱۳۶۶ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

[2] الدیباج۔ ص ۳۲۶۔ ۳۲۷، الفتح المبین ۲/ ۱۸۰

[3] ابوالضیاء بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ۱۳۶۶ء، ہدیۃ العارفین ۱/ ۳۵۲

[4] جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی (متوفی ۱۳۶۵ء)، الفوائد البہیہ ص ۵۸۔ ۵۹، معجم الاصولیین ۳/ ۱۹(۳۲۸)

[5] ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن لؤلؤ بن عبداللہ المصری (۱۳۰۲ء/ ۱۳۶۸ء)۔ ابن النقیب سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی ۸۱۳ھ۔ ۸۷۳ھ، ۱۱/ ۱۰۱۔ انہوں نے ۷۶۹ھ کے واقعات میں ذکر کیا۔ مصر وزارۃ الثقافۃ والارشاد۔

[6] محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ قاضی القضاۃ بدرالدین بن ابی البقاء الشبلی۔ تاج التراجم۔ ص ۶۳(۱۸۱)

محمود ابن احمد ابو الثناء القنوی (متوفی ۷۷۱ھ)

۷۵۹ھ میں دمشق میں قاضی رہے، معزول کیے گئے اور پھر ۷۶۶ھ میں دوبارہ اس منصب پر بحال کیے گئے۔ ریحانیہ میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "المنتهى في شرح المغني في اصول الفقه" ان کی شاہکار تالیف ہے۔[1]

تاج الدین السبکی شافعی (۷۲۷ھ/۷۷۱)[2]

فقیہ، اصولی اور مؤرخ تھے۔ اپنے والد علی بن عبد الکافی (متوفی ۷۵۶ھ)، حافظ المزی اور امام ذہبی سے تعلیم حاصل کی۔ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر بیٹھے۔ ۷۵۶ھ میں منصب قضا کی ذمہ داری سنبھالی آزمائش بھی آئی، معزول و قید ہوئے پھر برأت ظاہر ہو جانے پر اسی منصب پر باعزت بحال کر دیے گئے۔ متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، کم عمری سے ہی مختلف علوم وفنون میں تصنیف وتالیف کا آغاز کر دیا تھا مثلاً طبقات الفقہاء الکبریٰ (چھ اجزاء میں)، الوسطیٰ (ایک ضخیم مجلد)، صغریٰ (ایک چھوٹی مجلد) بھی آپ کی مشہور کتب میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب کے نام سے دو جلدوں پر محیط کی شرح مختصر ابن الحاجب کی شرح تالیف کی۔ ابن سبکی نے الاشباہ والنظائر فی فروع الفقهيه (جو شیخ عادل احمد عبد الموجود اور شیخ محمد عوض کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے) میں رفع الحاجب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۔ الابهاج في شرح منهاج البيضاوي في الاصول، یہ کتاب ان کے والد اور ان کی مشترک تالیف ہے۔ ان کے والد صرف "مقدمة الواجب" تک شرح کر سکے تھے پھر اس کتاب کو تاج الدین سبکی نے مکمل کیا۔ یہ کتاب دکتور شعبان محمد اسمعیل کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ جمع الجوامع في اصول الفقه۔

۴۔ منع الموانع ۔ کتاب "الاشباه والنظائر" میں ابن سبکی نے اس کتاب کو بھی اپنی طرف منسوب بتایا ہے اور اس کتاب کا ایک خطی نسخہ جامعہ امام محمد بن سعود میں اور ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۴۵۱ کے تحت بھی موجود ہے۔ اور یہ مصر سے ۱۳۲۲ھ میں طباعت قدیمہ میں چھپ چکی ہے۔ منع الموانع میں ابن السبکی ان سوالات کے جوابات زیر بحث لاتے ہیں جو جمع الجوامع پر وارد ہوئے تھے اور حاجی خلیفہ نے اس کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ شمس الدین محمد بن محمد الاسدی الغزی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے جمع الجوامع کے متن پر مناقشات اور اعتراضات لکھ کر صاحب جمع الجوامع کو روانہ کر دیے، جن کا نام "البروق اللوامع" رکھا۔

---

[1] محمود بن احمد بن مسعود جمال الدین ابو الثناء القنوی الدمشقی۔ دمشق میں وفات پائی۔ تاج التراجم۔ ص ۷۰۔ ۷۱ (۲۱۳)

[2] ابو نصر قاضی القضاۃ تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی (۱۳۲۷ء/۱۳۶۹ء)۔ قاہرہ میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

جب تاج الدین سبکی نے اس تحریر کا مطالعہ کیا تو ان کی تعریف کی اور ان کے جوابات بنام "منع الموانع عن جمع الجوامع" لکھ ڈالے۔ ابن العماد نے شذرات میں منع الموانع کو جمع الجوامع کی شرح بتایا ہے حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

۵۔ القواعد المشتملة على الاشباه والنظائر۔[1]

کتاب "جمع الجوامع" کا تحقیقی تجزیہ :

رجال کی مختلف کتابوں میں اس کا مختلف طرح سے ذکر ملتا ہے مگر ان سب کی مراد ابن سبکی کی ایک ہی کتاب کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :

۱۔ جمع الجوامع في الاصلين والجدل والتصوف ۲۔ جمع الجوامع في الاصلين

۳۔ جمع الجوامع في اصول الفقه

ان میں سے تیسرا قول یعنی جمع الجوامع فی اصول الفقہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی چند مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہو سکتی ہیں :

۱۔ ابن سبکی کے تراجم میں زیادہ تر حضرات نے اس نام کا اسی طرح ذکر کیا۔

۲۔ کتاب کا اکثر حصہ مباحثِ اصول فقہ میں ہے اور مباحثِ اصول الدین بہت کم ہیں۔

۳۔ تاج الدین ابن سبکی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرمایا :

" اعلم ان لنا في اصول الفقه مصنفات اشتملت على قدر كبير من الفروع المخرجة على الاصول ، من نظره عرف انا لم تسبق اليه ، ومن احاط بما في كتبنا الاربعة وهي : "شرح مختصر ابن الحاجب ، و شرح منهاج البيضاوي و المختصر المسمى جمع الجوامع..... "[2]

(جان لو کہ بیشک ہماری اصول فقہ میں کئی تصنیفات ہیں جن کا بڑا حصہ فروع سے اصول کی تخریج پر مشتمل ہے۔ جو غور و فکر کرتا ہے وہ جان لے گا کہ اس کی طرف سب سے پہلے ہم نے قدم نہیں بڑھایا اور وہ جس نے ہماری چار کتابوں کا احاطہ کیا اور وہ چار کتابیں "شرح مختصر ابن الحاجب ، وشرح منهاج البيضاوي والمختصر جو جمع الجوامع کے نام سے موسوم ہے.....)

یہاں ابن سبکی نے جمع الجوامع کو مصنفات اصول فقہ میں سے بتایا ہے۔

کتاب "جمع الجوامع" میں تاج الدین سبکی کا منہج :

۱۔ مباحث، فصول اور مسائل کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ جمیع مسائلِ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے بعض ایسی اشیاء کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جنہیں ان سے پہلے کے اصولیین نے بیان نہیں کیا ہوتا۔ شارح حلولو نے اپنی شرح کے دوران ان مقامات کی نشاندہی کی ہے۔

۳۔ مصطلحاتِ اصولیہ کی تعریف اور ان کے تعیین بغیر طوالت کے کرتے ہیں۔

---

[1] کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۶۳۹/۵، الفتح المبین ۱۸۴/۲ [2] الاشباہ والنظائر للسبکی ۷۷/۲

ب۔ ان مسائل اصولیہ کو ذکر کرتے ہیں جن میں اصولیین کا اختلاف واقع ہوا ہے۔

د۔ بعض مسائل میں اقوال کے ساتھ ساتھ قائل کا بھی ذکر کردیتے ہیں مگر وہ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔

ہ۔ صرف اقوال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور بہت کم ہی ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

ز۔ اگر کہیں خلاف لفظی ہو تو اس کو ذکر کرتے ہیں۔

ح۔ صرف کتب اصولیہ کے اصل مراجع سے ہی نقل کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور کسی قول کو کسی شخص کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کرتے جب تک کہ قائل نے خود اپنی کتاب میں اسے نقل نہیں کیا ہوتا، یا اس کے کسی شاگرد نے ان کا قول نقل نہیں کیا ہوتا۔

بہر حال مذکورہ منہج کی بنا پر اس کتاب کو تالیف کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں خصوصی اہمیت حاصل رہی کیونکہ وہ علم اصول فقہ کے جمیع مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب تھی اور مختصر ہونے کی وجہ سے اس کا حفظ واستذکار آسان تھا مگر جب علماء نے محسوس کیا کہ بعض طلبہ اس کے مختصر اور مجمل ہونے کی بنا پر بغیر اس کی مقصدیت جانے صرف حفظ پر مصر ہو رہے ہیں اور اس رجحان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے اس کی مقصدیت کے بہتر طریقے سے حصول کے لئے اس کی شروح، شرح الشرح، شروح پر حواشی، اختصار، کتاب پر حواشی، تعلیقات اور اس کے نظم وغیرہ کی طرف توجہ مرکوز کی اور بہت کثرت کے ساتھ اس پر توضیحات وغیرہ پیش کی گئیں۔ ان میں سے چند کو اپنی استطاعت کے مطابق بیان کریں گے۔

عصر حاضر کے معروف مصنف شیخ محمد خضری نے کتاب "جمع الجوامع" کے معائب کی طرف ان الفاظ سے نشاندہی کی ہے :

"واما جمع الجوامع فهو عبارة عن جمع الاقاويل المختلفة بعبارة لا تفيد قارئا و لا سامعا، وهو مع ذلک خلو من الاستدلال على ما يقرره من القواعد"

(اور جہاں تک کتاب "جمع الجوامع" کا تعلق ہے تو یہ کتاب مختلف اقوال کا ایک مجموعہ ہے جسے ایسی عبارت میں قلمبند کیا گیا ہے جو نہ اس کے قاری کے لئے مفید ہے اور نہ سامع کے لئے فائدہ بخش۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب قواعد سے استدلال واستنباط کرنے کے اسلوب سے بھی خالی ہے)[1]

کتاب "جمع الجوامع" کی شروح، شرح الشرح اور حواشی :

شروح وشارحین :

ا۔ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد ہندی مصری غزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے "اللوامع" کے نام سے شرح لکھی ہے[2]

ب۔ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی مصری شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) نے "تشنيف المسامع" کے نام سے شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق یہ جمع الجوامع فی الفروع کی شرح ہے مگر المراغی اور ایضاء اللامع کے

[1] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری۔ ص ١١   [2] ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۰، الفتح المبین ۲/۱۸۸

تحقیق مقدمہ اور دیگر ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع الجوامع فی الاصول کی شرح ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ تاج الدین سبکی نے فروع میں اس نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ شیخ حلولو نے اپنی شرح میں زرکشی کی کتاب "تشنیف المسامع" سے خوب استفادہ کیا ہے۔[1]

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن الاسدی الغزی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی تشنیف المسامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے بروق اللوامع فیما اورد علی جمع الجوامع کے نام سے ایک اور شرح بھی تالیف کی تھی جس میں انہوں نے جمع الجوامع پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کو ذکر کیا۔ ان کی تبیین وتوضیح کی، اسئلہ صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین فرق اُجاگر کیا۔ بروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ المرکزیہ جامعہ الملک سعود میں ۲۱۸۱ کے تحت موجود ہے۔[2]

۴۔ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جامعہ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی اور اس کا نام النجم اللامع رکھا۔ اس کا ایک تحریری نسخہ مکتبہ الحرم المدنی میں ۱۴۴ کے تحت موجود ہے۔[3]

۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن اور الغزی شافعی (متوفی ۷۲۲ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔[4]

۶۔ ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی (متوفی ۷۲۶ھ) نے "الغیث الهامع" کے نام سے شرح تالیف کی۔[5]

۷۔ شہاب الدین احمد بن حسین بن رسلان الرملی القدسی شافعی (متوفی ۷۴۴ھ) نے لمع اللوامع فی توضیح جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی[6]۔ اس کا ایک خطی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۲۳۱۵ کے تحت موجود ہے۔

۸۔ ابویاسر شمس الدین محمد بن محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری معروف بہ ابن النجار (متوفی ۸۴۴ھ) نے زوال المانع عن شرح جمع الجوامع تالیف کی۔

۹۔ برہان الدین ابراہیم بن محمد القباقی القدسی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً یا ۹۰۱ھ بعدہ) انہوں نے شرح تالیف کی۔[7]

۱۰۔ محب الدین ابی الطیب محمد بن علی احمد الحلی المصری شافعی معروف بہ ابن حمید (متوفی ۸۵۵ھ) نے البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔[8]

۱۱۔ علی ابن یوسف بن احمد العقد ولی المصری شافعی (متوفی ۸۶۰ھ) نے الایجاز اللامع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔[9]

۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی (متوفی ۸۶۴ھ) نے البدر الطالع بشرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔[10]

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۶، الفتح المبین ۲۰۹/۲، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ ص ۳۲ ۲۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱۔۵۹۶، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ ص ۳۳

۳۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶، الضیاء اللامع تحقیق مقدمہ ص ۳۲

۴۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ۵۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱ ۶۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، ایضاح المکنون ۲۲۲/۳، ہدیۃ العارفین ۱۹۳/۶

۷۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۲۳/۵۔۲۴۔ تاریخ وفات ۹۰۱ھ بعدہ مذکور ہے۔

۸۔ ایضاح المکنون ۱۷۶/۳ ۹۔ ایضاح المکنون ۱۵۲/۳ ۱۰۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱، ہدیۃ العارفین ۲۰۳/۶، الفتح المبین ۴۹/۳

اس کتاب کی متعدد طباعتیں ہو چکی ہیں، یہ کتاب دارالکتب العلمیہ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔ اس شرح پر شرح، تعلیقہ اور متعدد حواشی لکھے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں :

شرح المحلی کی شرح : ابوالعباس احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے کتاب "شرح علی شرح المحلی علی جمع الجوامع" تالیف کی۔[1]

شرح المحلی پر تعلیقہ : حسین بن علی بن حسن العشاری البغدادی شافعی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے تعلیقات علی شرح جمع الجوامع لکھے۔[2]

شرح المحلی پر حواشی :

۱۔ احمد بن عبداللہ بن بدر الغزنی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے حاشیہ علی اوائل البدر الطالع تالیف کیا۔ مظہر بقا نے برلن میں ۹۳۲۸ (۶۱۰) کے تحت اس کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔[3]

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ (متوفی ۸۰۳ھ) تلمیذ الشارح نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۳۔ قطب الدین عیسیٰ (ابن محمد) الصوفی الایجی (متوفی ۹۵۵ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔[5]

۴۔ قاضی زکریا بن محمد الانصاری شافعی (متوفی ۹۱۰ھ یا ۹۲۶ھ) نے "النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع" کے نام سے حاشیہ لکھا۔ مصر، ترکی، مکہ، رباط، حلب، تونس وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[6]

۵۔ شیخ محمد ابن داؤد البازلی الحموی (متوفی ۹۲۵ھ)۔[7]

۶۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم التتائی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ)۔[8]

۷۔ ناصر الدین ابی عبداللہ محمد المالکی اللقانی (متوفی ۹۵۴ھ)۔[9]

۸۔ عیسیٰ بن محمد بن عبداللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الایجی شافعی (متوفی ۹۵۵ھ)۔[10]

۹۔ شہاب الدین عمیرہ احمد البرلسی مصری شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)۔[11]

۱۰۔ ابوعبداللہ محمد بن حسن اللقانی مالکی (متوفی ۹۵۸ھ)۔[12]

۱۱۔ احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نورالدین معروف بہ الغنیمی الانصاری الخزرجی حنفی (متوفی ۱۰۴۴ھ)۔[13]

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۰ (۱۳۸)
۲۔ معجم الاصولیین ۲/۷۴-۷۳ (۲۸۰)، بحوالہ الاعلام ۲/۲۴۸
۳۔ معجم الاصولیین ۱/۱۵۵-۱۵۶
۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۶۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۴، معجم الاصولیین ۲/۱۰۷-۱۰۸
۷۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۸۔ الفتح المبین ۳/۷۳
۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۲/۳۴۲
۱۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۱، ایضاح المکنون ۳/۳۶۶، الفتح المبین ۱/۳۹۱
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۴۳، الفتح المبین ۳/۷۷
۱۳۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۲ (۱۶۵)

کی۔ اس کا ایک خطی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۳۲۰۵ کے تحت موجود ہے[1]

۲۹۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن شہاب الدین العلوی الحسنی (متوفی ند) نے التریاق النافع بایضاح وتکمیل مسائل جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب دائرہ معارف العثمانیہ حیدرآباد سے ۱۳۱۷ھ میں چھپ چکی ہے[2]

۳۰۔ عبدالرحمن الشربینی (متوفی ند) نے اس کتاب میں پائے جانے والے مخفی المراد وتحقیق الکلام پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع رکھا۔ یہ تقریرات حاشیہ العطار پر چھپ چکی ہے[3]

۳۱۔ محمد بخیت المطیعی (متوفی ند) نے البدر الساطع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی جو مصر سے چھپ چکی ہے۔ اس پر دکتور موسیٰ فقیہی نے کتاب کے شروع سے باب القیاس تک تحقیق پیش کر کے کلیہ شریعہ ریاض سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی[4]

۳۲۔ محمد بن محمد بن حسین الامبابی، سابق شیخ الازہر نے تقریر علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے[5]

کتاب "جمع الجوامع" کا اختصار اور اس اختصار کی شرح، حاشیہ وتحقیق:

۱۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ یا ۹۱۰ھ) نے مختصر لب الاصول لکھا اور پھر اس اختصار کی غایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔

غایۃ الوصول پر حاشیہ: اس پر محمد عبدالھادی جوہری کا حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۱۹۲ھ میں مکمل کرلیا تھا۔ کتاب "غایۃ الوصول شرح لب الاصول"، محمد عبدالھادی جوہری کے حاشیہ کے ساتھ مطبعہ عیسی البابی الحلبی، مصر سے چھپ چکے ہیں۔

غایۃ الوصول پر تحقیق: عبداللہ محمد الاحمد الصالح نے جامعہ ام القریٰ سے ۱۴۰۳-۱۴۰۴ میں اس پر ایم اے کا تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سند حاصل کی[6]

۲۔ محمود آفندی عمر الباجوری (متوفی ند) نے اس کی تلخیص واختصار کیا اور اس کا نام "الفصول البدیعہ فی اصول الشریعہ ملخص لجمع الجوامع" رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں مصر سے چھپ چکی ہے[7]

۳۔ محمد بن ہبۃ اللہ الحمصی الحلبی شافعی (متوفی ۹۱۶ھ) نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "مختصر جمع الجوامع" رکھا[8]

کتاب "جمع الجوامع" پر تعلیقہ: محمد بن محمد بن ظہیرو الحزوی شافعی (متوفی ند)، (ولادت ۷۹۵ھ) نے

---

[1] حوالہ سابق ص ۲۹ (الف) حوالہ سابق ص ۲۸ [3] حوالہ سابق ص ۳۱
[4] حوالہ سابق ص ۳۲ [5] حوالہ سابق ص ۳۲۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔
[6] الفتح المبین ۳/ ۶۸-۶۹، معجم الاصولیین ۴/ ۱۰۷-۱۰۸ (۳۳۵) [7] القضایا حاملاً مع ص ۳۳
[8] الکواکب السائرہ باعیان المئۃ العاشرہ شیخ نجم الدین الغزی ۱/ ۶۹-۷۰، تحقیق جبرائیل سلیمان جبور، بیروت الجامعۃ الامریکیہ ۱۹۴۵ء۔ اس میں محمد ابن ہبۃ اللہ کا مکمل نام اس طرح مذکور ہے۔ محمد ابن عمر ابن محمد ابن محمد ابن احمد ابن عبدالقادر ابن ہبۃ اللہ قاضی القضاۃ جلال الدین الحمصی الحلبی شافعی (۸۵۱-۹۱۶ھ)

ن پر ایک تعلیقہ تالیف کیا اور اس کا نام "تعليق على جمع الجوامع للسبكي" رکھا۔ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اس کا ایک تعلیقہ مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے مگر اس کے مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح ایک تعليقه على شرح الجوامع کا بھی ذکر ہے اس کا مؤلف محمد بن ابی بکر علی بن ابی شریف (متوفی ند) ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی شرح پر تعلیقہ ہے۔[1]

کتاب "جمع الجوامع" پر حواشی :

۱۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ) نے حاشیہ علی جمع الجوامع لکھا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا مگر یہ حاشیہ نامکمل رہا۔ جامعہ ام القریٰ میں ۲۰۳ نمبر کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ محقق "الضياء اللامع" نے اس کو جمع الجوامع کی شرح میں بحوالہ ایضاح المکنون ذکر کیا مگر ایضاح المکنون میں صرف اس کتاب کی نسبت برہان الدین کی طرف کی گئی ہے اور اس میں حاشیہ و شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[2]

۲۔ حسن بن علی بن احمد عبداللہ المرابغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[3]

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن عبادہ بن بری العدوی صوفی مالکی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[4]

۴۔ فیض اللہ الداغستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔[5]

۵۔ عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) نے دو ضخیم جلدوں میں حاشيه على جمع الجوامع تالیف کیا۔[6]

کتاب "جمع الجوامع" کی شرح پر مزید حواشی :

۱۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشيه على شرح جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام "الآيات البينات" رکھا۔ یہ حاشیہ مطبع بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے۔[7]

۲۔ الیاس بن ابراہیم بن داود بن خضر الکردی الکورانی شافعی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔[8]

۳۔ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالهادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے حاشيه شرح الجوامع تالیف کیا۔[9]

---

[1] نظم العقیان فی اعیان الاعیان، امام جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ ص ۱۶۷ (۱۸۱) نیویارک مطبعہ السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ء۔ بغداد مکتبہ المثنی فہرست مخطوطات مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء ۲/۸۱۰۔۸۱۱ اعداد، احمد عبدالرزاق الرقیحی، الجمہوریہ العربیہ الیمنیہ وزارۃ الاوقاف والارشاد۔

[2] ایضاح المکنون ۳/۱۷۱، معجم الاصولیین ۱/۱۹۔۲۰، الضیاء اللامع ص ۲۸

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸

[4] الفتح المبین ۳/۱۳۳

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۸۳۲

[6] معجم الاصولیین ۲/۱۶۹ (۳۰۵)

[7] ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، الفتح المبین ۳/۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷۔۱۸۸ (۱۳۶)

[8] ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۶، معجم الاصولیین ۱/۱۷۹۔۱۸۰ (۲۲۳)

[9] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۸

کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ شیخ تلمسانی ۷۵۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ کتاب احمد عزالدین عبداللہ خلف اللہ کی تحقیق، تخریج احادیث اور وضع فہارس وغیرہ کے ساتھ مطبعہ السعادہ سے پہلی مرتبہ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں طبع ہوئی۔ تخریج الفروع علی الاصول میں تصنیف کے جو منہج رائج ہوئے ان کی تصویر کشی مکمل کرنے کے لئے ہم تلمسانی کی کتاب کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کے منہج کی وضاحت ہو سکے :

"فی کون الامر بالشئی یقتضی المبادرۃ الیہ او لا یقتضیہا"۔[1]

(کسی چیز کا حکم دیا جانا کیا اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے فوراً کیا جائے ؟)

"اس مسئلہ میں اہل اصول میں اختلاف ہے اور اسی اصل کی بنیاد پر بعض فرعی مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اس بارے میں اختلاف کہ شرائط وجوب پائے جانے کی صورت میں کیا حج فوری طور واجب ہے کہ ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کا موخر کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا (یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے) یا فوری طور پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لہٰذا ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کو موخر کرنے سے انسان گنہگار نہیں ہوگا"

(یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے)

مذہب مالکی میں اس کے بارے میں دو قول ہیں :

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد : "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا"۔ اس بات کا متقاضی تھا کہ ... مامور بہ ہے۔

اسی طرح کفارہ کے وجوب میں اختلاف ہے کہ کیا وجوب فوری طور پر ہوتا ہے یا اس کی ادائیگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اگر سال گزرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر قادر ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہو گیا تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا یا اس کے ذمہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا حکم فوری ادائیگی پر محمول ہوتا ہے۔ لہٰذا تاخیر کرنے سے یہ گنہگار ہوگا اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ شخص نصاب ہلاک ہونے کے بعد زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی فوری طور پر لازم نہیں ہوتی۔ لہٰذا ادائیگی میں تاخیر کرنے سے وہ شخص امر کی مخالفت کرنے والا نہیں مانا جائے گا۔

آراء کا تجزیہ :

امام شافعیؒ اور حنفی دونوں نے اس مسئلہ میں اپنے اصل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے کتب ... مطالعہ کرنا چاہئے۔ محقق اہل اصول کی رائے یہ ہے کہ امر مطلق نہ تو فوری ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی تاخیر کا، کیونکہ امر کبھی فوراً کرنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً مالک اپنے غلام سے کہے کہ ابھی سفر کر، تو یہ امر فوری ادائیگی کا متقاضی ہے اور کبھی تراخی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً آقا نے غلام سے کہا کہ اگلے مہینے میں سفر کرو تو یہ امر تاخیر کا مقتضی ہے اور جب ان سے مطلقاً حکم دیا نہ فوری ادائیگی کی قید لگائی اور نہ ہی تراخی کی تو اس میں دونوں چیزوں کا احتمال ہوگا اور جس چیز میں دونوں چیزوں کا امکان ہو وہ چیز ان میں سے کسی ایک کا متعین طور پر تقاضا نہیں کرتی۔

---

[1] مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول، التلمسانی، ص ۵۳

محقق مفتاح الاصول نے کتاب کے اختتام میں لکھا ہے :

" والی هنا تم تحقيق هذا الكتاب النفيس و هو من المصنفات الهامة في عالم اصول الفقة المقارن التي تتعرض لحجج كل مذهب من المذاهب الاربعة في بناء الفروع على القواعد الاصولية ، ولا استدل على اهمية المصنف من أن كل صفحة منه لاتخلو من مادة صالحة لان تكون موضوعا لرسالة جامعية ، وشرح هذا الكتاب الموجز يحتاج الى مجلدات "۔[1]

(اور یہاں اس عمدہ کتاب کی تحقیق مکمل ہوئی اور وہ جدید دنیائے اصول فقہ کی اہم مصنفات میں سے ہے جو مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کی قواعد اصولیہ پر فروع کی بنا کرنے کی حجج پیش کرتی ہے اور میں اس کتاب کی اہمیت پر کوئی دلیل نہیں دیتا کہ اس کا ہر صفحہ عمدہ موضوعات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ایک جامع موضوع بن سکے اور اس مختصر کتاب کی شرح کئی مجلدات کی محتاج ہے)

مفتاح الوصول کا نظم :

ابوالحسن علی بن عبدالواحد بن محمد بن سراج السجلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ) نظم اصول الشریف التلمسانی تالیف کیا۔[2]

محمد بن حسن المالقی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ)[3]

انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب تالیف کی جبکہ ہدیۃ العارفین کے مطابق شرح منتھی السول والامل لابن الحاجب ان کی تالیف ہے۔[4]

احمد بن قاضی الجبل حنبلی (۶۹۳ھ۔۷۷۱ھ)[5]

حدیث اور ان کی علل، نحو، لغۃ، اصول فقہ و اصول دین، منطق و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے مختلف علوم کی تصانیف کا درس لیا، کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخری عمر میں مدرسہ حسن سلطان میں خاص طور پر تدریس کے لئے طلب کئے گئے۔ دمشق میں قاضی رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "اصول فقہ" تالیف کی مگر وہ نامکمل رہی۔[6]

عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ/۷۷۲)[7]

مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، لغۃ و عروض کے عالم تھے، فقہ میں خاص شہرت پائی، آپ کے شیوخ بھی اس کے معترف تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست شافعیہ ان پر منتہی ہوتی تھی۔ تدریس، افتاء و تصنیف کی خدمات انجام دیں۔

---

[1] مفتاح الاصول۔ ص ۹۔۲۰، اور ۶۔۲۳۳ متن و حاشیہ، الفتح المبین ۲/۱۸۲

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۷۵۶

[3] محمد بن حسن بن رماقی اندلسی

[4] کشف الظنون ۲/۱۲۱۵، ہدیۃ العارفین ۲/۱۶۵

[5] ابوالعباس شرف الدین احمد بن الحسن بن عبداللہ بن ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی الاصل ثم الدمشقی معروف بہ ابن قاضی الجبل (۱۲۹۴/۱۳۷۰ء)

[6] معجم الاصولیین ۱/۱۰۶(۷۴)

[7] ابومحمد جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن بن علی بن عمر بن علی بن ابراہیم القرشی الاموی الاسنوی المصری (۱۳۰۴/۱۳۷۰ء) مصر میں وفات پائی۔

نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ اس شرح کی تالیف کا آغاز ان کے بھائی محمد نے کیا اور اس کو جمال الدین اسنوی نے مکمل کیا۔[1]

اسنوی نے ۷۶۹ھ میں اس کی تالیف کا آغاز کیا اور ۷۷۰ھ یعنی صرف ایک سال کی مدت میں اس کو مکمل کر لیا۔ کتاب متوسط الحجم ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی ہے۔ اس میں اعتراضات کی کثرت ہے اور اس کی ابتداء ان کلمات سے ہوتی ہے۔

" الحمد لله الذي مهد اصول شريعته بكتاب القديم الازلي".

شیخ محمد خضری اصول فقہ کی کتب کے تاریخی تسلسل میں فرماتے ہیں :

"وقد اخذ القاضي عبدالله بن عمرو البيضاوي المتوفي سنه ۶۸۵ ھ كتاب المسمى بمنهاج الوصول الي علم الاصول من كتاب الحاصل الا ان الاختصار قد بلغ حده حتى كاد الكلام يكون الغازا وكانهم لم يكونوا يؤلفون ليفهموا. ولذلك احتاجت كتبهم الي الشروح حتي تحل الغازها وتبين معالمها. واحسن شرح للمنهاج ماكتبه عبدالرحيم بن حسن الاسنوي الشافعي المتوفي سنه ۷۷۲ھ ومن الغريب مايقوله الاسنوي في اول شرحه : ان اكثر المشتغلين باصول الفقه في هذا الزمان قد اقتصروا من كتبه علي المنهاج لكونه صغير الحجم كثير العلم مستعذب اللفظ. ولا ادري من جاءت هذه العذوبة مع استغلاق الفاظه ولقد كنت اذا اردت ان اراجع فيه مسالة انكب عما قاله البيضاوي الي ماكتبه الشارع ولا اعي نفسي بقراءة المتن وقلما رايت من الشراح من يماثل الاسنوي في بيان المطالب التي معني شرحها "[2]

(قاضی بیضاوی نے منہاج الوصول الی علم الاصول کے نام سے الحاصل کا اختصار کیا۔ اس کتاب میں اس حد تک اختصار کیا کہ کلام ایک معمہ بن کر رہ گیا۔ شاید یہ لوگ اس لئے تالیف نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اسی لئے ان کتابوں کی شروح لکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ ان کا معمہ حل ہو سکے۔ تعجب ہے کہ اسنوی نے قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج" کی شرح کے شروع میں لکھا ہے موجودہ دور میں اصول فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر لوگوں نے اصول فقہ کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں منہاج پر اکتفا کیا ہے اس لئے کہ وہ بہت مختصر ہے اس میں وافر علم موجود ہے اور اس کا اسلوب بھی نہایت شیریں ہے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ الفاظ و عبارت کے اندر غموض و پیچیدگی کے باوجود یہ شیرینی کہاں سے آ گئی ؟)

نہایۃ السول پر تعلیقہ :

شمس الدین محمد ابن العماد (متوفی ۸۶۷ھ) نے اس شرح پر تعلیقہ لکھا جس میں انہوں نے اپنے والد شہاب بن عماد کے اقوال نقل کیا ہے۔[3]

1۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹ 2۔ اصول الفقہ شیخ محمد خضری۔ ص ۹

3۔ تحقیق مقدمہ فی نہایۃ السول للاسنوی۔ القاہرہ عالم الکتب مشدنہ

نہایۃ السول پر حواشی :

۱۔ قاضی بدر الدین محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ معروف بہ ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا[1]

۲۔ شیخ الاسلام الاسرج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمن البلقینی (متوفی ۸۸۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے کہ محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی بدر الدین ابو اسحاق المصری شافعی نے حاشیہ علی الاسنوی تالیف کیا۔[2]

۳۔ شیخ محمد بخیت المطیعی حنفی (ولادت ۱۲۷۱ھ) سابق مفتی مصر نے سلم الوصول الی نہایۃ السول کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔[3]

۴۔ محمد ابو النور زہیر مالکی متوفی ۱۴۰۷ھ، موصوف کلیہ شریعہ والقانون جامعہ الازہر میں استاد بھی تھے۔ انہوں نے چار اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ حاشیہ علی شرح اللاسنوی تالیف کیا جو مکتبہ الازہریہ سے ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء میں چھپ چکا ہے۔ اس میں انہوں نے جمیع مباحث اصولیہ کا احاطہ کیا ہے ادلہ کے ذکر کے ساتھ آراء بمع مآخذ لاتے ہیں اور پھر دلائل کے ساتھ قول راجح بیان کرتے ہیں۔ لفظی و معنوی خلاف کے مقامات بتانے کے ساتھ ساتھ ان پر سیر حاصل بحث بھی کرتے جاتے ہیں۔

۵۔ شیخ یوسف موسیٰ المرصفی شافعی نے بغیة المحتاج لایضاح شرح الاسنوی علی مقدمة المنهاج کے نام سے ایک مجلد میں شرح لکھی جو مطبعہ السعادہ قاہرہ سے ۱۳۴۶ھ میں ۱۵۹ صفحات میں چھپ چکی ہے۔

علامہ اسنوی "المنہاج" کی شرح لکھنے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے؟ اس کتاب کی اتنی کثرت سے شروحات کیوں لکھی گئیں؟ اس کا جواب اسنوی نے کتاب کے آغاز میں دیا کہ یہ کتاب علماء کی توجہ کا مرکز اس لئے رہی کہ یہ ایک مختصر الحجم کتاب ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی تھی جس کے الفاظ شیریں تھے۔

"نہایۃ السول" کی امتیازی خصوصیات :

اسنوی نے ذکر کیا کہ ان کی یہ شرح دوسری شروح کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات کی حامل ہے اس میں کئی ایسے اہم امور پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جن سے دوسرے شارحین نے صرفِ نظر کیا تھا۔ امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ المنہاج پر کیے جانے والے ان اعتراضات وسوالات کے جوابات دیے جن کے سرے سے یا تو جواب ہی نہیں دیے گئے تھے یا وہ جوابات ضعیف تھے۔

۲۔ جن مقامات میں صاحبِ کتاب سے نقل کی غلطی ہوئی تھی ان مقامات سے آگاہ کر دیا۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۵ [2] ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۶

[3] نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول، جمال الدین اسنوی ومعہ حواشیہ المفیدہ سلم الوصول الشرح نہایۃ السول شیخ محمد بخیت المطیعی، عالم الکتب الجزء الاول مقدمہ۔

۳۔ مذہب شافعی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اصول فقہ کے مدون اور ان کے امام کا مسلک متعارف ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں مسئلہ سے متعلق کتب شافعیہ مثلاً الام، الامالی، الاملاء، مختصر المزنی اور مختصر البویطی میں تلاش کرنے سے پچھل جاتا ہے تو وہ شافعیہ کا مسلک اکثر ان ہی کے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں جو ان کی کتب میں ان سے منقول ہوتا ہے۔

اسنوی کہتے ہیں کہ اگر انہیں اس مسئلہ کی بابت بلا واسطہ ان کی کتب سے کچھ میسر نہیں آتا تو وہ اس کلام کی نسبت ہے ناقل کی طرف کر دیتے ہیں۔

۴۔ ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) نے امام رازی، یا امام امدی یا ابن الحاجب سے اختلاف کیا ہوتا۔

۵۔ اور جو امام رازی اور ابن حاجب نے فروع اصولیہ سے ذکر کیا ہوتا اور اگر مصنف بیضاوی نے اس سے بے توجہی برتی ہوتی تو اسنوی کہتے ہیں کہ وہ اسے ذکر کر دیتے ہیں۔

۶۔ اسنوی کے مطابق انہوں نے شارحین کی ان تقریرات کی نشاندہی کی جو واقع سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اور پھر ان کی تشریح کی۔

۷۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سے فوائد مستحسنہ بتلائے ہیں۔ مثلاً نقول غریبہ " نافع ابحاث " اور اہم قواعد پیش کیے۔

منہاج الوصول از بیضاوی مع اپنی شروح نہایۃ السول از اسنوی اور سلم الوصول از محمد بخیت مطیعی ایک ساتھ عالم کتب سے چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح کتاب المنہاج اپنی شروح، شرح البدخشی اور شرح نہایۃ السول کے ساتھ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔[1]

شرح البدخشی کا تحقیقی تجزیہ :

امام محمد بن حسن البدخشی نے مناھج العقول کے نام منہاج الوصول کی شرح لکھی۔ چونکہ ان کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اس لئے اسی مقام پر ان کی شرح کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

" الحمد لله الذي افاض انوار هدايته، وانار منار دلالته " الخ

دیگر شروح کی موجودگی میں شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟

بلاشبہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول پر کثرت سے شروح لکھی گئیں۔ ان کی موجودگی میں ایک اور شرح منہاج العقول شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی؟ امام بدخشی نے اپنی شرح کے آغاز میں اس سوال کا جواب دے کر اس کی ضرورت کی

---

[1] نہایۃ السول حوالہ سابق ص ۳، ملخص (حذف و اضافہ کے ساتھ) نہایۃ السول اور شرح البدخشی بھی ایک ساتھ طبع ہو چکے ہیں۔ دارالکتب علمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء، ۱/۳۔ ۱۰، ملخص حذف و اضافہ تغیر کے ساتھ۔

طرف مندرجہ ذیل باتوں سے متوجہ کیا۔ امام بدخشی کے کلام کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ ...
شروح کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے ان میں بہت سی خامیاں ہیں۔ مثلاً :

۱۔ بعض شارحین نے صرف الفاظ کے حل اور ظاہری معنی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا اور ان مناہج کو اختیار نہیں ... جن سے پوشیدہ حقائق اور الفاظ کے دقائق ظاہر ہوتے ہوں۔

۲۔ اور بعض نے پوشیدہ حقائق کے اظہار کے لئے آسان راستوں کا انتخاب کیا۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا

۳۔ بعض طویل بحثیں کیں مگر مشکل و مغلق امور کی گتھیاں سلجھانے سے اجتناب برتا۔ اس طرح نئے اسرار آشکار ہونے کے بجائے پردہ ہی میں رہے۔ جبکہ بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف کے دوران ... اولیاء الالہین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیہ متالہین کے معارف سے بھی روشنی حاصل کی۔

۴۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور جہاں واقعتاً مصنف سے سہو یا تساہل ہوا تھا اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ مقامات بھی ... جن کو سابقین میں سے کسی شارح نے ذکر نہیں کیا تھا اور یہ کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف میں علماء متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔[1]

کتاب "التمهيد في تخريج الفروع على اصول" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب "التمهيد" کی چند امتیازی باتیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اصول کی فروع پر تخریج (تخريج الفروع على الاصول) اس علم کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں اصول و فروع کے درمیان تطبیق کا ارتباط مقصود ہوتا ہے کہ اصول کے فروع پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی جانے والی چوتھی اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس سے قبل "تاسيس النظر للدبوسي" (متوفی ۴۳۰ھ) تخريج الفروع على الاصول للزنجاني (متوفی ۶۵۶ھ) اور مفتاح الوصول الى بناء الفروع على الاصول للتمساني مالکی (متوفی ۷۷۱ھ) تالیف ہو چکی تھیں۔

۲۔ علامہ اسنوی نے اپنی کتاب میں کوئی اصولی قاعدہ خالی نہیں چھوڑا، بلکہ قاعدہ کو ذکر کر کے اس کی کوئی نہ کوئی فرع درج کرنے کی بھی کوشش کی۔

۳۔ صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ تھے۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔

۴۔ "التمہید" کے مطالعہ کے دوران یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے انہوں نے جن فقہی جزئیات کا ذکر کیا ان میں سے بیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔

---

[1] شرح البدخشی ص ۵ ملخص

(آئمہ شافعی کا اگرچہ قواعد کے بارے میں بھی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔ فقہاء شافعیہ کا اکثر باہمی اختلاف قواعد کی شرطوں کے بارے میں ہے نہ کہ اصل قواعد میں۔ اور ان شرطوں میں اختلاف کے باوجود سب کے یہاں فقہی فروعات کا بالکل ایک ہی نہج ہے۔ ان اختلافات کا اثر فقہی فروعات پر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے اسنوی نے قواعد کے اثرات کی وضاحت میں تکلف سے کام لینا پڑا ہے۔ طلاق، یمین، نذر وغیرہ کے الفاظ میں اثرات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اختلاف اصل قاعدہ میں ہوتا تو اس کے اثرات مسائل فرعیہ میں بہت واضح محسوس ہوتے مثلاً اس بارے میں اختلاف ہوتا کہ صحابی کا قول حجت ہے یا نہیں، کیونکہ اس قاعدہ پر سیکڑوں فقہی فروعات مبنی ہیں۔ اسی طرح اگر حدیث مرسل، استصحاب، استحسان وغیرہ کے بارے میں آئمہ شافعیہ میں اختلاف ہوتا تو فقہی جزئیات پر اس کے دور رس اثرات ہوتے)

کتاب "التمہید" میں علامہ اسنوی کا منہج :

علامہ اسنوی اپنی کتاب کے مقدمہ میں اپنے منہج کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں :

"اذكر أولا المسألة الأصولية بجميع اطرافها، منقحة مهذبة ملخصة، ثم أتبعها بذكر شئ مما يتفرع عليها، ليكون ذلك تنبيها على مالم أذكره والذى اذكره على اقسام: فمنه مايكون جواب أصحابنا فيه موافقا للقاعدة ومنه مايكون مخالفا لها. ومنه مالم أقف فيه على نقل بالكلية، فاذكر فيه ماتقتضيه قاعدتنا الأصولية، ملاحظا ايضًا للقاعدة المذهبية، والنظائر الفروعية. وحينئذ يعرف الناظر في ذلك ماخذ مانص عليه أصحابنا وأصلوه، أجملوه أوفصلوه، ويتنبه به على استخراج ما أهملوه، ويكون سلاحا وعدة للمفتين، وعملة للمدرسين، خصوصًا المشروط في حقهم القاء العلمين والقيام بالوظيفتين، فان المذكور جامع لذلك، وافٍ بما هنالك لا سيما ان الفروع المشار اليها مهمة مقصودة في نفسها بالنظر، وكثير قد ظفرت به في كتب غريبة، أو عثرت به في مظنته، أو استخرجته أنا وصورته، وكل ذلك ستراه مبينا ان شاء الله تعالىٰ. وقد مهدت بكتابي هذا طريق التخريج لكل ذى مذهب، وفتحت به باب التفريع لكل ذى مطلب، فلتستحضر ارباب المذاهب قواعدها الأصولية وتفاريعها، ثم تسلك ما سلكته فيحصل به ان شاء الله تعالىٰ لجميعهم التمرن على تحرير الأدلته وتهذيبها، والتبين لماخذ تضعيفها وتصويبها وبتهيا لأكثر المستعدين الملازمين للنظر فيه لهاية الأرب وغاية الطلب وهو تمهيد الوصول الى مقام استخراج الفروع من قواعد الأصول، والتعريج الى ارتقاء مقام ذوى التخريج "[1]

(میں پہلے اصولی مسئلہ کو اس کے تمام گوشوں کے ساتھ منقح، مہذب اور ملخص انداز میں لکھوں گا، پھر اس اصولی مسئلہ سے متفرع ہونے والے کچھ مسائل کو ذکر کروں گا تاکہ غیر مذکور مسائل کے لئے نمونہ کا کام کریں۔ میرے ذکر کردہ اصول چند طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہمارے فقہاء کا جواب اصولی قاعدہ کے موافق ہے۔ اور کچھ وہ ہیں

---

[1] التمہید فی تخریج الفروع علی الاصول۔ اسنوی ص ۴۶۔۴۷

جن کے بارے میں فقہاء کا جواب قاعدہ کے مخالف ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی معقول چیز نہیں ملی تو دل پر میں وہ چیز ذکر کرتا ہوں جو ہمارے اصولی قاعدہ کا تقاضہ ہے اور مذہبی قاعدے اور فریق ثانی کو بھی مدنظر رکھتا ہوں۔ اس طرح ان بحثوں کا مطالعہ کرنے والا ہمارے فقہاء کے منصوص مسائل کا ماخذ، قائم کردہ اصول اور ان کی اجمالی اور تفصیلی بحثوں سے واقف ہو جاتا ہے اور جن مسائل کا جواب ہمارے فقہاء سے یہاں موجود نہیں ہے ان کے بارے میں حکم شرعی طریقہ استخراج سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بحثیں اہل افتاء کے لئے ہتھیار کا اور مدرسین کے لئے اساس کا کام دیتی ہیں۔ خصوصاً وہ مدرسین جن کے ذمہ فقہ اور اصول فقہ دونوں کا درس ہوتا ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب میں مذکور بحثیں اصول و فروع دونوں کو جامع ہیں۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جن فروعات کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ بڑی اہم اور بحث و نظر کا موضوع ہیں۔ ان میں سے بہت سے فروع وہ ہیں جو مجھے نایاب کتابوں میں یا غیر محل میں دستیاب ہوئی ہیں یا میں نے خود ان کا استخراج اور تصویر کشی کی ہے۔ یہ تمام چیزیں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اس کتاب میں واضح انداز میں پائیں گے۔ میں نے اس کتاب کے ذریعہ ہر مذہب والے کے لئے تخریج مسائل کا راستہ ہموار کیا اور تخریج کا دروازہ کھولا ہے۔ لہٰذا مختلف مذاہب کے علماء کو اس کتاب میں مندرج اصول قواعد اور تفریعات کو مستحضر کر لینا چاہئے۔ پھر میرے ہموار کئے ہوئے اسی راستہ پر چلنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام مذہب والوں کے دلائل کو منقح کرنے کی مشق ہو جائے گی اور قوی اور ضعیف مسائل کے تحفظ واضح کرنے کی اہلیت ہو جائے گی اور جو لوگ اس کتاب کو پابندی سے بار بار پڑھیں گے ان میں اکثر کی مراد پوری ہوگی۔ یعنی انہیں اصولی قواعد سے فروع کے استخراج کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اصحاب تخریج میں ان کا شمار ہونے لگے گا)

ابو حامد بہاء الدین السبکی (متوفی ۷۱۹ھ۔۷۷۳ھ) [1]

لغت عربیہ، فقہ، اصول، معنی و بیان اور ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ تقی الدین (متوفی ۷۵۶ھ) سے المنہاج البیضاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان کے والد شام میں قاضی مقرر ہوئے تو ان کی جگہ منصوریہ اور جامع طولون میں تدریس کی۔ مشہد شافعی میں مذہب شافعی کی تدریس کرتے اور شام میں اپنے بھائی کی جگہ مفتی کے طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " شرح (مطول) علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول " تالیف کی۔ بدر الطالع میں ہے :

" كان شرع في شرح مختصر ابن الحاجب فكتب منه قطعة لطيفة في مجلد، ولو اتمه لكان عشر مجلدات" [2]

(انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کا ایک حصہ ایک مجلد میں لکھا اور اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو ضرور یہ کتاب دس مجلدات میں ہوتی)

---

[1] ابو حامد بہاء الدین احمد بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام (۱۳۱۹ء۔۱۳۷۱ء) مکہ میں وفات پائی

[2] البدر الطالع ۱/۸۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۳۔۱۷۴ (۱۲۵)

عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی (متوفی ۷۰۴ھ۔۷۷۳ھ)[۱]

فقیہ، اصولی، نظار اور متصوف تھے۔ امام وجیہ الدین دہلوی وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر ۷۰۰ھ میں
تشریف لے گئے، وہاں قاضی عسکر بنائے گئے اور پھر ۷۶۹ھ میں ایک مستقل حنفی قاضی کی حیثیت سے خدمات
دینے لگے۔ سلطان حسن کے یہاں اعلیٰ قدر ومنزلت رکھتے تھے۔ اپنی زبان اور قلم سے مذہب حنفی کی مدد کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الاحكام في اختلاف الائمه الاعلام

۲۔ اللوامع في شرح جمع الجوامع

۳۔ شرح المنار للنسفي في الاصول

۴۔ المنير الزاهر من الفيض الباهر من شرح المغني الخبازی في الاصول۔ یہ کتاب ایک جلد میں
اور تاج التراجم کے مطابق یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔[۲]

یحییٰ الرھونی مالکی (متوفی ۷۷۴ھ)[۳]

فقیہ اصولی ادیب منطقی اور متکلم تھے۔ ابو العباس احمد بن ادریس البجائی سے فقہ کی اور ابو عبداللہ الابلی سے
کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ میں اقامت اختیار کی متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، زیارت حرمین شریفین کے لیے
تشریف لائے۔ فقہ میں "كتاب التهذيب" پر آپ کی تقییدات ہیں۔ جس میں مذاہب اربعہ پر بحث کر کے مذہب
مالک کو سب پر ترجیح دی۔

مؤلفات اصولیہ : مختصر ابن الحاجب الاصولی پر عمدہ ومفید شرح لکھی، جس میں معانی ومبانی کی منفرد انداز
تحقیق پیش کی۔[۴]

منصور الخوارزمی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ)[۵]

فقیہ واصولی تھے۔ اپنے زمانے کے فن میں ماہر اکابر علماء سے فقہ واصول کا علم حاصل کیا۔ خود مہارت حاصل
کر کے افتاء تدریس وتصنیف میں مشغول ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مغني الخبازی في الاصولی تالیف کی۔ اس کا آغاز یوں ہے
" الحمد لله الذی تجلی علی عباده ۔ الخ[۶]

---

[۱] ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الہندی الغزنوی (۱۳۰۴ء۔۱۳۷۱ء) دہلی میں ولادت اور مصر میں وفات پائی
[۲] ہدیۃ العارفین ۷۹۰/۵ھ، الفتح المبین ۱۸۸/۲، تاج التراجم ص ۴۸۔۴۹ (۱۴۳)
[۳] یحییٰ بن موسیٰ الرھونی متوفی ۱۳۷۲ء
[۴] الفتح المبین ۱۹۰/۲
[۵] ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی متوفی ۱۳۷۳ء، اصلاً خوارزم سے تعلق تھا
[۶] الفوائد البہیہ ۲۱۵۔۲۱۶، الفتح المبین ۱۹۱/۲۔۱۹۲

شمس الدین الغماری مالکی (متوفی ۷۷۶ھ)[1]

فقیہ اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو ان کے علم و فضل اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔[2]

عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی (متوفی ۷۷۶ھ)[3]

فقیہ و اصولی تھے۔ شریف جمال الدین نے ان سے متعلق لکھا : "کان النیشابوری بارعا فی الاصول والعربیۃ" (نیشاپوری اصول اور لغت عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں) مدرسہ شافعیہ (الأسدیہ) میں تدریس کی بعض لوگوں کو اس سے یہ وہم ہوگیا کہ شاید وہ شافعی المذہب تھے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ حنفی تھے اور یہی ان کی شرح المنار کے مطالعہ سے نظر آتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ ہے اور شافعی کے نزدیک اس طرح ہے۔ پھر مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیشاپوری قاہرہ میں بھی مقیم رہے اور دمشق میں قیام کے دوران مدرسہ حنفیہ میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح المنار فی الاصول"۔[4]

لسان الدین التلمسانی مالکی (متوفی ۷۱۳ھ۔۷۷۶ھ)[5]

فقیہ، اصولی، طبیب و ادیب تھے۔ مختلف علوم میں تقریباً ساٹھ تصانیف لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفیہ فی اصول الفقہ" تالیف کیا۔[6]

الحسینی الواسطی شافعی (متوفی ۷۱۷ھ۔۷۷۶ھ)[7]

فقیہ، اصولی، متکلم و محدث تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد قاہرہ آ کر فقہ و اصول میں کمال حاصل کیا، پھر شام واپس لوٹ کر درس و تدریس میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول"۔ اس میں شرح الاصفہانی سے مواد جمع کیا ہے۔

۲۔ "وشرح تاج الدین السبکی فی اسلوب سهل به ماخذ الأصول وقربه الى الاذهان والعقول"

۳۔ "کتاب فی الرد علی الاسنوی"۔[8]

---

[1] شمس الدین محمد الغماری متوفی ۱۳۷۴ء
[2] الفتح المبین ۲/۱۹۳
[3] عبداللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری متوفی ۱۳۷۴ء
[4] الفتح المبین ۲/۱۹۴
[5] ابوعبداللہ لسان الدین محمد بن عبداللہ بن سعید التلمسانی الغرناطی ابن الخطیب (۱۳۱۳ء۔۱۳۷۴ء) فارس میں انتقال ہوا
[6] الفتح المبین ۲/۱۹۵
[7] محمد بن حسین عبداللہ السید الشریف الحسینی الواسطی (۱۳۱۷ء۔۱۳۷۴ء) دمشق میں انتقال ہوا
[8] ہدیۃ العارفین ۲/۱۶۸، الفتح المبین ۲/۱۹۶

عبداللہ بن محمد بقرکار (متوفی ۷۷۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح تنقیح الاصول (۲) شرح المنار للنسفی فی الاصول[1]

لسان الدین ابن الخطیب (۷۱۳ھ۔۷۷۶ھ)

انہوں نے سدالذریعہ فی تفضیل الشریعہ تالیف کی۔[2]

احمد الاربدی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ)

فقہ، اصول وادب میں مہارت رکھتے تھے۔شروع میں حنبلی المسلک تھے پھر شافعی بن گئے۔مصر میں قاضی رہے۔ مختلف علوم وفنون میں ان کے عمدہ سوالات ہیں۔[3]

جمال الدین القونوی حنفی (۷۰۰ھ۔۷۷۷ھ)[4]

فقیہ، اصولی، نحوی، مفسر، متکلم اور نظار تھے۔اپنے والد اور دیگر علماء سے فقہ کا علم سیکھا۔مختلف فنون میں مکمل دسترس رکھتے تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔دمشق کے قاضی بنائے گئے۔تالیف وتصانیف کی کثرت میں شہرت رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المنتھی علی المغنی فی اصول الفقه" یہ شرح تین مجلدات میں ہے۔جبکہ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "البھنی شرح المغنی للخبازی فی اصول الفقه مکتوب"

۲۔ "الاعجاز فی الاعتراض علی الادلة الشرعية "۔[5]

بہاؤالدین السبکی شافعی (۷۰۷ھ۔۷۷۷ھ)[6]

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث اور متکلم تھے۔تقی الدین السبکی متوفی ۷۵۶ھ شارح منہاج البیضاوی اور علاؤالدین القونوی الفحنا جی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

دمشق میں تقی الدین السبکی کے نائب اور پھر مستقل قاضی کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔طرابلس وغیرہ میں قاضی رہے، قاہرہ بھی تشریف لائے اور قاضی بنائے گئے۔دمشق جا کر مستقل سکونت اختیار کی۔

---

[1] عبداللہ بن محمد جمال الدین الحسینی متوفی ۱۳۷۴ء بقرکار، ہدیۃ العارفین ۵/۴۶۷

[2] ابوعبداللہ لسان الدین محمد بن عبداللہ بن الفقیہ الخطیب سعید السلمانی القرناطی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۷

[3] احمد بن سفیان بن محمد سلمان الاربدی الدمشقی متوفی ۱۳۷۴ء معجم الاصولیین ۱/۱۳۰(۹۲)

[4] جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمن القونوی (تمل ۱۳۰۰ء۔۱۳۷۵ء) دمشق میں وفات پائی

[5] ہدیۃ العارفین ۲/۱۳۰۹ھ، الفتح المبین ۲/۱۹۷

[6] ابوالبقاء بہاؤالدین محمد بن عبدالبر بن یحیٰی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام بن حامد السبکی (۱۳۰۷ء۔۱۳۷۵ء)

مؤلفات اصولیہ : ابن عسقلانی نے لکھا :

" انه كتب على الروضة وعلى مختصر ابن الحاجب في الاصول "[1]

(انہوں نے (موفق الدین ابن قدامہ دمشقی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ) کی اصول فقہ میں کتاب الروضة (الناظر وجنة المناظر) اور مختصر ابن الحاجب في الاصول پر کتاب لکھی)

علی بن ابراہیم۔ ابن الشاطر (۷۰۴ھ۔ ۷۷۷ھ)

انہوں نے کتاب " نهاية السول " تالیف کی۔[2]

احمد الشار مساحی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ)[3]

فقہ واصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، شارح منہاج للبیضاوی کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ مصر میں دمیاط اور منفلوط وغیرہ کے قاضی رہے۔[4]

محمد بن عثمان الزرعی (متوفی ۷۷۹ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منهاج الوصول الى علم الاصول" کو منظوم کیا۔[5]

احمد بن علی البلسینی حنفی (متوفی ۷۷۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "جواهر الافكار في مختصر المنار للنسفي" تالیف کی۔[6]

ضیاء القزوینی شافعی (متوفی ۷۸۰ھ)[7]

فقہ، اصول واصول دین، تفسیر، لغت عربیہ اور معانی وبیان کے عالم وامام تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ : "انا حنفي الاصول، شافعي الفروع" (میں حنفی الاصول اور شافعی الفروع ہوں)، شیخ سعد الدین التفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) صاحب التلویح نے ان سے بھی علم حاصل کیا جبکہ عضد الدین الایجی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح ابن الحاجب وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔

---

1. الدرر الکامنہ ۲/۱۹۸
2. ابو الحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن الہمام ابن ابراہیم بن المطعم الانصاری الدمشقی، ابن الشاطر متوفی ۱۳۷۵ء
3. شہاب الدین احمد بن یوسف بن فرج اللہ بن عبد الرحیم الشار مساحی متوفی ۱۳۷۵ء، غالباً مصر میں وفات پائی
4. معجم الاصولیین ۱/۲۳۹ (۱۹۲)
5. محمد عثمان بن فرمود الزرعی، ہدیۃ العارفین ۲/۱۶۹
6. احمد بن علی بن عبد الرحمن الکنانی البلسی، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۴
7. ضیاء الدین ضیاء سعد بن محمد بن عثمان القزوینی القرمی العفیفی متوفی ۱۳۷۸ء، غالباً مصر میں وفات پائی۔ النجوم الزاہرہ میں آپ کا نام ضیاء الدین ابو عبداللہ ابن الشیخ سعد الدین سعد العفیفی القزوینی الشافعی ابن قاضی القرم مذکور ہے

مؤلفات اصولیہ:

ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ قاہرہ میں شافعی مدرسہ میں مدرس تھے۔ مذہب حنفی و شافعی دونوں کے مطابق تدریس کرتے، فتویٰ دیتے اور دونوں میں مستحضر رہتے۔ النجوم الزاہرہ میں مذکور ہے: کان یدرس فی المذہبین "الحنفیۃ والشافعیۃ"۔[۱]

ابن الحرانیہ المارد ینی حنفی (۷۰۲ھ۔۷۸۰ھ)[۲]

فقہ، خلاف اور اصول میں مقبولیت پائی اور ان کے ساتھ کئی دوسرے فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ اپنے زمانے میں پیدا کیا۔ مارد ین میں تدریس کی۔ بہت سے حضرات مستفید ہوئے۔ حنفیہ اور شافعیہ کے مابین خلاف اور فقہ میں "ارجوزہ" تالیف کیا جو ایک عمدہ کام ہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "مختصر اصول الفقہ" تالیف کی۔ اس میں انہوں نے اپنے مذہب کا دفاع اور مخالفین کا دلائل کے ساتھ بھرپور انداز میں رد کیا۔[۳]

ابو جعفر الثقفی مالکی (۷۲۷ھ۔۷۸۰ھ)[۴]

فقیہ، اصولی، مقری، نحوی، محدث اور مفسر تھے۔ اصلین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اندلس میں ریاست کا خاتمہ ان پر ختم ہوئی تھی۔ تقریباً چار سو اساتذہ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے کتاب "شرح الاشارۃ للباجی فی الاصول" تالیف کی۔ المراغی نے ان کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ تو ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ بتائی ہے اور دوسری جگہ ۷۸۰ھ وفات کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔[۵]

ابن منصور الدمشقی حنفی (۷۱۷ھ۔۷۸۲ھ)[۶]

فقیہ اور اصولی تھے۔ دمشق کے قاضی رہے۔ ابن ترکمانی کی وفات کے بعد مصر میں منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تو انہوں نے نجم الدین بن العز کو یہ منصب عطا کرنے کی سفارش کی۔ مصر میں مقیم ہوگئے اور تدریس کی۔ ۷۷۷ھ میں ... کے قاضی مقرر کیے گئے مگر ۷۷۸ھ میں قاضی کا عہدہ چھوڑ کر واپس دمشق چلے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ: ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[۷]

۱۔ الدرر الکامنۃ ۲/۲۰۹ (۱۹۸۸)، معجم الاصولیین ۲/۱۳۶ (۳۸۱)، النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی متوفی ۸۷۴ھ، ۱۱/۱۹۳، مصر وزارۃ الثقافۃ دار الارشاد القومی

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن ابی العز حنفی ابن الحرانیہ المارد ینی (۱۳۰۳ء۔۱۳۷۸ء)

۳۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی اندلسی (۱۳۲۷ء۔۱۳۸۷ء)، اندلس میں ولادت و وفات ہوئی

۴۔ الفتح المبین ۲/۱۹۹

۵۔ الدیباج ص ۱۰۶، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۴۸۴، الفتح المبین ۲/۲۰۰

۶۔ الفتح المبین ۲/۲۰۰، ۱۰۶۔۱۰۷

۶۔ احمد بن علی بن منصور بن ناصر الدمشقی حنفی ۱۳۱۷ء۔۱۳۸۰ء

۷۔ الفوائد البہیہ ص ۲۸۔۲۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۸۔۱۷۹

اکمل الدین البابرتی حنفی (۷۱۴ھ۔۷۸۶ھ)[1]

فقیہ، اصولی، ادیب، نحوی، متکلم و مفسر تھے۔ حصول علم کے لئے حلب آئے۔ قوام الدین محمد بن محمد الکاکی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب مصر تشریف لائے تو کئی بار منصب قضاء کی پیشکش کی گئی مگر بار بار اس پیشکش کو ٹھکراتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب في الاصول

۲۔ شرح على اصول البزدوي في الاصول

ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے :

٭ النقود والردود في شرح منتهى السول والامل لابن الحاجب

٭ التقرير في شرح اصول البزدوي .

اور تاج التراجم میں بھی شرح اصول بزدوی کا نام التقریر ہی مذکور ہے۔ اور شرح مختصر ابن الحاجب الاصلی مذکور ہے۔

۳۔ الانوار في شرح المنار للنسفي ، مکتبہ حلب میں اس کا مخطوط موجود ہے جسے ان کے شاگرد عبدالرحمٰن بن محمد السلسانی نے البابرتی کی زندگی میں ۷۶۰ھ میں تحریر کیا تھا۔ بسم اللہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

الحمد لله مظهر بدائع الحكم بالايات الخارقة للعقول۔ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

"ان يجعله ذخرا لنا في دار القرار انه على مايشاء قدير وبالاجابة جدير"[2]

شمس الدین الکرمانی شافعی (۷۱۷ھ/۷۸۶ھ)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، متکلم، ادیب اور نحوی تھے۔ اپنے والد بہاء الدین اور العضد وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ مزید علم کے لئے دمشق، مصر، حجاز، بغداد گئے، متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب في الاصول تالیف کی اور اس کا نام السبعة السیارہ رکھا، حج سے واپسی پر انتقال ہوا۔ ان کی میت وہاں سے بغداد منتقل کر کے ابو اسحاق الشیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) صاحب اللمع والتبصرة في اصول الفقه کے پہلو میں دفن کئے گئے جسے انہوں نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا۔[4]

---

[1] اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی (۱۳۱۴ء/۱۳۸۴ء)۔ بغداد میں ولادت اور قاہرہ میں وفات ہوئی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۱۷۱/۶، تاج التراجم۔ ص ۶۲ (۱۹۹)، الفتح المبین ۲۰۱/۲۔ فهرست المنتخب من المخطوطات العربيه في حلب۔ ۱۲۳۔۱۲۴، بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۶ء۔

[3] شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید الکرمانی البغدادی ۱۳۱۷ء/۱۳۸۳ء) بغداد میں مدفون ہوئے۔

[4] ہدیۃ العارفین ۱۷۲/۶، الفتح المبین ۲۰۲/۲

فضل اللہ الشامکانی شافعی (متوفی ۷۸۷ھ)[1]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے، قاضی العضد سے علم حاصل کیا۔ کئی علوم اور خاص کر علوم عقلیہ میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔[2]

سریجا الملطی شافعی (۷۲۰ھ/۷۸۸ھ)[3]

اپنے زمانے میں اپنے شہر میں فقہ، قرات، ادب اور دیگر علوم میں ممتاز مقام رکھتے تھے علم الکلام، نحو، تفسیر، ق[illegible] وغیرہ پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) تدقيق الوصول الى تحقيق الاصول

(۲) مستقصي الوصول الى مستصفى الاصول

(۳) وسائل الوصول الى مسائل الاصول[4]

ابواسحاق الشاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ)[5]

فقیہ، محدث، اصولی، لغوی، مفسر، محقق اور نظار تھے۔ الشریف تلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ) صاحب مفتاح الاص[ول] في بناء الفروع على الاصول بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الموافقات" تالیف کی۔

الموافقات کا تحقیقی تجزیہ :

الموافقات امام شاطبی کی مشہور اور ایک اہم تصنیف ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ مصنف نے پہلے اس [کا] عنوان التعریف ، باسرار التکلیف رکھا پھر اس کا نام بدل کر " الموافقات " رکھا۔ اس سے بعض نے یہ سمجھا یہ دو الگ الگ کتابوں کے نام ہیں جیسا کہ رضا کحالہ نے یہی گمان کیا۔[6]

الموافقات کے مقدمہ میں محشی عبداللہ دراز کے کلام سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس کتاب کو منظر عام [پر لانے / متعارف] کرانے کا سہرا شیخ عبدہ کی مرہونِ منت ہے اور اس کی مصری طباعت کا ذکر کیا۔ اس میں بھی یہ تاثر نظر آتا ہے [illegible]

---

1. سعد الدین فضل اللہ بن ابراہیم بن عبداللہ الشامکانی (السارکاری) متوفی ۱۳۷۵ء نیشاپور سے تعلق رکھتے ہیں۔
2. الفتح المبین ۲/۲۰۳
3. سریجا بن محمد بن سریجا زین الدین، الملطی، الماروني (۱۳۲۰ء/۱۳۸۶ء)
4. کشف الظنون ۱/۳۸۲، ۲/۱۶۷۵، ۲۰۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۲-۳۸۳، معجم الاصولیین ۲/۱۱۸ (۲۵۴)
5. ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی شاطبی متوفی ۱۳۸۸ء
6. معجم المؤلفین ۱/۱۱۸

کی طباعت بھی مصر میں ہوئی ہوگی مگر درست بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ یہ کتاب تیونس سے ۱۳۰۲ھ ۔ ۱۸۸۴ھ میں طبع ہوئی اور علماء وطلاب زیتونیہ میں متداول رہی اور اس پہلی طبع میں تین زیتونی علماء کی تصحیح بھی شامل تھی جن کے اسماء درج ذیل ہیں :

(۱) الشیخ علی الشنوفی (۲) الشیخ احمد الورتانی (۳) الشیخ صالح قابجی

مصر میں تو یہ کتاب ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں یعنی پہلی طباعت کے تقریباً ۳۸ برس بعد طبع ہوئی ۔ اور اس کی طباعت شیخ ناظر حسین کی مرہونِ منت تھی اور یہ مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی ۔ طباعت کے اخراجات عبدالھادی بن محمد منیر دمشقی نے برداشت کیے ۔ اس کے جزء اول وثانی پر شیخ محمد الخضر کی تعلیق تھی جبکہ جزء ثالث ورابع پر محمد حسنین مخلوف کی تعلیق تھی ۔ اس کے بعد اس کی دو طباعتیں مصر میں ہوئیں ایک تو محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ صبیح مصر سے ۱۹۹۰ میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ شیخ عبداللہ دراز کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ مکتبہ التجاریہ الکبری، مصر سے طبع ہوئی، جس پر تاریخ طباعت درج نہیں تھی ۔

علم المقاصد پر تدوین کی اولویت :

تقریباً سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام شاطبی علم المقاصد کے مبتدع ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سیبویہ کو علم نحو اور خلیل بن احمد الفراہیدی کو علم العروض میں مبتدع کی حیثیت حاصل ہے ۔ عبداللہ دراز لکھتے ہیں :

"ھکذا بقی علم الاصول فاقد اقسما عظیماً ھو شطر ھذا العلم، الباحث عن احد رکنیہ، حتی ھیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ابا اسحاق الشاطبی فی القرن الثامن الھجری لتدارک ھذا النقص، وانشأ ھذا العمارۃ الکبری فی ھذا الفراغ المترامی الاطراف فی نواحی ھذا العلم الجلیل "[1]

(یوں علم الاصول کی ایک بڑی قسم (مقاصد الشارع) مدت مدید تک نا قابل التفات ہی رہی حالانکہ وہ زیر بحث علم کا ایک اہم رکن وجزء تھا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آٹھویں صدی ہجری میں ابو اسحاق شاطبی کو اس کمی کو پورا کرنے کی توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم الشان علم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس واقع شدہ خلا کو احسن طریقے سے پر کیا اور اس فن کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں :

"لم تقف بہ الھمۃ فی التجدید والعمارۃ لھذا الفن عند تاصیل القواعد، وتاسیس الکلیات المتضمنۃ لمقاصد الشارع فی وضع الشریعۃ، بل جال فی تفاصیل مباحث الکتاب اوسع مجال، وتوصل باستقر انھا الی استخراج درر غوال لھا اوثق صلۃ بروح الشریعۃ، واعرق نسب بعلم الاصول "[2]

(مصنف شاطبی نے اس فن کی تجدید وتعمیری قواعد کے اصل تلاش کرنے اور وضع شریعت کے معاملہ میں شارع کے مقاصد کے کلیات کی بنیاد بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کتاب کے مباحث کی تفصیل پیش کرنے میں بڑی تگ ودو سے کام لیا

---

[1] مقدمہ علی الموافقات للشاطبی، شیخ عبداللہ دراز ۔ ص ۲/۱ ۔ بیروت دار المعرفۃ سنند [2] حوالہ سابق

وہ اپنی جد و جہد و تجسس سے ایسی قیمتی اور پوشیدہ موتیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوئے جن کا روح شریعت سے گہرا واسطہ اور علم اصول سے ان کی گہری نسبت ہے۔)

شیخ عبدالمجید الترکی لکھتے ہیں:

"منشئه الشاطبی الاندلسی الذی اختار له من الاسماء علم مقاصد الشریعه".[1]

(امام شاطبی اندلسی نے سب سے پہلے اس علم کے لئے علم مقاصد شریعہ کا نام استعمال کیا)

شیخ محمد خضری بک لکھتے ہیں:

"ومن الغریب انه ، علی کثرة ما کتب فی اصول الفقه، لم یعن احد بالکتابة فی الاصول التی اعتبرها الشارع فی التشریع ، وهی التی تکون اساسا للدلیل القیاس ....والا شتغال بها خیر من قتل الوقت فی الخلاف والجدل فی کثیر من المسائل التی لا یترتب علیها ولا عن الخلاف فیها حکم شرعی ..... واحسن من رایته کتب فی ذلک ابو اسحاق ابراهیم بن موسی الشاطبی المتوفی سنه ۷۹۰ ھ فی کتابه الذی سماه (الموافقات) وهو کتاب عظیم الفائدة سهل العبارة لا یجد الانسان معه حاجة الی غیره".[2]

(کتنی عجیب بات ہے کہ اصول فقہ پر کثرت سے کتابیں لکھی جانے کے باوجود کسی نے بھی اصول فقہ کے اس پہلو کے بارے میں لکھنے کی طرف توجہ نہیں دی جس کا شارع نے تشریعی احکام میں اعتبار کیا ہے اور وہ قیاس کی دلیل کی اساس ہے۔....اور اس میں مشغولیت خلاف وجدل کے ان کثیر مسائل میں وقت کو قتل کرنے سے بہتر تھی جن پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا .... اور اس فن میں میری نظر سے جو عمدہ کتب گزری ان میں ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی سنہ ۷۹۰ھ کی الموافقات تھی اور وہ سہل عبارت میں ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الفائدہ کتاب ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا)

شیخ علی حسب اللہ نے لکھا:

"وقد جاء ابو اسحاق الشاطبی (متوفی سنه ۷۹۰ ھ) . فی کتابه الموافقات بما لم یسبق به ، فعنی ببیان قواعد الاصول ، وتوضیح مقاصد الشارع مع سهولة فی العبارة ، ووضوح فی الغرض".[3]

امام شاطبی نے اس فن پر اپنے مبتدع ہونے کا اظہار ان کلمات کے ساتھ کیا:

"فان عارضک دون هذا الکتاب عارض الانکار . وعمی عنک وجه الاختراع فیه والابتکار ، وغر الظان انه شئی ما سمع بمثله ، ولا الف فی العلوم الشرعیة الاصلیة او الفرعیة ما نسج علی منواله ، اوشکل بشکله وحسبک من شر سماعه . ومن کل بدع فی الشریعة ابتداعه فلا تلتفت الی الاشکال دون اختبار ولا ترم بمظنة الفائدة علی غیر اعتبار".[4]

---

[1] الفکر الاصولی واشکالیة السلطة العلمیة فی الاسلام قراءة فی نشأة علم الاصول ومقاصد الشریعة، عبدالمجید الصغیر، ص ۱۔ بیروت، دار المنتخب العربی ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء
[2] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری بک، ص ۱۱۔۱۲
[3] اصول التشریع الاسلامی، شیخ علی حسب اللہ، ص ۷، مصر دار المعارف طبع ثالثہ ۱۳۸۳ھ، ۱۹۶۴ء
[4] الموافقات فی اصول الشریعة، ابو اسحاق الشاطبی الغرناطی مالکی متوفی ۷۹۰ھ ۲۵/۱۔ بیروت دار المعرفۃ۔ سن ند

(اؤ)اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انکار کی صورت پیش آئے اور تم پر بچہ استدلال اور اس کا ایک اچھوتا ہونا واضح نہ ہو سکے اور کوئی شخص اس قسم کا دھوکہ دے کر ایسی بات کہے جو پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔ نہ ہی علوم شرعیہ کے اصول و فروع کی بحث میں کسی مؤلف نے پہلے اس قسم کی باتیں لکھیں یا کچھ اشکال پیش آئے اور ایسی باتوں کا سننا تیرے لئے شر کا موجب بن جائے تو ایسی صورت میں بلا تحقیق اشتباہ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور جانچ کے بغیر مزعومہ فوائد کا ارادہ نہ کرنا)

الغرض مذکورہ بالا اقوال امام شاطبی کے علم المقاصد میں متدرج ہونے پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ مقاصد کا ظہور پہلے ہو چکا تھا مگر وہ سرسری تھا۔ مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان : تحدث للناس اقضیه بقدر ما احدثوا من الفجور۔ اس کی مثل امام مالک کا فرمان : "ان دین اللہ یسر" وغیرہ وغیرہ۔

علم المقاصد کے تاریخی ارتقاء پر ایک تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ مقاصد الشریعہ کی جانب سب سے پہلے ابراہیم نخعی تابعی (متوفی ۹۶ھ) متوجہ ہوئے اور اپنے اجتہادات میں اس کو پیش نظر رکھا، یہ حماد بن سلیمان اور امام ابو حنیفہ کے استاد تھے[1]۔ ابراہیم نخعی عراق میں رہتے تھے ان کے زمانہ میں ایک اور کبار تابعی سعید بن المسیب (متوفی ۹۳ھ) حجاز میں مقیم تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ابراہیم نخعی "اصحاب الرأی" کہلاتے کیونکہ وہ ضرورت پڑنے پر رائے پر خوب عمل کرتے اور یہ مذہب حنفی کے لئے بنیاد بنی۔ جبکہ سعید بن المسیب "اصحاب الاثر" کہلائے، مذہب مالکی کی بنیاد انہیں سے پڑی۔ ابراہیم نخعی احکام کے استنباط میں مقاصد الشارع کا خوب خیال رکھتے اور اس کی تعبیر یوں کرتے : "ان احکام اللہ لہا غایات هی حکم ومصالح راجعة الینا "[2]۔ (بلاشبہ اللہ کے احکام کی غایات وہ حکمتیں اور مصالح ہیں جو ہم تک لوٹتی ہیں) اور اس پر کئی آیات استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

"یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانکم فی الدین واللہ یعلم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم"[3]

اور اسی طرح اکثر ائمہ اہل سنت نے مصلحت کو مد نظر رکھا اور مصالح مرسلہ کو اصول فقہ میں ایک اصل مانا مقاصد شریعہ مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اور اس میں محصور ہوتے ہیں۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) کی علم مقاصد شریعہ میں خدمات :

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المستصفی" میں مقاصد پر کلام کیا اور اس کے مباحث میں توسع پیدا کیا اور پانچ کلیات ضروریہ کو اس میں شامل کیا اور ہر ایک کو مقاصد کے لئے اصل قرار دیا اور پھر مصلحت پر ایک مستقل بحث لائے جو "الاستصلاح" کے تحت ہے[4]۔

---

[1] الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔۱۳۷۶ھ) ۲۹۵/۱ تخریج احادیث وتعلیق عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری، مدینۃ المنورہ مکتبۃ العلمیہ

[2] ایضاً سابق۔ ص ۳۱۸ [3] البقرۃ : ۲۲۰ [4] المستصفی، امام غزالی ۱/ ۱۳۹۔۱۳۰

عزالدین شافعی (متوفی ۶۶۰ھ) کی اس فن میں خدمات :

امام عزالدین نے امام غزالی کی پیروی کرتے ہوئے المستصفی کے منہج پر ایک کتاب " القواعد الکبری " لکھی جس کا مشہور نام " قواعد الاحکام فی مصالح الانام " ہے۔ انہوں نے احکام کی نظری مصلحت کے اعتبار سے دو قسمیں کیں ایک عبادات اور دوسری معاملات ۔ اور کہا کہ عبادات جو احکام تعبدیہ ہیں اور شارع نے ان کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس میں تو کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہیں ہاں البتہ معاملات میں عقل کے ذریعہ علل واسباب تک رسائی ممکن ہے کیونکہ معاملات کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں[1]۔ یہاں اگرچہ ظاہریہ کا اختلاف ہے وہ پوری شریعت کو تعبدی تصور کرتے ہیں خواہ عبادات ہوں یا معاملات ۔ جمال الدین عطیہ اپنی کتاب میں امام عزالدین کے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وقد ارجع العز بن عبدالسلام قواعد الفقه وفروعها الی جلب المصالح ودرء المفاسد، بل ارجع الكل الی اعتبار المصالح لان درء المفاسد من جملتها "[2]

(امام عز بن عبدالسلام نے تمام فقہی قواعد وفروعات کا مرجع جلب منفعت اور دفع مضرت کو قرار دیا بلکہ کل احکام کی بنیاد جلب منفعت ہی کو بتایا ہے اس لئے کہ دفع مضرت حصول منفعت ہی کی ایک قسم ہے)

نجم الدین طوفی حنبلی (متوفی ۷۱۶ھ) کی علم مقاصد شریعہ میں خدمات :

عزالدین بن عبدالسلام کے بعد نجم الدین طوفی نے مصالح شریعہ کے اہتمام کی طرف توجہ مرکوز کی اور تمام معاملات کو مصالح شریعہ کے تحت محصور کیا اور وہ اس حد تک گئے کہ نص اور اجماع پر اس کو مقدم کیا ۔ اور اپنے مذہب پر ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام " المصالح المرسلہ " رکھا[3]۔ مصالح مرسلہ مالکی مذہب کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کا مرتبہ کتاب ، سنت ، اجماع وقیاس کے بعد آتا ہے ۔ یعنی ان مذکورہ مصادر میں کوشش کے باوجود حل نہ پانے کی صورت میں مصالح مرسلہ سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے جبکہ امام طوفی کے یہاں مصالح مرسلہ کا درجہ سب سے مقدم ہے یعنی وہ اس اصل کو نصوص الکتاب والسنہ پر بھی مقدم رکھتے ہیں[4]۔ امام طوفی نے اپنے رسالہ کو عبادات ومعاملات میں تقسیم کیا ۔ عبادات میں نصوص یا اجماع موجود ہونے کی صورت میں توقف کیا ۔ جبکہ معاملات میں نظری مصلحت کو مقدم رکھا کیونکہ شریعت کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہیں[5]۔ احکام ، خلق کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اس کی تائید میں امام طوفی حضور ﷺ کے فرمان " لا ضرر ولا ضرار " کو پیش کرتے ہیں ۔[6]

---

[1] قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۲/۷۳ [2] التنظیر الفقہی ، جمال الدین العطیہ ۔ ص ۲۳ ۔ الدوحہ مطبعہ الدوحہ ۱۴۰۷ ھ ۔ ۱۹۸۷ء

[3] مختصر طبقات الحنابلہ ، جمیل الشطی ۔ ص ۵۲ [4] مصادر التشریع الاسلامی فیما لا نص فیہ ، عبدالوہاب خلاف ۔ ص ۸۷

[5] حوالہ سابق نجم الدین طوفی کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شیخ جمال الدین القاسمی کی تحقیق کے ساتھ شیخ محمد رشید رضا نے طبع کروایا ۔ دوسری مرتبہ دار الکتب المصریہ میں موجود مخطوطہ پر اعتماد کرتے ہوئے مصطفی زید کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا ۔

[6] سنن ابن ماجہ ، ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ ، ابواب الاحکام ، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ

امام شاطبی بحیثیت موجد یا مدون علم المقاصد :

مذکورہ بالا حضرات کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں ابو اسحاق شاطبی کا ظہور ہوتا ہے انہوں نے اپنی کتاب "الموافقات" کے دوسرے جزء کو علوم المقاصد کے لئے مخصوص کر دیا علم المقاصد کی نشأۃ و تطور کے بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام شاطبی نہ تو اس علم کے موجد ہیں اور نہ ہی مدون اول ، بلکہ اس علم میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو تالیف میں سبقت حاصل ہے جنہوں نے "قواعد الاحکام فی مصالح الانام " تالیف کی۔ اس کے بعد امام طوفی نے اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے "المصالح المرسلہ" لکھی جو علم المقاصد پر ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام شاطبی کی فضیلت وشان میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس علم کے میدان کو وسیع و عریض کیا۔ اس کے مباحث میں گہرائی و گیرائی پیدا کی اور تقریباً چاروں اجزء میں ان کا کلام اسی محور پر رہا ہے۔ ان کے اس عمل کے دو پہلو ہیں ، پہلا یہ کہ مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تلاش و جستجو کرنا ، کیونکہ قرآن کریم شریعت کے مصادر میں سے علی الاطلاق اول مصدر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس علم میں ایسے مباحث جدیدہ کے اضافے کے ساتھ توسیع پیدا کرنا جنہیں ان سے قبل کے مصنفین نے نہیں کیا۔ اس راہ میں انہیں مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑا جس کا اظہار انہوں نے ان کلمات کے ساتھ کیا ہے :

"فلقد قطع في طلب هذا المقصود مهامة فيحا، وكابد من طوارق طريقة حسنا وقبيحا ، ولاقي من وجوهه المعترضة هجا وصبيحا ، وعاني من راكبته المختلفة مانعا ومنيحا ، فان شئت الفته لتعب السير طليحا ، أولما حالف من العطاء طريحا ، اولمحاربة العوارض الصادة جزيحا ، فلا عيش هنيئا ولا موت مريحا ، وجملة الامر (في التحقيق) ان أذهي مايلقاه السالك للطريق فقد الدليل ، مع ذهن لعدم نور الفرقان كليل ، وقلب بصدمات الاضغاث عليل ، فيمشي على غير سبيل ، وينتمي الي غير قبيل .... الي ان الرب الكريم البر الرحيم ، الهادي من يشاء الي صراط مستقيم ، فبعث له ارواح تلك الجسوم ، وظهرت حقائق تلك الرسوم ، وبدت مسميات تلك الوسوم ، فلاح في اكنافها الحق واستبان ، وتجلي من تحت سحابها شمس الفرقان وبان "[1]

(یعنی اس شخص (مصنف) نے اس مقصد کی طلب میں وسیع سے وسیع جنگل طے کئے ہیں۔ ان راہوں کی تنگی ترشی سب کچھ برداشت کیا ہے، ترش رو اور خندہ رو ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ نرم خو اور درشت سواریوں کی مشقت اٹھائی ہے پھر اگر تو اسے سفر سے تھکا ماندہ ، مشقت سے گرا پڑا اور پیش آمدہ عوارضات سے زخمی پائے تو نہ ایسی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسی موت کوئی راحت بخش چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سالک راہ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی رہنما میسر نہ آئے بالخصوص جب کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی روشنی نہ ہونے کے سبب اس کا ذہن بیکار ہو چکا ہو اور دل حوادث زمانہ کی وجہ سے بیمار ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں ایسا آدمی غلط راستے میں جا پڑتا ہے اور

[1] الموافقات ، في اصول الشريعة ، ابواسحاق الشاطبي الغرناطي مالكي متوفي ٧٩٠ھ ١/ ٢٢ بيروت دار المعرفة

اپنے آپ کو کسی غیر خاندان کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ رب رحیم و کریم جس شخص کے لئے چاہتا ہے ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے بڑا احسان فرمایا اور اس شخص (مصنف) کے لئے ان اجسام کی ارواح بیدار ہوئیں اور ان عبارتوں کے حقائق ظاہر ہونے لگے۔ نیز ان نشانات (الفاظ) کے مسمیات واضح ہونے لگے تو اس (مصنف) کے اطراف و جوانب میں حق چمک کر ظاہر ہوا، اس کے بادلوں کے نیچے سے فرقان کا سورج جلوہ گر ہوا)

وہ جدید مباحث جن کا امام شاطبی نے علم المقاصد میں اضافہ کیا ان کا مندرجہ ذیل ابواب میں احاطہ کیا:

(۱) المصلحہ وضوابطھا (۲) نظریۃ القصد فی الافعال وسوء استعمال الحق

(۳) النوایا بین الاحکام والمقاصد (۴) المقاصد والعقل

(۵) المقاصد والاجتھاد (۶) الغایات العامہ للمقاصد

الموافقات کا اختصار:

ابوبکر محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی غرناطی مالکی (متوفی ۸۲۹ھ) نے نیل المنیٰ کے نام سے الموافقات کا اختصار[1]

سعد الدین التفتازانی (۷۱۲ھ۔۷۹۱ھ)[2]

اصولی، مفسر، متکلم، محدث، بلاغی اور ادیب تھے۔ عوام و خواص میں مقبول رہے۔ اپنے زمانے میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہوگئی۔ ابن نجیم مصری وغیرہ نے دیباچہ فتح الغفار شرح منار الانوار میں ان کو حنفی بتایا صاحب کشف الظنون اور ملا حسن چلپی نے حاشیہ مطول کی بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے۔ انہوں نے فقہ اور اس کی کتب پر خاص توجہ کو زکھی، جس سے خیال ہے کہ وہ حنفی المسلک تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ التلویح فی کشف حقائق التنقیح فی الاصول

۲۔ حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول لکھ۔

انہوں نے اپنے استاد عضد الدین (متوفی ۷۵٦ھ) کی شرح المختصر پر حاشیہ لکھا تھا۔

التلویح پر حواشی و تعلیقات:

التلویح کا شمار ان بعض کتب میں ہوتا ہے جن پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ہم صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) کی کتاب التوضیح شرح التنقیح کے تعارف میں اس کی شروح اور ان شروح پر حواشی و تعلیقات کے ضمن میں التلویح کے حواشی و تعلیقات وغیرہ کو بیان کر چکے ہیں۔[3]

1۔ الفتح المبین ۳/۲۵

2۔ سعد الدین مسعود (محمود) بن عمر بن عبداللہ التفتازانی (۷۱۲ھ۔۷۸۹ھ) خراسان میں ولادت اور سمرقند میں وفات پائی

3۔ ہدیۃ العارفین ۲/۴۲۹، انباء الغمر بانباء العمر، ابن حجر عسقلانی ۱/۳۸۹۔۳۹۰، اس میں ان کا نام مسعود کی جگہ محمود مذکور ہے بلکہ ۲/۲۰۶، حاشیہ مطول ملا حسن چلپی، بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے

عمر بن رسلان البلقینی شافعی (۷۵۷ھ۔۷۹۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی۔[2]

محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی (۷۳۰ھ۔۷۹۲ھ)[3]

فقیہ، اصولی، متکلم اور اشعری تھے۔ صرخد سے دمشق آکر فقہ واصول و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر ان فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد مختلف مقامات پر تدریس کی۔ اشعری مذہب کے پرزور حامی تھے۔ متعدد فنون پر تصانیف لکھیں مگر معظم مصنفات کو تبییض سے قبل ہی جلا دیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو تین اجزاء میں ہے۔

۲۔ مختصر تمہید الاسنوی فی الاصول مع زیادات و انتقادات۔ یہ عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب "التمہید فی تنزیل الفروع علی الاصول" کا اختصار ہے۔[3]

ابو عبداللہ السیوری شیعی (متوفی ۷۹۲ھ بعدہ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مبادی الاصول اور تنقیح الرائع شرح مختصر الشرائع تالیف کی۔[4]

خواجہ زادہ حنفی (متوفی ۷۹۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ التلویح للتفتازانی فی الاصول۔[5]

جلال الدین التبانی (متوفی ۷۹۳ھ)[6]

اصولی، نحوی و محدث تھے۔ قوام الدین الکاکی (متوفی ۷۴۹ھ)، شارح المنار اور پھر قوام الدین امیر کاتب الاتقانی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ کئی مرتبہ منصب قضاء کی پیشکش کی گئی مگر قبول نہیں کیا۔ تدریس کے ساتھ فقہ، اصول، بلاغت وغیرہ میں کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ابوالیمن بدرالدین محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی مصری ۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۳

۳۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی (۱۳۳۰ء۔۱۳۹۰ء) صرخد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۳۔ کشف الظنون ۱/۴۸۳، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۴، الفتح المبین ۲/۲۰۷

۴۔ ابوعبداللہ مقداد بن عبداللہ بن محمد بن الحسین بن محمد الحلی الشیعی، السیوری ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۰

۵۔ مصلح الدین مصطفی یوسف بن صالح البرسوی الرومی حنفی، خواجہ زادہ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳

۶۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان الشیری التبانی متوفی ۱۳۹۱ء، قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے، الجواہر المضیئہ وغیرہ میں جلال بن احمد بن یوسف جلال الدین التبانی ہے۔ معجم المؤلفین ۳/۵۲ وغیرہ میں جلال الدین بن احمد التبانی اور کشف الظنون ہدیۃ العارفین وغیرہ میں رسولا بن احمد بن یوسف جلال الدین الاتبانی ہے

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اور اس کا نام منہاج الشریعۃ رکھا۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح کا ذکر کرتے ہوئے کہا : "وھو شرح حسن الی الغایۃ"۔

۲۔ تعلیقہ علی اصول البزدوی ،صاحب تاج التراجم نے لکھا : "وتعلیقتہ علی البزدوی لم تکمل" (انہوں نے اصول بزدوی پر ایک نامکمل تعلیق لکھا) کشف الظنون وھدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے "تعلیقہ علی شرح الارزنجانی لاصول البزدوی"

۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول۔[1]

بدر الدین الزرکشی شافعی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ)[2]

فقیہ، اصولی و محدث تھے۔ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) صاحب "نھایۃ السول فی شرح الاصول للبیضاوی" اور سراج الدین بلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) سے تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ مصر کے نامور شیوخ میں شمار ہونے لگے۔ شمس البرماوی (متوفی ۸۳۱ھ) جنہوں نے "منظومۃ فی الاصول" تالیف کی، امام زرکشی کے شاگرد تھے۔ امام زرکشی میں (۳۰) سے زائد کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البحر المحیط فی الاصول

۲۔ تشنیف المسامع بجمع الجوامع فی الاصول۔[3]

۳۔ لقطۃ العجلان وبلۃ الظمان فی اصول الفقہ و الحکمۃ والمنطق[4]۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۲۶ھ میں چھپ چکی ہے۔

کتاب "لقطۃ العجلان" کی شرح :

(الف) خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشیدی الخضیری شافعی (متوفی ۱۱۸۱ھ) نے "اتحاف الفضلاء باسرار لقطۃ العجلان" تالیف کی جو لقطۃ العجلان کی شرح ہے۔[5]

(ب) شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے "فتح الرحمن علی متن لقطۃ العجلان" تالیف کی۔ یہ کتاب مطبعہ الخلیل قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور اس پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے۔[6]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ایضاح المکنون ۲/۵۵۴، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۷، تاج التراجم ص ۲۱ (۵۴)، الفتح المبین ۲/۲۸، ۱۷۔۱۸ (۴۲۷)

۲۔ ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن عبداللہ الترکی المصری الزرکشی (۱۳۴۴ء۔۱۳۹۲ء) مصر میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۵) ۶۔ الفتح المبین ۲/۹۹، معجم الاصولیین ۲/۱۰۸ (۳۳۵)

لقطۃ العجلان کا نظم:

ابو اسحاق برھان الدین ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی ایوب ابن ابی شریف المقدسی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ) نے "نظم لقطۃ العجلان" تالیف کی ہے[1]

۲۔ سلاسل الذھب فی الاصول ہے[2]

البحر المحیط فی اصول الفقہ کا تحقیقی تجزیہ:[3]

یہ کتاب اصول فقہ کی اہم اور کبیر الحجم کتابوں میں سے ایک ہے جو آٹھ (۸) ضخیم جلدوں میں ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء میں مصر دارالکتب سے لجنہ علماء ازہر کی تحقیق و تخریج احادیث کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں امام زرکشی نے بہت سی ایسی آراء منقولات جمع کی ہیں جسے ان سے قبل جمع نہیں کیا گیا تھا۔ صاحب شذرات نے لکھا کہ زرکشی نے اپنی اس کتاب کو پانچ سو (۵۰۰) سے زائد اُمہات الکتب سے استفادہ کر کے تالیف کیا ہے۔ جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں بعض اب تک مخطوطہ کی صورت میں ہیں اور بعض مفقود ہیں۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ہر مسئلہ کے بارے میں مذاہب متفرقہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں امام زرکشی ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں:

"وانا ارغب لمن وقف علیه ان لا ینسب فوائده الیه، فانی افنیت العمر فی استخراجها من المخبآت واستنتاجها من الامهات، واطلعت فی ذلک علی ماعسر علی غیری مرامه، وعز علیه اقتحامه، وتحرزت فی النقول من الاصول بالمشافهة لا بالواسطة، ورایت المتاخرین قد وقع لهم الغلط الکثیر بسبب التقلید، فانی رایت فی کتابی هذا شیئاً من النقول فاعتمد، فانه المحرر المقبول، واذا تاملته واسعا، وجدته قدزاد فی اصول الفقه بالنسبة الی کتب المتاخرین اضعافه، وقد اجبت من کلام الاقدمین. خصوصا الشافعی واصحابه ماکان قد درس واسفر صاحبه بعد ان تبلس بلفس"[4]

(میں اس کتاب کے قاری سے چاہوں گا کہ وہ اس کتاب کے فوائد اس کتاب کی طرف منسوب کرے۔ میں نے اس کے (مخبآت) سے ان (فوائد) کے استخراج اور کتب امہات سے استنتاج میں عمر کھپا دی تو اس پر مطلع ہوا کہ جس کا حصول اور اس میں دخول دوسروں پر دشوار تھا۔ میں نے براہ راست اصول سے احتیاط کے ساتھ نقل کیا ہے۔ میں نے تقلید کے سبب متاخرین کو بہت سی غلطیوں میں پڑتے دیکھا ہے۔ پس اگر کوئی اس کتاب سے کچھ دیکھے تو بھروسہ کر لے۔ اس لئے کہ بلاشبہ یہ کتاب مقبول ہے اور اگر تم اس میں دقت نظر سے دیکھو تو تم متاخرین کی کتب کے مقابلے میں اصول فقہ کا دگنا اضافہ پاؤ گے۔ میں نے متقدمین میں سے خصوصاً امام شافعی اور ان کے اصحاب (کے ان اقوال) کے جواب دیے ہیں جو متروک ہو گئے تھے اور اس کتاب سے دوبارہ پوشیدہ ہو چکے تھے)

---

[1] معجم المصنفین ۱/۵۳۔۵۵ (۲۸) [2] ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۵

[3] کشف الظنون ۱/۲۲۶، معجم المؤلفین ۹/۱۲۲، شذرات الذھب ۶/۳۲۵

[4] البحر المحیط امام زرکشی تحقیق و تخریج احادیث لجنہ علماء مصر دار الکتب مصر ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء

البحر المحیط میں امام زرکشی کا منہج :

امام زرکشی نے اس کتاب کی تالیف میں جس اسلوب کو اختیار کیا اسے مندرجہ ذیل نقاط میں پیش کیا جا سکتا ہے

۱۔ کسی مسئلہ سے متعلق جتنے مذاہب کا علم ہو سکا امام زرکشی نے انہیں اسی مسئلہ کے تحت یکجا کر کے بیان کیا ان نقول غریبہ سے جن فوائد کو جان سکے ان کو اور ان فوائد سے نایاب موتیوں اور ان کے ایک خاص صورت اظہار کو ایک مسئلہ کے تحت بیان کر دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہوں نے ہر قاعدہ سے نکلنے والی مشکلات کے حل کو ایک مضبوط سانچے میں ڈھال کر ہر ایک کو اس کے مناسب مقام پر رکھ دیا

۲۔ اکثر مسائل میں تصویر کشی، توضیح، تدلیل اور تعلیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ علوم جو منقول و معقول سے مستمد ہوں ان کے لئے یہ بات خاص طور پر اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ اولاً مسائل کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ہے اور پھر ثانیاً تدلیل کے ذریعے ہر مذہب پر دلیل وبرھان قائم کی جاتی ہے اور اخیراً تعلیل کے ذریعے اس علت کو بیان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے قائل نے وہ قول کیا ہوتا ہے۔

۳۔ وہ اکثر مسائل میں جب علماء شافعیہ کے حوالے سے اقوال ذکر کرتے ہیں تو اس کے لئے "عندنا" یا "عند اصحابنا" یا اپنا قول پیش کرتے ہیں۔ مگر بعض مسائل میں وہ قول کی نسبت قائل کی طرف کئے بغیر بیان کر دیتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تالیف کے وقت تک ان کے قائل کی نسبت میں عدم وضوح رہا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود اس کو بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جو نسبت صحیح تھی اس کی نسبت کر دی اور جس کو باطل یا غیر ضروری سمجھا اس کو بغیر قائل کی نشاندہی کے بیان کر دیا۔

۴۔ امام زرکشی نے بہت سے دقیق معاملات کو سابقین کی کتب سے انہی کے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا مگر کئی مواقع پر کتب سابقین سے نقل باللفظ نظر نہیں آتا، شاید اس کی وجہ نسخہ کا اختلاف ہو کہ ان کو جو نسخہ دستیاب ہوا اس میں یہی کلمات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنی کو اختیار کیا ہو۔

۵۔ امام زرکشی نے تمام نسخوں اور مقامات میں اسی طرح استدلال کیا جس طرح الجوینی نے البرھان وغیرہ میں آیت مبارکہ "فاقتلوا المشرکین"[1] میں تعبیر "فا" کے وقت کیا۔ گویا ان دونوں نے "فا" کو ایک مستقل کلمہ سمجھا مگر علماء کے یہاں راجح یہ ہے کہ اس طرح مناسب نہیں ہوتا۔ شاید ناقل کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ غلطی سے مبرا ہوں گے۔

۶۔ امام زرکشی کی عبارت اور صیاغت میں کچھ صعوبت بھی پائی جاتی ہے لیکن قدرے تامل سے وہ دشواری دور ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی عبارت میں شدید قسم کی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ جس طرح اس علم میں بعض لکھنے والوں کی شان رہی ہے[2]

---

[1] التوبہ : ۵

[2] تحقیقی مقدمہ علی البحر المحیط . لجنہ علماء الازھر، ص۳۰۔۳۱

...کی اپنے منہج اور اس کی امتیازی خصوصیت اور مصادر کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

"ولقد اجتمع عندی بحمد الله من مصنفات الاقدمین فی هذا الفن مایربو علی المئین ، وما برحت لی همة تهم فی جمیع اشتات کلماتهم وتجول ، ومن دونها عوائق الحال تحول ، الی ان من الله سبحانه بنیل المراد ، وامد بلطفه بکثیر من المواد ، فمخضت زبد کتب القدماء ، ووردت شرائع المتاخرین من العلماء ، وجمعت ما انتهی الی من اقوالهم ، ونسجت علی منوالهم ، وفتحت منه ماکان مقفلا ، وفصلت ماکان مجملا ، بعبارة تستعذب ، واشارة لا تستصعب ، وزدت فی هذا الفن من المسائل ما ینیف علی الالوف ، وولدت من الغرائب غیر المالوف ، ورددت کل فرع الی اصله وشکل قد حیل بینه وبین شکله ، وآتیت فیه بمالم اسبق الیه ، وجمعت شوارده المتفرقات علیه بما یقضی منه العجب ، وان الله یهب لعباده ما یشاء أن یهب ، وانتظم فیه ، بحمد الله مالم ینتظم قبله فی سلک ، ولا حصل لمالک فی ملک ، وکان من المهم تحریر مذهب الشافعی وخلاف اصحابه وکذلک سائر المخالفین من ارباب المذاهب المتبوعة ، ولقد رایت فی کتب المتاخرین الخلل فی ذلک ، والزلل فی کثیر من التقریرات والمسالک ، فاتیت البیوت من أبوابها ، وشافهت کل مسألة من کتابها ، وربما اسوقها بعباراتهم لا شتمالها علی فوائد ، وتنبیها علی خلل ناقل وما تضمنته من الماخذ والمقاصد "۔[1]

(بحمداللہ میرے پاس متقدمین کی اس فن پر دو سو کتب اکٹھی ہو گئیں اور ان سے زیادہ متفرقات کے تتبع پر ہمت بندھ گئی ...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر اس کی صحیح معرفت عطا فرمائی اور اپنے لطف کثیر سے اس کے مواد کے بارے میں مدد فرمائی۔ میں نے قدماء کی کتب سے مکھن نکالا اور متاخرین علماء کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کے اقوال میں سے کچھ مجھ تک پہنچ سکا ان کو ان کے طریقوں پر جمع کیا۔ خلاصہ (آراستہ) کیا اور میں نے شیریں کلام اور آسان اشاروں کے ذریعہ اس کے مقفل کو کھولا۔ اس کے مجمل کو مفصل کیا اور میں نے اس فن میں ہزاروں سے زائد مسائل کا اضافہ کیا اور غیر مروجہ (غیر مستعمل) غرائب نکالے اور ہر فرع کو اس کی اصل و شکل کی طرف لوٹایا جو اس کے اور اس کی شکل کے درمیان مانع تھی۔ اور اس (کتاب) میں جدید باتیں پیش کیں جنہیں پہلے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ میں نے متفرقات منتشرہ کو جمع کیا جن پر تعجب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسے کام کی توفیق عطا کرتا ہے۔ بحمداللہ میں نے اس کتاب کو اس طریقہ پر مرتب کیا جسے اس سے قبل اس طرح مرتب نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی ایسا کرنے پر قادر تھا۔ ان کے یہاں تو بس یہ اہم تھا کہ امام شافعی کا مذہب بتانے کے بعد ان کے اصحاب کا اختلاف بیان کر دیں اور اسی طرح ارباب مذاہب متبوعہ کے تمام مخالفین کا ان سے اختلاف بیان کر دیتے۔ اور میں نے متاخرین کی کتب میں یہ نقص پایا۔ بہت سی تقریرات و مسالک میں چوک دیکھیں۔ میں ان کے دروازوں سے گھروں میں داخل ہوا، اور میں نے ہر مسئلہ (بذات خود) ان کی کتاب میں پڑھا اور بسا اوقات میں ان (مسائل) کو ان کی عبارات کے ساتھ مفید ہونے کی بناء پر نقل کر دیتا ہوں اور کبھی اس نقل کا مقصد ناقل کی غلطی پر متنبہ کرنا ہوتا ہے جو ماخذ و مصادر پر مشتمل ہوتا ہے)

[1] حوالہ سابق ص ۶۔

اس کے فوراً بعد امام زرکشی نے اس کتاب کے مصادر بتائے جو بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مصادر کی اس فہرست میں کتب شوافع، احناف، مالکیہ، ظاہریہ، معتزلہ اور شیعہ کو بالترتیب بمع ان کے مصنفین کے بیان کیا ہے۔ حمد وصلاۃ کے بعد مقدمہ میں متقدین ومتاخرین کے اسالیب میں آنے والی تبدیلیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور کہا:

" اما بعد! فان أولى ما صرفت الهمم الى تمهيده، واحرى ما عنيت بتسديد قواعده وتشييده، العلم الذى هو قوام الدين، المرقى الى درجات المتقين. وكان علم اصول الفقه جواده الذى لا يلحق، وحبله المتين الذى هو اقوى واوثق، فانه قاعدة الشرع، واصل يرد اليه كل فرع، وقد اشار المصطفى ﷺ فى جوامع كلمه اليه، ونبه ارباب اللسان عليه، فصدر فى الصدر الاول منه جملة سنية، ورموز خفية، حتى جاء الامام المجتهد محمد بن ادريس الشافعى ؓ، فاهتدى بمناره، ومشى الى ضوء ناره، فشمر عن ساعد الاجتهاد، وجاهد فى تحصيل هذا الغرض السنى حق الجهاد، واظهر دفائنه وكنوزه واوضح اشاراته ورموزه، وابرز مخباته وكانت مستورة، وابرزها فى اكمل معنى واجمل صورة، حتى نور بعلم الاصول دجا الافاق، واعاد سوقه بعد الكساد الى نفاق. وجاء من بعده فبينوا واوضحوا وبسطوا وشرحوا، حتى جاء القاضيان: قاضى السنة ابوبكر بن الطيب، وقاضى المعتزلة عبد الجبار، فوسعا العبارات، وفكا الاشارات، وبينا الاجمال، ورفعا الاشكال، واقتفى الناس باثارهم، وساروا على لاحب نارهم، فحرروا، وقرروا، وصوروا، فجزاهم الله خير الجزاء، ومنحهم بكل مسرة وهناء، ثم جاءت اخرى من المتاخرين، فحجروا ماكان واسعا، وابعدوا ما كان شاسعا، واقتصروا على بعض رورس المسائل، وكثروا من الشبه والدلائل، واقتصروا على نقل مذاهب المخالفين من الفرق، وتركوا اقوال من هذا الفن اصل، والى حقيقة وصل، فكاد يعود امره الى الاول، وتذهب عنه بهجة المعول، فيقولون: خلافا لابى هاشم، أو وفاقا للجبائى، وتكون للشافعى منصوصة، وبين اصحابه بالاعتناء مخصوصة، وفاتهم من كلام السابقين عبارات رائقة وتقريرات فائقة، ونقول غريبة، ومباحث عجيبة "[1]

(حمد وصلاۃ کے بعد اس کی تمہید اور قواعد کی تسدید وتشیید کی طرف متوجہ ہونا ہمت ومنصب کا مقصود ہے جس کی بنیاد دین ہو اور جو متقین کے درجات تک رسائی دلانے والا ہو اور علم اصول فقہ اس تیز رفتار گھوڑے کی مانند ہے جس کے ساتھ کوئی نہیں چل سکتا اور اس کی مضبوط رسی اس کے لئے ہے جو اقوی و اوثق ہو وہ (اصول) گویا شریعت کا قاعدہ ہیں اور ہر فرع کے لوٹنے کی اصل ہیں۔ اور (حضرت محمد) مصطفی ﷺ نے جوامع میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ارباب اللسان کو اس پر آگاہ کیا ہے صدر اول میں اس سے چند قیمتی کلمات اور پوشیدہ اسرار کا صدور ہوا۔ یہاں تک کہ امام مجتہد محمد بن ادریس شافعی تشریف لائے اور انہوں نے ان (حضور ﷺ) کے میناروں سے ہدایت پائی اور ان کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں چلے، اجتہاد کے لئے تیار ہوئے، اس میں پیدا کرنے کی غرض پانے کے لئے پوری جدوجہد اور سعی کی اور اس کے دفینوں اور خزانوں کو ظاہر کیا، اس کے رموز واشارات واضح کئے اور اس کی پوشیدگی کو دور کیا

[1] حوالہ سابق ص ۳-۶

مکمل ترین حق اور خوبصورت ترین صورت میں اس کو پیش کیا یہاں تک کہ علم اصول سے آفاق کی تاریکی منور ہوگئی اور والپس اس کساد بازاری کی جگہ گرم بازاری لوٹ آئی۔ اور ان (امام شافعی) کے بعد آنے والوں نے شرح وبسط کے ساتھ تبیین وتوضیح کے کام کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ دو قاضی آئے قاضی السنت ابوبکر الطیب اور قاضی معتزلہ عبدالجبار ان دونوں نے عبارات کو توسیع دی، اشارات کو کھولا اس کے اجمال کو بیان کیا، اشکال کو رفع کیا اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کی جلائی ہوئی آگ کی روشنی میں ان کے آثار پر چلے۔ انہوں نے اس فن پر لکھا، بیان کیا، اس کی تصویر کشی کی، اللہ ان سب کو بہترین جزا خوشی وہنا عطا فرمائے۔ پھر متاخرین میں سے دوسرے آئے انہوں نے اس کی وسعت میں تنگی پیدا کی اور اس کے بعد میں اضافہ کیا اور بعض رؤس المسائل پر اختصار کیا، واشباہ ودلائل کی کثرت کی، فرقوں میں سے مخالفین کے مذاہب کی نقل پر اکتفا کیا۔ اس فن کی اصل بیان کرنے والے اور حقیقت تک رسائی دلانے والے اقوال کو ترک کیا۔ یہ فن قریب قریب اپنی ابتداء کی طرف لوٹ آیا اور اس کی رونق جس پر اعتماد کیا جاتا تھا ختم ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں:

" علا فا لابی هاشم باو فاقاً للجبائی " یہ امام شافعی کا فرمان ہے اور اپنے اصحاب کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بیان کیا اور کلام سابقین کی عمدہ عبارتوں اور انکی تقریروں اور نقول غریبہ اور مباحث عجیبہ کو ترک کردیا)۔

امام زرکشی کی کتاب " البحر المحیط " کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

امام زرکشی کی اس کتاب نے بعد کے لکھنے والوں پر گہرے اور دُوررس اثرات چھوڑے کیونکہ امام زرکشی نے اپنی کتاب میں ان کتب سے اقوال ونقول پیش کیں جو بعد کے لکھنے والوں کے زمانہ تک ضائع ہوچکی تھیں اور ان سے براہ راست استفادہ کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ اس طرح اس کتاب کی تالیف سے اُمتِ اسلامیہ کے لئے اس قابلِ فخر ضخیم سرمایہ کی حفاظت ہوگئی۔ چند ضائع شدہ کتب کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں جن سے امام زرکشی مستفید ہوئے تھے:

۱۔ ابن العارض معتزلی کی کتاب "النکت"

۲۔ ابو یوسف عبدالسلام کی کتاب "الواضح"

۳۔ ابو الوفا ابن عقیل حنبلی کی کتاب " الواضح" وغیرہ

اور یہ تک بھی کہا گیا کہ البحرالمحیط کے مقدمہ میں امام زرکشی نے مراجع کی جس فہرست کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے صرف بیس فیصد تک دستیاب ہیں باقی کتب یا تو مفقود ہیں یا مفقود کے حکم میں ہیں۔[1]

البحر المحیط سے مستفید ہونے والے :

۱۔ البغدادی نے " شرح ابیات المغنی " میں احکام " انما " میں اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۲۔ آپ کے ایک شاگرد شمس الدین البرماوی محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ العسقلانی الاصل البرماوی المصری (متوفی ۸۳۱ھ) نے اصول فقہ میں منظوم کلام پیش کیا جس کا اکثر حصہ البحر المحیط سے ماخوذ ہے۔

۳۔ امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں اس کتاب سے کافی نقل کیا ہے اور یہ تقریباً البحر المحیط کی تلخیص ہے اور امام شوکانی نے انہی کے اسلوب کو اپنایا ہے۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۱۔

۴۔ محدثین میں سے شیخ عیسیٰ منون نے "نبراس العقول" میں البحر المحیط سے کثرت سے نقل کیا۔

۵۔ فقہ قواعد اور اصول شافعی کی تقریباً ان تمام کتب میں زرکشی کا حوالہ ملتا ہے جو ان کے بعد لکھی گئیں۔[1]

البحر المحیط کی طباعت اور اس پر تحقیق:

یہ کتاب لجنۃ علماء ازہر کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں مکتبہ دار الکتب مصر سے پہلی مرتبہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء میں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ اس کتاب کی مسلمہ اہمیت کے پیش نظر اس پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں تحقیق پیش کی گئیں اور ان پر مختلف شہادات حاصل کی گئیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جو جامعہ ازھر قاہرہ کلیہ شریعہ والقانون میں موجود ہیں یہاں صرف ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں پیش کیے گئے رسالوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔

۱۔ (المقدمات) من البحر المحیط للزرکشی : محمد احمد ابو سالم نے استاذ دکتور محمد حسنی عبدالحکیم ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء کی زیر نگرانی تحقیق و دراست مکمل کر کے ماجستر کا رسالہ پیش کیا، اس کا نمبر ۱۱۸۲ ہے۔

۲۔ مباحثہ الاحکام من البحر المحیط للزرکشی : فاروق احمد حسین ابو دنیا نے استاد دکتور رمضان عبدالودود، عبدالتواب کی زیر نگرانی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء میں تحقیق و دراست مکمل کر کے ماجستر کا مقالہ پیش کیا، اس کا نمبر ۱۱۵۳ ہے۔

۳۔ مباحث التکلیف وبعض مباحث القرآن من البحر المحیط : احمد بخاری محمود نے دکتور عبداللطیف جمال الدین ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء کی زیر نگرانی تحقیق مکمل کر کے ایم۔ اے کا رسالہ لکھا جس کا کلیہ شریعہ والقانون الازہر کی لائبریری میں ۱۳۲۲ نمبر ہے۔

۴۔ الحقیقۃ والمجاز وادوات المعانی ومباحث الامر والنہی من الکتاب الکریم : احمد عبدالعزیز السید نے دکتور محمد حسنی عبدالحکیم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کی زیر نگرانی ایم۔ اے کا رسالہ لکھا جس کا نمبر ۱۱۹۲ ہے۔

۵۔ مباحث العام من البحر المحیط للزرکشی : محمد محمد انور شلبی نے تحقیقی و دراست کر کے ایم۔ اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۷۵ ہے۔

۶۔ الخاص والخصوص والتخصیص والمطلق والمقید والظاهر والمؤول من ابحاث الکتاب العزیز : علی جمعہ محمد نے شعبان محمد اسماعیل کی زیر نگرانی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں ایم۔ اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۲۵ھ ہے۔

۷۔ البحر المحیط المجمل والمبین : علاء الدین حسن واحش نے تحقیق پیش کی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کلیہ شریعہ والقانون کی لائبریری میں اس کا نمبر ۲۲۳۱ ہے۔

۸۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ، الاخبار وکتاب الاجماع۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۰۔۳۱

۱۔ الادلۃ المختلف فیہا والتعادل والترجیح والاجتہاد والتقلید والافتاء والاستفتاء: النجدی احمد محمد العیساوی نے دکتور عبدالجلیل سعد القرنشاوی کی زیر نگرانی ۱۹۸۸ء میں تحقیق ودراست پیش کرکے دکتوراہ کی شہادت حاصل کی ۔[1]

ابو العباس الربعی مالکی (متوفی ۷۹۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ شمس الدین الاصفہانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، اسکندریہ سے قاہرہ اور پھر دمشق اور وہاں کے بعض مشائخ سے علم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب الاصلی

۲۔ رفع الاشکال عمافی المختصر من الاشکال، اس کتاب میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ان کی مختصر الاصلی میں پائے گئے ہیں۔[3]

احمد البقاعی (۷۲۲ھ-۷۹۵ھ)[4]

اصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اصول فقہ کی کتاب "المختصر" اور "المنہاج" کے حل میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ نور الدین الاردبیلی اور پھر شیخ برہان الدین الاخمیمی سے حاصل کی، تدریس، افتاء وغیرہ میں خدمات انجام دیں، قاضی بنائے گئے ۔[5]

احمد السیرامی (متوفی ۷۹۵ھ)[6]

فقہ، اصول ومعانی وبیان میں کمال حاصل تھا۔ کئی شہروں میں تدریس کی ظاہر برقوق نے جب اپنا مدرسہ تعمیر کروالیا تو ان کی درخواست پر ۷۸۸ھ میں تدریس کی ۔[7]

حافظ ابن رجب حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے قواعد فقہ پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "القواعد الکبری" رکھا۔ حاجی خلیفہ نے اپنی مذکورہ کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

۱۔ حوالہ سابق ص ۹۰۷

۲۔ ابو العباس شہاب الدین احمد بن عمر بن علی بن ہلال الاسکندری الدمشقی متوفی ۱۳۹۳ء

۳۔ انباء الغمر ۲/۳۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۸۵ (۱۳۳)

۴۔ ابو حفص شمس الدین احمد بن صالح بن احمد بن خطاب قاضی القضاۃ العذری الزہری البقاعی الدمشقی (۱۳۲۲ء-۱۳۹۲ء) دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۱-۱۳۲ (۹۳)

۶۔ احمد بن علاء الدین السیرامی متوفی ۱۳۹۲ء

۷۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۳ (۱۴۱)

۸۔ زین الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن حسن بن رجب البغدادی ثم دمشقی حنبلی، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب مطبوعہ العرفۃ سنہ کے جز ثالث کے پہلے صفحہ پر ان کا نام اسی طرح مذکور ہے۔

"وهو كتاب نافع من عجائب الدهر حتى انه استكثر عليه وزعم بعضهم انه وجد قواعد مبدوءة الشيخ الاسلام ابن تيميه فجمعها وليس الامر كذالك بل كان رحمه الله فوق ذلك كذا قيل"[1]

(یہ بڑی مفید کتاب ہے، یہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن رجبؒ نے علامہ ابن تیمیہ شیخ الاسلام کے متفرق قاعدوں کو صرف جمع کر دیا، خود کوئی اضافہ نہیں کیا۔ لیکن بات اس طرح نہیں ہے، خدا ان (ابن رجبؒ) پر رحم کرے وہ ان باتوں سے بہت بلند تھے)

حافظ ابن رجبؒ نے یہ قواعد مجتہدانہ شان سے اور اس انداز سے لکھے ہیں کہ مسائل کی طرف مراجعت اصول کے ماتحت کی جا سکے اور تاکہ وہ سب ایک لڑی میں پروئے جا سکیں۔ چنانچہ وہ کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اما بعد فهذه قواعد مهمة، وفوائد جمة، تضبط للفقيه اصول المذهب، وتطلعه من ماخذ الفقه على ما كان قد تغيب، وتنظم له منثور المسائل في سلك واحد وتقيد الشوارد، وتقرب عليه كل متباعد"[2]

(اما بعد! یہ قواعد مہمہ اور فوائد جمہ ایک فقیہ کے لئے مذہب کے اصول فراہم کرتے ہیں اور فقہ کے جو ماخذ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں انہیں واضح اور نمایاں کرتے ہیں اور بہت سے بکھرے ہوئے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں)

شیخ ابوزہرہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

اس کتاب میں علامہ ابن رجبؒ نے فروع کو اصل فقہی کی طرف ضابطہ اور قاعدہ کے ساتھ لوٹایا ہے۔ اور فروع کو منظم اور مجتمع کیا ہے، ضروری قاعدے بتائے ہیں پھر ان کے مختلف پہلو واضح کئے ہیں پھر تفریعات کا ذکر کیا ہے۔ خلافیات کے ذکر میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، مشہور اور غیر مشہور کی تصریح بھی کی ہے، صحیح اور غیر صحیح کا بیان بھی اس میں موجود ہے، قواعد کے ذکر میں بھی اگر کوئی قاعدہ متفق علیہ نہیں ہے تو اختلاف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں فقہی نظریات و تفریعات کا ایک گنج گراں مایہ نظر آتا ہے اور مذہب حنبلی کے بارے میں تمام ضروری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ فروع اور جزئیات کے تمام پہلو نظر کے سامنے آ جاتے ہیں، جملہ اہم تفصیلات، لاطائل مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پیش نگاہ ہو جاتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انسان کے علم و نظر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

اہل دانش و بینش کہتے ہیں کہ یہ کتاب عجائبات دہر میں سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس میں جامع نظریات وضع کئے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کوئی ایسا مجموعہ جزئیات نہیں ہے جس کے قواعد غیر مربوط ہوں اور جس کا ضابطہ فکری غیر منضبط ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع ضابطہ کی حامل ہے اور فقہ حنبلی تو وہ فقہ ہے جو آثار سلف پر مبنی ہے، عام اس سے کہ وہ احادیث رسول اللہ ہوں یا اکابر سلف سے ماخوذ اقضیہ اور فتاویٰ ہوں۔ کیونکہ فقہ حنبلی میں جو فتوے دیئے گئے ہیں وہ وقائع پر مبنی ہیں مفروضات پر نہیں۔ اس میں جو مسائل جمع کئے گئے ہیں وہ صرف قیاسی نہیں ہیں جو علت مطردہ کے حامل ہوں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہونا یہ چاہئے تھا کہ فقہ حنبلی ایسے منتشر جزئیات سے عبارت ہو

[1] (ب) کشف الظنون ۲/۱۳۵۵ [2] (ج) ابن حنبل حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ محمد ابوزہرہ ص ۳۸۳ مصر دار الفکر العربی

جو باہم غیر مربوط ہوں لیکن واقعہ یہ نہیں بلکہ ان مظاہر خاصہ کے باوجود یہ فقہ اس خصوصیت کی حامل بھی ہے کہ اس کے قواعد مرتب اور اس کے مسائل ضوابط کے ساتھ منضبط ہیں۔ یہ ضابطے ہر اعتبار سے جامع و مانع ہیں ان میں صرف فروع ہی نہیں بلکہ احکام بھی ہیں جو مستقیم ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس فقہ میں ایسے فتاویٰ نہیں جو خیالات و آراء پر مبنی ہوں بلکہ وہ مناہج و سلک تا بہ پہنچی ہیں جو مضبوط عناصر کے ساتھ وابستگی اور گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور جب فقہ حنبل ان قواعد و ضوابط کی حامل ہے تو لازمی تھا کہ حنفی، مالکی اور شافعی فقہ میں بھی قواعد فقہیہ موجود ہوتے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ اسلامی کے تمام مذاہب میں یہ قواعد و ضوابط موجود ہیں مذہب مالک میں ابن جزی کے "قواعد" اور قرافی کی "الفروق"، مذہب شافعی میں عزالدین بن عبدالسلام کے "قواعد" مذہب حنفی میں ابن نجیم کی "اشباہ و نظائر" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قواعد سے متعلق یہ کتابیں، فروع سے متعلق ربط قواعد کی قوت کے سلسلہ میں، نیز ضبط احکام اور فہم عناصر مشترکہ اور جمع اشباہ و نظائر کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت درجات کی حامل ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے فقہی مذہب کی خصوصاً اور فقہ اسلامی کی عموماً یہ کتابیں لکھ کر بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔[1]

احمد بن الجابی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)[2]

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم البھاء الاخمیمی سے حاصل کی، مصر میں بھی تدریس کی۔[3]

ابن العاقولی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منھاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی" تالیف کی۔ مستنصریہ میں مدرس رہے، نحوی تھے۔[4]

ابن فرحون مالکی (۷۱۹ھ/ ۷۹۹ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب وغیرہ تھے، اپنے والد و چچا سے تعلیم حاصل کی۔ ابن الحاجب سے سند اجازت حاصل کی۔ حصول و نشر علم کے لئے مصر، قدس، دمشق کے اسفار کئے۔ مدینۃ المنورۃ میں طویل قیام کیا، ۷۹۳ھ میں مدینۃ المنورۃ میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے۔ الدیباج المذھب فی اعیان المذھب کے مصنف ہیں جس میں ۶۳۰ سے زائد علماء کے حالات زندگی درج ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۸۳۔۳۸۴ ملخص اور ۳۸۹۔۳۹۰ ملخص

[2] ابوالعباس نجم الدین احمد بن عیسیٰ بن حسن بن عبدالمحسن الدمشقی ابن الجابی متوفی ۱۳۹۴ء، دمشق میں وفات پائی

[3] معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۱۳)

[4] محمد بن محمد عبداللہ بن محمد بن علی الواسطی غیاث الدین البغدادی ابن العاقولی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۵

[5] برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون المعمری (۱۳۱۹ء۔۱۳۹۷ء) مدینۃ المنورہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر تنقیح القرافی تالیف کی اور اس کا نام "الفلید الاصول" رکھا۔

۲۔ کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب[1]

احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ)[2]

انہوں نے "التلویح" پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "الترجیح" رکھا اور یہ حاشیہ علماء کے یہاں مشہور و مقبول ہے۔[3]

احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ)[4]

حلب اور پھر قاہرہ کے فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الترجیح" تالیف کی۔ یہ تفتازانی کی "التلویح" پر حاشیہ ہے حاجی خلیفہ نے کہا۔ "وھی مفیدة مقبولة" ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الترجیح شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔ اور ہو سکتا ہے کہ دو الگ الگ کتابیں ہوں اور انہوں نے دونوں ہی تالیف کی ہوں۔[5]

۱۔ ایضاح المکنون ۴/ ۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۸، الفتح المبین ۲/ ۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/ ۳۷۔۳۸ (۱۷)

۲۔ برہان الدین احمد الارزنجانی قاضی آرزنجان متوفی ۱۳۹۸ء

۳۔ کشف الظنون ۱/ ۴۹۳، معجم الاصولیین ۱/ ۶۷ (۳۹)

۴۔ احمد بن عبداللہ قاضی برہان الدین السیواسی متوفی ۱۳۹۸ء

۵۔ کشف الظنون ۱/ ۴۹۳، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۷، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۳۱۔۳۳۳، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۲ (۱۰۵)

فن اصول فقہ کی تاریخ

(عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر حاضر تک)

جلد دوم

فاروق حسن

زیرِ نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اکتوبر ۱۹۹۹ء

فصل سوم

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

نویں صدی ہجری میں سیاسی اور علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

متوکل علی اللہ (۷۹۱ھ-۸۰۸ھ) کے بعد اس کا بیٹا مستعین باللہ (متوفی ۸۳۳ھ) خلیفہ بنا مگر وہ ۸۱۶ھ میں معزول کردیئے گئے اور ان کی جگہ ان کے بھائی معتضد باللہ خلیفہ بنائے گئے یہ ذہین و طباع، ذی علم اور اصحاب کمال کے قدردان تھے ان کے زمانے میں سات سلاطین آئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مستعین باللہ ثانی ۸۴۵ھ میں تخت نشین ہوگئے یہ ایک عادل، زاہد، متقی اور خاموش شخص تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں گذارتے وہ ۸۵۴ھ میں انتقال کرگئے ان کے بعد ان کے بھائی قایم بامر اللہ تخت نشین ہوئے ان کے زمانے میں تین سلاطین آئے ان کے بعد ان کے بھائی مستنجد باللہ ثانی، ۸۵۹ھ میں خلیفہ بنے ان کے زمانے میں چھ سلاطین آئے ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے متوکل علی اللہ ان کے جانشین بنے، متوکل پسندیدہ خصائل، خوش اطوار اور عوام و خواص میں مشہور و مقبول تھے۔ علم و فن میں ذوق رکھتے۔ امام سیوطی اس کے زمانے میں تھے متوکل کا انتقال ۹۰۳ھ میں ہوا۔[1]

اس صدی میں مصر اور مشرق میں ممالک چراکہ کا دور دورہ تھا لیکن مشرق میں دولت عثمانیہ بھی اس سے نبرد آزما تھی اور مصر میں حکمرانی کی خواہاں تھی۔ مغرب میں بہت سے داخلی انقلابات آئے مغرب اقصیٰ اور تونس کے ملوک کے مابین لڑائی بڑھ گئی تھی۔ اسپانیوں نے مسلمانوں کو اندلس سے نکالنا شروع کردیا اور انہوں نے پرتگالیوں کے ساتھ اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو کسی صورت اندلس کی سرزمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ پرتگالیوں نے ۸۱۸ھ میں سبتہ پر اور اسپانیوں نے ۸۶۷ھ میں جبل طارق پر اور ۸۹۷ھ میں غرناطہ پر قبضہ حاصل کرلیا اور تقریباً آٹھ صدیوں تک جہاں مسلمانوں نے حکمرانی کی وہاں ان کے لئے اب کوئی جگہ نہیں رہی اگرچہ تونس، مغرب اقصیٰ اور الجزائر میں چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں باقی تھیں۔ شیخ محمد خضری نے نویں صدی ہجری میں اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا جو رجحان ان حالات میں مروج ہوگیا تھا اس کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا :

"بعد هذه الحلبة اقتصر الكاتبون في هذا العلم على شرح الكتب السابقة لايزيدون شيئاً من عندانفسهم، وعملهم ينحصر في نظر المؤلفات التي لخص منها مايشرحونه من الكتب ليحلوابه عبارتها ويفتحوا مغلقها، وانتهى عندهم التفكير والا ختيار، لان هذا العلم قد عاد اثرا من الآثار، اذ لا فائدة كانت لهم منه لان الاجتهاد قد اقفل بابه فلم تعد حاجة الى بذل الجهود في القواعد التي هي اصول الاستباط".[2]

---

[1] تاریخ اسلام خلافت عباسیہ، شاہ معین الدین احمد ندوی حصہ چہارم ۲/۳۹۰-۹۵- مختصر کراچی ایچ ایم سعید ۱۹۸۲ء۔

[2] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری، ص ۱۱ دار الحدیث قاہرہ سنہ ندہ۔

(اس مرحلہ (آٹھویں صدی ہجری) کے بعد اصول فقہ پر قلم اُٹھانے والوں نے سابق تصنیفات کی تشریح وتوضیح پر ہی اکتفاء کیا اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا ان کا کام صرف اتنا رہ گیا تھا کہ جن کتابوں کی شرح کرنے بیٹھتے ہیں ان کا تخیص پر لکھی جانے والی تصانیف کا مطالعہ کرلیں تاکہ ان کتابوں کی عبارتیں اور پیچیدہ مقامات حل ہو جائیں۔ غور وفکر جانچ پڑتال کا تصور ختم ہو چکا تھا کیونکہ یہ علم زمانہ قدیم کی ایک یادگار بن کر رہ گیا تھا کیونکہ ان لوگوں کی نظر میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی فائدہ نہیں رہ گیا تھا۔ لہٰذا جن قواعد کی حیثیت اصول استنباط کی تھی ان پر محنت خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔)

بہر حال ان سیاسی ہنگاموں اور داخلی انتشارات کے باوجود مصر کی طرح اندلس میں بھی ممتاز علماء اصولیین اور عمدہ کتب جو زیادہ تر شروح وغیرہ کی صورت میں تھیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ چند قابل ذکر اصولیین اور ان کی مؤلفات یہ ابن حبیب طاہر بن حسن (متوفی ۸۰۸ھ) کی کتاب "مختصر المنار الاصول" زین الدین الواقی (متوفی ۸۲۱ھ) کی التحریر لما فی منهاج الوصول من المعقول و المنقول، کمال الدین اسکندری (متوفی ۸۶۱ھ) کی الجامع بین اصطلاح الحنفیه و الشافعية، امام جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ) کی "شرح الورقات" اور "شرح جمع الجوامع" کمال الدین محمد معروف بہ امام الکمالیہ (متوفی ۸۷۱ھ) کی "شرح الورقات" ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۹ھ) کی "شرح التحریر" ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) کی الوصول الی علم الاصول (متوفی ۸۸۶ھ) کا حاشیه علی التلويح وغیرہ۔

ان کتب کے ذکر سے جہاں اصول پر تصنیف وتالیف کی طرف التفات نظر آتا ہے وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں متون لکھنے کے ساتھ زیادہ تر شروح، حواشی، تقریرات، ابحاث لغویہ منطقیہ نحویہ اور معموں پر مشتمل کلام اور تحقیقی اور تقدیری اعتراضات وجوابات کے اسالیب خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی وتحقیقی تجزیہ

ابو العباس ابن التنسی الزبیری مالکی (۷۴۰ھ/۸۰۱ھ)[1]

فقیہ واصولی تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ اصول الاحکام والفروع کے ماہر ہو گئے۔ عرصہ دراز تک مصر کے قاضی رہے ان کی مؤلفات ان کے وسعت علمی اور دقت تفکیر پر دلالت کرتی ہیں فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

---

[1] ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن عطاء اللہ بن عوض الزبیدی الاسکندرانی التنسی، (۱۳۳۹ء/۱۳۹۹ء) الفتح المبین ۳/۶ میں ان کا نام ابن عطاء اللہ مذکور ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب ۲۔ مختصر البرھان ۳۔ النکت[1]

عبداللطیف بن ملک حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)[2]

فقیہ اصولی و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اس پر عزمی زادہ، رھاوی اور حلبی کے حواشی ہیں یہ کتاب قاھرہ سے چھپ چکی ہے۔[3]

علاء الاسود رومی حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)

اصول فقہ میں خبازی کی کتاب " المغنی " کی شرح تالیف کی۔[4]

سعد الدین خیرابادی (متوفی ۸۰۲ھ)[5]

نحو لغت عربیہ، فقہ، اصول و تصوف میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، ان کے والد خیرآباد کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی

۲۔ شرح الحسامی (المنتخب للاخسیکثی)[6]

ابراہیم الأبناسی شافعی (۷۲۵ھ۔۸۰۲ھ)[7]

فقیہ تھے، فقہ کے علاوہ اصول ولغت عربیہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ حصول علم کے لئے قاہرہ، شام، مکہ وغیرہ کے سفر کئے مختلف مدارس کے علاوہ جامعۃ الازھر میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حدیث، فقہ، اصول اور عربی زبان میں کتابیں تالیف کیں۔[8]

یوسف بن محمود التبریزی شافعی (متوفی ۸۰۴ھ)

انہوں نے " شرح منهاج الوصول علم الاصول للبیضاوی " تالیف کی۔[9]

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۱۱، الفتح المبین ۳/ ۶، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۷ (۱۷۰)۔

۲۔ ابن ملک عز الدین عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ متوفی ۱۳۹۱ء۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۶۱۷، الفوائد البہیہ ص ۱۰۷، الفتح المبین ۳/ ۵۰، اس میں تاریخ وفات ۸۸۵ھ مذکور ہے معجم الاصولیین ۲/ ۲۲۹ (۴۶۰)۔

۴۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود رومی، کشف الظنون ۲/ ۱۷۴۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۲۶۔

۵۔ سعد الدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیرآبادی متوفی ۱۳۹۹ء۔

۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۳۸۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۹ (۳۵۵)۔

۷۔ ابو محمد برھان الدین ابراھیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی مصری (۱۳۱۵ء/ ۱۳۹۹ء)۔

۸۔ معجم الاصولیین ۱/ ۶۳، ۶۴ (۳۶)۔

۹۔ جمال الدین یوسف بن محمود السرائی تبریزی، ھدیۃ العارفین ۶/ ۵۵۹۔

عمر بن علی بن الملقن شافعی (۷۲۳ھ/۸۰۴ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کافی المحتاج کے نام سے قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔

۲۔ شرح المختصر لابن الحاجب۔[1]

بہرام الدمیری مالکی (۷۳۴ھ۔۸۰۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے ان کے زمانے میں ریاست مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی تدریس کی اور مصر میں قاضی [illegible] متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر المنتهي لابن الحاجب تالیف کی دار الکتب مصریہ [illegible] مجلدات اس کا مخطوط موجود ہے جس نے نمبر (۳۲) اصول ہے۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : شرح منتهي السول والامل بن الحاجب۔[3]

عبدالرحیم العراقی شافعی (۷۲۵ھ۔۸۰۶ھ)[4]

محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، ادیب اور لغوی تھے۔ شیخ علاء الدین بن الترکمانی حنفی اور جمال الدین الاسنوی [illegible] سے علم حاصل کیا۔ مدینۃ المنورہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ قاہرہ میں مشیخۃ الحدیث کے کئی [illegible] دیار مصر کے محدث رہے، آپ کے زمانے کے شیوخ ان کی معرفت حدیث پر ثناء خوانی کرتے تھے مثلاً امام [illegible] عز بن جماعہ اور ابن کثیر وغیرہ۔ اصول فقہ میں بھی عمدہ کلام و بحث پر قدرت رکھتے تھے، کئی فنون پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "النجم الوهاج" یہ کتاب قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کا نظم ہے جو تین سو ستانوے (۳۹۷) ابیات پر مشتمل ہے۔ آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی ہے۔

۲۔ "نكت على المنهاج" صاحب معجم الاصولیین نے لحظ الالحاظ کے حوالے سے لکھا ہے انہوں نے [illegible]

"بين فيها حكمة مخالفته لعبارة المنهاج والتنبيه على دقائق ذلك، بلغ فيه الى اثناء الباب الخامس في الناسخ والمنسوخ"۔[5]

(اس میں انہوں نے المنہاج کی عبارت سے اختلاف کی حکمت کا ذکر کیا اور اس کے دقائق کی طرف اشارہ کیا اور وہ [illegible] کے پانچویں باب ناسخ ومنسوخ کے اختتام تک پہنچے۔)

---

[1] ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن محمد انصاری المصری، کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۷۹۱/۵۔

[2] ابو البقاء تاج الدین بہرام بن عبداللہ بن عبدالعزیز السلمی الدمیری القاہری (۱۳۲۳ء/۱۴۰۳ء)

[3] ہدیۃ العارفین ۲۴۴/۵، شذرات الذہب ۳۹/۷، الفتح المبین ۱۲/۳، معجم الاصولیین ۱۱/۲ (۲۳۱)، کشف الظنون ۱۸۵۵/۵۔

[4] ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابراہیم زین الکردی (۱۳۲۵ء/۱۴۰۳ء) یہ عراق الاصل تھے۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵۶۲/۵، معجم الاصولیین ۱۹۵/۲ (۴۳۰)۔

بدالرحمٰن ابن خلدون الحضرمی مالکی (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)[1]

فقیہ، اصولی، محدث، حافظ، مورخ، ادیب اور حکیم تھے۔ مصر میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے متقدمین مثلاً امام
اہل و امام فخر الدین رازی کے مسلک پر چلے اور وہ کہتے تھے کہ ہر فن میں کتب کا اختصار اور شیخ عضد وغیرہ کے طرز پر
ونا کا تعبد متاخرین کی اختراع ہے اور علم تو ان سے بالاتر شئی کا نام ہے، اور وہ ابن الساعاتی کی کتب البدیع کو ابن
اجب کی کتاب المختصر پر مقدم مانتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ابن حاجب نے اسے شیخ سے حاصل نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ لسان الدین غرناطی کی اصول میں کتاب "الفیه" کی شرح لکھی۔

۳۔ امام فخر الدین رازی کی المحصل کی تخلیص کی۔

۴۔ ابن خطیب کی اصول میں کتاب "الرجز" کی شرح لکھی۔[2]

محمد بن محمد الاسدی شافعی (۷۴۴ھ-۸۰۸ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البروق اللوامع فیما اور علی جمع الجوامع، البروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ المرکزیہ جامعۃ الملک
سعود میں ہے جس کا نمبر (۱۲۸) ہے۔

۲۔ تشنیف المسامع بشرح جمع الجوامع۔

۳۔ التوضیح علی مختصر ابن الحاجب۔[4]

ابن العماد الاقفہسی (۷۵۰ھ-۸۰۸ھ)[5]

اسنوی، بلقینی اور عراقی سے زانوئے تلمذ طے کیا مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ سوالات کے جوابات
کتب مراجعت کے بغیر بلا توقف دے دیتے۔ یہ بات ان کی علمی بصیرت پر دلالت کرتی ہے، آپ کی تصانیف نظم ونثر،
شرح اور حاشیہ پر مشتمل ہیں۔

---

[1] ابن خلدون، ابو زید ولی الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد الحضرمی الاشبیلی الاصل التونسی، القاہری (۱۳۳۲/ ۱۴۰۶ء) تونس میں ولادت ہوئی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۲۹، الفتح المبین ۳/ ۱۳، ۱۲، معجم الاصولیین ۲/ ۱۸۸، ۱۸۹ (۳۲۵)۔

[3] محمد بن محمد بن خضر بن سمری الاسدی الزبیری العیزری المقدسی الدمشقی۔

[4] کشف الظنون ۱/ ۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۷۸۔

[5] ابو العباس شہاب الدین احمد بن عماد الدین بن محمد بن یوسف الاقفہسی، ابن العماد (۱۳۴۹/ ۱۴۰۵ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : الفوائد فی شرح الزوائد تالیف کی۔ دراصل کتاب "زوائد الاصول" عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب ہے جس میں انہوں نے ان مسائل کو ذکر کیا جن سے قاضی بیضاوی نے منہاج الاصول میں بے توجہی برتی تھی، اور اس کے مقدمہ میں امام اسنوی نے لکھا تھا :

فلما یسر اللہ الفراغ من شرح المنہاج، شرعت فی شفعه بمجمع ماخلاعنه المنہاج المذکور من المسائل الاصولیه".

(جب اللہ تعالیٰ نے المنہاج کی شرح سے فراغت آسان فرمادی تو میں نے اس کی دوسری شرح کی تالیف کا آغاز کیا اس میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا جو منہاج مذکور میں نہیں تھے۔)

کتاب "الفوائد" ، امام اسنوی کی مذکورہ کتاب "زوائد الاصول" کی شرح ہے اس کتاب الفوائد کا ایک نسخہ تیمور ۱۷۷ کے تحت موجود ہے اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

" الحمدللہ الذی اسس شریعة نبیه احسن اساس الخ".

اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

" اختلف اصحابنا واصحاب ابی حنیفه فی المزنی وابی العباس بن سریج وابی یوسف و محمد بن الحسن، رضی اللہ عنهم ، فقیل مجتهدون مطلقا، وقیل : بل فی المذهبین".

اس کے بعد مؤلف نے کہا :

" وهذا اخر ما یسر اللہ تعالی بمنّه وکرمه وسعة فضله من کتاب الفوائد فی شرح الزوائد، فلله الحمد...وصحبه اجمعین ".[1]

طاہر بن حبیب الحلبی حنفی (۷۴۰ھ۔۸۰۸ھ)[2]

فقیہ، اصولی، مؤرخ، ادیب اور محدث تھے۔ حلب اور پھر قاہرہ میں سیکریٹری رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے المقتبس المختار من نور الانوار تالیف کی۔ یہ کتاب امام نسفی کی اصول فقہ "المنار" کا اختصار ہے۔ یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ جمال الدین قاسمی کے حواشی ہیں۔

اس مختصر پر شروح :

۱۔ قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ علی بن سلطان القاری نے شرح لکھی اور اس کا نام "توضیح المبانی و تنقیح المعانی" رکھا۔

---

[1] الفتح المبین ۳/۱۹، معجم الاصولیین ۱/۱۷۹، ۱۸۰ (۱۳۰)۔

[2] ابوالعز زین الدین طاہر بن الحسن بن عمر بن الحسن بن حبیب حنفی (۱۳۳۹ء/۱۴۰۵ء)

۔ زیلی السیواسی احمد بن محمد (متوفی ۹۰۴ھ) نے بھی شرح لکھی اور اس کا نام "زبدة الاسرار" رکھا۔

۔ عبدالجلیل جمیل نے شرح لکھی اور اس کا نام "زبدة الافکار" رکھا۔[1]

اشرف السمنانی (متوفی ۸۰۸ھ)[2]

چودہ برس کی عمر میں دراست مکمل کر لی تھی، انیس ۱۹ برس کی عمر میں اپنے والد کے قائم مقام کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالی اور ملکی مہمات میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ برس کی عمر میں یہ ذمہ داریاں اپنے بھائی کے سپرد کر کے بلاد ہند، عرب اور عراق کے کبار علماء و مشائخ سے اکتساب علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول" تالیف کی جو اصول میں ایک مختصر ہے۔[3]

بدرالدین الطنبذی شافعی (متوفی ۸۰۹ھ)[4]

لغت عربیہ، تفسیر، اصول و فقہ میں ماہر تھے، ابوالبقاء، الاسنوی، اور بلقینی وغیرہ سے حصول علم کیا۔ قاہرہ میں ممتاز و مشہور علماء میں سے تھے فتوی، وعظ و درس دیتے، بہت سے تشنگان علم ان سے سیراب ہوئے۔[5]

احمد الکورانی شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کو منظوم کیا۔[7]

ابوالعباس ابن خطیب القسطنطینی (۷۴۰ھ۔۸۱۰ھ)[8]

فقیہ، محدث، ادیب اور مورخ تھے شریف تلمسانی مالکی متوفی ۷۷۱ھ صاحب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" وغیرہ سے تعلیم پائی، بلاد مغرب اور افریقہ کا علمی سفر کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تفهيم الطالب لمسائل اصول ابن الحاجب" تالیف کی اور یہ کتاب ابن حاجب کی مختصر المنتهى کی شرح ہے۔[9]

محمد بن عبدالرحمن الحضری شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ :

۔ انہوں نے کتاب "منية اللبيب فی شرح التهذيب" تالیف کی، یہ کتاب ابن مطہر الحلی شیعی (متوفی ۷۲۶ھ) کی

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، ایضاح المکنون ۳/ ۵۳۹، الفتح المبین ۳/ ۸۰،۷۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۲۷ (۴۸۴)۔

[2] جہانگیر اشرف بن ابراہیم الحسینی الحسنی السمنانی متوفی ۱۴۰۵ء۔

[3] معجم الاصولیین ۱/ ۲۷۵ (۲۴۰)۔

[4] احمد بن محمد بن عمر بن محمد، بدرالدین الطنبذی متوفی ۱۴۰۶ء۔

[5] معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۳ (۱۶۷)۔

[6] احمد بن یوسف عبداللہ بن عمر بن علی بن خضر شہاب الدین الکردی الکورانی الاصل، القرانی متوفی ۱۴۰۷ء۔

[7] ایضاح المکنون ۴/ ۵۹۰، ہدیة العارفین ۵/ ۱۱۹، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۹ (۱۹۱)۔

[8] ابوالعباس احمد بن حسین بن علی بن خطیب، ابن قنفذ القسطنطینی (۱۳۳۹ء/ ۱۴۰۷ء) ہدیة العارفین ۵/ ۱۱۷ میں قسطنطینی مذکور ہے۔

[9] معجم الاصولیین ۱/ ۱۱۵ (۷۹)۔

[10] شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الحضری شافعی۔

اصول فقہ میں کتاب " تھذیب طریق الوصول الی الاصول " کی شرح ہے اور ابن مطہر کی کتاب " تھذیب" ایک دوسری کتاب " نهاية الوصول الى علم الاصول " کا اختصار تھا۔

۲۔ الحلی فی الاصول۔[1]

محمد بن عثمان الاسحاقی مالکی (متوفی ۸۱۰ھ)

اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔[2]

شرف الدین القریمی (متوفی ۸۱۰ھ)[3]

علوم اصلیہ وفرعیہ میں جامع، عالم وفاضل تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے مستفید ہونے کے بعد بلاد روم گئے، سلطان مراد خان نے ان کی عزت افزائی کی اس لئے سلطان کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " شرح المنار لنسفی " تالیف کی اس کا نام " جامع الاسرار " رکھا۔ حاجی خلیفہ نے کہا :

" سود شرحا حافلا وتركه . ثم انه لما قصد الحج عرضه على علماء الشام فاعجبوا به وطلبوا تبيضه فى طريق الحجاز، وهو شرح بالقول و فرغ منه يوم الثلاثاء الخامس والعشرين من شعبان سنه ۸۱۰ھ".

(انہوں نے مسودہ کی صورت میں ایک عمدہ شرح لکھ کر اسے چھوڑ دیا پھر جب وہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو اسے علمائے شام کے سامنے پیش کیا اور زبانی شرح کی تو انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور ان سے اس کی حجازی طریقے پر تبییض کا مطالبہ کیا وہ اس مسودہ کی تبییض سے بروز منگل ۲۵ شعبان ۸۱۰ھ میں فارغ ہوئے تھے)[4]

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے : الحمد لله الذى شرف خواص نوع الانسان بالهداية (الخ)، فصار احسن شروحه ۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ مکتبہ عارف حکمت بالمدینہ المنورہ (۴۱) اصول، وعاطف ۷۸۲ میں موجود نسخے میں حاشیہ علی شرح المنار للقریمی زادہ مذکور ہے۔

سعید بن محمد العقبانی مالکی (۷۲۰ھ۔ ۸۱۱ھ)[5]

فقیہ اصولی اور مفسر تھے علم فرائض میں بھی خاص نظر تھی۔ ابو عبداللہ الابلی وغیرہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، متعدد کتابیں تصنیف کیں تلمسان کے قاضی رہے چالیس برس تک منصب قضاء کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

---

[1] ایضاح المکنون ۳/۶۹۳، ہدیۃ العارفین ۲/۲۸۵،۶۹، معجم الاصولیین ۲/۶۲،۷۱ (۲۹۵)۔

[2] ابو عبداللہ محمد بن عثمان المصری، اسحاق متوفی ۸۰۷ھ، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۹۔

[3] شرف الدین بن کمال القریمی متوفی ۸۰۷ھ، اصلین باحوال المصنفین، حنیف گنگوہی، ص ۳۱۲۔

[4] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، الفوائد البہیہ ص ۸۳، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۲۶۹) ظ

[5] سعید بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی (۱۳۲۰/۶۱۴۰۸ء)۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے مختصر ابن الحاجب الاصلی پر ایک عمدہ شرح تالیف کی تھی۔ ایضاح المکنون میں ہے "لہ شرح علی المنتہی" (ان کی المنتہی پر شرح ہے) اعلام میں ہے : تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول[1]

سلیمان بن عبدالناصر الاشیطی شافعی (متوفی ۸۱۱ھ یا ۸۸۷ھ)

نحو، لغت عربیہ، اصول، فقہ و ادب میں ماہر تھے، سریاقوس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر المنتهی۔

۲۔ شرح منهاج الوصول فی علم الاصول للبیضاوی۔[2]

جلال الدین البغدادی حنفی (۷۳۳ھ۔۸۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : شرح منتهی السول والامل لابن الحاجب۔[3]

ابن القطان شافعی (۷۳۷ھ۔۸۱۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : هادی الطریقین فی الاصول۔[4]

سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ۔۸۱۶ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی اوائل التلویح للتفتازانی۔

۲۔ شرح منتهی السول والامل ابن الحاجب۔[6]

ابن جماعہ شافعی (۷۵۹ھ۔۸۱۹ھ)[7]

۱۔ حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنهاج البیضاوی۔

۲۔ حاشیہ رفع الحاجب شرح مختصر ابن الحاجب۔ تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے رفع الحاجب کے نام سے شرح المختصر تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

---

[1] الدیباج ص ۳۰۲، ۲۰۵، معجم المؤلفین ۴/ ۳۰۰، معجم الاصولیین ۲/ ۱۲۱، ۱۲۲ (۳۵۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۲/ ۴۸۲ مذکور ہے مگر ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

[2] صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشیطی متوفی ۱۴۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۰۲، معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۶ (۳۶۶)۔

[3] ابو الفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد العستری جلال بغدادی حنفی متوفی ۱۴۰۹، ہدیۃ العارفین ۶/ ۴۹۳۔

[4] شمس الدین محمد بن علی بن محمد بن عمر بن عیسیٰ المصری، ابن القطان، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۰۔

[5] سید شریف ابو الحسن علی بن سید محمد بن علی جرجانی، جرجان میں ولادت اور نیشا پور میں انتقال ہوا۔

[6] کشف الظنون ۲/ ۱۸۵۴، ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۲۸۔

[7] ابن جماعہ محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ، قاضی بدر الدین الکنانی المقدسی۔

۳۔ شرح جمع الجوامع للسبکی تالیف کی اور اس کا نام "النجم اللامع" رکھا۔

۴۔ حاشیہ علی شرح الجاربردی، امام فخر الدین ابوالمکارم احمد بن حسن تبریزی الجاربردی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) [illegible] "السراج الوہاج" کے نام سے جو منہاج کی شرح تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

۵۔ النکت علی جمع الجوامع۔[1]

عبدالقادر العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)

ان کا ذکر ان کی تاریخ وفات ۸۸۰ھ کے تحت کیا جائے گا۔

احمد الغزی شافعی (۷۷۰ھ۔۸۲۲ھ)[2]

قرآن کریم کے علاوہ متعدد کتب کے حافظ تھے، حصول علم کی خاطر غزہ سے دمشق اور پھر قدس آکر علماء [illegible] فیض کیا، فقہ و اصول میں خصوصیت کے ساتھ کمال حاصل کیا۔ افتاء، تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیے [illegible] مرتبہ حج کے لئے تشریف لائے مگر آخری مرتبہ مکہ المکرمہ میں مستقل قیام کر لیا تھا جہاں فقہاء کے بھرے ہوئے [illegible] ابن الحاجب کی مختصر الاصلی کا درس دیتے۔ احمد الغزی کئی کتابوں کے مصنف تھے آخری عمر میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی، ڈاکٹر مظہر بقا نے برنستن ۹۴۲ (۲۱۰) کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس [illegible] طرح مذکور ہے : "حاشیۃ علی اوائل البدر الطالع" محمد بن احمد المحلی نے شرح المحلی علی جمع الجوامع کی [illegible] نام "البدر الطالع" رکھا جو شرح المحلی علی جمع الجوامع سے مشہور ہے اس کے اوائل پر حاشیہ لکھا [illegible] آغاز یوں ہوتا ہے : "الحمد للہ الذی انار نہار العلوم..."۔

۲۔ وکتب قطعۃ علی منہاج البیضاوی۔[3]

خواجہ پارسا حنفی (۷۵۶ھ۔۸۲۲ھ)[4]

فقیہ، محدث، اصولی، مفسر تھے فروع و اصول کا علم حاصل کیا معقول و منقول میں کمال حاصل کیا اور حنفی اکابر [illegible] اور اصولی بن گئے۔ صدر الشریعہ عبید اللہ المحبوبی اور دادا تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول الستۃ فی الاصول" تالیف کی۔ الفوائد البہیہ میں مذکور ہے

"وھو کتاب لطیف مشتمل علی الفوائد النفیسۃ"۔

(اور وہ ایک لطیف کتاب ہے جو عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔)[5]

---

[1] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۶۔

[2] ابو نعیم شہاب الدین احمد بن احمد بن عبداللہ بن بدر بن مفرج ابن بدر [illegible] العامری الغزی و مشقی (۱۳۶۸ء/۱۴۱۹ء)۔ غزہ میں ولادت اور مکہ المکرمہ میں وفات پائی۔

[3] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۵۵، ۱۵۶ (۱۰۸)۔

[4] محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری (۱۳۵۵ء/۱۴۱۹ء)، خواجہ پارسا، مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۹، الفوائد البہیہ ص ۱۹۹، الفتح المبین ۳/۲۲۔

عبدالرحمٰن البلقینی شافعی (۷۶۳ھ۔۸۲۴ھ) [1]

مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اصولی، واعظ اور ادیب تھے قاہرہ سے دمشق اور پھر حلب کے سفر کیے۔ کئی مرتبہ منصب قضا پر فائز ہوئے، کئی علوم وفنون پر یادگار تصانیف چھوڑیں، حافظ ابن حجر نے ان کی شان میں فرمایا:

"كان من عجائب الدنيا في سرعة الفهم وجودة الحفظ، وكان من محاسن القاهرة"۔

(وہ سرعت فہم اور حافظہ کی پختگی میں عجائب دنیا میں سے تھے اور وہ قاہرہ کے محاسن میں سے تھے۔)

مؤلفات اصولیہ: "نظم منتهى السول والأمل في علمي الأصول والجدل"۔ [2]

محمد رضی القاسی مالکی (متوفی ۸۲۴ھ)

انہوں نے کتاب "اداء الواجب في تصحيح ابن الحاجب" تالیف کی جو کہ "منتهى السول والأمل" پر حاشیہ ہے۔ [3]

ابراہیم البیجوری شافعی (تقریباً ۷۵۰ھ۔۸۲۵ھ) [4]

فقہ اور اصول میں جید علماء میں سے تھے، انہوں نے علامہ اسنوی، بلقینی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ: بیجوری نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی کیونکہ وہ فتویٰ کی کتابت کو منع کرتے تھے اور بالمشافہ فتویٰ دیتے تھے۔ [5]

ابن العراقی الصغیر شافعی (۷۶۲ھ۔۸۲۶ھ) [6]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور مفسر تھے۔ اپنے والد سے فقہ، اصول اور لغت عربیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اپنے والد کی طرح خود بھی حافظ حجت اور ثقہ مانے جاتے تھے اور ان ہی کی طرح فقہ، اصول، علوم عربیہ وتفسیر میں کمال رکھتے تھے کم عمری میں ہی کئی شیوخ نے افتاء وتدریس کی اجازت دے دی تھی، دیار مصر کے آخری ائمہ شافعیہ میں سے تھے۔ حدیث وفقہ کی کئی مدارس میں تدریس کی، منصب قضاء پر فائز رہے، آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ انہوں نے "نكت على المنهاج الأصلي" تالیف کی اور اس کا نام "التحرير لما في منهاج الأصول من المعقول والمنقول" رکھا۔

---

[1] ابوالفضل عبدالرحمٰن بن عمر بن رسلان بن نصیر صالح جلال الدین الکنانی البلقینی (۷۶۳ھ/۱۳۶۲ء۔۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

[2] کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵۲۹/۵، معجم الاصولیین ۱۸۲/۲ (۳۱۸)۔

[3] ابوحامد محمد رضی الدین بن ۔۔۔۔۔ القاسی المغربی مالکی ہدیۃ العارفین ۱۸۳/۶۔

[4] ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن عیسیٰ بن سلیمان بن سلیم بن فرج بن احمد المصری بیجوری (۱۳۴۹ء تقریباً/۱۴۲۲ء)۔

[5] معجم الاصولیین ۲۲/۱ (۳)۔

[6] ابوزرعہ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الکردی الاصل، ابن العراقی (۱۳۶۰ء/۱۴۲۳ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

اس کا ایک نسخہ الازہریہ میں (۸۶۸) ۳۳۳۱، ۲۲ اصول فقہ کے تحت موجود ہے آغاز یوں ہوتا ہے : "الحمد لله أوضح منهاج الدين لدعاته ...... الخ

اختتام یوں ہوتا ہے : التعبير بها والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

کتاب "المنہاج" میں منقول سے جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ان کو بیان کیا اور معقول کے مشتمل ہونے میں جو ہوا تھا اس کو تحریر کیا اور ان کی ترجیح اور ان کے علاوہ دوسرے مشہور علماء کی ترجیح میں جو اختلاف تھا اس کو بھی ضبط تحریر کیا۔

۲۔ اپنے والد کی کتاب "النجم الوهاج" جو منہاج کا نظم ہے اس کی شرح لکھی۔

۳۔ جمع الجوامع کی شرح لکھی اور اس کا نام " الغيث الهامع" رکھا اس شرح میں امام زرکشی کی کتاب "تشنيف المسامع" کا اختصار کیا گیا ہے اور اس میں زیادہ تر الفاظ کے حل اور عبارت کی توضیح پیش کی گئی ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : اما بعد حمد الله ... فهذا تعليق وجيز على جمع الجوامع... ڈکتور مظہر بقا نے کہا کہ جامعہ ام القری میں ۱۴۱۰ھ میں اس پر دکتوراہ کے لئے رجسٹریشن کی گئی تھی۔ الکشاف کے مطابق اس کا مخطوطہ بغداد کے مکتبہ میں موجود ہے۔

۴۔ رسالة في الحكم بالصحة والحكم بالموجب . دار الکتب المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ زرکلی نے کہا :

ان " نكت منهاج البيضاوى" في الاصول "والتحرير" في اصول الفقه ، لعبد الرحيم بن الحسين العراقي. وهذا خطا من جهتين، الاولى أن " النكت" و " التحرير " كتاب واحد، والثانية انه لابنه احمد بن عبدالرحيم لا لعبد الرحيم ، و عبد الرحيم نظم المنهاج المسمى "النجم الوهاج" الذى شرحه ابنه احمد".[1]

(بلاشبہ عبدالرحیم بن حسین عراقی کی" نکت منهاج البيضاوى في الاصول " اور " التحرير في اصول الفقه " کہنا دو اعتبار سے غلط ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ "النكت " اور "التحرير" دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عبدالرحیم نے "النجم الوهاج" کے نام سے "المنهاج" کا نظم کیا تھا اور پھر ان کے بیٹے احمد بن عبدالرحیم نے اس کی شرح لکھی تھی نہ کہ خود انہوں (عبدالرحیم) نے)

ابو بکر غرناطی مالکی (۷۶۰ھ۔۸۲۹ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور محدث تھے، ابو اسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب الموافقات، شریف التلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ) صاحب مفتاح الاصول وغیرہ سے تعلیم پائی ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے ان کی مندرجہ ذیل تین اصولی مصنفات کا ذکر کیا ہے :

1۔ کشف الظنون ۱/ ۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۵۰/ ۱۲۳، شذرات الذھب ۷/ ۱۷۳، الکشف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، محمد اسعد طلس ص ۱/ ۱۰۵، بغداد مطبعہ العانی ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۳ء۔

2۔ ابو بکر محمد بن محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی الغرناطی (۱۳۵۸ / ۱۴۲۵ء)۔

۱۔ مبع الوصول فی علم الاصول۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ارجوزہ یعنی بحر رجز میں ایک قصیدہ ہے۔

۲۔ مرتقی الوصول۔ یہ کتاب بھی اوزان شعر کے ایک وزن پر لکھی ہوئی شاہکار ہے۔

۳۔ نیل المنی۔ یہ امام شاطبی کی کتاب " الموافقات" کا مختصر ہے۔

ایضاح المکنون اور ھدیۃ العارفین میں کتب کے اسماء اس طرح مذکور ہیں :

(۱) مرتقی الوصول الی الضروری من الاصول الصغری ولہ : الحمد للہ المحیط علمہ الخ .

(۲) مبیج الوصول فی علم الاصول کبری۔[۱]

ابن عبدالدایم البرماوی شافعی (۷۶۳ھ۔۸۳۱ھ)[۲]

فقیہ، اصولی و نحوی تھے۔ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) صاحب البحر المحیط اور سراج البلقینی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، تحصیل علم کی خاطر مکہ، قاہرہ و قدس کا سفر کیا، قدس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ کا نظم تالیف کیا۔

۲۔ "شرح الفیہ" ، یہ دو جلدوں پر محیط الفیہ کی شرح ہے۔

ھدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام اس طرح مذکور ہے : النبذۃ الالفیہ فی الاصول الفقهیہ۔[۳]

کتاب "الالفیہ" کی شرح :

(۱) اسمٰعیل بن ابراہیم المقدسی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) جو البرماوی کے شاگرد تھے انہوں نے " توضیح الالفیہ " کے نام سے "الالفیہ" کی شرح تالیف کی۔[۴]

(۲) محب الدین محمد بن خلیل بن محمد المصری و دمشقی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے شرح نبذۃ الالفیہ فی اصول الفقهیہ البرماوی تالیف کی۔[۵]

ابن محمد الجزری شافعی (۷۵۱ھ۔۸۳۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی " منہاج الوصول " کی شرح لکھی۔[۶]

۱۔ ایضاح المکنون ۴/ ۲۶۵، ھدیۃ العارفین ۶/ ۸۲۹، الفتح المبین ۳/ ۲۵۔

۲۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالدایم بن موسیٰ النعیمی العسقلانی البرماوی (۱۳۶۲ء/ ۱۴۲۸ء) دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۲، الفتح المبین ۳/ ۲۹۔

۴۔ معجم المؤلفین ۱/ ۲۵۴، ۲۵۵ (۱۹۸)۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۱۲۔

۶۔ ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری دمشق میں ولادت ہوئی ھدیۃ العارفین ۶/ ۱۸۷۔

احمد القسیری ابن العجمی حنفی (۷۷۷ھ-۸۴۳ھ)[1]

فقہ، اصول ولغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے، مختلف عہدوں پر فائز رہے، افتاء و تدریس کی خدمات انجام دیں۔
اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[2]

شمس الدین الفناری حنفی (۷۵۱ھ-۸۳۴ھ)[3]

فقیہ، اصولی، منطقی، جدلی، ادیب، مقری اور فرائضی تھے۔ یہ آٹھویں صدی کے اختتام کے دور سے ان گنے چنے لوگوں
سے ایک تھے جن کا ان کے زمانہ میں اس فن میں کوئی مثل نہیں تھا اور شمس الدین فناری تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں
دسترس رکھتے تھے قاہرہ بھی تشریف لائے تھے۔ منصب قضاء پر بھی فائز رہے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔
فوائد البہیہ میں اس طرح مذکور ہے کہ جب انہوں نے ستائیس برس گزرنے کے بعد گوشت (جسم) کو نہیں کھائی ذات پر
الاسود کی میت کو کھول کر دیکھا تو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کو اسی طرح ان کی چارپائی پر پایا جس طرح
دفناتے وقت رکھا گیا تھا۔ تو انہوں نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی "هل صدقت أعمى الله بصرك"۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول البدائع في اصول الشرائع" تالیف کی۔ مکتبہ حلب میں اس کا
مخطوط موجود ہے جس کے مطابق انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقدمات اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا تھا۔ پہلے مقدمہ میں
چار ارکان ہیں اور دوسرے میں دو ارکان "التعارض" اور "الترجیح" ہیں جب کہ خاتمہ الاجتہاد اور اس کے توابع کے بیان
میں ہے۔ اس کتاب میں المنار، البزدوی، تحصول الرازی اور مختصر الرازی وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اوله بعد البسملة
الحمد لله الذى شرع شوارع الشرائع لاحكام احكام الوقائع .... اخره : الى صاحبه الوحي البديع
منه عند الله وصلى الله تعالى على سيدنا محمد واله وصحبه الطيبين الطاهرين .[4]

محمد بن عبد القادر الواسطی شافعی (متوفی ۸۳۸ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منهاج الاصول" کی شرح تالیف کی۔[5]

احمد المہدی الزیدی (۷۷۵ھ-۸۴۰ھ)[6]

وہ علامۃ الوقت اور صاحب التصانیف تھے۔ مذہب اہل بیت میں ان کی کتابوں پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ کئی علوم و فنون
میں مہارت رکھتے تھے، یمن کے ائمہ زیدیہ میں سے تھے۔

1۔ احمد بن محمود بن محمد بن عبد اللہ القسیری ابن العجمی (۱۳۷۵ء/۱۴۳۹ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

2۔ معجم الاصولیین ۱/۲۳۷ (۱۸۰)۔ 3۔ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری (۱۳۵۰ء/۱۴۳۱ء)۔

4۔ ہدیۃ العارفین ۹/۱۸۸، الفوائد البہیہ ۱۶۶، ۱۶۷، الفتح المبین ۳/۳۰، المنتخب من المخطوطات العربیہ فی حلب ص ۱۹۸ (۵۷) دار الفکر
بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔

5۔ نجم الدین محمد بن عبد القادر الواسطی السکاکینی، ایضاح المکنون ۳/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۹۔

6۔ احمد بن یحیٰ بن المرتضیٰ بن المفضل بن منصور الحسنی زمار (یمن) میں ولادت ہوئی (۱۳۷۳ء/۱۴۳۷ء)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "الفصول فی معانی جو هرة الاصول" یا "فائقة الاصول فی ضبط معانی جوهرة الاصول"۔

۲۔ معیار العقول فی علم اصول، اس کتاب کے کئی جگہ نسخے موجود ہیں، ایک نسخہ جامعہ ملک سعود جدہ میں ۵۵۹ کے تحت موجود ہے آغاز یوں ہوتا ہے : الفقه فی اللغة فهم معنی الخطاب الذی فیه غموض، وفی الاصطلاح...

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے : ومن ثم انعکست السالبة سالبه۔

۳۔ "منهاج الوصول الیٰ شرح معیار العقول" یہ ان کی کتاب جس کا مکمل نام مندرجہ ذیل ہے اس کی چھٹی جلد ہے کتاب کا نام یہ ہے : "غایات الأفکار و نهایات الانظار المحیطة بعجائب البحر الذخار الجامع لمذاهب علماء الامصار فی الاعتقادات الدینیة واللطائف الکلامیه والقواعد الاصولیه والسیر النبویه"۔

ابتدا اس طرح ہے : "بعد البسملة والصلاة : کتاب منهاج العقول فی علم الاصول ینبغی قبل الشروع....."

اختتام اس طرح ہے : "ومن ثم ای ومن اجل صدقها کلیة موجبه بعکس النقیض عرفت انعکاس...."

اس کے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں مثلاً دار الکتب مصریہ میں ۲۵۳۹۹ نمبر کے تحت اور جامعہ ملک سعود میں ۱۱۲۹۷ اور ۱۴۳۳ کے تحت موجود ہیں وغیرہ وغیرہ مگر برنستن (جیرت) (۱۲۳۰) ۵۹۱۲ میں جو نسخہ موجود ہے مگر اس کا عنوان یہ ہے : منهاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول۔[1]

محمد شاہ الفناری حنفی (متوفی ۸۴۰ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ متقدم الذکر محمد الفناری کے صاحبزادہ ہیں، اپنے والد سے علم حاصل کیا، مرتبہ کمال کو پہنچا اپنے والد کی زندگی میں ہی "بروسا" میں مدرسہ سلطانیہ میں تدریس کی، پھر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں بھی اپنے والد کی طرح شہرت پائی اور واپس اپنے شہر لوٹ آئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے فصول البدائع فی اصول الشرائع فی الاصول پر حاشیہ لکھا۔[3]

علاء الدین رومی حنفی (۷۵۶ھ۔۸۴۱ھ)[4]

فقیہ، اصولی، منطقی، ادیب اور صوفی تھے سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ)، شارح منتہی السول والامل ابن حاجب اور سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ) صاحب تلویح سے حصول علم کیا اور پھر تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر مستقل علیحدہ کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا مگر انہوں نے "الاسئله" جو اسئلہ علاء الدین سے مشہور ہے کتاب لکھی جو چھ فصول پر مشتمل تھی اور اس کی چوتھی فصل اصول پر تھی۔ بعد کے آنے والوں میں سے

---

[1] ایضاح المکنون ۴/۱۵۵، ۵۱۶، ھدیۃ العارفین ۵/۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۲۲۶، ۲۲۸(۱۸۹)۔

[2] محمد شاہ محمد الدین بن علی بن یوسف بن محمد بن حمزہ الفناری متوفی ۱۴۳۶ء۔

[3] الفوائد البہیہ ص ۱۸۳، الفتح المبین ۳/۳۱۔

[4] ابو الحسن علاء الدین علی بن مصطفیٰ مصلح الدین موسیٰ بن ابراہیم رومی (۱۳۵۵ء/۱۴۳۷ء)۔

مولی سراج الدین التوقیعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے ان سوالات کے جواب دیئے اسی طرح ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) نے بھی ان کے جوابات دیئے اور سراج الدین کے جوابات اور علاء الدین کے سوالات پر بحث کی اور پھر ان کا تقابلی جائزہ و تجزیہ پیش کیا۔[1]

محمد بن احمد السباطی مالکی (۷۵۶ھ۔۸۴۲ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ توضیح المعقول وتحریر المنقول فی شرح منتھی السول والامل لابن الاحاجب۔

۲۔ مقدمہ فی الاصول۔[3]

محمد بن عمر الخصوصی شافعی (متوفی ۸۴۳ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "ارجوزۃ فی الاصول" تالیف کیا۔[5]

احمد بن حسین الرملی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۴۴ھ)[6]

فقیہ تھے، حصول علم کے لئے مختلف مقامات کے سفر کیے، فقہ میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ قاضی القضاۃ ابن عز نے انہیں افتاء کی اجازت عطا کی۔ افتاء و تدریس سے ایک عرصہ تک وابستہ رہنے کے بعد ترک کر کے طریقہ صوفیہ پر گامزن ہو گئے۔ کئی یادگار کتب تالیف کیں جن میں شرح سنن ابو داؤد و طبقات للشافعیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب[7] ھدیۃ العارفین میں اس طرح ہے: شرح منتھی السول والامل لابن الحاجب۔[8]

۲۔ شرح جمع الجوامع للسبکی تالیف کی اور اس کا نام "لمع اللوامع" رکھا دیباچہ کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے "الحمد للہ الذی جمع جوامع العلم مختصر ا" الخ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ نمبر ۲۰۱۵ کے تحت اور دوسرا یکی جامع (ترخان) میں ۹۲ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۳۔ شرح منھاج البیضاوی تالیف کی اور اس کا نام "نھایۃ السول" رکھا۔ اتفاق سے علامہ اسنوی نے منھاج کی جو شرح لکھی تھی اس کا نام بھی نھایۃ السول تھا۔ الحمد کے بعد آغاز یوں ہوا ہے: "اما بعد فان اولی ما صرفت الھمم الی تمہیدہ" اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے: "سواء اراد الاغتسال فیہ ام لا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم" اس کا ایک نسخہ مکتبہ ملکیہ برلن میں ۴۳۸۳ کے تحت موجود ہے۔[9]

---

[1] کشف الظنون ۱/۱۹۱، الفتح المبین ۳/۳۲۔
[2] ابو یوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم مقدم السباطی القاسی المغربی
[3] ھدیۃ العارفین ۲/۱۹۲۔
[4] اثیر الدین محمد بن عمر بن محمد ابوبکر بن محمد الخصوصی ثم القاھری۔
[5] ھدیۃ العارفین ۲/۱۹۴۔
[6] ابن رسلان، ابو العباس شہاب الدین احمد بن حسین بن حسن بن علی بن یوسف بن علی بن محمد الرملی المقدسی (۱۳۷۱ء/۱۴۴۰ء)۔
[7] کشف الظنون ۲/۱۸۵۶۔
[8] ھدیۃ العارفین ۵/۱۲۹۔
[9] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ۲/۱۸۵۶، ۱۸۷۹، ایضاح المکنون ۳/۵۸۹، ھدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، معجم الاصولیین ۱/۱۱۱-۱۱۲ (۷۷)۔

احمد الکلی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ)[1]

فقہ، اصول، فرائض، نحو وصرف وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے افتاء وتدریس کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : ہمیں اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہوسکا۔[2]

ابن عمار مالکی (۷۶۷ھ۔۸۴۴ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زوال المانع عن شرح جمع الجوامع للسبكي.

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب.

۳۔ الاحكام في شرح غريب عمدة الاحكام.

شاید آخری الذکر کتاب ابن صائغ شافعی (متوفی ۷۷۶ھ) کی کتاب "العمدة فی اصول الفقه" کی شرح ہو۔[4]

ابن الصیرفی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "كتاب الوصول الى ما وقع فى الرافعي من الاصول" تالیف کی یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔[6]

ابن زاغو التلمسانی مالکی (۷۸۲ھ۔۸۴۵ھ)[7]

فقیہ، مفسر، نحوی، فرائضی، اصولی، متصوف اور محدث تھے۔ شریف تلمسانی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں مختصر ابن الحاجب کے کچھ بعض حصہ کی شرح لکھی۔[8]

شہاب الدین دولت آبادی حنفی (متوفی ۸۴۹ھ)[9]

علوم عقلیہ ونقلیہ میں نابغہ روزگار تھے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی انہیں چاندی کی کرسی پر بیٹھا کر عزت افزائی کرتا تھا۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح تعلیقہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

۱۔ احمد بن صالح، شہاب الدین، ابو العباس الکلی شافعی متوفی ۱۴۴۰ھ۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۰ (۹۳)۔

۳۔ ابو یاسر شمس الدین محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری ابن النجار۔

۴۔ ایضاح المکنون ۲/۷۱۲، ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۴۔

۵۔ علاء الدین علی بن عثمان بن عمر، ابن الصیرفی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۳۲۔

۷۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عبد الرحمن (۱۳۸۰ء/۱۴۳۱ء) ابن زاغو التلمسانی۔

۸۔ الفتح المبین ۳/۳۳، معجم الاصولیین ۱/۲۱۵، ۲۱۶ (۱۶۰)۔

۹۔ احمد بن ابو القاسم عمر الزوالی، دولت آبادی، شہاب الدین بن شمس الدین الہندی متوفی ۱۴۴۵ء، ہند میں ولادت ووفات ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح اصول البزدوی" تالیف کی اس کتاب کو شیخ نعیم اللہ دھلوی کے لئے تالیف کیا تھا۔ اس کا ایک خطی نسخہ شیخ عبدالکلام آزاد کے پاس تھا اور اب شاید وہ مکتبہ آزاد گڑھ ہند میں ہو۔[1]

صلاح بن علی المہدی زیدی (متوفی ۸۴۹ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "النجم الثاقب في شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[3]

ابراہیم القباقبی شافعی (متوفی ۸۵۰ھ تقریبا)[4]

انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں جو نحو، معانی و بیان وحدیث وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی۔

۲۔ العقد المنضد في شروط حمل المطلق علی المقید۔[5]

یوسف بن عبدالملک قرسنان حنفی (متوفی ۸۵۲ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "زین المنار في شرح منار الانوار للنسفي في الاصول" تالیف کی۔[7]

احمد بن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)[8]

کئی فنون اور خاص کر فن حدیث پر معظم کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ .... امام الشوکانی نے فرمایا : " له مؤلفات في الفقه واصوله۔"

امام سخاوی نے فرمایا :

"زادت تصانيفه التي معظمها في فنون الحديث، وفيها من فنون الادب والفقه والاصلين وغير ذلك على مائة وخمسين تصنيف"۔[9]

(ان کی بہت سی مؤلفات ہیں جو زیادہ تر علم حدیث میں اور ان میں سے بعض ادب، فقہ اور اصلین وغیرہ پر ہیں ان کی ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں ہیں۔)

۱۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۶۷ اس میں تاریخ وفات ۸۴۸ھ مذکور ہے۔ معجم المؤلفین ۴/۳۰۹، معجم الاصولیین ۱/۱۸۱ (۱۳۱) ۲/۱۳۵ (۳۷۰)۔

۲۔ صلاح بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن جعفر الیمنی الصنعانی زیدی المہدی۔ ۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۲۸۔

۴۔ ابراہیم بن محمد بن خلیل بن ابوبکر، برھان الدین القباقبی حلبی (متوفی ۱۴۴۶ء تقریبا)۔

۵۔ کشف الظنون ۱/۲۰۵۹۲/۱۱۵۳، معجم الاصولیین ۱/۵۶ (۳۹)۔ ۶۔ یوسف بن عبدالملک الرومی۔

۷۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۶۰۔

۸۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد العسقلانی (۱۳۷۲/۱۴۴۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

۹۔ معجم الاصولیین ۱/۱۷۷، ۱۷۸ (۱۲۸)۔

...کمال المقدسی شافعی (۸۲۷ھ یا ۸۳۷ھ-۸۵۲ھ)[1]

...شمس الدین البرماوی اصولی (متوفی ۸۳۱ھ) صاحب نظم الفیه فی الاصول وغیرہ سے تعلیم حاصل کی یہاں ...نحو وادب اور اصول وغیرہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

...تالیفات اصولیہ : اپنے شیخ شمس الدین البرماوی کی کتاب (منظوم) الفیة فی اصول الفقه کی توضیح کی۔

...سخاوی نے کہا: " وهو توضيح حسن " (اور وہ ایک عمدہ توضیح ہے)۔[2]

...خضر شاہ المنتوری (متوفی ۸۵۳ھ)[3]

...متکلم حکیم اور اصولی تھے۔ آپ کی تصنیف زیادہ تر حواشی وتعلیقات کی صورت میں ہیں۔

...تالیفات اصولیہ : اصول فقہ میں بھی آپ نے تعلیقه لکھی جو سعد الدین التفتازانی کی تلویح پر ہے۔[4]

...ابن الضیاء حنفی (۷۸۹ھ-۸۵۴ھ)[5]

...مکہ و حرم میں مختلف فنون کے ماہر اساتذہ سے علم حاصل کیا، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم اپنے والد اور شمس الدین ...شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) وغیرہ سے حاصل کی بیت المقدس بھی گئے۔ مکہ میں منصب قضاء کے فرائض انجام دیئے، ...نے ساتھ ہی کتابیں تصنیف کیں۔

...تالیفات اصولیہ : انہوں نے "شرح اصول البزدوی" تالیف کی اور وہ قیاس تک اس کی شرح کر سکے تھے، ...المؤلفین میں اس طرح مذکور ہے: "شافی فی اختیار الکافی من الاصول البزدوی"۔[6]

...ابن الاهدل شافعی (۷۷۹ھ-۸۵۵ھ)[7]

...فقیہ، اصولی، متکلم، محدث اور مورخ تھے۔ ابو اسحاق الشیرازی کی " اللمع " فی اصول الفقه کی تعلیم ا...ر... ...الدین عبداللہ بن محمد الشرعی سے حاصل کی، اجلہ علماء سے استفادہ کیا۔

...تالیفات اصولیہ : السخاوی نے الضوء اللامع میں لکھا ہے:

" وقد وقفت له على مؤلف في الاصول دال على فضله وتبحره"۔

(اور میں ان کی اصول میں مؤلفات سے واقف ہوں جو ان کے علم وفضل اور علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔)[8]

---

1. ...اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بن شرف المقدسی، ابن شرف ابو الفداء اسماعیل بن (شرف) ابراہیم بن (علی بن شرف) محمد بن علی ...المقدسی بن شرف۔ (۱۳۸۰ء، ۱۴۴۸ء) بیت المقدس میں ولادت ہوئی۔
2. ...معجم المؤلفین ۲/۲۵۴، ۲۵۵ (۱۹۸)۔
3. خضر شاہ بن عبداللطیف المنتوری متوفی ۱۴۴۹ء۔
4. ...کشف الظنون ۱/۴۹۷، ہدیۃ العارفین ۵/۳۴۶، معجم الاصولیین ۲/۸۸ (۳۲۳)۔
5. ...احمد بن محمد بن محمد بن سعید بن محمد بن عمر بن یوسف بن علی بن اسماعیل البہاء بن الشہاب بن الضیاء بن العز العمری الصاغانی الاصلی۔ ...(۱۳۸۷ء/۱۴۵۰ء) مکہ میں ولادت ووفات ہوئی۔
6. ...کشف الظنون ۱/۱۱۲، ۱۱۳، ہدیۃ العارفین ۱/۱۹۷، الفتح المبین ۳/۳۳۔
7. بدر الدین حسین بن عبدالرحمن بن محمد بن علی بن ابو بکر ...الاهدل الحسینی، ابن الاهدل (۱۳۷۷ء/۱۴۵۱ء)۔
8. معجم الاصولیین ۲/۶۶، ۶۷ (۳۰۰)۔

ابو بکر السیوطی شافعی (۸۰۴ھ۔۸۵۵ھ)[1]

فقہ اصول، کلام نحو معانی اور منطق وغیرہ کی تعلیم علامہ قایاتی سے قاہرہ میں حاصل کی۔ شیخ عز الدین القدسی اور ابن حجر بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ قاضی مکہ برھان الدین بن ظہیرہ اور قاضی مالکیہ محی الدین ... کے شاگردوں میں سے تھے۔ سیوطی خود بھی نائب قاضی رہے، افتاء و تدریس کی خدمات انجام دیں، کئی کتابیں تصنیف ...

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح العضد فی الاصول تالیف کیا عضد الدین الایجی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ) نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اس پر ابوبکر السیوطی نے یہ حاشیہ تحریر کیا تھا۔[2]

محب الدین النویری (متوفی ۸۵۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "بغیۃ الراغب شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔[4]

محمد بن محمود الحسینی حنفی (۸۵۷ھ بعدہ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التبیان فی شرح المنار للنسفی " تالیف کی۔ انہوں نے ۸۵۷ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔[6]

مولانا زادہ حنفی (متوفی ۸۵۹ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابن ساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی کتاب " بدیع النظام " پر حاشیہ تحریر کیا۔[8]

علی بن یوسف الغزولی شافعی (متوفی ۸۶۰ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ایجاز اللامع علی جمع الجوامع للسبکی" تالیف کی۔[10]

زین الدین ابن نجیم (متوفی ۸۶۱ھ یا ۹۷۰ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ کا تعارف تاریخ وفات ۹۷۰ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

ابن الہمام حنفی (۷۹۰ھ۔۸۶۱ھ)[11]

فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے، اعلیٰ تعلیم حاصل کی منقول و معقول میں کمال حاصل کیا۔ فقہ، اصول فقہ، اصول دین، تفسیر، حدیث، منطق، بیان، نحو، صرف، تصوف و ادب وغیرہ میں حجت تسلیم کیے گئے۔ قاضی القضاۃ جمال الدین ...

---

[1] ابو المناقب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الخضیری السیوطی (۸۰۲ھ/۱۴۰۱ء) سیوط میں ولادت ہوئی۔

[2] معجم الاصولیین ۲/۹۰۸ (۲۳۸)۔

[3] محب الدین محمد بن احمد حنفی محمد النویری الخطیب المکی۔

[4] ایضاح المکنون ۳/۱۸۷۔

[5] محمد بن محمود بن الحسین الحسینی حنفی۔

[6] ھدیۃ العارفین ۲/۲۰۰۔

[7] محب الدین محمد بن محمد مولانا زادہ۔

[8] ھدیۃ العارفین ۱/۸۱۔

[9] علی بن یوسف بن احمد المصری، الغزولی شافعی۔

[10] ایضاح المکنون ۳/۱۵۲، ھدیۃ العارفین ۵/۳۳۷۔

[11] محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود بن حمید الدین بن سعد الدین، ابن الہمام (۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء) مصر میں وفات پائی۔

اخی القضاۃ بدرالدین عینی حنفی اور عزبن عبدالسلام وغیرہ سے تحصیل علم کیا قاضی القضاۃ بدرالدین عراقی مالکی اور زین الدین بن قطلوبغا حنفی آپ کے شاگرد تھے۔ قاہرہ، اسکندریہ، حلب وقدس کے علمی سفر کئے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انھوں نے کتاب "التحریر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[1]

کتاب "التحریر" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب "التحریر فی اصول الفقہ الجامع بین اصطلاحی الحنفیۃ والشافعیۃ" متکلمین اور احناف کے اقوال پر مشتمل ایک جامع اور معروف کتاب ہے اسی لئے یہ کتاب جامعہ ازھر کے کلیہ شریعہ میں شامل نصاب رہی مصطفیٰ البابی الحلبی مصر سے ۱۳۵۱ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی، اس کتاب کی وجہ تالیف کو مصنف خود ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں :

"(وبعد) : فانی لما ، ان صرفت طائفۃ من العمر للنظر فی طریقی الحنفیۃ والشافعیۃ فی الاصول خطر لی ان اکتب کتاباً مفصحاً عن الاصطلاحین ، بحیث یطیر من اتقنہ الیھما بجناحین، اذ کان من علمتہ افاض فی ھذا المقصد لم یوضحھما حق الایضاح، ولم یناد مرتادھما ببیانہ الیھما بحی علی الفلاح ، فشرعت فی ھذا الغرض ضاماً الیہ ما ینقدح لی من بحث وتحریر، فظھر لی بعد قلیل انہ سفر، وعرفت من اھل العصر انصراف ھممھم فی غیر الفقہ الی المختصرات، واعراضھم عن الکتب المطولات، فعدلت الی مختصر متضمن ان شاء اللہ تعالیٰ الغرضین ، واف بفضل اللہ سبحانہ بتحقیق متعلق العزمین ، غیر انہ مفتقر الی الجواد الوھاب تعالیٰ ان یقرنہ بقبول الفئدۃ العباد"[2]

(جب میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ حنفی اور شافعی طریقوں کے اصول میں تامل کرتے میں گزارا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں ایک کتاب لکھوں جو دونوں طریقوں کی واضح اصطلاحات پر ہو اس طرح کہ جو اس کو پڑھ لے وہ ان دونوں تک بازوؤں سے اڑ کر پہنچ سکے ہر وہ شخص جس نے بھی اس پر لکھنے کا قصد کیا تو وہ ان دونوں کی توضیح کا حق ادا نہیں کر سکا اور نہ ہی اس کی آواز پر لبیک کہہ کر متوجہ ہوئے تو میں نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کام کا آغاز کیا جو میرے ذہن میں تنقیح کی غرض سے آئیں مجھ پر کچھ وقت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ یہ کام ایک مجلد میں ہو جائے گا میں نے اہل زمانہ کے ارادوں کو علم فقہ کے علاوہ دوسرے علوم کی مختصرات کی طرف مائل پایا اور مطول کتب سے بچتے دیکھا تو میں نے ایک مختصر لکھنے کا ارادہ کیا جو دونوں غرضوں کو پورا کرنے والا ہو۔)

کتاب التحریر کا منہج :

اس کتاب کا اسلوب مشکل ہے اور جگہ جگہ مفہوم میں پیچیدگی نظر آتی ہے شیخ محمد خضری نے طریقہ متاخرین کی کتب پر تبصرہ کے دوران اس کتاب سے متعلق فرمایا کہ :

---

[1] الفتح المبین ۳/۳۶، ۳۹۔

[2] التحریر فی اصول الفقہ ، ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، ص ۲ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ۔

" وهذه الكتب التي عنيت بان تجمع كل شئي استعملت الايجاز في عباراتها حتى خرجت الى حد الالغاز والا عجاز وتكاد لا تكون عربية المبنى ، واد خلها في ذلك كتاب التحرير لابن الهمام لانك اذا جردته من شروحه وحاولت ان تفهم مراد قائله فكانما تحاول فتح المعميات، ومن الغريب انك اذا قرات قبل ان تنظر فيه شروح ابن الحاجب ثم عدت اليه وجدته قد اخذ عباراتهم فادمجها ادماجا و ادخل بوزنها . حتى اضطربت العبارت واستغلقت"۔[1]

(اور یہ کتابیں جن میں ہر چیز جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کی عبارتوں میں اس حد تک ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے کہ یہ کتابیں چیستان بن کر رہ گئی ہیں ایجاز نویسی میں غلو کی وجہ سے قریب تھا کہ یہ کتابیں عربی زبان کے دائرہ سے خارج ہو جاتیں اس میں سب سے بڑھی ہوئی ابن ہمام کی کتاب "التحریر" ہے اگر آپ اس کتاب کو اس کی شرحوں سے الگ کر دیں اور مصنف کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ معمے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ "التحریر" کا مطالعہ کرنے سے پہلے ابن حاجب کی کتاب کی شرحوں کا مطالعہ کریں پھر آپ "التحریر" کو پڑھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ مصنف نے ابن حاجب کے شارحین کی عبارتیں لے کر انہیں خم کر دیا ہے اور عبارتوں کا توازن اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ عبارت مضطرب اور پیچیدہ ہو گئی ہے۔)

التحریر کی شروح، حواشی واختصار :

(۱) شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن حنفی معروف بہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۹ھ) نے " التقریر والتحبیر" نام سے اس کی شرح لکھی ۔[2]

(۲) زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے "لب الاصول" تالیف کی جو "التحریر" کا اختصار ہے اس بات کا اظہار انہوں نے اپنی ایک دوسری کتاب "فتح الغفار" کے مقدمہ میں کیا ۔[3]

(۳) ابن النجار محمد بن احمد بن عبدالعزیز حنبلی (متوفی ۹۷۲ھ) نے شرح الکوکب المنیر المسمی المختصر التحریر یا المختبر المبتکر شرح المختصر فی اصول الفقه تالیف کی یہ کتاب چار جلدوں میں محمد زحیلی اور نزیہ حماد کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۴) شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔[4]

(۵) عبدالبر بن عبداللہ الاجهوری مصری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔[5]

---

[1] اصول الفقہ، شیخ محمد خضری ص ۱۱۔ [2] الفتح المبین ۳/۴۷۔
[3] الفتح المبین ۳/ ۷۸، فتح الغفار بشرح المنار معروف بمشکاۃ الانوار ۱/ ۲۔
[4] الفتح المبین ۳/ ۸۴۔ [5] ہدیۃ العارفین ۵/ ۴۹۸۔

(۶) ابو عبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے مختصر التحریر لابن الھمام اور شرح مختصر التحریر لابن الھمام بھی تالیف کی۔[1]

(۷) حسن بن علی بن احمد المرابغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے حاشیہ علی التحریر تالیف کیا۔[2]

(۸) احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد البعلی الحلبی الدمشقی حنبلی (متوفی ۱۱۸۹ھ) نے کتاب "الذخر الحریر فی شرح مختصر التحریر" تالیف کی۔[3]

ھ بن اسحاق الشیر ازی (متوفی ۸۶۳ھ)[4]

اصول فقہ کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الابھاج فی شرح المنھاج للبیضاوی" تالیف کی انہوں نے اس کتاب کو عضد الاسلام ابو القاسم سعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔ دار الکتب المصریہ میں ۴۸۲ کے تحت دو اجزاء میں اس کا نسخہ موجود ہے۔[5]

جلال الدین المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)[6]

فقیہ، اصولی، متکلم، نحوی، منطقی اور مفسر تھے۔ منصب قضا کی پیشکش کے باوجود قبول نہیں کیا، مختلف مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) انہوں نے کتاب "البدر الطالع بشرح جمع الجوامع" تالیف کی۔ یہ کتاب شرح المحلی علی جمع الجوامع کے نام سے مشہور ہے۔[7]

اور یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت کے علاوہ بھی کئی جگہوں سے چھپ چکی ہے۔

البدر الطالع پر حاشیہ اور اس سے استفادہ کرنے والے علماء :

۱۔ احمد بن عبداللہ بن بدر الغزی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے "حاشیہ علی اوائل البدر الطالع" لکھا۔[8]

۲۔ شیخ حلولو مالکی (متوفی ۸۹۸ھ) نے "الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع" تالیف کی اور اپنی اس شرح میں البدر الطالع سے بہت استفادہ و نقل کیا۔

(۲) شرح الورقات فی الاصول۔[9]

---

۱ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔ ۲ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸۔ ۳ ایضاح المکنون ۳/۵۳۰، اس میں یہاں تاریخ وفات ۱۱۸۳ھ مذکور ہے جبکہ ۳/۵۹۰ھ اور ۳/۵۹۶ میں ۱۱۸۹ھ ہی مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۸۔

۴ احمد بن اسحاق الشیر ازی متوفی ۱۳۵۹ء ۵ ایضاح المکنون ۳/۵۹۰، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۲، معجم الاصولیین ۱/۹۳(۹۱)۔

۶ جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم المحلی (۱۳۸۹/۱۴۵۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

۷ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔ ۸ معجم الاصولیین ۱/۱۵۵،۱۵۶(۱۰۸)۔

۹ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔

امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی مشہور کتاب الورقات پر کئی شروح وحواشی لکھے گئے علامہ محلی نے ا
کی ایک شرح لکھی۔ یہ شرح اور حاشیہ النفحات علی شرح الورقات لاحمد بن اللطیف الخطیب الج
شافعی، مدرس مسجد الحرام ایک ساتھ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔ عل
النفحات کے مؤلف نے اپنا حاشیہ ۱۳۰۸ھ میں مکمل کرلیا تھا جس کا ذکر انہوں نے اپنے حاشیہ کے اختتام پر کیا ہے۔

ابراہیم التازی (متوفی ۸۶۶ھ)[1]

فقہ و اصول میں کامل بصیرت رکھتے حصول علم کے لئے مشرق، مکہ و مدینہ کے سفر کئے، علوم قرآن کے ما
حدیث کے حافظ، اصول دین میں معرفت تامہ رکھنے والے، پایہ کے بزرگ ہستی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی تالیف
ہمیں علم نہیں ہوسکا۔[2]

بدرالدین مالکی (متوفی ۸۷۰ھ)[3]

فقیہ، بلیغ اور اصولی تھے۔ اپنے والد ابوالقاسم النویری، بدر النسی اور شمنی وغیرہ سے فقہ و اصلین کی تعلیم حا
کی ابن الھمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر کے بھی شاگرد رہے، افتاء، تدریس اور اسکندریہ میں قاضی کے
طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کو کئی مقامات پر لکھا تھا۔[4]

اسماعیل ابن معلٰی شافعی (۸۲۸ھ - ۸۷۱ھ بعدہ)[5]

فقیہ، نحوی، صرفی، اصولی، کلامی اور منطقی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور کئی حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "اللیث العابس فی صدمات المجالس فی اصول الفقہ" تالیف کی
وہ اس کتاب کی تالیف سے ۸۷۱ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی موجودگی
نشاندہی کی ہے دارالکتب المصریہ میں بھی ۲۵۰، اور ۲۹۲ کے تحت اس کے نسخے موجود ہیں اور ہدیۃ العارفین میں ہے کہ
انہوں نے "فروق الاصول" نامی کتاب بھی تالیف کی۔[6]

وجیہ الدین الارزنجانی حنفی (۸۷۱ھ بعدہ)[7]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔[8]

---

[1] ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن علی ابو سالم التازی متوفی ۱۳۶۱ء۔ [2] معجم الاصولیین ۱/۶۱ (۳۳)۔
[3] ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یحییٰ بن محمد، بدرالدین بن الخطط متوفی ۱۳۶۵ غالباً مصر میں وفات پائی۔ [4] الفتح المبین ۳/۸۰
[5] اسماعیل بن علی بن حسن بن ہلال بن معلٰی الجد الصعیدی الاصل، (۱۴۳۳ھ/۱۴۶۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔
[6] ہدیۃ العارفین ۱/۲۱۲ اس میں تاریخ وفات ۸۸۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/۱۳۲ اس میں تاریخ وفات ۸۷۰ھ مذکور ہے بحوالہ معجم الاصولیین
۱/۲۶۳ (۲۰۸)۔
[7] وجیہ الدین عمر بن عبدالمحسن الارزنجانی حنفی۔ [8] ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔

احمد الشمنی حنفی (۸۰۱ھ۔۸۷۲ھ)[1]

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے۔ ابتداء میں مالکی مسلک کے پیروکار تھے پھر حنفی بن گئے۔ آخری عمر میں جامع الفنون ہو گئے تھے اور تمام مذاہب کے تلامذہ ان سے مستفید ہوتے تھے، کئی علوم وفنون پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[2]

ابن عبدالوہاب المقدسی شافعی (متوفی ۸۷۳ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الارشاد فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[4]

کمال الدین امام الکاملیہ شافعی (متوفی ۸۷۴ھ)[5]

فقیہ اور اصولی تھے۔ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی منهاج الوصول الی علم الاصول (مطول)۔

۲۔ شرح علی منهاج الوصول الی علم الاصول (مختصر)۔

المراغی نے لکھا : "وقد انتفع بهما الناس" (اور ان دونوں شروح سے لوگوں نے خوب استفادہ کیا)۔

۳۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب۔

۴۔ شرح علی الورقات فی الاصول۔[6]

عبدالکریم رومی حنفی (متوفی ۸۷۰ھ)[7]

روم میں قضاۃ الجیش میں تھے سلطان مراد خان عثمان کے امراء میں سے تھے، تدریس کی، مدیر اور قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ھدیۃ العارفین میں ہے : انہوں نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ الفوائد البهیہ کے مطابق "حاشیہ علی التلویح"، کشف الظنون کے مطابق "تعلیقہ علی التلویح" اور شقائق النعمانیہ کے مطابق "حواش علی اوائل التلویح" تالیف کیے۔[8]

۱۔ ابوالعباس تقی الدین، احمد بن محمد بن محمد بن حسن بن علی بن یحییٰ بن محمد بن خلف اللہ التمیمی الداری القسطنطینی الاصل الشمنی (۱۳۹۹ء/۱۴۶۸ء)۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۸(۱۷۱)۔

۳۔ ابو مساعد محمد بن عبدالوہاب بن خلیل المقدسی شافعی۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۲۹، ھدیۃ العارفین ۲/۲۰۵۔

۵۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن، امام الکاملیہ متوفی ۱۳۶۹ء۔

۶۔ ھدیۃ العارفین ۲/۲۰۶، اور ۵۳۶، الفتح المبین ۳/۴۳۔

۷۔ عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی متوفی ۱۴۶۹ء۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، اس میں تاریخ وفات ۹۰۰ھ تقریباً مذکور ہے، ھدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، الفوائد البهیہ ص ۱۰۱، معجم الاصولیین ۲/۱۶۲(۲۵۷)۔

ابوالعباس الیزلیطنی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور محقق تھے، زلیطن سے قیروان اور پھر تونس آ کر تعلیم مکمل کی، ابو حفص محمد القلشانی تونسی فقیہ مالکی (متوفی ۸۴۷ھ) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی طرابلس میں قاضی رہے۔[2]

مؤلفات اصولیہ :

(۱) **شرح الاشارات للباجي** [3]: المراغی نے لکھا : "و(شرح) الارشادات للباجي في الاصول" (انہوں نے اصول میں باجی کی کتاب الارشادات کی شرح لکھی) حالانکہ باجی کی اصول فقہ پر اس نام سے کسی تصنیف کا ہمیں کہیں پتہ نہیں چل سکا، امید ہے کہ کاتب کی غلطی سے الاشارات کے بجائے الارشادات تحریر ہو گیا ہوگا۔

(۲) **شرح تنقيح الفصول للقرافي** [4]: المراغی نے صرف "وشرح التنقيح" لکھا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ کون سی تنقیح ہے۔ حدیۃ العارفین میں اس کا نام "شرح تلقيح الفصول للقرافي في الاصول" مذکور ہے شاید کاتب کی غلطی سے "تنقيح" سے "تلقيح" بن گیا ہو کیونکہ قرافی نے اصول فقہ میں تلقیح کے نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ مظہر بقا نے اس کا نام "التوضيح في شرح التنقيح للقرافي" ذکر کیا ہے، اور یہ شرح اپنی اصل کتاب "التنقيح" کے ساتھ ۱۳۲۸ھ میں تونس سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) **شرح جمع الجوامع الصغير** [5]: اس کتاب کا پورا نام "الضياء اللامع في شرح جمع الجوامع" ہے اور یہ شرح جامعہ امام محمد بن مسعود اسلامیہ ریاض سے ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے اور نیز ۱۳۲۷ھ میں فاس سے نشر البنود علی مراقی السعود کے حاشیہ پر بھی چھپ چکی ہے۔

(۴) **شرح جمع الجوامع الكبير**: اس کتاب کا پورا نام "البدر الطالع في حل الفاظ جمع الجوامع" ہے۔[6] مخلوف نے شجرۃ النور الزکیہ میں لکھا : "ان له شرحين علي اصول ابن السبكي دون تفصيل"۔[7]

کتاب "الضياء اللامع شرح جمع الجوامع في اصول الفقه" کا تحقیقی تجزیہ :

بسملہ حمد و صلاۃ کے بعد شیخ الیزلیطنی معروف بہ حلولو، اس کتاب کی تالیف کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

"وبعد فقد سالني من ادام الله عزه وبركه، ونور الله بالعلم بصيرتي وبصيرته أن اضع مختصرا علي جمع الجوامع للشيخ الامام العالم العلامة : تاج الدين عبدالوهاب ابن الشيخ الامام تقي الدين السبكي. رحمهما الله تعالي ورضي عنهما . مبينا لكلامه بما يناسب من الامثلة ومتمما لفائدته

---

[1] ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزلیطنی (الزلیطنی) القروی المغربی حلولو القروی متوفی ۸۷۰ء، کشف الظنون ۱/۵۹۶، اور حدیۃ العارفین ۵/۱۰۴ دونوں میں "حلولو" آیا ہے جو درست نہیں ہے۔ طرابلس میں ولادت اور تونس میں انتقال فرمایا۔

[2] الفتح المبین ۳/۴۴۔ [3] حوالہ سابق۔ [4] کشف الظنون ۱/۴۹۹ حدیۃ العارفین ۵/۱۳۶۔

[5] اس کا ایک نسخہ مصر کتبۃ الازہریہ میں موجود ہے جس کا ذکر فہرست اصول فقہ ۲/۳ میں کیا گیا ہے اور حرف الضاد میں (۴۲) ۱۳۵۸ کے تحت لکھا ہے۔

[6] اس کا ایک خطی نسخہ مکتبۃ الحسن الثانی رباط میں ۲۳۶۵ نمبر کے تحت موجود ہے۔

[7] الشجرۃ النور الزکیہ مخلوف ص ۲۵۹ بحوالہ تحقیقی مقدمہ علی الضیاء اللامع عبدالکریم بن علی ص ۴۹۔

باوضح عبارة، رجاء النفع بذلك فاجبت . بعد الاستخارة . دعوته فيما سالني واسعفت رغبته فيما كلفني لما رجوت لي وله من حصول الثواب وحسن الماب"[1]

(وبعد: مجھ سے کچھ لوگوں نے "اللہ ان کی عزت اور برکت کو ہمیشہ قائم رکھے اور علم کے نور سے میری اور ان کی بصیرت روشن کردے" استدعا کی کہ میں شیخ امام، عالم، علامہ تاج الدین عبدالوہاب ابن الشیخ امام تقی الدین ابن سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہما کی جمع الجوامع پر ایک مختصر لکھوں جو ان کے کلام پر مناسب امثلہ پر حق ہو اور عبارت کی ایسی تعبیر و تشریح لئے ہوئے ہو جو اس کے فائدہ کو احسن طریقہ سے ظاہر کردینے کی صلاحیت سے مالا مال ہو تو میں نے استخارہ کرنے کے بعد اللہ سے نفع کی امید کرتے ہوئے ان کی درخواست قبول کی اور ان کی اس ضرورت کو پورا کیا جس کی مجھ سے امید لگائی گئی تھی اور یہ کتاب ان کے لئے حصول ثواب اور بہتر انجام کا باعث ہوگی)

جب کہ محقق عبدالکریم النملہ نے اس کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا ہے :

"ولكن الظاهر لي، والله اعلم : انه لما رأى انصراف بعض الباحثين عن " الشرح الكبير" وهو "البدر الطالع في حل الفاظ جمع الجوامع" حيث انه اطال فيه الكلام واكثر النقول فيه عن العلماء مما جعل الكتاب يخرج عما الفه من أجله وهو بيان جمع الجوامع اراد أن يعصر القراء والطلاب بما يبين لهم كتاب جمع الجوامع فالف هذا الكتاب وهو " الضياء اللامع" فصار هذا الكتاب هنا اكثر مما فائدة من الشرح الكبير. ممايدل ذلك انه احيانا يقول مانصه :

"وقد نقلت كلامه بقصد كلام بعض العلماء، في الشرح الكبير"[2]

حقیقت حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن مجھے اس کتاب کی تالیف کی یہ وجہ نظر آتی ہے کہ جب انہوں نے باحثین کو ان کی "الشرح الکبیر" جس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع ہے سے منہ موڑتے دیکھا کیونکہ طویل کلام اور علماء سے کثرت نقول کے باعث کتاب جس مقصد کے لئے لکھی گئی تھی وہ اسے پورا نہیں کر پا رہی تھی اور یہ بات واضح ہے کہ اس کی تالیف کا مقصد جمع الجوامع کی تشریح تھا۔ تو انہوں نے چاہا کہ قارئین اور طالبین کو اس بحث تک محدود کردیں جسے جمع الجوامع میں ان کے لئے بیان کیا گیا تھا۔)

الضیاء اللامع کی تالیف کا زمانہ :

صاحب کتاب نے اس کا زمانہ تالیف نہیں بتایا مگر غور وفکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو " البدر الطالع في حل الفاظ جمع الجوامع" کے بعد تالیف کیا ہوگا کیونکہ الضیاء اللامع کی پہلی جلد میں انہوں نے دو مقامات میں البدر الطالع سے نقل کیا ہے۔ پہلی جگہ تو فقہ کی تعریف ہے اور دوسری جگہ "مسالة جائز الترک هل هو واجب ام لا (مسئلہ جائز کا ترک واجب ہے یا نہیں) ہے[3]۔ اور یہ بھی واضح طور پر نظر آتا ہے کہ اس کو شرح تنقیح الوصول سے پہلے تالیف کیا ہوگا۔[4]

---

[1] الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ، شیخ حلولو، تحقیق عبدالکریم بن علی بن محمد النملہ ۱/۱۱۳ ریاض جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۴۱۹ھ۔

[2] تحقیق مقدمہ علی الضیاء اللامع عبدالکریم بن علی ص ۶۸۔

[3] ایضاً تحقیق مقدمہ ص ۶۹، اور اصلی کتاب ۱۳۸۔

[4] تحقیق مقدمہ ص ۶۹۔

کتاب "الضیاء اللامع" کے مصادر :

شیخ حلولو نے سابقین کی ان کتب اصولیہ وغیر اصولیہ سے بہت استفادہ کیا جو مختلف مذاہب میں مصادر ومراجع کی حیثیت رکھتی تھیں مگر وہ شاذ ونادر ہی کسی کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں صرف ان سے علم نقل کرتے ہیں اور صرف اس غرض کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ " قال الابیاری" (ابیاری نے کہا) یا " قال القرافی "(قرافی نے کہا) یا "ذکرہ الرازی" (رازی نے اسے ذکر کیا) محقق عبدالکریم النملہ نے ان مقامات اور کتب کی تعیین کی ہے اور بتایا ہے کہ حلولو نے اس شرح میں کن حضرات کی کن کتب سے مستفید ہوئے۔ محقق کے مطابق انہوں نے جلد اول میں مندرجہ ذیل کتب سے نقل کیا ہوگا اور انہوں نے ساتھ ہی ان مقامات کی بھی نشاندہی کی ہے جہاں پر حلولو نے نقل کیا لیکن ہم صرف کتب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے اختصار کے ساتھ صرف کتابوں کے اسماء اور مؤلفین کے ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے جن سے انہوں نے نقل کیا ہے :

۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول لابی الولید الباجی. مطبوع

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام لسیف الدین آمدی . مطبوع

۳۔ البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع لحلولو یہ شارح کی کتاب ہے، مخطوطہ ہے اس کا نام " الشرح الکبیر " ہے۔

۴۔ البرھان فی اصول الفقہ للامام الحرمین الجوینی . مطبوع

۵۔ التحقیق والبیان فی شرح البرھان شمس الدین الابیاری . مخطوطہ

۶۔ تشنیف المسامع بجمع الجوامع لبدر الدین الزرکشی. اس کتاب پر موسیٰ فقیہی کی تحقیق موجود ہے۔

۷۔ الشامل فی اصول الدین لامام الحرمین اس کتاب کا کچھ حصہ مطبوع ہے اور باقی مجلدات مخطوط ہیں اور یہ اول وآخر سے نامکمل ہے۔

۸۔ شرح تنقیح الفصول لشہاب الدین القرافی . مطبوع

۹۔ شرح الکافیہ الشافیہ فی النحو لابن مالک النحوی . مطبوع

۱۰۔ شرح المحصول " نفائس الاصول فی شرح المحصول " لشہاب الدین القرافی . مطبوع

۱۱۔ شرح المحلی لجمع الجوامع جلال الدین المحلی . مطبوع

۱۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب للرھونی۔

۱۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب للعزبن عبدالسلام حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ میں اس کا ذکر کیا لیکن محقق مذکور کو یہ کتاب کہیں مل نہیں سکی۔

۱۴۔ شرح مختصر ابن الحاجب لابن الکاتب۔ یہ کتاب بھی محقق مذکور کو کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکی۔

۱۵۔ شرح المعالم فی اصول الفقه لابن التلمسانی ۔ مخطوط
۱۶۔ شرح اللمع فی اصول الفقه لابی اسحاق شیرازی ۔ مطبوع
۱۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض الیحصبی ۔ مطبوع
۱۸۔ الغیث الهامع شرح جمع الجوامع لولی الدین ابن العراقی ۔ مخطوط
۱۹۔ فتح العزیز للرافعی ۔ مطبوع
۲۰۔ القواعد للقرافی وهو الفروق ۔ مطبوع
۲۱۔ القواعد للمقری المالکی ۔ مطبوع
۲۲۔ المحصول فی علم اصول الفقه للامام فخر الدین الرازی ۔ مطبوع
۲۳۔ المحصول فی علم الاصول لابی بکر ابن العربی المالکی ۔ مطبوع
۲۴۔ مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقه ۔ مطبوع
۲۵۔ مختصر الشیخ خلیل ۔ مطبوع
۲۶۔ المدونة للامام مالک بن انس ۔ مطبوع
۲۷۔ المستصفی من علم الاصول لابی حامد الغزالی ۔ مطبوع
۲۸۔ المسوده فی اصول الفقه لآل تیمیه ۔ مطبوع
۲۹۔ المقدمات لابن رشد" الجد" ۔ مطبوع
۳۰۔ المنتقی شرح المؤطا لابی الولید الباجی ۔ مطبوع
۳۱۔ المنتهی فی الاصول لابن الحاجب ۔ مطبوع
۳۲۔ المنهاج فی ترتیب الحجاج لابی الولید الباجی ۔ مطبوع
۳۳۔ الموافقات فی اصول الشریعه لابی اسحاق الشاطبی ۔ مطبوع
۳۴۔ نهایة الوصول فی درایة الاصول لصفی الدین الهندی ۔
۳۵۔ الوجیز فی الفقه الشافعی لابی حامد الغزالی ۔

یہ نام حتی المقدور ہیں اور اصل تعداد ان سے کئی زیادہ ہو سکتی ہے۔[1]

کتاب "الضیاء اللامع" میں مصنف کا منہج

شیخ حلولو نے کہیں بھی صراحت کے ساتھ اپنے منہج کے خدوخال کی تفصیلات کو بیان نہیں کیا، صرف کتاب کا افتتاحیہ میں اشارۃً ذکر کیا ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر ہم ان کے منہج کو مندرجہ ذیل نکات میں مختصراً بیان کر سکتے ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۷۱۔۱۹۱ ملخص۔

(۱) وضع ابواب، فصول، اور مباحث میں وہ اسی نہج پر چلے جس پر امام ابن السبکی، جمع الجوامع میں چلے تھے۔ نیز میں وہ اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات اور زیادہ تر مسائل میں علماء کے اقوال کو بغیر ان کے ادلہ کی طرف لوٹائے بیان کرتے نظر آتے تھے۔ اور شیخ حلولو نے اسی منہج کی پیروی کی ہے۔

(۲) شیخ حلولو جب جمع الجوامع سے ابن السبکی کی کوئی عبارت نقل کرتے ہیں تو وہ کسی ایک خاص موضوع سے متعلق ہوتی ہے اور اگر وہ نص کئی مسائل پر مشتمل ہوتی ہے تو اس کی شرح کرنے سے پہلے "ص" لکھ کر اس کا اشارہ کر دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل کتاب سے ہے، اور جب اس کی شرح کرنا شروع کرتے ہیں تو "ش" لکھ دیتے ہیں تاکہ اصل کتاب اور شرح میں اس امتیازی علامت سے فرق ہو جائے۔

(۳) ہر اصطلاحی تعریف کی شرح سے پہلے اکثر لغوی تعریف بیان کرتے ہیں۔

(۴) ان اصطلاحی تعریفات کو ذکر کرتے ہیں جنہیں ابن السبکی نے بیان نہیں کیا ہوتا۔

(۵) بہت سے مسائل میں محل النزاع تحریر کر دیتے ہیں۔

(۶) اگر ابن سبکی کا کلام ایک موضوع میں کئی مسائل پر مشتمل ہوتا ہے تو وہ اول شرح میں کہتے ہیں: "فی ذلک مسائل الاولی : کذا ...."

(۷) دوسرے علماء کے اقوال کثرت سے نقل کرتے ہیں مگر ان کی تخریج نہیں کرتے۔

(۸) کسی ایک مسئلہ میں ایک ہی عالم کی کئی آراء نقل کر دیتے ہیں۔

(۹) قول کی نسبت اس کے قائل کی طرف بغیر اس کی کتاب کا نام لئے کہ انہوں نے کہاں یہ قول کیا ہے ذکر کر دیتے ہیں۔

(۱۰) قاعدہ اصولیہ کو بیان کرنے کے لئے مسائل فقہیہ کے ساتھ تمثیل پیش کرنے کا شدت سے رجحان رکھتے ہیں۔

(۱۱) اکثر مسائل کے آخر میں تنبیہات لاتے ہیں جس میں وہ "بیان لفظه" اور "بیان مسالہ مرتبطہ" بالمسئلہ جسے ابن سبکی نے ذکر کیا ہوتا اور یہ بھی کہ ابن سبکی نے دوسرے اصولیین کے مقابلہ میں کیا اضافی شے پیش کی اور ابن سبکی کا ان کے بعض کلام میں اضطراب وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔

(۱۲) اگر کسی مسئلہ میں لفظی اختلاف ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔

(۱۳) اپنے مذہب (مالکی) کے علماء سے نقول فقہیہ کو کثرت سے لاتے ہیں۔

(۱۴) کبھی کبھار ابن سبکی کے ذکر کردہ بعض اقوال سے بلا دلیل استدلال کر جاتے ہیں۔

(۱۵) بعض مواقع پر ابن سبکی یا کسی اور کے کلام کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کلام میں نظر ہے لیکن اس میں وجہ نظر نہیں بیان کرتے۔

(۱۶) جب ابن رشد بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد ابن رشد جد، صاحب المقدمات ہوتے ہیں۔

(۱۱) اور جب "الشارح" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد بدر الدین زرکشی ہوتے ہیں، شیخ حلولو نے ابن سبکی کی جمع الجوامع کی دو شرحیں لکھی تھیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے[1]

۱۔ شرح الصغیر "یہ الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع" ہے۔

۲۔ شرح الکبیر اس کا نام "البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" ہے۔

دونوں شروح کے مابین امتیازی فرق:

فرق ۱: شیخ حلولو "الضیاء اللامع" میں صرف ان اشیاء کو بیان کرتے ہیں جو جمع الجوامع کے بیان و توضیح میں مفید ہوں اور غیر ضروری طوالت کو حذف کر دیتے ہیں۔ جبکہ البدر الطالع میں انہوں نے ایسی اشیاء بیان کیں جن کے ماخذ کا بھی پتہ نہیں چلتا اور وہ اشیاء قریب و بعید کسی بھی طرح جمع الجوامع کی توضیح و بیان میں معاون ثابت نہیں ہوتیں اور غیر ضروری طوالت کی بناء پر طلبہ میں اس سے اکتاہٹ کا اظہار پایا گیا۔

فرق ۲: الضیاء اللامع میں وہ اپنے مذہب و دیگر علماء کی ان نقول کو پیش کرتے ہیں جو جمع الجوامع کی عبارات کی تفہیم میں مفید ہوں اور اس سے ہی متعلق ہوں اور اس کی تشریح سے باہر نہ نکلتی ہوں۔
جب کہ البدر الطالع میں وہ ایک ہی عالم کے کئی طویل صفحات نقل کر جاتے ہیں جن کا نفس کتاب یا نفس کتاب کی وضاحت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

فرق ۳: الضیاء اللامع میں صرف وہ نصوص لاتے ہیں جو موضوعات اصولیہ سے متعلق ہوں اور پھر ان کی تشریح و تبیین کر دیتے ہیں۔ جبکہ "البدر الطالع" میں ہر کلمہ کی طویل تشریح کرتے ہیں[2]

شرح الضیاء اللامع کے چند محاسن:

۱۔ صاحب کتاب ابن السبکی مذہباً شافعی تھے جب کہ شارح حلولو کا مذہب مالکی تھا اس شرح سے ایک تو دو مذہبوں کا امتزاج ہو جاتا ہے اور قاری کے لئے یہ بات علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے کہ وہ دونوں کو ایک ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

۲۔ شیخ حلولو نے اپنی اس شرح میں کثرت سے متقدمین کے اقوال جمع کیے ہیں جن میں سے کئی ایک اب دستیاب نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے اس کو الضیاء اللامع کے مصادر میں بیان کیا ہے، اس سے علماء سابقین کے اقوال محفوظ ہو گئے۔

۳۔ مذہب مالکی کے ذکر میں خصوصی اہتمام کیا ہے اور اپنے مذہب کے علماء کی نقول کثرت سے پیش کرتے ہیں مثلاً امام مالک، ابن القاسم، اشہب، اصبغ، ابن عرفہ، قرافی، ابیاری، ابن الحاجب، شیخ خلیل، ابن العربی، ابن رشد، شاطبی وغیرہ۔ اس طرح یہ کتاب مالکی مذہب کے اصولی و فقہی آراء و اقوال کی حفاظت کا ایک اہم مرجع بن گئی۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۹۲، ۹۳، و الفاظ کے حذف و اضافہ و تغیر کلمات کے ساتھ تلخیص۔
۲۔ حوالہ سابق ص ۹۴۔

۴۔ مصطلحات اور تعریفات کے مابین فرق بیان کرتے ہیں مثلاً جس طرح انہوں نے الشکر اور الحمد مابین شروع میں شرح کرتے ہوئے فرق کیا۔

۵۔ مسائل اصولیہ کا بعض امثلہ فقہیہ سے ربط بیان کرتے ہیں خاص طور پر فقہ مالکی ان کے پیش نظر رہتی اور اس طرح باحثین اور قارئین کے لئے مسائلہ اصولیہ کی منظر کشی ہو جاتی ہے۔

۶۔ ان اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات بیان کیں جنہیں ابن السبکی نے نہیں بیان کیا تھا۔

۷۔ اگر ضروری ہو تو محل نزاع بیان کر دیتے ہیں۔

۸۔ اگر خلاف لفظی ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں اور اگر معنوی ہو تو اس کی تبیین کے لئے کوئی فروع فقہیہ سے مثال لے آتے ہیں۔

۹۔ ابن سبکی دوسرے اصولیین میں جو انفرادیت رکھتے ہیں اس کو تعلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ انہوں وظیفۃ الاصولی میں بیان کیا ہے[1]

۱۰ کتاب سہل العبارت اور اس کے الفاظ واضح ہیں ایسی پیچیدگی سے خالی ہے جو مبتدی کے فہم اور استفادہ میں رکاوٹ کا باعث ہو۔

۱۱۔ الشیخ حلولو نے جمع الجوامع کے بعض شارحین مثلاً زرکشی محلی، ولی الدین ابن العراقی سے استفادہ کیا کتاب ان سب کی باتوں کا تقریباً خلاصہ اور نچوڑ ہے۔[2]

یہ مذکورہ بالا چند محاسن تھے جو بیان کئے گئے جن سے کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کتاب "الضیاء اللامع" کے چند نقائص :

صرف ذات باری تعالیٰ کو کمال مستلزم ہے اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے صرف تحقیق و علم کی غرض سے کتاب کی چند خامیوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شارح حلولو، جمع الجوامع سے ایک مخصوص موضوع سے متعلق نص ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ نص چند مسائل پر مشتمل ہو تو پہلے اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس دوران اصل عبارت اور شرح میں خلط ملط ہو جاتا ہے اگر وہ کسی ایک مسئلہ سے متعلق متعینہ نص نقل کریں اور پھر اس کی شرح کریں تو اس طرح کرنا زیادہ مناسب اور مفید ہو۔

۲۔ بعض مرتبہ جب کسی ایک مسئلہ میں علماء کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں تو ان میں سے کسی قول کو اہمیت و ترجیح دیتے ہیں اور نہ ہی امثلہ لاتے ہیں۔ "الہ" اور "الفقہ" کو بیان کرتے وقت انہوں نے اسی طرح کیا ہے۔[3]

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳۲۔
[2] حوالہ سابق ص ۹۸، ۹۹۔ حذف اضافہ و تغیر کلمات کے ساتھ تلخیص۔
[3] حوالہ سابق ص ۱۱۹، ۱۳۵۔

۲۔ چند ایک مواقع پر ایسا بھی ہوا کہ آراء کے منسوب کرنے میں ان سے چوک ہوگئی مثلاً الفقہ کے لغوی معنی کے بیان میں انہوں نے کہا قرافی نے اس بارے میں ابو اسحاق الشیرازی کی رائے اختیار کی، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔[1]

۳۔ جب کوئی رائے نقل کرتے ہیں تو کبھی کبھار اس کے فوراً بعد کہتے ہیں "هذا فيه نظر" (عدم ظہور کی وجہ سے یا امر محل غور ہے) مگر اس کی وجہ بیان نہیں کرتے۔

۴۔ کسی ایک مسئلہ میں متعدد آراء پیش کرتے ہیں مگر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

۵۔ بعض مرتبہ جمع الجوامع میں کلام ابن السبکی پر بعض شارحین کی طرف سے کیے گئے اعتراضات بیان کرتے ہیں مگر اس میں ان کی رائے کیا تھی اسے بیان نہیں کرتے۔

۶۔ بعض ناموں میں خلط ملط کر جاتے ہیں مثلاً ابن رشد کا نام نقل کرتے ہیں مگر اس میں دادا اور پوتے کی کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اسی طرح مطلقاً "الامام" کا لفظ لاتے ہیں مگر اس سے پتہ نہیں چلتا کہ امام سے مراد امام الحرمین ہیں یا امام رازی۔

۷۔ عمومی طور سے کتاب سہل العبارۃ اور فصیح الکلام ہے مگر اس کے باوجود شیخ حلولو سے لغوی غلطیاں بھی ہوئیں مثلاً "ال" کو "غیر" پر داخل کرنا جو کہ اکثر اہل اللغہ کے یہاں کی غلطی ہے اسی طرح "ال" کا بعض پر داخل کرنا اور "ال" کا کل پر داخل کرنا جو کہ اہل اللغہ کے یہاں فصیح لغت عربیہ کے منافی ہے۔ اسی طرح "هل" کے بعد "ام" کو لانا جو کہ اکثر مؤلفین کے یہاں عام ہے مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ "ام" الہمزہ کے بعد آتا ہے اور "او" "هل" کے بعد آتا ہے۔[2]

امام ہروی مصنفک حنفی (۸۰۳ھ۔۸۷۵ھ)[3]

اصولی، نحوی، مفسر، ادیب اور باحث تھے۔ کم عمری میں ہی تصانیف لکھنے میں مشغولیت کی بناء پر مصنفک سے معروف ہوئے۔ قوت تحریر بہت زیادہ تھی۔ کئی فنون پر کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المراغی کے مطابق "حاشیه على التلويح" اور ھدیۃ العارفین کے مطابق "حاشیه على التوضيح" تالیف کیا۔ ہو سکتا ہے، انہوں نے دونوں حاشیے تالیف کیے ہوں۔

۲۔ التحرير في شرح اصول البزدوی۔ یہ کتاب نامکمل رہی۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۱۳۶۔ ۲۔ حوالہ سابق ۱۱۰/۱۰۱ ملخص۔

۳۔ علاء الدین المولی علی بن محمد بن محمود بن محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن محمد بن محمد عمر الشاہرودی البسطامی الہروی الرازی العمری البکری، مصنفک (۱۴۷۰ء) قسطنطنیہ میں انتقال ہوا۔

۳۔ الوصول الی علم الاصول.

۴۔ حاشیه علی بعض شروح البزدوی۔[1]

عبدالرحمٰن ابن مخلوف الثعالبی (۷۸۶ھ۔۸۷۵ھ)[2]

الجزائر سے بجایہ پھر تونس اور پھر مشرق کے علماء سے علم حاصل کیا اور بعد میں واپس تونس لوٹ آئے اور کئی فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح ابن الحاجب الاصلی" تالیف کی۔[3]

احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی (۸۰۰ھ۔۸۷۶ھ)[4]

فقیہ و مؤرخ تھے۔ حصول علم کے بعد تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں، دیار مصریہ کے قاضی بنائے گئے اور حنابلہ کے مرجع و معتمد تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم اصول ابن الحاجب وتوضیحه.

۲۔ شرح مختصر الطوفی فی اصول الفقه.

شرح مختصر الطوفی کا مختصر تعارف :

موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) نے کتاب "روضة الناظر وجنة المناظر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ بعد میں نجم الدین الطوفی الصرصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے کتاب "مختصر روضة الناظر فی الاصول علی طریقة ابن الحاجب" تالیف کی اور پھر العسقلانی نے کتاب "شرح مختصر الطوفی" تالیف کی جس کی کچھ تفصیل اس طرح سے ہے کہ علامہ العسقلانی نے اپنے نانا علاء الدین علی بن محمد الکنانی العسقلانی کی کتاب "سواد الناظر وشقائق الروض" کی تبییض کی جو مختصر الطوفی لروضہ ابن قدامہ کی شرح تھی اور پھر انہوں نے اس میں بعض ان فوائد کا بھی اضافہ کر دیا جن سے کتاب "سواد الناظر" خالی تھی یا وہ فوائد شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

کتاب "سواد الناظر" پر تحقیق :

حمزہ حسین الفقر نے اس کتاب پر تحقیق کر کے جامعہ ام القری سے ۱۳۹۹ھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[5]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۵/۴۳۵، الفتح المبین ۳/۴۵۔

[2] ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی (۱۳۸۴ھ/۱۴۷۰ء) غالباً تونس میں انتقال ہوا۔

[3] ھدیۃ العارفین ۵/۵۳۳، معجم الاصولیین ۲/۱۹۱ (۳۴۷)۔

[4] احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد بن محمد بن ابی الفتح بن ھاشم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی الاصل ثم المصری (۱۳۹۷ء ...

[5] معجم الاصولیین ۱/۷۸، ۷۹ (۵۰)۔

عمر بن احمد البلبیسی شافعی (متوفی ۸۷۸ھ) [1]

انہوں نے کتاب "التحقیقات فی شرح الورقات للامام الحرمین" تالیف کی۔ [2]

ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)

فقیہ اصولی تھے۔ [3]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح التحریر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ یہ ابن الھمام (متوفی ۸۶۱ھ) کی کتب "التحریر" کی شرح ہے۔ [4]

ابن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ۔۸۷۹ھ) [5]

اصولی، مورخ، مقری اور مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ المراغی کے مطابق انہوں نے "حاشیہ علی شرح عبداللطیف بن ملک لمنار الاصول" تالیف کیا۔
۲۔ حدائق الحنفیہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔
۳۔ شرح الورقات لامام الحرمین فی الاصول، ھدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا یہی نام مذکور ہے۔
۴۔ تخریج الاحادیث من اصول البزدوی۔ [6]

ابن عبدالھادی حنبلی (متوفی ۸۸۰ھ) [7]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "تحفۃ الوصول الی علم الاصول" تالیف کی۔ [8]

عبدالقادر الانصاری مالکی (۸۱۴ھ۔۸۸۰ھ) [9]

فقیہ، اصولی، نحوی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی التوضیح شرح التنقیح" تالیف کیا۔ [10]

---

[1] عمر بن احمد بن محمد المصری سراج الدین، البلبیسی شافعی، اسکندریہ میں وفات پائی۔
[2] ایضاح المکنون ۳/۳۰۷، ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔
[3] شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن، ابن امیر الحاج الحلبی متوفی ۱۴۷۴ء، حلب میں وفات پائی۔ [4] الفتح المبین ۳/۴۷۔
[5] زین الدین قاسم بن قطلوبغا (۱۴۰۰ء/۱۴۷۴ء) مصر میں وفات پائی۔
[6] ھدیۃ العارفین ۵/۸۳۰، الفتح المبین ۳/۴۸، حدائق الحنفیہ، تقیر محمد ص ۳۳۴، ۳۳۵ نویں صدی ہجری کے فقہا و علماء لکھنو مطبع نامی کشور ۱۳۹۷ھ۔
[7] جمال الدین یوسف بن الحسن بن احمد بن عبدالھادی المقدسی، ابن الھادی۔
[8] ھدیۃ العارفین ۶/۵۶۰۔
[9] عبدالقادر بن ابو القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی، مکہ میں ولادت و وفات ہوئی۔ (۱۴۱۱ء/۱۴۷۵ء)۔
[10] ھدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۲۲۳ (۴۵۳)۔

سیف الدین البکتمری حنفی (۷۹۸ھ۔۸۸۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح۔
۲۔ شرح التنقیح۔
۳۔ شرح المنار للنسفی۔[2]

سعد الدین خیر آبادی حنفی (متوفی ۸۸۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی۔
۲۔ شرح الحسامی۔[4]

احمد الاشیطی حنبلی (۸۰۲ھ۔۸۸۳ھ)[5]

فقہ، اصول، لغت عربیہ، فرائض وحساب وعروض اور منطق وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منہاج البیضاوی
۲۔ شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب

ایضاح المکنون میں شرح منہی السول والامل فی علمی الاصول والجدل لا بن حاجب مذکور ہے۔[6]

ابوبکر الجراعی حنبلی (۸۲۵ھ۔۸۸۳ھ)[7]

فقیہ اور عالم دین تھے، نابلس سے ۸۴۲ھ میں دمشق آکر نائب قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، ۸۶۱ھ میں قاہرہ آئے اور قاضی عز الدین الکنانی کے خلیفہ بنے اور تدریس کی، اور پھر وہاں سے ۸۷۵ھ میں مکہ گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المختصر فی اصول الفقہ للبعلی" تالیف کی۔

اس پر تحقیق :

اس کتاب پر عبدالعزیز محمد عیسیٰ القائدی نے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ اسلامیہ مدینہ المنورہ سے ۱۴۰۸ھ میں دکتوراہ کی شہادت حاصل کی۔[8]

---

[1] محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا ترکی الاصل، مصری، سیف الدین البکتمری حنفی۔
[2] ھدیۃ العارفین ۲۱۰/۶۔
[3] سعد الدین بن قاضی خیر آبادی الھندی الحنفی الزاھد۔
[4] ھدیۃ العارفین ۳۸۵/۵ حدائق الحنفیہ، فقیر محمد ص ۳۳۶۔
[5] شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن بریدہ (بریدہ) الاشیطی القاہری الازہری (۱۴۰۰ء/ ۱۴۷۸ء)، مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔
[6] ایضاح المکنون ۵۷۲/۲ ھدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۸ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۹۸،۹۷/۱ (۶۵)۔
[7] تقی الدین ابوبکر بن زید بن ابی بکر الحسینی الجراعی الدمشقی الصالحی (۱۴۲۲ء/ ۱۴۷۸ء) نابلس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔
[8] کشف الظنون ۱۱۱/۱، اس میں الجراعی کے بجائے الخراعی مذکور ہے، معجم الاصولیین ۶/۲ (۲۳۵)۔

برہان الدین بن مفلح حنبلی (۸۱۵ھ-۸۸۴ھ)[1]

فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد اور دادا ممتاز علماء میں سے تھے۔ افتاء و تدریس، تصنیف اور دمشق میں منصب قضاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مرقاة الوصول الی علم الاصول" تالیف کی جو اس فن میں ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ عبداللہ بن حمید مکۃ المکرمہ میں اور دوسرا نسخہ مکتبہ السعودیہ العامہ ریاض میں ۵۹۶ نمبر کے تحت موجود ہے۔[2]

علاء الدین المرادوی حنبلی (۸۱۷ھ-۸۸۵ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے۔ قرآن کریم حفظ کیا۔ شیخ الحنابلہ تقی الدین بن قندس سے تفقہ حاصل کیا قاضی القضاۃ بدرالدین حنبلی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تحریر المنقول فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کا نام بتایا ہے : "تحریر المنقول و تهذيب الاصول" ۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے، اوله : الحمد لله الذي وفق للبالغ۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چند ابواب پر مشتمل ہے جس میں مذاہب ائمہ اربعہ کو پیش کیا گیا ہے اور وہ اس میں امام احمد کا صحیح مسلک پیش کرتے ہیں۔[4]

ملا خسرو محمد بن قراموز حنفی (متوفی ۸۸۵ھ)[5]

فقیہ، اصولی ومفسر تھے۔ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے اور روم کے مفتی برہان الدین حیدر الہروی سے بھی مختلف علوم کی تحصیل کی۔ تدریس وقضاء کے فرائض انجام دیے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حواش على التلويح في اصول الفقه .

۲۔ مرقاة الوصول في علم الاصول.

۳۔ مراة الاصول في شرح مرقاة الوصول .

۴۔ شرح اصول البزدوی.[6]

کتاب "مرقاة الوصول" کی شروح وحواشی :

ملا خسرو نے مراۃ الاصول کے نام سے خود بھی اس کی شرح تالیف کی تھی جیسا کہ ان کی مؤلفات اصولیہ میں ذکر ہوا۔ ان کی شرح کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل علماء نے اس کتاب پر شروح وحواشی تالیف کیے :

---

[1] ابو اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح (۱۴۱۲ء/۱۴۷۹ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی۔

[2] الفتح المبین ۳/۴۹، معجم الاصولیین ۱/۵۷ (۳۰)۔

[3] ابوالحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد بن محمد المرادوی (۱۴۱۳ء/۱۴۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۱/۳۵۷، الفتح المبین ۳/۵۳۔

[5] محمد بن قراموز، ملا خسرو، رومی الاصل، متوفی ۱۴۸۰ء قسطنطنیہ میں انتقال ہوا اور بروسا میں دفن کیے گئے۔

[6] ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۱، الفتح المبین ۳/۵۱، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد ص ۳۳۷۔

(۱) مولیٰ عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ) نے تسہیل مرقاۃ الوصول الی علم الاصول تالیف کی، جو ایک مجلد میں ہے، ایضاح المکنون میں مذکور ہے۔ وھو ترجمۃ المراۃ علی المرقاۃ لملاخسرو۔[۱]

(۲) حامد آفندی بن مصطفیٰ (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے حاشیہ علی مراۃ الاصول تالیف کیا جو حاشیہ الحامدی سے مشہور ہے۔ انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں اسے تالیف کیا تھا اور یہ حاشیہ ۱۲۸۰ھ میں آستانہ سے چھپ چکا ہے۔[۲]

(۳) حامد بن مصطفیٰ القونوی الاقدرائی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے کتاب شرح المراۃ فی الاصول تالیف کی۔[۳]

(۴) سلیمان بن عبداللہ الزمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے حاشیہ مراۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول لملاخسرو تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے کہ تعلیقہ علی مراۃ الاصول للازمیری جبکہ ایضاح المکنون و ھدیۃ العارفین میں ہے: شرح المرقاۃ لملا خسرو للازمیری اور دوسری طرف مکبہ ولی اللین ترکی (ا) میں حاشیہ علی مراۃ الاصول، مجلدان، لمحمدبن ولی بن رسول الازمیری مذکور ہے۔[۴]

(۵) مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے: "وحاشیۃ کبیرۃ فی جلد کبیر لبعض شرکائی المنلو لمصطفی آفندی البسنوی المصری توفی بعد سنہ ۱۱۱۰ھ"۔[۵]

(۶) محمد بن احمد الطرسوسی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ) نے حاشیہ علی المراۃ فی الاصول تالیف کیا۔[۶]

(۷) احمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ) نے حاشیہ علی المراۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول لملاخسرو۔[۷]

(۸) مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول یعنی یہ شرح مرقاۃ الوصول کی شرح ہے۔[۸]

(۹) مصطفیٰ بن عبداللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ) نے تقریر المراۃ حاشیہ علی مراۃ الاصول تالیف کیا۔[۹]

(۱۰) محمد بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ) نے تعدیل المرقاۃ وجلاء المراۃ کے نام سے ماخوذ مراۃ الوصول پر حاشیہ لکھا۔[۱۰]

عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ (متوفی ۸۰۱ھ-۸۸۵ھ) ان کا ذکر ۸۰۱ھ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

---

۱ ایضاح المکنون ۴/۴۸۸، ھدیۃ العارفین ۵/۶۵۷۔

۲ کشف الظنون ۲/۱۶۵۷، معجم الاصولیین ۲/۴۲ (۲۵۵)

۳ ھدیۃ العارفین ۵/۲۶۰۔

۴ کشف الظنون ۲/۱۶۵۴، ایضاح المکنون ۴/۴۲۹، ھدیۃ العارفین ۵/۴۰۳، الفتح المبین ۳/۱۱۷، معجم الاصولیین ۲/۱۳۰ (۳۶۴)۔

۵ کشف الظنون ۲/۱۶۵۷، ایضاح المکنون ۴/۵۲۴۔

۶ ھدیۃ العارفین ۶/۳۰۹۔

۷ ایضاح المکنون ۴/۴۵۴، ھدیۃ العارفین ۵/۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/۲۲۸ (۱۸۱)۔

۸ ایضاح المکنون ۳/۳۴۳۔

۹ ھدیۃ العارفین ۶/۴۵۸۔

۱۰ الفتح المبین ۳/۱۵۵۔

ابراہیم البقاعی شافعی (۸۰۹ھ۔۸۸۵ھ)[1]

محدث، مفسر، مورخ اور ادیب تھے۔ دمشق میں سکونت اختیار کی، بیت المقدس اور قاہرہ کے سفر کئے۔ جید علماء سے مستفید ہوئے اور کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح جمع الجوامع للسبکی فی الاصول" تالیف کی جو شرح برہان الدین سے معروف ہے۔ ہدیۃ العارفین میں ہے۔ شرح جمع الجوامع للسبکی فی الفروع مگر حقیقت یہ ہے کہ سبکی کی فروع میں جمع الجوامع نامی کوئی کتاب نہیں تھی بلکہ اس نام سے اصول میں کتاب ہے۔[2]

حسن چلپی بن محمد القناری حنفی (۸۴۰ھ۔۸۸۶ھ)[3]

فقیہ، اصولی، نحوی، بیانی اور مفسر تھے۔ ملا خسرو، اصولی، حنفی (متوفی ۸۸۵ھ) سے علمی استفادہ کیا یہاں تک کہ کمال حاصل ہو گیا اور شہرت پائی۔ حرمین شریفین، شام و مصر، کے سفر کئے اور ادرون میں تدریس کی۔ الفوائد البہیہ میں لکھا ہے :

"اشتغل علی .... ملاخسرو حتی برع فی الکلام والمعانی، والعربیہ والمعقول واصول الفقہ"۔

(ملا خسرو ـــــ سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ علم کلام، معانی، عربیہ، معقول و اصول فقہ میں کمال حاصل ہو گیا۔)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التلویح للتفتازانی تالیف کیا جو ہندوستان اور قاہرہ سے چھپ چکا ہے۔

۲۔ شرح فصول البدائع پر "وصول الروائع علی فصول البدائع" کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔

ڈاکٹر مظہر بقا نے اس کے مختلف کتب خانوں میں نسخوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے ایک نسخہ جامعۃ الملک سعود ریاض میں ۵۱۱۸ کے تحت موجود ہے۔[4]

احمد بن موسیٰ الخیالی حنفی (متوفی تقریباً ۸۸۶ھ یا ۸۷۰ھ یا ۸۶۲ھ)[5]

متکلم، فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

---

[1] ابو الحسن برہان الدین ابراہیم بن عمر بن حسن الرباط البقاعی شامی الاصل (۱۴۰۶ء۔۱۴۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔

[2] کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸، معجم الاصولیین ۱/۳۵ (۳۰)۔

[3] حسن چلپی بن محمد شاہ شمس الدین الفناری (۱۴۳۶ء یا ۱۴۳۹ء۔۱۴۸۱ء) ترکی میں ولادت اور بروسا میں وفات پائی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، الفوائد البہیہ ص ۶۲، الطبقات السنیہ ۲/۱۰۹، الفتح المبین ۳/۵۵، معجم الاصولیین ۲/۵۶، ۵۷ (۲۹۱)۔

[5] شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۱۴۸۱ء تقریباً۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشية على حاشية الجرجانى على شرح العضد لمختصر ابن الحاجب.

۲۔ حواش على التلويح.

۳۔ حاشيه على منتهى السول والامل .

احمد بن موسیٰ خیالی کی پہلی کتاب کی تفصیل اس طرح ہے کہ مختصر ابن الحاجب پر عضد الدین عبدالرحمٰن ابن احمد الايجى متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی اس شرح پر سید الشریف علی بن محمد بن علی جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ لکھا اس حاشیہ پر خیالی نے حاشیہ تحریر کیا۔[1]

سلیمان الابشیطی شافعی (۸۰۷ھ۔۸۸۷ھ)

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۸۱۱ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

محمد بن ابوبکر المشہدی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منتهى السوال والامل لابن الحاجب" تالیف کی۔[3]

محمد بن خلیل البصروی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح نبذة الالفيه فى الاصول الفقهيه للبرماوى" تالیف کی جو ابن برماوی شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) کی کتاب نظم الفيه فى اصول الفقه کی شرح ہے۔[5]

ابن قاوان شافعی (۸۳۴ھ۔۸۸۹ھ)[6]

مکہ المکرمہ میں کمال بن الہمام سے مختصر ابن الحاجب پڑھی اور امام الکاملیہ سے اصول فقہ و حدیث کا درس لیا خاص طور پر المنہاج الاصلی اور مواضع من شرح پڑھی۔ دمشق میں فقہ و اصول فقہ وغیرہ زین الخطاب وغیرہ سے حاصل کیا... شهاب الابشيطى بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح الورقات فى الاصول لامام الحرمين" تالیف کی۔[7]

شرف الدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ تقریباً)[8]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تسهيل الطرقات فى نظم الورقات للامام الحرمين تالیف کی۔[9]

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۸۵۷، الفوائد البهیہ ص ۴۳، الطبقات السنیہ ۲/ ۱۱۳ (۳۹۹)، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۲، ۲۲۳ (۱۸۵)۔

[2] ابوالفتح بہاء الدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی القاہری مصری۔

[3] ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۱۲۔

[4] محمد بن خلیل بن محمد البصروی الدمشقی محب اللہ الشافعی۔

[5] ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۱۲۔

[6] حسین بن احمد بن محمد بن احمد الگیلانی مکی، ابن قاوان (۱۴۳۸/ ۱۴۸۴ء) گیلان میں ولادت ہوئی۔

[7] معجم الاصولیین ۲/ ۹۴ (۲۹۷)۔

[8] شرف الدین یحییٰ بن نور الدین موسیٰ بن رمضان بن عمیرہ العمریطی شافعی۔

[9] ھدیۃ العارفین ۶/ ۵۶۹۔

حسن السامسونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ) [1]

فقیہ، اصولی اور متکلم تھے۔ علماء روم سے تحصیل علم کے بعد ملا خسرو کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم اصلیہ، فرعیہ اور ادبیہ حاصل کئے۔ تدریس کی اور شہر قسطنطنیہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی المقدمات الاربع، کشف الظنون میں اس طرح مذکور ہے۔ تعلیقة علی المقدمات الاربع اولها : بعد حمد واجب العقل الخ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو انہوں نے سلطان محمد خان فاتح کے لئے تصنیف کیا تھا۔[2] اور هدیة العارفین میں اس طرح مذکور ہے : تعليقة على مقدمات التوضيح في الاصول۔[3]

۲۔ حاشیه علی حاشیه شرح العضد علی المختصر للسید.

کشف الظنون میں ہے کہ یہ حاشیہ وہاں تک ہے جہاں تک حاشیہ ابن الافضل تھا اور اس کا آغاز یوں ہوا ہے : احمدک اللهم یا اهل الحمد و الثناء الخ۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے سلطان محمد خان کو ھدیۃً پیش کیا تھا۔[4] مکتبہ عثمانیہ حلب میں ۳۰ مجموعہ ۸۶۔۱۱۸ کے ضمن میں موجود ہے اس کے علاوہ بھی کئی جگہ اس کے نسخے موجود ہیں۔

۳۔ حواشی علی التلويح۔[5]

۴۔ حاشیه علی شرح منتهی السول و الامل۔[6]

سعد اللہ الدھلوی (متوفی ۸۹۱ھ) [7]

فقیہ، اصولی اور محقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب افاضة الانوار فی اضاءة اصول المنار فی اصول الفقه تالیف کی۔[8]

محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی (متوفی ۸۹۲ھ) [9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیة علی شرح العضد لمنتهی السول و الامل تالیف کیا۔[10]

۱؎ حسن بن عبد الصمد السامسونی متوفی ۱۴۸۶ء۔
۲؎ کشف الظنون ۱/۴۹۹، هدیة العارفین ۵/۲۸۸، معجم الاصولیین ۲/۳۴، ۳۵(۲۷۵)۔
۳؎ هدیة العارفین ۵/۲۸۸۔ ۴؎ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶۔
۵؎ کشف الظنون ۱/۴۹۷۔ ۶؎ هدیة العارفین ۵/۲۸۸۔
۷؎ ابو الفضل سعد الدین عبد اللہ بن عبد الکریم دهلوی متوفی ۱۴۸۵ء۔
۸؎ هدیة العارفین ۵/۴۷۰، الفتح المبین ۳/۵۶۔
۹؎ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی۔
۱۰؎ هدیة العارفین ۶/۲۱۴۔

احمد بن اسماعیل الکورانی حنفی (۸۱۳ھ۔۸۹۳ھ)[1]

حصول علم کے لئے بلاد روم سے دمشق بیت المقدس اور قاہرہ گئے۔ سلطان مراد خان نے آپ کی عظمت کے اعتراف میں مدرسہ بروسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ سلطان محمد خان جب تخت نشین ہوا تو وزارت کی پیش کش کی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا منصب قضاء پر فائز کئے گئے۔ آپ وزراء مملکت اور سلطان کو ان کے ناموں سے پکارتے، سلطان کو سلام و مصافحہ میں پہل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی دست بوسی کرتے اور نہ ان کے پاس بغیر بلائے جاتے تھے مختلف علوم و فنون پر بہت سی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "الدرر اللوامع في شرح جمع الجوامع للسبكي في الاصول" تالیف کی۔ وہ ۸۶۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے اس کتاب کا آغاز اس طرح ہے: الحمد لله الذي شيد بمحكمات كتابه الخ، اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔[2]

احمد الطوخی شافعی (۸۴۷ھ۔۸۹۳ھ)[3]

فقہ، حدیث، اصلین، لغت عربیہ، منطق، معانی، فرائض، حساب، قرأت اور تصوف میں کمال رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ نظم جمع الجوامع للسبكي.

۲۔ نظم الورقات لامام الحرمين (الزبدة في الاصول).

اوله:	قال الفقير احمد الطوخي	الحمد لله هو الولي
اخره:	وتابعيه السادة الانجاب	ماامتد علمه الى الطلاب

۳۔ نظم المغني.[4]

عبدالرحمن ابن العینی حنفی (۸۳۷ھ۔۸۹۳ھ)[5]

ادب، نحو و اصول میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح منار الانوار للنسفي" تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے لکھا: "شرح ممزوج وجيز اقتصر على ايسر شئ يمكن عليه الاقتصار ليغني حمله في الاسفار عن كثرة الاسفار"

---

[1] شرف الدین احمد بن اسماعیل بن عثمان بن احمد بن رشید ابن ابراہیم شہاب الدین المشہر زوری الہمدانی التبریزی قاہری شافعی حنفی (۱۴۱۰/۱۴۸۸ء) قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۹۹۔۱۰۱(۲۶)۔

[3] شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد رجب الطوخی قاہری، ابن رجب (۱۴۴۳/۱۴۸۸ء) طوخ میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۲/۲۰۰۶، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، معجم الاصولیین ۱/۲۱۶، ۲۱۷(۱۱۹)۔

[5] زین الدین عبدالرحمن بن ابی الرحمن بن ابی بکر بن محمد ابن العینی (۱۴۳۳/۱۴۸۸ء) دمشق میں وفات پائی۔

شرح کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: الحمد لله الذی جعل لاصول شرعه منارا الخ انہوں نے اس کی تالیف شوال ۸۶۸ھ میں فراغت پائی۔[1]

ابن خطیب الفخریہ شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ: حاشیه علی شرح منتهی السول والامل للقاضی عضد۔[3]

القریکی التونسی مالکی (متوفی ۸۹۴ھ)[4]

فقیہ، اصولی، منطقی اور ادیب تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔[5]

ابو زید الاروبیلی (متوفی ۸۹۵ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "نهایة الوصول شرح منهاج الوصول البیضاوی" تالیف کی۔[7]

تاج الدین ابن زہرہ (متوفی ۸۹۵ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "بهجة الوصول" تالیف کی جو پانچ مجلدات میں ہے۔ یہ کتاب ابوزید الاروبیلی (متوفی ۸۹۵ھ) کی نهایة الوصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی کی شرح ہے۔[9]

سنان الدین ابن یکان حنفی (متوفی ۸۹۵ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "تعلیقه علی اوائل التلویح للتفازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[11]

محمد بن عبدالرحمٰن حلولو المغربی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۸ھ)

ان کی مصنفات اصولیہ کا تحقیقی تجزیہ تاریخ وفات ۸۷۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابو العباس احمد بن زکری (متوفی ۸۹۹ھ)[12]

فقیہ، اصولی، مفسر اور بعض دوسرے علوم میں دسترس رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "غایة المرام فی شرح مقدمه الامام" تالیف کی اور یہ کتاب امام الحرمین کے مقدمہ پر شرح ہے جو الورقات کے نام سے مشہور ہے۔

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳، معجم الاصولیین ۲/۱۷۵، ۱۷۶ (۳۴)۔

[2] شہاب الدین محمد بن محمد، ابن الخطیب الفخریہ۔ [3] ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۵۔

[4] ابو عبداللہ محمد بن احمد ابراہیم القریکی التونسی متوفی ۱۴۸۸ء۔

[5] الضوء اللامع ۳/۵۷۔ [6] ابو زید رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاروبیلی۔

[7] کشف الظنون ۴/۶۹۳۔ [8] تاج الدین ابو الفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ الطرابلسی، ابن زہرہ۔

[9] ایضاح المکنون ۳/۲۰۳، ۴/۶۹۳۔ [10] سنان الدین یوسف پاشا بن محمد یکان بن ارمغان رومی، ابن یکان۔

[11] ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۶۔ [12] ابو العباس احمد بن زکری المانوی التلمسانی متوفی ۱۴۹۳ء۔

اولہ : قال الشیخ.... سیدی ابو العباس احمد بن زکری : الحمد للہ ذی الجلال والاکرام اما بعد فان بعض الطلبة ... سالنی أن اشرح لہ مقدمة امام الحرمین التی منهل اصول الفقہ ...وسمیتہ بغایة المرام فی شرح مقدمة الامام "۔

اخرہ : فیناقض قول القائل : کل مجتہد مصیب ، ھذا اخر ماوریناہ فی ھذا التقیید (رب الحمد والصلاۃ) دارالکتب المصریہ میں ۳۴۸ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔[1]

یوسف بن حسین الکرماستی حنفی (متوفی ۸۹۹ھ یا ۹۰۶ھ)[2]

اصولی، فقیہ، بلاغی اور ادیب تھے۔ خواجہ زادہ کے شاگردوں میں سے تھے انہوں نے تدریسی خدمات انجام دیں اور کئی شہروں مثلاً قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں " الوجیز فی الاصول " کے نام سے ایک مختصر تالیف کیا۔

۲۔ زبدۃ الفصول فی علم الاصول .

حاجی خلیفہ نے اصول فقہ میں ان کی اس کتاب "زبدۃ الفصول" کا تذکرہ اس طرح کیا :

" الوصول الی علم الاصول لعلہ زبدۃ الفصول الی علم الاصول للمولی یوسف بن حسین الکرماستی المتوفی ستہ ۹۰۶ھ وھو متن مشتمل علی عشرۃ ابواب ثم اختصرہ فی کتاب مشتمل علی مقدمة وثمانیة ابواب وسماہ الوجیز ".[3]

(بہت ممکن ہے کہ یوسف بن حسین الکرماستی (متوفی ۹۰۶ھ) کی تالیف "الوصول الی علم الاصول" اور "زبدۃ الفصول الی علم الاصول" دونوں ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں جو دس ابواب پر مشتمل ایک متن ہے اور جس کا بعد میں انہوں نے اختصار کیا تھا اور وہ اختصار ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے انہوں نے اس اختصار کا نام "الوجیز" رکھا)

کتاب "الوجیز" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب دس مراصد پر مشتمل ہے۔

مرصد اول : مقدمہ اور اصول فقہ کی تعریف میں ہے۔

مرصد ثانی : عالم کے لئے کسی صانع واجب لذاتہ کے وجود کا ضروری ہونے سے متعلق ہے۔

مرصد ثالث : لغت عربیہ کے مباحث سے متعلق ہے اس کو آٹھ مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مبحث اول حقیقت مجاز، صریح، کنایہ میں ہے۔ مبحث ثانی : خاص عام، مطلق ومقید میں ہے۔ مبحث ثالث، مشترک ومؤول

---

[1] کشف الظنون ۲/ ۱۵۷، معجم الاصولیین ۱/ ۲۱۳، ۲۱۴ (۱۵۷)۔

[2] یوسف بن حسین الکرماستی متوفی ۱۴۹۳ء قسطنطنیہ میں انتقال ہوا کشف الظنون ۲/ ۱۵۱۵، ۲۰۱۴، اس میں بھی تاریخ وفات ۹۰۶ھ مذکور ہے

[3] ہدیۃ العارفین ۶/ ۵۶۳، الفوائد البہیہ ص ۲۲۷ تحقیق مقدمہ علی الوجیز فی اصول الفقہ، امام کرماستی متوفی ۸۹۹، احمد حجازی السقا، ص ۲، المکتب الثقافی ۱۹۹۰ء۔

بیان میں ہے۔ مبحث رابع عبارۃ (النص) اشارۃ، الدلالۃ اور اقتضاء کے بارے میں ہے۔ مبحث خامس ظاہر، نص، مفسر، محکم اور متقابلات میں ہے۔ مبحث سادس "البیان" میں ہے۔ مبحث سابع منطوق و مفہوم میں ہے اور مبحث ثامن حروف معانی کے بیان میں ہے۔

مرصد رابع : احکام میں ہے اور مرصد خامس : الکتاب کے بیان میں ہے۔

مرصد سادس : السنۃ میں ہے اور مرصد سابع : الاجماع میں ہے۔

مرصد ثامن : القیاس میں ہے اور مرصد تاسع : المعارضہ و ترجیح میں ہے اور

مرصد عاشر : اجتہاد میں ہے۔

کتاب "الوجیز فی اصول الفقہ" بذات خود ایک متن ہے جو کسی کتاب کی شرح نہیں ہے یہ کتاب احمد حجازی السقا کی تحقیق کے ساتھ المکتب الثقافی مصر سے ۱۹۹۰ء میں چھپ چکی ہے۔

حمد وصلاۃ کے بعد ان کلمات سے آغاز ہوتا ہے

"وبعد: فهذا ما قصده اضعف عباد الله: يوسف بن حسين الكرماستي من تحرير اصول الحنفية، مع الاشارة الى اصول الشافعية، معرضا عن الدليل والمثال، الا نادراً فيما اشتدت الحاجة اليه، تسهيلا للطالبين، لثواب رب العالمين وسماه عند اختتامه. بلطفه تعالیٰ وجيزا ونساله ان يجعله بالقبول جديراً. ورتبته على (عشرة مراصد)[1]

(وبعد: اللہ کے کمزور ترین بندے یوسف بن حسین الکرماستی نے ان حنفی اصول کو ضبط تحریر میں لانے کا ارادہ کیا اس میں اصول شافعی کی طرف بھی اشارے ہیں۔ مگر دلیل و مثال سے اجتناب برتا گیا ہے ہاں البتہ شدید ضرورت کے وقت ایسا کیا گیا ہے مگر بہت کم تشنگان علم کی آسانی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ میں نے اس کا نام آخر میں رکھا ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے ہیں اور میں نے اسے دس مراصد پر مرتب کیا ہے)

عزالدین الھادوی الیمنی شیعی زیدی (۸۴۵ھ-۹۰۰ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المنهاج للقرشي في الاصول" تالیف کی۔[3]

حسن بن علی الرجراجی (متوفی نویں صدی ہجری)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "كتاب شرح تنقيح القرافي في الاصول" تالیف کی۔[5]

☆☆☆

---
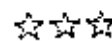
[1] الوجیز ص ۵۔
[2] عزالدین بن الحسن بن علی بن المؤید بن جبریل الیمنی الھادوی۔
[3] ہدیۃ العارفین ۵/۶۶۳۔
[4] حسن بن علی الرجراجی الشوشاوی (یا شیخ عبدالواحد بن حسین الرجراجی) متوفی چودھویں صدی عیسوی۔
[5] معجم الاصولیین ۲/۳۷۔

فصل چہارم

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

دسویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

اس صدی میں مصر سے عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا اور سلطنت عثمانیہ نے ان کی جگہ لے لی۔ تسلسل میں کچھ تفصیل یہ ہے کہ متوکل کے بعد اس کا لڑکا مستمسک باللہ ۹۰۳ھ میں اس کا جانشین ہوا، اور مستمسک کے انتقال کے بعد متوکل علی اللہ ۹۱۴ھ میں خلافت عباسیہ کا آخری خلیفہ بنا اس کی خلافت کے چوتھے برس ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ ممالیک کی حکومت ختم کردی، متوکل نے عثمانی خلیفہ کے حق میں دستبرداری قبول کرلی اور آنحضرت ﷺ کے تبرکات، علم، تلوار اور ردائے مبارک جو خاندان خلافت میں بطور نشان خلافت کے متوارث چلے آئے تھے اور حرمین شریفین کی کنجیاں سلطان کے حوالے کردیں۔ اس دن سے خلافت قریش سے نکل کر عثمانی خاندان میں چلی گئی اور خلیفہ مصر کے ساتھ مصر کی عباسی خلافت بھی ختم ہوگئی۔[1]

دوسری طرف سلطنت عثمانیہ کا تاریخی پس منظر کچھ یوں بنتا ہے کہ ارطغرل کے بعد اس کے بیٹے عثمان خان اول نے تخت نشین ہوکر ۱۲۸۸ء میں دولت عثمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بروصہ وغیرہ کو فتح کیا، عثمان خان عوام کا ایک ہر دلعزیز و محبوب حکمران تھا۔ عثمان کے بعد اس کا بیٹا اصغر اورخان (۱۳۲۶ء۔۱۳۵۹ء) تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کا بڑا بیٹا علاؤ الدین اس کا وزیر بنا اورخان نے قراسی وغیرہ کو فتح کیا، اس کے تعمیراتی کاموں میں مسجدیں، مدارس اور عمارتیں بھی شامل ہیں۔ بروصہ کی درسگاہ تو اس قدر مشہور ہوئی کہ ایران اور عرب کے طلبہ وہاں حصول تعلیم کے لئے کھنچے چلے آتے، ازنیق میں سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔ اسی عہد میں اورخان کے بیٹے اکبر سلیمان پاشا کے ہاتھوں تھریس میں درہ دانیال کے مغربی ساحل پر واقع گیلی پولی کے مشہور ترین گیلی قلعہ کی فتح سے ترکوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں انہوں نے پہلی بار فاتحانہ حیثیت سے سرزمین یورپ میں قدم رکھ کر عیسائی دنیا میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی جس کا حلقہ دو ہی صدیوں میں گیلی پولی سے ویانا تک وسیع ہوگیا۔ عرب مجاہدوں نے تبلیغ اسلام کا جو فرض مغربی یورپ میں انجام دیا تھا۔ مشرقی یورپ میں اس کے ادا کرنے کی سعادت ترک مجاہدوں کے حصہ میں آئی اورخان کا ۱۳۵۹ء میں انتقال ہوگیا۔ عثمان خان نے اپنے ۳۳ سالہ عہد حکومت میں عثمانی فتوحات کو دور دور تک وسعت دی۔ ایشیائے کوچک کے بقیہ بازنطینی علاقوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ بعض ترکی ریاستوں کو بھی دولت عثمانیہ میں شامل کیا۔ بلکہ ارض یورپ میں قدم رکھ کر تھریس کے بعض علاقے فتح کیے۔ علوم وفنون کی سرپرستی آل عثمان کی

---

[1] تاریخ اسلام، خلافت عباسیہ، شاہ معین الدین ندوی ۲/۳۹۶، ملخص سعید ایچ ایم کمپنی کراچی ۱۹۷۲ء۔

ایک امتیازی خصوصیت تھی اور عثمان خان کا یہ اختصاص بھی بہت نمایاں تھا بڑے بڑے مشہور علماء اور مشائخ اس کی مصاحبت میں تھے۔ بروصہ کے علم وفضل کی شہرت اس وقت بھی قائم رہی جب وہ سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ نہ رہا، عرصہ تک یہ شہر ارباب فضل وکمال کا مرکز رہا، اورخان کے بعد اس کا بیٹا مراد (۱۳۵۹ء۔۱۳۸۹ء) تخت نشین ہوا۔

مراد نے اپنے عہد حکومت میں سلطنت عثمانیہ کو اپنے باپ کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ وسعت دی۔ تھریس تقریبا مکمل، بلغاریہ، مقدونیہ، سرویہ، اور بوسنیا بھی دولت عثمانیہ میں شامل ہوگئے۔ مراد نے عیسائی علاقوں کو زیر نگیں کرکے اسلامی حکومت قائم کرنے کے باوجود کسی عیسائی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا۔ مراد کے بعد اس کا بیٹا بایزید اول یلدرم (۱۳۸۹ء۔۱۴۰۲ء) جانشین ہوا اس کے دور میں بھی فتوحات جاری رہیں، یونان وغیرہ فتح ہوئے۔ جنگ انگورہ میں ۱۴۰۳ء کے فیصلہ کن مرحلہ میں بایزید کو تیمور جو ایک تاتاری مسلمان امیر تھا کے ہاتھوں شکست ہوئی اس کے چند دن بعد وہ انتقال کرگیا۔ جنگ انگورہ سے بایزید کے ساتھ ہی دولت عثمانیہ کا بھی گویا خاتمہ ہوگیا۔ تیمور نے عثمانیہ سے ملحق کی ہوئی تمام ترکی ریاستیں ترکی امیروں کو واپس دلا دیں اور ایشیائے کوچک بظاہر کلیۃ آل عثمان کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ بایزید کی وفات کے وقت ایشیا اور یورپ دونوں میں سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات کی حالت یاس انگیز تھی لیکن اس کے باصلاحیت اور بہادر جانشینوں نے چند ہی سال کے اندر نہ صرف سلطنت کے تمام قدیم مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کرلیا بلکہ اس کی سطوت وعظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ بایزید کے چاروں بیٹوں نے مختلف مقامات پر قبضہ اور فتوحات کیں۔ سلیمان نے "اورنہ" میں عیسیٰ نے "بروصہ" میں اور محمد نے "ایشیائے کوچک" کے شمال مشرق میں، اور "آناسیا" میں قبضہ کرکے اپنی اپنی سلطنت قائم کرلی۔ اور چوتھا بیٹا موسیٰ بھی ہاتھ پاؤں مارنے لگا محمد اول (۱۴۱۳ء۔۱۴۲۱ء) کے بعد اس کا بڑا بیٹا مراد ثانی (۱۴۲۱ء۔۱۴۵۱ء) تخت نشین ہوا۔ اس نے جنگ انگورہ کے بعد دولت عثمانیہ کے حلقہ اطاعت سے نکل جانے والی ریاستوں کو دوبارہ اپنے حلقہ میں شامل کرکے مطیع بنالیا۔ یورپ میں جدید مقبوضات کیں۔

مراد ثانی کے بعد اس کا بیٹا محمد فاتح (۱۴۵۱ء۔۱۴۸۱ء) جانشین بنا، اس نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ محمد ثانی سے قبل گیارہ مرتبہ سلاطین اسلام قسطنطنیہ کا محاصرہ کرچکے تھے لیکن فتح کا سہرا اسی کے سر رہا۔ سرویہ میں کامیابی سے واقعے کے بعد بلغراد جو اس وقت ہنگری کے زیر تسلط تھا کی طرف متوجہ ہوا۔ یورپ نے صلیبی جنگ کا اعلان کردیا، محمد کو یہاں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ ۱۴۶۲ء میں بوسنیا کو دولت عثمانیہ میں شامل کرلیا گیا۔ اسی طرح کرمانیہ، یونانی مجمع الجزائر، کریمیا، ولاچیا، البانیہ اور ہرزیگووینا بھی دولت عثمانیہ کا حصہ بن گئے۔

محمد اہل علم وفضل اور ارباب کمال کا قدر دان تھا اس نے مسجدیں اور درسگاہیں بنوائیں، اعلیٰ درجے کی درسگاہیں عہد حاضر کے کالجوں کے برابر تھیں۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ کو "دانشمند" ایم اے کی سند دی جاتی لیکن جماعت علماء کا رکن بننے کے لئے دانش مند کی سند لینے کے بعد فقہ اور اصول فقہ کا ایک طویل نصاب مکمل کرنا پڑتا تھا۔ سلطان محمد ثانی کے بعد ان کے بیٹے بایزید ثانی (۱۴۸۱ء۔۱۵۱۲ء) تخت نشین ہوئے اور پھر وہ اپنے بیٹے سلیم اول (۱۵۱۲ء۔۱۵۲۰ء) کے حق میں دستبردار ہوگئے اس کے عہد میں ایران، شام، مصر اور حرمین شریفین میں سلطنت عثمانیہ کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔ ان کے بعد سلطان سلیمان اعظم (۱۵۲۰ء۔۱۵۶۶ء) قانونی جانشین ہوئے اس نے بلغراد، روڈس ہنگری وغیرہ فتح کئے۔

لیمان خود عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ اور علوم وفنون کا سرپرست تھا اس کی تصانیف ترکی ادب میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے بعد سلیم ثانی (۱۵۶۶ء۔۱۵۷۴ء) تخت نشین ہوا۔وہ تصوف کا دلدادہ تھا اس ضمن میں اس کی تصنیف فتوحات الصیام مشہور ہے۔ان کے بعد اس کا فرزند اکبر ثالث (۱۵۹۵ء۔۱۶۰۳ء) میں جانشین ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا احمد اول (۱۶۰۳ء۔۱۶۱۷ء) جانشین بنا۔سلطان احمد اول کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف اس کے بیٹے کے بجائے اس کا بھائی مصطفیٰ (۱۶۱۷ء۔۱۶۲۳ء) تخت نشین ہوا[1]

دسویں صدی ہجری کے ممتاز اصولیین :

دسویں صدی ہجری میں بعض ممتاز علما اصولیین نظر آتے ہیں ،مثلاً امام جلال الدین سیوطی ،مصری ،شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جو مختلف علوم میں ممتاز تھے۔ان کی مؤلفات میں سے "جزیل المواهب في اختلاف المذاهب " بھی ہے جس میں انہوں نے شیریں الفاظ اور آسان اسلوب پر اصولی منہج سے بحث کی جو ان کی اس علم پر دسترس پر دلالت کرتی ہے۔شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے متعدد فنون پر کتب تالیف کیں اصول فقہ میں انہوں نے "حاشیه علي التلویح "،"کتاب غاية الوصول" شرح لب الاصول" ،اور "شرح فتح الرحمن علي متن لقطة العجلان " تالیف کی۔ابن کمال پاشا حنفی (متوفی ۹۴۰ھ) نے اصول میں "متن تغيير التنقيح" اور اس کی شرح تالیف کی۔حطاب مالکی (متوفی ۹۵۴ھ) اس صدی کے مشہور اصولی ہیں۔ان کی حجاز و بلاد مغرب میں خدمات ہیں، طرابلس میں وفات پائی۔انہوں نے اصول فقہ میں "قرة العين شرح ورقات امام الحرمين " تالیف کی۔ابن قاسم عبادی (متوفی ۹۹۴ھ) مصر سے تعلق رکھتے تھے پھر مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے وہیں وفات پائی۔انہوں نے "الآيات البينات " کے نام سے "حاشيه علي جمع الجوامع " تالیف کیا۔اس میں ان اعتراضات کا جواب دیا جو جمع الجوامع اور اس کی شرح پر وارد ہوئے تھے۔

اصولی منہج کی امتیازی خصوصیات :

اس دور کا ذکر اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک یہ نہ جان لیا جائے کہ اس دور میں علما تقلید کرتے اور اجتہاد اور اقوال میں ترجیح تک نہیں کرتے ،اسی طرح مؤلفین اپنی کتابوں کے متون میں مشکل اسلوب کو اپناتے پھر اس کی شرح کردیتے پھر اس پر حواشی لکھ دیتے اور اعتراضات وجوابات کی بھرمار کردیتے۔وسعت ذہنی پیدا کرنے کی خاطر مباحث علم اصول کو دوسرے علوم وفنون سے خلط ملط کردیتے اور اسی اسلوب پر آج تک کتابیں لکھی جارہی ہیں۔

جب عالم اسلام کے مختلف ممالک میں مختلف فقہی مذاہب پھیل گئے ترکی اور ہندوستان میں حنفی مذہب کا رواج ہوا، افریقہ کے بعض شمالی حصہ میں فقہ مالکی کو مقبولیت حاصل ہوئی ،انڈونیشیا میں شافعی مذہب پھیلا، جزیرۃ العرب میں حنبلی مذہب پھیلا اور اجتہاد کا عمل موقوف ہوگیا تو نویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے فقہا کی توجہ اپنے مخصوص مذاہب کے مطالعہ اور ایک مذہب کے اندر اختلاف کے وجوہ کی بحث تک محدود ہوکر رہ گئی ،خواہ یہ اختلاف مذہب کے مؤسس اور ان کے شاگردوں کے درمیان ہو یا مختلف شاگردوں کے درمیان ہو۔اس بحث نے ترقی کرکے ایک مذہب کے اندر

---

[1] تاریخ اسلام ابو نعیم عبد الحکیم وعبد الحمید ص ۹۸۷۔۹۷۱، فیض کشمیری بازار کتاب منزل لاہور سن ندارد۔

قواعد ترجیح وضع کرنے کی شکل اختیار کرلی تاکہ ہر مسئلہ میں راجح رائے قائم کی جاسکے اور اس کی بنیاد پر فتوے دیئے جا
اور فیصلے کیے جاسکیں۔ مثلاً دولت عثمانیہ کے مختلف ممالک میں مذہب حنفی کے راجح اقوال کی طرف رجوع کرنے کا
ہوگیا اور اس سلسلے میں ابن عابدین کی ردالمحتار کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس رجحان کے بڑھنے
ممالک میں وہاں کے مروجہ مذاہب پر فقہی واصولی بحث ومطالعہ کا دروازہ کھل گیا جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات

خطیب زادہ حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[1]

فقیہ واصولی تھے۔ علم کی نشر واشاعت کے لئے بلاد روم ودیگر شہروں کے سفر کیے۔ قسطنطنیہ میں منصب قضا پر فائز

۱۔ تعلیقه علی مقدمات التوضیح فی الاصول۔[2]

۲۔ حواش علی اوائل حاشیه سید علی شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول ، سید شریف علی بن
جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے "شرح مختصر المنتهی لابن الحاجب" تالیف کی۔ سید شریف کی
کے اوائل پر خطیب زادہ نے حاشیہ تالیف کیا تھا۔[3]

مولانا زادہ الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[5]

ابن جماعہ شافعی (۸۳۳ھ۔۹۰۱ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : ھدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے "النجم اللامع شرح جمع الجوامع للسبکی فی
الفروع" تالیف کی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمع الجوامع للسبکی کی فروع پر کتاب ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے
سبکی کی فروع میں اس نام سے کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب اصول میں ہی ہے۔[7]

ابراہیم بن محمد القباقی شافعی (متوفی ۹۰۱ھ بعدہ)[8]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی .

۲۔ العقد المنضد فی شروط حمل المطلق علی المقید۔[9]

---

[1] خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب ۔۔۔ متوفی ۱۴۹۵ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

[2] ھدیۃ العارفین ۲/ ۲۱۸۔

[3] ھدیۃ العارفین ۵/ ۲۸،۷۱، الفتح المبین ۳/ ۱۰۔

[4] عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی مولانا زادہ۔

[5] ھدیۃ العارفین ۵/ ۶۵۶۔

[6] ابوالبقاء نجم الدین محمد بن برھان الدین ابراہیم بن جمال الدین عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابراہیم ۔۔۔ المقدسی الدیری۔

[7] ھدیۃ العارفین ۲/ ۲۱۸، معجم الاصولیین ۱/ ۳۵ (۲۰)۔

[8] ابراہیم بن محمد بن خلیل بن ابوبکر القباقی برھان الدین الحلبی شافعی۔

[9] کشف الظنون ۱/ ۵۹۶، ھدیۃ العارفین ۱/ ۱۵

تاج الدین کستلی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)[1]

روم (ایلی) میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "تعلیقة على المقدمات الاربعه من التلويح في الاصول" تالیف کیا۔[2]

بدر القلقاوی مالکی (متوفی ۹۰۲ھ)[3]

فقیہ، نحوی تھے۔ کثرت مطالعہ و تحصیل علم کی وجہ سے اپنے زمانے کے مالکی شیوخ میں شمار ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح تنقيح القرافي" تالیف کی۔[4]

صدر الدین الشیر ازی حنفی (۸۲۸ھ۔۹۰۳ھ)[5]

فقیہ و اصولی تھے تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیں۔ ان کی تصانیف علوم عقلیہ و نقلیہ میں ان جوان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "تقرير على حاشية الجرجاني على شرح المختصر ابن الحاجب في الاصول" تالیف کی۔[6]

ابو المعالی المقدسی شافعی (۸۲۲ھ۔۹۰۵ھ)[7]

فقیہ، اصولی، محدث اور مفسر تھے۔ ۸۴۴ھ میں قاہرہ جا کر صاحب التحرير في اصول الفقه، شیخ ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) سے ملاقات کی اور علمی استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ الدرر اللوامع بشرح جمع الجوامع للسبكي في الاصول۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح کے بارے میں لکھا:

"الدرر اللوامع، وهو شرح جمع الجوامع لكمال الدين محمد ابن الامير محمد المعروف بابن ابي شريف الحلبي"۔

(الدرر اللوامع یہ جمع الجوامع کی شرح ہے جو کمال الدین محمد ابن امیر محمد معروف بہ ابن ابی شریف حلبی کی تالیف ہے)

۲۔ شرح الارشاد للنووي في الاصول.

۳۔ قطعة على شرح المنهاج.[8]

---

[1] تاج الدین مصطفیٰ بن محمد القسطلانی حنفی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔

[3] بدر الدین علی بن محمد القلقاوی الازہری متوفی ۱۴۹۷ء۔

[4] معجم الاصولیین ۱/۱۰۱(۳۳۹)۔

[5] میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور الشیر ازی (۱۴۲۹ء/۱۴۹۷ء)۔

[6] الفتح المبین ۳/۶۳۔

[7] شیخ الاسلام کمال الدین ابو المعالی محمد بن ناصر الدین ابی بکر بن ابی شریف المقدسی (۱۴۱۹ء/۱۴۹۹ء)۔ بیت المقدس میں ولادت اور غالباً وہیں وفات ہوئی۔

[8] کشف الظنون ۱/۵۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۲، الفتح المبین ۳/۶۳۔

احمد ابن الصیر فی شافعی (۸۲۹ھ-۹۰۵ھ)[1]

فقیہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔ فقہ و اصلیین کی تعلیم خاص طور پر جلال الدین محلی سے حاصل کی۔ ... جمع الجوامع پر ان کی شرح کا درس لیا اور شرح العضد کو بمعہ حواشی اور "شرح المنهاج الاصلی للاسنوی" ... ان سے تعلیم و تفہیم حاصل کی۔ کئی شیوخ نے ان کو تدریس و افتاء کی اجازت عطا کی۔ نائب قاضی کی حیثیت سے فرائض انجام دیں۔ آپ سے قاہرہ و مکہ کے بہت سے فضلاء مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح الورقة في الاصول لابن جماعة، عزالدین، اور کتاب "الضوء اللامع" میں اس طرح ... ہے: الورقة في اصول الفقه للعز ابن جماعة۔

۲۔ منظومة في اصول الفقه۔[2]

خالد الازہری شافعی (۸۳۸ھ-۹۰۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "الثمار اليوانع شرح جمع الجوامع للسبكی" تالیف کی۔ اس کتاب کو ... میں مکمل کر لیا تھا اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔[4]

محمد بن صفی الدین الایجی شافعی (۸۳۲ھ-۹۰۶ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے حاشیہ علی التلویح للتفتازانی تالیف کی۔[6]

یوسف بن حسین الکرماستی رومی حنفی (۹۰۶ھ یا ۸۹۹ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۸۹۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

احمد الشعراوی (متوفی ۹۰۷ھ)[7]

فقیہ، نحوی، مقری، علم الفرائض و فلک میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ: شذرات الذهب میں ان کے بیٹے عبدالوہاب کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا:

۱۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن احمد بن صدقة بن احمد بن حسین بن حسین بن عبداللہ بن محمد بن محمد العسقلانی المکی الاصل القاہری، ابن صیرفی (۱۴۲۶ء) ...

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۲۷، معجم الاصولیین ۱/ ۱۳۳-۱۳۴ (۹۶)، الضوء اللامع لاهل القرن التاسع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی ۱/ ۲۶۶-۳۱۹ قاہرہ مکتبہ القدسی ۱۳۵۴ھ۔

۳۔ خالد بن عبداللہ بن ابوبکر بن محمد زین الدین الجرجاوی الازہری المصری، الوقاد (۱۴۳۳ء/ ۱۴۹۹ء) مصر میں پیدا ہوئے۔

۴۔ شذرات الذهب ۸/ ۲۶، معجم الاصولیین ۲/ ۸۷ (۳۳۲)۔

۵۔ معین الدین محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الایجی المصوی الشیر ازی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲/ ۲۲۳۔

۷۔ شہاب الدین احمد بن علی کا شعراوی متوفی ۱۵۰۱ء مصر ولادت ہوئی۔

"وصنف عدة مؤلفات فى الحديث والنحو والاصول والمعانى والبيان ونهبت كلها فلم يتغير، وقال الفناها لله فلاعلينا ان ينسبها الناس الينا أم لا"۔[1]

(انہوں نے حدیث، نحو، اصول، معانی و بیان میں کئی کتب تالیف کی تھیں مگر وہ سب کی سب چرالی گئیں تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور کہا کہ ہم نے ان (کتب) کو اللہ کی رضا کے لئے تالیف کیا تھا ہم پر اس سے کوئی فرق ونقصان نہیں ہوتا کہ لوگ ان کو ہم سے منسوب کریں یا نہ کریں)

[جلال الدین] دوانی شافعی (۸۳۰ھ۔۹۰۷ھ)[2]

فوائد البھیہ کے حاشیہ میں مذکور ہے:

"له قدم راسخ فى العلوم العقلية ومشاركة فى العلوم الشريعة تصانيفه دلت على انه البحر بلانازع"

(علوم عقلیہ اور علم شریعہ میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ ان کی تصانیف بلا تنازع ان کے علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔)

اہل روم، خراسان و ماوراء النہر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔

[خدم]ات اصولیہ: انہوں نے "حواش على شرح المختصر العضد فى الاصول" تالیف کئے۔[3]

[حمید الدین (عبد]اللہ بن افضل حنفی (متوفی ۹۰۸ھ)[4]

سلطان محمد خان کے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد وہاں کے چھٹے قاضی بننے کا شرف حاصل کیا۔ تدریسی خدمات [انجام دیں]۔ انتقال کے وقت وہاں کے مفتی تھے۔

[خدم]ات اصولیہ: انہوں نے حواش على حاشيه السيد على شرح مختصر ابن الحاجب للعضد تالیف [کئے]۔ کشف الظنون میں ہے "وهى مقبولة متداولة" (اور ان کے حواشی اہل علم کے یہاں مقبول اور متداول ہیں) [مخت]لف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[5]

[جلال الدین ع]بد الرحمٰن السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)[6]

[ام]ام، حافظ، مورخ، ادیب، مفسر، محدث، فقیہ اصولی، بلاغی، لغوی اور منطقی تھے ان کے علاوہ بھی دیگر کئی علوم [میں] دسترس رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے افاضل واجلہ اساتذہ سے علم حاصل کیا، چالیس برس کی عمر میں خلق خدا سے [علیح]دگی اختیار کر کے نیل پر واقع روضۃ المقیاس پر مقیم ہو گئے اور ان کی اکثر کتابیں اسی زمانے کی تالیف ہیں۔ اغنیاء و

---

[1] شذرات الذهب ۸/۳۳، الاعلام ۱/۹۷، اس میں الشعرانی تحریر ہے۔ [2] جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی الصدیقی (۱۴۲۶ء۔۱۵۰۱ء)۔
[3] الفوائد البھیہ ص ۸۹۔۹۰، الفتح المبین ۳/۶۴، شذرات الذهب ۸/۱۶۰، الاعلام ۶/۳۲، ۸۶۳۔
[4] حمید الدین عبد اللہ بن افضل الدین الحسینی الحنفی، ابن افضل متوفی ۱۰۵۲ء۔
[5] کشف الظنون ۲/۱۸۵۷، ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۳، ۳۳۵، الفوائد البھیہ ص ۷۹۔
[6] ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر بن محمد الخضیری السیوطی شافعی (۱۴۴۵ء/۱۵۰۵ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔

امراء ان کی زیارت کرنے آتے اور اموال و ہدایا پیش کرتے مگر وہ لوٹا دیا کرتے۔ سلطان نے انہیں کئی مرتبہ طلب کیا مگر وہ ان کے پاس نہیں گئے اس نے ہدایا بھیجے تو لوٹا دیئے اسی حالت و کیفیت میں رہتے ہوئے وفات پائی۔ تقریباً سو کتابوں کے مصنف ہیں، طبقات الاصولیین بھی انہیں کی تالیف ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب۔ اس کتاب کے نسخے کئی مقامات پر موجود ہیں۔

۲۔ الکوکب الساطع، نظم جمع الجوامع[۲] یہ کتاب قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

۳۔ شرح الکوکب الساطع[۳] الظاهریه (۱۰۲۸) اور جامعه ام القری (۲۰۰۲) میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۴۔ تقریر الاستاد فی تفسیر الاجتهاد[۳]

۵۔ الرد الی من اخلد الی الارض وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض، یہ کتاب الجزائر ۱۳۲۵ھ میں چھپ چکی ہے۔[۴]

۶۔ النکت اللوامع علی المختصر والمنهاج وجمع الجوامع۔[۵]

۷۔ ارشاد المهتدین الی نصرة المجتهدین۔ اس کتاب میں انہوں نے اجتہاد مطلق کی شروط بیان کی ہیں۔[۶]

۸۔ همع الهوامع فی شرح جمع الجوامع۔[۷]

الیار حصاری حنفی (متوفی ۹۱۱ھ)[۸]

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی التوضیح" تالیف کیا۔[۹]

محمد بن مصلح الدین البالیکسری (متوفی ۹۱۱ھ)[۱۰]

عسکر روم میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعلیقه علی مقدمات التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[۱۱]

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۰۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۵۴۳، الفتح المبین ۳/۶۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۳۱۳)۔

۲۔ کشف الظنون ۱/۵۹۷۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۴۶۶۔

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۳۱۳)۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، ہدیۃ العارفین ۵/۵۴۳۔

۶۔ کشف الظنون ۱/۶۷۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۴۳، ۵۴۴۔

۸۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن اوحد الدین الیار حصاری رومی۔

۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔

۱۰۔ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیکسری۔

۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۵۔

سلیمان البحیری مالکی (۸۳۶ھ۔۹۱۲ھ)[1]

قاہرہ آکر تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ کی تعلیم علاء الحصنیی سے حاصل کی، جامع طولون، قاہرہ میں مالکی فقہ کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح اللمع لابی اسحاق الشیرازی" تالیف کی۔[2]

ابراہیم الوزیری زیدی (۸۳۴ھ۔۹۱۴ھ)[3]

یمن کے بڑے علامہ اور زیدیہ کے مجتہدین میں سے تھے۔ صنعاء کے شیوخ سے تعلیم پائی، اصول، لغت عربیہ، فقہ، حدیث، تفسیر اور دوسرے فنون سیکھے۔ ان میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ اپنے زمانے کے مرجع بن گئے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ: الفصول اللؤلؤیہ فی اصول فقه العترة النبویة

اولہ: "بعد الحمد والصلاة: وبعد فهذه نخب مصطفاة من اقوال ائمتنا"۔

اخرہ: وفیما ذکرنا منها ارشاد الی مالم یذکر. والله اعلم"۔

اس کتاب کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں، دارالکتب المصریہ میں (۲۵۵۰۰) ب (۱۰ تا ۲۲) میں بھی موجود ہے۔[4]

علاء الدین الحجازی شافعی (۹۱۶ھ بعدہ تھے)[5]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ ادراکات الورقات فی الاصول۔

۲۔ مدارک الاصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی، اس کی تالیف سے ۹۱۲ھ میں فراغت پائی۔[6]

احمد الہروی، حفید السعد (متوفی ۹۱۶ھ)[7]

تیس برس تک ہراۃ میں قاضی رہے اور وہاں کے رئیس العلماء تھے۔ شاہ اسماعیل بن حیدر الصفوی جب ہراۃ آیا تو انہوں نے بھی دارالامارہ میں اس کا استقبال کیا لیکن حاسدین نے ان کے خلاف شاہ سے چغلی کھائی جس کی بناء پر غرض شاہ کے ۹۱۶ھ میں ہراۃ کے علماء کی ایک جماعت سمیت شاہ کے حکم پر قتل کروا دیے گئے۔

1۔ سلیمان بن شعیب بن خضر البحیری القاہری (۱۴۳۲ء۔۱۵۰۶ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

2۔ الفتح المبین ۳/۶۷، معجم الاصولیین ۲/۱۲۶ (۳۶۱)۔

3۔ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن الهادی بن ابراہیم الوزیری (۱۴۳۱ء۔۱۵۰۸ء)۔

4۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۵، اس میں ان کی تاریخ ولادت ۸۶۵ھ ذکر ہے، معجم الاصولیین ۱/۵۸، ۵۹ (۳۱)۔

5۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر المکی البرقی الحجازی۔

6۔ ایضاح المکنون ۲/۴۵۳، ہدیۃ العارفین ۵/۷۴۱۔

7۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی الہروی، حفید السعد التفتازانی، متوفی ۱۵۱۰ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی التلویح " تالیف کیا۔[1]

عبدالبر ابن الشحنہ حنفی (۸۵۱ھ۔۹۲۱ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور دوسری علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ قاہرہ آ کر متعدد شیوخ سے علوم سیکھے۔ تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔ حلب وقاہرہ کے قاضی بنے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح جمع الجوامع للسبکی فی اصول الفقہ" تالیف کی۔[3]

قوام الدین شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ)[4]

بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ میں مدرس رہے اور وہ بغداد میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی التلویح للتفتازانی فی الاصول " تالیف کیا۔[5]

ابن ابی شریف المقدسی شافعی (۸۳۶ھ۔۹۲۳ھ)[6]

کبار شافعی فقیہ تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ) شارح جمع الجوامع اور الورقات سے حاصل کی۔ شرح جمع الجوامع خاص طور پر ان سے پڑھی، ۹۰۶ھ میں مصر میں قاضی بنائے گئے۔ حج کے موقع پر وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "نظم لقطه العجلان" للزركشي.

۲۔ " نظم الورقات " لامام الحرمين .[7]

الہداد الجونپوری حنفی (متوفی ۹۲۳ھ یا ۹۳۲ھ)[8]

ھند کے مشہور افاضل علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی .

۲۔ حاشیہ علی اصول الشاشی المسمی " فصول الغواشی " مختلف مکتبوں میں اس کتاب کے نسخے موجود ہیں۔ مکتبہ راجستھان ٹونک ہند میں ۸۶ ۷ (ت/۸۸۲) اور ۸۷ ۷ اور ۸۸ ۷ میں بھی موجود ہیں۔

---

[1] معجم الاصولیین ۱/ ۳۳۵، ۳۳۶ (۱۸۸)۔

[2] ابوالبرکات سری الدین عبدالبر بن محمد بن محمد بن محمود بن الشحنہ القاهری (۱۴۴۸ء، ۱۵۱۵ء) حلب میں وفات پائی۔

[3] کشف الظنون ۱/ ۵۹۶، هدیۃ العارفین ۵/ ۴۹۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۵۳ (۲۸۹)۔

[4] قوام الدین یوسف بن حسن الحسینی شیرازی رومی حنفی۔

[5] هدیۃ العارفین ۲/ ۵۶۳۔

[6] ابواسحاق برهان الدین ابراهیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری المقدسی المصری، ابن ابی شریف (۱۴۳۰ء۔۱۵۱۳ء) قدس میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔

[7] معجم الاصولیین ۱/ ۵۴، ۵۵ (۲۸۱)۔

[8] علاء الدین الہداد بن عبداللہ الجونپوری الحنفی متوفی ۱۵۱۷ء ھند میں ولادت ہوئی۔

عبداللہ باکثیر الحضرمی شافعی (متوفی ۹۲۵ھ)[1]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "اللدر اللوامع فی نظم جمع الجوامع" تالیف کی۔[2]

شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ-۹۲۶ھ)[3]

فقہ، اصول، تصوف، منطق، جدل، فرائض، تفسیر، تجوید، حدیث اور دیگر علوم وفنون کے عالم تھے۔ شیخ ابن الہمام صاحب التحریر آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ خلق کثیر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا، کئی علوم وفنون پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لب الاصول ، یہ کتاب ابن السبکی کی جمع الجوامع کا اختصار ہے۔

۲۔ غایة الوصول شرح لب الاصول ، یہ کتاب اور شرح دونوں مطبعہ البابی الحلبی سے ۱۳۶۰ھ میں چھپ چکے ہیں، اس پر محمد الجوہری کا حاشیہ ہے۔ عبداللہ محمد الاحمد الصالح نے اس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور ۱۴۰۳ھ-۱۴۰۴ھ میں جامعہ ام القریٰ سے ایم اے کی شہادت حاصل کی۔

۳۔ فتح الرحمن علی متن لقطة العجلان لبدر الدین الزرکشی ، یہ کتاب مطبعہ النیل قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے جو شرح مذکور پر ہے۔

۴۔ حاشیه علی التلویح ۔ یہ حاشیہ ۱۹۹۲ء میں ھند سے چھپ چکا ہے۔

۵۔ حاشیه علی شرح جمع الجوامع " النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع " مصر، ترکی، تیونس، مکہ، رباط، حلب وغیرہ کے مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۶۔ حدود الالفاظ المتداوله فی اصول الفقه و الدین، یہ کتاب عبدالغفور بلوچی کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔

۷۔ مجموع النقول لفک الفاظ نبذة الاصول، یہ کتاب " نبذة الاصول " کی شرح ہے۔ دار الکتب المصریہ میں (۴۰۱) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔

۸۔ شرح المنهاج للبیضاوی ۔ مکتبہ الاحمدیہ عسکا میں (۲۰) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔[4]

---

[1] عبداللہ بن احمد الیمانی باکثیر۔

[2] ایضاح المکنون ۳/۴۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/۴۷۲۔

[3] زین الدین حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری (۱۴۲۳ء-۱۵۲۰ء) تاریخ ولادت ۸۲۳ھ یا ۸۲۴ھ اور تاریخ وفات ۹۲۵ھ بھی بتائی جاتی ہے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

[4] کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۴، الفتح المبین ۳/۶۸، ۶۹، معجم الاصولیین ۲/۱۰۷-۱۰۹ (۳۳۵)۔

جلال الدین مصری مالکی (متوفی ۹۲۶ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح الوسالة.

۲۔ شرح منتهى السول والامل في علمي الاصول والجدل لابن الحاجب۔[2]

محمد بن محمد البردعی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے حاشيه على تلويح التفتازاني في الاصول تالیف کیا۔[4]

حکیم شاہ القزوینی حنفی (متوفی ۹۲۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "مدار الفحول في شرح منار الاصول" تالیف کی۔[6]

احمد الشماخی اباضی (متوفی ۹۲۸ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ "مختصر العدل والانصاف" لشمس الدین ابی یعقوب الوارجلانی، واضح رہے کہ اسی مختصر کو "مختصر في اصول الفقه" بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ شرح مختصر العدل والانصاف۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں (۲۱۵۸۷ ب) کے تحت موجود ہے۔[8]

الیاس الرومی (۸۳۹ھ-۹۲۹ھ)[9]

علوم کی کئی شاخوں کے ماہر عالم تھے۔ ادرون میں مدرسہ بایزید میں مدرس تھے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب حواش على حاشيه العضد للسيد الشريف على مختصر الحاجب تالیف کی۔[10]

حسن الناصر المؤید الحسنی الیمنی (۸۶۲ھ-۹۲۹ھ)[11]

فقیہ، اصولی تھے۔

۱۔ جلال الدین محمد بن قاسم المصری۔
۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۸۔
۳۔ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بن البردعی التبریزی رومی۔
۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔
۵۔ محمد بن مبارکشاہ بن محمد الھروی رومی۔
۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔
۷۔ احمد بن سعید بن عبدالواحد الشماخی جبل نفوسہ کے شہر یفرن میں وفات پائی۔
۸۔ معجم الاصولیین ۱/۱۲۳ (۸۷)۔
۹۔ شجاع الدین الیاس رومی (۱۴۳۵ء-۱۵۲۳ء)۔
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۶ میں ان کا نام الیاس بن شجاع الدین درج ہے۔ معجم الاصولیین ۱/۲۷۸، ۲۷۹ (۲۲۳)۔
۱۱۔ حسن بن عزالدین بن الحسن بن علی المؤید الحسنی الیمنی (۱۴۵۸ء/۱۵۲۳ء) شہر فللہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : والقسطاس المقبول شرح معیار العقول فی علم الاصول[1]

عبدالعلی البرجندی حنفی (متوفی ۹۳۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، فلکی اور حاسب تھے۔ ھیئت، مناظرہ، حساب، فقہ واصول وغیرہ میں کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منار الانوار للنسفی . یہ کتاب مکتبہ محمود پاشا (یوسف آغا) ۱۸۹ کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح زبدۃ الاصول یہ کتاب نور عثمانیہ ۱۳۳۵ کے تحت موجود ہے۔[3]

بہاءالدین حسن العاملی امامی (متوفی ۹۳۳ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " العمدۃ الجلیلۃ فی الاصول الفقھیہ " تالیف کی۔[5]

ابن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ)

ان کے والد امراء دولت عثمانیہ میں سے تھے۔ اس لئے ان کی پرورش بڑی شان وشوکت میں ہوئی۔ مولی مصلح الدین القسطلانی، مولی خطیب زادہ، اور مولی معروف زادہ جیسے افاضل اور پائے کے علماء سے علم حاصل کیا۔ کئی مدارس میں تدریس کی، ادرن کے قاضی اور قسطنطنیہ کے مفتی رہے۔ مختلف علوم میں آپ کی تصانیف ہیں۔ " الطبقات السنیہ" کے مطابق عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں کتب تالیف کیں، مختلف فنون میں تین سو سے زائد رسائل لکھے۔

مؤلفات اصولیہ : معجم الاصولیین میں آپ کی کتب اس طرح مذکور ہیں :

۱۔ " حواش علی اوائل التلویح " للتفتازانی . اولہ قال : وھو فی اللغۃ اسم للمکتوب، اقول: خالف المشھور.

۲۔ تغیر التنقیح لصدر الشریعہ.

صاحب کشف الظنون نے کہا :

" ذکر انہ اصلح مواقع الطعن صرح فیہ الجارح واشار الی ماوقع لہ من السھو والتساھل وماعرض لہ فی شرحہ من الخطا والتغافل . واو دعہ فوائد ملتقطۃ من الکتب، ثم شرح ھذا التغیر وفرغ منہ فی شعبان ۹۳۱ اس کتاب میں ولکن الناس لم یلتفتوا الی مافعلہ والاصل باق علی رواجہ والفرع علی التنزل فی کسادہ "۔

(بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان مواقع کے جوابات دیئے ہیں جہاں ناقد نے اعتراضات کئے تھے اور ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف سے سہو اور سستی ہوئی تھی اور ان کی شرح میں غلطی وتغافل سے کچھ واقع نہیں ہوا اور بہت سے

[1] معجم الاصولیین ۲/۳۶، ۳۷ (۷۴۷)۔ [2] عبدالعلی بن محمد حسین البرجندی حنفی متوفی ۱۵۲۶ء۔

[3] کشف الظنون ۲/۱۸۶۲، ھدیۃ العارفین ۵/۵۸۶، معجم الاصولیین ۲/۲۱۳ (۴۴۲)۔

[4] بہاءالدین حسین بن جعفر بن فخرالدین حسن بن نجم الدین العاملی الکرکی متوفی ۱۵۲۷ء، شام کے شہر کرک کی نسبت سے کرکی کہلاتے ہیں۔

[5] ھدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، الفتح المبین ۳/۷۰، معجم الاصولیین ۲/۳۸ (۷۶۴)۔

فائدے اس کتاب میں شامل کر دیے گئے جسے انہوں نے دوسری کتابوں سے حاصل کیا تھا۔ پھر اس تغییر کی شرح لکھی جس سے شعبان ۹۳۱ھ میں فارغ ہوئے لیکن لوگ ان کے اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اصل کی نشر و اشاعت ہوتی رہی اور فرع کی قبولیت بہت کم رہی۔[1]

جب کہ الفوائد البھیہ میں اس طرح مذکور ہے:

"ومتن في الاصول سماه تغيير التنقيح وشرحه".

(اصول میں ایک متن بنام تغییر التنقیح لکھا اور اس کی شرح کی ہے)[2]

اس سے یوں لگتا ہے کہ یہ صدر الشریعہ کی التنقیح سے الگ کوئی کتاب ہے۔ الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے "متن تغيير التنقيح وشرحه في الاصول".

۳۔ شرح تغيير التنقيح۔

۴۔ رسالة في تحقيق المناسبة والملائمة والتاثير[2]

محمد بن ابراہیم التتائی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ)[3]

ایک عرصہ تک منصب قضاء پر فائز رہنے کے بعد مستعفی ہو گئے اور تالیف و تدریس کی طرف مشغول ہو گئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشية على شرح المحلى على جمع الجوامع في الاصول" تالیف کیا۔[4]

احمد القریمی (متوفی ۹۴۳ھ)[5]

سلطان مراد خان کے عہد میں جب بلاد روم آئے۔ تدریس کی پھر سلطان محمد خان کے دور میں قسطنطنیہ آئے۔ سلطان ان کی بہت تعظیم کرتا اور ان کی بات کو مانتا تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ: حواش على التلويح

آغاز یوں ہوتا ہے: قال الحمد لله قد جرت عادة المؤلفين الخ۔ اس کتاب کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔[6]

1۔ ابن کمال پاشا شمس الدین احمد بن سلیمان رومی متوفی ۱۵۳۳ھ قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

2۔ کشف الظنون ۱/ ۴۹۹، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۱-۱۳۲، الطبقات السنیۃ ۱/ ۳۰۹-۳۱۱ (۱۹۹)، الفوائد البھیہ ص ۲۱-۲۲، الفتح المبین ۳/ ۷۱-۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۲۵، ۱۲۶ (۸۹)۔

3۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم التتائی متوفی ۱۵۳۵ء۔

4۔ الفتح المبین ۳/ ۷۳۔

5۔ احمد بن عبداللہ القریمی متوفی ۱۵۳۶ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

6۔ الطبقات السنیۃ ۱/ ۳۲۹-۳۳۱ مگر اس میں ان کا نام القری مذکور ہے۔ الفوائد البھیہ ص ۲۵، الفتح المبین ۳/ ۷۴، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۳ (۹۰)

عبدالرحیم شیخ زادہ امامی (متوفی ۹۴۴ھ)[1]

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب نظم الفرائد و جمع الفوائد فی الاصول تالیف کی۔[2]

عبدالرحمٰن بن علی شافعی (۸۶۴ھ۔۹۴۴ھ)[3]

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب "تیسیر الوصول الی جامع الاصول" تالیف کی۔[4]

حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ)[5]

وقتِ نظر اور بہت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اس کثرت سے مطالعہ کرتے تھے، شروع رات سے لے کر صبح تک مطالعہ میں مشغول رہتے اور پیشاب تک کرنے نہیں اُٹھتے جس کی وجہ سے پیشاب کی جگہ خون آنے لگا، کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ: صاحب معجم الاصولیین نے ان سے متعلق مندرجہ ذیل اقوال کو جمع کر کے نقل کیا ہے:

قول (۱) حاشیہ علی شرح العضد لمختصر المنتہی لابن الحاجب اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہی وہ کتاب ہے جس کا نام "الردود والنقود" ہے اور روضات الجنات میں ہے۔ "وله كتاب" الردود والنقود" المعروف الذی علقه علی شرح المختصر العضدی" (اور ان کی کتاب الردود والنقود ہے جو شرح المختصر العضدی پر تعلیقہ سے مشہور ہے۔)

قول (۲) حاشیة علی شرح المختصر للعضد لمیرزا جان حبیب اللہ متوفی سنہ ۹۹۴ھ۔

قول (۳) حاشیه علی حاشیه السید علی شرح العضد۔

قول (۴) حاشیه علی شرح مختصر المنتهی للسید الشریف لمیرزا جان حبیب اللہ الشیرازی (متوفی ۹۹۴ھ)۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحب معجم الاصولیین نے کہا: سید شریف کی مختصر المنتهی پر شرح نہیں ہے بلکہ ان کا حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتهی پر ہے۔

قول (۵) حاشیه علی شرح مختصر المنتهی العضدی لحبیب اللہ میرزا جان الشیرازی (ت ۹۹۴)۔

قول (۶) حاشیه العلامه میرزا جان حبیب اللہ الشیرازی علی مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقه۔

قول (۷) معجم المؤلفین میں ہے: "حبیب اللہ میرزا جان الشیرازی (متوفی ۹۹۴ھ۔۱۵۸۵م) من تصانیفه... حاشیه علی شرح عضد الدین الایجی لمنتهی السول والامل فی علمی الاصول والجدل"۔

---

[1] عبدالرحیم بن علی الامامی رومی، شیخ زادہ۔ [2] ایضاح المکنون ۴/۶۵۹۔
[3] ابوالفرج، وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن یوسف الزبیدی الیمنی الدبیع۔
[4] ھدیۃ العارفین ۵/۵۲۵۔
[5] حبیب اللہ الباغنوی الشیرازی الاشعری متوفی ۱۵۲۷ء ان کی تاریخ وفات ۹۹۴ھ اور ۹۱۸ھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں مختلف طرح سے ان کی طرف نسبت کی گئی ہے تمام اقوال بالا کو اسماء الرجال کی کتب اور مکتبوں نے مکمل حوالوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد صاحب معجم الاصولیین نے اپنی تحقیق قلمبند کرتے ہوئے لکھا:

القول: الصحيح " حاشية على شرح عضد الدين الايجي لمختصر منتهى السول الخ" لان عضد الدين ليس له شرح على منتهى السول بل على مختصر منتهى السول".

(میں کہتا ہوں کہ ان تمام مذکورہ بالا باتوں میں سے) صحیح بات حاشیہ علی شرح عضد الدين الايجي لمختصر منتهى السول الخ ہے کیونکہ عضد الدین کی منتہی السول پر کوئی شرح نہیں تھی بلکہ مختصر منتہی السول پر ان کی شرح تھی۔[1]

ابراہیم الاسفرائینی (۸۷۳ھ۔۹۴۵ھ)[2]

استاد ابو اسحاق الاسفرائینی کی نسل میں سے تھے جو ایک علمی گھرانہ تھا۔ اسفرائین میں ان کے والد قاضی تھے۔ مختلف فنون میں آپ کی عمدہ تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی التلویح" تالیف کیا۔

اولہ: (بعد الحمد والصلوٰة): " فهذه تحقيقات بديعة وتدقيقات منيعة للفاضل العلامه عضد الملة والدين".

اخرہ: "بالاستغناء عن تقدير "ان" واستعارة "أو" بمعنى "حتى" "الا" "ثم".

مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[3]

حسین الاردبیلی (متوفی ۹۵۰ھ)[4]

مختلف علوم وفنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشية على شرح العضدية لمختصر ابن الحاجب۔

۲۔ حاشيه على حاشية الجرجاني۔

۳۔ شرح تهذيب الاصول للعلامة الحلي۔[5]

---

[1] معجم الاصولیین ۲/۲۸۔۲۹ (۲۵۸)۔

[2] عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرائینی (۱۴۶۸ء۔۱۵۳۸ء) خراسان میں ولادت اور سمرقند میں انتقال ہوا۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۹۰ (۳۲)۔

[4] حسین بن عبدالحق، کمال الدین الاردبیلی الالاہی متوفی ۱۵۴۳ء اردبیل میں ولادت و وفات ہوئی۔

[5] ھدیۃ العارفین ۵/۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/۶۵، ۶۶ (۲۹۹)۔

علی بن محمد البکری شافعی (متوفی ۹۵۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المطلب فی شرح المنہاج ۔ ۲۔ المغنی شرح اخر المنہاج ۔[2]

محمد بن محمد الحطاب مالکی (۹۰۲ھ ۔ ۹۵۴ھ)[3]

حافظ، محقق، علوم نقلیہ و عقلیہ میں متبحر تھے۔ اپنے والد اور قاضی مدینہ محمد بن احمد السخاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، کئی کتابیں تصنیف کیں جو ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " قرۃ العین شرح ورقات امام الحرمین فی الاصول " تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ وہ اس کی تالیف سے ۹۶۵ھ میں فارغ ہوئے جو کہ غلط ہے۔[4]

علی بن محمد الایجی شافعی (۹۰۰ھ ۔ ۹۵۵ھ)[5]

انہوں نے "حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الفروع " تالیف کیا۔[6]

شہاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)[7]

تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں ان کے زمانے میں علم کی ریاست شافعیہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع " تالیف کیا ایضاح المکنون میں حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للسبکی کے الفاظ مذکور ہیں۔[8]

ابراہیم بن محمد الحلبی حنفی (متوفی ۹۵۶ھ)[9]

علوم عربیہ، تفسیر، حدیث اور علوم قرآنی میں امام تھے۔ فقہ و اصول میں ید طولی رکھتے تھے مصر جا کر وہاں کے کبار اساتذہ سے حدیث، تفسیر، اصول و فروع کا علم حاصل کیا، بلاد روم تشریف لے گئے اور پھر قسطنطنیہ میں مقیم ہو گئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[10]

۱۔ ابو الحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن ابن البکری الصدیقی المصری۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۴۳۔

۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب (۱۴۹۶ء ۔ ۱۵۴۷ء) مکہ میں ولادت اور طرابلس میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۲/۲۳۳، الفتح المبین ۳/۷۵۔

۵۔ علی بن محمد بن عبد اللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الایجی، مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۱۰۔

۷۔ شہاب الدین احمد البرلسی الملقب بعمیرہ المصری متوفی ۱۵۴۹ء۔

۸۔ ایضاح المکنون ۳/۳۲۶ مگر تاریخ وفات ۹۷۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/۷۶، معجم الاصولیین ۱/۶۸ (۳)۔

۹۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی حنفی متوفی ۱۵۴۹ء۔

۱۰۔ الطبقات السنیہ ۱/۲۵۶، ۲۵۷، معجم الاصولیین ۱/۵۳ (۲۶)۔

بہران الیمنی زیدی (متوفی ۹۵۷ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "الکامل بنیل السول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

احمد الرملی شافعی (متوفی ۹۵۷ھ)[3]

شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) صاحب غایۃ الاصول کے خاص شاگرد تھے۔ اسی لئے انہوں نے افتاء وتدریس کی اجازت دی اور اپنی زندگی اور موت بعد کے سوائے ان کے کسی کو بھی ان کی کتب کی تصحیح کی اجازت نہ دی، یہی وجہ تھی کہ شرح البہجہ اور شرح الروض میں الرملی نے شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں چند مقامات کی تصحیح بھی کی تھی۔ مصر میں علوم شرعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ ان کا شمار بڑے علمائے شافعیہ میں ہوتا ہے ان کے زمانے میں سوائے چند ایک کے تمام علماء نے آپ سے علمی استفادہ کیا، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "غایۃ المامول فی شرح ورقات الاصول" تالیف کی۔ اور اس کی تالیف سے ۹۲۰ھ میں فراغت پائی اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد للہ الذی رفع معالم دین الاسلام" کئی مقامات پر اس کے نسخے اب بھی موجود ہیں۔[4]

ابوعبداللہ اللقانی مالکی (۸۷۳ھ۔۹۵۸ھ)[5]

محقق، نظار اور اصولی تھے۔ ریاست علم واستفتاء ان کے زمانے میں ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الاصول" تالیف کیا۔[6]

ابوبکر تقی الدین المقدسی شافعی (متوفی ۹۶۰ھ)[7]

مختلف فنون پر اور بالخصوص اصول فقہ میں مہارت رکھتے اسی لئے شیخ ابوبکر اصولی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے اپنے والد سے علم حاصل کیا پھر دمشق آ کر بدر غزی سے شرح جمع الجوامع للمحلی پڑھی۔[8]

قوجہ حسام حنفی (متوفی ۹۶۰ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[10]

---

[1] محمد بن یحییٰ محمد بن احمد بن موسیٰ بن احمد بہران الصعدی الیمنی المصری۔
[2] ہدیۃ العارفین ۲۴۳/۶۔
[3] احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری متوفی ۱۵۵۰ء۔
[4] معجم الاصولیین ۱/ ۶۸، ۶۹ (۴۲)۔
[5] ابوعبداللہ محمد بن حسن اللقانی، ناصر الدین (۱۴۶۸ء۔۱۵۵۱ء)۔
[6] ہدیۃ العارفین ۲۴۳/۶، الفتح المبین ۳/ ۷۷۔
[7] ابوبکر تقی الدین بن شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن ابو اللطف المقدسی متوفی ۱۵۵۲ء۔
[8] ایضاح المکنون ۳۶۶/۳، ہدیۃ العارفین ۲۴۳/۶، معجم الاصولیین ۲/ ۱۲،۱۱ (۲۳۰)۔
[9] حسام الدین حسین الاماسی رومی حنفی الشہیر بقوجہ حسام۔
[10] ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۵۔

حسین الاسترابادی حنفی (متوفی ۹۶۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔[2]

مصلح الدین بن شعبان شروری حنفی (متوفی ۹۶۳ھ)[3]

ادیب وقاضی تھے۔ استنبول میں قاضی رہے اور بعض سلاطین عثمانیہ کی اولاد کے معلم بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح للتفتازانی" تالیف کیا۔[4]

عبدالعزیز المکناسی مالکی (متوفی ۹۶۴ھ)[5]

مقری، ادیب، شاعر اور بعض دوسرے علوم میں ید طولی رکھتے تھے۔ مدینۃ المنورہ میں شیخ القراء تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "دار الاصول" کے نام سے ایک منظوم تالیف کیا۔[6]

زین الدین العاملی الشہید امامی (۹۱۱ھ۔ ۹۶۶ھ)[7]

فقیہ، اصولی، محقق اور بعض دوسرے علوم کے جاننے والے تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تمهيد القواعد الاصوليه والفرعيه لتفريع موائد الاحكام الشرعيه

یہ کتاب سات مجلدات میں ہے اور انہوں نے اس کتاب کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فراغت پائی۔ اولہ : الحمد لله الذي وفقنا لتمهيد قواعد الاحكام الخ اس کتاب کو دو اقسام پر مرتب کیا۔ الاول : في الاصول بتفريع ما يلزمها. والثاني : في تقرير المطالب الفرعية منهما (منها) مائة قاعدة اس کا ایک نسخہ کربلا میں مخطوطات محمد باقر الطباطبائی میں ۶ نمبر پر اور دوسرا مکتبہ امام الجمعہ "زنجان" میں ہے۔

۲۔ الاقتصاد والارشاد الى طريق الاجتهاد۔[8]

عرب زادہ حنفی (متوفی ۹۶۹ھ)[9]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی صدر الشریعہ" تالیف کی۔[10]

۱۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاسترابادی متوفی ۱۵۵۳ء۔
۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/۸۲ (۳۱۶)۔
۳۔ مصلح الدین بن شعبان الکلیبولی الرومی سروری۔
۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۳۔
۵۔ عبدالعزیز بن عبدالواحد بن محمد بن موسیٰ المغربی المکناسی متوفی ۱۵۵۶ء مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔
۶۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱۱ (۴۴۴)۔
۷۔ زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن علی انحاریری الجبعی العاملی الشامی الشیعی شہید ثانی (۱۵۰۵ء۔ ۱۵۵۸ء)۔
۸۔ کشف الظنون ۱/۴۸۳، ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۸، ۳۷۹، معجم الاصولیین ۲/۱۱۳ (۴۴۹)۔
۹۔ محی الدین الواعظ محمد الانطاکی البرسوی الرومی، عرب زادہ حنفی۔ بحرابیض میں غرق ہو کر وفات پائی۔
۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۷۔

ابن نجیم حنفی (متوفی ۹۷۰ھ)[1]

فقیہ، محقق اور اصولی تھے۔ قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)، صاحب حاشیہ علی شرح عبداللطیف بن ملک لمنار الانوار فی اصول الفقه وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ افتاء و تدریس کی اجازت حاصل کی، فقہ حنفیہ کے قواعد وضوابط میں شہرہ آفاق کتاب "الاشباہ والنظائر" کے بھی مصنف ہیں، متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاشباہ والنظائر، یہ کتاب قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے۔

۲۔ فتح الغفار بشرح المنار للنسفی[2]

یہ کتاب "مشکاۃ الانوار فی اصول المنار" کے نام سے مشہور ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں یہ کتاب جامعہ الازھر کلیہ الشریعہ الاسلامیہ کے دوسرے سال کے کورس میں شامل ہے، یہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر سے ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶ء میں چھپ چکی ہے۔

فتح الغفار پر حواشی :

شیخ عبدالرحمن البحراوی حنفی مصری (متوفی ۱۳۲۲ھ) نے اس کے بعض مقامات پر حواشی لکھے ہیں جو مشکاۃ الانوار کے ساتھ ہی چھپے تھے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد مشکاۃ الانوار کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"(وبعد) فهذا شرح على (المنار) في اصول الفقه، شرعت فيه حين اقرائه بالجامع الازهر درسا بدرس سنه خمس وستين وتسعمائة، يحل الفاظه ويبين معانيه، معرضا فيه عن التطويل والاسهاب، مقتصرا فيه غالبا على كلام جماعة من محققي المتاخرين من اصحابنا: كصدر الشريعة، وسعد الدين التفتازاني، وابن الهمام، والاكمل، مبينا للاصح المعتمد مفصحا عماهو التحقيق والاوجه وسميته بمشكاة الانوار في اصول الفقه راجيا من الله تعالى القبول، انه تعالى خير مامول، هذا وقد كنت اختصرت تحرير الاصول قبله لمولانا المحقق ابن الهمام وسميته (لب الاصول) وهو حسبي ونعم الوكيل".[3]

(وبعد : یہ کتاب "المنار فی اصول الفقه" کی شرح ہے میں نے غیر ضروری طوالت اور شدید اختصار سے اجتناب کرتے ہوئے اس کے الفاظ کی توضیح اور اس کے معانی کی تبیین کی۔ اور یہ کام میں نے ۹۶۵ھ میں اس وقت شروع کیا جب میں نے اس کتاب کو جامع الازہر میں درساً درساً پڑھاتا تھا۔ میں نے اس کتاب کے اکثر حصے میں اپنے اصحاب میں سے بعض متاخرین کے طریقے کو اپنایا ہے جیسے صدر الشریعہ، سعد الدین تفتازانی، ابن ہمام اور اکمل اور یہ تحقیق کا م اپنے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لحاظ سے واضح ہے۔ میں نے اس کتاب کا نام "مشکاۃ الانوار فی اصول الفقه" رکھا۔

[1] زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد الحنفی المصری ابن نجیم متوفی ۱۵۶۳ء۔ [2] ہدیۃ العارفین ۳۷۸/۵۔

[3] فتح الغفار بشرح المنار معروف بمشکاۃ الانوار، ابن نجیم، ۶/۱ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶ء۔

میں متوقع ہے جو خیر المرجوع ہے قبولیت کا سوال کرتا ہوں اور اس کتاب سے قبل میں نے مولانا محقق ابن الهمام کی کتاب کا اختصار کیا تھا اور اس کا نام لب الاصول رکھا تھا، میرے لئے اللہ کافی اور بہتر مددگار ہے۔)

ابن نجیم نے مشکاۃ الانوار کے آخر میں جس طرح اختتام کیا ہے اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اس تعلیق الانوار علی اصول المنار نامی شرح کی تالیف سے اور یا فتح الغفار شرح المنار کی تالیف سے ۴ شوال ۹۶۵ھ کو فارغ ہوئے اور اللہ کی توفیق و طاقت سے اس کام کو پورے ماہ میں مکمل کیا۔

۳۔ لب الاصول۔

یہ کتاب ابن الهمام (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ کا اختصار ہے۔ دار الکتب المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کتاب لب الاصول کو انہوں نے "فتح الغفار" سے قبل تصنیف کیا تھا، اور اس بات کی تصریح انہوں نے فتح الغفار کے مقدمہ میں کر دی تھی۔[1]

۴۔ تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی۔

ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی بھی تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے:
"ما مختصر لمنار النسفی"۔

۵۔ شرح معالم الاصول۔[2]

شہاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۷۰ھ یا ۹۵۵ھ)

ان کا بیان ۹۵۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابن المعمار حنفی (متوفی ۹۷۱ھ)[3]

مدینۃ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے تعلیقہ علی حاشیہ التلویح الحسن چلپی تالیف کیا۔[4]

محمد بن ابراہیم ابن الحنبلی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ)[5]

مؤرخ تھے اور کئی فنون کے ماہر عالم تھے۔ ۹۵۴ھ میں حج کیا اور دمشق جا کر علم کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "انوار الحلک علی شرح المنار لابن ملک" تالیف کی۔[6]

---

[1] کشف الظنون ۱/ ۳۵۸ ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۷۸۔
[2] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷، ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۷۸، الفتح المبین ۳/ ۷۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۱۱، ۱۱۲ (۳۲۸)۔
[3] مصطفیٰ بن محی الدین محمد رومی حنفی، ابن المعمار۔
[4] ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۶۶۔
[5] ابو عبداللہ رضی الدین محمد بن ابراہیم بن یوسف بن عبدالرحمٰن ابن حنبلی، متوفی ۱۵۳۵ء۔
[6] کشف الظنون ۱/ ۱۹۸، ۲/ ۱۸۲۵، الفتح المبین ۳/ ۷۹۔

امیر بادشاہ البخاری حنفی (متوفی ۹۷۲ھ یا ۹۸۷ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تجاح الوصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

ابن النجار حنبلی (۸۹۸ھ-۹۷۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "شرح الکوکب المنیر المسمی مختصر التحریر" یا "المختبر المبتکر شرح المختصر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ڈاکٹر محمد زحیلی اور ڈاکٹر نزیہ حماد کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ المکرمہ اور دمشق سے ایک ساتھ ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔[4]

ابن جلال التوقیعی حنفی (متوفی ۹۷۳ھ)[5]

کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب، دمشق و مصر کے قاضی بنائے گئے، بہت فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعلیقہ علی تغیر التنقیح لابن کمال فی الاصول" تالیف کیا۔[6]

ابوالشاء حنفی (متوفی ۹۷۴ھ)[7]

فقیہ، اصولی تھے۔ ادباء روم میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الاسرار فی شرح مختصر المنار۔ وہ اس کی تالیف سے ۹۷۴ھ میں فارغ ہوئے تھے، ۱۸۸۷ء میں قازان سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ دائرة الاصول۔[8]

احمد الهيتمي ، ابن حجر (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)[9]

تفسیر، حدیث، فقہ، واصول فقہ، فرائض، صرف، نحو، منطق وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی سے تعلیم حاصل کی بعض اساتذہ سے افتاء و تدریس کی اجازت حاصل کی، کئی کتب تالیف کیں۔

---

[1] محمد امین بن الشریف، امیر بادشاہ البخاری۔ [2] ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۴۹۔ [3] محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی، ابن النجار۔

[4] شرح الکوکب المنیر المسمی مختصر التحریر یا المختبر المبتکر شرح المختصر فی اصول الفقہ، ابن النجار ۸۹۸ھ-۹۷۲ھ، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء اس کے علاوہ مکتبۃ المکرمہ جامعۃ الملک عبدالعزیز سے بھی اسی سن میں شائع ہوئی۔

[5] صالح ابن القاضی جلال الدین التوقیعی رومی، ابن جلال متوفی ۱۵۶۵ء۔ [6] ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۲۳، معجم الاصولیین ۲/ ۱۴۸(۲۶۳)۔

[7] ابوالشاء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابوالبرکات الزیلی السیواسی حنفی متوفی ۱۵۶۶ء، تاریخ وفات ۱۰۰۶ھ اور ۱۰۰۹ھ بھی بتائی گئی ہے۔

[8] کشف الظنون ۱/ ۷۲۹، ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۵۰، ۱۵۱، الفتح المبین ۳/ ۸۰، معجم الاصولیین ۱/ ۲۱۳(۱۵۸)۔

[9] شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی السعدی الانصاری المکی ۱۵۰۴ء-۱۵۶۷ء مکہ میں انتقال فرمایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التعریف في الاصلین والتصوف" تالیف کی۔ یہ کتاب محمد بن علان صدیقی کی "التلطف" کے ساتھ مکتبہ مصطفیٰ الحلبی، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔[1]

مصطفیٰ بن محمد بستان آفندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔[3]

شرف الدین العیثاوی شافعی (متوفی ۹۷۸ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الورقات للامام الحرمین في الاصول" تالیف کی۔[5]

ابو السعود العمادی (متوفی ۹۸۲ھ)[6]

اصول و فروع میں قوت کاملہ رکھتے تھے۔ بعض مسائل میں اجتہاد کرتے اور بعض دلائل میں ترجیح و تخریج کرتے، سلطان سلیمان خان اور ان کے بعد اس کے بیٹے سلطان سلیم خان آپ کا بہت اکرام و تعظیم کرتے۔ تدریس کی، قسطنطنیہ میں منصب قضاء پر فائز رہے انہوں نے تیس برس سے زائد عرصہ تک قاضی کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تواقب الانظار في اوائل المنار۔

۲۔ غمزات الملیح ، علی مباحث قصر العام من التلویح ۔[7]

احمد بن محمد الغزی شافعی (۹۳۱ھ۔۹۸۳ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الهج في مختصر المنهج من الاصول" تالیف کی۔[9]

عبد الرحمن علمشاہ (متوفی ۹۸۷ھ)[10]

متکلم و اصولی تھے۔ منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفي" تالیف کی۔[11]

احمد الرومی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ)[12]

تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب و قسطنطنیہ میں قاضی رہے، دیار روم میں مفتی رہے، متعدد کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۹(۱۷۲)۔

۲۔ مصطفیٰ بن محمد علی الرومی حنفی، بستان آفندی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۵۔

۴۔ شرف الدین یونس بن عبد الوہاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی شافعی العیثاوی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۳۔

۶۔ ابو السعود بن محی الدین محمد العمادی متوفی ۱۵۷۴ء۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۵۳، معجم الاصولیین ۲/۱۴۰، ۱۴۱(۲۵۷)۔

۸۔ احمد بن محمد بن محمد احمد الغزالی شہاب الدین الدمشقی شافعی۔

۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۸۔

۱۰۔ علمشاہ عبد الرحمن بن صالح علی امیر۔

۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷، معجم الاصولیین ۲/۱۷۹(۳۱۵)۔

۱۲۔ احمد بن محمود شمس الدین بدر الدین الادرنوی قاضی زادہ رومی حنفی شیخ الاسلام متوفی ۱۵۸۰ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقہ علی التلویح للتفتازانی تالیف کیا۔ ھدیۃ العارفین کے الفاظ یہ ہیں! انہوں نے "تعلیقہ علی التلویح فی کشف حقائق التنقیح فی الاصول" تالیف کیں۔ مظہر بقا نے لکھا کہ ان کے خیال کے مطابق قاضی زادہ کی اصول فقہ پر ایک دوسری کتاب بنام "محاکمات بین صدر الشریعہ وابن کمال پاشا" بھی ہے واللہ اعلم۔[1]

احمد بن احمد السنباطی شافعی (متوفی ۹۹۰ھ)[2]

انہوں نے اپنے والد گرامی اور علماء مصر سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ اپنے زمانے کے گنے چنے علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المحلی للورقات" تالیف کیا۔ الحمد کے بعد اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : ...... وبعد فھذہ حواش علی الورقات وشرحھا للعلامہ ...... المحلی الخ۔ اور اختتام یوں ہوتا ہے : ولیکن ھذا اخر ما اردنا ایرادہ من الحواشی ..... اللھم اجعلھا خالصۃ .... وباحسان الی یوم الدین۔ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں (۲۰۲) نمبر کے تحت بھی موجود ہے۔[3]

فضیل بن علاء الدین الجمالی حنفی (۹۲۰ھ۔ ۹۹۱ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے "تنویع الاصول الی علم الاصول" کے نام سے ایک مختصر متن لکھا۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ "حامد الشارع لشرع مشارع الشرع والدین" الخ۔ انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقاصد یعنی اول ادلہ اور دوم احکام پر مرتب کیا اور وہ اس کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۔ توسیع الاصول فی شرح تنویع الاصول۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ ان کی اول الذکر کتاب تنویع الاصول کی شرح ہے۔[5]

احمد بن احمد التنبکتی (۹۲۹ھ۔ ۹۹۱ھ)[6]

محدث، اصولی، بیانی اور منطقی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔[7]

۱۔ کشف الظنون ۱/ ۴۹۸، اس میں تاریخ وفات ۹۸۸ھ مذکور ہے۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۸، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۶، ۲۳۷ (۴۹)۔

۲۔ احمد بن احمد عبدالحق شہاب الدین السنباطی المصری الشافعی، ان کی تاریخ وفات ۹۹۵ھ اور ۹۹۷ھ بھی بتائی جاتی ہے۔

۳۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۹، معجم الاصولیین ۱/ ۸۴، ۸۵ (۵۴)۔

۴۔ فضیل ابن علاء الدین علی بن احمد بن محمد الجمالی الاقصری الحنفی۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۱۴۹، معجم الاصولیین ۱/ ۸۴، ۸۵ (۵۳)۔

۶۔ احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیت الصنہاجی التنبکتی، حاج احمد (۱۵۲۲۔ ۱۵۸۳ء)۔

۷۔ معجم الاصولیین ۱/ ۸۶ (۵۵)۔

احمد الاردبیلی امامی (متوفی ۹۹۳ھ)[1]

شہید ثانی کے بعض تلامذہ اور فضلاء عراق سے معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی دو کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

تالیفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " تعلیقات علی شرح المختصر للعضد " تالیف کی۔[2]

احمد بن قاسم شافعی (متوفی ۹۹۴ھ)[3]

تالیفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی شرح جمع الجوامع

انہوں نے اس کتاب کا نام " الایات البینات" رکھا۔ اس کے مقدمہ میں اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جمع الجوامع اور محقق المحلی کی اس شرح پر ہونے والے اعتراضات کے اندفاع و فساد کو بیان کیا۔ یہ حاشیہ مطبعہ بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے صاحب معجم الاصولیین نے العیدرسی کا یہ قول نقل کیا ہے :

"یجمع فیها بین الحاشیتین لکمال بن ابی شریف وللقاضی : زکریا، وله بینهما المحاکمات العادلة والافادات الشاملة".

(انہوں نے اپنی اس کتاب میں کمال بن ابی شریف اور قاضی زکریا کے حاشیوں کو جمع کیا اور ان دونوں حاشیوں کے درمیان ان کے مفید اور صحیح اقوال ہیں۔)

۲۔ حاشیه علی شرح الورقات

"شرح ورقات پر العبادی کے دو حاشیہ یا دو شرحیں ہیں۔ الکبیر اور الصغیر ان میں سے " الصغیر" مطبعہ الحلبی، قاہرہ سے زینی دحلان کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے اور اسی طرح یہ مطبعہ الخیریہ قاہرہ سے سنہ ۱۳۰۶ھ میں امام قرافی کی کتاب " شرح التنقیح" کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں شارح نے لکھا :

"هذا شرح لطیف ومجموع شریف للورقات وشرحها للعلامه المحلی . رحمه الله یستحسنه الناظرون ویعترف بفضله المنصفون حمدا ، لخصته من شرحی الکبیر علیهما".

جہاں تک "شرح الکبیر" کا تعلق ہے تو اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الملکیہ برلن میں ۴۳۶۴ کے تحت موجود ہے۔

اوله : حمدا یلیق بجلال عزتک یارب العالمین .... وبعد فهذا مادعت الیه حاجة المتفهمین الخ۔

اخره : کلما ذکره الذاکرون وغفل عن ذکره الغافلون ، مکتبہ الاحمدیہ حلب میں ۴۱۲ کے تحت ۹۹۶ھ میں ناصر الدین المنزلی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ موجود ہے اور دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔[4]

۱۔ احمد بن محمد الاردبیلی الاذربیجانی متوفی ۱۸۸۵ء۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۳۹)۔

۳۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری متوفی ۱۵۸۵ء مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، الفتح المبین ۳/۸۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷، ۱۸۸ (۱۳۶)۔

عوض بن عبداللہ العلا ئیہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ)[1]

فقیہ اور روم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی التلویح" تالیف کیا۔[2]

حبیب اللہ الشیر ازی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ)[3]

متکلم، اصولی اور منطقی تھے۔ بہت سی کتب تالیف کیں جو زیادہ تر شروح کی صورت میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے حاشیہ علی شرح القطب الشیرازی لمختصر المنتہی تالیف کیا۔[4]

احمد المکناسی المنجور (۹۲۶ھ۔ ۹۹۵ھ)[5]

مظہر بقا نے نیل الابتہاج سے یہ عبارت نقل کی ہے:

"کان اخر فقھاء المغرب ومشار کیھم فی الفنون فقھا واصولا"۔

(وہ مغرب کے آخری فقہاء اور ان کے فنون فقہ و اصول میں مشارکت رکھنے والے شخص تھے)

اپنے وقت کے تقریباً تمام بڑے شیوخ سے اکتساب علم کیا۔ تاریخ، بیان، منطق، اصول وحدیث، تفسیر وغیرہ سب سے بڑے عالم حافظ و عارف تھے۔ عقائد و اصول میں ید طولیٰ رکھتے، متعدد کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ: شرح المنہج المنتخب علی قواعد المذھب۔[6]

محمد بن مصطفیٰ الوانی (لوانی) حنفی (متوفی ۱۰۰۰ھ)[7]

مدینہ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "نقد الدرر حاشیہ علی الدرر والغرر لملا خسرو فی الاصول" تالیف کی۔[8]

ابوالخیر الطبری (دسویں صدی ہجری کے عالم)[9]

مسجد الحرام میں مدرس تھے۔ مختلف فنون کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے اور کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح الورقات لامام الحرمین" تالیف کی۔[10]

☆☆☆

---

1. عوض بن عبداللہ العلا ئیہ وی الموعاری۔
2. ھدیۃ العارفین ۵/۸۰۳۔
3. شمس الدین حبیب اللہ بن عبداللہ العلوی الدھلوی، میرزا جان شیرازی متوفی ۱۵۸۶ء۔
4. ھدیۃ العارفین ۵/۲۶۴، ۲۶۔ معجم الاصولیین ۲/۲۷، ۲۸ (۲۵۷)۔
5. احمد بن علی بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ المنجور المکناسی الفجار (۱۵۲۰ء۔ ۱۵۸۷ء) فاس میں ولادت ہوئی۔
6. معجم الاصولیین ۱/۱۷۲ (۱۴۳)۔
7. محمد بن مصطفیٰ الکورانی رومی حنفی۔
8. ھدیۃ العارفین ۶/۲۴۰۔
9. ابوالخیر بن محمد ابوالسعادات بن المحب محمد بن الرضی۔ محمد حسین الطبری مالکی۔
10. معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

فصل پنجم

گیارہویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

گیارہویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر

عثمانی خلیفہ سلطان مراد خان ثالث کی وفات کے بعد ۱۵۹۵ء میں اس کا بیٹا محمد ثالث جانشین ہوا۔ اسے کئی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شاہ ایران نے بھی دولت عثمانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اپنے غصب شدہ علاقوں کو واپس لے لیا۔ ۱۶۰۳ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا احمد اول جانشین ہوا۔ سترہویں صدی کا ابتدائی زمانہ ملت عثمانیہ کے لئے نہایت نازک اور تشویش انگیز تھا لیکن سلطنت کی خوش نصیبی تھی کہ یورپ کی کوئی بڑی طاقت ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے قابل نہ تھی۔ ۱۶۱۷ء میں احمد اول کے انتقال کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف اس کے بیٹے کے بجائے اس کا نااہل و ناعاقبت اندیش بھائی تخت حکومت پر بیٹھا مگر ۱۶۱۸ء میں اس کو ہٹا کر ثانی جو احمد کے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھایا گیا مگر جب اس کے خلاف بھی بغاوتیں پھوٹ پڑیں تو صدر اعظم داؤد پاشا نے عثمان کو نظر بند کر کے پھانسی دلوادی ......۱۶۲۳ء میں عثمان کے بھائی شہزادہ مراد رابع کو اس پر بٹھایا گیا اس وقت یمن، مصر، تیونس، طرابلس اور الجزائر وغیرہ میں بغاوتیں اپنے عروج پر تھیں مگر مراد رابع نے اپنی والدہ سلطانہ کے تدبر اور اپنی علم و بصیرت کی بدولت مستحکم ستون بن کر گرتے ہوئے قصر سلطنت کو تھام لیا اور حافظ پاشا کو بغداد بھیج کر ۱۶۳۹ء میں اسے فتح کروایا جہاں شاہ ایران عباس صفوی ولی بن بیٹھا تھا۔ مراد کا دور عدل و انصاف، رعایا کے تمام طبقوں میں یکجہتی، آسودگی اور حکومت کے ہر شعبے میں انتظام، تعمیر و ترقی سے عبارت تھا۔

۱۶۴۰ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بھائی ابراہیم جانشین ہوا جس کی کاہلی، بے تدبیری، عیش پرستی نے بد نظمی و تباہی کے کنارے پر لا ڈالا البتہ اس کے دور میں ازف کی فتح ہوئی اور کویت کی فتح کی داغ بیل پڑ گئی جو محمد رابع کے زمانے میں فتح کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد محمد رابع (۱۶۴۸ء۔۱۶۸۷ء) تخت نشین ہوا مگر ملکی باگ ڈور صدر اعظم محمد کوبریلی کے ہاتھ میں رہی جو ایک کم تعلیم یافتہ مگر سیاسی بالغ نظری اور انتظام و سلطنت میں گہری واقفیت رکھنے والا شخص تھا اس کے دور میں حکومت کے ہر شعبے میں باقاعدگی، تنظیم، انصاف، تعمیر، اصلاح و ترقی کے مناظر دکھائی دینے لگے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا ۱۶۶۱ء جانشین بنا جو رعایا کے تمام طبقوں میں نہایت ہر دل عزیز تھا اس کے زمانے میں قزاقوں کے حمایت یافتہ پولینڈ سے جنگ ہوئی اور کئی علاقے جن میں اوکرین کا تقریباً سارا علاقہ بھی شامل تھا، دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ سلطان محمد رابع علم دوست، فنون نواز شخص تھا وہ علماء و فضلاء اور ارباب کمال کو نہایت قدر و عزت سے دیکھتا، اور پھر جب سلطان سلیمان ثانی (۱۶۸۷ء۔۱۶۹۱ء) کا دور آیا تو اس میں سلطنت کی گرفت ڈھیلی نظر آنے لگی۔ آسٹریا، بلغراد اور بوسنیا کے ایک بڑے حصہ پر مخالفین کا تسلط و قبضہ ہو گیا۔ لہٰذا شیا بغاوت کے زور سے خود مختار

ہو گیا مملکت کے جنوبی علاقوں کی حالت بھی کچھ اسی طرح تھی اور پھر اسی زمانے میں یہ بھی حقائق رونما ہوئے انہوں نے چھینے گئے علاقوں کو واپس لینے کی کوشش کی اور کئی مفید نتائج بھی نکلے۔[1]

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں افریقہ تک دولت عثمانیہ پہنچ گئی دوسری طرف مغرب میں اسپانیوں کے تسلط میں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں تسلط حاصل کر لینے کے بعد سے وہاں انقلابات، اور سیاسی ہنگامہ خیزیوں کے علماء میں سے جو کچھ وہاں باقی رہ گئے تھے وہ علم کی ترویج و اشاعت کے لئے افریقہ ہجرت کر گئے۔ اس زمانے میں علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں عثمانیوں نے کوئی خاطر خواہ خدمات انجام نہیں دیں۔ وہ دارالخلافہ سے مختلف شہروں میں قضاہ کے لئے قاضی روانہ کرتے۔ اس دور میں اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں بھی کوئی بنیادی کام نظر نہیں آتا اور اصول فقہ میں عملی اجتہاد بھی نظر نہیں آتا۔ تصنیف و تالیف زیادہ تر شروح، حواشی مختصر و تعلیقات کی صورت میں کی گئی۔ اس صدی کے چند مشہور اصولی مؤلفین یہ ہیں، علامہ حسن الشرنبلالی مصری حنفی (۱۰۶۹ء) انہوں نے کتاب "العقد الفريد لبيان الراجح من الخلاف في جواز التقليد" تالیف کی، علاء الدین الحصکفی دمشقی حنفی (۱۰۸۸ھ) انہوں نے کتاب "افاضة الانوار على اصول المنار" تالیف کی، علامہ محمد حسن الکواکبی الحلبی حنفی (۱۰۹۶ھ) انہوں نے اصول فقہ میں ایک منظومہ تالیف کیا۔ اس دور میں اصول فقہ پر نسبتاً کم تالیفات لکھی گئیں اور لکھی گئی تصنیفات زیادہ تر حنفی علماء کی تھیں کیونکہ انہیں دولت عثمانیہ میں ایک مقام حاصل تھا اور دولت عثمانیہ کا مذہب بھی حنفی تھا۔

گیارہویں صدی ہجری کے اصولیین اوران کی اصولی خدمات

محمد بن عبداللہ خطیب التمرتاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ)[2]

قاہرہ آ کر ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) کی شارح المنار سے تفقہ حاصل کیا بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ شرح المنار للنسفي في الاصول، یہ شرح صرف "باب السنة" تک ہے۔

۲۔ كتاب الوصول الى قواعد الاصول ۳۔ شرح مختصر المنار[3] یہ شرح ایک جلد میں ہے

شمس الدین الرملی شافعی (۹۱۹ھ۔۱۰۰۴ھ)[4]

اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ کو تفسیر، حدیث، اصول فقہ، نحو وغیرہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ افتاء شافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

---

[1] تاریخ اسلام، ابو نعیم عبدالحکیم نشتر جالندھری، ص ۹۰۔۸۱۷ ملخص لاہور کتاب منزل کشمیر بازار۔
[2] شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد الخطیب التمرتاشی الغزی متوفی ۱۵۹۶ء، غزہ میں ولادت ہوئی۔
[3] هدية العارفين ۲۶۳/۲، الفتح المبين ۸۶/۳۔
[4] محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی الصغیر (۱۵۱۳ء۔۱۵۹۶ء) مصر میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ۲۔ حاشیہ علی شرح التحریر[1]

احمد بن محمد السیواسی حنفی (متوفی ۱۰۰۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ دائرۃ الاصول ۲۔ زبدۃ الاسرار شرح مختصر المنار[2]

ابن ابی السعود حنفی (متوفی ۱۰۰۸ھ)

انہوں نے "حاشیہ علی الدرر والغرر لملا خسرو" تالیف کیا۔[3]

محمد بن یحییٰ القرافی مالکی (۹۳۹ھ۔۱۰۰۸ھ)[4]

اپنے زمانے کے رئیس العلماء اور شیخ المالکیہ رہے اور مالکی منصب قضاء پر فائز ہوئے۔ بہت سی مفید کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیق فی الاصول علی ابن الحاجب" تالیف کی۔[5]

احمد الجابری (متوفی ۱۰۰۸ھ)[6]

کئی مشہور و اہم مدارس میں تدریس کی، شام، مصر، ادرن، قسطنطنیہ میں قاضی القضاۃ رہے۔ معقولات اور ان کے فنون میں امتیازی مقام رکھتے تھے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : حواش علی التلویح۔[7]

احمد قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ)[8]

فضلاء میں سے تھے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد استنبول گئے قاضی العسکر مقرر ہوئے۔ فقہ وغیرہ میں کتب تالیف کیں۔ انہوں نے "حاشیہ التلویح" تالیف کیا۔[9]

علی بن جار اللہ المکی حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح التوضیح" تالیف کیا۔[11]

۱۔ الفتح المبین ۳/۸۴۔ ۲۔ ابوالثناء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف الزیلی الرومی السیواسی ہدیۃ العارفین ۵/۱۵۰۔

۳۔ مصطفیٰ بن ابوالسعود شیخ الاسلام محمد بن الرومی الحنفی ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۸۔

۴۔ بدرالدین محمد بن یحییٰ بن عمر بن یونس القرافی مالکی مصری۔ ۵۔ الفتح المبین ۳/۸۷۔

۶۔ احمد بن روح اللہ بن ناصرالدین بن غیاث الدین بن سراج الدین الانصاری الجابری الرومی متوفی ۱۵۹۹ء۔

۷۔ طبقات السعدیہ ۱/۲۰۵، ۲۰۶(۱۹۳) معجم الاصولیین ۱/۱۱۹(۸۴)۔

۸۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی متوفی ۱۶۰۰ء۔ ۹۔ معجم الاصولیین ۱/۱۰۷(۴۳)۔

۱۰۔ علی بن جار اللہ بن محمد بن ابوالیمن ابن ابی بکر بن علی بن البرکات المخزومی القرشی۔ ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۵۱۔

حسن بن زین الدین شامی امامی (۹۵۹ھ۔۱۰۱۱ھ)[1]

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ معالم الدین وملاذا لمجتہدین، یہ کتاب ایران سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ مشکاۃ القول السدید فی تحقیق معنی الاجتہاد والتقلید[2]

۳۔ تمہید القواعد الاصولیہ والعربیہ والفروعیہ لتفریع الاحکام الشرعیہ یہ کتاب ۶ مجلدات میں ہے۔[3]

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ)[4]

ہرات کے بعد مکہ آ کر وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے۔ قاضی زکریا الانصاری کے شاگرد رشید شیخ احمد مصری سے بھی تعلیم حاصل کی مختلف فنون پر یادگار کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب توضیح المبانی وتنقیح المعانی تالیف کی۔ یہ زین الدین ابوالعز طاہر بن حسن بن عمر کی کتاب "مختصر المنار" کی شرح ہے۔ ھدیۃ العارفین میں ہے : شرح مختصر المنار لابن حبیب الحلبی فی الاصول۔[5]

حسین الخلخالی (متوفی ۱۰۱۴ھ)[6]

مشہور محققین اور علماء عاملین میں سے تھے۔ علامہ حبیب اللہ معروف بہ میرزا جان (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب حاشیہ علی شرح العضد الشیرازی لمختصر المنتہی سے تعلیم حاصل کی اور وہ مختلف فنون پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی حاشیۃ الجرجانی علی شرح العضد لمختصر ابن الحاجب تالیف کیا۔ دارالکتب المصریہ میں ۴۹۴ کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔[7]

نسیمی زادہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحاریر الملحقات وتقاریر المحققات فی شرح الورقات الامام الحرمین۔

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الورقات۔[9]

۱۔ ابومنصور جمال الدین حسن بن زین الدین علی الشہید العاملی شامی (۱۵۵۲ء۔۱۶۰۲ء)۔

۲۔ ایضاح المکنون ۴/ ۴۸۸، اس میں ان کا نام حسن بن علی بن احمد الجرانی الشیعی مذکور ہے۔

۳۔ ایضاح المکنون ۳/ ۳۲۲، الفتح المبین ۳/ ۸۸، معجم الاصولیین ۲/ ۴۸ (۲۸۰)۔

۴۔ نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی متوفی ۱۶۰۵ء، ہرات میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۵۱، الفتح المبین ۵/ ۷۵۱۔

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلخالی متوفی ۱۶۰۵ء۔

۷۔ معجم الاصولیین ۲/ ۹۳ (۲۹۶)۔

۸۔ شیخ ابراہیم بن سید الشہاری الرومی نسیمی زادہ۔

۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/ ۸۱۔

ﺍﺑﻦ ﮐﻤﺎل ﭘﺎﺷﺎ ﺷﺎﻓﻌﯽ (متوفی ۸۷۴ھ یا ۱۰۱۵ھ)

ان کا بیان ۸۷۴ھ تاریخ وفات کے تحت گزر چکا ہے۔

محمد بن مصطفیٰ العینی حنفی (متوفی ۱۰۱۶ھ)[۱]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "حدائق الاصول" تالیف کی۔[۲]

مصطفیٰ چلپی حنفی (متوفی ۱۰۱۷ھ)[۳]

انہوں نے اصول فقہ میں حواش علی صدر الشریعۃ تالیف کئے۔[۴]

عمر بن محمد الفارسکوری شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ انہوں نے کتاب "جوامع الاعراب وھوامع الآداب" تالیف کی اور اس میں جمع الجوامع کو نظم کیا۔

۲۔ ھمع الھوامع، یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔[۶]

محمد بن عبدالجبار القرہ باغی (متوفی ۱۰۲۳ھ)[۷]

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے تعلیقہ علی صدر الشریعۃ تالیف کیا۔[۸]

احمد الحمیدی الرومی (متوفی ۱۰۲۴ھ)

قدس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح الغرر والدرر لملا خسرو فی الاصول" تالیف کی۔[۹]

حسین بن طورخان الاقصاری حنفی (متوفی ۹۵۱ھ۔۱۰۲۵ھ)[۱۰]

فقیہ، باحث اور کئی علوم میں مہارت رکھتے۔ استانہ میں تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر عبور رکھتے۔ قدس میں قاضی رہے، کئی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ محمد بن مصطفیٰ الحمروی الرومی حنفی عینی۔ ۲۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۶۷۔
۳۔ مصطفیٰ چلپی بن ...... البرسوی حوائی۔ ۴۔ ھدیۃ العارفین ۵/۴۳۹۔
۵۔ سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسکوری مصری نحوی شافعی۔
۶۔ ھدیۃ العارفین ۵/۷۹۶۔ ۷۔ محمد بن عبدالجبار القرہ باغی الاصول، عبدالجبار زادہ، قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے۔
۸۔ ھدیۃ العارفین ۶/۲۷۰۔ ۹۔ ھدیۃ العارفین ۵/۱۵۴۔
۱۰۔ حسین بن طورخان بن داؤد بن یعقوب الاقصاری کافی (۱۵۴۴ء۔۱۶۱۶ء) اقصار میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سمت الوصول الی علم الاصول وشرحہ ۔ ہدیۃ العارفین میں "سمط" (بالطاء) مذکور ہے شاید کتابت کی غلطی ہو اور یہ کتاب النسفی کی "المنار" کا مختصر ہے اور کشف الظنون میں اس کتاب پر ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے :

"منار الانوار للنسفي لايخلو من نوع التعقيد والحشو والتطويل، فحرره ورتبه على ابلغ نظام وترتيب بزيادة التوضيح والتنقيح".

(منار الانوار للنسفی پیچیدگی یا فائدہ کلام اور غیر ضروری طوالت سے خالی نہیں ہے اس کتاب کو انہوں نے بہترین انداز میں ترتیب دے کر تحریر کیا اور انہوں نے اپنی اس کتاب کو التوضیح والتنقیح کی ترتیب پر مرتب کیا ہے)

مکتبہ الازہریہ (۸۹۷) ۲۲۳۶ اور (۱۵۸۳) کے علاوہ دیگر مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ شرح تغییر التنقیح [1]

احمد بن علی الاردیسی مالکی (۹۷۱ھ۔۱۰۲۷ھ) [2]

فقیہ تھے، فاس میں تعلیم حاصل کی۔ علم الوثائق والاحکام میں کمال حاصل کیا اور واپس شفشاون لوٹ آئے۔ وہاں کے خطیب اور کئی بار قاضی بنائے گئے کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے نے کتاب " تقییدات فی الفقه والاصول " تالیف کی۔ [3]

قاسم بن محمد زیدی (متوفی ۱۰۲۹ھ) [4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاساسی المتکفل بکشف الالتباس فی الاصول۔ [5]

۲۔ مرقاۃ الوصول الی علم الاصول۔ [6]

شرح مرقاۃ الوصول : قاسم بن محمد زیدی کے پوتے محمد بن الحسین ابن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ) نے اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "التسہیل" رکھا۔ [7]

---

[1] کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ہدیۃ العارفین ۱/۲۹۱ اس میں ان کا نام حسن بن عبداللہ الاقصاری القاضی الحنفی الزاہد المعروف بکاتی جھوازادہ ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۴۳ (۴۲۷)۔

[2] ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن علماء الحسینی الشریف (۱۵۶۳ء۔۱۶۱۸ء) شفشاون میں ولادت ووفات ہوئی۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۱۶۲ (۱۱۷)۔

[4] امام منصور باللہ الزیدی قاسم بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن رشید صاحب الیمنی۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۸۳۳۔

[6] ایضاح المکنون ۴/۴۶۹، ہدیۃ العارفین ۵/۸۳۳۔ [7] ایضاح المکنون ۴/۴۶۹۔

بہاءالدین العاملی امامی (۹۵۳ھ۔۱۰۳۱ھ)[1]

امام، عالم اور ادیب تھے۔ ان کے والد ان کو ساتھ لے کر بلادِ عجم منتقل ہو گئے تھے۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح العضدیہ لمختصر الاصول۔[2]

۲۔ الزبدۃ فی الاصول۔[3]

ابراہیم الحصکفی ابن الملا شافعی (متوفی ۱۰۳۲ھ)[4]

ادیب تھے، صاحبِ اشعار و کتب ہیں۔ اپنے والد اور پھر علماءِ دمشق سے علم و اجازت حاصل کی اور پھر واپس عب آ گئے۔ گوشہ نشینی اختیار کر لی اور پھر صرف تلاوتِ قرآن، مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے اس دوران کئی عمدہ کتب تالیف کیں جو زیادہ تر فقہ، منطق میں ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : امام الحرمین کی الورقات پر مندرجہ ذیل تین شروح لکھیں :

۱۔ "کفایۃ الرقاۃ الی معرفۃ عرف الورقات" یہ ایک مختصر شرح ہے۔

۲۔ "التحاریر الملحقات والتقاریر الملحقات" یہ ایک متوسط شرح ہے۔

۳۔ "جامع المتفرقات من فوائد الورقات" یہ ایک مطول شرح ہے۔

آغاز یوں ہے : "حمد المن من علینا بالاھتداء والوصول الی حقائق ورقات الاصول" الخ

معجم الاصولیین میں اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۴۔ منح ذی اللب السرح بین فوائد اللب والشرح دار الکتب المصریہ (التیموریہ ۲۶۰ مجامیع)

(۱۱) میں مؤلف کے خط میں اس کا نسخہ موجود ہے جو آخر سے ناقص ہے۔

۵۔ اور "شرح اللب" فی الاصول للعلامہ محمد بن احمد الانصاری القاہری[5]

عبدالقادر الطبری شافعی (۹۷۶ھ۔۱۰۳۳ھ)[6]

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) شارح مختصر المنار زین الدین وغیرہ سے اخذِ علم کیا۔ تدریس، افتاء و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔

---

[1] بہاءالدین محمد بن حسین بن عبدالصمد بن عزالدین الحارثی العاملی (۱۵۴۷ء۔۱۶۲۲ء) بعلبک میں ولادت اور اصفہان میں وفات پائی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۲/۲۷۳۔ [3] الفتح المبین ۳/۹۱۔

[4] ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحصکفی شافعی، ابن الملا متوفی ۱۶۲۳ء حلب میں ولادت و وفات ہوئی۔

[5] کشف الظنون ۲/۲۰۰۴، ہدیۃ العارفین ۵/۳۰، معجم الاصولیین ۱/۲۴، ۲۵ (۵)۔

[6] عبدالقادر بن محمد بن یحییٰ بن مکرم الطبری الحسینی الشافعی (۱۵۶۸ء۔۱۶۲۳ء) مکہ میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الاقليد في التقليد" تالیف کی۔[1]

حسان زادہ حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشيه على صدر الشريعه. ۲۔ حاشيه على التلويح.[3]

ابن الأهدل حنفی (۹۸۴ھ۔۱۰۳۵ھ)[4]

عالم اور بہترین ادیب تھے۔ اور کئی علوم کے عارف تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : نظم الورقات في اصول الفقه[5]

عبدالرحمٰن بن محمد القصری مالکی (۹۷۲ھ۔۱۰۳۶ھ)[6]

نحو، لغت، تفسیر، فقہ، اصول، کلام، منطق، بیان اور موسیقی کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں " حاشيه على المحلي " تالیف کیا۔[7]

مولی عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ)[8]

مکۃ المکرمہ میں قاضی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : تسهيل مرقاة الوصول الى علم الاصول، یہ ایک مجلد کی صورت میں ہے۔ آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے : " الحمد لله الذي هدانا لدينه" الخ. ایضاح المکنون میں ہے :

" وهو ترجمة المراة على المرقاة لملا خسرو في مجلد مطبوع ".

(اور وہ کتاب مرآۃ علی المرقاۃ ملا خسرو کی شرح ہے جو ایک مجلد میں مطبوع ہے۔)[9]

ھدایۃ اللہ العلائی (متوفی ۱۰۳۹ھ)[10]

مؤلفات اصولیہ : تعليقه على التلويح للتفتازاني في الاصول۔[11]

۱۔ معجم الاصولیین ۹/۳۲۳ (۳۵۵)۔
۲۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البرسوی الرومی حسام زادہ۔
۳۔ ھدیۃ العارفین ۶/۴۳۹۔
۴۔ ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی الیمنی التہامی الصوفی ابن الاھدل الحنفی (۱۵۷۶ء۔۱۶۲۶ء)۔
۵۔ ھدیۃ العارفین ۵/۲۳۹، معجم الاصولیین ۲/۸ (۲۲۷)۔
۶۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن یوسف القصری الفاسی (۱۵۶۴ء۔۱۶۲۱ء) فاس میں ولادت ہوئی۔
۷۔ الفتح المبین ۳/۹۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۰ (۴۲۶)۔
۸۔ مولی عثمان بن عبداللہ الکلکیونی الرومی حنفی۔
۹۔ ایضاح المکنون ۳/۴۸۸، ھدیۃ العارفین ۵/۶۵۷۔
۱۰۔ ھدایۃ اللہ بن محمد العلائی الرومی حنفی۔
۱۱۔ ھدیۃ العارفین ۶/۵۰۷۔

ابن لقمان الیمنی الزیدی (متوفی ۱۰۳۹ھ)[1]

فقیہ اور زیدی مجتہد تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الکاشف لذوی العقول عن وجوہ معانی الکافل بنیل السول فی علم الاصول، لمحمد بن بہران : اس کتاب میں منہاج الوصول الی معیار الاصول اور اسنوی کی القسطاس المقبول وغیرہ سے نقل پر اعتماد کیا گیا ہے۔ دار الکتب المصریہ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ "شرح الفصول اللؤلویہ فی اصول فقہ العترۃ النبویہ" لابراہیم الوزیری۔

۳۔ "شرح مرقاۃ الاصول " للامام قاسم۔

۴۔ "شرح اوائل المنہاج" (منہاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول) لاحمد بن یحیی المرتضی۔

۵۔ شرح الاساس۔[2]

عزمی زادہ حنفی (۹۷۷ھ۔۱۰۴۰ھ)[3]

اپنے زمانے کے مشہور متاخرین اور علماء روم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اجلہ علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شام، مصر، بروسہ، دمشق اور قسطنطنیہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح المنار لابن ملک فی الاصول ، الکشاف کے مطابق انہوں نے کتاب "نتائج الافکار علی شرح المنار" تالیف کی تھی۔

۲۔ حاشیہ علی الدرر والغرر۔[4]

ابراہیم بن ابراہیم اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ)[5]

علم حدیث، درایت، وکلام وغیرہ میں تبحر علمی تھا۔ اپنے زمانے میں مشکلات اور فتاویٰ کے حوالے سے عوام کا مرجع تھے۔ تدریس و افتاء میں زیادہ تر وقت گزارتے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف فنون پر ہیں۔

۱۔ مکمل نام احمد بن محمد بن لقمان بن احمد بن شمس الدین الامام المہدی، احمد بن یحییٰ متوفی ۱۶۳۰ء۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۵۷، معجم الاصولیین ۱/۲۲۵، ۲۲۶(۱۴۹)۔

۳۔ مصطفیٰ بن محمد عزمی زادہ (۱۵۶۹ء۔۱۶۳۰ء)۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۰، الفتح المبین ۳/۹۳، الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، ۱/۱۰۲(۱۷۴۸) علم اصول الفقہ، محمد اسعد اطلس بغداد طبع اولیٰ ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء۔

۵۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی، محمد بن ہارون مالکی متوفی ۱۶۳۱ء۔

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا۔ مگر یہ کتاب نامکمل رہی، بسملہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

"الحمد لله على أفضاله، والصلاة والسلام على سيدنا محمد واله ورضي الله عن التابعين" الخ

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

"لكن فيه حذف الجار مع بقا الجر في المجرور، وهو ضعيف، والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والماب".

مکتبہ جامعہ ام القری (۴۰۲) کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں [1]

احمد الغنیمی الانصاری حنفی (۹۶۴ھ ۔ ۱۰۴۴ھ) [2]

علم معقول و منقول میں کمال حاصل تھا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) صاحب لب الاصول لمختصر من جمع الجوامع، اور احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب الایات البینات (یہ جمع الجوامع پر حاشیہ ہے) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف علوم پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المحلی لجمع الجوامع" تالیف کیا۔

زرکلی نے لکھا :

"له شروح و حواش في الاصول".

(اصول میں ان کی شروح و حواشی ہیں) [3]

صلاح بن احمد المؤیدی الزیدی (متوفی ۱۰۴۸ھ) [4]

فقیہ، شاعر اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ صرف ۲۹ برس عمر پائی، لیکن اللہ نے ان پر خاص عنایت فرمائی اور وہ اس کم عمری میں کئی علوم پر مہارت رکھتے اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قنطرة الوصول الى علم الاصول ، مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں ۱۹۷ اصول فقہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۔ شرح الفصول في علم الاصول لصارم الدين ابراهيم الوزير۔ [5]

---

[1] ھدیۃ العارفین ۱/۳۰۵، معجم الاصولیین ۱/۱۹۰، ۲۰ (۵۱)۔

[2] احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین الغنیمی الانصاری، الخزرجی المصری الحنفی (۱۵۵۷ء ۔ ۱۶۳۴ء)۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۳۴ (۱۶۵)۔

[4] صلاح بن احمد بن مھدی المؤیدی الحسنی الزیدی الیمانی (۱۶۱۰ء ۔ ۱۶۳۸ء)۔

[5] معجم الاصولیین ۲/۱۳۵ (۳۸۰)۔

الحسین الیمنی الزیدی (۹۹۹ھ۔۱۰۵۰ھ)[1]

اپنے والد اور اپنے زمانے کے دوسرے علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ بہت سے علوم میں ماہر ہو گئے۔ دقائق اصولیہ، بیانیہ، منطقیہ ونحویہ کی گتھیاں سلجھانے میں شہرت پائی۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ غایۃ السول فی علم الاصول المتید لمذھب ائمۃ الرسول۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح ہے: کتاب الغایۃ فی الاصول۔

۲۔ ھدایۃ العقول الی غایۃ السول۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔

امام شوکانی نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وھو کتاب نفیس یدل علی طول باع مصنفہ وقوۃ ساعدہ وتبحرہ فی الفن، اختصرہ من مختصر المنتھی وشروحہ وحواشیہ، ومن مؤلفات ابائہ من الائمۃ فی الاصول...."

(یہ بہترین کتاب ہے جس سے مصنف کی اس فن میں وسعت علمی اور مضبوط گرفت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی یہ کتاب درحقیقت مختصر المنتہی اور اس پر اب تک لکھے جانے والے حواشی اور شروح کا اور ان کے اسلاف کی اصول فقہ پر کتاب کا نچوڑ ہے)

اور پھر آگے چل کر فرمایا کہ:

"ولم یکن الان فی کتب الاصول من مؤلفات اھل الیمن مثلہ، ومع ھذا فھو الفقہ وھو یقود الجیوش ویحاصر الاتراک فی کل موطن"۔[2]

(آج تک اہل یمن نے اصول فقہ میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ فوجی لشکر کی قیادت کرنے اور جگہ جگہ اتراک کا محاصرہ کرنے کے باوجود بے مثال کتابیں تصنیف کر لیتے تھے)

دارالکتب المصریہ (التیموریہ) ۱۹۹ کے علاوہ کئی مکتبوں میں غایۃ السول کے نسخے موجود ہیں اور اسی طرح ھدایۃ العقول کے نسخے مکتبہ جامعۃ الملک سعود ریاض ۱۵۳۹ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی موجود ہیں۔

۳۔ ھدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "کفایۃ السول فی علم الاصول" بھی تالیف کی۔[3]

۴۔ اور پھر ساتھ ہی لکھا کہ انہوں نے "ھدیۃ العقول فی شرح کفایۃ السول المذکور" تالیف کی۔[4]

---

[1] الحسین بن الامام القاسم بن محمد بن علی۔

[2] ایضاح المکنون ۴/۲۱۱، ۷۲۱، ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، معجم الاصولیین ۲/۷۶۔۷۷ (۳۱۱)۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، ۵۳۹۔ [4] ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲۔

ایضاح المکنون میں دو الگ الگ مقامات میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اس طرح مذکور ہے:

كفاية السول في علم الاصول تاليف حسين ابن الامام قاسم بن محمد بن علي اليمني المتوفى سنه ١٠٥٠ هـ شرحها عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدين الحجا في اليمني المتوفى سنه ١٠٥٣ ا هـ [1]

(كفاية السول في علم الاصول حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہے۔ عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدین الحجاقی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۳ھ نے اس کی شرح لکھی۔)

جبکہ دوسری جگہ اس طرح ذکر کیا:

هداية العقول شرح كفاية السول في علم الاصول. كلاهما تاليف السيد حسين ابن الامام قاسم بن محمد بن علي اليمني الزيدى المتوفى سنه، ١٠٥٠ هـ [2]

(ھدایۃ العقول شرح کفایۃ السول فی علم الاصول۔ دونوں سید حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی الزیدی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہیں۔)

ڈکتور مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق صرف اول الذکر دو کتابیں غاية السول اور اس کی شرح هداية العقول ان کی کتابیں ہیں۔ انہوں نے البدر الطالع اور خلاصة الاثر پر اعتماد کیا ہے۔ مگر ایضاح المکنون کی دو الگ الگ عبارات اور اسی طرح ہدیۃ العارفین کی دو الگ الگ مقامات کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفایۃ السول اور اس کی شرح سمیت چاروں کتابیں ان ہی کی تصنیف ہیں۔ واللہ اعلم

ابوالعباس الدلائی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

اپنے والد، بھائی اور دیگر علماء سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے شرح على مختصر ابن الحاجب في الاصول تالیف کی۔

عبدالحلیم الرومی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

فقیہ اصولی، اور بوسنہ میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفي في الاصول" تالیف کی۔

محمد بن عبدالعظیم الموروی حنفی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب القول السديد في بعض مسائل احكام الاجتهاد والتقليد تالیف کی اور وہ اس کی تالیف سے ۱۰۵۲ھ میں فارغ ہوئے۔ آغاز یوں ہوتا ہے: الحمد لله ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وورفقنا لاجتنابه۔

---

[1] ایضاح المکنون ۳۷۱/۲۔ [2] ایضاح المکنون ۷۳۱/۲۔

بو عبدالرحمن الحجانی (متوفی ۱۰۵۳ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح علی کفایۃ السول فی علم الاصول" تالیف کی۔ کفایۃ السول بو حسین ابن الامام القاسم بن محمد الیمنی (متوفی ۱۰۵۰ھ) کی تالیف ہے۔

محمد بن علی الواروادی حنفی (متوفی ۱۰۵۵ھ)

انہوں نے کتاب مناقب الدرر والغرر الملا خسرو تالیف کی۔

بن النقیب الحلبی حنفی (۱۰۵۶ھ)

انہوں نے "حاشیہ علی الغرر والدرر لملا خسرو فی الفقہ" تالیف کیا۔

بو الحسن السجلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ)

حصول علم کے لئے مصر و فاس کے سفر کئے، فاس کے مفتی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مسالک الوصول فی مدارک الاصول

۲۔ منظومۃ فی الاصول

۳۔ نظم اصول الشریف التلمسانی   محمد بن احمد بن علی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ) جو شریف تلمسانی سے مشہور ہیں انہوں نے کتاب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" تالیف کی تھی۔ اس کو ابو الحسن السجلماسی نے منظوم کیا۔

ابن علان الصدیقی شافعی (۹۹۶ھ۔۱۰۵۷ھ)

مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ صرف اٹھارہ برس کی کم عمری میں مسند افتاء پر بیٹھے چوبیس برس کی عمر میں علم و عمل، روایت و درایت کا جامع ہو گئے۔ حفظ و معرفت حدیث، اور کثرت مؤلفات میں امام جلال الدین سیوطی سے مشابہت رکھتے تھے۔ المراغی نے شیخ عبدالرحمن الخبازی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے انہیں اپنے زمانے کا سیوطی قرار دیا ہے۔ انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التلطف فی الوصول الی التعرف فی الاصول   ۲۔ نظم مختصر المنار فی اصول الحنیفۃ

۱۔ حوالہ سابق ص ۳۵۴، ۳۵۵۔   ۲۔ ایضاح المکنون ۳۰/۱۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ۲/۲۷۵، ۲۷۶، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ، الفتح المبین، المراغی ۲/۲۶۔

۳۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المراغی ۲/۵۱۔

۴۔ البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ ص ۵۸ مصر دارالوفاء طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ۔

محمد بن علی الحرفوشی الشیعی (متوفی ۱۰۵۹ھ)

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح الزبدۃ فی الاصول" تالیف کیا۔

یاسین بن زین الدین العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ)[1]

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح التوضیح" تالیف کیا۔[2]

احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۶۱ھ)[3]

فقیہ اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ صعدہ میں انتقال ہونے تک قاضی رہے۔ کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "الانوار الھادیہ" تالیف کی۔ ان کی یہ کتاب "شرح الکامل" سے معروف ہے مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۲۔۲۳ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔ بسملہ اور دیباچہ کے بعد آغاز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

"وبعد فلما کان معرفۃ الحلال والحرام سبب الصلاح فی القوام والنجاۃ..."

اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

" واختم لنا بالحسنی حتی تنادی فی الحشر (أن تلکموا الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعلمون)"[4]

محمد بن النقیب البیرونی شافعی (متوفی ۱۰۶۴ھ)

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "فتح التجلی علی المنھاج والمحلی" تالیف کی جس سے متعلق ایضاح المکنون میں ہے : "وھو حاشیہ علی شرح المحلی للمنھاج"[5]

حسین خلیفہ امامی (۱۰۰۱ھ۔۱۰۶۴ھ)[6]

اکابر علماء امامیہ میں سے تھے کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی سلاطین کے وزیر رہے اور کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی معالم الاصول، مکتبہ اصفیہ حیدرآباد دھند ۴۴ کے علاوہ کئی مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ حاشیہ علی شرح المختصر للعضد۔[7]

---

1. یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد بن شیخ علیم الحمصی علیمی، مصر میں وارد تھے۔
2. ھدیۃ العارفین ۶/ ۲۲۸۔
3. احمد بن یحییٰ حابس الیمنی الصعدی متوفی ۱۶۵۱ء۔
4. معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۳، ۲۲۵ (۱۲۸)۔
5. محمد بن النقیب البیرونی، دمیاط میں وارد تھے، ایضاح المکنون ۳/ ۱۹۰۔
6. علاء الدین سلطان العلماء حسین بن محمد بن محمد ابوطالب الحسینی نسباً المرعشی الآملی اصلاً الاصفہانی منشاً و موطناً، خلیفہ سلطان (۱۵۹۳ء۔۱۶۵۴ء) نجف میں مدفون ہیں۔
7. معجم الاصولیین ۲/ ۸۱، ۸۲ (۳۱۵)۔

جواد الکاظمی (متوفی ۱۰۶۵ھ)[1]

فقہ اصول اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔ البھائی العاملی کے شاگرد تھے۔ بغداد کے اہل کاظمین میں سے تھے ،
ان کا سفر یا، اور شیخ الاسلام کے مرتبہ کو پہنچے۔ فقہ، حساب وافلاک وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے شیخ البھائی العاملی کی زبدة الاصول کی شرح لکھی اور اس کا نام غاية المامول
رکھا جو تقریباً چودہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ کی زندگی میں بلکہ ان کے حکم پر تالیف کیا تھا۔
کتب جامعہ پنجاب، نوادر المخطوطات العربیہ (۱۰۰۹) کے علاوہ کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں[2]۔

عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ۔۱۰۶۷ھ)[3]

ھند کے بادشاہ شاہجہان کے یہاں رئیس العلماء تھے۔ بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا اور عمدہ کتب تالیف کیں ،
جو حاشیہ تعلیقہ وغیرہ کی صورت میں بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشيه على التلويح على المقدمات الأربع فقط ، یہ کتاب ھند سے ۱۲۲۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲۔ حاشيه على الحسامی[4]۔

احمد القلیوبی شافعی (متوفی ۱۰۶۹ھ)[5]

فقیہ و محدث تھے۔ شمس الدین الرملی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) صاحب حاشیہ علی شرح التحریر کی خدمت میں تین
سال تک رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور دیگر مشہور مشائخ سے بھی مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشيه على شرح الورقات للمحلی تالیف کیا، اس کا ایک نسخہ مکتبۃ الملکیۃ برلن
۴۳۶۱ میں موجود ہے۔

آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

" الحمدلله مانح الصواب لطالبه...... وبعد فهذه حواش لطيفة على شرح الورقات......

اختتام یوں ہے : "اللفظ يحمل على معناه الشرعي ثم العرفي ثم اللغوي ". والله اعلم

۱۔ جواد (محمد جواد) بن سعد (سعید) بن جواد البغدادی الکاظمی، فاضل جواد، متوفی ۱۶۵۵ء۔

۲۔ ایضاح المکنون ۴/۱۳۰، ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۸، اس میں ان کا نام جواد بن سعد اللہ ہے، معجم الاصولیین ۲/۴۳ (۲۵۳)۔

۳۔ عبدالحکیم بن شمس الدین محمد ملک العلماء سیالکوٹی (۱۵۸۰ء۔۱۶۵۶ء)۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۴، الفتح المبین ۳/۹۸، معجم الاصولیین ۲/۱۶۴ (۳۹۹)۔

۵۔ احمد بن احمد بن سلامہ القلیوبی المصری متوفی ۱۶۵۹ء۔

اس کے نسخوں میں سے ایک نسخہ مکتبہ الازھریہ میں (۱۰۸۴)۔ ۲۸۵۱۳ م میں بھی موجود ہے۔[1]

الشرنبلالی حنفی (۹۹۴ھ۔ ۱۰۶۹ھ)[2]

فقیہ تھے، جامعہ الازھر میں مدرس تھے۔ خلق کثیر آپ سے مستفید ہوئی مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "العقد الفرید ببیان الراجع من الخلاف فی التقلید" تالیف کی۔ مکتبہ الازھریہ ۱۸۰۲، اُمبابی ۴۸۲۶۵ کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں آغاز: الحمد للہ الذی جعل ھذہ الامة خیر امة اخرجت للناس الخ سے ہوتا ہے۔[3]

عبدالسلام الدیوی (متوفی ۱۰۶۹ھ)[4]

معقول و منقول کے جامع عالم تھے۔ اپنے شہر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور آئے اور مفتی عبدالسلام لاہوری سے زانوئے تلمذ طے کیا یہاں تک کہ فقہ، کلام اور اصول میں کامل دسترس حاصل ہوگئی۔ ایک زمانہ تک لاہور میں تدریس کرتے رہے پھر سلطان شاہجہان کے یہاں مفتی العسکر مقرر ہوئے اور پھر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور لاہور میں مقیم ہوگئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشیہ علی التحقیق

۲۔ شرح المنار (الاشراحات المعالیہ)[5]

سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمنی (۱۰۱۵ھ۔ ۱۰۷۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب شرح الفصول من علم الاصول لصارم الدین ابراھیم الوزیر تالیف کی۔[7]

نوح بن مصطفی القونوی حنفی (متوفی ۱۰۷۰ھ)[8]

فقیہ تھے۔ قاہرہ کا سفر کیا۔ انہوں نے کتاب "نتائج النظر فی حواشی الدرر لملا خسرو فی الفروع" تالیف کی۔[9]

علی بن صلاح الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۷۰ھ تقریباً)[10]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "ایضاح سبیل الوصول فی معنی ذوی العقول فی معرفة قواعد الاصول" تالیف کی۔[11]

---

[1] معجم الاصولیین ۱/ ۸۲، ۸۳ (۵۳)۔ [2] حسن بن عمار بن علی ابوالاخلاص، الشرنبلالی المصری (۱۵۸۵ء۔ ۱۶۵۹ء) مصر میں وفات پائی۔

[3] ایضاح المکنون ۲/ ۱۰۹، ھدیۃ العارفین ۱/ ۲۹۲ میں جہاں ان کی دوسری کتب کا ذکر آیا وہاں ان کا نام حسن بن عمار بن یوسف الوفائی ہے۔ الفتح المبین ۳/ ۹۹، ۱۰۰، معجم الاصولیین ۲/ ۵۱، ۵۲ (۲۸۵)۔

[4] عبدالسلام المفتی بن ابی سعید بن محب اللہ الحسینی الکرمانی الدیوی متوفی ۱۶۵۸ء لکھنو میں پیدا ہوئے۔

[5] معجم الاصولیین ۲/ ۲۰۱، ۲۰۲۔ [6] سید صلاح بن احمد بن عزالدین بن الحسینی بن عزالدین بن الامام عزالدین الشریف الیمنی۔

[7] ھدیۃ العارفین ۵/ ۴۲۸۔ [8] نوح بن مصطفی القونوی حنفی۔

[9] ھدیۃ العارفین ۶/ ۴۹۸۔ [10] علی بن صلاح بن علی بن محمد بن عبداللہ الصعدی الیمانی الزیدی۔

[11] ھدیۃ العارفین ۵/ ۷۶۰۔

عبدالبر الاجھوری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حاشیہ علی شرح التحریر" تالیف کیا۔[2]

عبدالجواد بن شعیب القنائی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " نظم الورقات للامام الحرمین " تالیف کی ۔[4]

بادشاہ بن احمد حنفی (۹۹۷ھ۔۱۰۷۷ھ)[5]

شیخ الاسلام اور مکۃ المکرمہ کے مفتی تھے۔فنون کے ماہر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، مسجد الحرام میں مدرس اور مکۃ مکرمہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالۃ فی جواز التلفیق فی التقلید "تالیف کی ۔[6]

ابن جلال الیمنی زیدی (متوفی ۱۰۷۹ھ)[7]

فقیہ،مفسر،منطقی،نحوی اور لغوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الفصول فی الاصول ۔[8]

۲۔ مختصر فی علم الاصول، خلاصۃ الاثر میں تحریر ہے : " ولہ مختصر فی اصول الفقہ وشرح یدل علی فضلہ . واختار اختیارات مخالفۃ لعلماء الاصول "۔[9]

۳۔ بلوغ النہی فی شرح المنتہی ای منہی السول والامل لابن الحاجب۔[10]

۴۔ بلاغ النہی شرح مختصر المنتہی الحاجب اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔[11]

۵۔ نظام الفصول فی الاصول ،[12] شاید" شرح الفصول فی الاصول"اور "نظام الفصول " ایک ہی کتاب کے دو نام ہوں اس لئے ھدیۃ العارفین میں جب نظام الاصول کا ذکر کیا تو شرح الفصول کا ذکر نہیں کیا اسی طرح المراغی نے جب شرح الاصول کا ذکر کیا تو نظام الاصول کا ذکر نہیں کیا۔

---

[1] عبدالبر بن عبداللہ بن محمد بن علی ابن یوسف الاجھوری مصری شافعی۔ [2] ھدیۃ العارفین ۵/۴۹۸۔

[3] عبدالجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القنائی الاصل مصری۔ [4] ھدیۃ العارفین ۵/۵۰۱۔

[5] (السید) صادق بن احمد بن محمد بن امیر بادشاہ، ابن احمد الحسینی حنفی (۱۵۷۷ء۔۱۶۶۶ء) غالباً مکہ میں وفات پائی۔

[6] معجم الاصولیین ۲/۱۳۵،۱۳۶ (۲۷۱)۔

[7] جلال الدین حسن بن احمد الیمنی حسن بن سید احمد جلال الدین بن محمد بن علی بن صلاح زیدی متوفی ۱۶۶۸ء یمن میں وفات پائی۔

[8] ایضاح المکنون ۴/۳۵، الفتح المبین ۳/۱۰۱۔ [9] ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۱۔ [10] ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۵۔

[11] فہرست مخطوطات مکتبہ الکبیر صنعاء، ۲/۸۰۸ اعداد : احمد عبدالرزاق الرقیحی، وزارۃ الاوقاف والارشاد الجمہوریہ العربیہ الیمنیہ سند، معجم الاصولیین ۲/۳۵ (۲۶۳)۔

[12] ھدیۃ العارفین ۵/۲۹۵۔

محمد بن الحسین الحر العاملی امامی (۱۰۳۳ھ۔۱۰۷۹ھ)[1]

فقیہ، اصولی و ادیب تھے۔ شام میں ولادت ہوئی۔ عراق اور پھر خراسان میں مستقل سکونت اختیار کرلی کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول المهمة فی اصول الائمة" تالیف کی۔[2]

محمد بن حسین بن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے دادا قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۲۹ھ) کی اصول فقہ پر کتاب "مرقاة الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "التسهیل" رکھا۔ اس کتاب کا ایک مخطوط مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔[4]

عبداللہ سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التصریح بغوامض التلویح ۲۔ شرح التنقیح فی الاصول[6]

جمال الدین المرعشی (۱۰۲۹ھ۔۱۰۸۱ھ)[7]

فقیہ، اصولی، شاعر اور حکیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "التعليقه علی مختصر بن الحاجب فی الاصول" تالیف کیا۔[8]

عبداللطیف البہائی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)[9]

بعلبک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قرة عين الطالب فی نظم المنار فی الاصول ۲۔ شرح قرة العین ۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔[10]

محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)[11]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح للتفتازانی فی الاصول" تالیف کیا۔[12]

ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۸۳ھ)[13]

یمن کے زیدی علماء میں سے تھے۔ ترجمان الشریعہ تھے اور وسیع علوم شریعہ میں متبحر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "الروض الحافل" تالیف کی جو الکافل کی شرح ہے۔[14]

---

[1] محمد بن الحسین بن علی بن محمد، الحر العاملی (۱۶۲۳ء۔۱۶۲۸ء) سوریا میں ولادت اور غالباً خراسان میں وفات پائی۔
[2] الفتح المبین ۳/۱۰۲۔ [3] محمد بن حسین بن قاسم۔ [4] ایضاح المکنون ۴/۲۶۹، فہرست مخطوطات مکتبہ الکبیر صنعاء ۲/۱۰۸۱ الاوقاف والارشاد الجمہوریہ العربیہ الیمنیہ سنہ ندھ۔ [5] عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی ہندی حنفی۔ [6] ہدیۃ العارفین ۵/۴۸۱۔
[7] جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابوالمجد الحسینی المرعشی۔ [8] معجم الاصولیین ۲/۳۱(۲۵۰)۔ [9] عبداللطیف بہاء الدین بن محمد البعلبکی دمشقی بہائی حنفی۔ [10] ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۷۔ [11] محمود بن عبداللہ الموصلی، حلب میں وفات پائی۔
[12] ہدیۃ العارفین ۶/۴۱۶۔ [13] ابراہیم بن محمد بن احمد المویدی الحسنی، حوریہ صعدی متوفی ۱۶۷۶ء۔ [14] معجم الاصولیین ۱/۵۱(۱۵)

عبدالرشید جونپوری حنفی (متوفی ۱۰۸۳ھ)[1]

منطق، حکمت و اصول کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ شیخ نظام الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔[2]

حسن جلال الیمنی (متوفی ۱۰۷۹ھ یا ۱۰۸۴ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

عبدالقادر البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ : خلاصۃ الاثر کے مطابق انہوں نے "حاشیہ علی تلویح التفتازانی" تالیف کیا۔[4]

طریح الطریحی شیعی (متوفی ۱۰۸۵ھ)[5]

کئی علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فوائد الاصول، فی اصول الفقہ ۲۔ حجۃ الظن یہ کتاب لاس انجلس میں کتاب السادس میں ۳۵۱ نمبر پر موجود ہے۔

۳۔ حجۃ الظواہر یہ بھی لاس انجلس میں کتاب السابع میں ۳۵۱ پر موجود ہے۔[6]

علی بن علی الشبراملسی شافعی (۹۹۸ھ۔۱۰۸۷ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی نہایہ السول ۲۔ شرح منہاج الاصول لشمس الدین الرملی[8]

علاء الدین الحصکفی حنفی (۱۰۲۵ھ۔۱۰۸۸ھ)[9]

فقیہ، محدث، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے جید علماء سے حصول علم کیا اس سلسلے میں قدس کا سفر بھی کیا۔ فقہ، اصول، نحو، تفسیر وغیرہ میں عمدہ کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" لکھی اور اس کا آغاز ۱۰۵۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ایک شرح ہے جس کا نام اس طرح بھی لیا جاتا ہے شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار۔[10]

---

[1] عبدالرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جونپوری ہندی متوفی ۱۶۷۲ء، غالباً ہند میں وفات پائی۔

[2] معجم الاصولیین ۲/۲۰۰ (۳۳۵)۔

[3] عبدالقادر بن احمد بن علی بن عیسیٰ البصری حنفی متوفی ۱۶۷۴ء، بصرہ میں وفات پائی۔

[4] ہدیۃ العارفین ۵/۶۰۲، معجم الاصولیین ۲/۲۲۱ (۳۵۳)، تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، المولی محمد المحبی ۲/۴۶۹، ابن عیسیٰ کے واشنگٹن میں بیان کیا، مصر مطبعہ الوھبیہ ۱۲۸۴ء۔

[5] طریح بن محمد بن علی بن احمد بن طریح فخر الدین الرماحی المسلمی النجفی الطریحی۔

[6] ایضاح المکنون ۲/۲۰۴، ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۳، معجم الاصولیین ۲/۱۵۰، ۱۵۱ (۳۸۹)۔

[7] ابو الضیاء نور الدین علی بن علی الشبراملسی المصری۔ (۱۵۹۱ء۔۱۶۷۷ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

[8] ہدیۃ العارفین ۵/۷۶۱۔

[9] محمد بن علی بن محمد الحصنی علاء الدین الحصکفی

[10] ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۳، ۱۰۴۔

شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ :

شیخ محمد امین بن عمر بن عابد نے اس شرح پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "حاشیہ نسمات الاسحار" (؟) شرح افاضۃ الانوار اور حاشیہ نسمات الاسحار دونوں ایک ساتھ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی (؟) دوسری بار ۱۳۹۹ھ ـ ۱۹۷۹ء میں شائع ہو چکے ہیں اور اس شرح اور حاشیہ پر شیخ محمد الطوخی کی بعض تقییدات بھی موجود ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد علاء الدین الحصکفی شرح افاضۃ الانوار میں فرماتے ہیں :

ھذہ الفاظ یسیرۃ حللت بھا منار الاصول حین اقراتہ ثالثا بجامع بنی امیہ سنہ اربع وخمسین والف ھجریہ مراجعا لغالب شروحہ کالمصنف وابن ملک وابن نجیم وغیرھا کالتوضیح والتلویح وتغییر التنقیح، وسمیتہ (افاضۃ الانوار علی اصول المنار)[1]

(میں نے منار الاصول کو آسان انداز میں اس وقت لکھنا شروع کر دیا تھا جب میں نے جامع بنی امیہ میں ۱۰۵۴ھ میں اس کو پڑھا۔ میں نے دوران شرح اس کی اکثر شروح جیسے مصنف، ابن الملک، ابن نجیم اور اس کے علاوہ فن کی دوسری کتابوں جیسے توضیح، تلویح اور تغییر التنقیح وغیرہ کی طرف مراجعت کی اور میں نے اس کا نام "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" رکھا)

علامہ ابن عابدین، شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ لکھنے کی وجہ تسمیہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں :

"(افاضۃ الانوار علی اصول المنار) المنسوب الی عمدۃ المتاخرین الشیخ علاء الدین ابن الشیخ علی الامام الحنفی، فانہ شرح لم تسمع الاذن بمثالہ، ولم تنسج قریحۃ علی منوالہ بید أنہ جری فیہ علی عادتہ من التزام الاختصار، فلم یظھر المراد منہ لامثالہ من الطلبۃ الصغار، مع ما اھملہ فی بعض المواضع من المتن عن البیان مما یحتاج الی الایضاح لخفائہ عن الاذھان، فاوضحت فی ھذہ الحواشی ماأجملہ، وذکرت فیھا مااھملہ، مراجعا لجملۃ کتب معتبرۃ فی ھذا الفن"[2]

(کتاب "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" عمدۃ المتاخرین شیخ علاؤ الدین ابن شیخ علی امام حنفی کی طرف منسوب ہے یہ ایک شرح ہے جس کی مثال کانوں نے کبھی نہیں سنی اور نہ کوئی ان کی سوا اس طریقے پر چلا، اختصار کرنا ان کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے جس کی وجہ سے کئی مرتبہ مبتدی پر ان کی مکمل طور سے مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اس کے علاوہ متن کی بعض جگہوں پر توضیح و تشریح نہیں ہے جس کی وجہ سے ذہن میں باقی رہ جانے والے اشکالات کو رفع کرنے کے لئے ان کی ضرورت تھی تو میں نے ان حواشی میں مختصراً ان کی تشریح کر دی ہے اور جو کچھ بیان کرنے سے رہ گیا تھا اسے اس فن کی تمام معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے ذکر کر دیا ہے)

عبدالحلیم الرومی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)[3]

دمشق میں قاضی رہے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

---

[1] حاشیہ نسمات الاسحار لابن عابدین علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی ص ۸، مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۹۹ھ ـ ۱۹۷۹ء۔ [2] حوالہ سابق ص ۳۔ [3] عبدالحلیم بن محمد بن قدم بن منصور بن مصطفی الرومی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی منار الانوار للنسفی" تالیف کیا۔[1]

خلیل القزوینی امامی (۱۰۰۱ھ-۱۰۸۹ھ)[2]

امامی عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح العدۃ فی الاصول" تالیف کی۔[3]

مرابط الدلائی مالکی (۱۰۲۱ھ-۱۰۸۹ھ)[4]

فقیہ، اصولی، ادیب، شاعر، خطیب اور واعظ تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور قاہرہ اور حرمین شریفین کے علماء سے بھی علمی استفادہ کیا، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المعارج المرتقیات فی (الی) معانی الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی۔[5]

محمد باقر بن محمد السبزواری شیعی (متوفی ۱۰۹۰ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح زبدۃ الاصول" تالیف کی۔[7]

محسن الکاشی شیعی (متوفی ۱۰۹۱ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نقد الاصول الفقهیہ" تالیف کی۔[9]

احمد بن سلیمان گجراتی (متوفی ۱۰۹۲ھ)[10]

ان کے والد کرد سے ہند آکر سرزمین گجرات میں مقیم ہو گئے تھے وہیں احمد بن سلیمان پیدا ہوئے، بہت سے علوم پر آپ کی شاہکار کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی حاشیۃ السعد والسید علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔[11]

محمد بن محمد الفاسی السوسی (۱۰۳۷ھ-۱۰۹۴ھ)[12]

حرمین شریفین میں وارد ہوئے۔ وہاں سے روم و دمشق کے بھی سفر کئے وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے آپ کے تلامذہ میں محمد ابن ابی بکر الدلائی اصولی (متوفی ۱۰۸۹ھ) بھی شامل ہیں۔

---

۱ هدیۃ العارفین ۵/۵۰۵، ایضاح المکنون ۲/۳۶۰ میں ان کی ایک دوسری کتاب کا ذکر ہے اس میں ان کا نام عبدالحلیم بن بیرقدم مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۵ (۳۰۰)۔

۲ خلیل بن الغازی القزوینی امامی (۱۵۹۳ء-۱۶۷۸ء)۔

۳ هدیۃ العارفین ۵/۳۵۲، الفتح المبین ۳/۱۰۵، معجم الاصولیین ۲/۹۶ (۳۴۳)۔

۴ ابوعبداللہ محمد المرابط بن محمد بن ابوبکر الدلائی۔

۵ هدیۃ العارفین ۶/۲۹۶، الفتح المبین ۳/۱۰۶۔

۶ محمد باقر بن محمد مومن السبزواری الخراسانی۔

۷ هدیۃ العارفین ۶/۲۹۷۔

۸ ملا محسن محمد بن الشاہ مرتضی ابن الشاہ محمود الکاشی فیض شیعی۔

۹ هدیۃ العارفین ۶/۲۔

۱۰ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۶۸۱ء گجرات میں ولادت و وفات ہوئی۔

۱۱ معجم الاصولیین ۱/۱۲۸ (۹۰)۔

۱۲ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی (۱۶۲۷ء-۱۶۸۳ء) دمشق میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر التحریر لابن الهمام فی اصول الحنیفه

۲۔ شرح مختصر التحریر لابن الهمام

۳۔ حاشیه علی التوضیح

۴۔ مختصر تلخیص المفتاح

۵۔ شرح مختصر تلخیص المفتاح ، شاید یہ محمد بن احمد الشریف التلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ) کی کتاب "الاصول فی بناء الفروع علی الاصول کا اختصار اور اس اختصار کی شرح ہو[1]۔ واللہ اعلم

ابو زید الفاسی (۱۰۴۰ھ۔۱۰۹۶ھ)[2]

عالم محقق، متفنن العلوم شخص تھے، ان کی مؤلفات کی تعداد ستر سے بھی زیادہ ہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " اصول فقه و اصول الدین و حدیث " وغیرہ میں کتابیں تالیف کیں[3]۔

محمد بن حسن الکواکبی حنفی (۱۰۱۸ھ۔۱۰۹۸ھ)[4]

حلب کے علماء جلیلہ سے علم حاصل کیا، تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ نظم المنار فی الاصول

۲۔ شرح نظم المنار، انہوں نے مذکورہ بالا کتاب "نظم المنار" کی شرح لکھی اور اس کا نام ارشاد الطالب رکھا[5]۔

حامد آفندی (متوفی ۱۰۹۸ھ)[6]

عساکر عثمانیہ میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی مراۃ الاصول لملا خسرو" تالیف کیا اور یہ حاشیہ الحامدیہ نام سے مشہور ہے، انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں تالیف کیا تھا۔ ۱۲۸۰ھ میں استانہ سے طبع ہو چکا ہے[7]۔

حامد بن مصطفی القونوی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ)[8]

قبرس میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المراۃ فی الاصول " تالیف کی[9]۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔

۲۔ ابو زید عبدالرحمٰن بن عبدالقادر الفاسی (۱۶۳۰ء۔۱۶۸۵ء)۔

۳۔ الفتح المبین ۳/۱۰۸، معجم الاصولیین ۲/۱۸۰(۴۱۶)۔

۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحیٰی الکواکبی الحلبی (۱۶۰۹ء۔۱۶۸۵ء)۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷، معجم الاصولیین ۲/۳۶(۱۵۵)۔

۶۔ حامد آفندی بن مصطفی متوفی ۱۶۸۷ء۔

۷۔ کشف الظنون ۱/[illegible]

۸۔ حامد بن مصطفی القونوی القرانی۔ ۳ عالم

۹۔ ہدیۃ العارفین ۱/۱۱

احمد بن محمود الحموی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ)[1]

فقیہ، اصولی، امام المحققین اور عمدۃ العلماء والعاملین میں سے تھے۔ مدرسہ سلیمانیہ قاہرہ میں مدرس رہے حنفی مسند افتاء پر فائز رہے۔ فقہ، علوم اللغہ اور اصول میں ان کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الدر الفرید فی بیان حکم التقلید دار الکتب المصریہ (۵۶۹) میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔[2]

۲۔ حاشیہ علی الدرر و الغرر لمنلاخسرو[3]

ابراہیم بن بیری حنفی (۱۰۲۳ھ۔۱۰۹۹ھ)[4]

مکۃ المکرمہ میں مفتی تھے۔ اکابر فقہاء حنفیہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، خلاصۃ الاثر میں مذکور ہے :

"صار فرید عصرہ فی الفقہ وانتهت الیه الریاسة".

(اپنے زمانے میں فقہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا اور ریاست فقہ ان پر ختم ہوتی ہے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبلیغ الامل فی عدم جواز التقلید بعد العمل

۲۔ غایۃ التحقیق فی عدم جواز التلفیق فی التقلید ، دار الکتب المصریہ (۵۴۵ مجامیع) میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۳۔ الکشف والتدقیق بشرح غایۃ التحقیق فی منع التلفیق فی التقلید، دار الکتب المصریہ ۳۰۳ نمبر میں اس کا نسخہ موجود ہے۔[5]

نصر بن محمد الاماسی حنفی (متوفی ۱۰۸۶ھ یا ۱۱۰۰ھ)[6]

کئی علوم میں ماہر تھے، اماسیہ میں صاحب مسند افتاء تھے۔ کئی فنون پر کتب لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غصون الاصول (مختصر المنار للنسفی)

۲۔ تهییج غصون الاصول (شرح غصون الاصول)

اولہ : الحمد لله الذی جعل لنا الشریعة الغراء الخ ، مکتبہ حرم مکی شریف ۱/ ۳۳۴، اصول فقہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔[7]

---

[1] احمد بن محمود الحموی الاصل مصری متوفی ۱۶۸۷ء۔
[2] ہدیۃ العارفین ۱/ ۱۶۴، ۱۶۵، الفتح المبین ۳/ ۱۱۰، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۲ (۱۳۰)۔
[3] ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۶۴۔
[4] ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری (۱۶۱۴ء۔۱۶۸۸ء) مدینۃ المنورہ میں ولادت اور نشو ونما پائی۔
[5] ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۳، الفتح المبین ۳/ ۱۱۱، معجم الاصولیین ۱/ ۲۹ (۹)، خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر للمولی محمد المحبی ۱/ ۱۹، ۲۰، ابن بیری کے حالات زندگی میں بیان کیا، مصر الوهبیہ ۱۲۸۴ھ۔
[6] خضر بن محمد الاماسی حنفی متوفی ۱۶۸۹ء۔
[7] کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷، ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۳۷، اس میں تاریخ وفات ۱۰۸۹ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/ ۸۸، ۸۹ (۳۴۳)۔

ابن عبدالھادی شافعی (متوفی ۱۱۰۰ھ) [1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اختصار ھمع الھوامع شرح جمع الجوامع للسیوطی" تالیف کی۔ [2]

محمد طاہر الشیر ازی شیعی (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً) [3]

علماء شیعہ اخباریہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حجة الاسلام فی اصول الفقه والکلام" نامی کتاب تالیف کی۔ [4]

فرج اللہ الحویزی شیعی (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً) [5]

انہوں نے کتاب " الصفوه فی الاصول " تالیف کی۔ [6]

☆☆☆

---
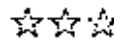
1. عبدالقادر بن بہاءالدین بن بہاؤ ابن جلال الدین الدمشقی، ابن عبدالھادی۔
2. ھدیۃ العارفین ۲۰۲/۵۔
3. محمد طاہر بن حسین الشیر ازی الاصل، نجف میں پرورش پائی۔
4. ھدیۃ العارفین ۳۰۱/۶۔
5. فرج اللہ بن محمد درویش بن محمد بن حسین جمال الحویزی الشیعی۔
6. ھدیۃ العارفین ۸۱۶/۵۔

نمبر ششم

بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدی کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

اس دور میں علمی و دینی وسیاسی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کی علمی و دینی وسیاسی حالت بھی مختلف اسلامی ممالک میں گیارہویں صدی سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ سیاسی طور پر عدم استحکام تھا اور جگہ جگہ فتنے اٹھ رہے تھے۔ تقریباً ہر طرف علمی جمود کی کیفیت طاری تھی۔ مصر میں جہاں دولت عثمانیہ تھی کوئی قابل ذکر علمی کام نظر نہیں آتا۔ ان دونوں صدیوں میں کہیں بھی کسی نے اجتہاد کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔ اصول فقہ پر جو کتب لکھی گئیں وہ طویل مطبوع یا مخطوط کتابوں کا اختصار تھیں یا ان کی شرح و تعلیقہ ہوتیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں انقلاب فرانس کی آندھی چلی اور ۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ مصر سے فرانسیسیوں کے اخراج کی تحریکوں نے شدت اختیار کرلی۔

ان کے مصر سے اخراج کے بعد محمد علی پاشا ۱۲۲۰ھ۔۱۲۶۴ھ (۱۸۰۵ء۔۱۸۴۹ء) نے ایک نئے مصر کی بنیاد رکھ دی، مگر اس کے باوجود وہاں ملکی استحکام پیدا نہ ہوسکا جس کی وجہ سے کوئی موثر علمی کام نظر نہیں آتا۔ چودہ صدی ہجری میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کرلیا اور وہاں ہر قسم کی دینی، علمی اور فنون کی اعلانیہ ترقی رُک گئی اور علماء و اہل علم خفیہ طور پر یہ کام انجام دینے لگے۔

اگرچہ تیرہویں صدی کے اواخر میں سید جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد محمد عبدہ نے علمی جمود کو توڑنے کے لئے اہتمام کیا اور اجتہادی فکر کو ترویج دینے لگے۔ چودہویں صدی ہجری میں وہاں سے برطانیہ کا تسلط ختم ہوجانے کے بعد فاروق اول کے زمانے میں جامعہ الازہر میں کچھ علمی و دینی حرکت نظر آنے لگی جو اس وقت کے شیخ الازہر محمد مصطفی المراغی اور استاذ محمد عبدہ کے بعض مصلح شاگردوں کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ فاروق اول کے زمانے میں اس کو نمو اور تقویت حاصل ہوئی اور بالآخر یہ ہوا کہ اجتہاد ایک خاص دائرہ میں محدود طور پر کیا جانے لگا۔ اس کی تنفیذ عام نہیں تھی بلکہ بعض علاقوں میں تھی۔ ان تین صدیوں کے بعض مشہور اصولیین اور ان کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شیخ النابلسی عبدالغنی بن اسماعیل حنفی دمشقی معروف بہ شیخ الاسلام (۱۰۵۰ھ۔۱۱۴۳ھ) انہوں نے اصول میں "خلاصة التحقيق في بيان التقليد والتلفيق" تالیف کی۔

۲۔ شیخ عطار حسن بن محمد مصری شافعی (۱۱۹۰ھ۔۱۲۵۰ھ) انہوں نے "حاشية على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع" تالیف کیا۔

۳۔ الشوکانی محمد بن علی، فقیہ مجتہد (۱۱۷۲ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ اصول فقہ میں ان کی مشہور کتاب "ارشاد الفحول الى تحقيق الحق من علم الاصول" ہے۔

۴۔ الجوہری الصغیر محمد بن احمد، ابن ہادی الشافعی، فقیہ، اصولی (۱۱۵۱ھ۔۱۲۱۵ھ) انہوں نے " رسالة فی الاصولی والاصول " تالیف کیا۔

۵۔ شیخ شرقاوی عبداللہ بن حجازی، شافعی، فقیہ، اصولی، (۱۱۵۰ھ۔۱۲۲۷ھ) ان کا اصول میں کتاب "جمع الجوامع" پر رسالہ ہے۔

۶۔ ابن عابد بن محمد امین بن عمر الدمشقی (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ) انہوں نے کتاب " نسمات الاسحار علی شرح المنار " تالیف کی۔

۷۔ احمد بک الحسینی شہاب الدین احمد بن احمد شافعی اصولی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۳۲ھ) انہوں نے اصول میں کتاب " تحفة الرأی السدید فی الاجتهاد والتقلید" تالیف کی۔

۸۔ الشنقیطی، مصطفیٰ بن محمد مالکی اصولی (متوفی ۱۳۴۸ھ) انہوں نے اصول میں کتاب " نظم الورقات لامام الحرمین " کی شرح لکھی۔

۹۔ شیخ بخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۵۳ھ) انہوں نے کتاب " نهاية السول فی علم الاصول " تالیف کی۔

۱۰۔ أستاد امام المراغی (۱۲۹۹ھ۔۱۳۶۳ھ) ، اصول فقہ میں ان کی آراء ہیں۔

☆☆☆

بارہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا جائزہ

یحییٰ بن حسن المطہر بن المطہر الجرموزی زیدی (متوفی ۱۱۰۱ھ)[1]

انہوں نے کتاب " نظم الکامل فی الاصول " تالیف کی۔[2]

عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی (متوفی ۱۱۰۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیه علی التلویح للتفتازانی

۲۔ شرح التنقیح فی الاصول[4]

حسن الیوسی مالکی (۱۰۴۰ھ۔۱۱۰۲ھ)[5]

فقیہ، ادیب اور کئی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علی الاطلاق مشائخ مغرب کے صدر تھے۔ فارس میں مدرس رہے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الکوکب الساطع فی شرح جمع الجوامع فی الاصول " تالیف کی مگر وہ نامکمل رہی۔ زرکلی نے صاحب الصفوۃ کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا :

" لو کمل هذا الشرح لأغنى عن جميع الشروح "

(اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو جمیع شروح سے مستغنی کر دیتی)[6]

سلیمان بن عبداللہ الازمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ)[7]

علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت رکھتے تھے۔

۱۔ یحییٰ بن حسن بن المطہر بن محمد الجرموزی ابو المطہر الیمنی الزیدی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۶

۳۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الرومی الصوفی، الحنفی، آتیا زاری ۔ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷

۵۔ ابو علی نور الدین، حسن بن مسعود بن محمد الیوسی (۱۶۳۰ء۔۱۶۹۱ء) فارس میں انتقال ہوا

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۶، الفتح المبین ۳/۱۱۸، ان دونوں میں تاریخ وفات ۱۱۱۱ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۵۹ (۲۹۳)

۷۔ سلیمان بن عبداللہ الکریدی الاصل، الازمیری حنفی متوفی ۱۶۹۰ء

مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۲۰ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مفتاح الحصول علی مراۃ الاصول" تالیف کی جو حاشیہ ہے۔[2]

حسن بن یحییٰ سیلان السقیانی (متوفی ۱۱۱۰ھ)[3]

مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ کئی فنون میں کمال حاصل تھا۔ صعدہ اور اس کے نواح میں مدرس وقاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاشیہ علی ھدایۃ العقول ، شرح غایۃ السول ، للحسین بن القاسم ، المسماۃ بضیاء من رام الوصول الی توضیح خفیات ھدایۃ العقول فی علم الاصول ، مکتبہ غرب جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۷، ۲۸، ۲۸، ۳۰، ۶۸، ۷۰ نمبروں پر اس کے نسخے موجود ہیں۔[4]

محمد الطیب بن محمد مالکی (۱۰۶۴ھ۔۱۱۱۳ھ)[5]

اپنے والد، دادا، چچازاد بھائی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے ان الفاظ کے ساتھ ان کی کتاب کا ذکر کیا :

"وله من التاليف شرح المقدمة جده في الاصول"

(اوران کے تالیف میں سے ایک شرح ہے جو ان کے دادا کی اصول میں کتاب المقدمہ کی شرح ہے)۔[6]

حسن بن حسین الصنعانی (۱۰۴۴ھ۔۱۱۱۴ھ)[7]

کئی علوم وفنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الورقات للجوینی" تالیف کی۔[8]

---

[1] مصطفیٰ ابن یوسف الموستاری الرومی الحنفی۔

[2] ایضاح المکنون ۵۲۳/۴

[3] حسن بن یحییٰ سیلان السقیانی الصعدی الیمنی متوفی ۱۲۰۱ء

[4] البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۲۱۳/۱ معجم الاصولیین ۶۰/۲ (۲۹۴)

[5] ابوعبداللہ محمد الطیب بن محمد بن عبدالقادر الفاسی

[6] الفتح المبین ۱۱۹/۳

[7] حسن بن حسین بن القاسم بن محمد بن علی الحسنی الصنعانی جن کی شہران میں ولادت ہوئی۔

[8] ہدیۃ العارفین ۲۹۶/۵ معجم الاصولیین ۳۰/۲ (۲۷۱)

احمد بن محمد الدمیاطی البنا شافعی (متوفی ۱۱۱۷ھ)[1]

علمائے قاہرہ سے زانوے تلمذ طے کیا، یہاں تک کہ لغت، قرأت، اصول، تاریخ و سیرت میں مہارت حاصل ہوگئی اور بصیرت حاصل ہوئی جو آپ کے زمانے کے علماء کو حاصل تھی۔ حجاز مقدس کے بھی سفر کئے، کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیه علی شرح الجلال المحلی علی الورقات" تالیف کیا اور یہ حاشیہ مکتبہ میمنیہ سے ۱۳۱۵ھ میں طبع ہو چکا ہے۔[2]

محمد بن احمد الطرسوسی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشيه علی المرأة فی الاصول" تالیف کیا۔[4]

محب اللہ بہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ)[5]

فقیہ، اصولی، منطقی محقق اور باحث تھے۔ سلطان عالمگیر نے لکھنو اور پھر حیدر آباد کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے لئے اپنے محل میں مدرسہ بنوایا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "کتاب مسلم الثبوت فی اصول الفقه" تالیف کی۔ نزہۃ الخواطر میں اسے فقہی کتاب بتایا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح:

۱۔ عبدالعلی محمد بن نظام محمد الدین الانصاری الہندی (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے اس کی ایک عمدہ شرح لکھی اور اس کا نام "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" رکھا۔

۲۔ عبدالحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ) نے شرح مسلم الثبوت لکھی۔[6]

ابن زاکور الفاسی مالکی (متوفی ۱۱۲۰ھ)[7]

فقیہ، عالم اور شیخ شیوخ مالکیہ تھے۔ مختلف علوم پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

---

[1] شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی متوفی ۱۰۵ء دمیاط میں ولادت اور مدینہ میں وفات ہوئی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۱۲۰/۳، معجم الاصولیین ۱/ ۱۹۹۔۲۰۰ (۱۴۸)

[3] محمد بن احمد بن محمد الطرسوسی حنفی

[4] ہدیۃ العارفین ۳۰۹/۲

[5] محب اللہ بن عبدالشکور العثمانی الصدیقی بہاری حنفی، ہند میں ولادت وفات ہوئی۔

[6] ایضاح المکنون ۴/ ۴۸۱، نزہۃ الخواطر ۲۵۰۔۲۵۲ (۳۴۹)، الفتح المبین ۳/ ۱۲۲، معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۳ (۱۶۸)

[7] ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی متوفی ۱۷۰۸ء

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام اس طرح مذکور ہے : "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" [۱]

صالح بن احمد الانصاری زیدی (متوفی ۱۱۲۱ھ) [۲]

جمیع علوم میں منفرد مقام رکھتے اور علوم الاصول میں مدقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " نظم متن الکافل فی اصول الفقہ" تالیف کی اور اس کا نام "العقد الکامل الناظم والجامع" رکھا۔ بسملہ وحمدلہ کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے :

وبعد ذافهذه ارجوزة　　ضمنتها فوائد وجيزة

اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

ثم الصلاة والسلام　　على الذى قد ظلل الغمام

محمد المختار فى البريه　　والآل اعنى العترة الزكية

اس کا ایک نسخہ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں ۳۴ نمبر اصول فقہ میں موجود ہے۔ [۳]

سلیمان بن عبداللہ البحرانی امامی (متوفی ۱۱۲۱ھ) [۴]

علمائے شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "العشر الکاملہ فی عشرۃ مسائل من اصول الفقہ" تالیف کی۔ [۵]

(قرہ) خلیل بن حسن رومی حنفی (متوفی ۱۱۲۳ھ) [۶]

اہل روم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی مختصر لا بن الحاجب" تالیف کیا۔ [۷]

جمال الدین گجراتی (۱۰۸۸ھ۔۱۱۴۴ھ) [۸]

مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اپنے والد سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا، درس وافادہ و تصنیف و تالیف میں مشغولیت ...کی، بہت عبادت گزار تھے۔ ان کی ایک سو بیالیس (۱۴۲) تصانیف شمار کی گئی ہیں۔

---

۱ ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۰، فتح المبین ۳/۱۲۱

۲ معجم الاصولیین ۲/۱۲۷ (۳۷۳)

۳ صالح بن احمد بن صالح النصری الانصاری الرداعی الزیدی متوفی ۱۷۰۹ء

۴ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۵

۵ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۳، معجم الاصولیین ۲/۹۳ (۳۲۹) میں صرف ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے مگر ہمیں ۱/۱۱۷ میں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۶ سلیمان بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن احمد بن ابن یوسف بن عمار البحرانی السراوی۔

۷ خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی الرومی حنفی بقرہ خلیل متوفی ۱۷۷۱ء۔

۸ جمال الدین بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (۱۶۷۷ء/۱۲/۱۷۷۱ء) احمد آباد ہند میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ التلویح" تالیف کیا۔[1]

احمد بن محمد الکواکبی حنفی (۱۰۵۴ھ۔۱۱۲۴ھ)[2]

ممتاز عالم اور محقق تھے۔ اپنے والد اور علمائے حلب سے علم سیکھا، ۱۰۶۹ھ میں اپنے والد کی جگہ مسند افتاء حنفیہ پر بیٹھے۔ مختلف مدارس میں تدریس کی۔ قدس، اذنیق، طرابلس (شام) میں قاضی رہے۔ بعد میں یہ سب چھوڑ کر قسطنطنیہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم کے متعدد اہم موضوعات پر عمدہ مباحثے اور مذاکرے کئے۔ کئی علوم پر آپ کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : سلک الدرر کے مطابق اصول پر ان کی مندرجہ ذیل تین کتب ہیں :

۱۔ اپنے والد کی اصول میں کتاب "منظومة الکواکب" پر حاشیہ لکھا۔

۲۔ "ارشاد الطالب" کے نام سے مذکورہ بالا کتاب کی شرح لکھی، اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں ۱۹۸ پر موجود ہے۔

۳۔ "تحریرات علی التلویح"

ان کی اکثر مؤلفات مسودہ کی صورت میں ہیں۔ ہدیۃ العارفین میں ہے :

" حاشیه علی ارشاد الطالب لوالده فی الفروع "

(انہوں نے اپنے والد کی فروع میں کتاب ارشاد الطالب پر حاشیہ لکھا)

لیکن مظہر بقا نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا :

" ولیس صحیحا ، بل ارشاد الطالب ، فی الاصول "

(صاحب ہدیۃ العارفین کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ ارشاد الطالب اصول کی کتاب ہے)[3]

محمد بن عبدالفتاح التنکابنی شیعی (متوفی ۱۱۲۴ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سفینة النجاة فی الاصول" تالیف کی۔[5]

محمد بن حسین الخوانساری شیعی (متوفی ۱۱۲۵ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح مختصر الاصول" تالیف کی۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین ۲/۲۰ (۲۲۹)، نزہۃ الخواطر ۶/۵۸۔۵۹ (۱۲۰)

[2] احمد بن محمد بن حسن بن احمد الکواکبی الحلبی حنفی (۱۶۴۴ء/۱۷۱۲ء) حلب میں ولادت اور قسطنطنیہ میں وفات ہوئی۔

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۱۶۹، معجم الاصولیین ۱/۲۰۳۔۲۰۴ (۱۵۲)، سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی العشر، ابوالفضل سید محمد خلیل آفندی المرادی ۱/۱۷۵۔۱۷۶۔ بغداد مکتبہ ۱۲۹۱ھ

[4] محمد بن عبدالفتاح التنکابنی المازندرانی الشیعی سراب۔

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۶

[6] جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیعی الدماغی

[7] ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۲

احمد بن محمد الولالی (متوفی ۱۱۲۸ھ)[1]

آپ علامہ، محقق و مدقق تھے۔ ممتاز علماء سے علم حاصل کیا۔ تدریس کی۔ مختلف فنون پر آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں "حاشیہ علی المحلی" تالیف کیا۔[2]

ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ)[3]

حفظ قرآن کیا۔ حصول علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علم مکمل کر لی۔ شہنشاہ عالمگیر نے ان سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ۱۱۰۵ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا، حج و زیارت سے مشرف ہونے کے بعد علماء مدینہ سے "منار الانوار للنسفی" کو پڑھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ مع تعریفات المسائل الفقیہ ، حرکۃ التالیف میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :

"جمع فیہ الآیات القرآنیہ التی تستخرج منہا الاحکام الفقیہ و تستنبط منہا القواعد الاصولیہ والمسائل الکلامیہ ثم فسرھا و شرحھا باحسن و جہ یقبلہ العقل و المنطق"

(انہوں نے اس میں ان آیات قرآنیہ کو جمع کیا جن سے احکام فقیہ کا استخراج اور قواعد اصولیہ اور کلامی مسائل کا استنباط ہوتا ہے پھر ان کی تفسیر کی اور ایسے عمدہ پیرائے میں شرح کی جسے عقل اور منطق قبول کرتی ہے)

۲۔ "نور الانوار فی شرح المنار"[4]

نور الانوار پر حاشیہ :

ملا جیون کی اس شرح پر شیخ محمد عبدالحلیم نے حاشیہ تحریر کیا اور اس کا نام "قمر الاقمار" رکھا۔

امان اللہ بنارسی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ)[5]

فقہ، اصول، منطق، کلام اور دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔ لکھنؤ میں اہم عہدے پر فائز تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ السفر فی الاصول ۲۔ شرح محکم الاصول ۳۔ حواش علی التلویح[6]

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن یعقوب الولالی۔ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۷۰/۵، الفتح المبین ۳۶۶/۳، معجم الاصولیین ۲۳۰/۱ (۱۷۳)

۳۔ ملا جیون بن ابوسعید بن عبداللہ (عبید) بن عبدالرزاق حنفی المکی الصالحی ہندی جونپوری (۱۶۳۷ء/۱۷۱۷ء) ہند میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ الفتح المبین ۱۲۳/۳، حرکۃ التالیف فی الاقلیم الشمالی الہندی فی القرنین الثامن عشر والتاسع عشر، جمیل احمد۔ ص ۱۰۸۔ کراچی بحالدراسات الاسلامیہ سندھ۔ ۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بنارسی ہندی متوفی ۱۷۲۱ء ہند میں ولادت ہوئی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۳۳۳/۳ اور ۵۰۳، ہدیۃ العارفین ۲۲۷/۵، معجم الاصولیین ۲۸۱/۱۔۲۸۲ (۲۲۵) نزہۃ الخواطر ۹۰۶/۲ (۸۰)

خلیل بن ملا حسین الاسعری شافعی (۱۰۸۵ھ۔۱۱۳۴ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ: کتاب " اصول الفقه " تالیف کی۔[2]

محمد بن تاج الدین الفاضل ہندی امامی (۱۰۶۲ھ۔۱۱۳۷ھ)[3]

شیعی امامی علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ الخورا البديعة (البريعه) في اصول الشريعه

۲۔ رموز الاحكام الشريعة من الخمسة التكليفية والوضعية۔[4]

محمد بن عبدالہادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشيه على شرح جمع الجوامع" لکھا۔[6]

الیاس بن ابراہیم الکردی الکورانی شافعی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۸ھ)[7]

فقیہ تھے۔ تقریباً ۱۰۷۰ھ میں دمشق جا کر وہاں کے علماء سے تحصیل علم کیا۔ بیت المقدس کا پیدل سفر کیا۔ حج بیت اللہ کیا اور وہاں رہ کر علمی و روحانی پیاس بجھائی۔ والی دمشق وزیر رجب پاشا ان کا بڑا معتقد و محبت کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا:

" واللہ ان دعائي لا يصل الى السقف، وما ينفعك دعائي والمظلمون في حبسك يدعون عليك "

(واللہ تیرے حق میں میری دعا چھت تک بھی نہیں پہنچے گی اور تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ مظلوم تیری قید میں تیرے لئے بددعا کر رہے ہیں)

انہوں نے مختلف فنون پر کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشيه على شرح جمع الجوامع" تالیف کیا۔[8]

۱۔ شیخ خلیل بن الملا حسین الاسعردی الکردی شافعی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۳۵۷

۳۔ بہاء الدین محمد بن تاج الدین حسن الاصبہانی، فاضل ہندی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۱۸

۵۔ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبدالھادی السندی، مدینۃ المنورہ میں واردہ تھے۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۱۸

۷۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکورانی (۱۹۳۷ء/۱۷۳۶ء) دمشق میں واردہ تھے۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۲۶، معجم الاصولیین ۱/ ۲۷۹۔۲۸۰ (۲۲۳)

احمد برناز قوہ خوجہ حنفی (۱۰۷۴ھ۔۱۱۳۸ھ)[۱]

اپنے زمانے کے ممتاز فقہاء میں سے تھے۔ کئی علوم کے عالم وعارف تھے۔ ان کے دادا محمد اپنے علاقے کے پہلے حنفی مفتی تھے۔ مصر، مکہ، قسطنطنیہ، الجزائر جا کر وہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر واپس تونس لوٹ کر وہاں کے اساتذہ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ کئی مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں ان کی یادگار تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المنار لابن الملک" تالیف کیا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ العبدلیہ تونس نمبر ۲۳۱۱ میں موجود ہے۔[۲]

عبدالرحمن بن احمد بصیری حنفی (متوفی ۱۱۳۹ھ)[۳]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الرشاد شرح الارشاد من الاصول" تالیف کی۔[۴]

عبدالغنی النابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ۔۱۱۴۳ھ)[۵]

کئی علوم کے عالم تھے۔ فقہ واصول کی تعلیم شیخ احمد القلعی سے حاصل کی۔ بغداد، سوریہ، فلسطین، لبنان، مصر و حجاز کے سفر کیے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "خلاصہ التحقیق فی بیان التقلید و التلفیق" تالیف کی۔[۶]

محمد امین قیصری زادہ حنفی (متوفی ۱۱۵۱ھ)[۷]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح منار الانوار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔[۸]

محمد بن عیسیٰ الکنانی حنبلی (۱۰۷۴ھ۔۱۱۵۳ھ)[۹]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الزھور البھیہ فی شرح الرسالۃ الاصول الفقھیہ" تالیف کی۔[۱۰]

احمد بن مبارک السجلماسی مالکی (۱۰۹۰ھ۔۱۱۵۵ھ)[۱۱]

فقیہ، محدث، خاتمۃ المحققین والعلماء والعاملین، فھامہ تھے۔ جمیع علوم کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، شیخ عارف باللہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ بہت سی کتب نافعہ تصنیف کیں۔

---

۱ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ قوہ خوجہ، برناز (۱۶۶۳/ ۱۷۲۶ء) ترکی النسل تھے مگر تونس میں مستقل رہائش پذیر تھے۔

۲ معجم الاصولیین ۱/۲۲۸۔۲۳۰ (۱۸۲) ۳ قاضی عبدالرحمن بن احمد بصیری رومی ۴ ایضاح المکنون ۳/۵۷۲

۵ شیخ الاسلام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی النابلسی الدمشقی (۱۶۴۱/ ۱۷۳۱ء)۔ دمشق میں انتقال ہوا۔

۶ ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۰۔۵۹۲، الفتح المبین ۳/۱۲۵۔۱۲۶، معجم الاصولیین ۲/۲۱۸ (۳۵۰)

۷ محمد امین ابن الشیخ محمد الاسکداری قیصری زادہ ۸ ہدیۃ العارفین ۲/۳۲۳

۹ محمد بن عیسیٰ بن محمود بن کنان الکنانی الصالحی الدمشقی الخلوتی۔ دمشق میں وفات پائی۔ ۱۰ ہدیۃ العارفین ۲/۳۱۵

۱۱ ابوالعباس احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (۱۶۷۹/ ۱۷۴۲ء) سجلماسہ میں پیدا ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "اثارة الأفهام بسماع ما قيل في دلالة العام" المراغی نے اس طرح ذکر کیا ہے :

"وله في الاصول رسالة في دلالة العام على بعض افراده"

(اصول میں ان کا رسالہ ہے جو عام کی اس کے بعض افراد پر دلالت کے بارے میں ہے)

۲۔ "رد التشديد في مسالة التقليد"

۳۔ "شرح على شرح المحلي على جمع الجوامع"[1]

نور الدین احمد بن محمد ہندی حنفی (۱۰۶۴ھ۔۱۱۵۵ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه على التلويح" تالیف کیا۔[3]

احمد بن احمد العمادی مالکی (متوفی ۱۱۵۵ھ)[4]

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی اور منطقی تھے۔ اصول و فروع میں مستحضر رہتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[5]

احمد بن اسحاق الذماری (۱۱۰۷ھ۔۱۱۵۸ھ)[6]

علمائے ذمار اور صنعاء سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حواش على شرح الغاية في الاصول" تالیف کی۔[7]

حمد اللہ الشیعی (متوفی ۱۱۶۰ھ)[8]

حکیم، منطقی، اصولی اور طبیب تھے۔ کمال الدین سہالوی اور نظام الدین لکھنوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح زبدة الاصول، للعاملي" تالیف کی۔[9]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۳،اس میں تاریخ وفات ۱۱۵۶ھ ہے۔ الفتح المبین ۳/۱۲۷، معجم الاصولیین ۱/۱۹۰(۱۲۸)

[2] نورالدین احمد بن الشیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی۔

[3] ایضاح المکنون ۳/۱۷۳

[4] احمد بن احمد بن عیسیٰ العمادی متوفی ۱۷۴۲ء

[5] معجم الاصولیین ۱/۷۸(۵۶)

[6] ابوعبداللہ صفی الدین احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن الامام المہدی احمد بن الحسن (۱۶۹۵ء/۱۷۴۵ء) صنعاء میں وفات پائی۔

[7] معجم الاصولیین ۱/۹۳۔۹۵(۶۲)

[8] احمد اللہ بن شکر اللہ بن دانیال متوفی ۱۷۴۷ء

[9] معجم الاصولیین ۲/۸۴(۳۱۸)

احمد بن محمد القاز آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۳ھ)[1]

سیواس میں تعلیم حاصل کی۔ استنبول میں تدریس کی، مکہ المکرمہ میں قاضی رہے۔ مفسر اور کئی علوم کے عالم تھے۔ مصنفات تصنیف کیں۔

تالیفات اصولیہ :

"حاشیۃ الاصول وغاشیۃ الفصول" (شرح مقدمات الاربعۃ لصدر الشریعہ)

اول : الحمد للہ الذی علم مالم نعلم من بدائع الاصول ..... وبعد فیقول أفقر عبادہ اللہ الی اللہ الہادی ...... ابو النافع احمد بن محمد بن اسحاق القاز آبادی ... . ہذہ کلمات .... علی المقدمات الاربع التی اخترعہا صدر الشریعہ ..... الخ

آخر : بل فتح مفتح الابواب وکشف رب الأرباب (اور اس کے بعد حمد وصلاۃ ہے) مختلف مقامات میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ استنبول کے میوزیم کی الماری ۱۳۱ میں موجود ہے۔

صاحب معجم الاصولیین نے لکھا کہ مکتبہ لالہ لی ترکی ۷۲۸ کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ایک حاشیہ علی مختصر المنتہی للسید بھی ہے واللہ علم۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ سید کی مختصر المنتہی پر کوئی شرح نہیں ہے بلکہ ان کا ایک حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتہی پر ہے۔[2]

اسماعیل بن محمد الصنعانی زیدی (۱۱۱۰ھ-۱۱۶۴ھ)[3]

ادیب، اصولی اور شاعر تھے۔ اپنے والد اور سید محمد بن اسماعیل الامیر سے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم میں خاص طور پر فنون میں کمال حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے کبار اور مشہور عالم تھے۔

تالیفات اصولیہ :

شرح منظومۃ الکافل فی الاصول" یہ ان کے شیخ سید محمد الامیر کی کتاب کی شرح ہے۔ جو دو مجلدات پر محیط ہے۔ اس میں طویل مگر مفید بحثیں کی گئیں ہیں۔[4]

احمد بن مصطفی الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ)[5]

خادم میں مدرس تھے۔

تالیفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی مراۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول لملا خسرو" تالیف کی۔[6]

---

1. ابو النافع احمد بن محمد بن اسحاق الرومی القازآبادی متوفی ۱۷۵۰ء ترکی سے تعلق تھا، قسطنطنیہ میں وفات پائی۔
2. ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/۲۰۲-۲۰۳ (۱۵۱)
3. اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن المہدی احمد بن الحسن بن امام القاسم بن محمد الیمانی الصنعانی الزیدی (۱۶۹۸ء/۱۷۵۱ء) صنعاء میں ولادت ہوئی۔
4. ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۱، معجم الاصولیین ۱/۲۶۸ (۲۱۳)
5. ابو نعیم احمد بن مصطفی بن عثمان الخادمی الرومی۔
6. ایضاح المکنون ۴/۴۵۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۸ (۱۸۱)

اسماعیل بن غنیم الجوہری (۱۱۶۵ھ بعدہ)[1]

انہوں نے کئی نفع بخش کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "الکلم الجوامع فی بیان مسالة الأصولی لجمع الجوامع" تالیف کی۔

صاحب جمع الجوامع کے قول "والاصولی العارف بها" کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔

اولها: "حمد المن هدانا لمنهاج الوصول" وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۵۰ھ میں فارغ ہوئے۔
دار الکتب مصریہ نمبر ۳۰۴ کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔[2]

عمر بن محمد الشنوانی (متوفی ۱۱۶۷ھ)[3]

شاعر، ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ قاہرہ آ کر وہاں کے اکابر علماء فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "صلوم الحق القصاع لظهر من ادعى ان الاباحة ليست من الاحكام" تالیف کی۔

اس میں احکام خمسہ ذکر کیے گئے ہیں اور بتایا کہ "اباحة" ان احکام میں سے ایک ہے اور ان لوگوں کا رد کیا جو اباحت کے حکم شرعی ہونے کے منکر ہیں ادعاء، استدلال اور رد علی الخصوم میں طریقہ اصولیہ کے مطابق بحث کی گئی ہے۔[4]

حسن بن علی المرانی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشیه علی التحریر
۲۔ حاشیه علی جمع الجوامع۔[6]

حامد بن یوسف الباندری موی حنفی (۱۱۱۱ھ-۱۱۷۲ھ)[7]

کئی علوم کے عالم تھے۔ آستانہ سوریہ و مصر میں تعلیم حاصل کی، مدینۃ المنورہ میں ایک عرصہ تک قیام کیا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "تعریفات الفحول فی الاصول" تالیف کی۔[8]

احمد بن علی المنینی حنفی (۱۰۸۹ھ-۱۱۷۲ھ)[9]

حنبلی مفتی شیخ ابو المواہب اور شیخ عبد الغنی نابلسی اصولی حنفی (متوفی ۱۱۴۳ھ) صاحب "خلاصة التحقيق في بيان التقليد والتلفيق" وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف فنون پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ اسماعیل بن غنیم الجوہری ۱۷۵۲ء میں زندہ تھے۔
۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۶۷ (۲۱۲)
۳۔ عمر بن محمد بن عبداللہ الحسینی الشنوانی۔ مصر میں وفات پائی۔
۴۔ فتح المبین ۳/۱۲۸
۵۔ حسن بن علی بن احمد بن عبداللہ المطاوی الازہری المرانی۔ مصر میں وفات پائی۔
۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
۷۔ ضیاء الدین حامد بن یوسف بن حامد الاسکدرانی البادرموی (۱۷۰۰ء/۱۷۵۸ء)۔ باندرمہ میں وفات پائی۔
۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۰، معجم الاصولیین ۱/۶۶-۶۷ (۲۵۶)
۹۔ ابو النجاح احمد بن علی بن عمر بن صالح العدوی الطرابلسی الاصل، المنینی المولد، الدمشقی المنشاء (۱۶۷۸ء/۱۷۵۹ء)۔

مؤلفات اصولیہ :

علامہ قاسم بن قطلو بغا نے رسالہ "عرف الناسم" کی شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں : "شرح رسالة ابن قطلو بغافي الفقة" معجم المؤلفین میں احمد المنینی کے حالات زندگی میں اس طرح مذکور ہے : "من تاليفه ...... شرح رسالة قاسم بن قطلو بغافي اصول الفقه"[1]

احمد الأصرم (متوفی ۱۱۷۲ھ)[2]

فقیہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشيه على شرح المحلى بجمع الجوامع" تالیف کی۔[3]

شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)[4]

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر اور اصولی تھے۔ حفظ قرآن و تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد پندرہ برس کی عمر میں بارہ برس تک اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔ انہوں نے علوم ظاہرہ، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، نحو و صرف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے شیوخ سے مستفید ہوئے، پھر واپس دہلی لوٹ آئے۔ مختلف فنون و موضوعات پر دو سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

شاہ ولی اللہ نے اصول فقہ کے جمیع ابواب پر محیط کوئی مکمل کتاب نہیں لکھی سوائے "عقد الجيد في احكام الاجتهاد و التقليد" کے، اس میں ابواب اصول فقہ میں سے ایک باب "الاجتهاد و التقليد" کو زیر بحث لائے ہیں۔ مگر جمیع مسائل اصول فقہ میں آپ کی منتشر صورت میں آراء موجود ہیں جنہیں ڈاکٹر مظہر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ بعنوان "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں یکجا کیا ہے۔ اس پر کراچی یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا ہوئی اور یہ مقالہ کتاب کی صورت میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ المراغی نے لکھا ہے :

> "من مؤلفاته الانصاف في بيان سبب الاختلاف وهو كما يرى من اسمه كتاب في اصول الفقه"
>
> (ان کی مؤلفات میں سے ایک "الانصاف في بيان سبب الاختلاف" ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ اصول فقہ میں کتاب ہے)[5]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵۔۱۷۶، معجم الاصولیین ۱/۱۷۵۔۱۷۶ (۱۲۶)

[2] احمد الاصرم متوفی ۱۱۷۲ء۔ قیروان میں ولادت ہوئی۔ [3] معجم الاصولیین ۱/۶۷ (۳۰)

[4] الامام ابو الفیاض، ابو عبد العزیز، احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین العمری، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء/۱۷۶۲ء) ہند میں ولادت ہوئی۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۷، الفتح المبین ۳/۱۳۰، معجم الاصولیین ۱/۱۳۷۔۱۳۹ (۱۰۳)

محمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ)[1]

ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے تھے اور "خادم" کو اپنا وطن بنالیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مجامع الحقائق فی الاصول" تالیف کی۔

شرح مجامع الحقائق :

بعد میں ان کے صاحبزادے عبداللہ بن محمد خادمی (متوفی ۱۱۹۳ھ) نے "منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق" کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی۔[2]

محمد بن محمد البلیدی مالکی (۱۰۹۶ھ۔۱۱۷۶ھ)[3]

فقیہ، عمدۃ المحققین، صدر شیوخ المالکیہ اور بہت سے علوم وفنون کے عالم و عارف تھے۔علماء الازہر اور شام ان سے مستفید ہوئے۔جامع الازہر میں جب ان کا تفسیر بیضاوی کا درس ہوتا تو وہاں دوسرے بھی زیادہ مدرسین جمع ہوتے۔ان کی بہت سی مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالة فی دلالة العام علی بعض افراده فی الاصول" تالیف کی۔[4]

رستم علی القنوجی (۱۱۱۵ھ۔۱۱۷۸ھ)[5]

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔اکثر کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں اور ان کی وفات کے بعد لکھنؤ جا کر تمام کتب شیخ نظام الدین السہالوی سے پڑھیں اور واپس آکر اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔قنوج پر مرہٹوں کے تسلط کے بعد فرخ آباد اور پھر بریلی آکر مقیم ہوگئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "منتخب نور الانوار شرح منار الاصول، لملا جیون" تالیف کی۔[6]

بحر العلوم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۱۸۰ھ یا ۱۲۲۵ھ)

تاریخ وفات ۱۲۲۵ھ کے تحت ان کا بیان آئے گا۔

عبدالغفور الآمدی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "رسالة فی الاصول" تالیف کیا۔[7]

---

[1] ابوسعید محمد بن مصطفیٰ بن عثمان الحسینی الحنفی الخادمی النقشبندی، ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے اور خادم کو وطن بنایا۔

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۴۸۵، ۶/۳۳۳

[3] محمد بن محمد بن محمد الحسینی المغربی، البلیدی (۱۶۸۵ء۔۱۷۶۳ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

[4] الفتح المبین ۳/۱۲۹

[5] رستم علی بن علی اصغر الصدیقی القنوجی (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۷ء) قنوج میں ولادت و تعلیم ہوئی، جبکہ وفات اور چھ ماہ تک پہلی تدفین بریلی میں رہی۔

[6] معجم الاصولیین ۲/۱۰۴(۳۳۲)

[7] عبدالغفور الآمدی الحبیب، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۸

ابراہیم الشرقاوی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)[1]

فقیہ و اصولی تھے۔ اصول اور فروع فقہیہ میں مہارت حاصل تھی۔ صبح سے رات تک جامعۃ الازہر میں درس وتدریس کی جگہ سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے اور ایک مدت تک اکیلے اپنے مذہب کی مسند افتاء پر فائز رہے۔[2]

خلیل الخضیری شافعی (متوفی ۱۱۸۶ھ)[3]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "اتحاف الیقظان باسرار لقطۃ العجلان" تالیف کی۔ یہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) کی "لقطۃ العجلان وبلۃ الظمآن" کی شرح ہے۔ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۳۱ ۲۲۸ (ب) پر اس کا نسخہ موجود ہے۔[4]

عبدالحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ)[5]

اپنے چچا ملا نظام الدین سے علم سیکھا۔ مدرسہ فرنگی محلی میں مدرس رہے۔ لکھنو کے اکابرین میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مسلم الثبوت" تالیف کی۔[6]

احمد بن محمد الراشدی شافعی (متوفی ۱۱۸۸ھ)[7]

محدث، فرضی اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[8]

احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی (۱۱۰۸ھ-۱۱۸۹ھ)[9]

فریضہ حج ادا کیا۔ مدینۃ المنورہ میں تدریس کی۔ شیخ ابراہیم المواہبی کے بعد ۱۱۸۸ھ میں حنبلی مسند افتاء پر بیٹھے۔ کئی موضوعات پر کتب تصنیف کیں۔

---

1. ابراہیم بن عبداللہ الشرقاوی شافعی متوفی ۱۷۷۱ء
2. معجم الاصولیین ۱/۳۵(۱۵)
3. خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشید المصری خضیری شافعی متوفی ۱۷۷۲ء
4. ایضاح المکنون ۳/۲۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۵، معجم الاصولیین ۲/۹۸(۳۳۵)
5. عبدالحق بن محمد سعید بن قطب الدین فرنگی محلی متوفی ۱۷۷۴ء
6. معجم الاصولیین ۱/۲۴۳(۱۹۵۸)
7. احمد بن محمد بن محمد بن شاہین الراشدی شافعی الازہری متوفی ۱۷۷۴ء، قاہرہ میں وفات پائی
8. معجم الاصولیین ۱/۲۳۶(۱۷۴)
9. احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن مصطفیٰ الحلبی الاصل الحنبلی الدمشقی (۱۶۹۷ء-۱۷۷۵ء) دمشق میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ذخر الحریر فی شرح مختصر التحریر" تالیف کی۔[1]

عبداللہ بن محمد الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۹۲ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق" تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے والد محمد بن مصطفی الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "مجامع الحقائق" کی شرح ہے۔[3]

محمد بن عبادہ العدوی مالکی (متوفی ۱۱۹۳ھ)[4]

ممتاز مالکی شیوخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حصول علم کے لئے مصر آئے اور مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔ کئی مفید کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی جمع الجوامع[5] ۲۔ حاشیہ علی السعد

۳۔ تقییدات علی ورقات امام الحرمین فی الاصول[6]

محمد بن یوسف الاسیری حنفی (۱۱۳۳ھ۔۱۱۹۴ھ)[7]

حلب میں مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المستغنی شرح المغنی فی الاصول۔[8]

۲۔ بدائع الافکار فی شرح اوائل الانوار۔[9]

حسن بن علی العشاری شافعی (۱۱۵۰ھ۔۱۱۹۴ھ)[10]

فقیہ، اصولی، بہترین نثر نگار اور شاعر تھے۔ فقہ کا اتنا غلبہ تھا کہ "شافعی الصغیر" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ رضا کحالہ کے مطابق بصرہ کے قاضی رہے۔ ۱۱۹۴ھ میں تدریس کے لئے بغداد سے بصرہ بھیجے گئے مگر سال پورا ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ایضاح المکنون ۳/۵۴۰، ہدیۃ العارفین ۵/۸۱۷۔۹،۱۷ معجم الاصولیین ۱/۱۵۴(۱۰۷)

۲۔ عبداللہ بن ابی سعید محمد بن مصطفی الخادمی النقشبندی الرومی حنفی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۸۵

۴۔ ابوعبداللہ محمد بن عبادہ بن بری الصوفی مالکی العدوی متوفی ۱۷۷۲ء

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۱

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳

۷۔ محمد بن یوسف بن یعقوب بن علی بن محسن بن شیخ اسکندر الغزالی۔ حنفی الاسیری، غالباً حلب میں وفات پائی

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۲

۹۔ ایضاح المکنون ۴/۱۶۹

۱۰۔ ابوعبداللہ نجم الدین حسین بن علی بن حسن بن محمد بن فارس العشاری البغدادی الشافعی (۱۷۳۷ء۔۱۷۸۰ء) بغداد میں ولادت ووفات ہوئی

مؤلفاتِ اصولیہ: انہوں نے کتاب "تعلیقات علی شرح جمع الجوامع للمحلی" تالیف کی۔[1]

اسماعیل بن محمد القونوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ)[2]

اصولی، منطقی، مفسر، علوم عقلیہ ونقلیہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ قسطنطنیہ میں تدریس کرتے تھے۔ اس قدر شہرت پائی کہ سلطان مصطفیٰ خان نے ان کو "دار السعادۃ" کا رئیس المعلمین بنادیا تھا۔ سلطان عبدالحمید خان بھی ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کرتا اور جب ان کے درس میں شرکت کے لئے آتا تو سلسلہ درس جاری رکھنے کا حکم دیتا۔ ان کے بھائی سلطان مصطفیٰ کا بھی یہی معمول تھا۔ انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ:

انہوں نے "حاشیہ علی المقدمات الأربع لصدر الشریعہ" تالیف کیا مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک تیموریہ (۳۳۲ مجامع) میں بھی موجود ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے:
"الحمد لله خالق السماء والأرضین۔"[3]

عبدالرحمٰن بن جاد اللہ البنانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ)[4]

فقیہ واصولی تھے۔ جامعہ الازہر میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانے کے ممتاز جید علماء سے علمی استفادہ کیا۔ معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفاتِ اصولیہ:

انہوں نے "حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع" دو مجلدات میں تالیف کیا۔ جو بولاق سے ۱۲۸۵ھ میں چھپ چکا ہے۔[5]

مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ)[6]

مؤلفاتِ اصولیہ:

۱۔ فتح الأسرار فی شرح المغنی فی الاصول

۲۔ مفتاح الحصول علی مرآۃ الاصول اعنی شرح مرقاۃ الوصول لملا خسرو۔[7]

---

[1] معجم الاصولیین ۲/۴۳۔۷۴(۳۰۸)

[2] ابوالفدی عصام الدین اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القونوی حنفی متوفی ۱۷۸۱ء قونیہ میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۷۰۔۲۷۱(۲۱۵)

[4] ابو زید عبدالرحمٰن بن جاد اللہ المغربی البنانی متوفی ۱۷۸۴ء مصر میں وارد ہوئے۔

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۵۵۵، الفتح المبین ۳/۱۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۷۸۔۱۷۹(۳۱۴)

[6] مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموستاری البوسنوی الرومی حنفی [7] ایضاح المکنون ۳/۴۴۳

علی بن صادق الشماخی (متوفی ۱۱۹۹ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ''حاشیہ علی مختصر المنتھی'' تالیف کیا۔[2]

سید عمر بن حسین بوز جی زادہ الامدی (متوفی ۱۲۰۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ''شرح الوجیز فی الاصول'' تالیف کی۔[3]

☆☆☆

---
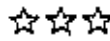
[1] علی بن الحاج صادق بن محمد بن ابراہیم الداغستانی، دمشق میں سکونت اختیار کی۔

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۷۷۰

[3] ایضاح المکنون ۳/۴۷، ہدیۃ العارفین ۵/۸۵۸۰

تیرہویں صدی ہجری کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فیض اللہ الداغستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ)[۱]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے " حاشیہ علی جمع الجوامع فی الفروع تالیف کیا۔[۲]

سید ابراہیم القزوینی شیعی (متوفی ۱۲۰۳ھ)[۳]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " ضوابط الاصول " تالیف کی۔[۴]

محمد باقر بن محمد اکمل البہبہانی شیعی (متوفی ۱۲۰۸ھ)[۵]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی الذخیرہ ۲۔ حاشیہ علی معالم الاصول۔[۶]

احمد بن یونس الخلیفی شافعی (۱۱۳۱ھ۔۱۲۰۹ھ)[۷]

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[۸]

عبداللہ بن محمد الاحسقھوی حنفی (۱۱۴۶ھ۔۱۲۱۲ھ)[۹]

آستانہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "جامع الفصول فی علمی الفروع والاصول" تالیف کی۔[۱۰]

۱۔ فیض اللہ بن عبداللہ الداغستانی شافعی، مدینۃ المنورہ میں وارد ہوئے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۸۲۳/۵ ۳۔ سید ابراہیم بن باقر القزوینی الشیعی ۴۔ ایضاح المکنون ۴۳/۴

۵۔ محمد باقر بن محمد اکمل الاصبہانی الفارسی البہبہانی، کربلا میں آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۰/۶

۷۔ ابوالعباس احمد بن یونس الخلیفی الازہری الشافعی (۱۷۱۹ء۔۱۷۹۵ء) قاہرہ کے رہنے والے تھے۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۵، معجم الاصولیین ۲۵/۱ (۱۹۳)

۹۔ ابومحمد ضیاء الدین عبداللہ بن محمد الاحسقھوی الازغوری حنفی۔ آستانہ میں مدرس تھے۔

۱۰۔ ایضاح المکنون ۸۵۶/۳، ہدیۃ العارفین ۴۸۷/۵

سید محمد مہدی البروجروی شیعی (۱۱۵۵ھ۔۱۲۱۲ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الوافیہ فی الاصول ۲۔ فوائد الاصولیہ[2]

حسین بن علی الایدینی حنفی (متوفی ۱۲۱۳ھ)[3]

شیخ خادمی کے شاگرد تھے۔ پہلے اپنے شہر مغنیسیا میں وفات تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی حاشیہ السید لشرح العضد لمختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔ ایضاح المکنون اور معجم المؤلفین دونوں میں اس طرح مذکور ہے۔

"حسین الرومی الشهيد بطات زاده له حاشية على لشرح الشريف الجرجاني لمنتهى السول والأمل"

(حسین رومی جوطات زادہ سے مشہور ہیں۔ ان کا شرح الشریف الجرجانی لمنتهی السول والامل پر حاشیہ ہے)

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ شریف جرجانی نے نہ تو شرح لمنتهی السول والامل تالیف کی اور نہ ہی مختصر المنتهی تالیف کی، بلکہ ان کا شرح العضد لمختصر المنتهی پر حاشیہ ہے۔ واللہ اعلم[4]

اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی (متوفی ۱۲۱۴ھ)[5]

عالم تھے۔ عینتاب میں قاضی بنائے گئے۔ کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

ایضاح المکنون کے مطابق انہوں نے کتاب "شرح منتهی السول والامل لابن الحاجب" تالیف کی، جب کہ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : حاشیہ علی حاشیہ السید علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب[6]

احمد ابوسلامہ شافعی (متوفی ۱۲۱۵ھ)[7]

اصول و فروع میں تبحر تھا۔ علوم نقلیہ، نحویہ، منطقیہ اور فقہیہ میں کمال حاصل کیا۔ فروع فقہیہ اور مذاہب اربعہ کے دقیق مسائل میں مستحضر رہتے۔ اصول غریبہ میں ان کا ذہن قیاس و غور و فکر میں محو رہتا۔ کثرت مطالعہ کے

۱۔ بحرالعلوم السید محمد مہدی بن السید مرتضیٰ بن محمد الطباطبائی البروجردی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۱/۶ ۳۔ حسین بن علی الایدینی الرومی حنفی، طات زادہ، متوفی ۱۷۹۸ء مغنیسیا میں وفات پائی

۴۔ ایضاح المکنون ۵۷۳/۲ میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے، اسی طرح معجم المؤلفین ۲۷/۴ میں مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۳۲۸/۵، معجم الاصولیین ۷۱/۲ (۳۰۶) ۵۔ اسمٰعیل بن مصطفیٰ الارضرومی حنفی تائب متوفی ۱۷۹۹ء قسطنطنیہ میں وفات پائی

۶۔ ایضاح المکنون ۵۷۳/۲، ہدیۃ العارفین ۲۲۲/۵، معجم الاصولیین ۲۷۱/۱ (۳۱۶)، اس میں ہدیۃ العارفین ۱۲۲/۵ مذکور ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے اصلا یہ ۲۲۲/۵ کا حوالہ ہے ۷۔ ابو محمد احمد بن سلامہ ابوسلامہ شافعی متوفی ۱۸۰۰ء

سب اصول کی ان کی کتب قدیمہ پر مطلع رہتے جن سے عموماً متاخرین بے اعتنائی برتتے تھے۔ان کے زمانے کے فضلاء مسائل اصولیہ میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[1]

احمد بن محمد العطار اِمامی (۱۱۲۸ھ۔۱۲۱۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی و عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں دو مجلدات پر مشتمل ایک بڑی کتاب تالیف کی اور اس کا نام "التحقیق" رکھا۔[3]

محمد بن احمد الجوہری الصغیر شافعی (۱۱۵۱ھ۔۱۲۱۵ھ)[4]

فقیہ، اصولی، ادیب و بلاغی تھے۔فقہ و اصول کی تعلیم کے لئے شیخ الاجہوری کے دروس میں شرکت کی۔جامعۃ الازہر و مشہد حسینی میں تدریس کی درخواست کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔شیخ الجامعۃ الازہر شیخ احمد الدمنہوری کی وفات کے بعد جب شیخ عبدالرحمن العریشی حنفی کو ان کی جگہ نامزد کیا تو اس فیصلے سے ناراض شافعی علماء ان کے پاس آئے۔ان کے بعد ان کی درخواست پر امراء و نقباء شافعیہ کا امام شافعی کے مزار کے پاس اجتماع ہوا۔انہوں نے شیخ الازہر کے لئے شیخ احمد العروسی شافعی کو منتخب کیا تو سب کو یہ فیصلہ ماننا پڑا اور ایسا ہی ہوا۔وہ کئی بہترین کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "رسالة في الاصولي والأصول" تالیف کی۔ہدیۃ العارفین میں ہے : "مرقي الوصول الى معنى الاصولي والاصول"۔دار الکتب المصریہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔اس کے مطابق شیخ جوہری اس کے شروع میں فرماتے ہیں :

> "لما من الكريم الوهاب بمطالعة شرح جمع الجوامع مع بعض الاصحاب وكان في تكلمه على مسئلة الاصولي والاصول نوع غموض على بعض الاذهان والعقول اردت ان اكتب عليها بعض شيء يحل مبانيها مازجا للشرح بالمشروح".[5]

(جب اللہ کریم نے بعض اصحاب کے ساتھ شرح جمع الجوامع کے مطالعہ کا احسان فرمایا اور مسئلہ الاصولی والاصول کی بحث میں بعض ذہنوں اور عقلوں پر کچھ خفا طاری تھا۔میں نے چاہا کہ اس پر کچھ لکھوں جو اس پوشیدگی کو دور کردے اور جو میرے مشروح کے ذریعہ شرح کی مطابقت اور اعانت کر سکے)

وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۹۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔

---

[1] معجم الاصولیین ۱/۱۲۳(۸۸)

[2] احمد بن محمد بن علی بن سیف الدین الحسنی الحسینی البغدادی العطار (۱۷۱۶ء۔۱۸۰۰ء) [3] معجم الاصولیین ۱/۲۲۳(۱۶۶)

[4] ابوالہادی محمد بن احمد بن حسن بن عبدالکریم الخالدی، جوہری صغیر، ابن الجوہری، شافعی (۱۷۳۸ء۔۱۸۰۱ء) مصر میں وفات پائی

[5] ہدیۃ العارفین ۲/۳۵۲، الفتح المبین ۳/۱۳۶۔۱۳۸، فہرست الکتب العربیہ المخطوطہ بالکتب خانہ المصریہ ۲/۲۶۴ (علم الاصول) جمع و ترتیب احمد المحی، محمد البيلاوی، مصر مطبعۃ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

اسماعیل مفید بن علی رُومی حنفی (۱۱۳۲ھ۔۱۲۱۷ھ)[1]

فاضل، ادیب وخطاط تھے۔ موالی حرمین میں سے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔ اس کا ایک نسخہ برنستن (یھودا) ۹۰۸ (۵۹۸۵) میں موجود ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: الحمد لله الذی ارشد ناطریق الوصول الی علم الاصول ... اما بعد فهذا حل عقد المنار الخ[2]

صالح بن محمد الفلانی مالکی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۱۸)[3]

فقیہ، اصولی، محدث، حافظ تھے۔ سوڈان میں ولادت ونشاۃ ہوئی۔ مراکش وتونس ومصر کے علمی اسفار کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ مدینۃ المنورہ میں سکونت اختیار کرلی تھی، انتقال تک وہیں تدریس کرتے رہے۔ انہوں نے کتاب "ایقاظ همم الابصار لاقتداء بسید المهاجرین والانصار" بھی تالیف کی جو ۱۲۹۸ھ میں ہند سے چھپ چکی ہے۔[4]

عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ)[5]

فقیہ واصولی تھے۔ شافعی المذہب ہونے کے باوجود مذہب حنفی کی مسند افتاء پر فائز کئے گئے اور وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے زمانے میں دونوں مذاہب کا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا اور روح قفص عنصری سے پرواز کر جانے تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ ان کی کئی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "حاشیہ علی جمع الجوامع" دو ضخیم جلدوں میں تالیف کیا۔[6]

اسد اللہ کاظمی شیعی (متوفی ۱۲۲۰ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "نظم زبدۃ الاصول" تالیف کی۔[8] مزید ۱۲۳۴ھ کے ضمن میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

خلیل بن احمد القونوی حنفی (متوفی ۱۲۲۴ھ)[9]

فقیہ، اصولی، متکلم اور مفسر تھے۔ شہر مغنیسیا میں مفتی رہے، کئی علوم وفنون پر کتابیں لکھیں۔

۱؎ اسماعیل مفید بن علی العطار الرومی النقشبندی الحنفی (۱۷۲۰ء۔۱۸۰۳ء)

۲؎ ہدیۃ العارفین ۲۲۳/۵، معجم الاصولیین ۲۶۶/۱ (۲۱۱) معجم المؤلفین ۲۹۷/۲

۳؎ صالح بن محمد بن نوح بن عبداللہ العمری المالکی فلانی (۱۷۵۳ء۔۱۸۰۳ء) سوڈان میں ولادت اور مدینۃ المنورہ میں وفات ہوئی

۴؎ ہدیۃ العارفین ۴۲۳/۵، معجم الاصولیین ۱۳۹/۲ (۳۷۵)

۵؎ عبدالحمید بن عبدالوہاب السباعی الحمصی شافعی متوفی ۱۸۰۵ء

۶؎ معجم الاصولیین ۱۲۹/۲ (۳۰۵)

۷؎ اسد اللہ ابن الحاج اسماعیل الکاظمی متوفی ۱۸۰۵ء

۸؎ ہدیۃ العارفین ۲۰۳/۵

۹؎ خلیل بن احمد بن حمت القونوی الرومی حنفی متوفی ۱۸۰۹ء مغنیسیا میں وفات پائی۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی حاشیۃ السید للشرح العضد" تالیف کیا۔ ایضاح المکنون اور معجم المؤلفین میں اس طرح مذکور ہے : له شرح منتهى السول والامل في علمي الاصول والجدل لابن الحاجب (واللہ اعلم)[1]

بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی (۱۱۴۴ھ۔۱۲۲۵ھ)[2]

فقیہ، اصولی اور منطقی تھے۔

اپنے والد سے کتبِ درسیہ پڑھ کر سترہ برس کی عمر میں فراغت پائی۔ والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ میں تدریس کی پھر شاہجہاں پور، رام پور، اور پھر بہار آ کر زندگی کے باقی ایام درس و تدریس میں گذارے۔ اصول فقہ کے علاوہ فقہ و منطق میں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

۱۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت في اصول الفقه۔ یہ شرح اور امام غزالی کی کتاب "المستصفی" دونوں کا ایک ساتھ ۱۳۲۴ھ میں مطبعہ بولاق سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

فواتح الرحموت پر حواشی :

شاہ احمد رضا خان بریلوی حنفی (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے اس پر حواشی لکھے جو تقریباً ۱۷۲ صفحات میں ہیں۔ اس کے غیر مطبوعہ نسخہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ تکملہ شرح تحریر الاصول

۳۔ "تنویر المنار" یہ المنار کی فارسی میں شرح ہے۔ اس کو ڈاکٹر فاضل برکات احمد ٹونکی نے عربی زبان میں منتقل کیا۔ مظہر بقا نے کہا کہ اس کے نسخہ کی فوٹو کاپی ان کے پاس موجود ہے جو انہوں نے ان کے پوتے ڈاکٹر سید محمود احمد برکاتی سے لی تھی۔

۴۔ شرح اصول البزدوی[3]

عبداللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی (۱۱۵۰ھ۔۱۲۲۷ھ)[4]

جامعہ الازہر و دیگر مدارس سے تعلیم حاصل کی اور پھر جامعہ الازہر میں مدرس رہے۔ مختلف علوم پر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالة في مسالة اصولية على جمع الجوامع في الاصول" تالیف کی۔[5]

۱۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۳، ہدیۃ العارفین ۳۵۶/۵، معجم الاصولیین ۹۰/۲۔۹۱ (۳۲۷)

۲۔ ابو العباس بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد لکھنوی الانصاری۔ (۱۷۳۱ء/۱۸۱۰ء)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵۸۶/۵۔۵۸۷، الفتح المبین ۱۳۲/۳۔ اس میں تاریخ وفات ۱۱۸۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲۱۵/۲۔۲۱۶ (۴۴۸)

۴۔ عبداللہ بن حجازی بن ابراہیم، الشرقاوی (۱۷۳۷ء/۱۸۱۲ء) قاہرہ میں وفات پائی۔ ۵۔ الفتح المبین ۱۳۹/۳

محمد تقی الکاشانی شیعی (۱۲۲۶ھ بعدہ)

انہوں نے کتاب "جامع الاصول" تالیف کی۔[1]

جعفر بن خضر الجناحی شیعی (۱۱۵۶ھ۔۱۲۲۷ھ)[2]

اپنے زمانے کے ممتاز و جید شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غایة المامول فی علم الاصول

۲۔ کشف الغطار عن مبهمات الشریعة الغراء

یہ ایک شعری مجموعہ ہے جو اصول فقہ، اصول الدین اور فقہ میں ہے اور اس میں چالیس ہزار سے زائد اشعار ہیں۔[3]

خلیل بن احمد نعیمی حنفی (متوفی ۱۲۳۰ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیه علی شرح المنهی" تالیف کیا۔[5]

مختار بن بونا الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔[6]

محمد حسن بن محمد القزوینی شیعی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً ۱۲۴۰ھ)[7]

امامی مجتہد تھے۔ بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا، علم اصول فقہ میں خاص ملکہ و شہرت حاصل تھی، فتویٰ کا مرجع تھے۔ ان کی کئی مصنفات بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تنقیح المقاصد الاصولیه فی شرح ملخص الفوائد الحائریه

۲۔ کشف الغطافی الاصول، یہ کتاب و شرح دونوں انہی کی تالیفات ہیں۔[8]

۱۔ طہران میں وارد ہوئے تھے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۲

۲۔ جعفر بن خضر بن یحیی الحلی الجناجی الاصل، النجفی (۱۱۴۳ء/۱۸۱۲ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۱/۲۵۶، معجم الاصولیین ۲/۱۵ (۳۳۵)

۴۔ خلیل بن احمد مکی زادہ المغیسادی نعیمی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۲

۶۔ مختار بن بونا الشنقیطی مغربی مالکی، ہدیۃ العارفین ۶/۴۴۳

۷۔ محمد حسن بن محمد معصوم القزوینی الحسائری الشیعی، شیراز میں وفات پائی۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۵۷، الفتح المبین ۳/۱۳۱، معجم الاصولیین ۳/۵۵ (۳۸۹)۔ اس میں تاریخ وفات ۱۲۴۰ھ مذکور ہے۔

محمد بن محمد الشفشاونی مالکی (۱۱۷۹ھ۔۱۲۳۲ھ)[1]

فقیہ اصولی اور معقول و منقول میں متفنن تھے۔ شیخ عبدالرحمن البنانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ) ، صاحب حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع و دیگر شیوخ زمانہ سے تعلیم و اجازت حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی المحلی فی الاصول

۲۔ المراغی نے لکھا کہ انہوں نے حاشیہ علی شرح البنانی تالیف کیا تھا مگر درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن البنانی نے شرح نہیں بلکہ حاشیہ لکھا تھا۔ انہوں نے حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع لکھا تھا اس کے علاوہ ان کی دیگر مؤلفات میں کوئی شرح نہیں ہے۔[2]

اسماعیل بن احمد الکبسی (۱۱۵۰ھ۔۱۲۳۳ھ)[3]

اصول و فروع میں امام تھے، جامعہ روضہ میں مدرس تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[4]

سید محمد بن مصطفی العلائی حنفی (متوفی ۱۲۳۴ھ)[5]

قونیہ میں فقہ و حدیث کے مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی اواخر المجامع الاصول للخادمی

۲۔ شرح نتیجۃ الاصول[6]

اسد اللہ الکاظمی امامی (۱۱۸۶ھ۔۱۲۳۴ھ بعدہ)[7]

فقہ و اصول میں فاضل تھے۔ زیادہ تر آقا محمد باقر البہبہانی (متوفی ۱۲۰۸ھ) صاحب حاشیہ علی معالم الاصول اور سید مہدی الطباطبائی النجفی اور شیخ جعفر نجفی سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کشف القناع عن وجوہ حجیۃ الاجماع ، ایک بہت بڑی مبسوط کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ محمد باقر الطباطبائی کربلا نمبر ۱۳ میں موجود ہے۔

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد الشفشاونی (۱۷۶۵ء۔۱۸۱۶ء)

۲۔ الفتح المبین ۳/۱۳۲

۳۔ اسماعیل بن احمد بن محمد الکبسی الروضی الحسنی (۱۷۳۷ء/۔۱۸۱۷ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۵۶(۲۰۰)

۵۔ السید محمد بن مصطفی العلائی القونوی نقشبندی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲/۳۵۹

۷۔ اسد اللہ بن الحاج اسماعیل الکاظمی الشستری الامامی (۱۷۷۲ء۔۱۸۱۹ء) عراق میں وفات پائی۔

۲۔ "نظم زبدة الاصول" للعاملی

۳۔ "المنهاج" فی الاصول للنراقی[1]

دلدار علی نقوی شیعی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۳۵ھ)[2]

شیعی علماء میں سے تھے۔ فقیہ، اصولی، متکلم، حکیم اور بعض دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہند کی اقلیم شمالی میں امامی مذہب کے ارکان کو مضبوط کیا۔ لکھنو وعراق کے افاضل شیعی علماء سے تعلیم حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کی دعوت ودرخواست پر لکھنو میں مقیم ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ اساس الاصول فی الرد علی الفوائد المدنیه للاسترابادی

۲۔ منتهى الافکار فی اصول الفقه[3]

سید محسن الکاظمی شیعی (متوفی ۱۲۴۰ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "المحصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[5]

حسن بن محمد معصوم القزوینی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ یا ۱۲۳۰ھ)

ان کا بیان ۱۲۳۰ھ کے تحت گذر چکا ہے۔

اسماعیل بن عبد الملک العقدائی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ تقریباً)[6]

فقیہ، اصولی تھے۔ آیۃ اللہ بحر العلوم اور استاذ مرزا سلیمان الطباطبائی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

"حقائق الاصول" لوس انجلس میں ۵۳۱۴۳ پر اس کا نسخہ موجود ہے۔ الذریعہ میں ہے:

"عناوینه "حقیقة، حقیقة" فلذا سمی "حقائق الاصول"

(اس کے عنوانات "حقیقۃ، حقیقۃ" ہیں اس لئے اس کا نام حقائق الاصول ہو گیا)۔[7]

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۳۔ اس میں تاریخ وفات ۱۲۳۰ء مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۱/۳۵۲ (۱۹۵)

[2] دلدار علی بن محمد معین المتوی النصیر آبادی لکھنوی شیعی مجتہد (۱۷۵۳ء/۱۸۲۰ء)

[3] ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۷، معجم الاصولیین ۲/۱۰۲ (۳۳۰)

[4] سید محسن بن حسن الاعرجی الاسلامی الکاظمی الشیعی متوفی ۱۸۲۵ء

[5] ہدیۃ العارفین ۶/۹

[6] اسماعیل بن عبد الملک العقدائی الیزدی امامی متوفی ۱۸۲۵ء تقریباً

[7] معجم الاصولیین ۱/۲۶۳ (۲۰۶)

احمد بن زین الدین الاحسائی امامی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۴۱ھ) [1]

فلسفی اور مذہب "الکشفیہ" کے مؤسس تھے۔ جس کے کشفی اور الہامی ہونے کے وہ دعویدار تھے۔ بلاد فارس میں تعلیم حاصل کی عراق جا کر وہاں کے علماء سے استفادہ کرتے رہتے تھے بحرین میں سکونت اختیار کی۔ بہت سی کتب اور رسائل لکھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مباحث الالفاظ
۲۔ رسالة في حجية الاجماع
۳۔ رسالة في تحقيق القول بالاجتهاد والتقليد
۴۔ رسالة في تقليد غير الاعلم
۵۔ رسالة في ان الامتثال يقتضي الصحة
۶۔ رسالة في براءة الذمة
۷۔ شرح مسائل الاصول في مقدمات كشف الغطاء [2]

محمد بن عبدالنبی (الغنی) النیشاپوری شیعی (۱۱۷۴ھ۔۱۲۴۱ھ) [3]

ہند اور پھر بغداد آئے پھر نجف الاشرف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قلع الاساس في نقض اساس الاصول
۲۔ كشف القناع عن عور الاجماع
۳۔ مصادر الانوار في الاجتهاد والاخبار
۴۔ منية المرتاد في ذكر نفاة الاجتهاد [4]

سید محمد بن علی الکربلائی امامی (متوفی ۱۲۴۲ھ) [5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مفاتيح الاصول
۲۔ الوسائل الى النجاة في الاصول [6]

عثمان بن سند البصری (۱۱۸۰ھ/۱۲۴۲ھ) [7]

خاص کر تاریخ ادب، اصول اور فقہ میں شہرت رکھتے تھے۔ جوانی میں حصول علم کے لئے عراق آئے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور پھر دارالخلافہ بغداد میں منتقل ہو گئے۔ ان کی اکثر مؤلفات نظم کی صورت میں ہیں۔

---

[1] احمد بن زین الدین بن ابراہیم الاحسائی البحرانی امامی (۱۷۵۳ء۔۱۸۲۶ء) الاحساء میں ولادت اور مدینۃ المنورہ کے قریب وفات پائی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۱۸۵/۵، معجم الاصولیین ۱۳۰/۱ (۸۵)
[3] محمد عبدالنبی بن عبدالصانع النیشاپوری الھندی الاخباری نجف الاشرف میں سکونت اختیار کی۔
[4] ہدیۃ العارفین ۳۶۲/۶
[5] السید محمد بن علی بن محمد علی الطباطبائی الکربلائی
[6] ہدیۃ العارفین ۳۶۳/۶
[7] بدرالدین عثمان بن سند النجدی البصری (۱۷۶۶ء۔۱۸۲۶ء) نجد میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی اور اس کا نام "الشذرات الفاخرۃ فی نظم الورقات الناضرۃ" رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز یقول عثمان المکنی ابن سند ، بعد ارتجاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۲۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔

۲۔ شرح نظم الورقات[1]

احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی (۱۱۹۱ھ۔۱۲۴۳ھ)[2]

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ و تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ربیع الازہار فی مسائل متفرقۃ من اصول الفقہ
۲۔ الاجتہاد والاخبار
۳۔ الاستصحاب
۴۔ رسالۃ فی القیاس
۵۔ رسالۃ فی الاجماع

ان میں آخری چار لوس انجلس میں مجموعہ نمبر ۳۵۱ کے ضمن میں موجود ہیں۔[3]

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ۔۱۲۴۵ھ)[4]

امامی علماء و مجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مناہج الوصول الی علم الاصول" یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ ام القری میں ۷۱ نمبر پر موجود ہے۔

۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس ، ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۳۔ عوائد الایام ، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجمعہ زنجان میں موجود ہے۔

۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ "تجرید الاصول" ان کے والد کی کتاب ہے۔

۵۔ "مفتاح الاصول ومصباح الوصول"۔

---

[1] الفتح المبین ۳/۱۳۳، مخطوطات المکتبہ العباسیہ فی البصرہ ۲۰/۳۹۔ بقلم علی الخاقانی المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔۱۹۶۱ء

[2] احمد بن محمد علی بن محمد باقر الحائری الکرمانشاہی، وحید البہبہانی (۱۷۷۷ء۔۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۳۲ (۱۷۵)

[4] احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر الکاشانی النراقی (۱۷۷۱ء۔۱۸۲۸ء) کاشان کے گاؤں نراق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول" تالیف کی اور اس کا نام "الشذرات الفاخرة فی نظم الورقات الناضرة" رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز یقول عثمان المکنی ابن سند، بعد ارتجاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۲۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔

۲۔ شرح نظم الورقات[1]

احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی (۱۱۹۱ھ۔۱۲۴۳ھ)[2]

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ، تفسیر وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ربیع الازهار فی مسائل متفرقة من اصول الفقه

۲۔ الاجتهاد والاخبار

۳۔ الاستصحاب

۴۔ رسالة فی القیاس

۵۔ رسالة فی الاجماع

ان میں آخری چار لوس انجلس میں مجموعہ نمبر ۳۵۱ کے ضمن میں موجود ہیں۔[3]

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ۔۱۲۴۵ھ)[4]

امامی علماء و مجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مناهج الوصول الی علم الاصول" یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ ام القریٰ میں ۷۷ نمبر پر موجود ہے۔

۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۳۔ عوائد الایام، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجمعہ زنجان میں موجود ہے۔

۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ "تجرید الاصول" ان کے والد کی کتاب ہے۔

۵۔ "مفتاح الاصول ومصباح الوصول"۔

---

[1] الفتح المبین ۳/۱۴۳، مخطوطات المکتبۃ العباسیہ فی البصرہ ۳۰/۳۹۔ بقلم علی الخاقانی المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔ ۱۹۶۱ء

[2] احمد بن محمد علی بن محمد باقر الحائری الکرمانشاہی، وحید البہبہانی (۱۷۷۷ء۔۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

[3] معجم الاصولیین ۱/۲۳۲ (۱۷۵)

[4] احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر الکاشانی النراقی (۱۷۷۱ء۔۱۸۲۸ء) کاشان کے گاؤں نراق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

۶۔ اساس الاحکام فی تنقیح عمد مسائل الاصول بالاحکام۔

۷۔ رسالۃ فی اجتماع الامر والنہی، یہ کتاب حسن صدر الدین الکاظمی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۸۔ "مفتاح الاحکام" اصول فقہ میں ایک مختصر کتاب ہے۔[1]

زین العابدین الخوانساری امامی (۱۱۸۸ھ۔۱۲۴۵ھ)[2]

فقیہ اصولی اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ صاحب روضات الجنات کے والد تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ اللآلی المتلألئ فی اصول الفقہ مستقلاً

۲۔ حاشیہ علی القوانین

۳۔ حاشیہ علی اصول المعالم۔[3]

عبدالحمید بن عبداللہ الرجبی حنفی (متوفی ۱۲۴۷ھ)[4]

فقیہ اصولی اور بصرہ کے قاضی تھے، صاحب مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ نظم منار الانوار للنسفی ۲۔ شرح منظومۃ المنار۔[5]

محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۲ھ۔۱۲۵۰ھ)[6]

فقیہ، مجتہد، اصولی، مقری اور نظار تھے۔ تفسیر حدیث و تاریخ میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ اپنے والد اور اپنے شہر کے ذی علم و فضل سے علم حاصل کیا۔ اصول فقہ میں مختصر المنتہی لابن الحاجب پڑھی۔ الغرض تمام علوم نقلیہ و عقلیہ حاصل کر لیے۔ یہاں تک کہ تشنگان علم ہندو یمن وغیرہ تک سے ان کی خدمات میں جمع ہونے لگے۔ زندگی کے ابتدائی زمانے میں انہوں نے امام زید بن علی بن حسین کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا اور اس میں کمال حاصل کیا اور اس پر شہرت پائی مگر پھر تقلید ترک کر دی اور مجتہد بن گئے۔ اپنے آپ کو مذہب زیدیہ میں مقید نہیں کیا اور وہ آراء علماء سابقین میں اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتے۔ ان کی کتاب نیل الاوطار کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے جس میں وہ مذاہب علماء امصار، اور آراء

---

[1] ایضاح المکنون ۴/۱۳۱، ۳۳۱، ۵۲۳، ۵۲۳ ہدیۃ العارفین ۵/۱۸۵

[2] زین العابدین بن باقر الہزار جریبی الخوانساری (۱۷۷۴ء۔۱۸۲۹ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی

[3] الذریعۃ المکنون ۴/۳۹۶ ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۰ معجم الاصولیین ۲/۱۱۵ (۳۵۱)

[4] عبدالحمید بن عبداللہ الرجبی البغدادی الحنفی متوفی ۱۸۳۱ء بصرہ میں وفات پائی

[5] ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۶ معجم الاصولیین ۲/۱۶۸ (۳۰۳)

[6] محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الصنعانی الیمانی (۱۷۵۹ء۔۱۸۳۴ء) صنعاء میں وفات پائی۔ الفتح المبین ۳/۱۴۴، ۱۴۵

صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں اور ہر ایک کے دلائل دیتے ہیں پھر ایک خاص رائے کے بیان پر کلام ختم کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ صدر اول کی نسبت متاخرین کے لئے اجتہاد کو اللہ نے زیادہ آسان کر دیا ہے۔ مختلف فنون پر آپ کی کتابوں کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی جاتی ہے۔ جس میں صرف چالیس کتابیں مطبوعہ ہیں، باقی سب مخطوطے کی شکل میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "القول المفيد في ادلة الاجتهاد والتقليد" تالیف کی۔

یہ کتاب مطبعہ المعاہد سے سنہ ۱۳۴۰ھ میں اور مکتبہ مصطفیٰ الحلبی سے سنہ ۱۳۴۷ھ میں اور مکتبہ المنیر یہ سے سنہ ۱۳۴۸ھ میں اور دار القلم، کویت سے ۱۳۹۶ھ میں عبد الرحمٰن الخالق کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

کتاب القول المفید کا تحقیقی تجزیہ :

آغاز زندگی میں مذہب امام "زید بن علی بن الحسین" پر تفقہ وکمال وشہرت حاصل کی، پھر تقلید کا پھندا اپنے گلے سے اتار دیا اور منصب اجتہاد سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا۔ اور ایک کتاب "السيل الجرار المتدفق على حدائق الازهار" تالیف کی، جس میں اپنے آپ کو مذہب زیدیہ میں مقید نہیں رکھا بلکہ وہ ادلہ سے اپنے اجتہاد کے ذریعہ جس نتیجے پر پہنچتے اس سے مذہب زیدیہ کی تصحیح کی اور جس پر دلیل نہیں تھی اسے بے حقیقت و کھوٹ ثابت کیا۔ اس سے مذہب زیدیہ کے اصول وفروع کے ماننے والوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس وقت شوکانی نے ایک رسالہ بنام "القول المفيد في ادلة الاجتهاد والتقليد" تالیف کیا۔ اس میں تقلید کی مذمت وتحریم بیان کی۔

اس سے فتنہ واشتعال میں شدت آ گئی اور مذہب زیدیہ ماننے والوں نے اسے مذہب اہل بیت کو منہدم کرنے سے تعبیر کیا اور ان کے انصار ومخالفین کے مابین صنعاء میں حالات خراب ہو گئے تو اس وقت امام شوکانی نے ان کے جواب میں کہا کہ "وہ صرف مذہب زیدیہ میں تقلید کی حرمت کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ان کا یہ موقف جمیع مذاہب کے بارے میں ہے۔"[1]

امام شوکانی تقلید کی مذمت اور تحریم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہے۔ متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہونے کے بارے میں وہ ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

" فانه لا يخفى على من له ادنى فهم، ان الاجتهاد قد يسر الله للمتاخرين، تيسيرًا لم يكن للسابقين، لان التفاسير لكتاب العزيز قد دونت، وصارت في الكثرة الى حد لا يمكن حصره، وكذلك السنة المطهرة، وتكلم الائمة في التفسير، والتجريح والتصحيح، والترجيح، بما هو زيادة على مايحتاج اليه المجتهد، وقد كان السلف الصالح، ومن قبل هؤلاء المنكرين يرحل للحديث الواحد، من قطر الى قطر، فالاجتهاد على المتاخرين أيسر وأسهل من الاجتهاد على المتقدمين، ولا يخالف في هذا من له فهم صحيح، وعقل سوى "[2]

---

[1] تحقیقی مقدمہ علی ارشاد الفحول الی تحقیق من علم الاصول للشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ شعبان محمد اسماعیل ص ۱۹، ۲۵، ۲۸ تلخیص، دار الکتب قاہرہ و البدر الطالع ۲/۹۲-۹۴ سن ند

[2] ارشاد الفحول للشوکانی ۲/ ۳۰۷، ۳۰۸ قاہرہ دار الکتب سن ند

(بلاشبہ تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کے لئے اجتہاد آسان فرما دیا ہے اور یہ آسانی سابقین کو میسر نہیں تھی۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تفاسیر اتنی کثرت سے مدون ہو چکی ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ اسی طرح سنت مطہرہ بھی مدون ہو چکی ہے اور آئمہ کرام نے بھی تفسیر، تجریح تصحیح و ترجیح سے متعلق بہت کچھ لکھ دیا ہے جس سے اجتہاد کرنے میں سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ سلف صالحین منکرین حدیث کے جواب کی خاطر صرف ایک حدیث کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے۔ اس طرح اجتہاد متاخرین کے لئے متقدمین کی بہ نسبت آسان ہو گیا ہے اور جو بھی عقل صحیح اور فکر سلیم رکھتا ہے وہ اس بات کی مخالفت نہیں کرے گا)

۱۔ "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق الی علم الاصول"

یہ کتاب بھی مختلف جگہوں سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ ان میں سے ایک ڈکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ ۲ جلدوں میں دار الکتبی، مصر (سن ندارد) سے چھپی۔ اس کے علاوہ مطبع السعادہ سے ۱۳۲۷ھ میں مکتبۃ المنیر یہ مصر سے ۱۳۴۷ھ میں اور مکتبۃ الحلبی مصر سے ۱۳۵۶ھ میں بھی چھپ چکی ہے۔

کتاب "ارشاد الفحول" تحقیقی تجزیہ:

امام شوکانی کا کتاب "ارشاد الفحول" میں منہج:

یہ بات عام ہے کہ ہر مؤلف اپنی تالیف کے خطبہ میں اپنے اس مقصد کو بیان کرتا ہے جو اس کی تحقیق کا ہدف ہوتا ہے۔ امام شوکانی واسع الاطلاع اور تمام عقلیہ و نقلیہ میں متجر تھے۔ انہوں نے تقلید کے بجائے اجتہاد کا راستہ اپنایا اور اپنے لئے ایک جداگانہ فقہی مذہب اختیار کیا جو مشہور مذاہب سے مربوط نہیں تھا۔ اس حیثیت سے کہ ان میں معروف مصادر شرعیہ سے احکام شرعیہ کے لئے استنباط کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا اثر ان کی کتاب میں عیاں ہے اور وہ اس علم کو منقح کرنا چاہتے ہیں اور ہر مسئلہ میں حق و درست وجہ و بیان کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کی اس کتاب کا نام ان کے مطلوبہ ہدف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" وہ اپنی اس کتاب کا آغاز قواعد اصولیہ میں اپنی رائے کے اظہار سے کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ قواعد ظنی الدلالہ ہیں اور دائرہ اجتہاد کے تحت داخل ہیں۔ ان کے برعکس بہت سے علماء ان قواعد کی قطعیت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نصوص سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان سے عدول و مخالفہ جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد وہ اس کتاب کی تالیف کی غرض بیان کرتے ہیں۔

کتاب کی تقسیم و ترتیب:

انہوں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، سات مقاصد اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

مقدمہ: اس میں اصول فقہ کی تعریف، موضوع، غرض و غایۃ، استمداد، احکام اور اس کی اقسام، مبادی اللغویہ اور الفاظ کی تقسیمات پر کلام کیا۔ کتاب کے سات مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا مقصد : کتاب عزیز میں ہے۔

دوسرا مقصد : سنت اور اس کے متعلقات کے مباحث میں ہے۔

تیسرا مقصد : اجماع اور اس کے متعلقات میں ہے۔

چوتھا مقصد : اوامر ونواہی، عموم وخصوص، اور دلالت کے بارے میں ہے۔

پانچواں مقصد : قیاس اور اس کے متعلقات میں ہے۔

چھٹا مقصد : اجتہاد، تقلید اور افتاء میں ہے۔

ساتواں مقصد : تعادل وترجیح میں ہے۔

جبکہ خاتمۃ الکتاب مندرجہ ذیل دو مسائلوں پر مشتمل ہے :

پہلا مسئلہ : وہ اصل جس میں خلاف واقع ہوا ہو، کیا وہ اباحت ہے یا منع ؟

دوسرا مسئلہ : اس میں منعم کے شکر کا عقلاً وجوب پر بحث کی ہے۔

امام شوکانی ہر مسئلہ میں صاحب رائے کی رائے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اکثر ہر رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر اس پر مناقشہ کرتے ہیں اور پھر راجح قول پیش کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ان کی رائے تمام علماء کی آراء سے منفرد ہو جاتی ہے۔ ڈکتور شعبان محمد اسماعیل ان کے منہج پر ان کلمات کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

" وبالجملة فإن كتاب " ارشاد الفحول " قد فتح آفاقا واسعه للبحث والمناقشة ، وأضاف الى علم الاصول اضافات جديده ، وفتح امام العلماء ابوابا من البحث والاجتهاد ، من خلال عرضه لاراء العلماء ومستندهم فى كل مسالة ، بعد تحرير محل الخلاف ومنشه ، ثم بمناقشة كل دليل وبيان الراجع من الموجوح " [1]

(مجموعی طور پر کتاب "ارشاد الفحول" نے نئے باب کھولے اور بحث ومناقشہ کے میدان کو وسعت دی اور علم الاصول میں نت نئے اضافے کئے اور علماء کے سامنے بحث واجتہاد کے دروازے کھولے۔ اپنے بیان کی توضیح میں علماء کی آراء پیش کیں اور ہر مسئلہ میں محل اور مظہر خلاف تحریر کرنے کے بعد دلیل لائے اور دلیل پر مناقشہ کیا اور ان میں سے راجح قول بیان کیا)

ارشاد الفحول کے مصادر :

اہم کتب اصولیہ جنہیں امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں ذکر کیا۔ ان مصادر پر نظر ڈالنے سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے :

۱۔ الاحكام فى اصول الاحكام لا بن حزم متوفی ۴۵۶ھ

۲۔ الاحكام فى اصول الاحكام للآمدی متوفی ۶۳۱ھ

۳۔ الارشاد والتقريب . باقلانی متوفی ۴۰۳ھ

۴۔ البرهان فى اصول الفقه . امام الحرمين متوفی ۴۷۸ھ

۵۔ التبصره فى اصول الفقه . ابو اسحاق شيرازی متوفی ۴۷۶ھ

۶۔ البحر المحيط ۔ الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ

[1] تحقیق مقدمہ علی ارشاد الفحول۔ شعبان محمد اسماعیل ص ۳۱

۷۔ التلویح علی التوضیح ۔ تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۲ھ

۸۔ التوضیح علی التنقیح ۔ صدر الشریعہ متوفی ۷۴۷ھ

۹۔ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول ۔ القرافی متوفی ۶۸۴ھ

۱۰۔ شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب ۔ قاضی عضد الدین الایجی متوفی ۷۵۶ھ

۱۱۔ شرح المحلی علی جمع الجوامع ۔ جلال الدین المحلی متوفی ۸۶۴ھ

۱۲۔ العدہ فی اصول الفقہ ۔ قاضی ابو یعلی حنبلی متوفی ۴۵۸ھ

۱۳۔ اللمع فی اصول الفقہ ۔ ابو اسحاق الشیرازی متوفی ۴۷۶ھ

۱۴۔ المحصول فی علم الصول ۔ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، امام شوکانی نے اس کتاب سے خاص طور پر نقل کیا ہے اور کبھی ایک وقت میں ایک صفحہ سے بھی زیادہ نقل کر جاتے ہیں جس کا ایک نمونہ "حجیة الاجماع" کے موضوع پر بحث کے دوران نظر آتا ہے۔

۱۵۔ المستصفی من علم اصول الفقہ ۔ الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۶۔ المعتمد فی اصول الفقہ ۔ ابو الحسین معتزلی متوفی ۴۳۶ھ

۱۷۔ منتھی السول والامل فی علمی الاصول والجدل ۔ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۴۶ھ

۱۸۔ المنخول من تعلیقات الاصول ۔ الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۹۔ نہایة السول فی شرح منہاج الوصول الی الاصول ۔ اسنوی شافعی متوفی ۷۷۷ھ

۲۰۔ الوصول الی الاصول ۔ ابو الفتح احمد بن علی برھان البغدادی متوفی ۵۱۸ھ

یہ بعض اہم کتب اصولیہ ہیں جن کی طرف امام شوکانی اپنی اس کتاب میں رجوع کرتے ہیں، ورنہ حقیقت میں تو مراجع بہت زیادہ ہیں جنھیں اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے[1]

حسن بن محمد العطار شافعی (۱۱۹۰ھ۔۱۲۵۰ھ)[2]

اصول، نحو، منطق، ہندسہ، فلک اور دوسرے علوم کے عالم تھے۔ مشائخ قاہرہ سے بہت سے علوم سیکھے۔ جب فرانسیسی مصر میں داخل ہوئے اور قابض ہو گئے تو ان سے ان کے علوم سیکھے۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۲۔۳۳

[2] حسن بن محمد بن محمود العطار شافعی (۱۷۶۶ء۔۱۸۳۵ء) قاہرہ میں ولادت ووفات ہوئی

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "حاشیہ علی شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کیا۔ اس حاشیہ پر شیخ عبدالرحمن الشربینی اور حرم مکی کے مدرس شیخ محمد علی بن حسین مالکی کی قیمتی تقریرات ہیں۔ یہ تینوں ایک ساتھ بیروت دارالکتب العلمیہ (سن ند) سے چھپ چکی ہیں اس کے علاوہ یہ کتاب دارالکتب العلمیہ، قاہرہ سے بھی ۱۳۱۶ھ میں چھپ چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر شیخ عبدالرحمن الشربینی کی تقریر ہے۔[1]

سید احمد بن ادریس (متوفی ۱۲۵۱ھ)[2]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "رسالہ القواعد" تالیف کی۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : " وصلی الله علی سیدنا محمد وعلی اله عدد ماوسعه علم الله "۔ الخ[3]

احمد بن یوسف زبارہ الصنعانی زیدی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۵۲ھ)[4]

فروع، اصول، حدیث، تفسیر، نحو، صرف ولغت کے امام تھے۔ اپنے والد اور بھائی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[5]

ابن عابدین (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ)[6]

فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور بہت سے علوم میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب " نسمات الاسحار علی شرح المنار فی الاصول" تالیف کی[7]، یہ کتاب نسمات الاسحار حاشیہ ہے جو شیخ محمد علاء الدین الحصکفی حنفی کی "شرح افاضة الانوار علی متن اصول الانوار" پر ہے۔ یہ حاشیہ اور شرح ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی سے ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں دوسری مرتبہ طبع ہوئے۔ حاشیہ اور شرح کے بعض مقامات پر شیخ محمد احمد الطوخی کی تقییدات ہیں۔

ابن عابدین حاشیہ نسمات الاسحار لکھنے کا سبب اور مصادر کتاب کو یوں بیان کرتے ہیں :

" فانه شرح لم تسمع اذن بمثاله ، ولم تسمح قريحة على منواله ، بيدا أنه جرى فيه على عادة من التزام الاختصار ، فلم يظهر المراد منه لا مثاله من الطلبة الصغار ، مع ما اهمله في بعض

---

[1] ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۱، الفتح المبین ۳/۱۳۶، معجم الاصولیین ۲/۵۸ (۲۹۴)
[2] سید احمد بن ادریس الحسنی الصوفی
[3] ایضاح المکنون ۳/۵۶۷
[4] احمد بن یوسف بن حسین الصنعانی وزبارہ (۱۱۵۲ھ۔۱۸۳۶ء) صنعاء میں ولادت ہوئی
[5] معجم الاصولیین ۱/۲۳۸ (۱۹۰)
[6] محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحیم بن نجم الدین محمد صلاح الدین ابن عابدین (۱۷۸۴ء۔۱۸۳۶ء) دمشق میں ولادت ووفات ہوئی
[7] الفتح المبین ۳/۱۴۷۔۱۴۸

المواضع من المتن عن البيان مما يحتاج الى الايضاح لخفائه عن الاذهان ، فاوضحت في هذا الحواشي ما أجمله ، وذكرت فيما أهمله مراجعا لجملة كتب معتبرة في هذا الفن ، تركن اليها القلوب وتطمئن ، كشرح المصنف المسمي بكشف الاسرار ، وشرح الكاكي المسمي بجامع الاسرار ، وشرح ابن فرشته وشرح ابن نجيم ، والتوضيح و التلويح ، وتغيير التنقيح لا بن كمال باشا ، والتحرير لا بن الهمام ، وشرحه التحبير لا بن أمير حاج ، والمراة لمولانا خسرو ، وغيرها من الكتب المعتبرة المنقحة المحررة ، ولم أخرج في الغالب عما ذكرته هنا ، فمن أشكل عليه شيء فليرجع الى تلك الاصول "[1]

(بے شک انہوں نے ایک ایسی شرح لکھی جس کی مثل کانوں نے نہیں سنا۔ اور سوائے ان کے کوئی اس اسلوب پر نہیں چلا۔ وہ حد درجہ اختصار کرتے ہیں، جس سے مبتدئین پر ان کی مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اور ساتھ ہی متن میں بعض مواقع پر انہوں نے توضیح بیان میں خاص توجہ نہیں دی جو ذہن میں رہ جانے کے باعث توضیح کی محتاج تھیں تو میں نے اس فن کی معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے مختصراً ان حواشی میں ان کی تشریح کر کے اس کمی کو پورا کر دیا۔ میں نے اطمینان قلب کے لئے مصنف کی شرح کشف الاسرار اور شرح اکا کی بنام جامع الاسرار، شرح ابن فرشتہ، شرح ابن نجیم، توضیح و تلویح، ابن کمال پاشا کی تغییر التنقیح، ابن ہمام کی التحریر، ابن امیر الحاج کی شرح التحبیر اور ملا خسرو کی المرآۃ وغیرہ جیسی معتبر اور عمدہ کتابوں کی طرف مراجعت کی اور میں توضیح بیان میں اکثر مذکورہ کتب سے باہر نہیں نکلا اور جسے کچھ بھی شک ہو وہ ان اصول کی کتابوں کی طرف مراجعت کرلے)

امین اللہ بن احمد لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ)[2]

فقیہ و عالم تھے۔ اپنے چچا اور نانا مفتی ظہور اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح والتلویح   ۲۔ حاشیہ شرح مسلم الثبوت ۔[3]

محمد بن مصطفی البرزنجی شافعی (متوفی ۱۲۵۴ھ)[4]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الی علم الاصول   ۲۔ وسیلہ الوصول الی علم الاصول۔[5]

---

[1] حاشیہ نسمات الاسحار ابن عابدین علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی ص ۳، قاہرہ مصطفی البابی حلبی مصر طبع ثانی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء)

[2] امین اللہ بن محمد اکبر بن احمد بن یعقوب الانصاری لکھنوی متوفی ۱۸۳۷ء، لکھنو میں ولادت ہوئی

[3] نزہۃ الخواطر ۸۵/۷، معجم الاصولیین ۲۸۸/۱ (۲۳۱)

[4] شیخ عارف باللہ محمد بن مصطفی بن احمد الحسینی البرزنجی القادری شافعی

[5] ہدیۃ العارفین ۳۶۹/۲

خلیل بن الحسین الأسعردی شافعی (۱۱۶۷ھ۔۱۲۵۹ھ)[1]

کئی علوم کے عالم تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اصول الفقه" تالیف کی۔[2]

احمد بن بابا الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۶۰ھ بعدہ)[3]

ادیب، فقیہ اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ خاص طور پر فن سیر، فقہ، اصول، بیان، نحو، لغہ، منطق، عروض، اشعار العرب اور ان کے ایام اور اخبار و فوائد میں ید طولیٰ رکھتے، ان کی مختلف علوم پر مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ارجوزۃ نظم فیها ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔[4]

محمد حسین الطہرانی امامی (متوفی ۱۲۶۱ھ)[5]

فقیہ و اصولی تھے۔ سرزمین حائر میں مقیم تھے، فقہ و اصول کی تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفصول فی علم الاصول، المراغی نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا :

"انتفع به كثير من الطلبة وتقبلوه قبولا حسنا في جميع البلدان وهو من احسن ما كتب في علم اصول الفقه وأحسنهما تدقيقا".

(بہت سے شائقین نے اس کتاب سے فائدہ حاصل کیا اور تمام شہروں میں اسے خوب پذیرائی ملی اور وہ اصول فقہ میں ایک عمدہ اضافہ ہے)

۲۔ الفصول الغروية في الاصول الفقهيه، اس کتاب میں اصول شیعہ پر بحث کی گئی ہے۔[6]

محمد ابراہیم بن محمد شیعی (متوفی ۱۲۶۲ھ)[7]

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اشارات الاصول" تالیف کی۔[8]

---

[1] خلیل بن الحسین الأسعردی، العمری الکردی شافعی (۱۷۵۴/۱۸۴۳ء)

[2] ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۷، معجم الاصولیین ۲/۹۳۔۹۴ (۳۳۰)

[3] ابوالعباس احمد بن بابا بن عثمان بن محمد بن عبدالرحمٰن بن الطالب الشنقیطی، التیجانی العلوی متوفی ۱۸۴۴ء بعدہ۔ شنقیط میں ولادت اور مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ [4] معجم الاصولیین ۱/۱۰۳ (۶۸)

[5] محمد حسین بن عبدالرحیم الطہرانی الرازی امامی متوفی ۱۸۴۵ء۔ حائر میں وفات پائی، عراق میں دفن کئے گئے۔

[6] ایضاح المکنون ۲/۳۱۹، ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۱، الفتح المبین ۳/۱۴۹

[7] محمد ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی النجفی شیعی [8] ایضاح المکنون ۳/۸۲

حسن بن جعفر نجفی امامی (متوفی ۱۲۶۲ھ) [1]

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے اپنے والد کی کتاب "مقدمات کشف الغطاء" کی شرح تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : " شرح اصول کشف الغطاء "۔[2]

شیخ جعفر الاسترآبادی (متوفی ۱۲۶۳ھ)

انہوں نے رسالہ " اصل الاصول" تالیف کیا۔[3]

محمد بشیر الدین العثمانی القنوجی حنفی (متوفی ۱۲۶۴ھ تقریباً)[4]

فقیہ واصولی تھے۔ درا ست فقہ واصول میں تبحر حاصل کیا اور ان میں حجت مانے جاتے، فتاویٰ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

مؤلفاتِ اصولیہ : انہوں نے کتاب "کشف المبهم مما في المسلم" تالیف کی۔ یہ کتاب مسلم الثبوت لی الاصول کی شرح ہے۔[5]

ابراہیم بن محمد القزوینی امامی (۱۲۱۴ھ/۱۲۶۴ھ) [6]

فقیہ واصولی تھے۔ کربلا میں اصول کی ریاستِ تدریس ان پر ختم ہوتی تھی۔ اصول کی تعلیم شریف الدین بن محمد بن حسن علی الاملی المازندرانی الحائری سے حاصل کی۔

مؤلفاتِ اصولیہ :

1. ضوابط الاصول ، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ۱۲۷۵ھ میں عجم سے طبع ہو چکی ہے۔
2. "نتائج الافکار" یہ کتاب ۱۲۵۸ھ میں مستقل کتاب کی صورت میں بمبئی سے چھپ چکی ہے۔ آپ کے کئی شاگردوں نے مشترکہ طور پر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "مصابیح الانوار" رکھا اس کتاب کی شرح کرنے والے شاگردوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ مہدی الشیرازی ، ابوالحسن القزوینی ، الاقا باقر الیزدی اور ان کے علاوہ شارحین میں محمد التنکابنی ، ملا مسیح الیزدی، حسین الاردکانی محمد علی الکاشانی اور سید کاظم الحائری شامل ہیں۔
3. حجیۃ المظنۃ فی الجملۃ۔[7]

---

[1] حسن بن جعفر نجفی امامی متوفی ۱۸۴۶ء۔ الحلہ میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔
[2] ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۲، الفتح المبین ۳/۱۵۰، معجم الاصولیین ۲/۳۸ (۲۶۸)
[3] ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۷۔ کربلا میں وارد ہوئے تھے وہیں نشوونما ہوئی۔
[4] محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین العثمانی القنوجی حنفی متوفی ۱۸۴۷ء تقریباً۔ [5] ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۲، الفتح المبین ۳/۱۵۱
[6] ابراہیم بن محمد باقر الموسوی القزوینی الحائری امامی ۱۲۶۴ھ/۱۷۹۹ء۔ کربلا میں وفات پائی۔
[7] ایضاح المکنون ۴/۲۷۳، ہدیۃ العارفین ۵/۴۱، معجم الاصولیین ۱/۳۶ (۲۱)

محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی (متوفی ۱۲۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح السید لمختصر ابن الحاجب" تالیف کیا۔[1]

حبیب اللہ القندہاری (۱۲۱۳ھ/۱۲۶۵ھ)[2]

قندھار میں تعلیم حاصل کی، ہرات بھی گئے۔ ایران وہند کے کئی سفر کئے اور علماء و اکابرین سے علمی فیض حاصل کیا۔ قندہار کے قاضی القضاۃ و ملا احمد الکوزی قندہاری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں مختلف فنون پر تقریباً چونتیس کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "مغتنم الحصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ مکتبہ کلیہ اسلامیہ، پشاور، پاکستان میں شمار نمبر ۶۲۲ پر یہ کتاب موجود ہے اس کے علاوہ بھی پاکستان کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت فاضل محب اللہ بہاری کی کتاب مسلم الثبوت کا رد ہے۔ مظہر بقا نے مغتنم کے مقدمہ میں سے یہ حصہ تحریر کیا ہے جس سے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ تسمیہ کا اندازہ ہوتا ہے :

"لما وجدت كتاب "المسلم" للفاضل محب الله البهاري من متون الفن موصوفا بالمتانة، ومعروفا بالرصانة، حتى رايت الطالبين مكبين عليه، ملقين اسماعهم اليه، اذا وصفه مصنفه بانه حاو لطريقتي الحنفية والشافعيه، وغير مائل عن الوقعية، أحببت أن احتذى على مثاله، وأنسج على منواله معرضا لاكثر ما فيه أوفي حواشيه حلاوعقدا، محيا بذكر ماله أو عليه ردا ونقدا، مراعيا فيه شريطة الانصاف، مستعينا بالله سبحان عن الجور والاعتساف، فحررت......"

(جب میں نے فاضل محب اللہ بہاری کی کتاب المسلم کو اس فن کے عمدہ اور بہترین الفاظ کے متون میں سے پایا جس کی وجہ سے میں نے طالبین کو اس کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا۔ صاحب کتاب نے اس کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب حنفی وشافعی طریقے پر جامع ہے اور حقائق سے کسی طرح دور نہیں۔ میں نے چاہا کہ اس کی شکل اور اس کے طریقے کو اپناؤں مگر اس میں اور اس کے حواشی میں پائی جانے والی بہت سی آسان ومشکل چیزوں کے ذکر سے اجتناب کروں۔ میں نے حق راستے کو اختیار کرتے ہوئے اس کے محاسن ومعائب کا اہتمام رکھا۔ اللہ کے غضب اور تنگی سے پناہ مانگتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی)

کتاب "المغتنم" پر تحقیق :

سید فدا محمد نے کتاب "المغتنم" کے باب القیاس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سندھ یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[3]

---

1. ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۰
2. حبیب اللہ کا کر بن فیض اللہ، اخوند زادہ بن ملا بابرہ حیوا اخوند زادہ (۱۷۹۸ء/۱۸۴۸ء)۔ قندہار افغانستان میں ولادت ہوئی۔
3. معجم الاصولیین ۲/۳۰-۳۱ (۴۵۹)

ابراہیم بن محمد الاصفہانی امامی (۱۱۸۰ھ/۱۲۶۵ھ)[1]

فقیہ واصولی تھے۔ سید محمد باقر البہبہانی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اشارات الاصول یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

۲۔ کتاب " الایقاظات فی الاصول " تالیف کی۔[2]

جعفر بن اسحاق العلوی امامی (۱۱۸۹ھ۔۱۲۶۷ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نخبة العقول فی علم الاصول

اولہا: الحمدلله الاول لایقاربه البدایة . اخرها : فلاینا سبه النهایة .

۲۔ نخبة العقول وزبدة الكلام في الاصول ، منظومه ، اولها: باسم القديم الملک العلام ۔[4]

مصطفیٰ بن عبداللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقرير المراة حاشيه على مراة الاصول" تالیف کی۔[6]

خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[7]

فقہ واصول کے عالم تھے، اپنے چچا شیخ محمد معین سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس وافتاء میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعليقات على نور الانوار شرح منار الانوار للنسفي" تالیف کی۔[8]

احمد بن محمد البلاغی شیعی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[9]

اصولی اور بہترین عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تهذيب الاصول للحلي" تالیف کی۔[10]

۱۔ ابراہیم بن محمد حسن الخراسانی الکاخی، الاصفہانی ماہر وی الکرباسی (۱۷۶۶ء/۱۸۴۴ء) اصفہان میں ولادت ووفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۴، معجم الاصولیین ۱/۴۷ (۴۴)

۳۔ جعفر بن (ابی) اسحاق العلوی الموسوی الدارابی امامی کشفی (۱۷۷۵ء/۱۸۵۱ء)

۴۔ ایضاح المکنون ۲/۷۳۱، معجم الاصولیین ۲/۱۳ (۳۴۳)

۵۔ خواجہ مصطفیٰ بن عبداللہ الودینی الرومی بروجرد میں وفات پائی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲/۴۵۸

۷۔ خادم احمد بن حیدر علی بن محمد مبین فرنگی محلی متوفی ۱۸۵۴ء۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۸۲ (۳۴۱)، نزہۃ الخواطر ۷/۱۵۵۔۱۵۶ (۲۷۳)۔ حركة التاليف باللغة العربية في الاقليم الشمالي الهندي في القرنين الثامن عشر والتاسع عشر، جمیل احمد ص ۳۵۴۔۳۵۵۔ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ سندھ

۹۔ احمد بن محمد علی بن عباس بن حسن البلاغی النجفی شیعی متوفی ۱۸۵۵ء۔

۱۰۔ معجم الاصولیین ۱/۲۱۵ (۱۵۹)

احمد بن محمد التبریزی امامی (۱۲۷۱ھ بعدہ)[۱]

فقیہ و اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں تین مجلدات میں کتاب لکھی۔

پہلا مجلد: "الصحیح والاعم الی اخر المفاهیم" اس کے بعض اجزاء کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں اور بعض کی تالیف سے ۱۲۷۱ھ میں فارغ ہوئے۔

دوسرا مجلد: "العام والخاص الی اخر الاجماع" اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

تیسرا مجلد: "البراءة والاشتغال" وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

آغا بزرگ طہرانی نے الذریعہ میں کہا کہ یہ تینوں مجلدات مؤلف کے خط میں انہوں نے شیخ زین العابدین بن شیخ اسد اللہ الشہیر بانی السرابی النجفی (متوفی ۱۳۵۶ھ) کی کتابوں میں دیکھے تھے۔[۲]

عبد الهادی السلجماسی مالکی (متوفی ۱۲۷۱ھ)[۳]

مالکی مذہب کے فقیہ و اصولی تھے۔ استنباط احکام کا ملکہ رکھتے اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تيسير الوصول الى جامع الاصول لابن الشيباني" تالیف کی۔[۴]

حسن بن علی المدرس امامی (۱۲۱۰ھ/۱۲۷۳ھ)[۵]

فقیہ و اصولی تھے۔ حصول علم کے لئے کربلا و نجف کا سفر کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاصول (یا جوامع الاصول) ۲۔ رسالة فی اصالة الصحة[۶]

حسن بن عمر الشطی حنبلی (۱۲۰۵ھ/۱۲۷۴ھ)[۷]

فقیہ، نحوی، فرضی، ریاضی، متکلم و عروضی تھے۔ بغداد سے دمشق آ کر تعلیم حاصل کی وہیں علوم میں تبحر حاصل کیا اور کتب تصنیف کیں۔

۱۔ احمد بن محمد باقر بن ابراہیم التبریزی امامی۔ ۱۸۸۸ء میں زندہ تھے۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۳ (۱۳۲)، الذریعہ ۲/۲۰۳، معجم المؤلفین ۲/۸۴۔

۳۔ ابو عبد اللہ عبد الهادی بن عبد اللہ بن التہامی الشریف السلجماسی، قاضی الی اسد متوفی ۱۸۵۴ء۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۱۵۲ ۵۔ حسن بن علی بن محمد باقر الاصفہانی، المدرس (۱۷۹۵ء/۱۸۵۷ء)، اصفہان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۰۲-۳۰۳، معجم الاصولیین ۲/۵۰-۵۱ (۲۸۳)

۷۔ حسن بن عمر بن معروف الشطی حنبلی (۱۷۹۰ء/۱۸۵۸ء) دمشق میں ولادت اور غالبا وہیں وفات پائی۔ ایضاح المکنون ۳/۱۵۳، معجم الاصولیین ۲/۵۲ (۲۸۶)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التقلید والتلفیق" تالیف کی[1]

مرتضیٰ بن محمد النجفی شیعی (متوفی ۱۲۸۱ھ)

انہوں نے کتاب "فوائد الاصول" تالیف کی[2]

محمد بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی (۱۲۲۹ھ/۱۲۸۵ھ)[3]

فقیہ، اصولی، منطقی تھے۔ صاحب الفوائد البہیہ عبدالحی لکھنوی ان کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ قمر الاقمار علی نور الانوار شرح المنار" تالیف کیا۔[4]

محمد بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ)[5]

فقیہ، اصولی، نحوی و ادیب تھے۔ تونس میں نشوونما پائی، وہاں کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مصر آ گئے۔ وہ جامعہ الازہر میں رہے۔ مصر میں والی مصر کا قرب حاصل رہا پھر حالات بدل گئے دوسرے والی مصر کی وجہ سے ان کو تجاز جلا وطن ہونا پڑا پھر وہاں سے قسطنطنیہ چلے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیل المرقاۃ وجلاء المراۃ" تالیف کی۔ جو ملا خسرو کی کتاب "مراۃ الاصول" پر حاشیہ ہے۔[6]

السید محمد باقر القزوینی الشیعی (متوفی ۱۲۸۶ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مفاتیح الاصول ۲۔ نخبۃ الاصول[8]

سلیمان القرہ آغاجی حنفی (متوفی ۱۲۸۷ھ)[9]

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے شہر کی مسند افتاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح خاتمۃ الاصول ۲۔ شرح مجامع الحقائق للخادمی[10]

---

[1] شیخ مرتضیٰ بن محمد امین الدسفولی التجمی النجفی الانصاری۔

[2] ہدیۃ العارفین ۶/۴۴۵

[3] محمد بن عبدالحلیم بن محمد امین اللہ لکھنوی انصاری (۱۸۲۳ء/۱۸۶۸ء) ہند میں ولادت اور وفات ہوئی۔

[4] الفتح المبین ۳/۱۵۴

[5] محمد بن علی التمیمی المغربی التونسی متوفی ۱۸۶۹ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

[6] الفتح المبین ۳/۱۵۵

[7] سید محمد باقر بن السید علی القزوینی الشیعی

[8] ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۸

[9] سلیمان بن عبداللہ القرہ آغاجی حنفی متوفی ۱۸۷۰ء

[10] ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۷، معجم الاصولیین ۲/۱۳۰۔۱۳۱ (۳۶۵)

عبدالحکیم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۸۸ھ)[1]

فقہ، اصول، منطق وحکمت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ لکھنو میں پیدا ہوئے اور وہاں کے علماء سے تعلیم حاصل کی، پوری زندگی تدریس، تعلیم و تعلم میں گذاری۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مسیر الدائر، شرح دائر الاصول فی علم الاصول" تالیف کی۔[2]

حسین بن رضا الجزائری الشیعی (متوفی ۱۲۹۱ھ)[3]

فقیہ واصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "فوائد الاصول" تالیف کی جو دو جلدوں میں ہے۔[4]

منۃ اللہ الشباسی مالکی (۱۲۱۳ھ۔۱۲۹۲ھ)[5]

اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تحصیلِ علم کیا۔ مذہب مالکیہ میں مراجع کی حیثیت رکھتے تھے، جامعہ الازہر میں تدریس کی، کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "رسالة فی الرد علی من نفی تقلید الائمة الاربعة" تالیف کیا۔ اس رسالہ میں تقلید کے منکرین کا بالعموم اور ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکرین کا بالخصوص اصولی منہج کے مطابق رد کیا۔[6]

محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی (۱۲۲۰ھ/۱۲۹۴ھ)[7]

فقیہ، اصولی ومنطقی تھے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر اساتذہ سے فنون سیکھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حاشیه علی المحلی فی الاصول" تالیف کی۔[8]

محمد بن میرزا التنکابنی الشیعی (۱۲۹۶ھ بعدہ)[9]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لسان الصدق فی الاصول

۲۔ موارد الاصول[10]

---

[1] عبدالحکیم بن عبدالرب بن عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی حنفی متوفی ۱۸۷۱ء، لکھنو میں پیدا ہوئے۔ [2] معجم الاصولیین ۲/۱۶۳ (۲۹۸)

[3] حسین بن رضا بن علی اکبر بن عبداللہ الجزائری التستری، النجفی الشیعی متوفی ۱۸۷۴ء۔ تستر میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

[4] معجم الاصولیین ۲/۶۵ (۲۹۸) [5] ابوالعباس، شیخ الاسلام، احمد بن احمد منۃ اللہ الشباسی الازہری۔

[6] الفتح المبین ۳/۱۵۶، معجم الاصولیین ۱/۸۰ (۵۱) [7] محمد مہدی بن الطالب بن سودہ الغربی مالکی (۱۸۰۵ء/۱۸۷۷ء)

[8] الفتح المبین ۳/۱۵۷ [9] محمد بن میرزا سلیمان بن محمد رفیع بن عبدالمطلب التنکابنی العجمی الشیعی

[10] ہدیۃ العارفین ۲/۳۹۳

بشیر الدین عثمانی (۱۲۳۴ھ/۱۲۹۶ھ)[1]

فقہ و دیگر علوم اپنے والد اور دوسرے علماء سے حاصل کیے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بھی شاگرد رہے۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر تدریس کی اور پھر بھوپال تشریف لے آئے جہاں ۱۲۹۵ھ میں منصب قضاء پر فائز ہوئے اور پھر اس کے ایک سال بعد انتقال کر گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "کشف المبهم مما فی المسلم" کے نام سے کتاب "مسلم الثبوت" کی شرح تالیف کی جو ۱۲۸۷ھ میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ایضاح المکنون میں اس طرح مذکور ہے : کشف المبهم مما فی السلم اعنی سلم الثبوت فی المنطق مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔[2]

جعفر بن مہدی القزوینی امامی (۱۲۵۳ھ/۱۲۹۸ھ)[3]

فقیہ و اصولی تھے۔ حلۃ میں پیدا ہوئے مگر نجف میں فقہ، اصول، فلسفہ، تاریخ و لغت کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التلویحات الغرویة فی الاصول" تالیف کی۔[4]

ابراہیم بن صبغۃ اللہ شافعی (۱۲۳۶ھ/۱۲۹۹ھ)[5]

ادیب و عالم تھے۔ بغداد میں نائب قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیں، کئی کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "جلاء الغشاوات عن المرآة" کے نام سے کتاب "مرآة" پر حاشیہ لکھا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ پرنستن (یہودا) میں ۹۵۴ (۲۶۸۱) پر موجود ہے۔[6]

عبدالرحمن الحسینی الخالدی (۱۳۰۰ھ بعدہ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "حلیۃ السول شرح منهاج الاصول" تالیف کی اور انہوں نے ۱۳۰۰ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔ اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : شكراً لمن انعم علينا بمحامده واعلى نقاف دينها قواعده۔[8]

---

[1] بشیر الدین بن کریم الدین القاضی العثمانی (۱۸۱۸ء۔۱۸۷۸ء) ہند میں ولادت و وفات ہوئی نجف میں مدفون ہوئے۔
[2] ایضاح المکنون ۴/۳۶۶، معجم الاصولیین ۲/۵ (۱۳۳)
[3] جعفر بن مہدی بن حسن بن احمد بن محمد ابوالہادی الحسینی الحلی القزوینی (۱۸۳۷ء۔۱۸۸۰ء) حلۃ میں ولادت و وفات ہوئی۔
[4] معجم الاصولیین ۲/۱۹ (۲۳۶)، معجم المؤلفین ۳/۱۵۱، ان کی تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ بتائی گئی ہے۔
[5] فصیح الدین ابو ابراہیم فصیح، حیدری زادہ ابراہیم بن صبغۃ اللہ بن محمد اسعد بن عبداللہ بن صبغۃ اللہ الحیدری البغدادی الشافعی (۱۸۲۱ء۔۱۸۸۲ء) کردی الاصل تھے۔ بغداد میں وفات ہوئی۔
[6] معجم الاصولیین ۱/۳۲ (۱۲)
[7] عبدالرحمن الحسینی الخالدی
[8] ایضاح المکنون ۳/۱۲۸

سندی زادہ، طٰہٰ بن احمد شافعی (۱۲۳۱ھ/۱۳۰۰ھ)[1]

موصل میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفی فی الاصول" تالیف کی۔[2]

محمد بن ابراہیم الکرباسی (۱۳۰۰ھ)[3]

فقہ و اصول میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اشارات الاصول" تالیف کی۔ اس کو ایک مقدمہ، مناہج اور خاتمہ پر مرتب کیا۔[4]

امیر علی لکھنوی (۱۲۷۴ھ/۱۳۰۰ھ بعدہ)[5]

ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس کی۔ حجاز مقدس تشریف لے گئے، جدہ میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التوضیح والتلویح" تالیف کیا۔[6]

☆☆☆

1۔ سندزادہ، طٰہٰ بن شیخ احمد بن محمد قسیم السندی الکورانی الاصل، والبغدادی، موطنا ودارا، والشافعی الاشعری مذہبا۔

2۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۳ 3۔ محمد بن ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی 4۔ الفتح المبین ۳/۱۳۵

5۔ امیر علی بن معظم علی الحسینی ملیح آبادی لکھنو ہندی (۱۸۵۷ء) 6۔ معجم الاصولیین ۱/۲۸۳۔۲۸۴ (۲۷۴)

چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی کتب کا مختصر تعارف

سید مہدی القزوینی شیعی امامی (۱۲۱۲ھ۔۱۳۰۱ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "فرائد الاصول"، یہ کتاب چار مجلدات میں ہے۔

۲۔ "موارد الوصول الی علم الاصول"، ایک مجلد ہے۔

۳۔ "المنهج البارع فی الاصول"[2]

خلیل فوزی رومی (متوفی ۱۳۰۲ھ)[3]

انہوں نے کتاب "توشیح الاصول" تالیف کی۔[4]

جواد القمی الشیعی (متوفی ۱۳۰۳ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "شرح تهذيب الاصول"

۲۔ "قوانین الاصول"، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔[6]

عرب الکربلائی شیعی امامی (متوفی ۱۳۰۳ھ)[7]

انہوں نے کتاب "تهذيب فی الاصول" تالیف کی۔[8]

۱۔ سید مہدی بن السید حسن بن احمد بن محمد الحلی معروف بن القزوینی نجف میں مدفون ہیں۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۲/۴۸۵

۳۔ خلیل فوزی بن عبداللہ القلیبہ ری مالروی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۴۔ معجم الاصولیین، مظہر بقا ۲/۹۴ (۳۳۱)

۵۔ جواد القمی الشیعی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۹، معجم الاصولیین ۲/۲۳ (۴۵۲)

۷۔ یہ شیخ محمد صالح بن السید حسین شیعی امامی معروف بہ عرب الکربلائی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۲/۳۸۴

محمد عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ)[1]

نزھۃ الخواطر میں مذکور ہے :

"وله في الاصول والفروع قوة كاملة"

(اور وہ اصول وفروع میں کامل قدرت رکھتے تھے)

انہوں نے ملا جیون کی کتاب "نورالانوار فی شرح المنار" پر حاشیہ تالیف کیا۔[2]

المراغی نے لکھا کہ انہوں نے "اکام النفاس فی اداء الاذکار بلسان فارس" نامی کتاب اصول میں تالیف کی مگر نزھۃ الخواطر میں عبدالحی کے حالات زندگی میں اس کتاب کو ان کی فقہ وحدیث میں کتابوں کی فہرست شما بیان کیا گیا ہے۔[3]

السید محمد القاوقیجی حنفی (۱۲۲۴ھ۔۱۳۰۵ھ)[4]

انہوں نے "کتاب الاصول" تالیف کی۔[5]

محمود حمزہ الحسینی حنفی (۱۲۳۶ھ۔۱۳۰۵ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد الفقهيه

۲۔ نظم مرقاة الاصول لملاخسرو

۳۔ النور اللامع في اصول الجامع الكبير۔[7]

احمد بن محمد کاکہ شافعی (متوفی ۱۳۰۵ھ)[8]

انہوں نے اپنے والد کی کتاب "سلم الوصول الی علم الاصول" کی "فک القفول" کے نام سے شرح لکھی۔[9]

۱۔ محمد عبدالحی بن الشیخ الی نذ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی ابوالحسنات (۱۸۴۷ء۔۱۸۸۶ء)، ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ میں ان کا نام محمد بن عبدالحی مذکور ہے جو درست نہیں ہے، کیونکہ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمد عبدالحی اور نزھۃ الخواطر میں بھی ان کے ترجمہ میں یہی مذکور ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ ۳۔ نزھۃ الخواطر عبدالحی ۳۳۳۔۳۳۹ (۳۳۴)، الفتح المبین ۳/۱۵۸

۴۔ ابوالمحاسن السید محمد بن خلیل بن ابراہیم بن محمد بن علی محمد المشیشی الطرابلسی (الشام) ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۷

۶۔ ابن حمزہ السید محمود بن السید محمد نعیب (نسیب) الحمزاوی الدمشقی (۱۸۲۱ء۔۱۸۸۸ء)، دمشق میں ولادت ووفات ہوئی

۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۲۰، الفتح المبین ۳/۱۵۹

۸۔ احمد بن محمد معروف بن احمد الحسینی النودھی البرزنجی المشہور وزی کاکہ (متوفی ۱۸۸۸ء)، سلیمانیہ میں ولادت ہوئی

۹۔ معجم الاصولیین محمد مظہر بقا ۱/۲۰۰۔۲۰۱ (۱۴۹)

نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ)[1]

انہوں نے کتاب "حصول المامول من علم الاصول" تالیف کی۔[2] جو امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) کی کتاب "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" کا اختصار ہے۔ حصول المامول پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۵ء میں دار الصحوۃ، قاہرہ سے متقدی حسن الازہری کے تعلیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ابن القمان یمنی (متوفی ۱۳۰۷ھ)[3]

انہوں نے کتاب "شرح الکافی فی علم الاصول" تالیف کی۔[4]

حبیب اللہ الرشتی امامی (۱۲۳۴ھ۔۱۳۱۲ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بدائع الاصول

۲۔ رسالۃ فی العام والخاص والمطلق والمقید

۳۔ رسالۃ فی الاجتھاد والتقلید (تقریرات درس)

۴۔ رسالۃ فی ان الامر بالشئی ھل یقتضی النھی عن ضدہ ؟

۵۔ رسالۃ فی التحسین والتقبیح (تقریرات درس)[6]

احمد بن حسین التفریشی امامی (۱۳۱۲ھ میں بعدہ)[7]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "محاکمات الاصول بین القوانین والفصول" یہ کتاب ایران سے "مقاییس الاصول" کے نام سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ حاشیہ علی فرائد الاصول۔[8]

عبدالرحیم نجفی امامی (۱۲۶۲ھ۔۱۳۱۳ھ)[9]

انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی جو چھ مجلدات میں ہے۔[10]

۱۔ صدیق حسن خان بن علی ابوالطیب الحسینی القنوجی البخاری ہندی (۱۸۳۲ء۔۱۸۸۹ء) قنوج میں ولادت ہوئی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۸۸، الفتح المبین ۳/ ۱۹۰، معجم الاصولیین ۲/ ۱۳۳ (۳۷۸)

۳۔ ابن لقمان یمنی احمد بن السید محمد بن لقمان ابن احمد بن شمس الدین محمد بن مرتضی الیمنی (متوفی ۱۸۸۹ء)

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۵۷

۵۔ حبیب اللہ بن محمد علی بن اسماعیل بن جہانگیر الگیلانی رشتی (۱۸۰۹ء۔۱۸۹۳ء)

۶۔ معجم الاصولیین ۲/ ۳۳ (۲۲۰)

۷۔ احمد بن الحسینی التفریشی امامی (۱۸۹۵ء میں زندہ تھے)

۸۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۱۰ (۷۵)

۹۔ عبدالرحیم بن محمد حسین بن عبدالکریم التستری نجفی امامی (۱۸۴۶ء۔۱۸۹۵ء)

۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/ ۱۹۸ (۳۳۴)

ابوالحسن کشمیری امامی (۱۲۶۰ھ۔۱۳۱۳ھ)[1]

انہوں نے کتاب "اسعاف المامول شرح زبدة الاصول" تالیف کی جو ۱۳۱۲ھ میں لکھنو سے چھپ چکی ہے۔[2]

ضیاء الدین محمد حسین الشہر ستانی شیعی امامی (۱۲۵۸ھ۔۱۳۱۵ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحقیق الادلة فی الاصول

۲۔ تلخیص الفصول الی مسائل العام والخاص

۳۔ غایة المسول فی الاصول

۴۔ اللآلی فی مسائل متفرقة من الاصول۔[4]

احمد بن صالح الستری شیعی (۱۲۵۱ھ۔۱۳۱۵ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الی علم الاصول

۲۔ ملاذ العباد فی احکام التقلید والاجتهاد

۳۔ العمدة فی نظم الزبدة البهائیة۔[6]

جادالمولی سلیمان (۱۳۱۶ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الحصول فی اصول التشریع الاسلامی" تالیف کی۔

عبدالحق العمری حنفی (۱۲۴۴ھ۔۱۳۱۶ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مسلم الثبوت للبهاری

۲۔ شرح حصول المامول للنواب صدیق حسن خان۔[10]

---

[1] السید ابوالحسن کشمیری لکھنوی معروف بہ "میرزا صاحب" (۱۸۴۴ء۔۱۸۹۵ء)
[2] معجم الاصولیین ۲/۳۴ (۲۶۲)
[3] ضیاء الدین محمد حسین بن محمد علی بن محمد علی الشہر ستانی الحسینی المرعشی الشیعی الامامی (متوفی ۱۸۹۸ء) کربلا میں وارد ہوئے تھے۔
[4] ہدیة العارفین ۲/۳۹۶
[5] احمد بن صالح بن طعان الستری البحرانی الشیعی (۱۸۳۵ء۔۱۸۹۸ء)
[6] معجم الاصولیین ۱/۱۳۳ (۹۵)
[7] جادالمولی سلیمان ۱۸۹۸ء قاہرہ میں ولادت ہوئی۔
[8] الفتح المبین ۳/۲۰۵، معجم الاصولیین ۲/۱۲ (۲۴۴)
[9] عبدالحق بن الشیخ فضل حق العمری خیرآبادی حنفی (۱۸۲۸ء۔۱۸۸۹ء)
[10] معجم الاصولیین ۲/۱۶۰ (۳۹۵)

احمد حمد اللہ الاقروی حنفی (۱۲۲۵ھ۔۱۳۱۷ھ)[1]

انہوں نے "ضبطة الفنون" کے نام سے "مرآة الاصول" پر حاشیہ لکھا۔[2]

اسماعیل المرندی شیعی (متوفی ۱۳۱۸ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "التعادل والتراجیح" وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۹ھ میں فارغ ہوئے۔
۲۔ "حاشیہ علی الفصول"
۳۔ "حاشیہ علی القواعد الکلیة الاصولیة الفرعیة" لمحمد بن مکی۔[4]

حسن بن جعفر الاشتیانی امامی (۱۲۴۸ھ۔۱۳۱۹ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بحر الفوائد فی شرح الفرائد
۲۔ اقتضاء الامر والنھی عن الضد۔[6]

علی پاشا الشانی ابن حسین (متوفی ۱۳۲۰ھ)[7]

انہوں نے کتاب "منہاج التعریف فی اصول التکلیف" تالیف کی۔[8]

احمد المری بن سودة (۱۲۴۱ھ۔۱۳۲۱ھ)[9]

معجم المؤلفین میں انہیں "اصولی" بتایا گیا ہے مگر اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔[10]

حسن بن عبداللہ الماقانی امامی (۱۲۳۸ھ۔۱۳۲۳ھ)[11]

انہوں نے کتاب "بشری الوصول الی اسرار علم الاصول" تالیف کی جو آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔[12]

۱۔ احمد حمد اللہ بن اسماعیل حامد بن احمد شکری الاقروی حنفی (۱۸۱۰ء۔۱۸۹۹ء)
۲۔ ہدیة العارفین ۱۹۵/۵، معجم الاصولیین ۱۱۶/۱ (۸۰)
۳۔ اسماعیل بن نجف المرندی التبریزی شیعی (متوفی ۱۹۰۰ء)
۴۔ معجم الاصولیین ۲۷۲/۱ (۲۱۷)
۵۔ حسن (محمد حسن) جعفری بن محمد الاشتیانی الامامی، (۱۸۳۲ء۔۱۹۰۱ء) اہل طہران میں سے تھے۔
۶۔ معجم الاصولیین ۳۹/۲ (۲۹۹)
۷۔ علی پاشا الشانی ابن حسین (متوفی ۱۹۰۲ء) امراء تونس میں سے تھے۔
۸۔ ایضاح المکنون ۵۸۶/۴
۹۔ احمد بن الطالب بن محمد بن محمد بن سودة ابو العباس المری (۱۸۲۶ء۔۱۹۰۳ء)
۱۰۔ معجم المؤلفین ۲۵۵/۱، معجم الاصولیین ۱۳۵/۱ (۹۷)
۱۱۔ حسن (محمد حسن) بن عبداللہ بن محمد باقر الماقانی الامامی (۱۸۲۳ء۔۱۹۰۵ء) ماقان (ایران) میں پیدا ہوئے اور نجف میں وفات پائی۔
۱۲۔ معجم الاصولیین ۳۶/۲ (۲۷۹)

عبدالرحمن الشربینی شافعی (متوفی ۱۳۲۶ھ)[1]

انہوں نے کتاب "تقریر علی جمع الجوامع" تالیف کی۔[2]

عبدالحکیم الافغانی حنفی (۱۲۵۱ھ۔۱۳۲۶ھ)[3]

انہوں نے کتاب "تعلیقات علی شرح المنار للعلائی (الحصکفی) تالیف کی اور "ابن عابدین" پر حواشی لکھے۔[4]

ماء العینین الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۳۲۸ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ الاقدس علی الانفس فی الاصول ، یہ کتاب نظم الورقات لامام الحرمین کی شرح ہے۔

۲۔ المرافق علی الموافق ، یہ کتاب امام شاطبی کی الموافقات کی شرح ہے۔[6]

زکریا بن عبداللہ مکی (۱۳۲۹ھ)[7]

انہوں نے کتاب "اسنی التقریرات علی نظم الورقات فی الاصول الفقہیات" تالیف کی۔[8]

الحاج محمد ذھنی رومی (۱۲۶۲ھ۔۱۳۲۹ھ)[9]

انہوں نے کتاب "اقتباس الانوار فی ترجمة المنار فی الاصول" تالیف کی۔[10]

محمد عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۳۳۱ھ)[11]

انہوں نے کتاب "شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔[12]

---

[1] عبدالرحمن بن محمد بن احمد الشربینی المصری شافعی (متوفی ۱۹۰۸ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

[2] الفتح المبین ۳/۱۶۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷ (۳۲۳)

[3] عبدالحکیم بن محمد نور بن الحاج میرزا الافغانی حنفی (۱۸۳۵ء۔۱۹۰۸ء)

[4] معجم الاصولیین ۲/۱۶۱ (۳۹۷)

[5] مصطفی بن محمد فاضل، ماء العینین ابوعبداللہ الشریف الحسنی الادریسی الشنقیطی (متوفی ۱۹۱۰ء)

[6] الفتح المبین ۳/۱۶۲

[7] زکریا بن عبداللہ حسن بیلا الجاوی المکی (۱۹۱۱ء) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

[8] معجم الاصولیین ۲/۱۰۹ (۳۴۳)

[9] الحاج محمد ذہنی بن محمد رشید الاستانبولی الرومی

[10] ہدیة العارفین ۶/۴۰۰

[11] ابوعبداللہ محمد بن عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۹۱۳ء)

[12] الفتح المبین ۳/۱۶۴

ابو محمد السالمی الأباضی (متوفی ۱۳۳۲ھ) [1]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ طلعة الشمس ،

۲۔ شرح طلعة الشمس ۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے جو دو اجزاء میں ہے۔[2]

احمد بک الحسینی شافعی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۳۲ھ) [3]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "تحفة الرأى السديد فى الاجتهاد والتقليد" تالیف کی۔[4]

جمال الدین القاسمی سلفی [5] (۱۲۸۳ھ۔۱۳۳۲ھ) [6]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبين الطالب الى معرفة الفرض والواجب فى اصول الفقه ۔[7]

۲۔ تعليقه على مختصر المنار للحلبى

۳۔ تعليقه على الورقات لامام الحرمين

۴۔ تعليقه على تنقيح الفصول للقرافى

۵۔ تعليقه على قواعد الاصول للصفى البغدادى ۔[8]

احمد بن عبداللطیف شافعی (۱۲۷۶ھ۔۱۳۳۴ھ) [9]

انہوں نے اصول فقہ میں "حاشيه النفحات على شرح الورقات" تالیف کیا۔ مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا : "النفحات" حاشيه على الورقات الفهاسنة ۱۳۰۶ھ۔[10] ("النفحات" الورقات پر حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں تالیف کیا تھا)

۱۔ ابو محمد نور الدین الاصولی، عبداللہ بن حمید بن سالوم السالمی الاباضی (متوفی ۱۹۱۴ء) ۲۔ الفتح المبین ۳/۱۶۹

۳۔ احمد بن احمد بن یوسف شہاب الدین الحسینی شافعی (۱۸۵۴ء/۱۹۱۳ء)

۴۔ الفتح المبین ۳/۱۶۷، معجم الاصولیین ۱/۸۹ (۵۸)

۵۔ یہ عقیدہ سلفی تھے اور مقلد کی حیثیت سے بات نہیں کرتے تھے۔

۶۔ جمال الدین (محمد جمال الدین) بن محمد سعید بن قاسم بن صالح القاسمی الدمشقی (۱۸۶۶ء/۱۹۱۴ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۷۔ الفتح المبین ۳/۱۶۸

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۔۲۱ (۳۵۱)

۹۔ احمد بن عبداللطیف بن عبداللہ الخطیب الجاوی شافعی (۱۸۵۹ء/۱۹۱۵ء)

۱۰۔ معجم الاصولیین ۱/۱۵۰ (۱۰۳)

تجزیہ :

ظاہری طور پر مظہر بقا کی عبارت درست معلوم نہیں ہوتی کہ " النفحات " ، "الورقات" پر حاشیہ نہیں ہے بلکہ "شرح الورقات للامام جلال الدین المحلی" پر "حاشیہ" ہے۔اس کا اظہار خود "النفحات" کے مؤلف نے اپنی کتاب کے آغاز میں فرمایا۔وہ فرماتے ہیں :

" وقد كنت ممن عنى بهذا الفن حتى انفقت فى تحصيله ومزاولته برهة عزيزة من الزمن قرأت فى خلالها درسا بالمسجد الحرام تجاه بيت الله ذى الفضل والانعام شرح الامام جلال الدين محمد بن احمد المحلى الشافعى على الورقات لمؤلفه ابى المعالى عبد الملك بن يوسف بن محمد الجوينى العراقى الشافعى .... لكنه لمزيد اختصاره وانطواء المسائل غامضة فى غضون اسفاره جدير بأن توضع عليه حاشيه [1]

کتاب "حاشیه النفحات علی شرح الورقات "، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی بمصر ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے۔

عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی (متوفی ۱۳۳۴ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب" النامی شرح الحسامی لمحمد بن محمد الاخسیکثی فی الاصول" تالیف کی۔ جو ہند سے ۱۳۱۰ھ میں چھپ چکی ہے۔[2]

عبدالحمید الخطیب شافعی (متوفی ۱۳۳۵ھ)[3]

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب " لطائف الاشارات الی شرح تسہیل الطرقات لنظم الورقات فی اصول الفقه" تالیف کی۔یہ کتاب مصر سے ۱۳۳۰ھ میں طبع ہو چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر کتاب" قرة العین فی شرح ورقات امام الحرمین للحطاب" بھی موجود ہے۔[4]

ابن الخیاط الکروی (۱۲۵۳ھ۔۱۳۳۵ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منہج (منهاج) الوصول فی شرح منهاج الاصول للبیضاوی۔

۲۔ تنبیه الاصدقاء فی بیان التقلید والاجتهاد والافتاء والاستفتاء ، یہ کتاب بغداد سے ۱۳۰۳ھ میں چھپ چکی ہے۔[6]

---

[1] حاشیۃ النفحات علی شرح الورقات ، احمد بن عبداللطیف الخطیب الجاوی الشافعی۔ص ۲ ، مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء

[2] عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی متوفی ۱۹۱۵ء ۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۱ (۳۹۶)

[3] عبدالحمید بن محمد بن علی بن عبدالقادر شافعی متوفی ۱۹۱۶ء [4] الفتح المبین ۳/۱۶۹ ، معجم الاصولیین ۲/۱۶۹۔۱۷۰ (۴۰۶)

[5] عبدالرحمن بن محمد القراداغی ، ابن الخیاط الکروی (۱۸۳۸ / ۱۹۱۷ء) عراق میں پیدا ہوئے۔ [6] معجم الاصولیین ۲/۱۸۵ (۴۲۰)

ابوبکر العلوی شافعی (۱۲۶۲ھ/۱۳۴۱ھ)[1]

انہوں نے "التریاق النافع بایضاح وتکمیل مسائل جمع الجوامع" تالیف کی جو دو اجزاء میں ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو چکی ہے۔[2]

حسن الکاشانی امامی (متوفی ۱۳۴۲ھ)[3]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ مقفلات الاصول في التعليق على الفصول، یہ کتاب سات مجلدات میں ہے۔

۲۔ نتائج الافكار في الادلة العقلية، یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔[4]

سالم بن عمر مالکی (۱۲۴۳ھ/۱۳۴۲ھ)[5]

انہوں نے "شرح على الفيه ابن عاصم في الاصول" تالیف کی۔[6]

اسماعیل بن محمد النجفی امامی (۱۲۶۹ھ/۱۳۴۳ھ)[7]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ نفائس الفوائد في مهمات اصول الفقه

۲۔ لباب الاصول باسقاط القشور والفضول

۳۔ الدرر اللوامع في جمله من مسائل الفقه وللاصول والرجال[8]

امین بن محمد السوید الدمشقی (۱۳۴۴ھ میں بقید حیات)[9]

انہوں نے کتاب "تسهيل الحصول على قواعد الاصول" تالیف کی۔[10]

۱۔ ابوبکر بن عبد الرحمن بن محمد بن شہاب الدین العلوی الحسینی شافعی (۱۸۴۶ء/۱۹۲۲ء) حضرت موت کے گاؤں میں ولادت ہوئی اور حیدر آباد دکن میں انتقال فرمایا۔

۲۔ معجم المؤلفین ۱/۷(۲۳۶)

۳۔ حسن بن احمد بن رکن الدین الحسینی الکاشانی امامی متوفی ۱۹۲۳ء مشہد الرضوی میں وارد ہوئے تھے۔

۴۔ معجم المؤلفین ۲/۳۶(۲۶۵)

۵۔ سالم بن عمر بو حجیب ابو الحاج التمیمی الجونسی مالکی (۱۸۲۷ء/۱۹۲۳ء)

۶۔ معجم المؤلفین ۲/۱۱۷(۳۵۳)

۷۔ اسماعیل بن محمد علی بن زین العابدین الخلاقی النجفی امامی (۱۸۵۳ء/۱۹۲۴ء)

۸۔ معجم المؤلفین ۱/۳۶۹(۳۱۴)

۹۔ امین بن محمد السوید الدمشقی ۱۹۲۵ء میں زندہ تھے۔

۱۰۔ معجم المؤلفین ۱/۳۸۶(۳۲۹)

محمود عمر الباجوری (۱۲۷۲ھ/۱۳۴۴ھ)[1]

انہوں نے کتاب "الفصول البدیعه فی اصول الشریعه" تالیف کی۔[2]

شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۴۶ھ)[3]

انہوں نے کتاب "اصول الفقه" تالیف کی جو مکتبہ دارالحدیث، قاہرہ سے (سن ندارد) چھپ چکی ہے۔

عبدالقادر بن بدران حنبلی (متوفی ۱۳۴۶ھ)[4]

انہوں نے کتاب "نزهة الخاطر العاطر شرح روضة الناظر لابن قدامه فی الاصول" تالیف کی جو دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔[5]

عباس بن محمد المدنی شافعی (۱۲۹۳ھ/۱۳۴۶ھ)[6]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ "عمدة الطالب" نظم، وشرحه ۲۔ "فتح المنعم الوهاب بشرح عمدة الطلاب"[7]

علی النجار شافعی (۱۲۹۳ھ/۱۳۵۱ھ)[8]

انہوں نے "حاشیه علی شرح الاسنوی لمنهاج القاضی البیضاوی فی اصول الفقه" تالیف کیا۔ المراغی نے لکھا کہ اس کا بعض حصہ چھپ چکا ہے اور یہ طلبہ و مدرسین میں مشہور و متداول ہے۔[9]

نجم الغنی خان (۱۲۷۶ھ/۱۳۵۱ھ)[10]

انہوں نے کتاب "مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی" تالیف کی۔ یہ کتاب میر محمد کتب خانہ کراچی (سن ندارد) سے بھی چھپ چکی ہے اس کے علاوہ انہوں نے کتاب "مختصر الاصول" بھی تالیف کی تھی۔

۱۔ محمود عمر الباجوری (متوفی ۱۹۲۵ء)
۲۔ الفتح المبین ۳/۱۷۰
۳۔ شیخ محمد خضری متوفی ۱۹۲۷ء
۴۔ عبدالقادر بن احمد بن مصطفی ... محمد بدران رومی، دمشقی حنبلی ابن بدران (متوفی ۱۹۲۷ء)
۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۲۱ (۲۵۳)
۶۔ عباس بن محمد امین بن محمد احمد السید رضوان المدنی شافعی (۱۸۷۶ء/ ۱۹۲۷ء) مدینہ منورہ میں ولادت اور مصر میں وفات ہوئی۔
۷۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۲ (۳۸۸)
۸۔ علی بن محمد بن عامر النجار شافعی (۱۸۷۶ء/ ۱۹۳۲ء) مصر میں پیدا ہوئے۔
۹۔ الفتح المبین ۳/۱۷۹
۱۰۔ حکیم نجم الغنی خان رام پوری (۱۸۵۹ء/ ۱۹۳۲ء) رام پور میں ولادت و وفات پائی۔

عبداللہ دراز (۱۲۹۱ھ/۱۳۵۱ھ)[1]

انہوں نے امام شاطبی کی کتاب " الموافقات " پر ایک عمدہ مقدمہ تالیف کیا، اس کو گمنامی سے نکال کر بہتر انداز میں پیش کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔[2]

صادق بن محمد القراداغی شیعی (۱۲۶۹ھ/۱۳۵۱ھ)[3]

انہوں نے "المقالات الغروية في مباحث الالفاظ من اصول الفقه "تالیف کیے۔[4]

محمد بخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ۔۱۳۵۴ھ)[5]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البدر الساطع على مقدمة جمع الجوامع في الاصول

۲۔ نهاية السول في علم الاصول[6]

حسین النائینی شیعی (۱۲۷۳ھ۔۱۳۵۵ھ)[7]

انہوں نے کتاب " اجود التقريرات "تالیف کی۔ دراصل یہ اصول فقہ پر ان کے دو اجزاء پر مشتمل لیکچرز ہیں۔[8]

عبدالحفیظ بن حسن (۱۲۸۰ھ/۔۱۳۵۶ھ)[9]

انہوں نے کتاب " الجواهر اللوامع نظم جمع الجوامع "تالیف کی جو فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔[10]

محمد حسنین العدوی مالکی (۱۲۷۷ھ۔۱۳۵۶ھ)[11]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بلوغ السول في مدخل علم الاصول

۲۔ حاشيه على جمع الجوامع یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔[12]

۱۔ شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن حسنین دراز مصری (۱۸۷۴ء/۱۹۳۲ء)

۲۔ الفتح المبین ۳/۱۷۳

۳۔ صادق بن محمد بن محمد علی المتبریزی القراداغی النجفی شیعی (۱۸۵۳ء/۱۹۳۳ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۱۳۶۔۱۳۷ (۲۷۲)

۵۔ محمد بخیت المطیعی مفتی مصر (۱۸۵۶ء/۱۹۳۵ء)

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۸۰

۷۔ حسین بن عبدالرحیم النائینی شیعی (۱۸۵۷ء/۱۹۳۶ء)۔ اصفہان میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۶۷ (۳۰۱)

۹۔ عبدالحفیظ بن الحسن سلطان المغرب الاقصی (۱۸۶۳ء/۱۹۵۰ء) فاس میں ولادت اور مراکش میں نشوونما ہوئی۔

۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۹ (۳۹۳)

۱۱۔ محمد حسنین العدوی مالکی (۱۸۵۸ء/۱۹۳۶ء)

۱۲۔ الفتح المبین ۳/۱۸۸

شیخ احمد الزرقاء (متوفی ۱۳۵۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح القواعد الفقهيه" تالیف کی۔

حسن العلیاری امامی (متوفی ۱۳۵۸ھ)[1]

انہوں نے کتاب "مشكاة الاصول الى علم الاصول" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔[2]

حسین المکی (۱۳۰۹ھ/۱۳۵۹ھ)[3]

انہوں نے کتاب "شرح نظم مختصر المنار" تالیف کی۔[4]

عبدالحمید بن بادیس (۱۳۰۵ھ/۱۳۵۹ھ)[5]

انہوں نے "شرح (مختصر) على مفتاح الوصول للشريف التلمساني ، في الاصول" تالیف کی۔[6]

خلیل الخالدی حنفی (۱۲۸۲ھ/۱۳۶۰ھ)[7]

انہوں نے کتاب "حدود اصول الفقه" تالیف کی۔[8]

امین بن محمد حنفی (۱۲۹۸ھ/۱۳۶۲ھ)[9]

انہوں نے کتاب "ازلة الالتباس عن مسائل القياس في الاصول" تالیف کی۔[10]

احمد الحسینی (۱۲۹۱ھ/۱۳۶۴ھ)[11]

انہوں نے کتاب "علم اصول الفقه ومصادر التشريع الاسلامي" تالیف کی۔[12]

---

[1] حسن بن علی بن عبداللہ العلیاری القرجہ داغی التبریزی امامی متوفی (۱۹۳۹ء) دس برس سے نائب نجف میں رہے۔
[2] معجم الاصولیین ۲/ ۳۸ (۲۸۱)
[3] حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی (۱۸۹۱ء/۱۹۴۰ء) مکہ میں ولادت اور پرورش ہوئی۔
[4] معجم الاصولیین ۲/ ۸۰۔۸۱ (۳۱۳)
[5] عبدالحمید بن محمد المصطفیٰ بن مکی بن بادیس، رئیس جمعیۃ العلماء المسلمین بالجزائر (۱۸۸۷ء/۱۹۴۰ء) ولادت و وفات قسطنطنیہ میں ہوئی۔
[6] معجم الاصولیین ۲/ ۱۷۰ (۳۰۷)
[7] خلیل جواد بن بدر بن مصطفیٰ بن خلیل ابوالوفاء الخالدی المقدسی حنفی (۱۸۶۶ء/۱۹۴۱ء) قاہرہ میں وفات پائی۔
[8] معجم الاصولیین ۲/ ۹۱۔۹۲ (۳۲۸)
[9] امین بن محمد بن سلیمان الحسیونی حنفی (۱۸۸۰ء/۱۹۴۳ء)
[10] الفتح المبین ۳/ ۱۹۲، معجم الاصولیین ۱/ ۲۸۷ (۲۳۰)
[11] احمد ابراہیم الحسینی (۱۸۷۳ء/۱۹۴۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔
[12] معجم الاصولیین ۱/ ۷۳ (۳۶)

احمد ابوالفتح بک (متوفی ۱۳۶۵ھ)[۱]

انہوں نے کتاب " المختارات الفتحیه فی تاریخ التشریع الاسلامی و اصول الفقه " تالیف کی۔[۲]

محمد الخضر حسین مالکی (۱۲۹۳ھ)[۳]

انہوں نے کتاب " تعلیقات علی کتاب الموافقات للشاطبی فی اصول الفقه " تالیف کی۔[۴]

محمد مصطفیٰ المراغی بک (۱۳۰۰ھ/۱۳۷۱ھ)[۵]

انہوں نے " کتاب الموجز فی علم الاصول " تالیف کی۔[۶]

عبدالوہاب خلاف بک (۱۳۰۵ھ/۱۳۷۵ھ)[۷]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب علم اصول الفقه ، یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۶۱ھ۔۱۹۴۲ء میں اور ... ۱۳۰۲ھ۔۱۹۱۱ء میں مکتبہ دارالعلم کویت سے چھپی۔ ساتویں طباعت ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء میں ہوئی اور اس پر ... لکھا تھا۔

۲۔ الحلقة الاولی من سلسلة الدرسارت العلیا فی علم اصول الفقه فی الاجتهاد بالنصوص۔

۳۔ الحلقه الثانیه من سلسله الدراسات العلیا فی علم اصول الفقه فی الاجتهاد بالرأی۔[۸]

عبدالرحمن بن ناصر حنبلی (۱۳۰۷ھ۔۱۳۷۶ھ)[۹]

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد والاصول الجامعة فی اصول الفقه

۲۔ طریق الوصول الی العلم المامول من الاصول۔[۱۰]

۱۔ احمد ابوالفتح بک متوفی ۱۹۴۶ء
۲۔ الفتح المبین ۳/۱۹۹، معجم الاصولیین ۱/۷۰۔۷۲ (۴۳)
۳۔ شیخ محمد الخضر حسین بن علی بن عمر تونس میں پیدا ہوئے
۴۔ الفتح المبین ۳/۲۱۳
۵۔ عبدالوہاب خلاف بک (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۵ء)
۶۔ الفتح المبین ۳/۲۰۹
۷۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن عبدالمنعم القاضی مصری (۱۸۸۲ء۔۱۹۵۴ء) مصر میں پیدا ہوئے
۸۔ الفتح المبین ۳/۲۰۴، معجم الاصولیین ۱/۲۲۱ (۱۸۳)
۹۔ عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ التمیمی حنبلی (۱۸۹۰ء۔۱۹۵۶ء)
۱۰۔ معجم الاصولیین ۲/۱۹۲ (۴۲۸)

عبدالجلیل بن احمد (۱۲۸۷ھ-۱۳۷۶ھ)[1]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ زبدۃ الافکار، شرح مختصر المنار فی الاصول

۲۔ محاضرات فی اصول الفقہ[2]

حافظ بن احمد (۱۳۴۲ھ-۱۳۷۷ھ)[3]

انہوں نے کتاب "سلم الوصول الی علم الاصول" تالیف کی۔[4]

شیخ محمد امین الشنقیطی (متوفی ۱۳۹۳ھ)[5]

انہوں نے کتاب "مذکرہ اصول الفقہ علی روضۃ الناظر لابن قدامہ" تالیف کی۔

حسن المشاط المکی مالکی (۱۳۱۷ھ-۱۳۹۹ھ)[6]

انہوں نے کتاب "نیل المنی والمامول علی لب الاصول" تالیف کی۔[7]

عبدالغنی المصری (۱۳۲۶ھ-۱۴۰۴ھ)[8]

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ کتاب "حجیۃ السنۃ" - یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔

۲۔ "اصول الفقہ لغیر الحنفیۃ" مختلف اساتذہ کے اشتراک سے ۱۹۶۳ء میں لکھا گیا۔

۳۔ "محاضرات فی اصول الفقہ" یہ جامعہ الازہر میں دیے گئے لیکچرز پر مشتمل کتاب ہے۔

۴۔ "حجیۃ الاجماع حقیقتہ وحجیتہ"۔[9]

☆☆☆

---
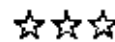
[1] عبدالجلیل بن احمد بن عبدالرزاق (۱۸۷۰ء/۱۹۵۷ء) بغداد میں ولادت ووفات ہوئی۔

[2] معجم الاصولیین ۲/ ۱۵۸ (۳۹۳)

[3] حافظ بن احمد بن علی الحکمی (۱۹۲۳ء/۱۹۵۸ء) علماء جیزان میں سے تھے جو حجاز ویمن کے درمیان ہے

[4] معجم الاصولیین ۲/ ۲۵ (۲۵۴)

[5] الشیخ محمد امین ابن المختار الشنقیطی

[6] حسن بن محمد بن عباس بن المشاط مالکی (۱۸۹۹ء/۱۹۷۸ء) المعلاۃ میں مدفون ہیں

[7] معجم الاصولیین ۲/ ۵۳،۵۴ (۳۱۸)

[8] عبدالغنی بن عبدالخالق بن حسن بن مصطفیٰ المصری (۱۹۰۸ء/۱۹۸۳ء)

[9] معجم الاصولیین ۲/ ۲۱۹ (۳۵۱)

باب سوم

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف ونشأ وارتقاء

باب سوم

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف ونشأ وارتقا

خلفائے راشدین کے زمانے میں مسائل عام طور پر پیچیدہ نہیں ہوتے تھے اور ان کا وقوع بھی آج کی نسبت کم ہوتا تھا اس لئے اس زمانے میں استنباط مسائل کا کام آسان تھا۔ مفتی اور قاضی کو بھی ان سے کم ہی واسطہ پڑتا تھا۔ کیا قوے ان پر محیط (۴۱ھ۔۱۳۲ھ) اموی دور جس میں چودہ خلفاء گزرے ہیں، اس میں بھی کم وبیش یہی حالت نظر آتی ہے اور تمام انھوں کا دارومدار قرآن کریم اور سنت نبوی پر تھا۔ کبار صحابہ فقہی معاملات میں اپنی ذاتی رائے دینے سے گریز کرتے۔ ان کی حتی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ ہر معاملہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات تلاش کی جائیں۔

عباسی دور میں تہذیب وتمدن کے دائرہ میں وسعت آجاتی ہے اور اسلام عرب سے نکل کر دور دراز علاقوں تک پھیل جاتا ہے ماہرین شریعت اور راویان حدیث بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ مفتوحہ علاقوں میں مملکت اسلامیہ کو نت نئے مسائل سے رنجہ پڑنے لگا۔ یہ حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ مسائل کے حل کے لئے زاویہ فکر میں وسعت پیدا کی جائے۔

خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کو دارالحکومت بنایا تو ہر طرف سے علماء، تاجر، فنون کے ماہرین یہاں جمع ہونے لگے۔ اس کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، علوم وفنون ترقی کرنے لگے۔ عہد امویہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں علمی ترقی کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی اور انہی کے حکم پر احادیث جمع کی گئیں۔ مگر آپ کے بعد یہ کام پورا نہ ہو سکا اور پھر عہد عباسی کا آغاز ہوتے ہی فروغ علم کا کام انتہائی تیز رفتاری سے اپنی منزلیں طے کرنے لگا۔ چونکہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کی ایک بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوگئی تھی اس لئے فارسی اور رومی زبانوں کی کتابیں بھی تیزی سے عربی میں ترجمہ ہونے لگیں اور سلطنت اسلامیہ میں دیگر اقوام کے علوم بھی متعارف ہونے لگے۔ علوم وفنون کی ترویج واشاعت نے بحث وتمحیص اور اختلافات کا دروازہ بھی کھول دیا اور یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ ان فرقوں کا دائرہ کہیں احکام شریعت تک بھی وسیع نہ ہو جائے۔ تو اس نظریہ ضرورت کے پیش نظر شریعت کو باقاعدہ طور پر کتابوں میں مدون کرنے کا رجحان بڑھنے لگا اور تدوین کی وجہ یہ بھی تھی تا کہ شریعت کے قوانین اور اصول کی بنیاد پر ایسے قوانین مرتب کئے جا سکیں جو جدید لئے ہوئے حالات کے مطابق روزمرہ کی زندگی میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام مالکؒ سے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے "موطا" مرتب کرنے کی درخواست کی تھی اور پھر جب خلیفہ نے اس کتاب کو اپنی مملکت کا عدالتی مجموعہ قوانین قرار دینا چاہا تو امام مالک نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں اور ہر ایک اسی حدیث پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے جو اس کے نزدیک پایہ صحت کو پہنچی ہے وہ سب ہدایت پر ہیں۔ سب کا مقصود رضائے الٰہی اور اطاعت رسول ہے۔ ایسی صورت میں لوگوں کو صرف موطا میں لکھی ہوئی احادیث اور احکام پر عمل کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں۔ اس پر خلیفہ نے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا۔

اس عہد میں واضعین قوانین اسلامیہ (فقہاء) کا طبقہ وجود میں آیا۔ علوم دینیہ کے ماہر تو پہلے بھی ہوتے تھے مگر انہیں فقہاء کے بجائے قراء کہا جاتا تھا۔ فقہاء کی اس جماعت میں بڑے صاحب کمال لوگ موجود تھے اور انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول وضوابط کی ترتیب اور استنباط احکام میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ ان میں سے بعض فقہاء مخصوص مکاتب فکر کے بانی ہوئے اور آج بھی دنیا کے بیشتر مسلمانوں کا انہی میں سے کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ اصحاب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تھے اور ان کے پیروکار حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلائے۔

شیعہ اصحاب علیحدہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پیروکار زیدی، شیعہ اور امامی شیعہ وغیرہ ہیں۔ زیدی شیعہ زید بن علی بن حسین بن ابی طالب کی طرف منسوب ہیں اور امامی شیعہ امام ابو عبداللہ جعفر صادق کی طرف منسوب ہیں۔ بعض فقہاء نے اپنے عہد میں تو بہت شہرت حاصل کی، لیکن بعد میں ان کے نظریات وافکار کو فروغ حاصل نہ ہوسکا اور نہ ان کے پیروکار کی تعداد میں اضافہ ہوسکا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بے شمار ہے۔ امام اوزاعی، داؤد ظاہری اور طبری کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے افکار کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں اور ان کا شمار بلند پایہ لوگوں میں عزت واحترام سے لیا جاتا ہے اور ان کی خدمات کو سراہا جاتا ہے۔ جہاں ضروری ہوتا ہے ان سے اختلاف کیا جاتا ہے۔

ان فقہاء کرام سے منسوب مذہب کا مختصر حال اور بانیان مذہب کا مختصر تعارف اور مختلف ممالک میں ان کی نشرو اشاعت وغیرہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ فقہاء اربعہ سے متعلق پہلے گفتگو کی جائے گی۔

☆☆☆

فصل اوّل

حنفی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام ابوحنیفہ حنفی مذہب کے بانی ہیں۔ ان کے تعارف کے بغیر مذہب حنفی کا تعارف مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے پہلے بانی مذہب کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ اور یہی ترتیب دیگر فقہاء کے بیان میں بھی ملحوظ رکھی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی اصح قول کے مطابق[1] ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔[2]

خطیب بغدادی میں لکھا ہے:

"وذهب ثابت الى علي بن ابي طالب وهو صغيره فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته .... والنعمان بن المرزبان ابو ثابت هو الذي اهدى لعلي بن ابي طالب الفالوذج في يوم النوروز فقال نوروز نا كل يوم"۔[3]

(اور امام ابوحنیفہ کے والد) ثابت حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ابھی کمسن تھے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے والد (اور امام اعظم کے دادا) وہی ہیں جنہوں نے یوم نوروز پر حضرت علی بن ابی طالب کو فالودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا:

"ہمارا ہر دن ہی نوروز ہے")

اس بیان سے آپ کے خاندان کے متمول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امام اعظم نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور زندگی بھر اس پیشہ سے وابستہ رہے۔ تاہم جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف الوع عقائد کے لوگ آباد تھے۔ ان میں شیعہ، خارجی، معتزلہ، علم صحابہ کے حامل تابعی وغیرہ شامل تھے۔ ان میں مناظروں کی گرم بازاری تھی۔ آغاز شباب ہی سے آپ بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ بعد میں پوری توجہ علم فقہ کی طرف مبذول کی۔ یہ میلان کیسے پیدا ہوا، اس کے بارے میں سوانح نگار متعدد روایات بیان کرتے ہیں، جن کا یہاں ذکر ضروری نہیں ہے۔ استاد ابوزہرہ، امام ابوحنیفہ کی عصری علوم سے واقفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهذه الرواية تبين انه راد العلوم التي كانت شائعة في عصره، ليختار من بينها ما يجعل همة اليه، ويتخصص فيه، وبهذا يستبين انه تثقف في الجملة بكل العلوم التي كانت في عصره، وان لم ينصرف من بعد الا الى الفقه"۔[4]

---

[1] "تبييض الصحيفة في مناقب الامام ابي حنيفه" امام جلال الدين عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ص ۲۸، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ، حیدرآباد دکن ۱۳۱۷ھ

[2] "مناقب الامام ابي حنيفه، للامامين، الامام الموفق بن احمد المكي"۔ (۴۸۴ھ تقریباً ۵۶۸ھ) والامام حافظ الدین محمد بن محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی متوفی ۸۲۷ھ ۱/۳۔۶، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ

[3] "تاريخ بغداد" خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۱۳/۳۲۶ (۷۲۹۷) بیروت دار الکتب العلمیہ سن ند

[4] "ابو حنيفه حياته وعصره وآراؤه وفقهه" ابوزہرہ ص ۲۱ دار الفکر العربی سن ند

آپ نے رائج الوقت علوم وفنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تا کہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں امتیاز وتخصیص پیدا کر سکیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اگر چہ بعد میں صرف فقہ ہی آپ کا جولا نگاہ فکر ونظر بنا)

تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ کی علم فقہ سے وابستگی سے متعلق منقول ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں:

" فجعلت على نفسي أن لا افارق حمادا حتى يموت فصحبته ثماني عشر سنة "۔[1]

(میں نے اپنے اُوپر یہ لازم کر لیا کہ (اپنے اُستاد) حماد سے زندگی بھر الگ نہ ہوں۔ چنانچہ میں پورے اٹھارہ برس ان کی صحبت میں رہا)

مکتب حماد سے وابستگی کے اثرات اور ان کا جائزہ:

مکتب حماد سے وابستگی نے آپ کی استعداد کو اور زیادہ جلا بخشی اور آپ فقہ کے ایک عظیم امام مانے گئے۔ دنیا بھر میں آپ کے پیروکار ہر زمانے میں کثرت سے رہے۔ آپ کی فقہی عظمت کے اعتراف میں شیخ صبحی محمصانی امام ابو یوسف کا یہ قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

" كنا نختلف في المسالة ، فنأتي ابا حنيفة ، فكانما يخرجها من كمه فيدفعها الينا "۔[2]

(جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابوحنیفہ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو)

زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے:

" وعن الامام الشافعي الناس عيال في الفقه على ابي حنيفة "۔[3]

(امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں)

امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں فرمایا:

" رايت رجلالو كلمته في هذه السارية ان يجعلها ذهبا لقام بحجته "۔[4]

(میں نے ایک آدمی کو دیکھا اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دینے کو کہے تو وہ ضرور اپنے دلائل سے ایسا کر دے گا)

خطیب بغدادی نے امام شافعی کے اسی مفہوم میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔[5]

خطیب بغدادی نے امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ خلف بن ایوب، ابن عیینہ، ابوبکر بن عیاش، سہل بن مزاحم، قاسم بن معن، ابن جریج، عبداللہ بن مبارک، مسعر بن کدام، ابوجعفر الرازی، اعمش، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری

---

[1] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۳/۳۳۳ (۲۹۷ھ) بیروت۔ مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء

[2] فلسفة التشريع في الاسلام، صبحي محمصاني ص ۳۱۔

[3] فقه اهل العراق وحديثهم محمد زاہد الکوثری (۱۲۹۶ھ۔۱۳۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ ص ۶۳، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی سنہ ند

[4] الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية محی الدین ابی محمد عبدالقادر ابن ابی الوفاء متوفی ۶۹۶ھ ۱/۴۹۶ کراچی میر کتب خانہ سنہ ند

[5] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۳/۳۳۶ (۲۹۷ھ)

اور ایسی ہی مقتدر اور صاحبِ علم و فضل شخصیتوں کے مدحیہ اقوال درج کیے ہیں جس میں آپ کے مختلف کمالات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے[1]

ان میں سے صرف ابنِ مبارک کا ایک قول مندرجہ ذیل ہے :

" رایت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یسأله ویستفید منه ومارایت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة "[2]

(میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہ کے سامنے ان کے حلقۂ درس میں بیٹھا دیکھا وہ ان سے سوال پوچھتے اور مستفید ہوتے۔ میں نے کبھی کسی شخص کو فقہ میں امام ابوحنیفہ سے بہتر کلام کرتے نہیں دیکھا)

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپ کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے :

"Abu Hanifa, Leading Fikh Scholar and Theologian in 'Irak' after whom the Madhhab of the Hanafites has been named".[3]

(ابوحنیفہ عراق میں ایک سربرآوردہ فقیہ اور اصولِ دین کے عالم تھے، جن کی نسبت سے اس مذہب کا نام حنفی مذہب پڑ گیا)

قاضی ابو یوسف :

امام اعظم کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں وہ قاضی ابو یوسف کی ہیں۔ آپ کا اصلی نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے، ۱۱۳ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم حاصل کی، آپ عربی النسل تھے۔ آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بنا پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ امام اعظم نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے۔ ابو یوسف پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے بعد میں جب امام اعظم کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضا پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے اوّلین قاضی قرار پائے۔

خطیب بغدادی نے لکھا :

" وولاہ موسیٰ بن المھدی القضاء بھا ثم ھارون الرشید من بعدہ وھو اول من دعی بقاضی القضاۃ فی الاسلام "[4]

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں :

" وکان اشھر اصحابه ذکرا ابو یوسف رحمه الله فولی قضاء القضاة ایام ھارون الرشید فکان سبب لظھور مذھبه والقضاء به فی اقطار العراق وخراسان وما وراء النھر ".[5]

---

[1] حوالہ سابق ۱۳/۳۳۵-۳۳۷ [2] حوالہ سابق ۱۳/۳۳۳

3 Shorter Encycloaedia of Isalm, Edited by H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, page 9, Leiden E.J. Brill 1953.

[4] تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۴/۲۴۲ (۷۵۵۸)

[5] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء ۱/۳۵۶، کراچی شیخ غلام علی سنز سنہ ندارد۔

(امام ابوحنیفہ کے مشہور ترین شاگرد امام ابویوسف ہیں۔ امام ابویوسف خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے اور انہی کے ذریعے عراق، خراسان، ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے)

ابوزہرہ نے ابن جریر اور ابن عبدالبر کے ان مدحیہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابویوسف کے متعلق کہے ہیں۔

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں :

" کان ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی فقیھا عالما حافظا، ذکر انہ کان یعرف بحفظ الحدیث وانہ کان یحضر المحدث ، فیحفظ خمسین اوستین حدیثا ، ثم یقوم فیملیھا علی الناس وکان کثیر الحدیث . ولقد ولی القضاۃ لثلاثہ من الخلفاء : للمھدی ثم للھادی ، ثم للرشید "۔[1]

(قاضی ابویوسف بڑے فقیہ، عالم اور حافظ تھے، حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے، پھر کھڑے ہو کر املا کرا دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے)

ابن عبدالبر لکھتے ہیں :

" کان الرشید یکرمہ ویجلہ ، وکان عندہ حظیا مکینا "۔[2]

(ہارون رشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابویوسف ان کے یہاں بڑے موقر و مکرم تھے)

خطیب بغدادی نے امام ابویوسف کے ترجمہ میں لکھا :

" قال سمعت ابا یوسف یقول ، سالنی الاعمش عن مسالۃ فاجبتہ فیھا، فقال لی من این قلت ھذا؟ فقلت لحدیثک الذی حدثتناہ انت ثم ذکرت لہ الحدیث، فقال لی یا یعقوب انی لا احفظ ھذا الحدیث قبل ان یجتمع ابواک فما عرفت تاویلہ حتی الآن "۔[3]

(اعمش نے ابویوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ ابویوسف نے اس کا شافی جواب دیا تو اعمش نے کہا کہ تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بنا پر دیا ہے؟ ابویوسف نے کہا اس حدیث کی بنا پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے تو اعمش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے باپ کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے)

اس سے آپ کی ذہانت و فطانت اور استنباطِ مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام ابویوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے افکار و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی

1۔ ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ ص ۱۹۶۔ دار الفکر العربی۔ سن ندـ 2۔ حوالہ سابق

3۔ تاریخ بغداد ، خطیب بغدادی ۱۴/ ۲۳۶ (۵۵۸ھ)

سب سے مشہور تصنیف "کتاب الخراج" ہے یہ دراصل ایک خط ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔ ابوزہرہ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا :

"وکتاب الخراج فی بابه الفقهی ثروة فقهية ليس لها مثيل في العصر الذي كتب فيه".[1]

(اور یہ کتاب الخراج بلاشبہ اپنے موضوع پر بحر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی)

اس کتاب کا E. Fagnan نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۹۲۱ء میں پیرس سے شائع ہوا۔[2] امام ابویوسف کی ایک اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ ہے، جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کیے ہیں جو امام اعظم اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے۔ ان تمام مسائل میں امام ابویوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔ امام ابویوسف کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"هذه كتب للامام ابی یوسف رضی الله عنه، وقد عرضنا علیک بعض نصوصها، وانک لترى فيها جمالا في التعبير، ووضوحا وجزالة، ودقة قياس، واحكام فكر، وترى بجوار ذلک ادلة فقهية مصورة لاتجاه ابی حنیفة في تفكيره ......".[3]

(یہ امام ابویوسف کی تصانیف ہیں، مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر، وضوح بیان، جزالت وفخامت، دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابوحنیفہ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ :

فقہ حنفی کے تیسرے عظیم ستون امام محمد ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، تکمیل امام ابویوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی استفادہ علمی کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار وآراء اخذ کیے۔ آپ نے تین برس امام مالک کے یہاں قیام کیا۔ ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے اس لئے لسانی وبیانی خصوصیات سے بہرہ ور تھے۔ شخصیت بھی بڑی بارعب اور جاذب نظر تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

"وكان احسنهم تصنيفا والزمهم درسا محمد بن الحسن وكان من خبره انه تفقه على ابى يوسف ثم خرج الى المدينة فقرا الموطا على مالک".[4]

---

[1] ابوحنیفہ، ابوزہرہ، ص ۱۹۷

[2] حوالہ سابق ص ۱۹۹ اور ۳۱   Shorter Encyclopaedia of Isalm Page 1

[3] ابوحنیفہ، ابوزہرہ، ص ۲۰۵   [4] حجة الله البالغه، شاہ ولی اللہ ۱/۳۵۶، کراچی، شیخ غلام علی سنز سن ندارد

(امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تصنیف وتالیف، درس وتدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے امام محمد بن الحسن ہیں۔ ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے فقہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی)

ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" اجتمع لمحمد بن الحسن مالم يجتمع لغيره من اصحاب ابی حنيفة غير شيخه ابی يوسف ، فهو قد تلقى فقه العراق كاملا، وقد صقله القضاء ، اذ تلقى عن ابی يوسف القاضی، وتلقى فقه الحجاز كاملا عن شيخ المدينه مالک وفقه الشام عن شيخ الشام الاوزاعی ، وكانت له قدرة ومهارة فی التفريع والحساب ويملک عنان البيان ثم تمرس بالقضاء ، فكانت هذا الولاية دراسة اخرى الافادة علما وتجربة وقربت فقهه من الناحية العملية ......فهو الذی يعد بحق ناقل فقه العراقيين الى الاخلاف " [1]

(محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جو ان کے استاد امام ابو یوسف کے سوا کسی میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی، منصب قضاء کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلاء پیدا کی۔ استاذ مدینہ امام مالک سے اہل حجاز کی فقہ حاصل کی۔ اہل شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام اوزاعی سے پڑھی۔ تفریع اور حساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے، زبردست قوت بیانیہ کے مالک تھے۔ جب قضاء کی ذمہ داریوں سے دوچار ہوئے تو آپ کے علم وتجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا...... سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمد کے سر ہے)

امام محمدؒ نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام محمد کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں۔ ابوزہرہ آپ کی ایک تصنیف " الجامع الکبیر " سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ولا شک ان العبارة التی نقلنا ها تدل دلالة واضحة علی جودة التعبير ، والجمع بين احكام الفكرة ، وسلامة العبارة ، بل جمالها" [2]

(نقل کردہ عبارت سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہے کہ یہ کتاب تعبیر، احکام فکر، سلاست عبارت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے)

فقہ حنفی سے متعلق امام ابو یوسف اور امام محمد کی گرانقدر خدمات کا ذکر شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

"The two pupils are more autoritative for the development of the teaching of the school than Abu Hanifah himself" [3]

(یہ دونوں شاگرد حنفی مکتب فکر کی تعلیمات کی نشوونما اور ارتقاء کے ضمن میں خود ابوحنیفہ سے بھی سبقت لے گئے ہیں)

---

[1] ابوحنیفہ۔ ابوزہرہ ص ۲۰۶۔ ۲۰۷ [2] حوالہ سابق۔ ص ۲۱۳

[3] Shorter Encyclopaedia of Isalm Pg. 131

امام اعظم کے دو قابل فخر تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں جنہیں عرف عام میں "صاحبین" کہا جاتا ہے، ان کے علم و فضل، کمالات، مہارت اور فقہی بصیرت کا اندازہ مندرجہ بالا اقوال سے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے اقوال وافکار کو متاخرین تک پہنچانے میں عظیم خدمت انجام دی ہے اور فقہ حنفی ہی نہیں فقہ اسلامی کی آبیاری اور اسے توانائی بخشنے کے لئے ناقابل فراموش کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

امام زفر :

فقہ حنفی کے چوتھے ستون امام زفر ہیں آپ کا پورا نام زفر بن ہذیل ہے۔ یہاں واضح رہنا چاہئے کہ آپ امام اعظم کے دونوں قابل فخر تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے۔ چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پاگئے، گویا آپ کا سن وفات ۱۵۸ھ ہے آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظم کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ پوری زندگی آپ امام اعظم کے افکار وآراء کی نشرواشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے۔ تاہم آپ امام اعظم کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ہی مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی۔ تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا عمدہ تقابل پیش کیا گیا ہے۔ لکھا ہے :

"فوقف عليه رجل فسأله عن اهل العراق فقال له : ما تقول في ابي حنيفة ؟ فقال سيدهم ، قال فابو يوسف؟ قال اتبعهم للحديث ، قال فمحمد بن الحسن قال اكثرهم تفريعا قال فزفر؟ قال احدهم قياسا "[1]

(مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا "ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" امام مزنی نے کہا "اہل عراق کے سردار"۔ اس نے پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ وہ بولے "وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے شخص ہیں"۔ اس نے پھر کہا اور امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مزنی بولے "وہ تفریعات میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں"۔ وہ بولا اچھا تو زفر کے متعلق فرمائیے۔ امام مزنی بولے "وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں"

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریقہ کار :

عصر صحابہ میں جو مجتہد پائے جاتے تھے وہ اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع وتدوین بھی نہیں کی۔ بعد میں مدینہ المنورہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے ان کو دوسرے مسائل کے لئے بنیاد قرار دیتے تھے۔ عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے فتاویٰ، شریح اور دیگر قضائے کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری کی تھی کہ مجتہد عندالضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا۔ فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظم کے سر پر ہے۔

[1] تاریخ بغداد ، خطیب بغدادی ۱۳/۳۴۶

علامہ موفق بن احمد مکی (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں :

" ابو حنيفه اول من دون علم هذه الشريعة ، لم يسبقه احد من قبله ، لان الصحابة والتابعين رضي الله عنهم لم يضعوا في علم الشريعة ابوابا مبوبة ، ولا كتبا مرتبة ، وانما كانوا يعتمدون على قوة فهمهم ، وجعلوا قلوبهم صناديق علمهم ، فنشأ ابو حنيفة بعد هم ، فرأى العلم منتشرا فخاف عليه الخلف السوء ان يضيعوه .... فلذلك دونه ابو حنيفة ، فجعله ابوابا مبوبة ،

السوء ان يضيعوه .... فلذلک دونه ابو حنيفة ، فجعله ابوابا مبوبة ، وكتبا مرتبة "[1]

(امام ابوحنیفہ اولین شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا، آپ سے قبل یہ فخر کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ صحابہ و تابعین نے نہ ابواب مرتب کئے اور نہ بالترتیب تصنیف کی، ان کا تمام تر اعتماد قوت فہم پر تھا۔ ان کے دل ہی علم کے صندوق تھے۔ امام ابوحنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھر پڑے ہیں۔ ان کے جی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے نا خلف انہیں ضائع کر دیں۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ نے تدوین علم کا بیڑا اُٹھایا اور اسے ابواب و کتب میں منضبط و مرتب کیا)

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم کی حیثیت بانی و قائد اور رہنما کی ہے۔ تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظم کی براہ راست فقہ حنفی پر کسی تصنیفی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کیے اور حضرت امام نے کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی، چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسف ورنہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمد نے کی۔ امام اعظم کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" لم يعرف لابي حنيفة كتاب في الفقه ، رتب ابوابه وعقد نظامه ، كما علمت ، وان ذلك هو الذي يتلق مع روح العصر وسير الزمان ، اذ ان تاليف الكتب لم يشع وينتشر الا بعد وفاة ابي حنيفة ، أو في اخر حياته ، وقد ادركه الشيخوخة "۔[2]

(فقہ میں امام ابوحنیفہ نے کوئی مرتب و منظم کتاب تصنیف نہیں کی۔ اگر آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات روح عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے)

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شورائی طریق کار پر ہوئی۔ اس طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں :

"امام ابوحنیفہ کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور ہر ایک کی معلومات اس کے حل کے لئے دریافت کرتے اور اپنی رائے بھی پیش کرتے اور مہینہ بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ تک مناظرہ جاری رہتا اور جب کسی رائے کے دلائل پوری طرح واضح ہو جاتے تو پھر ابو یوسف اس کو لکھ لیتے اور دیگر آئمہ کے (بر) خلاف امام ابوحنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ اپنے مذہب کو مشورے پر منحصر کر دیا"۔[3]

---

1. مناقب الامام الاعظم ابي حنيفه ، موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ ۱۳۶/۲ کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ
2. ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۱۸۷، دار الفکر العربی سن ندارد
3. ابوحنیفہ کی تدوین قانون سازی، محمد حمید اللہ ص ۴۹ کراچی اردو اکیڈمی طبع ششم ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء اس میں بحوالہ موفق ۳۳/۱ کردری، ۱/۵۰ مذکور ہے

مجلس شوریٰ میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے تلامذہ کے متعلق فرمایا:

"اصحابنا هٰؤلاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء ومنهم ستة يصلحون للفتوى ومنهم اثنان يصلحان يؤدبان القضاة واصحاب الفتوىٰ، واشار الى ابى يوسف وزفر"[1]

(یہ چھتیس آدمی ہیں، ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ مفتی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح وتادیب کی قابلیت رکھتے ہیں، اور آپ نے ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا)

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے وہاں ابو یوسف اور زفر کی علمی عظمت کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام اعظم نے فقہ حنفی میں کوئی مرتب و منظم تصنیف نہیں فرمائی تھی، آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ کبھی انہیں املا بھی کراتے۔ تاہم یہ تمام کام امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہاتھوں تکمیلی مراحل تک پہنچا۔ چنانچہ ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"ودون ابو يوسف كتاب الخراج وغيره من كتب الفقه العراقى، ثم جاء محمد فاوفى على الغاية، ودون الفقه العراقى كاملا أوقريبا من الكمال"[2]

(اور ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں، پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا)

امام محمد نے جن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ انہیں کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں۔ ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے۔ کتب ظاہر الروایہ چھ ہیں: المبسوط، الجامع الكبير، الجامع الصغير، كتاب السير الكبير، السير الصغير اور زيادات ۔ چھ کتابیں ابو الفضل نے اپنی تصنیف "كتاب الكافى" میں جمع کر دی ہیں۔ بعد ازاں علامہ سرخسی نے کتاب "المبسوط" میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔[3]

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسائل کا طریقہ کار:

امام اعظم نے اپنی فقہ کی بنیاد کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے اقوال و فتاویٰ پر رکھی۔ آپ نے فرمایا:

"تلقيت فقه عمر وفقه علي، وفقه عبد الله بن مسعود وفقه ابن عباس عن اصحابهم"[4]

(میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب و تلامذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں)

1۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۴/ ۲۴۷۔ ۲۴۸ (۷۵۵۸)

2۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶، دار الفکر العربی سن ندارد

3۔ فلسفة التشريع فى الاسلام، صبحى محمصانى ص ۳۳ مفہوم   4۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے فرمایا :

" فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق کثیرة ما ملخصه انه اولا یاخذ بما فی القرآن فان لم یجد فبالسنة فان لم یجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما کان اقرب الی القرآن او السنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم فان لم یجد لاحد منهم قولا لم یاخذ بقول احد من التابعین بل یجتهدوا کما اجتهدوا " [1]

(امام ابوحنیفہ سے متعدد طرق سے جوبات ہم تک پہنچی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں ۔ اگر اس میں وہ مسئلہ نہ ملتا تو سنت رسول ﷺ سے دلیل لیتے اگر دونوں میں نہیں پاتے تو وہ صحابہ کرام سے اس مسئلہ کے بارے میں ایک سے زائد قول ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے ہیں لے لیتے اور اس سے باہر نہیں جاتے ۔ یا اگر اس بارے میں ان صحابہ کرام میں سے کسی کا قول نہ پاتے تو تابعین میں سے کسی کا قول نہ لیتے بلکہ ان کی طرح اجتہاد کرتے)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

" واصل مذهبه فتاوی عبدالله بن مسعود وقضایا علی رضی الله عنهما وفتاواه وقضایا شریح وغیره من قضاة الکوفة فجمع من ذلک مایسر الله " [2]

(اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ اور حضرت علی ؓ کے قضایا اور فتاویٰ اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں ۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کئے)

شاہ ولی اللہ امام ابوحنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"وکان ابو حنیفة رضی الله عنه الزمهم بمذهب ابرهیم واقرانه لایجاوزه الا ماشاء الله . وکان عظیم الشان فی التخریج علی مذهبه دقیق النظر فی وجوه التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال " [3]

(اور حضرت امام ابوحنیفہ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھامے ہوئے تھے اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے الا ماشاء اللہ ۔ حضرت امام ابوحنیفہ ان کے مذہب کی تخریجات میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے ۔ تخریجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق وعمیق نظر رکھتے تھے اور فروعات پر پوری نظر اور کامل توجہ تھی)

---

[1] کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الهیتمی المکی متوفی ۹۷۳ھ ص ۶۹ گیارہویں فصل نیامتی علیہ مذہبہ کے تحت لکھا، مصر مطبعۃ الخیریہ ۱۳۱۱ھ

[2] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی ۱/ ۳۵۶ باب اختلاف الصحابۃ والتابعین فی الفروع، کراچی غلام ۔۔۔

[3] حوالہ سابق

اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید وتصدیق کے لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

"فان شئت أن تعلم حقيقة ما قلنا فلخص اقوال ابراهيم و اقرانه من كتاب الآثار لمحمد رحمه الله و جامع عبدالرزاق ومصنف ابي بكر بن شيبه ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق تلك المحجة الا في موضع يسيرة وهو في تلك اليسيرة ايضا لا يخرج عما ذهب اليه فقهاء الكوفة "[1]

(اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب "الآثار" اور "جامع عبدالرزاق" اور "مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ" کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو، پھر ان کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر منطبق کرو۔ ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیرو پاؤ گے)

امام ابویوسف کی کتاب "الرد على سير الاوزاعي" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور فقہی مہارت وبصیرت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

"ونرى فيه صورة قوية لادلة ابي حنيفة و طرق استنباطه، و مسالكه في الاستدلال، ثم ترى فيه صورة قوية لعقل ابي حنيفة الفقهي القانس، والمفسر للنصوص بغاياتها وبواعثها وعللها، غير مقتصر في بيانها على مرامي عباراتها الظاهرة "[2]

(اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کے دلائل، طرق استنباط اور مسالک استدلال کی اصلی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آپ فقہی قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے اور نصوص کتاب وسنت کی تشریح وتوضیح کرتے وقت آپ کی عقل سلیم ان کے غایات اور بواعث وعلل تک پہنچ جاتی تھی اور آپ ظاہری عبارت ہی میں اُلجھے نہیں رہتے تھے)

امام ابویوسف کی دوسری کتاب " اختلاف ابي حنيفة و ابن ابي ليلى" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

" والكتاب فيما اشتمل عليه من مسائل وادلتها قبس من عقل ابي حنيفة الفقهي وصورة نيرة له "[3]

(یہ کتاب جن مفید مسائل وادلہ پر مشتمل ہے وہ امام ابوحنیفہ کی فقہی بصیرت وفراست کی جیتی جاگتی تصویر ہے)

اس مہارت اور دقیق وعمیق نظر اور فقہی بصیرت وفراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتاویٰ دیتے تو یہ فرماتے :

" هذا راى النعمان بن ثابت يعني نفسه وهو احسن ماقدرنا عليه فمن جاء باحسن منه اولى بالصواب "[4]

(یہ نعمان بن ثابت کی یعنی میری رائے ہے اور ہمیں جہاں تک قدرت حاصل ہوئی اس میں یہ بہترین قول ہے جو کوئی اس سے بہتر قول پیش کرسکے تو وہی زیادہ صحیح ہے)

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ۔ شاہ ولی اللہ ۱/۳۸۳ کراچی شیخ غلام علی سن ندارد
[2] ابوحنیفہ ابوزہرہ ۲۰۳-۲۰۴ دارالفکر العربی سن ندارد
[3] حوالہ سابق
[4] حوالہ سابق ۲۰۳

شاہ ولی اللہ نے امام شعرانی کی کتاب "الیواقیت والجواھر" کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے :

" انہ روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انہ کان یقول لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی أن یفتی بکلامی " [1]

(جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتاویٰ نہیں دینا چاہئے)

امام محمد جنہوں نے امام اعظم سے قدرے استفادہ کرنے اور امام ابو یوسف سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی ان کے متعلق شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

" ثم رجع الی نفسہ فطبق مذھب اصحابہ علی الموطأ مسالۃ مسالۃ فان وافق فیھا والا فان رای طائفۃ من الصحابۃ والتابعین ذاھبین الی مذھب اصحابہ فکذلک وان وجدقیاسا ضعیفا اوتخریجا لینا یخالفہ حدیث صحیح فیما عمل بہ الفقھاء اویخالفہ عمل اکثر العلماء ....ترکہ الی مذھب من مذاھب السلف عمایراہ ارجح ما ھناک" [2]

(انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب پر غور وخوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے کو امام مالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فبہا ورنہ پھر صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب واساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے تو اسے اختیار کر لیتے۔ اور اگر وہ اپنے مذہب و مسلک اور عمل فقہاء کو ضعیف قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف میں سے جس کا مذہب و مسلک راجح اور قوی پاتے اسے اختیار کر لیتے)

فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے۔ عہد عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب و تمدن سے وابستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے لہٰذا نت نئے مسائل کا پیدا ہونا ایک فطری بات تھی ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے حل کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے۔ ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

" وکان تلمیذہ صحابۃ الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفھم ومناظراتھم مع الشافعیۃ وحسنت مباحثھم فی الخلافیات وجاء وامنھا بعلم مستطرف وانظار غریبۃ وھی بین ایدی الناس " [3]

(امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگا دیئے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت وبرتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی)

---

[1] حوالہ سابق [2] حوالہ سابق ۱/۳۵۷

[3] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۸، بغداد مکتبۃ المثنیٰ سن ند

ن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ وہ مذہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں :

" ولم یاخذہ تنقیح الحضارۃ وتھذیبھا کما وقع فی غیرہ من المذاھب " [1]

(آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب پہ نسبت اور مذاہب کے حضریت کے رنگ واثر سے دور ہی رہا)

حنبلی مذہب کے متعلق بیان کرتے ہیں :

" فاما احمد بن حنبل فمقلدہ قلیل لبعد مذھبہ عن الاجتھاد " [2]

(امام احمد حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور رہا)

حنبلی فقہا کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں :

" وقرا اصحابہ (احمد بن حنبل) علی اصحاب الامام ابی حنیفۃ مع وفور بضاعتھم من الحدیث فاختصوا بمذھب اخر " [3]

(امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا۔ گو ان کا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے)

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا۔ پھر فقہائے حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا اور قواعد پر بصیرت افروز بحثیں اٹھائیں۔ اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے :

" فکان لفقھاء الحنفیۃ فیھا الید الطولی من الغوص علی النکت الفقھیۃ والتقاط ھذہ القوانین من مسائل الفقہ ما امکن وجاء ابوزید الدبوسی من ائمتھم فکتب فی القیاس باوسع من جمیعھم وتمم الابحاث والشروط التی یحتاج الیھا فیہ وکملت صناعۃ اصول الفقہ بکمالہ وتھذبت مسائلہ وتمھدت قواعد " [4]

(بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات کی گہرائیوں تک خوب پہنچتے ہیں اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔ اس فن میں ابوزید الدبوسی امام حنفی کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے قیاس پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو تمام کتابوں پر فوقیت لے گئی اور اس میں قابل قدر بحثیں اٹھا کر وہ تمام شروط زیر بحث لائے جن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور جن کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے احناف نے علم فقہ پر بیش از بیش کتابیں لکھیں اور اس علم کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا)

بعض مستشرقین نے اسلامی فقہی مذاہب کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ جوزف شاخت (JOSEPH SCHACH) نے امام اعظم اور امام شافعی اور دیگر آئمہ کے طرق استنباط پر تبصرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں :

---

[1] حوالہ سابق ص ۴۳۹ [2] حوالہ سابق ۴۴۸ [3] حوالہ سابق [4] حوالہ سابق ۴۵۵

"Shafi'i merely borrows and repeats the reasoning of Abu Hanifa" "He is less technically legal than Abu Hanifa"...... "Shafi'i reproduces almost literally Shaibanis arguments"... "Shafi'i adopts and elaboraters parts of shaibanis systematic arguments against The Medinese although in each case he diverges from both ancient schools".[1]

(امام شافعی امام ابوحنیفہ کے استدلال کو محض مستعار لیتے ہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ وہ فنی اور قانونی اعتبار سے ابوحنیفہ سے پیچھے ہیں۔ امام شافعی امام محمد الشیبانی کے استدلال کو تقریباً نقل کرتے نظر آتے ہیں۔ امام شافعی امام مالک کی مدنی کتب فکر کے بجائے امام محمد الشیبانی کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ مسئلے میں ان دونوں قدیم مکاتب فکر سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں)

مصنف مذکور نے ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے طرق استنباط اور دلائل کا تقابل پیش کیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

"The examples with which I illustrated the development of legal reasoning show the superirority of Abu Hanifa's technical legal thought over that of Ibn Abi Laila."[2]

(وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشو و ارتقاء کو واضح کیا اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ابوحنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نگاہ ابن ابی لیلیٰ کے استدلال اور نقطہ نگاہ سے بہت بہتر ہوتا ہے)

امام اوزاعی (نیز ابن ابی لیلیٰ) کے ساتھ امام اعظم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی شاخت لکھتا ہے :

" .... those numerous cases which show Abu Hanifa's legal thought not only more broadly based and more thoroughly applied than that of Auzai and Ibn Abi Laila, but technically more highly developed, more circumspect, and more refined".[3]

(ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کی نسبت ابوحنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وسیع النظری پر مبنی اور کامل و مکمل طور پر منطبق نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے انتہائی ارتقائی، زیادہ محتاط اور زیادہ معنی خیز ہے)

شاخت نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے :

"Abu Hanifa shows a high degree of technical reasoning, is sharprighted and systematic, and anticipates Shafi'i's doctorine".[4]

(ابوحنیفہ ایک اعلیٰ درجہ کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں۔ وہ بڑے باریک بین صاحب بصیرت اور با اصول ہیں اور شافعی کے اصول و نظریات کو ان سے بہت پہلے زیر بحث لائے ہیں)

فقہ حنفی کی خصوصیات :

اسلام دین فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم نے جو منبع رشد و ہدایت ہے اور اسلامی فقہ و قانون کا ماخذ اوّل ہے۔ انسانی زندگی کے لئے بنیادی زریں اصول کی نشاندہی کر دی ہے۔

---

[1] The Origins of Muhammad Jurisprudence, Joseph Schacht, page 17, Oxford 1950.

[2] حوالہ سابق ص ۲۹۴ [3] حوالہ سابق ص ۲۹۶ [4] حوالہ سابق ص ۲۹۷

ان کے اجمالی احکام کی تشریح و توضیح سنت رسول اکرم ﷺ سے میسر آ جاتی ہے اور ان دونوں یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں مشابہ اور مماثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ مختلف فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں آئمہ کرام احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ان مقبول و مشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فروغ نصیب ہوا۔ فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ اس میں پائے جانے والی کشش، جاذبیت اور معقولیت تھی اور جب حنفی فقہاء عہدہ قضاء پر بیٹھے تو اس نے بھی تقویت بخشی۔ فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب الہدایہ سے صرف ایک مسئلہ کو جو نکاح میں گواہ سے متعلق ہے بطور مثال پیش کرتے ہیں جن سے فقہ حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

"ولا تشترط العدالة حتى ينعقد بحضرة الفاسقين عندنا خلافا للشافعي رحمة الله له ان الشهادة من باب الكرامة و الفاسق من اهل الاهانة ولنا انه من اهل الالوية فكون من اهل الشهادة وهذا انه لما لم يحرم الولاية على نفسه لا سلامه لا يحرم على غيره لا نه من جنسه ولا نه صلح مقلدا فيصلح مقلدا" [1]

(نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ ہماری رائے میں نکاح دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی وجہ اعزاز ہے اور فاسق کا شمار حقیر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہماری (احناف کی) رائے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہٰذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ جب اسے مسلمان ہونے کی بنا پر خود اپنے متعلق حق ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کے متعلق بھی محروم نہیں رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ قاضی مقرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی قاضی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے)

لیکن امام ابو حنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب وسنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں، ان میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں، جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ نتیجتاً فقہ حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ فقہ حنفی کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ:

☆ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں فقہ حنفی کے مزاج کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان تر ہے۔

☆ یہ تمدن کے تقاضوں کے موافق اور لچکدار ہے۔

☆ اس کے احکام و مسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

---

[1] الهداية الاولين المرغيناني ۱/۳۰۶ "کتاب النکاح" کراچی نظام کمپنی

☆ اس کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی ہے۔

☆ اس کے بانیان بلند پایہ علمی کمالات کے حامل ہیں۔ جس کے سب ہی معترف ہیں۔

☆ اور اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ چاروں آئمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا فقہ حنفی کا خاصہ ہے جس سے اس کا حسین چہرہ اور پرکشش اور جاذب نظر بن گیا اور وہ اس کی عالمی شہرت کا سبب بنا۔

مختلف ممالک میں فقہاء حنفی کا نشوونما و ارتقاء (تاریخی تناظر میں)

فقہ حنفی کے مرتبین بے انتہاء علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے جس قدر جانفشانی محنت اور مہارت سے کام لیا۔ اسی کا ثمر تھا کہ فقہ حنفی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں فقہ حنفی کے عالمی فروغ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے :

" واما ابو حنیفة فقلده اليوم اهل العراق ومسلمة الهند والصين وما وراء النهر وبلاد العجم كلها لما كان مذهبه اخص بالعراق ودار السلام " [1]

(امام ابوحنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں)

شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کے تعارف اور عہد عباسی میں اس کے تاریخی ارتقاء کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے :

"The Hanafi School Originated in Irak and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine. It spread to the East and Flourished Particularly in Khurasan and Transoxania, Numerous Famous jurists of this School came from there. From the fifth century till well into the time of the mongols the family Ibn Maza wielded even the Political power in Bukhara as hereditary rais (chief) of the Hanafites of the town, with the little of Sadr. In Khurasan they developed from the third century an irrigation law of their own, adopted to the canal systems there. But also in the maghrib they had their adherents alongside the Malikites until the fifth century, in sicily they even predominated .... ".[2]

(حنفی مکتبہ فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہد عباسیہ میں اسے غالب وفائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ مشرق کی سمت میں فروغ پذیر ہوتا رہا اور خاص طور سے خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں پھیل گیا۔ اس مکتبہ فکر کے بے شمار مشہور فقہاء اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ پانچویں صدی ہجری سے منگول خاندان کی آمد تک ابن مازا اور ان کے خاندان کو

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، ص ۳۲۸

[2] Shorter Encyclopaedia of Islam Page 131

حنفی رئیس کی حیثیت سے بخارا میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان کا لقب صدر ہوتا تھا اور خراسان کے علاقوں میں ان کے ہاتھوں سے تیسری صدی ہجری سے ایک قانون زراعت متعارف کیا تھا جسے بعد میں تیموری نظام کے طور پر اپنا لیا گیا تھا۔ لیکن اسلامی مغربی دنیا میں بھی ان کے مقلدین کا اثر و نفوذ پانچویں صدی ہجری تک صقلیہ کے جزیرہ تک تسلط پا گیا تھا)

عباسی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کی حالت کو یوں بیان کیا :

"With the decline of the Abbasid Caliphate the Hanafi School also declined in power, but with the rise of the Ottaoman empire they revived".[1]

(سلطنت عباسیہ کے زوال کے ساتھ ہی حنفی مذہب کے اثر و رسوخ میں بھی کمی واقع ہوگئی تھی لیکن خلافت عثمانیہ کے عروج پاتے ہی حنفی مذہب کا اثر و رسوخ دوبارہ بحال ہوگیا)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

"The Hanafi Mahhab became the only authoritative code of law in the Public Life and Official Administration of Justice in all the Provincess of the Ottoman Empire".[2]

(حنفی مذہب کو کلی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام صوبوں میں نہ صرف عوامی پذیرائی حاصل تھی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی)

حنفی قاضی اور جج اپنی مہارت کی بنا پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسرے مکتب فکر کی پیروی کی جاتی تھی اس میں مزید لکھا ہے :

"Under the Ottomans the Judgement Seats were occupied by Hanafites sent from Constantinople. even in countries where the population followed another madhab".[3]

(عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیروکار تھی)

ماہر قانون ڈاکٹر صبحی محمصانی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اما انتشار هذا المذهب في الاقطار الاسلاميه، فكان اكبر حظامن جميع المذاهب الاخرى، فقد كان المذهب الغالب في العراق ايام العباسيين لايثار هم اياه في القضاء۔ وكان مذهب الدولة العثمانيه الرسمي، وعنه اخذت ودونت مجلة الاحكام العدليه " [4]

(ہم بتائیں گے کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لئے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل و قضاء کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اس مذہب کی روشنی میں "مجلة الاحكام العدليه" کی تدوین ہوئی)

---

1 حوالہ سابق ۔ 2 حوالہ سابق ص ۱۰۶ ۔ 3 حوالہ سابق ص ۱۳۱

4 فلسفة التشريع في الاسلام، صبحي محمصاني ص ۳۹، بیروت مکتبۃ الکشاف سنہ ند

دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

"نتیجے کے ذریعہ حنفی مذہب نے مشرق کے بہت سے ممالک کو شدید طور پر متاثر کیا" [1]

سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

" كان ممن اهتم لجمع الفتاوى في القرن الحادى عشر للهجره (السابع عشر للميلاد) احد ملوك الهند السلطان محمد اورنك زيب بهادر عالمكير ، فانه الف لجنة مشاهير علماء الهند برئاسة الشيخ نظام ليؤلفوا كتابا حامشا (جامعا) لظاهر الروايات التى اتفق عليها وافتى بها الفحول ، ويجمعوا فيه من النوادر مماتلقتها العلماء لقبول" فجمعوا ذلك فى كتاب معروف بالفتاوئ الهنديه او بالفتاوئ العالمكيريه نسبة الى ذلك السلطان وهو كتاب جامع يقع في ستة اجزاء ضخمه .... وقد كان ولا يزال من المراجع الشهيرة في الفقه الحنفى وهذا الجمع شبه الرسمى لم يكن الزاميا " [2]

(گیارہویں صدی ہجری (مطابق سترہویں صدی عیسوی) میں ہندستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے فتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے شیخ نظام کی زیر قیادت ہندوستان کے مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی بنائی تاکہ وہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف کریں جس میں ظاہر روایات کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر تمام علمائے فقہ متفق ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل فقہیہ ایک کتاب میں جمع کر دیے جو فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی نسبت بادشاہ مذکور کی طرف ہے۔ فتاویٰ عالمگیر یہ ایک جامع کتاب ہے ، جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں (اس کا اُردو ترجمہ دس (۱۰) جلدوں میں شائع ہو چکا ہے) یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے)

مختصر یہ کہ فقہ حنفی جسے خلافت عباسی میں غالب و فائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی، خلافت عثمانیہ میں بھی مستند مجموعہ قوانین قرار پائی ۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون سازی کے لئے اسے ہی موزوں پایا۔ بقول محمصانی "والمجلة ماخوذ ہ بوجه عام من كتب الرواية فى المذهب الحنفى " [3] (مجلة الاحكام العدليہ کے اکثر احکام و مسائل بھی مذہب حنفی کی ظاہر الروایہ کتابوں سے ماخوذ ہیں)

حکومت مصر کے زیر اہتمام قدری پاشا مرحوم نے قانون کی ایک کتاب "مرشد الحيران الى معرفة احوال الانسان " مرتب کی جو مذہب ابوحنیفہ سے ماخوذ تھی اور قانون عصر جدید کے مطابق تھی ۔ دور حاضر میں فقہ حنفی کو جو فروغ حاصل ہے اس کے متعلق شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بیان کیا گیا ہے :

"Even nowadays the Hanafi School prevails in the former Ottoman countries, in Tunisia for instance it is equal to the Malki rite and also in Egypt it is the officially recognized Law-School. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, BuKhara, Samarkand) and in India".[4]

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۸۸ حنفیہ [2] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۷۹ [3] حوالہ سابق ص ۳۷

[4] Shorter Encyclopaedia od Islam Page 131

(آج بھی حنفی کتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تیونس میں اسے مالکی کتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک کتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفی کتب فکر وسط ایشیاء (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور ہند) میں بھی غالب و فائق ہے)

عصر حاضر میں عالمی اشاعت سے متعلق صبحی محمصانی لکھتے ہیں:

"وهو لا يزال اليوم مذهب الدولة في الفتيا والقضاء في البلاد التي خضعت للحكم العثماني كمصر وسوريا ولبنان، ومذهب الامارة في تونس، والمذهب الغالب في مسائل العبادات على سكان تركيا وبعض البلاد التي خضعت لحكمها، كالشام والالبان، وعلى مسلمي البلقان والقوقاز . وكذلك هو المذهب الغالب في افغانستان وتركستان وعند مسلمي الهند . وله اتباع في كثير من البلدان الاخرىٰ "۔[1]

(جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں، جیسے مصر، سوریا اور لبنان، ان کا مذہب بھی محکمہ عدل وقضاء میں حنفی چلا آیا ہے۔ حکومت تیونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادت میں یہی ہے اور مسلمانان بلقان وقوقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح اہل افغانستان وترکستان اور مسلمانان (پاک و) ہندوچین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں)

سلطنت عباسیہ کی تنزلی کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

"عباسیہ کے تنزل کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندان سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ میں سے بلاد خزر تک پہنچی تھی حنفی تھا۔ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام "التفرید" ہے اور جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں نور الدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں ہے جو ہماری نمایاں شخصیتوں میں داخل ہے، بیت المقدس کی لڑائیوں میں اول اسی نے نام حاصل کیا، صلاح الدین فاتح بیت المقدس اسی کے دربار میں ملازم تھا۔ دنیا میں پہلا دار الحدیث اسی نے قائم کیا۔ اگر چہ وہ شافعی ومالکی فقہ کی عزت کرتا تھا لیکن وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا، صلاح الدین خود شافعی تھا لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی المذہب موجود تھے۔ الملک المعظم عیسیٰ بن الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا علامہ ابن خلکان اس کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ نہایت عالی ہمت، فاضل، ہوشمند، دلیر، پر رعب تھا اور حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ چراکسہ مصر جو نویں صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہنچے اور ۱۳۸ برس تک فرمانروا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں خود حنفی تھے اور ان کے دربار میں اسی مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔ سلاطین ترک جو کم وبیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں اور آج انہی کی سلطنت اسلام کی عزت ووقار کی امید گاہ ہے عموماً حنفی تھے۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا خواتین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا"[2]

---

[1] فلسفة التشريع في الاسلام، صبحی محمصانی ص ۳۹
[2] سیرة النعمان شبلی نعمانی ص ۱۵۲، کراچی دار الاشاعت ۱۹۶۲

علامہ کرمانی نے اپنی شرح بخاری میں فرمایا کہ اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس کے مقلد نہ ہوئے ہوتے۔ ہمارے زمانے تک جس کو امام صاحب سے تقریباً چار سو سال ہوتے ہیں ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے اس میں اس کی صحت کی دلیل ہے۔[1]

ملا علی قاری اپنے زمانے کے مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کل مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد دو ثلث ہے۔[2]

مذہب حنفی کی مقبولیت اور اشاعت سے متعلق نواب صدیق حسن خان کی ایک تحریر مندرجہ ذیل ہے:

"کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ واثق باللہ عباسی نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے۔ چنانچہ اس نے اس کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا ماہر تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامان رسد دے کر روانہ کیا یہ لوگ بلاد آرمینیہ، سامرہ ترخان سے گزر کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں سخت بدبو نکلتی تھی پھر دو روز چل کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا، وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر آس پاس آبادکاری کے نشانات نہ تھے۔ ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سد یاجوج ماجوج تھی۔ اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے۔ سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے ان کا مذہب حنفی تھا۔ زبان عربی اور فارسی بولتے تھے۔[3]

ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) کے خیال میں حنفی مذہب کی اشاعت کی وجہ یہ ہے، وہ فرماتے ہیں:

"مذهبان انتشرا في بدء امرهما بالرياسة والسلطان، الحنفي بالشرق، والمالكي بالاندلس"[4]

(دو مذہب ایسے ہیں جو اپنے آغاز ہی سے حکومت و اقتدار کے ذریعے دنیا میں پھیلے ہیں۔ مذہب حنفی مشرق میں اور مذہب مالکی اندلس میں)

علامہ شبلی نعمانی نے ابن حزم کے ان خیالات پر جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں:

"بعضوں کا خیال ہے کہ حنفی مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ حکومت کے صدقے سے ہوا۔ ابن حزم جو ارباب ظاہر کے مشہور امام ہیں ان کا قول ہے کہ "دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا، ایک امام ابوحنیفہ کا مذہب، کیونکہ جب قاضی ابویوسف صاحب کو قاضی القضاء کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدۂ قضاء پر مقرر کیا۔ دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں۔ کیونکہ امام مالک کے شاگرد یحییٰ المصمودی خلیفہ اندلس کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص بغیر ان کے مشورے کے عہدۂ قضاء پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے۔"

---

1. امام اعظم ابوحنیفہ، مفتی عزیز الرحمن ص ۱۳۸، ہو، مکتبہ رحمانیہ ۱۹۷۹ء اس میں بحوالہ الخیرات ص ۳۹ مذکور ہے۔
2. حوالہ سابق ۳۳۹ اس میں مرقاۃ ملا علی قاری ۳۳/۲ کے حوالے سے مذکور ہے۔
3. حوالہ سابق ص ۳۳۹ اس میں انوار الباری نواب صدیق حسن خان ۱/ ۱۵۷ کے حوالے سے مذکور ہے۔
4. ابوحنیفہ، ابو زہرہ ص ۳۶۱

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو مشرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں عرصہ دراز تک اقامت گزیں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے۔ کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً وبن وہب اور ابن عبدالحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)

بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط ہوا اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہونے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادات میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔

قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے:

"فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی آزادی دیتے تھے حتیٰ کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران (اور ان کے قضاۃ فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔[1]

فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں:

" والسبب في معاداة الفاطميين للمذهب الحنفي ، وتخصيصه بالمقاومة من بين المذاهب الاربعة انه كان مذهب الدولة العباسية ، وانه كان في مصر يستمد نفوذه من نفوذ تلك الدولة ، وهم كانوا يقاومون نفوذها ، فكان من ذلك مقاومة ذلك المذهب ، والغض من قيمته "۔[2]

(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذاہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف تبرد آزما رہتے تھے کہ عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑ تھی۔ وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے)

مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابوزہرہ کے کلام کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے:

جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔ جب شام میں نور الدین شہید برسر اقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلایا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

[1] كتاب صبح الاعشى ، قلقشندی ۳/۵۲۳

[2] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۳۶۵

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل
نہ ہو سکا جو مشرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں مدد
دراز تک اقامت گزیں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے
کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً ابن وہب اور ابن عبد الحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)
بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط ہوا اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے
مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری
ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہوتے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادت میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔
وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔
قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے:
"فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی آزادی دیتے تھے
حتیٰ کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران
(اور ان کے قضاۃ فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق
فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔[1]
فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں:
" والسبب فی معاداة الفاطمیین للمذهب الحنفی، وتخصیصه بالمقاومة من بین
المذاهب الاربعه انه كان مذهب الدولة العباسية، وانه كان فی مصر یستمد نفوذه
من نفوذ تلک الدولة، وهم کانوا یقاومون نفوذها، فکان من ذلک مقاومة ذلک
المذهب، والغض من قیمته "۔[2]
(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذاہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف نبرد آزما رہتے تھے کہ
عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ
کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑ تھی۔
وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے)
مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابو زہرہ کے کلام کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے:
جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے
مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔
جب شام میں نور الدین شہید برسر اقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔
انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلایا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری
حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

[1] کتاب صبح الاعشی، قلقشندی ۵۲۲/۳
[2] ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶۵

جب مصر میں حنفی فقہ مقبول عام ہوا اور سلطان صلاح الدین کو عباسی خلافت سے روابط استوار کرنے کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے قاہرہ میں احناف کے لئے مدرسہ سیوفیہ قائم کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حنفی مذہب عام طور سے مصریوں میں پھیلنے لگا۔ جب نجم الدین ایوب نے مدرسہ صالحیہ قائم کیا تو اس میں آئمہ اربعہ کی فقہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ پھر مملوک سلاطین کے زمانہ میں ایسے مدارس بڑی کثرت سے تعمیر کیے جانے لگے۔ دونوں مملوک سلطنتوں کے زمانہ میں چار قاضی ہوا کرتے تھے جن میں ایک حنفی ہوتا تھا۔ جب عثمانی ترک مصر پر قابض ہوئے تو سب قاضی احناف میں سے تعینات کیے جانے لگے۔ کثیر التعداد طلباء حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقہ حنفی نے اس سے بڑا فروغ پایا اور ابتدائی دور کی طرح حنفی مذہب کو پھر سرکاری سرپرستی نصیب ہوئی اور احکام و فتاویٰ اسی فقہ کی روشنی میں صادر کیے جانے لگے[1]

فقہ حنفی کے مشرق قریب میں اثرات کا جائزہ لینے کے بعد دائرہ معارفِ اسلام میں مذکور ہے کہ :

تقریباً اسی زمانہ میں مصر میں محمد قدری پاشا نے حنفی فقہ کے مطابق خاندان، وراثت، جائیداد اور اوقاف کے احکام کا قانونی مجموعہ تیار کیا تھا۔ ان میں سے صرف عائلی قوانین کو سرکاری طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ باقی ماندہ قوانین سرکاری سرپرستی سے محروم رہے۔[2]

مغربی ممالک میں حنفی مذہب کی اشاعت :

براعظم افریقہ میں طرابلس تیونس اور الجزائر کے ملکوں میں حنفی مذہب پہلے غالب نہ تھا۔ وہاں اس کے برعکس قائلین حدیث و آثار کے مسلک کا زیادہ چرچا تھا۔ جبکہ اسد بن فرات یہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اسد بن فرات امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ سے استفادہ کر چکے تھے مگر ان کا میلانِ خاطر اہل عراق کی جانب تھا۔ چنانچہ انہوں نے حنفی مذہب پھیلانے کا یہاں کام کیا جس سے حنفیت کو اچھا خاصہ فروغ حاصل ہو گیا۔

ابن فرحون مالکی لکھتے ہیں :

"وظهر بافريقيه ظهورًا كثيرًا الى قريب من اربعمائة عام ، فانقطع منها و دخل منه شيء ماوراء ها من المغرب قليما بجزيرة الاندلس وبمدينه فاس "۔[3]

(۴۰۰ھ تک حنفی مذہب افریقہ میں جاری رہا پھر ختم ہو گیا۔ افریقہ کے مغرب کی جانب اندلس میں بھی قدیم زمانہ میں قدرے اس کی اشاعت ہوئی تھی)

نیز مقدسی احسن التقاسیم میں لکھتے ہیں "جزیرہ سسلی کے رہنے والے حنفی تھے"۔ مقدسی کا یہ بیان بھی ہے کہ انہوں نے بعض اہل مغرب سے پوچھا: "حنفی مذہب تمہاری طرف کیونکر پہنچا حالانکہ تمہیں کبھی عراق جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ انہوں نے بتایا، جب "وہب بن وہب، امام مالکؒ سے علوم دینیہ حاصل کر کے آئے تو اسد بن عبداللہ نے اپنے مرتبہ و وقار کی بناء پر ان سے اخذِ علم کرنے میں عار محسوس کی اور امام مالکؒ سے تحصیل علم کے لئے مدینہ آئے۔ امام مالکؒ ان دنوں بیمار تھے۔ جب کافی مدت مدینہ میں اقامت گزیں رہے تو امام مالکؒ نے فرمایا : ابن وہب کے پاس جائیے۔

---

[1] حوالہ سابق ۳۶۵۔۳۶۶ [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۸۸ حنفیہ

[3] الديباج المذهب، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۶ء ۔ ۱۴۱۷ھ

میں نے اپنا علم اس کے سپرد کر دیا ہے، تمہیں زحمت سفر گوارا کرنے کی ضرورت نہیں"۔ اسد پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ لوگوں سے پوچھا کہ دینی علم میں کسی اور کو بھی یہ مقام حاصل ہے؟ لوگوں نے بتایا کوفہ میں امام ابوحنیفہ" کا نوجوان شاگرد جس کو محمد بن حسن" کہتے ہیں، ان کے پاس جائیے۔ اسد امام محمد" کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام محمد" نے بڑی توجہ و رغبت سے پڑھانا شروع کیا اور ان میں ذہانت و فطانت اور شوق علم کے آثار ملاحظہ کئے۔ جب کافی پڑھ چکے اور من مانی مراد پالی تو امام محمد" نے انہیں واپس مغرب بھیج دیا۔

جب اسد مغرب پہنچے تو نوجوان آپ کے یہاں آنے جانے لگے۔ اسد سے فقہی فروعات سن کر وہ محو حیرت ہوئے اور ان سے ایسے ایسے علمی نکات اور مسائل سننے میں آئے جن سے ابن وہب بالکل آگاہ نہ تھے۔ لاتعداد لوگوں نے ان سے اکتساب علم و ادب کیا اور اس طرح حنفی فقہ نے مغرب میں فروغ پایا۔

پھر میں نے پوچھا کہ اندلس میں حنفی مذہب کیونکر اشاعت پذیر نہ ہوسکا جب کہ وہاں نشر و اشاعت کے وسائل کچھ کم نہ تھے؟ جواب میں کہا گیا کہ ایک مرتبہ دو فریق سلطان کے سامنے جھگڑنے لگے۔ سلطان نے پوچھا "ابوحنیفہ" کہاں کے رہنے والے تھے؟" لوگوں نے کہا، کوفہ کے۔ سلطان نے پوچھا امام مالک" کہاں اقامت گزیں تھے؟ جواب دیا گیا مدینہ میں۔ سلطان نے کہا عالم دار الہجرت ہمارے لئے کافی ہے دوسرے کی حاجت نہیں۔ سلطان نے تمام حنفی علماء کو اپنے سلطنت کی حدود سے نکال دیا۔ کہنے لگا "میں اپنی سلطنت میں دو مذہب پسند نہیں کرتا"۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسد بن فرات نے مغرب میں حنفی فقہ کو شائع کیا، یہ مسلک اندلس میں بھی رائج ہوا۔ مگر دیرپا ثابت نہ ہوسکا۔ ۴۰۰ھ کے بعد حنفی مذہب مغربی ممالک میں کمزور پڑ گیا اور ان ممالک میں اس کی یاد باقی نہ رہی۔[1]

محقق احمد تیمور پاشا نے مقدسی کی اس خبر کو بیان کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے:

وہب بن وہب ایک مجہول شخصیت ہے اس نام کے کسی شخص کا ذکر امام مالک کے تلامذہ میں نہیں آتا۔ البتہ عبداللہ بن وہب نام کے ایک شخص ان کے شاگرد گزرے ہیں لیکن وہ مغرب کی طرف کبھی نہیں گئے وہ مصر میں رہا اور وہیں وفات پائی۔ دوسرے یہ کہ اسد بن عبداللہ کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نام ابوعبداللہ معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ابوعبداللہ اسد بن الفرات ہیں جو امام محمد بن الحسن الشیبانی سے ملے تھے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے فقہ کی تعلیم حاصل کرکے (شمالی) افریقہ گئے اور وہاں حنفی مذہب کو رواج دیا۔[2]

اسی سیاق میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

اس مذکورہ روایت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ پہلے امام مالک کے پاس گئے اور انہیں بیمار پایا پھر امام مالک نے ان کو وہب بن وہب کے پاس جانے کی ہدایت کی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ بیشک امام محمد کے پاس جانے سے قبل مدینہ میں امام مالک کے پاس گئے اور ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ جب وہ امام مالک سے تحصیل علم کرچکے تو مزید علم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے عراق جانے کا مشورہ دیا۔[3]

---

[1] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۴۶۳-۴۶۴ مفہوم

[2] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ ، احمد تیمور پاشا ص ۶۷ کراچی قدیمی کتب خانہ سن ندارد۔

[3] حوالہ سابق مفہوم کی تلخیص

ملک شام اور اس کے قرب وجوار میں فقہ حنفی کی اشاعت :

ملک شام اور اس کے قرب وجوار میں حنفی مذہب جگہ بنا چکا تھا۔ اور جو سلاطین مصر وشام کے حاکم تھے وہ جس طرح مصر میں حنفی مذہب سے سرد مہری برت رہے تھے شام میں بھی انہوں نے ایسا ہی کرنا چاہا مگر مصر کے برعکس شام میں ان کی ایذا رسانی کا کچھ فائدہ نہ ہوا اس لئے کہ حنفی مذہب اہلیانِ شام میں اشاعت پذیر ہو چکا تھا اور حکومت کی پشت پناہی اور سرپرستی کا محتاج نہ تھا۔

مشرقی ممالک میں فقہ حنفی کی اشاعت :

جہاں تک بلادِ مشرق، عراق، خراسان، سیستان اور ماوراء النہر کا تعلق ہے احناف کی ان میں بڑی کثرت تھی۔ ان ممالک میں صرف شوافع ہی ان کے حریف مقابل تھے اور کبھی کبھی ان میں رسہ کشی بھی ہو جاتی تھی۔ ان مسجدوں، امراء کی مجلسوں اور عوام کی محفلوں میں حنفیوں اور شافعیوں کے مابین مجالس مناظرہ منعقد ہوتیں۔ ان مجادلات کی بناء پر علم فقہ اور فن بحث ومناظرہ کو بڑا فائدہ پہنچا۔ مگر بحث وجدل سے تعصب کی روح جاگ اٹھی۔ ایک دوسرے کے خلاف لعن طعن کا بازار گرم ہوا اور آگے چل کر یہ مذہبی تعصب، فقہی تعطل وجمود کا باعث بنا۔

روسی ترکستان اور فارس میں فقہ حنفی :

آرمینیہ، آذربائیجان، تبریز، رے اور اہواز کے رہنے والوں میں حنفی مذہب کا بڑا غلبہ رہا۔ ملک فارس میں پہلے احناف کی بڑی کثرت تھی پھر اثنا عشری شیعہ کو وہاں غلبہ حاصل ہوا۔

پاک وہند میں حنفی مذہب :

ہندوستان میں بھی تقریباً حنفی مذہب ہی کا سکہ جاری ہے۔ شافعی مذہب دوسرے درجے پر ہے۔ شوافع کی تعداد ہندوستان میں ایک ملین کے قریب ہے باقی سب احناف ہیں۔ چین میں چالیس ملین سے زیادہ مسلمان بستے ہیں ان میں سے اکثر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہ مذہب مشرق ومغرب تک پھیل گیا اس کے متبعین کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر حنفی فقہ میں تخریج کا دروازہ کھول دیا جائے تو اب بھی علماء اس کے قواعد سے ایسے احکام استنباط کر سکتے ہیں جو اس کائنات ارضی پر بسنے والے تمام بنی نوع آدم کے لئے یکساں طور پر سازگار ہوں۔[1]

مختصر یہ کہ آج کل (پندرھویں صدی ہجری کے آغاز میں) حنفی مذہب کے پیرو افغانستان، پاکستان، ہندوستان (بھارت)، بنگلہ دیش، عراق، ترکی، شام، مشرقی ترکستان، مغربی ترکستان (ترکمانستان، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان وغیرہ) بوسینا، البانیہ وبلقان میں اکثریت سے پائے جاتے ہیں۔ ایران، انڈونیشیا، عدن، برازیل، برما، سری لنکا، ملائشیا، تھائی لینڈ، سعودی عرب ودیگر ممالک میں اقلیت میں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق احناف دنیا کے

---

[1] ابوحنیفہ، ابوزہرہ ص ۲۶۳ مفہوم

و اس کے معاملاتی قاعدے اور احکام ہر دور کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔

و ائمہ نے جو فقہ حنفی مرتب کی تھی وہ نصوص شرعی کے عین مطابق ہے اور یہ بدگمانی اور مغالطہ ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل حدیث کے مخالف ہیں۔[1]

ان سب باتوں کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہے کہ فقہ حنفی کی جزئیات پر دوسرے مذاہب کے جملہ استدراک غلط ہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مسائل کے استنباط میں علمائے احناف سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں مگر بمصداق "المجتهد قد يخطئ وقد يصيب" ان کی نیک نیتی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ دور تقلید میں نصوص کی ایسی تاویل جو بزرگ کے اقوال کو صحیح ثابت کر سکے، ہوتی رہی اس کی وجہ سے مسلک کے بارے میں اگر مغالطہ پیدا ہو جائے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔[2]

☆☆☆
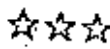
1 حوالہ سابق ۶۹۱/۸۔۶۹۲ مذہب حنفی کے شیوع کے مزید اسباب کے لئے ابوحنیفہ ابو زہرہ۔ ص ۳۶۱

2 دائرہ معارف اسلامیہ ۶۹۲/۸

فصل دوم

مالکی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام مالک :

امام مالک بن انس کی حتمی تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مؤلف لکھتا ہے :

"Thedate of his birth is not known, the dates givens varying between 90 and 97, are hypotheses, which are presumably approximately correct'.[1]

(آپ کی تاریخ پیدائش بالکل صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔ مختلف کتابوں میں ۹۰ھ سے ۹۷ھ تک مرقوم ہے جو قرین قیاس اور غالباً صحیح ہیں)

مشہور قول کے مطابق امام مالک ۹۳ھ میں مدینۃ المنورہ میں پیدا ہوئے اور صحیح روایت کے اعتبار سے ۱۷۹ھ میں ہارون رشید عباسی کے عہد میں مدینۃ المنورہ ہی میں وفات پائی۔ ان کا نسب ذی اصبح یمنی سے جا ملتا ہے۔ امام مالک کی ولادت کے وقت بنی اُمیہ کی حکومت کا اوج شباب تھا۔ ولید بن عبدالملک جو اُموی مروانی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا، اس کا سریر آرائے خلافت دمشق تھا۔ فتوحات اسلامیہ کا سیلاب مشرق میں ترکستان، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب افریقہ اور اسپین کی سرزمینوں میں موجیں لے رہا تھا، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عہد میں امام پیدا ہوئے اس کا تاجدار جس سرزمین کو تلوار سے فتح کر رہا تھا امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہیں قبضہ حاصل کیا یعنی طرابلس، تیونس، الجزائر، مراکش اور اسپین میں۔[2]

امام مالک فنِ حدیث کے مسلمہ امام ہیں۔ بڑے بڑے محدثین اور نامور فقہاء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ موریطانیہ، مغرب اور اندلس جیسے دُور دراز علاقوں سے تشنگانِ علم جوق در جوق آپ کے پاس مدینہ منورہ آتے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر واپس جاتے۔ آپ کی علمی و دینی بصیرت اور سیاسی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ پانچے اُموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اپنے دورِ خلافت میں ان سے مشورہ طلب کرتے تھے۔[3]

الزواوی (متوفی ۷۴۳ھ) نے اپنی کتاب "مناقب امام مالک" میں آپ کی علمی و فقہی عظمت سے متعلق مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ :

"وقال الشافعی : لولا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز"۔[5]

(اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر امام مالک و سفیان نہ ہوتے تو علم حجاز سے چلا جاتا)

---

1. Shorter Encyclopaedia of Islam Page 321
2. مناقب الامام مالک بن انس، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ تحقیق الطاہر الدرودیری ص ۱۵۹۔۱۶۰ مدینۃ المنورہ، مکتبہ طیبہ طبع ۱۹۹۰ء، مقدمہ الدیباج علامہ ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۵۷۔۵۸ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء
3. سیرت آئمہ اربعہ، سید رئیس احمد جعفری ص ۲۲۳۔۲۲۴ کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سنہ ند
4. الدیباج، ابن فرحون مالکی ص ۵۷
5. مناقب الامام مالک بن انس، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی ص ۹۸

فقہی مسائل میں آپ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے بعد مدینہ المنورہ کے تعامل کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ نص صریح موجود نہ ہونے کی صورت میں کبھی کبھی قیاس سے بھی کام لے لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اپنی کتاب میں نقل کیا کہ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے :

"مامن احد الا وهو ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم"[1]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی بھی آدمی کے کلام کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے) یعنی آئمہ کی بات میں بھی قبول و رد کی گنجائش ہوتی ہے۔

امام مالکؒ کی وہ کتب جنہوں نے مالکی مذہب کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا :

۱۔ "الموطا" : کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ چالیس سال تک "الموطا" کی تالیف میں مشغول و مصروف رہے۔ جب کہیں وہ موجودہ شکل میں مدوّن ہو سکی۔ تقریباً ایک ہزار اشخاص نے الموطا کو امام مالکؒ سے روایت کیا، اگرچہ الموطا کئی طرق سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کے متداول نسخے دو ہیں۔

پہلا بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی (المصمودی) الاندلسی (م ۲۳۴ھ ـ ۸۴۸ء) اور دوسرا بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ ـ ۸۰۴ھ) یہ دونوں نسخے متعدد بار بالترتیب مصر اور ہندوستان میں چھپ چکے ہیں اور دونوں کی شروح اور حواشی و اختصارات موجود ہیں۔ الموطا میں امام مالکؒ نے صحیح احادیث، اخبار و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث و اثر کی کتاب ہے، لیکن اس کا لب لباب فقہ ہے۔ حضرت امام نے اس میں فقہ کی طرز پر ابواب کو مرتب کیا ہے اور اس کا اصل موضوع احکام فقہیہ ہی ہیں[2]۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں :

"امام مالک نے مؤطا میں ابواب کی جو ترتیب رکھی ہے وہ امام ابوحنیفہ کی ترتیب سے مختلف ہے اور عبادات و معاملات سب خلط ملط ہیں"۔[3]

وہ مزید لکھتے ہیں :

"احادیث نبوی کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے کی کوشش امام مالک (ف ۱۷۹ھ) کی مؤطا سے بھی قبل امام ابن الماجشون (ف ۱۶۴ھ) نے کی، لیکن سوائے زرقانی کی شرح مؤطا کے دیباچے میں نام کے حوالے کے اس کتاب کا اب کوئی پتہ نہیں چلتا۔ امام مالک کی تالیف اسی کی اصلاح اور اس کے جواب میں تھی۔ یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ اولاً خالص حدیث کے مجموعے تیار ہوئے، پھر فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب ہونے کے بعد آخر خالص فقہی کتابیں تیار ہوئیں۔ لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خالص حدیث کے بعد خالص فقہی کتابیں لکھی گئیں تو ردعمل کے طور پر قانونی احادیث کے مجموعے تیار ہوئے۔ امام زید بن علی، امام ابوحنیفہ اور الماجشون (ف ۱۶۴ھ) جنہوں نے صرف روایات مدینہ جمع کر کے ایک کتاب شائع کی اور دیگر اہل الرائے نے ایک مکتب خیال قائم کیا، جس کے پیروؤں نے بعد میں غلو پیدا کیا

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ ۳۸۲/۱ کراچی غلام علی اینڈ سنز سن ند
[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۳۹۳/۱۸ (اردو)
[3] امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی محمد حمید اللہ ص ۵۹ کراچی اردو اکیڈمی سندھ طبع ششم ۱۴۰۳ھ ـ ۱۹۸۳ء

تو بطور ردعمل اہل حدیث نے سنت کی پیروی پر زور دینے کے لئے فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کیں۔ امام مالک (ف ۱۷۹ھ) وغیرہ چند ہم عصروں کی موطاؤں کی اسی تحریک کا آغاز سمجھنا چاہیے اور صحیح بخاری کو اس کی انتہا۔[1]

زواوی (متوفی ۳۴۳ھ) نے امام شافعی کے حوالے سے موطا کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا کہ:

"وقال الشافعي: بعث ابو جعفر المنصور الى مالك لما قدم فقال له: ان الناس قد اختلفوا في العراق فضع الناس كتابا نجمعهم عليه. فوضع الموطا"[2]

(امام شافعی نے فرمایا کہ ابو جعفر منصور امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ عراق میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، آپ کتاب تالیف کیجئے تاکہ ہم انہیں اس پر متفق کر سکیں، تو آپ نے موطا تالیف کر دی)

زواوی مزید لکھتے ہیں کہ:

"جب موطا کی تالیف مکمل ہوگئی اور ابو جعفر منصور نے اس کو عباسی مملکت کے قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کی اور سب کو اس پر متفق کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو امام مالک نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا:

"ما ينبغي لك يا امير المؤمنين أن تحمل الناس على قول رجل واحد يخطي ويصيب، وانما الحق من رسول الله صلى الله عليه وسلم. وقد تفرقت اصحابه في البلدان وقلد اهل كل بلد من صار اليهم فاقر اهل كل بلد ما عندهم"[3]

(اے امیر المؤمنین آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو ایک شخص کی فقہ کا پابند کر دیں جو خطا وصواب دونوں کرتا ہے۔ جو کچھ رسول ﷺ سے منقول ہے وہ سب حق ہے۔ آپ کے صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور اہلیان شہر نے ان کی توقیر وتقلید کو بہتر جانا ہے)

ب۔ **المدونه الكبرى**: یہ امام مالک کی براہ راست تصنیف تو نہیں ہے، لیکن فقہ مالکیہ کی اصل الاصول ہونے کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لئے یہ مالکی مسلک کا بنیادی اور اہم ماخذ ہے۔ المدونۃ ایک ضخیم مجموعہ مسائل کا نام ہے، جس میں تقریباً چھتیس ہزار مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ گویا امام مالک کی آراء بالنص اور ایسے مسائل کا مجموعہ ہے جن کا استنباط امام مالک کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس طرح اس کتاب میں امام مالک کے فتاویٰ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کی تصنیف میں متعدد اہم شخصیتوں کی کوششیں شامل رہی ہیں۔

سب سے پہلے مسائل امام مالک کو ان کے شاگرد اسد بن الفرات التونسی نے مدون کیا۔ انہوں نے سوالات تو امام محمد کی کتابوں سے اخذ کئے اور جوابات امام مالک کے دیئے ہوئے لکھے۔ اس مجموعے کا نام انہوں نے المدونۃ رکھا۔ وہ عراق کے بعد مصر پہنچے اور جب وہاں سے قیروان گئے تو یہی مسائل ان سے مغربی فقیہ سحنون عبدالسلام بن سعید التنوخی نے حاصل کئے اور اس کا نام اسدیہ رکھا۔ انہوں نے اسے امام مالک کے ایک اور شاگرد عبدالرحمٰن بن القاسم المصری کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے بعض مسائل میں تصحیح کی۔ اسد بن الفرات کا مجموعہ ابواب کی صورت میں مرتب نہیں تھا۔ سحنون نے اسے باقاعدہ ترتیب دیا اور بعض مسائل میں آثار وروایات سے از خود استنباط واجتہاد

[1] حوالہ سابق ص ۳۳-۳۴ [2] مناقب الامام مالک بن انس عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ ص ۱۲۶ [3] حوالہ سابق

ایک زمانہ ایسا بھی گزرا جبکہ یہ (مالکی مذہب) خود اپنے سرچشمہ یعنی مدینہ میں گمنام سا ہو گیا، یہاں تک کہ جب ابن فرحون ۷۹۳ھ میں یہاں کے قاضی مقرر ہوئے تو انہوں نے اس کو گوشہ گمنامی سے نکالا اور وہاں دوبارہ متعارف کرایا۔[1]

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) مالکی مسلک کے بلاد مغرب وافریقیہ، تونس، الجزائر، مراکش، اندلس اور مصر میں زیادہ فروغ پانے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"واما مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فاختص بمذھبہ اھل المغرب والاندلس وان کان یوجد فی غیرھم الا انھم لم یقلدوا غیرہ الا فی القلیل لما ان رحلتھم کانت غالبا الی الحجاز وھو منتھی سفرھم والمدینۃ یومئذ دار العلم ومنھا خرج الی العراق ولم یکن العراق فی طریقھم فاقتصروا عن الاخذ عن علماء المدینۃ وشیخھم یومئذ وامامھم مالک وشیوخہ من قبلہ وتلمیذہ من بعدہ فرجع الیہ اھل المغرب والاندلس وقلدوہ دون غیرہ ممن لم تصل الیھم طریقتہ وایضا فالبداوۃ کانت غالبۃ علی اھل المغرب والاندلس ولم یکونوا یعانون الحضارۃ التی لاھل العراق فکانوا الی اھل الحجاز امیل لمناسبۃ البداوۃ ولھذا لم یزل المذھب المالکی غضا عندھم ولم یاخذہ تنقیح الحضارۃ وتھذیبھا کما وقع فی غیرہ من المذاھب"۔[2]

(لیکن امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ، ان کے مذہب سے اہل مغرب واہل اندلس مختص ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ بھی یہ مذہب پایا جاتا ہے لیکن ان ملکوں میں ان کے علاوہ کسی اور مذہب کی پیروی نہیں کی گئی اور اگر کی گئی تو بہت کم۔ جبکہ ان کا سفر غالباً حجاز کی طرف تھا اور یہ ان کے سفر کی انتہا تھی۔ مدینہ اس زمانہ میں دارالعلم تھا۔ عراق اس سے خارج تھا۔ عراق ان کے راستے میں نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے علماء مدینہ سے لینے پر انحصار کیا۔ ان کے اُستاد اور ان کے امام اس زمانہ میں امام مالکؒ تھے۔ ان سے پہلے امام مالکؒ کے اساتذہ ان کے شیوخ تھے اور امام مالکؒ کے بعد ان کے شاگرد ان لوگوں کے اساتذہ بنے۔ لہٰذا امام مالکؒ کی جانب اہل مغرب اور اہل اندلس متوجہ ہوئے اور ان لوگوں نے امام صاحب کی تقلید کی۔ نیز یہ کہ بدوی زندگی اہل مغرب اور اندلس پر غالب تھی اور اہل عراق کو جو تمدن حاصل تھا اس سے یہ لوگ دُور تھے۔ چنانچہ بدویت کی مناسبت سے اہل حجاز کی طرف مائل ہوئے، اسی لئے مالکی مذہب ان کا پسندیدہ رہا۔ اور تمدن وتہذیب کی صفائی وشستگی انہیں حاصل نہیں ہوں جیسا کہ دوسرے مذاہب کو حاصل ہوئی)

استاد ابوزہرہ نے ابن خلدون کے اس بیان کو مالکیوں پر اتہام قرار دیا اور چار وجوہ سے ان کے بیان پر تنقید کی، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

(الف) مالکی مذہب کے مغرب واندلس میں فروغ کا یہ سبب کہ وہاں کے لوگ امام کے اساتذہ اور امام مالک کے شاگرد تھے۔ مصر پر بھی صادق آتی ہے اور وہاں مالکی وشافعی قاضیوں کا غلبہ رہا۔ شافعی مذہب کو ایوبیہ حکومت کی تائید وامداد حاصل ہوئی اور اندلس میں مالکی مذہب کے فروغ کا سبب صرف حج ہی نہیں بلکہ سلطان الدولہ کی سرپرستی بھی تھی۔ اسی کو ابن حزم نے ثابت بھی کیا کہ ان کا فروغ شاہی طاقت پر ہوا۔

---

[1] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا، مترجم معراج محمد بارق ص ۸۸ کراچی قدیمی کتب خانہ سنہ ند
[2] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۹ھ ص ۴۴۹، بغداد مکتبۃ المثنی سنہ ند

(ب) جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ حجاز اور اہل مغرب و اندلس کے لوگ دونوں بدوی ہونے کی مناسبت رکھتے تھے تو یہ بات بھی درست نہیں۔ کیونکہ اہل حجاز کو کوئی بدوی نہیں کہتا اور خاص کر اموی دور میں یہاں کا تمدن اعلیٰ تھا۔ پھر بھی اگر مان لیں کہ اہلِ حجاز کے باشندے بدوی تھے تو اہلِ اندلس کے لئے یہ تسلیم نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ اسلام سے پہلے اور بعد دونوں زمانوں میں اعلیٰ تمدن رکھتے تھے۔

(ج) ابن خلدون کے نظریہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مالکی مذہب اہل بدو کا مذہب ہے، اہل تمدن وتہذیب کا نہیں ہے۔ یہ بات ان حالات کے مطابق نہیں ہے اور نہ ان قواعد وضوابط اور اصول کے مقابلہ میں درست ہے جو اس مذہب کے اصول ہیں۔ یہ مذہب اپنی خوبی وسعت اور قوت میں بہت اچھا ہے۔ مصالح مرسلہ، ذرائع، مراعات، عرف، قیاس کے نظریات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(د) ابن خلدون کا یہ دعویٰ کہ اہلِ مغرب کی بدووت نے مذہب کو خراب کر دیا۔ اس میں خوبی داخل ہونے نہیں دی۔ درست نہیں ہے۔ اہل مصر بھی کبھی بدوی نہیں رہے اور یہ بات کہ مالکی مذہب میں تنقیح وصفائی نہیں ہے، ابن خلدون کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اس میں صفائی وترقی ہے۔ استخراج مسائل اور اصول وفروع کا استنباط ہوتا ہے جو تمام عالم پر حاوی ہے۔[1]

مصر میں مالکی فقہ خود امام مالکؒ کی زندگی ہی میں فروغ پزیر ہو چکی تھی اور حجاز کے بعد مصر کو پہلا ملک سمجھا جاتا ہے جہاں امام مالکؒ کا فیض پہنچا۔ مصر کے مملیک کے زمانے میں شافعی قاضی کو پہلا درجہ اور مالکی قاضی کو دوسرا درجہ حاصل ہوتا تھا۔ بلاد تونس میں مذہب مالک ہمیشہ غالب رہا اور آج کل بھی وہاں اس کا غلبہ ہے۔ اندلس میں پہلے پہل اگرچہ امام اوزاعیؒ کا مسلک غالب تھا، لیکن ۲۰۰ھ کے بعد سے یہاں فقہ مالک کو غلبہ حاصل رہا۔ یہ ملک بڑے بڑے علماء وفقہاء اور مصنفوں کی قرارگاہ رہا۔ مغرب اقصیٰ میں مرابطین (۴۴۸ھ۔۱۰۵۶ء تا ۵۴۱ھ۔۱۱۴۷ء) کے عہد میں مالکیہ کو بہت فروغ ملا اور ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ان علاقوں کے علاوہ سوڈان، بحرین اور کویت میں بھی یہ مذہب پھیلا۔ خاص طور پر بالائی مصر میں اسے وہی حیثیت حاصل رہی جو زیریں مصر میں شافعی مسلک کو حاصل تھی۔ آج مختلف ممالک اسلامیہ میں مالکیہ کی کل تعداد تقریباً چار یا پانچ کروڑ ہے۔[2]

صبحی محمصانی نے بھی اپنی کتاب میں پروفیسر سیسیون کا قول نقل کیا ہے کہ :

''دنیا میں مالکیوں کی مجموعی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے''۔[3]

آج کل یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں مالکی مذہب کے پیروکار شمالی مغربی افریقہ کے ممالک مثلاً مراکش، موریطانیہ، تونس، الجزائر اور لیبیا میں اکثریت میں ہیں۔ مصر، سوڈان، شام، لبنان اور حجاز میں ان کی اقلیت ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے مقلدین کی تعداد کا اندازہ ساڑھے چار کروڑ لگایا گیا تھا''۔[4]

---

[1] مالک حیاۃ وعصرہ وآراؤ وفقھہ، ابوزہرہ ص۳۳۱۔۳۳۳۔ مصر مکتبہ الانجلو المصریہ طبع ثانی سن ند

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۹۹

[3] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص۴۳۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۴۶ء

[4] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا کی کتاب ص۱۰۰ پر معراج محمد بارق کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ سن ند

مختلف ممالک میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے چند مشہور ترین تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ جن کی بدولت مالکی مذہب کی اشاعت ہوئی :

مدینۃ المنورہ میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے اصحاب میں سے عبدالعزیز بن ابی حازم (م ۱۸۵ھ) محمد بن ابراہیم بن دینار (م ۱۸۲ھ) جو امام مالکؒ کے زمانے میں مدینے کے فقیہ تھے اور معن بن عیسیٰ (م ۱۹۸ھ) جو عصیہ مالک کہلاتے تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[1]

مصر میں مالکی مذہب :

۱۔ (ابو) محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم القریشی (م ۱۹۷ھ) نے امام مالکؒ، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان الثوری جیسے اہلِ علم و فضل سے علم حاصل کیا۔ ۱۶۸ھ میں امام مالکؒ کے پاس آئے اور ان کی وفات تک ان کی صحبت میں رہے۔ امام مالکؒ انہیں فقیہ مصر اور المفتی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ اُستاد کے معتقدین میں سے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بدولت مسلک مالکی مصر اور بلادِ مغرب میں پھیلا۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد لوگ فقہ کی تعلیم کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ کی کوئی تیس کتابیں مدون کیں۔ ان میں سے موطا، جامع کبیر، کتاب الاحوال، کتاب تفسیر الموطا، کتاب المناسک اور کتاب المغازی مشہور ہیں۔

۲۔ ابوعبداللہ، عبدالرحمٰن بن القاسم العتقی (م ۱۹۱ھ) مصر میں فقہ مالکی کی اشاعت کا کام کیا۔ امام مالکؒ کے علاوہ لیثؒ، الماجشون اور مسلم بن خالد سے روایت حدیث کی۔ فقہ مالکی کی تدوین میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ابوزہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں (مذہب کا روای و ناقل ہونے کے سبب) امام محمد بن الحسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاویٰ و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالکؒ کی آراء سے مختلف ہیں۔

۳۔ اشہب بن عبدالعزیز القیسی المعافری (م ۲۰۴ھ) ایک عرصے تک اُستاد کی خدمت میں رہے۔ امام مالکؒ کے راویانِ فقہ میں سے ہیں۔ امام شافعیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے اشہب سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں : کتاب الاختلاف فی القسامۃ، کتاب فی فضائل عمر بن عبدالعزیز۔ ان کی ایک کتاب کا نام بھی المدونہ ہے۔ جس کی قاضی عیاضؒ نے بڑی تعریف کی ہے۔

۴۔ ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن اللیث (م ۲۱۴ھ) امام مالکؒ کے علاوہ لیث بن سعد، ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی۔ وہ محقق مذہب مالک مشہور ہیں۔ موطا امام مالکؒ سے روایت کی اور امام کے دوسرے شاگردوں سے ان کی دیگر کتابیں بھی سنیں اور انہیں یکجا کیا۔ وہ امام شافعیؒ کے دوستوں میں سے تھے۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۸۳

۵۔ اصبغ بن الفرج الاموی (م ۲۲۵ھ۔۸۴۰ء) وہ اس دن وارد مدینہ ہوئے جس دن امام مالکؒ کا انتقال ہوا۔ اکتساب علم امام مالکؒ کے تلامذہ ابن القاسمؒ، ابن وہبؒ اور اشہبؒ سے کیا۔ (ان کا شمار نامور اور مشہور اکابر مالکی فقہاء میں ہوتا ہے۔ ابن الماجشون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے)۔

۶۔ (ابو عبداللہ) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (م ۲۶۸ھ۔۸۸۲ء) مصر کے مسلمہ فقیہ تھے۔ شاگردان مالک میں سے تھے۔ نیز امام شافعیؒ سے علم حاصل کیا۔ مغرب اور اندلس میں فقہ کی ترویج میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر میں علم کی ریاست ان پر ختم ہوگئی۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

۷۔ محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف بابن المواز (م ۲۸۱ھ۔۸۹۴ء) مالکی فقہ کے جید عالم اور مصنف، امام مالکؒ کے بعض تلامذہ سے تحصیل علم کی فقہ وافتاء میں عالم راسخ تھے۔[1]

افریقہ واندلس میں مالکی مذہب :

"تاریخ الفلسفہ فی الاسلام" کا مؤلف اندلس کے چوتھی صدی کے واقعات وحالات میں لکھتا ہے :

"ولم يدخل في الاندلس الا مذهب فقهي واحد، هو مذهب الامام مالك".[2]

(اور اندلس میں سوائے ایک فقہی مذہب کے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوا، اور وہ امام مالک کا مذہب ہے)

افریقہ اور اندلس میں مالکی مذہب کی ترویج واشاعت میں حصہ لینے والے بعض حضرات کے اسماء وتعارف مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ابو عبداللہ زیاد بن عبدالرحمن القرطبی المعروف بہ شبطون (م ۱۹۳ھ) اندلس میں مؤطا امام مالکؒ سب سے پہلے انہی کے ذریعہ پہنچی۔ وہ دوبار امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فتاویٰ مسلک مالک میں بھی ان کی ایک تصنیف ہے جو "سماع زیاد" کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ انہیں فقیہ اندلس کے نام سے یاد کرتے تھے۔

۲۔ عیسیٰ بن دینار الاندلسی (م ۲۱۲ھ) اندلس میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں مانا جاتا تھا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ امام مالکؒ سے مدینہ منورہ میں الموطا کا درس لیا اور مشرق سے لوٹے تو ریاست علم کے مالک مانے گئے۔

۳۔ یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی (المصمودی) (م ۲۳۴ھ۔۸۴۹ء) امام مالکؒ سے الموطا سنی۔ اس سے پہلے اندلس ہی میں زیاد بن عبدالرحمن القرطبی سے اس کا سماع کر چکے تھے۔ اندلس میں فقہ ومسلک مالکی انہیں کے ذریعے پھیلا اور پھلا پھولا۔ وہ اگرچہ اندلس میں عہدہ قضاء پر متمکن تو نہیں ہوئے لیکن وہاں ان کے مشوروں کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کے بے شمار شاگرد تھے۔ الموطا کی مشہور ومتداول روایت انہیں کی ہے اور یہی معتبر ترین سمجھی جاتی ہے۔ وہ عاقل اہلِ اندلس کے لقب سے مشہور تھے۔

---

[1] حوالہ سابق ۱۸/۳۹۶

[2] تاریخ الفلسفہ فی الاسلام، الاستاذ ت۔ ج۔ دی بور جامعہ مستر دام T.J. D Doer اس کتاب کا محمد عبدالہادی ابوریدہ نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ص ۳۶۴۔ مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷ء طبع رابع سنہ

۸۔ عبدالملک بن حبیب بن سلیمان السلمی (القرطبی) (م ۲۳۸ھ۔ ۸۵۳ء) فقہ مالک کے حافظ سمجھے جاتے تھے۔ تاریخ وادب میں بھی بڑی دسترس تھی۔ کثیر التعداد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے کتاب "الواضحة فی السنن والفقه" مشہورترین ہے۔ ابن الماجشون، مطرف، عبداللہ بن الحکم جیسے علماء سے فقہ وحدیث کا درس لیا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ یحییٰ بن یحییٰ تلمیذ امام مالکؒ کی وفات کے بعد ریاست علمی انہیں کے حصے میں آئی (اور وہ اپنے زمانے میں اندلس کے عالم اور فقیہ مشہور تھے)۔

۹۔ شمالی افریقہ میں عبداللہ بن غانم الافریقی (م ۱۹۰ھ) تھے اور ان کے ساتھ ابوالحسن علی بن زیاد التونسی (م ۱۸۳ھ) تھے جنہوں نے امام مالکؒ، سفیان ثوری، لیث بن سعد جیسے علماء سے سماعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں افریقہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ الزواوی (م ۴۳۷ھ) کی کتاب "مناقب الامام مالک بن انس" کے تحقیقی حاشیہ میں الدردیری نے لکھا "وهو اول من ادخل موطا مالک و جامع سفیان الثوری الی الویقیة"۔[1] (سب سے پہلے انہوں نے ہی موطا امام مالکؒ اور جامع سفیان ثوری کو اہل افریقہ میں متعارف کرایا) قیروان کے اہل علم اختلاف مسائل کے وقت ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ قاضی اسد بن الفرات اور سحنون جیسے علماء نے ان کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا۔

۱۰۔ اسد بن الفرات (م ۲۱۳ھ۔ ۸۲۸ء) مسائل فقہ مالک کی اولین کتاب المدونة (الاسدیہ) انہی کی تصنیف ہے۔ اصلاً نیشاپور کے رہنے والے تھے، ولادت حران میں ہوئی اور نشوونما (قیروان اور) تونس میں پائی۔ اولاً علی بن زیاد تلمیذ مالک سے موطا کا درس لیا اور پھر بنفس نفیس امام سے ملاقات کی اور شرف صحبت حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ عراق بھی گئے اور امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ عظام قاضی ابو یوسف، امام محمد اور اسد بن عمرو سے فقہ کی تحصیل کی اور قاضی ابو یوسف نے ان سے موطا کی سماعت کی۔ (۲۱۲ھ۔ ۸۲۷ء) میں بحری بیڑہ لے کر جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا) زیادۃ اللہ والی افریقہ نے انہیں معاً قاضی وامیر صقلیہ مقرر کیا۔ صقلیہ میں نظام حکومت کی تشکیل کے ساتھ ہی باقاعدہ محکمہ قضاء بھی قائم ہوا۔ دارالسلطنت بلرام کے قاضی کو قاضی القضاء کی حیثیت دی جاتی اور دیگر شہروں میں قاضی ومفتی مقرر کئے جاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ اسلامی قوانین فوجداری کی رو سے ہوتا تھا۔ نفاذ حدود میں فقہ حنفی سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ اہل صقلیہ کی اکثریت حنفی المذہب تھی، تاہم کچھ عرصہ بعد حنفی ومالکی دونوں فقہوں کے علماء قاضی بنائے جانے لگے۔ فاطمی دور حکومت میں صقلیہ کی عدالتوں میں شیعی فقہ کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ جبکہ دولت کلبیہ کے عہد میں قضاء پر سنی المذہب علماء کا تقرر عمل میں آیا۔ صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت ۴۶۴ھ۔ ۱۰۷۱ء) تک قائم رہا۔[2] وہ قیروان کے قاضی بھی تھے اور حصار سرقوسہ میں امیر لشکر بھی اور اسی معرکے میں ان کی وفات ہوئی۔

۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۸۲

[1] حاشیہ مناقب الامام لمالک بن انس للزواوی مطاہر محمد الدردیری ص ۸۳

[2] تاریخ نفاذ حدود، نور احمد شاہتاز ص ۱۹۷۔ کراچی فضلی سنز ۱۹۹۸ء اس میں احسن التقاسیم للمقدسی ص ۲۲۸ گستاولی بان، تمدن عرب ص ۲۸۱۔ تاریخ صقلیہ ۱/۲۳۱، ۹۳/۲ ایس پی اسکاٹ اخبار الاندلس ۲/ ۳۳ کے حوالے سے مذکور ہے

۷۔ عبدالسلام بن سعید (بن حبیب) التنوخی المعروف بہ سحنون (م ۲۴۰ھ۔۸۵۴ء) (قیروان میں پیدا ہوئے) انہوں نے تونس اور پھر مصر میں امام مالکؒ کے تلامذہ سے تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ بھی گئے اور وہاں کے علماء سے اکتساب کیا۔ اس وقت امام مالکؒ انتقال کر چکے تھے۔ ان کے بارے میں ابن القاسم کا کہنا ہے کہ افریقیہ سے ہمارے پاس سحنون جیسا کوئی عالم نہیں آیا، قیروان کے قاضی بھی رہے۔ المدونہ کا سہرا انہی کے سر ہے۔ وہ اپنے زمانے کے محبوب ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔[1]

مشرق میں مذہب مالکی کی اشاعت :

مشرق میں اس مذہب کی اشاعت کرنے والے مشہور حضرات میں سے چند مشرق ادنیٰ میں تھے۔ مثلاً بصرہ میں عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (م ۲۲۱ھ) تھے اور مشرق اقصیٰ مثلاً یحییٰ بن یحییٰ التمیمی (م ۲۲۶ھ) نیشاپور میں رہے تھے۔[2] ان کے علاوہ مشہور حضرات یہ ہیں :

۱۔ ابومروان عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون (م ۲۱۲ھ۔۸۲۷ء) سحنون وغیرہ علماء نے انہیں سے تحصیل فقہ کی۔ ان کے والد عبدالعزیز بن الماجشون امام مالکؒ کے دوست تھے، وہ فقیہ بن فقیہ تھے۔ وہ امام مالکؒ کے تلامذہ میں اپنی دانائی کے اعتبار سے مشہور تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔

۲۔ احمد بن المعذل بن غیلان العبدی، ابن الماجشون وغیرہ سے تحصیل کی۔ مشرق اور خصوصاً عراق میں وہ مالکیہ میں بلند ترین فقیہ سمجھے جاتے تھے۔

۳۔ القاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید (م ۲۸۲ھ۔۸۹۶ء) بن المعذل سے فقہ کا درس لیا اور ابن المدینی سے حدیث پڑھی۔ مالکیہ عراق نے فقہ کی تعلیم انہی سے لی۔ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ انہوں نے فقہ مالک کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ لیا اور لوگوں کو مسلک مالک کی طرف رغبت دلائی اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً احکام القرآن، احوال القیامۃ (تقریباً تین صد ورق)، المبسوط، الاحتجاج بالقرآن، شواہد الموطاء، الاموال والمغازی۔[3]

مالکی اور حنفی مذہب کی نشو و نما میں فرق :

(الف) امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد ایک مکتبہ تھے۔ لہٰذا ان کی شخصیتیں امام کی شخصیت میں مدغم نہیں ہوئیں، بلکہ وہ امام ابوحنیفہ کی زندگی میں ان سے مجادلہ، قیاسات میں ان سے تنازع و مخالفت کرتے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد فقہ عراقی کی ریاست امام ابویوسف اور امام محمد کے سپرد ہوئی تو فقہ حنفی نے ترقی کی۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۹۷ [2] حوالہ سابق ۸/۳۸۳ [3] حوالہ سابق ۸/۳۹۷

جبکہ امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی طرح اپنے شاگردوں کے لئے مناقشہ کا دروازہ نہیں کھولا۔ قیاس کے طریقہ یا آراء کے تقارع پیش نہیں آیا۔ بلکہ مسائل کے احکام ان کے اخذ کے طریق سے واضح کر کے تعلیم کرتے تھے اور ان سے ان کے شاگرد جمع کرتے۔ جس کی تدوین خود امام مالک نے کی ہوئی تھی۔ البتہ ان کے شاگردوں کی امام مالکؒ کی شخصیت کی طرح حیثیت نہیں تھی۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے شاگردوں کی رائے قائم ہوئیں جس میں انہوں نے امام مالکؒ سے اختلاف بھی کیا۔ استاد ابوزہرہ نے اس طرح کے اختلاف کی کئی مثالیں اپنی کتاب میں پیش کیں ہیں۔[1]

(ب) دوسری حقیقت جس میں مالکی مذہب، حنفی مذہب سے جدا ہے یا عام شکل میں عراقیین کے مذہب سے جدا ہے وہ یہ ہے کہ مالکی مذہب میں استنباط یا تخریج کا طریقہ حنفی منہاج کے خلاف ہے۔[2]

Noel J. Coulson اپنی کتاب میں حنفی و مالکی مذاہب کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور ان کے مخصوص موطن سے متعلق لکھتے ہیں:

> "The two oldest schools are the Hanafis and Malikis, and both came into existence as the represantatives of the legal tradition of a particular geographical Locality —— The Former being the disciples of Abu Hanifa (d.767) in the Iraq center of Kufa, the later the followers of Malik b. Anas (d. 769) in the Arabian Center of Medina.[3]

(حنفی اور مالکی مذاہب دونوں قدیم ترین ہیں۔ یہ دونوں معارض وجود میں ایک خاص قانونی روایت اور مخصوص جغرافیائی یا حالات کی مرہون منت ہیں۔ جس میں اول الذکر امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۷۶۷ء) کے مقلدین کا عراق کے مرکزی شہر کوفہ میں مرکز تھا اور مؤخر الذکر امام مالکؒ بن انس (متوفی ۷۶۹ء) کا مرکز مدینۃ المنورہ جزیرہ نمائے عرب میں تھا)

حنفی و مالکی مذہب کے مناہج کے مابین فرق و اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے Noel J. Coulson مزید لکھتے ہیں:

> "Because this group believed that every rule of Law must be derived either from the Qur'an or from the Prophet's practice as recorded in reports known as Hadith they became known as the supporters of Hadith" (ahl-al-Hadith), as against the supporters of ray" (ahl-al-ra'y). Who maintained that the free use of human reason to elaborate the Law was both legilimate and necessary. The rift between the two groups hardened in the eight century into the first fundamental conflict of principle in nascent Islamic Jurispruedence and epitomized the tension between the divine and the human element in Law".[4]

---

[1] مالک حیاتہ و عصرہ و آراؤہ و فقہہ ص ۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵ ملخص [2] حوالہ سابق ص ۲۳۶

[3] Conficts and Tensions in Islamic Jurisprudence, Noel J. Coulson Page # 21, The University of Chicago Press Chicago and London 1969.

[4] حوالہ سابق ص ۲۳

(مالکی مذہب کے ماننے والے اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ ہمیں احکام قرآنی کے ساتھ حدیث کو بھی ایک بنیادی ماخذ کے طور پر مشعلِ راہ بنانا چاہیے۔ اسی وجہ سے انہیں اہلِ حدیث کہا گیا۔ اس کے برعکس حنفی مذہب کے اصحاب الرائے اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ قرآن واحادیث نبوی کے بعد نئے مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعہ کرنا چاہیے۔ اجتہاد سے مقصد یہ تھا کہ ہر صاحب فہم وفکر انسان قرآن وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل دریافت کرے۔ اسی لئے حنفیہ کا نام اہل الرائے پڑ گیا اور انسانی ذہن وفکر کو ر کھتے ہوئے اس انداز سے اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح ان کے لئے ضروری تھی۔ لیکن ان دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلاف آٹھویں صدی عیسوی میں زیادہ اُبھر کر سامنے آیا اور اسی وقت سے ان دونوں مکاتب ہائے فکر میں اسلامی فقہ کی تدوین وتشریح مختلف انداز سے کی جانے لگی)

☆☆☆

فصل سوم

شافعی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام شافعیؒ:

محمد بن ادریس بن العباس، شافعی ۱۵۰ھ میں خودان کے ایک قول کے مطابق بمقام غزہ (شام) میں پیدا ہوئے[1] اور صحیح قول کے مطابق ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی[2]۔

ان کا سلسلہ نسب عبد مناف پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے حضرت سائب کو حضور ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے وہ جنگِ بدر کے روز اسلام لائے تھے۔ ان کے بیٹے شافع کو بھی جوانی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا[3]۔

غزہ امام شافعی کا آبائی وطن نہیں بلکہ ان کے والد کسی ضرورت سے شام آئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا[4]۔ امام شافعی کی ولادت کے دو سال بعد ان کی والدہ انہیں آبائی وطن مکہ لے آئیں۔ وہیں انہوں نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم اور دس برس کی عمر میں موطا حفظ کر لی[5]۔ امام شافعی نے جن اساتذہ کو تحصیل علم کے لئے منتخب فرمایا اس سے متعلق ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

> "وانتهت رياسة الفقه بالمدينة الى مالك بن انس رحل اليه ولازمه واخذ عنه وانتهت رياسة الفقه بالعراق الى ابى حنيفة فاخذ عن صاحبه محمد ابن الحسن جملا ليس فيها شئى الا وقد سمعه عليه فاجتمع له علم اهل الرائ وعلم اهل الحديث فتصرف فى ذلك حتى اصل الاصول وقعد القواعد واذعن له الموافق والمخالف واشتهر امر وعلا ذكره وارتفع قدره حتى صار منه ماصار"[6]۔

---

[1] توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی، حافظ ابن حجر العسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ۔ ص ۳۹، مطبعہ المیریہ بولاق مصر الحجیہ ۱۳۰۱ھ۔ ابن حجر نے ان کی جائے پیدائش سے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں اس میں امام شافعی سے ایک قول غزہ میں ولادت کا بھی منقول ہے۔

[2] مناقب الامام الشافعی، ابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) ص ۷۴۔۷۵۔ تحقیق وتعلیق خلیل ابراہیم ملا خاطر، جدہ، دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ، بیروت مؤسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء

[3] حوالہ سابق ص ۶۳۔۶۴

[4] کتاب الجواهر اللماع، فیما ثبت بالسماع من حکم الامام الشافعی المنظومہ والمنثورۃ، حسین ابن عبداللہ باسلامیہ شافعی مکی ص ۱۹۔ مصر مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ

[5] کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاۃ الامام محمد بن ادریس محمد آفندی مصطفیٰ ص ۳۔ المطبعۃ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء

[6] توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی ص ۵۴

(مدینہ کی ریاست فقہ امام مالک بن انس پر ختم ہوتی تھی ان کی خدمت میں رہ کر اکتساب کیا۔ عراق کی ریاست فقہ امام ابوحنیفہ پر ختم ہوتی تھی وہاں ان کے شاگرد محمد بن حسن سے ان کی مکمل فقہ سیکھی۔ اس طرح ان میں اہل الرای اور اہل حدیث دونوں کا علم مجتمع ہو گیا۔ پھر آپ نے اس علم کی روشنی میں اپنے اصول وقواعد وضع کیے۔ موافق ومخالف آپ کی فضیلت علمی کے معترف ہوئے آپ کو شہرت وقدر ومنزلت حاصل ہوئی اور آپ کیا سے کیا ہو گئے)

ابن حجر نے آپ کی فقہی عظمت وشان سے متعلق مختلف اقوال پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ :

" وقال احمد بن حنبل : لولا الشافعی ماعرفنا فقه الحدیث ".[1]

(امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم فقہ الحدیث نہیں سمجھ پاتے)

مگر امام شافعی اپنے منہج سے متعلق فرماتے تھے :

" اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولوا بها ودعوا ماقلته ".[2]

(اگر تم میری کتاب میں سنتِ رسول ﷺ کے خلاف کچھ پاؤ تو اس کی نشاندہی کرو اور میری بات کو چھوڑ دو)

اور وہ فرماتے تھے :

"کل متکلم من الکتاب والسنة فهو الحق وماسواه هذیان ".[3]

امام مزنی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا :

" اذا وجدتم سنة صحیحة فاتبعوها ولا تلتفتوا الی قول احد ".[4]

(اگر تمہیں سنت صحیحہ ملے تو اس کی اتباع کرو اور کسی اور کے قول کی طرف توجہ نہ دو)

فقہ شافعی کی اشاعت :

مصر اور شام شافعی مذہب کا مرکز تھے ان علاقوں میں جب سے شافعی مذہب کا ظہور ہوا، برابر غلبہ حاصل کرتا رہا۔ ان شہروں میں ان کے علاوہ قضا اور خطابت کا عہدہ کسی کے سپرد نہ کیا جاتا تھا۔ پھر مذہب شافعی نے مصر سے نکل کر عراق میں عروج حاصل کیا اور بغداد میں ان کے متبعین کی اکثریت ہو گئی اور بہت سے علاقے خراسان، توران، شام اور یمن میں انہوں نے غلبہ حاصل کیا۔ ماوراء النہر فارس، حجاز اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں جا پہنچا اور ۳۰۰ ھ میں شمالی افریقہ اور اندلس میں بھی اس نے رسوخ حاصل کر لیا۔

عبدالحئی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے لکھا :

" وشاع مذهب الشافعی فی اکثر بلاد الحجاز والیمن بعض بلاد الهند وبعض اطراف بلاد الدکن وبعض اطراف خراسان وتوران ".[5]

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳۵ [2] حوالہ سابق ص ۶۳ [3] حوالہ سابق ص ۶۴

[4] کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاۃ الامام محمد بن ادریس، محمد آفندی مصطفیٰ ص ۲۴، المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء

[5] الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه، امام ابوالحسنات محمد عبدالحئی لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) ص ۶، کراچی مکتبہ خیر کثیر سند

(اور مذہب شافعی حجاز اور یمن کے اکثر شہروں میں اور ہند کے بعض شہروں میں، دکن، خراسان اور توران کے بعض حصوں میں پھیلا)

ابن خلدون متوفی (۸۰۸ھ) شافعی مذہب کی اشاعت سے متعلق فرماتے ہیں :

"واما الشافعي فمقلدوه بمصر اكثر مما سواها وقد كان انتشر مذهبه بالعراق وخراسان وماوراء النهر وقاسموا الحنفية في الفتوى والتدريس في جميع الامصار وعظمت مجالس المناظرات بينهم وشحنت كتب الخلافيات بانواع استدلالاتهم ثم درس ذلك كله بدروس المشرق واقطاره وكان الامام محمد بن ادريس الشافعي لمّا نزل على بني عبدالحكم بمصر اخذ عنه جماعة من بني عبدالحكم واشهب وابن القاسم وابن المواز وغيرهم ثم الحارس بن مسكين وبنوه انقرض فقه اهل السنة من مصر بظهور دولة الرافضة وتداول بها فقه اهل البيت وتلاشى من سواهم الى أن ذهبت دولة العبيديين من الرافضة على يد صلاح الدين يوسف بن ايوب ورجع اليهم فقه الشافعي واصحابه من اهل العراق والشام فعاد الى احسن ماكان ونفقت سوقه واشتهر منهم محيي الدين النووى من الحلبه التي ربيت في ظل الدولة الايوبية بالشام وعز الدين بن عبدالسلام ايضا ثم ابن الرفعة بمصر وتقي الدين بن دقيق العيد ثم تقي الدين السبكي بعدها الى ان انتهى ذلك الى شيخ الاسلام بمصر لهذا العهد وهو سراج الدين البلقيني فهوا ليوم اكبر الشافعيه بمصر كبير العلماء بل اكبر العلماء من اهل المصر "[1]

(امام شافعی کے مقلدین کی تعداد اور دوسرے علاقوں کی نسبت مصر میں زیادہ ہے۔ ان کا مذہب عراق وخراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں بھی پھیل چکا ہے اور تمام شہروں میں فتوی وتدریس میں احناف کے حریف بنے ہوئے ہیں۔ ان کے مابین مناظروں کی محفلیں گرم رہتی ہیں اور کتب خلافیات انواع واقسام کے استدلالات سے بھری پڑی ہیں اور مشرق کے تمام مدارس میں ان کا درس دیا جاتا ہے۔ امام شافعی جب مصر میں بنی الحکم کے پاس وارد ہوتے تو بنی الحکم کے خاندان کی ایک جماعت اور اشہب، ابن القاسم اور ابن المواز وغیرہ نے ان کا مذہب اخذ کیا۔ پھر حارث بن المسکین اور ان کی اولاد نے ان سے استفادہ کیا۔ پھر شیعہ سلطنت کے ظہور سے اہل سنت کی فقہ ختم ہوگئی اور وہاں اہل بیت کی فقہ نے رواج حاصل کر لیا اور دوسرے مذاہب کی فقہ ختم ہوگئی۔ یہ صورت سلطان صلاح الدین ایوبی کے مصر پر قبضہ تک باقی رہی۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے تسلط حاصل کر لینے کے بعد فقہ شافعی اور ان کے اصحاب عراق وشام سے دوبارہ مصر چلے آئے اور وہی بازار دوبارہ گرم ہوگیا۔ اور ان میں محی الدین النووی نے شہرت حاصل کی جو کہ شام میں دولت ایوبیہ کے زیر سایہ تربیت حاصل کر چکے تھے۔ نیز عزالدین بن عبدالسلام، ابن الرفعہ، تقی الدین، ابن دقیق العید، پھر ان کے بعد تقی الدین سبکی نے شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ مصر کے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے فقہ شافعی کا علم اپنے ہاتھ میں لے لیا جو کہ آج کل شافعیہ کے بہت بڑے فقیہ بلکہ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں)

[1] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ) ص ۴۴۸۔۴۴۹۔ بغداد، مکتبۃ المثنی سن ندارد

مصر میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مصر تو اس کا پہلا وطن سمجھا جاتا ہے۔ وہاں حنفی اور مالکی مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسی کی سیادت رہی اور دولت فاطمی کے آنے تک اسے غلبہ حاصل رہا۔ اس کے بعد مصر میں شیعہ امامیہ کی فقہ پہنچنے لگی اور اس کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۳۲ھ۔ ۱۱۶۹ء) نے مصر پر قبضہ کیا اور اس نے مذہب معروف کو دوبارہ بحال کیا، مذہب شافعیؒ پر عمل درآمد ختم ہو گیا۔ ایوبی خاندان نے ہمیشہ مذہب کو عزت کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ یہ سب شافعی المسلک تھے بجز عیسیٰ بن العادل ابوبکر کے جو شام کا حاکم تھا اس نے حنفی مذہب اختیار کر لیا تھا ورنہ عیسیٰ کے سوا اس خاندان کا کوئی فرد حنفی نہ تھا پھر ان کی اولاد بھی حنفی مذہب کی پابند رہی۔ چنانچہ حنفیہ اسے اپنے فقہاء میں شمار کرتے ہیں۔ پھر جب سلطنت ایوبی کے بعد دولت ممالیک کا دور آیا تو شافعیؒ مذہب کی وقعت اور عزت میں کمی نہیں آئی کیونکہ ان کے سلاطین بجز سیف الدین جبرس کے سب شافعی المسلک تھے صرف سیف الدین حنفی مذہب کا پابند تھا بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے تو کتاب "حسن المحاضرہ" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس خاندان کے تمام افراد شافعی تھے۔

چنانچہ اس سلطنت میں بھی شافعی مذہب کے مطابق فیصلے ہوتے رہے اور عہدۂ قضا شافعی علماء کے ہاتھ میں رہا لیکن ۶۶۴ھ/۔ ۱۲۶۵ھ۔ ۱۲۶۶ھ میں ملک الظاہر جبرس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر مذہب کا الگ قاضی ہونا چاہئے جو اس مذہب کے مطابق فیصلہ کرے۔ لہٰذا اس وقت سے لے کر قاہرہ اور فسطاط میں ہر مذہب کا الگ قاضی ہوتا تھا اور اس نے نواب مقرر کئے اور شہود کا اجلاس بٹھایا مگر شافعی کا مرتبہ دوسرے مذاہب اربعہ پر بلند رکھا کیونکہ یہاں انہی کو تولیت نواب کے اختیارات حاصل تھے۔ اموال یتامیٰ اور اوقاف کے محکمے بھی اسی کے سپرد تھے اس لئے اس مذہب کو سلطنت میں اونچا مقام حاصل تھا۔ پھر اس کے بعد مالکی اور پھر حنبلی کا درجہ تھا مگر صبح الاعشیٰ میں مذکور ہے کہ ابن بطوطہ الملک الناصر کے دور میں ترتیب بیان کرتے ہوئے حنفی کو مالکی پر مقدم رکھتے ہیں۔ پھر جب عہدۂ قضا زبان الدین بن عبدالحق الحنفی کے ہاتھ آیا تو وزراء نے ملک الناصر کو اشارہ کیا کہ مالکی اس سے اوپر بیٹھا کرے۔ جیسا کہ پہلے سے رواج چلا آتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

پھر چرکسی ممالیک کے دور میں بھی یہی حالت قائم رہی۔ حتیٰ کہ مصر میں عثمانی سلطنت قائم ہو گئی انہوں نے مذاہب اربعہ کے عہدۂ قضاء کو مذہب کے اختصاصات کو ختم کر کے عہدہ حنفی مذہب کے سپرد کر دیا اور آج تک اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں احوال شخصیہ، وقف، توارث اور وصیت کے مسائل میں اس نے دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتے ہیں [1]

صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

" وان مصر ولاریب ھی عمادۃ المذھب الشافعی ، ففیھا نشر الامام الشافعی مذھبہ الجدید ۔ وفیھا کان کثیر من اصحابہ وتلامیذہ وناشری مذھبہ ، وفیھا لایزال لہ اتباع

[1] شافعی حیاۃ وعصرہ وآراؤہ وفقھہ ابوزہرہ ص ۳۷۱۔۳۷۲ مطبوعہ دارالفکر العربی سنہ ند

کثیرون ، وخاصة في الريف ، وكان هذا المذهب مذهب الدولة ايام الايوبيين ، وكان منصب شيخ الازهر الشريف محصوراً في علمائه مدة من الزمن "[1]

(یعنی مصر شافعی مذہب کا مرکز تھا کیونکہ امام شافعی نے یہیں اپنے مذہب کو رواج دیا اور آپ کے اکثر شاگرد اور ناشرین مذہب بھی گزرے ہیں اور آپ کے پیروکار وہاں کثرت سے موجود ہیں، بالخصوص ریف کے علاقے میں۔ حکومت ایوبیہ کے عہد میں حکومت کا یہی مذہب تھا اور مدت دراز تک جامعۃ الازہر کے شیخ کا منصب شافعی علماء کے لئے مخصوص رہا)

شام میں مذہب شافعی کی اشاعت :

تیسری صدی ہجری کے اختتام، دسویں صدی کے آغاز تک انہوں نے شام میں اوزاعیوں کے مقابلے میں کافی کامیابی حاصل کی۔ چنانچہ ابوزرعہ (م ۳۰۲ھ۔۹۱۵ء) سے شروع ہو کر دمشق میں قاضی کا عہدہ ہمیشہ انہی کے پاس رہا۔ مقدسی کے زمانے میں شام، کرمان، بخارا اور خراسان کے بڑے حصے میں قاضی کا عہدہ شوافع ہی کے پاس تھا۔ الجزیرہ (اقور) اور دیلم میں انہیں زبردست قوت حاصل ہو چکی تھی۔[2]

عراق میں مذہب شافعی کی اشاعت :

امام شافعی پہلی مرتبہ جب بغداد آئے تو وہ مالکی فقہ سے تو واقف ہی تھے وہاں مشہور حنفی عالم محمد بن حسن الشیبانی کے ذریعے فقہاء عراق کے نظریات کا تفصیلی علم بھی حاصل کر لیا۔ کچھ عرصہ بغداد میں قیام کے بعد وہ حجاز چلے گئے اور ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے تو علماء عراق ان سے مستفید ہوئے ان علماء کے سامنے امام شافعی نے اپنے نظریات کی وضاحت کی اور انہیں فقہ شافعی کے اصول و ضوابط تحریر کرائے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ حجاز چلے گئے اور پھر ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق آئے اور اسی سال مصر چلے گئے۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں امام شافعی نے وہاں اپنے مذہب کی اشاعت کی۔ عراق میں ان کے شاگردوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی جو اس مذہب کی ترویج و اشاعت کے کام میں مصروف رہتی جس کی وجہ سے عراق میں بھی مذہب شافعی قدر و منزلت حاصل ہو گئی مگر وہ کسی صورت حنفی مذہب پر غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ اس بات کی تصدیق "کتاب خطط المقریزی" میں مذکور چوتھی صدی ہجری کے اس واقعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں تحریر ہے کہ خلیفہ قادر باللہ ابوالعباس کے زمانہ خلافت میں شافعی مذہب کے ایک بہت بڑے پیروکار ابوحامد الاسفر اینی کو خلیفہ کے دربار میں تقرب حاصل ہوئی۔ اسفر اینی کی سفارش اور اصرار پر خلیفہ نے ابومحمد بن الاکفانی الحنفی کی جگہ ابوالعباس احمد بن محمد البارزی شافعی کو بغداد کا قاضی مقرر کر دیا۔ حنفیوں کو خلیفہ کے اس اقدام سے تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے اس تقرری کی پر زور مخالفت شروع کر دی۔ دریں اثنا خلیفہ کو بھی بعض شواہد کی بنا پر یقین ہو گیا کہ اسفر اینی ان کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ چنانچہ خلیفہ نے اسفر اینی کو جلاوطن اور بارزی کو عہدہ قضا سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح قضاء دوبارہ حنفیوں کے ہاتھ میں آ گئی اور ان کی گمشدہ عزت و شوکت بحال ہو گئی۔ یہ واقعات ۳۹۳ھ میں پیش آئے۔

---

[1] فلسفة التشريع في الاسلام ، صبحي محمصاني ص ۳۸، بیروت الکشاف ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۵۸۱/۱۱

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر عراق میں تو شافعی مذہب کی ترقی رک گئی لیکن سلطان محمود بن سبکتگین اور نظام الملک کی بدولت بلاد مشرق میں صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشینوں کی مدد سے مصر میں اس مذہب کی کافی اشاعت ہوئی[1]

دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

"امام شافعی کی سرگرمیوں کے دو بڑے مراکز بغداد اور قاہرہ تھے ...... تیسری اور چوتھی صدی/ نویں و دسویں صدی عیسوی میں ان دو شہروں میں شافعی مذہب کے مقلدین کا اضافہ ہونے لگا۔ حالانکہ ابتداء ہی سے بغداد میں جو اس وقت اہل الرائے کا مرکز تھا انہیں بڑی مشکلات درپیش رہیں[2]

فارس، خراسان، بجستان اور ماوراء النہر میں شافعی مذہب کی اشاعت :

اس بارے میں استاد ابوزہرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

شافعی مذہب فارس میں بھی پہنچا۔ بقول سبکی کے ایک زمانہ تو وہ تھا کہ وہاں سوائے مذہب شافعی اور مذہب داؤد ظاہری کے کسی مذہب کے قدم ہی نہیں جم پائے۔ پھر شیعی مذہب وہاں کا عوامی مذہب بن گیا۔ اسی طرح بلاد خراسان، بجستان اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی شافعی مذہب ایک مخصوص منزلت رکھتا تھا۔ یہاں حنفیوں اور شیعوں سے اس مذہب کے متبعین کی جنگیں بھی ہوئیں۔

مذہب شافعی کے شیوع ان بلاد و امصار میں سبب اس کے علماء کی نشاط فکر تھی۔ محمد بن اسماعیل القفال الکبیر الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ابن سبکی کے بیان کے مطابق رے اور ماوراء النہر میں پاؤں جمانے کے مواقع فراہم کئے۔ اسی طرح عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ المروزی کے باعث جیسا کہ سخاوی کا قول ہے، مرو میں اور سفرائنی کے باعث اسفرائن میں یہ مذہب پھیلا۔ مذہب شافعی جس طرح عوام کے لئے جذب وکشش رکھتا تھا اسی طرح خواص بھی اس کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ "الکامل" میں ۵۹۵ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غزنہ کا فرماں روا غیاث الدین جو مذہب کرامیہ کا پیرو تھا، شافعی ہو گیا تھا۔ اس مذہب کو دوسرے مذاہب شیعہ، حنفی وغیرہ سے مصروف پیکار بھی ہونا پڑا۔ اور یہ رزم و پیکار خونریزی تک بھی کبھی کبھی منتج ہوئی۔ مقدسی نے احسن التقاسیم میں بتایا ہے کہ متعدد ممالک میں یہ اکثریت کا مذہب تھا، مثلاً طوس، ہرات، بجستان اور سرخس وغیرہ۔ لیکن بجستان اور سرخس وغیرہ میں فتنے بھی ابھرے اور تعصب کے باعث خونریزیوں کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی طرح دیلم میں فتنوں کی وہ کثرت رہی کہ خدا کی پناہ[3]

مغرب اقصیٰ اور اندلس میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مذہب شافعی مشرق کے دور دراز گوشوں میں پہنچ گیا۔ عراق، شام، یمن اور حجاز میں پہلے پھیل چکا تھا مگر مغرب اقصیٰ اور اندلس (اسپین) میں شافعی مذہب کے قدم نہ جم سکے، بجز اس کے کہ یوسف بن یعقوب بن عبدالمومن

---

[1] تاریخ القضاء فی الاسلام، محمود بن محمد عرنوس ص ۷۱ بحوالہ الخطط المقریزی ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، لاہور ادارہ فروغ اردو سن ندارد

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۵۸۱/۱۱ [3] الشافعی، ابوزہرہ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الفکر العربی سن ندارد

اندرا ئے مغرب و اندلس کی وساطت سے کسی حد تک اشاعت پذیر ہوا۔ کیونکہ اس نے ظاہری مذہب اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں شافعی مسلک اختیار کر لیا تھا اور اپنے ممالک محروسہ کے بعض شہروں پر شافعی مذہب کے قاضی مقرر کر دیئے تھے جیسا کہ ابن اثیر نے ''الکامل'' میں بیان کیا ہے۔

بلاد مغرب و اندلس میں مالکی مذہب کے غلبہ کی وجہ سے شافعی مسلک کو اثر و رسوخ حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ مقدسی صاحب احسن التقاسیم لکھتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں بلاد مغرب کے تمام شہروں میں حدود مصر تک امام شافعی سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔ ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام شافعی کا قول ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ شافعی کون شخص ہیں؟ مشرق کے امام ابو حنیفہ اور اہل مغرب کے امام مالک!

علامہ مقدسی یہ بھی لکھتے ہیں: ''میں نے اصحاب مالک کو دیکھا کہ وہ شافعی سے بغض رکھتے اور کہتے ہیں کہ امام مالک کا شاگرد ہو کر انہوں نے اپنے استاد کی مخالفت کی''۔ اہل قیروان کے متعلق لکھتے ہیں: ''وہاں کے تمام باشندے مالکی مذہب رکھتے ہیں اور ان میں باہم میل میلاپ ہے کوئی کسی کو برا نہیں سمجھتا۔ تعصب اور شور و شغب کا نام تک نہیں ہے''۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل خراسان نے شافعی مسلک آسانی اور تیزی سے اس لئے اختیار کر لیا کہ وہاں بہت سے علماء تھے اور حکام بھی اس مذہب کے پیرو تھے۔ لیکن مصر کے شافعی علماء اس نشاط فکر و ذہن سے محروم تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب اور اندلس کے فرمانروا مالکی مذہب اختیار کیے ہوئے تھے اور کسی دوسرے مذہب کو اس کا بدل نہیں پاتے تھے۔

بلاشبہ مذہبی تعصب جو شیعہ، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین پایا جاتا تھا، وہ اس مذہب کے شیوع و توسیع پر اثر انداز ہوا مگر مصر میں چونکہ تعصب نہ تھا، نہ شافعیہ اور حنفیہ کے مابین کسی قسم کی چپقلش پائی جاتی تھی اور نہ ان کے اور مالکی مذہب کے مابین کوئی کشمکش تھی۔ اس لئے وہاں مذہبی پروپیگنڈے سے جوش اور ولولہ پیدا نہیں ہو سکا۔ بلکہ ہر ایک اپنے امام کی تقلید کرتا تھا اور کسی قسم کی عصبیت کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ گو شوافع اور دیگر مذاہب کے مابین کبھی کبھی مناظروں کی محفلیں قائم ہوتی تھیں مگر وہ علمی حلقوں کے اندر ہی رہتی تھیں اور عوام میں کسی قسم کی فتنہ انگیزی کا باعث نہیں بنتی تھیں۔[1]

مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں شافعی مذہب کی اشاعت:

چوتھی صدی ہجری میں مصر کے بعد مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ ان کے بڑے مرکز تھے .... آل عثمان کے عروج سے پہلے کی آخری صدیوں میں اسلام کے مرکزی ممالک میں انہیں کامل غلبہ حاصل تھا۔ ابن جبیر کے وقت میں بھی خود مکۃ المکرمہ میں شافعی امام نمازوں میں امامت کراتا تھا۔[2]

---

[1] حوالہ سابق ص ۳۷۵ ملخص   [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۵۸۲/۱۱

قسطنطنیہ اور وسطی ایشیاء وغیرہ میں اشاعت :

عثمانی (ترک) سلاطین کے عہد میں دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ سے شوافع کی جگہ حنفی قاضی مقرر ہو کر آنے لگے اور وہی امامت کرانے لگے۔ ادھر وسطی ایشیاء میں صفویوں کے عروج (۱۵۰۱ء) کے ساتھ فقہ شیعہ نے شوافع کی جگہ لے لی۔ تاہم مصر، شام اور حجاز میں عوام شافعی مذہب ہی کے پابند رہے۔ جامع الازہر میں اس وقت بھی شافعی فقہ کا ذوق وشوق سے مطالعہ ہوتا ہے۔ جنوبی عرب، بحرین، ملیشیا، انڈونیشیا، مصر اور مشرقی افریقہ، داغستان اور وسط ایشیاء کے بعض حصوں میں اس وقت بھی شافعی مذہب ہی کو اقتدار حاصل ہے۔[1]

امام شافعی کے بعض مشہور تلامذہ جنہوں نے مذہب شافعی کی اشاعت میں حصہ لیا، امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب "مناقب الشافعی" میں ایک فصل "فی شرح تلامذہ الشافعی" کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔[2] امام ابن حجر عسقلانی نے توالی التاسیس میں حجازیین، عراقیین اور مصریین میں سے شافعی مذہب کی فقہ وحدیث نقل کرنے والے کبار اصحاب شافعی کا کچھ ضروری تفصیل کے ساتھ تعارف پیش کیا ہے۔[3]

ابن حجر کی اس فہرست کو ابوزہرہ نے کچھ حذف واضافہ کے ساتھ جس ترتیب پر مرتب کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

امام شافعی کے مکی تلامذہ :

مکہ معظمہ میں امام شافعی سے مستفیض ہونے والے تلامذہ یہ ہیں :

۱۔ **ابو بکر الحمیدی** .... بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ حافظ حدیث تھے، ثقہ تھے۔ ۲۱۹ھ میں مکہ ہی میں انتقال ہوا۔ امام شافعی کے ساتھ یہ بھی مصر آئے تھے اور یہیں رک گئے تھے۔ پھر جب امام شافعی کا انتقال ہو گیا تو یہ مکہ لوٹ گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔[4]

۲۔ **ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن العباس بن عثمان بن شافع المکی** .... ان کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہوتا تھا اور ثقہ مانے جاتے تھے۔ لیکن فقہ میں ان سے کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ مکہ ہی میں انہوں نے نشوونما کے مدارج طے کئے اور یہیں ۲۳۷ھ میں وفات پائی۔

۳۔ **ابو بکر محمد بن ادریس** .... ان کے بارے میں ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ اصحاب شافعی میں سے تھے لیکن کس سال وفات ہوئی یہ نہیں معلوم۔ مکہ میں جن لوگوں نے امام شافعی سے علم اخذ کیا یہ انہی میں سے ہیں۔

۴۔ **ابو الولید موسی بن ابی الجارود** .... اصحاب شافعی میں سے تھے۔ استاذ کی کئی کتابیں انہیں حفظ تھیں، علم ان سے حاصل کیا۔ ان کے بغداد جانے سے پہلے برابر ان کے دامن علم سے وابستہ رہے۔[5]

---

[1] حوالہ سابق ۱۱/۵۸۲

[2] مناقب الامام الشافعی، ابوعبداللہ بن محمد بن عمر الرازی متوفی ۶۰۶ ص ۱۳، مصر، مکتبہ العلمیہ سنہ ۱۳۰۱ھ

[3] توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ص ۶۳۔۷۲ مصر مطبعہ الکبیر یہ ۱۳۰۱ھ

[4] حوالہ سابق ص ۷۲ [5] الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۴۷، دار الفکر العربی سنہ ندارد

بغدادی تلامذہ :

بغداد میں جن لوگوں نے امام شافعی سے علم حاصل کیا اور ان سے مستفیض ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں :

ابوعلی الحسن الصباح الزعفرانی .... امام شافعی کے شاگردوں میں ان سے زیادہ فصیح اللسان اور جادو بیان کوئی شخص نہیں تھا۔ لغت عربیہ اور فن قراءۃ پر جوان کو عبور حاصل تھا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے ہی امام شافعی کے سامنے ان کی مشہور کتاب "القدیم" کی قراءت کی۔ ۲۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی .... یہ بہت بڑے عالم، مصنف اور پرہیزگار شخص تھے۔ سلطان کی رائے انہی کے گرد گھومتی تھی۔ اچھے مناظر بھی تھے۔ یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر جب امام شافعی بغداد تشریف لائے تو انہوں نے انہیں کے ساتھ مجالست اختیار کر لی اور الزعفرانی متوفی ۲۶۰ھ سے مذہب شافعی کی کتب پڑھنے لگے۔ ۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[2]

ابو ثور الکلبی ...... یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر امام شافعی کی صحبت اختیار کی اور ان سے حصول علم کیا اور ان کی کتابوں کی انہی سے سماعت کی۔ چنانچہ امام شافعی کی طرف ان کا میلان زیادہ ہو گیا۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[3]

ابو عبد الرحمٰن احمد بن محمد بن یحیی الاشعری البصری .... انہوں نے بغداد میں امام شافعی کا فیضِ صحبت اُٹھایا تھا۔ اس مذہب کی تائید وحمایت میں مناظرے بھی کیا کرتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور متکلم تھے۔ اجماع واختلاف کے عارف تھے۔ حکومت کی نظر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ صاحب اقتدار تھے۔ نظر وجدل کے فن سے خوب واقف تھے۔ بہت وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ عراق میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام شافعی کی متابعت کی اور ان کی تائید وحمایت اور نصرت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ متعدد مصنفات جلیلہ ان کی یادگار ہیں۔ بغداد ہی میں ان کی وفات ہوئی۔[4]

یہاں یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) اور اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے بھی امام شافعی سے اکتسابِ فیض کیا لیکن ان کے مذہب کی پیروی نہیں کی۔

امام شافعی کے مصری اصحاب :

مصر میں جن حضرات نے امام شافعی سے کسبِ فیض کیا ان کی تعداد بھی خاصی ہے، چند یہ ہیں :

(۱) حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ : یہ بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعی مصر میں انہی کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ابن عبدالبر ان کے بارے میں کہتے ہیں :

---

[1] توالی التاسیس ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۴۷-۱۴۸ ملخص

[2] مناقب امام شافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۴۸ ملخص

[3] توالی التاسیس، ابن حجر ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۴۸ ملخص

[4] الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۴۸

"روی عن الشافعی من الکتب ما لم یروہ الربیع، منھا کتاب الشروط ثلاثہ اجزاء، ومنھا کتاب السنن، عشرۃ اجزاء ومنھا کتاب الوان الابل والغنم وصفاتھا واسنانھا، ومنھا کتاب النکاح، وکتب کثیرہ انفرد بروایتھا عن الربیع"۔[1]

(انہوں نے امام شافعی سے وہ کتب بھی روایت کی ہیں جن کی روایت ربیع بھی نہیں کرسکتے تھے۔ مثلاً کتاب الشروط جو تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ نیز کتاب السنن جس کے دس اجزاء ہیں۔ علاوہ ازیں "کتاب الوان الابل والغنم وصفاتھا واسنانھا" اور "کتاب النکاح" مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں جن کی روایت میں یہ ربیع سے منفرد ہیں)

حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ کا ۲۶۶ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔[2]

۲۔ ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ البویطی: ان کے مقام و منزلت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امام شافعی نے اپنے حلقہ میں انہیں اپنا جانشین بنا رکھا تھا اور انہیں محمد بن عبداللہ بن الحکم پر، ابن نخوے غیر معمولی محبت باوجود ترجیح دیتے تھے۔ بویطی بہت بڑے عالم، فقیہ، زاہد اور متقی شخص تھے۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں انہوں نے معتزلہ کی تائید نہیں کی۔ چنانچہ قید کرلئے گئے اور اسی حالت اسیری میں انہوں نے ۲۳۱ھ وفات پائی۔[3]

۳۔ ابو ابراھیم اسماعیل بن یا یحییٰ المزنی: یہ بھی بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ حسن بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدان جدل میں حریف کو کامیاب نہ ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق یہ کتب کثیرہ کے مصنف ہیں، جن میں "المختصر الکبیر" اور المختصر الصغیر" جسے "المختصر الکبیر المبسوط" بھی کہتے ہیں، بہت مشہور ہیں۔ حجت اور مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں، عابد، عالم اور متواضع تھے۔ نکتہ سنجی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی "المختصر" کی شرح کئی لوگوں نے لکھی ہے۔ جن میں ابو اسحاق المروزی اور ابو العباس بن شریح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[4]

۴۔ محمد بن عبداللہ بن الحکم: ابن حجر نے "توالی التاسیس" میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وقال ابو عمر الصدفی کان اھل مصر لا یعدلون بہ احد"۔[5] (ابو عمر صدفی نے کہا کہ اہل مصر ان کے مقابلہ میں سب کو کمتر سمجھتے تھے) ابن حجر نے امام مزنی اور ابو اسحاق الشیرازی کے اقوال بھی نقل کئے کہ امام مزنی نے فرمایا: "نظر الشافعی الیہ فاتبعہ بصرہ وقال وددت لو ان لی ولدا امثلہ"۔[6] (امام شافعی نے جب انہیں دیکھا تو پہلی مرتبہ اتنے متاثر ہوئے کہ فرمایا: "مجھے حسرت ہے کہ کاش ایسا ہی لڑکا میرا ہوتا")

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۳۹

[2] توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳

[3] توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۳۹۔۱۵۰ ملخص

[4] توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۰ ملخص

[5] توالی التاسیس ص ۴۱ [6] حوالہ سابق ص ۴۱۔۴۲

...ابو اسحاق شیرازی نے فرمایا: "انتهت اليه رياسة العلم بمصر"[1] (مصر کی ریاست علم ان پر ختم ہو گئی) محمد بن عبداللہ بن الحکم نے ۲۶۸ھ میں وفات پائی۔[2]

ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل ابو محمد المرادی: عرصہ دراز تک امام شافعی کی صحبت میں رہے اور اس مذہب کی اشاعت کی۔ وہ امام شافعی کی کتب جدیدہ کے راویوں میں سے ہیں۔ انہوں نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔[3]

عالمی درسگاہ جامعۃ الازہر میں شیخ الازہر کا مذہب (تاریخی تناظر میں):

جامعۃ الازہر کے سب سے پہلے شیخ الازہر، شیخ محمد الخرشی (متوفی ۱۱۰۱ھ) تھے جو مذہباً مالکی تھے۔ ان کے بعد شیخ ابراہیم بن محمد البرماوی (متوفی ۱۱۰۶ھ) شیخ الازہر ہوئے جو مذہباً شافعی تھے۔ اس کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا پھر شافعیوں کو منتقل ہو گیا۔[4]

مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا اس عہدہ کا حامل مصر کے علماء کا سربراہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر ۱۲۸۲ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم شیخ محمد المہدی العباسی کو حاصل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم کا عہدہ بھی ان کو ملا۔ پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہو سکا کیونکہ مصر میں حنابلہ کی تعداد بہت کم ہے۔[5]

مذہب شافعی کے ماننے والوں کی موجودہ زمانے میں تعداد:

اس سلسلے میں بالکل درست اعداد و شمار تو کہیں دستیاب نہیں ہے ہاں البتہ اس سلسلے میں کچھ اندازے ہیں محمصانی نے لکھا:

"ويغلب مذهب الشافعي اليوم ايضاً على اهل فلسطين، وكذلك له كثير من الاتباع في سوريا ولبنان، وخاصة في مدينة بيروت، وفي العراق، والحجاز والهند الصينية وجاوا، وبين اهالي فارس واليمن السنين"۔[6]

1. حوالہ سابق ص ۳۴
2. الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۵۰
3. توالی التاسیس ص ۳۴۔۳۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۵۱۔۱۵۲ ملخص
4. المذهب الفقهية الاربعة، لاحمد تیمور پاشا کے مترجم معراج محمد بارق کا ص ۷۰ پر حاشیہ کا مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ کراچی، ...ی کتب خانہ سن ندارد
5. حوالہ سابق ص ۱۰۷ (متن)
6. فلسفة التشريع في الاسلام، صبحی محمصانی ص ۴۸، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء

(فلسطین (اور اُردن) کے لوگوں میں بھی آج کل مذہب شافعی زیادہ عروج پر ہے۔ اس مذہب کے مقلدین سوریا اور لبنان میں بھی بکثرت ہیں خصوصاً بیروت کے شہر میں اور عراق، حجاز، پاکستان، ہند، چین جاوا، ایران اور یمن میں بھی ہیں)

آج کل یعنی پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں شافعی مذہب کے پیروا کثر انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، تھائی لینڈ، سری لنکا، مصر، سوڈان، اُردن، لیبیا، فلسطین اور لبنان میں آباد ہیں۔ جزوی طور پر یہ شمالی افریقہ کے دیگر ممالک، برصغیر ہند کے ساحلی علاقوں، سعودی عرب، عراق، شام اور یمن میں بھی آباد ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں شوافع کی دنیا میں تعداد کا اندازہ دس کروڑ لگایا گیا تھا۔[1]

☆☆☆

[1] المذاهب الفقهية الاربعه کے مترجم معراج محمد بارق کا ص ۱۱۶ پر حاشیہ
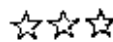
فصل چہارم

حنبلی مذہب اور اس کا نشأ وارتقاء

امام احمد بن حنبلؒ :

امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہلی الشیبانی المروزی بغدادی ۱۶۴ھ ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ ۸۵۵ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ وہ نسلاً عرب اور ربیعہ کی ایک شاخ بنوشیبان میں سے تھے جنہوں نے عراق و خراسان کی فتح میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بغداد میں قاضی ابو یوسف (۱۸۲ھ۔۷۹۸ء) کے درس میں بھی شریک ہوئے ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیثم بن بشیر کے درس میں ۱۷۹ھ تا ۱۸۳ھ باقاعدگی سے شریک رہے، امام شافعی سے بھی استفادہ کیا[1]۔ امام شافعی "اعلم اهل الارض فی زمانه" ہونے کے باوجود حدیث کی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے[2]۔ اور ان کی علمی عظمت کے اعتراف میں انہیں " انتم اعلم بالحدیث والرجال " [3] فرماتے ہیں امام شافعی بغداد سے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے :

" خرجت من بغداد وما خلفت فیها اتقی ولا افقه من ابن حنبل ".[4]

(میں نے اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے زیادہ فاضل عالم فقیہ کسی کو نہیں چھوڑا)

آپ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ اور یمن وغیرہ کے علمی اسفار کیے[5]۔ خلق قرآن کا عقیدہ قبول نہ کرنے کی بناء پر کوڑے کھائے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ ۲۱۸ھ سے ۲۳۳ھ تک مسلسل پندرہ برس قید خانے میں رہے، متوکل کے عہد میں رہائی ملی۔ عمران احسن خان نیازی نے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی تدوین سے متعلق لکھا :

Imam Ahmad Ibn-e-Hanbal, the founder of this, school, was involved more in the work on traditions, his views on the law as well as on legal theory were collected later by his pupils and transformed into a theory.❶

(حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبل زیادہ تر احادیث رسول ﷺ میں مشغول رہے ان کی آراء و مذہب کو ان کے بعد ان کے شاگردوں نے مدون کیا اور اسی کی روشنی میں اصول وضع کیے)

---

[1] دائرہ معارف الاسلامیہ ۲/۶۱۔۶۲، احمد بن حنبل الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ تلخیص۔

[2] سیرت ائمہ اربعہ، سید رئیس احمد جعفری ص ۵۱۵، کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سن ندارد

[3] التألیف بین الفرق، محمد حمزہ ص ۲۶۵، دمشق دار قتیبہ ۱۴۰۵ھ ۔ ۱۹۸۵ء

[4] حوالہ سابق ص ۲۶۵۔ بحوالہ وفیات الاعیان ۱/۴۹

[5] حوالہ سابق ص ۲۶۵

❶ Theories of Islamic Law, Imran Ahsan Khan Nyazee Pg186, Islamic Research Institute and International Institute of Islamic thought.

شیخ عبداللہ بن محمد الخلیفی نے حنبلی مذہب کی تدوین کے خدوخال کو اس طرح بیان کیا :

" قد ذكر الاصحاب ان الامام احمد لم يؤلف كتابا ، وانما اخذوا مذهبه من اقواله وافعاله واجوبته ، وغير ذلك مما لا يخفى ، فان الاصحاب كانوا اذا وجدوا عن الامام في مسائلة قولين يعدلون اولا الى الجمع بينهما بطريقة من طرق الاصول ، اما بحمل عام على خاص او مطلق على مقيد ، فاذا امكن ذلك كان القولان مذهبه ، وان قدر الجمع بينهما وعلم التاريخ ، فاختلف الاصحاب فقال قوم : الثاني مذهبه ، وقال اخرون : الثاني والاول ، وقالت طائفة : الاول ، ولو رجع عنه ، وصحح القول الاول الشيخ علاء الدين المرداوي في كتابه " تصحيح الفروع " فان جهل التاريخ فمذهبه اقرب الاقوال من الادلة ، او قواعد مذهبه "[1]

(اصحاب امام احمد نے بیان کیا کہ انہوں نے (امام احمد) نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی اوران کا مذہب ان کے اقوال افعال اور جوابات سے ماخوذ ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ان کے اصحاب کسی مسئلہ میں ان کے دو قول پاتے تھے تو ان کے درمیان اصولی طریقہ پر تطبیق کی کوشش کرتے۔ کبھی عام کو خاص اور کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرتے اور وہ تطبیق دینے میں کامیاب ہو جاتے تو دونوں اقوال کو ان کا مذہب قرار دیتے۔ اور اگر ان دونوں اقوال میں تطبیق ممکن ہوتی اور ان کی تاریخ کا بھی علم ہوتا تو اس صورت میں ان کے اصحاب میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے کہا کہ دوسرا قول ان کا مذہب اور کچھ نے پہلے اور دوسرے دونوں اقوال کو ان کا مذہب بتایا اور کچھ نے کہا کہ صرف پہلا قول ہی ان کا مذہب ہے چاہے اس سے رجوع ہی کر لیا ہو۔ شیخ علاؤالدین المرداوی نے اپنی کتاب تصحیح الفروع میں پہلے قول کے صحیح مذہب ہونے کا قول کیا ہے اور اگر دونوں اقوال کی تاریخ کا علم نہ ہوسکا تو ان میں سے ادلہ اور ان کے مذہب کے قواعد سے قریب ترین قول کو ان کا مذہب قرار دیا)

ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) کے مطابق امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے :

۱۔ آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ۔

۲۔ صحابہ کے فتاویٰ بشرطیکہ ان کے خلاف دوسرے اقوال نہ ہوں۔

۳۔ بعض کا قول بشرطیکہ قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔

۴۔ مرسل اور ضعیف احادیث۔

۵۔ ضرورت کے وقت قیاس۔[2]

---

[1] كتاب المسترشد الى المقدم في مذهب احمد ،عبداللہ بن محمد الخلیفی راجعہ وصححہ محمد زہری النجار ص ۸۔۹ ،المعالمیہ مع اجازۃ القضاء والتدریس ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

[2] اعلام الموقعين عن رب العالمين ،ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ص ؟ بیروت دار الفکر طبع اول ۱۳۷۴ھ ۔۱۹۵۵ء

محمصانی حنبلی مذہب کو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد اشتهر ابن حنبل بالا بعاد عن الرای وبتمسکه بنصوص الکتاب والحدیث، حتی عدّه بعضهم فی فئة المحدثین اکثر منه فی فئة المجتهدین ومن هولاء ابن الندیم، الذی وضع ابن حنبل مع البخاری ومسلم و باقی المحدثین فی باب فقهاء الحدیث، ومنهم ایضاً ابن عبدالبر الذی لم یذکر ترجمة هذا الامام فی کتابه، "الانتقاء فی فضائل الائمة الفقهاء" وکذلک الطبری فی کتابه "اختلاف الفقهاء" وابن قتیبه فی "کتاب المعارف" لم یذکرا شیئا عن ابن حنبل ولا عن مذهبه".[1]

(امام احمد بن حنبل اجتہاد بالرائے سے احتراز کرنے اور فقط قرآن وحدیث سے استدلال کرنے میں یہاں تک مشہور ہیں کہ بعض علماء نے آپ کو زمرۂ مجتہدین سے زیادہ زمرۂ محدثین میں شمار کیا ہے۔ مثلاً ابن ندیم نے فقہاء حدیث کے باب میں ابن حنبل کو امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتقاء فی فضائل الائمة الفقهاء" میں طبری نے اپنی کتاب "اختلاف الفقهاء" میں اور ابن قتیبہ نے اپنی تصنیف "کتاب المعارف" میں امام ابن حنبل کا اور ان کے مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا)

اس کے بعد وہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولاریب فی ان هذا القول مردود، اذ ان المذهب الحنبلی یعد من المذاهب الفقهیه السنیة الاصلیة، التی لها اسلوبها المستقل ومبادئها الخاصه فی علمی الاصول الفروع".[2]

(قول مذکور یقیناً قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ مذہب حنبلی اہلِ سنت کے بنیادی مذاہب فقہ میں شمار ہوتا ہے جس کا اپنا ایک مستقل اسلوب ہے اور علم اصول اور علم فروع میں اس کے اپنے خاص اصول ہیں)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) حنبلی مذہب کے مقلدین کی کمی کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واما احمد بن حنبل فمقلده قلیل لبعد مذهبه عن الاجتهاد، واصالته فی معاضدة الروایه، وللاخبار بعضها ببعض".[3]

(امام احمد کے مذہب فقہی کی تقلید کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے کہ یہ مذہب اجتہاد سے بعید ہے اور اس کی اصل واساس احادیث وروایات کے توافق پر قائم ہے)

ابن خلدون نے حنبلی مذہب کی کم اشاعت کے سلسلہ میں جو وجہ بیان کی ہے اس پر ابوزہرہ نے سخت تنقید کی اور کہا کہ ابن خلدون کے لئے اس قسم کی بات کرنا مناسب نہیں تھی۔ ابوزہرہ کی تنقید کے اہم نکات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

☆ حقیقت یہ ہے کہ امام احمدؒ بہت بڑے فقیہ و مجتہد تھے۔ ان کا اجتہاد سنتِ نبوی ﷺ اور صحابہ وتابعین کے آثار ثابتہ پر مبنی تھا۔ ان کی رائے اور قیاس کی بنیاد حدیث پاک تھی۔ مسائل کے حل کے لئے وہ اسی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے

[1] فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۴۹-۵۰، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ-۱۹۴۶ء
[2] حوالہ سابق ص ۵۰
[3] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۴۸، بغداد، مکتبۃ المثنی سن ندارد۔

جو آثار صحابہ سے ماخوذ ہو۔ امام احمد کا اجتہاد عمدہ، مضبوط اور سرچشمہ اثر وحدیث سے مستفید تھا اور ان کا پایہ مرتبہ صرف فقیہ و مجتہد سے کسی طرح کم نہیں تھا کیونکہ ان کی فقہ کے فتاویٰ آنحضرت ﷺ کے عمل مبارک اور فعل صحابہ کی روشنی میں ترتیب پاتے تھے۔

☆ ابن خلدون نے جو امام احمد کے قلت اجتہاد و کثرت روایات کی طرف اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا کہ امام صاحب فقیہ سے زیادہ محدث تھے۔ بالفاظ دیگر ان کی فقہ درایت کے بجائے روایت پر مبنی تھی۔ ابن خلدون کی یہ بات انصاف پر مبنی نہیں ہے۔

☆ ابن خلدون کی یہ بات بھی بڑی کمزور ہے کہ امام صاحب کے متبعین کی قلت ان کے قلت اجتہاد کی بنا پر ہے کیونکہ لوگ جب کسی امام کی پیروی کرتے ہیں تو وہ موازنہ ادلہ اور معرفت فقہیہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ شام و مصر کی شوافع کی اس لئے کثرت نہیں ہے کہ مصریوں اور شامیوں نے امام شافعی اور دوسرے ائمہ فقہ کے دلائل کا صحیح موازنہ کر کے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ بالکل یہی بات امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے مقلدین کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔

☆ مقلدین کی قلت وکثرت میں بھی وقت کی سیاست کارفرما ہوتی ہے اور کچھ اجتماعی مؤثرات ہوتے ہیں جو کسی مذہب کے پھیلنے میں آسانی یا دشواری پیدا کرتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کی طرح جو وسعت کے ساتھ نہ پھیل سکا تو اس کے اسباب و عوامل میں اجتہاد کی قلت وکثرت نہیں بلکہ کچھ دوسرے بواعث شامل ہیں۔[1]

ابن عقیل حنبلی (متوفی ۵۱۳ھ) اس مذہب کے کم شہرت پانے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں:

"هذا المذهب انما ظلمه اصحابه لان اصحاب ابي حنيفة و الشافعي اذا برع احد منهم في العلم تولى القضاء وغيره من الولايات فكانت الولاية سببا لتدريسه واشتغاله بالعلم، فاما اصحاب احمد فانه قل منهم من تعلق بطرف من العلم الايخرجه ذلك الى التعبد و الزهد، لغلبة الخير على القوم فينقطعون عن التشاغل بالعلم".[2]

(اس مذہب (حنبلی) سے خود اس کے حاملین نے انصاف نہیں کیا۔ کیونکہ جس نے بھی علم میں کمال حاصل کیا وہی زہد و ورع کو اختیار کرتے ہوئے علمی شغل ترک کر کے گوشہ نشین ہو گیا بخلاف حنفیہ اور شافعیہ کے کہ وہ حصول علم کے بعد مناسب عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اور اس طرح وہ عہدے ان کے درس و شغل علم اور شہرت کا سبب ہو گئے)

ابوزہرہ حنبلی مذہب کے قلت شیوع کا ایک سبب یہ بیان کرتے ہیں:

"ومن هذه الاسباب انه جاء آخر المذاهب الاربعة وجودا".[3]

(اور ان (عدم شیوع کے) اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کے بعد عالم وجود میں آیا)

---

[1] ابن حنبل حیاتہ وعصرہ وآراؤہ وفقہہ، ابوزہرہ ص ۳۹۲۔۳۹۳۔ دار الفکر العربی سن ندارد

[2] حوالہ سابق ص ۳۹۳۔ بحوالہ المناقب لابن الجوزی ص ۵۵

[3] حوالہ سابق ص ۳۹۳

تجزیہ :

ابوزہرہ نے اس کے قلت شیوع کا جو یہ سبب بیان کیا کہ جب یہ مذہب اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا اس وقت (دیگر) فقہی مذاہب لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ حنفی مذہب عراق میں اور مذہب شافعی حجاز، مصر اور شام میں مالکی (مذہب) مغرب اقصیٰ میں پھیل چکا تھا۔

ابوزہرہ کی اس بات سے مکمل اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ یہی بات ہر بعد کے آنے والے مذہب کے بارے میں (کہی جا) سکتی ہے مگر بعد کے آنے والے بعض مذاہب نے سابق مذاہب کی موجودگی میں متبعین کی کثرت حاصل کی۔ مثلاً (شافعی) مذہب کے ماننے والے مالکی مذہب سے زیادہ ہیں حالانکہ مالکی مذہب کو شافعی مذہب پر تقدم حاصل تھا۔

حنبلی مذہب کا آغاز :

(عبدالحی) لکھنوی حنفی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں :

" فشاع مذهب احمد فی نواحی بغداد شیوعه دون شیوع باقی المذاهب فی البلاد " [1]

(اس کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا اور پھر وہیں سے یہ دیگر علاقوں میں پھیلا لیکن بقیہ تین مذاہب کے مقابلہ میں اس کو بہت کم فروغ حاصل ہو سکا)

(ابن) فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) اس مذہب کے موطن سے متعلق لکھتے ہیں :

" واما مذهب احمد بن حنبل رحمه الله فظهر ببغداد ، ثم انتشر بكثير من بلاد الشام ، وغيرها ، وضعف الان " [2]

(امام احمد بن حنبل کے مذہب کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا، پھر یہ شام کے بہت سے شہروں میں پھیلا لیکن اب (یعنی آٹھویں صدی ہجری) میں یہ کمزور پڑ گیا ہے)

مصر میں حنبلی مذہب کی اشاعت :

مصر میں یہ مذہب بہت مدت کے بعد پھیلا اور واضح طور پر ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) اس تاخیر کی توجیہ کرتے ہوئے "حسن المحاضرہ" میں لکھتے ہیں :

" هم بالديار المصرية قليل جدا ولم اسمع بخبر هم فيها الا فی القرن السابع وما بعده وذلک ان الامام احمد رضی الله عنه كان فی القرن الثالث ولم يبرز مذهبه خارج العراق الا فی القرن الرابع وفی هذا القرن ملكت العبيديون مصر وافنوا من كان بها من ائمة المذاهب

---

[1] الفوائد البهيه فی طبقات الحنفيه، محمد عبدالحی لکھنوی حنفی ۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ ص ۶۔ کراچی مکتبہ خیر کثیر سندھ

[2] الديباج المذهب، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۲۸۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

الثلاثة قتلا ونفيا وتشريد او أقاموا مذهب الرفض والشيعة ولم يزولوا منها الى اواخر القرن السادس فتراجعت اليها الائمة من سائر المذاهب واول امام من الحنابلة علمت حلوله بمصر الحافظ عبد الغني المقدسي صاحب العمدة "[1]

(حنابلہ دیار مصر میں بہت کم تھا۔ مصر میں ان کا کوئی نشان ساتویں صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتا۔ عراق سے باہر بھی چوتھی صدی ہجری سے پہلے یہ مذہب ظاہر نہیں ہوا۔ اس زمانہ میں مصر پر عبیدیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے آئمہ مذاہب ثلاثہ کے پیروؤں کو قتل، جلاوطن اور تباہ کرنا شروع کیا اور مذہب رفض وشیعیت کو فروغ دیا۔ یہ کیفیت چھٹی صدی ہجری کے اواخر تک قائم رہی۔ اس کے بعد پھر دوسرے مذاہب کے لوگ آنے لگے۔ حنابلہ میں سے جو بزرگ سب سے پہلے پہنچے وہ عمدۃ الاحکام کے مصنف حافظ عبدالغنی مقدسی تھے)

محمود بن محمد بن عرنوس نے اپنی کتاب " تاریخ القضاء في الاسلام " میں امام سیوطی کے بیان کو نقل کیا اور اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ :

"سیوطی کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حنبلی مذہب صرف عراق تک محدود رہا۔ بیرونی ممالک میں اس کی اشاعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندلس میں یہ مذہب اس سے بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس علاقے میں حنبلی مذہب کا آغاز ۲۰۱ھ میں بقی بن مخلد متوفی ۲۷۶ھ کے ہاتھوں ہوا۔ وہ اندلس سے بغداد آئے اور یہیں حنبلی مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ اندلس واپس جا کر انہوں نے جامع قرطبہ میں درس دینا شروع کیا۔ مالکی فقہاء کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ کوئی شخص ان کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کا درس دے۔ انہوں عامۃ الناس کو بھڑکا کر ان کا درس بند کرا دیا۔

جب اس کی خبر امیر محمد بن عبدالرحمن کو پہنچی تو اس نے بقی بن مخلد اور ان کے مخالف علماء کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ابن مخلد سے پوچھا کہ تم بغداد سے اپنے ساتھ کیا کتاب لائے ہو؟ انہوں نے کتاب پیش کر دی جو "مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ" تھی۔ امیر نے اسے پڑھا اور کتب خانے کے منتظم کو بلا کر کہا کہ ہمارا کتب خانہ اس بے نظیر کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ تم اس کی نقل کر کے کتب خانے میں رکھو۔ پھر بقی ابن مخلد کو کہا کہ آپ اپنا درس جاری رکھئے اور بغیر کسی پچکچاہٹ کے مالکی مذہب کی اشاعت کیجئے۔ ان کے مخالف علماء کو اس نے حکماً مخالفت کرنے سے روک دیا۔ مقدسی لکھتا ہے کہ اہل اندلس کے نزدیک قابل عمل صرف دو کتابیں تھیں۔ ایک قرآن دوسری موطا۔ اگر انہیں کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ حنفی یا شافعی مذہب کا پیرو ہے تو اسے اندلس سے نکال دیتے۔ معتزلیوں اور شیعوں کے تو وہ جانی دشمن تھے[2]

---

[1] حسن المحاضرہ ، امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۱/۲۲۷۔۲۲۸۔ ذکر من كان بمصر من ائمة الفقهاء الحنابلة، مصر مطبعہ موسوعات سنہ ندارد۔

[2] تاريخ القضاء في الاسلام ، محمود بن محمد بن عرنوس، انہوں نے ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب لکھی تھی۔ ص ۱۴۳۔۱۴۴۔ ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۶۰ء

استاد ابو زہرہ نے امام سیوطی کے بیان کی تائید کرتے ہوئے جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

"سیوطی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے حدود سے چوتھی صدی ہجری سے پہلے حنبلی مذہب نے قدم باہر نہیں نکالا تھا۔ پھر یہ مذہب جب مصر میں آیا تو یہاں دولت فاطمیہ کا عروج تھا۔ پھر ایوبی تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ ایوبی بادشاہ بڑے متعصب قسم کے شافعی تھے۔ انہوں نے دوسرے مذاہب سے پیکار کا سلسلہ شروع کر دیا اور شافعی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو پنپنے کی اجازت نہیں دی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ عوام کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا ہو۔ جیسے حنفی مذہب کہ اسے وہ برداشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حنبلی مذہب کو یہ نفوذ نہیں حاصل تھا اور چوتھی صدی ہجری میں حنابلہ اور شوافع کے مابین بغداد میں معرکہ آرائیاں ہو چکی تھیں۔ لہٰذا اب مصر میں شافعی مذہب کے سامنے حنابلہ کا چراغ جلنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ مصر میں حنابلہ سے پہلے ان کے تشدد اور تعصب کی داستانیں پہنچ چکی تھیں۔ پھر جب دولت ایوبیہ زوال پذیر ہوئی تو حنبلی مذہب کو مصر میں پنپنے کا موقع ملا"۔ خطط مقریزیہ میں ہے :

"انه لم يكن له وللمذهب الحنفي كبير ذكر بمصر في دولة الايوبية ،ولم يشتهر الا في اخرها"۔
(حنبلی اور حنفی مذہب کے لئے مصر میں گنجائش اس وقت نکلی جب دولت ایوبیہ زوال پذیر ہونے لگی)

دوسرے اقالیم میں مذہب حنبلی جو پہنچا اور پھیلا تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہاں کے ارباب اقتدار بھی اس کے حلقہ بگوش ہو گئے یا وہاں بڑی تعداد میں پھیل گیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اتباع ہمیشہ قلیل رہے، البتہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں اس مذہب کو بغداد میں پھیلنے اور ترقی کا خوب موقع ملا۔ لیکن بعد کی فتنہ جوئیوں اور ہنگامہ آرائیوں نے وہاں بھی اسے شدت تعصب کے باعث زوال آشنا بنا دیا۔ علماء حنابلہ میں بہت سے لوگ دمشق میں پناہ گزیں ہو گئے کچھ دوسرے دیارو امصار میں پہنچ گئے ان لوگوں نے مذہب کو قائم کیا۔ اس کی خدمت کی، نقل، تفسیر اور تخریج مسائل کا کام کیا"۔[1]

خلافت کی مذہبی وسیاسی تاریخ میں حنابلہ کا کردار :

خلافت کی مذہبی وسیاسی تاریخ میں حنابلہ نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ کسی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں۔ اس سلسلے میں البربہاری (متوفی ۳۲۹ھ/۹۴۰۔۹۴۱ء) کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے اثر سے مرکز خلافت کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی اور اس معاملے میں اتنا جوش دکھایا کہ ۳۲۳ھ۔۹۳۵ء میں خلیفہ الراضی کو حنبلی مسلک کے خلاف ایک فرمان جاری کرنا پڑا۔

البربہاری کے ایک نامور معاصر ابوالقاسم الخرقی (متوفی ۳۳۴ھ۔۹۴۵۔۹۴۶ء) مصنف "كتاب المختصر" نے آل بویہ کی آمد پر بغداد کو خیر باد کہہ کر دمشق میں پناہ لی۔ بغداد میں بنو بویہ کی حکومت کے قیام کے وقت حنبلی مسلک اس شہر میں خاصا مضبوط تھا، حنبلیوں نے بیک وقت امامیہ مسلک کے فروغ (جو بنو بویہ کے مدنظر تھا) فاطمین مصر کے نفوذ اور اسمعیلیت کی ترقی کا بڑی مستعدی کے ساتھ مقابلہ کیا۔[2]

---

[1] ابن حنبل حیاۃ وعصرہ، ابو زہرہ ص ۲۹۹۔۳۰۰
[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۷۵ حنابلہ

مذہب حنبلی کی تجدید ونشاۃ ثانیہ :

عمران احسن خان نیازی لکھتے ہیں :

"The Hanbali School also faced total extinction and was to be revived later by ❶ Ibn-e-Taymiyah and Ibn-e-Qayyim al-Jawziyah".

(حنبلی مذہب بھی ایک زمانے میں معدوم ہو گیا تھا اور بعد میں ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ نے اس کا احیاء کیا)

مندرجہ ذیل مقلدین امام احمدؒ کے مذہب کی روایت کرنے میں مشہور ہیں :

☆ ابوبکر بن ھانی عرف اثرم مؤلف کتاب "السنن فی الفقه"۔

☆ ابوالقاسم خرقی (متوفی ۳۳۴ھ) یہ "المختصر" کے مصنف ہیں۔

☆ عبدالعزیز بن جعفر (متوفی ۳۶۳ھ)

☆ موفق الدین بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) فقہ اسلامی کی جلیل القدر کتاب "المغنی" کے مصنف ہیں۔

☆ شمس الدین قدامہ مقدسی (متوفی ۶۸۲ھ) یہ "الشرح الکبیر علی متن المقنع" کے مؤلف ہیں۔

☆ تقی الدین احمد بن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) یہ فتاوی مشہور "مجموعه الرسائل الکبری ، منهاج السنه" اور "رساله معارج الاصول" وغیرہ کے مصنف ہیں۔

☆ عبداللہ بن زرعی دمشقی معروف بہ ابن القیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) یہ "اعلام الموقعین عن رب العالمین"، "الطرق الحکمیه فی السیاسه الشرعیه" اور "زاد المعاد فی هدی خیر العباد" وغیرہ کے مؤلف ہیں۔❷

دائرہ معارف اسلامیہ میں حنبلی مسلک کی اشاعت میں حصہ لینے والے علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"زنگیوں اور ایوبیوں کے عہد حکومت میں حنبلی علماء کے دو اور خاندان مشہور تھے : بنو منجا اور بالخصوص بنو قدامہ۔ دوسری قصبہ حران بھی قدیم زمانے سے حنبلی مذہب کا ایک اہم مرکز تھا جس کی نمائندگی...... ابن تیمیہ (م ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء۔ ۱۲۵۵ء) نے کی۔ بحری مملوکوں اور عثمانیوں کے دور میں بھی حنبلی مسلک کا خاصا اثر نظر آتا تھا۔ اس زمانے کے عظیم ترین نمائندے احمد بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ-۱۳۲۸ء) تھے۔ ان کا خاندان منگولوں کے حملے کے خطرے کے پیش نظر ۶۶۷ھ/۱۲۶۷ء-۱۲۱۸ء میں دمشق آ گیا تھا...... ان کے بڑے شاگرد ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء-۱۳۵۱ء) اپنے گرامی قدر استاد کے قدم بہ قدم چلے اور معتوب ہوتے رہے...... ان کے شاگرد عبدالرحمن بن رجب (۷۹۵ھ-۱۳۹۳ء) حنبلی مسلک کی تاریخ ذیل علی طبقات الحنابلہ کی بدولت مشہور ہوئے۔ ان کی کتاب "فوائد" بھی اہمیت رکھتی ہے"۔

---

❶ Theories of Islamic Law, Imran Ahsan Khan Nyazee Page 188

❷ فلسفه التشریع فی الاسلام ، صبحی محمصانی ص ۵۱-۵۲۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ء

ممالیک کے دور میں آگے چل کر حنبلی مسلک شام اور فلسطین میں زوال پذیر ہوتا گیا، جس کی ایک وجہ ابن عربی کے خیالات کی اشاعت تھی، لیکن حنبلی خاندان جو سرکاری مناصب پر فائز چلے آئے تھے، خاصے بااثر تھے، ان کا اثر پھر بھی باقی رہا۔ قاضی القضاۃ برہان الدین ابن المفلح (م ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ھ-۱۴۸۰ء) ایک ایسے ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں کئی بلند پایہ علماء پیدا ہوئے۔[1]

عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ الازہر میں حنبلی طلبہ واساتذہ :

اس صدی کے اوائل میں جامعہ الازہر میں حنبلی اساتذہ وطلبہ کی تعداد کو شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مؤلف یوں بیان کرتا ہے :

> "In the Azhar Mosque it is, of couse in a relatively small number represented by teachers and students (riwak al-Hanabila) in 1906 there were 3 Hanbalite teachers and 28 pupils (out of a total of 312 teachers and 9,069 students").[2]

(یہ ایک حقیقت ہے کہ مسجد الازہر میں حنبلی اساتذہ وطلبہ کی نسبتاً بڑی قلیل تعداد تھی۔ حتی کہ ۱۹۰۶ء میں (۳۱۲ اساتذہ کی مجموعی تعداد میں سے) صرف تین حنبلی اساتذہ اور (۹۰۶۹ طلبہ کی مجموعی تعداد میں سے صرف) ۲۸ حنبلی طلبہ تھے)

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا۔ اس کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا، پھر یہ شافعیوں کے منتقل ہو گیا۔ ۱۲۸۷ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم کو منتقل ہو گیا پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پہ کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہو سکا ہے۔[3]

حنبلی مذہب کی تجدید ونشاۃ ثانیہ اور اس صدی میں ان کی تعداد :

اس مذہب کی تجدید ونشاۃ ثانیہ پہلے آٹھویں صدی ہجری میں امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم وغیرہ کے ذریعہ ہوئی۔ اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں نجد کے شیخ محمد بن عبدالوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ-۱۷۹۲ء) کے ذریعہ حنبلی مذہب کی تجدید واشاعت ہوئی۔ ان کو حکومت سعودی عرب کے بانی جلالت الملک عبدالعزیز ال سعودی کی پشت پناہی حاصل ہوئی اور ان کے عہد میں اس مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آج کل مملکت عربیہ سعودیہ کا یہی سرکاری مذہب ہے۔ سعود ریاست ۱۱۹۷ھ-۱۷۴۴ء میں وجود میں آئی تھی اور جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں کے علاوہ فلسطین، شام اور عراق وغیرہ میں بھی اس مذہب کے پیرو پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے متبعین کی تعداد کا اندازہ تیں چالیس لاکھ کے درمیان لگایا جا سکتا تھا۔[4]

---

[1] دائرہ معارف الاسلامیہ ۸/ ۶۷۷-۶۷۸، حنابلہ

[2] Shorter Encyclopaedia of Islam Page 21.

[3] المذاهب الفقهيه الاربعة، احمد تیمور پاشا ص ۷۰، متن وحاشیہ سے الفاظ کی تغیر کے ساتھ تلخیص کراچی قدیمی کتب خانہ

[4] حوالہ سابق ص ۱۳۱ مترجم محمد بارق کا حاشیہ کچھ تبدیلی الفاظ کے ساتھ

مختصر یہ کہ ان چاروں مذاہب کو وقت کے ساتھ ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور اہل سنت کے بقیہ مذاہب جن میں سے بعض کا ہم اشارۃً ذکر کریں گے۔ سکڑتے چلے گئے اور سوائے ظاہری مذہب کے تمام مذاہب ساتویں صدی ہجری تک تقریباً ختم ہوگئے کیونکہ اسلام نے بھی انہی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی اتباع کو ضروری قرار دیا۔

فقہی مذاہب کی موجودہ صورتحال پر ایک سرسری نظر:

آج مذاہب اربعہ بلاد اسلامی کے کن کن علاقوں میں کس تناسب سے موجود ہیں؟ اس بارے میں جدید دور کے جائزہ کا ماخذ زیادہ تر یورپی مستشرقین کی کتابیں اور ان کی تحقیقات ہیں۔ مثلاً فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیون کی کتاب Louis Massignono : Annuarire Lu monde musolman Paris 1930, 1929 وغیرہ

موجودہ زمانے میں فقہی مذاہب کے ماننے والوں کے علاقوں کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ آج کل مغرب اقصیٰ (مراکش وغیرہ) میں مذہب مالکی کو غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح الجزیرہ، تونس اور طرابلس (لیبیا) میں بھی وہی چھایا ہوا ہے ان تمام ممالک میں مالکیوں کے سوا کسی دوسرے مذہب کا مقلد نظر نہیں آتے، البتہ صرف حنفی بہت تھوڑی تعداد میں ملتے ہیں جو درحقیقت عثمانی ترک خاندانوں کے آثار باقیہ ہیں۔ یہ بھی زیادہ تر تونس میں ہیں جن میں سے چند افراد شاہی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں کے دارالحکومت میں مالکی قاضی کے ساتھ ساتھ حنفی قاضی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن ملک کے بقیہ تمام حصوں کے قضاۃ مالکی المذہب ہیں۔ دارالحکومت میں دو قاضیوں (ججوں) کی طرح دو بڑے مفتی بھی ہیں۔ ان میں سے ایک حنفی ہے جن کو شیخ الاسلام کا خطاب ملا ہوا ہے اور دونوں میں اس کا پہلا درجہ ہے اور معنوی طور پر تمام مفتیان ملک کا وہ سربراہ اور رئیس ہے۔ دوسرا مفتی مالکی ہے اور دوسرا درجہ ہے۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس کو بھی شیخ الاسلام کا لقب مل گیا ہے۔

اگرچہ پورے ملک (تونس) میں مذہب حنفی کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن قدیم دستور کے مطابق وہاں کی مشہور جامع الزیتونیہ کے اساتذہ کی نصف تعداد احناف میں سے ہوتی ہے اور نصف مالکیوں میں سے۔ دراصل تونس میں احناف کو یہ امتیاز صرف اس لئے حاصل ہے کہ وہ شاہی خاندان کا مذہب ہے۔ (واضح رہے کہ ۱۹۵۷ء میں تونس کے شاہی خاندان کی حکومت ختم کردی گئی تھی اور اس کی جگہ جمہوریہ قائم ہوگئی ظاہر ہے اس سیاسی انقلاب کے اثرات ان عدالتی انتظامات پر پڑے ہوں گے اور موجودہ دور کی تبدیلی ہوئی ہوگی)۔

آج کل مصر میں شافعی اور مالکی مذہب غالب ہے۔ شافعی ریف (شمالی مصر) میں، اور مالکی صعید (جنوبی مصر) اور سوڈان میں۔ ان کے بعد حنفی بھی بڑی تعداد میں ہیں اور حکومت کا یہی مذہب ہے اور اسی کے مطابق (سرکاری طور پر) فتوے دیئے جاتے ہیں اور عدالتوں میں مقدمے فیصل کئے جاتے ہیں۔ باقی رہے حنابلہ تو وہاں ان کی تعداد نہایت قلیل ہے بلکہ وہ شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

ملک شام میں حنفی مذہب کو غلبہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہاں سنیوں میں سے نصف احناف ہیں اور ایک چوتھائی شوافع ہیں اور ایک چوتھائی حنابلہ ہیں۔ فلسطین میں شوافع اکثریت میں ہیں اس کے بعد حنبلی اور پھر مالکی۔ عراق میں احناف کی اکثریت ہے اس کے بعد شافعی ہیں پھر مالکی اور سب سے کم حنبلی۔ عثمانی ترکوں کی بھاری اکثریت حنفی المذہب ہے۔

اسی طرح البانی اور باشندگانِ بلقان اکثر حنفی ہیں۔ کردوں کی اکثریت شافعی ہے، کردوں کی آبادی پہاڑی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے جو کردستان کہلاتا ہے اور سیاسی اعتبار سے کئی ملکوں میں بٹا ہوا ہے یعنی ترکی، عراق، ایران، آرمینیا اور آذربائیجان میں۔ یہی حال آرمینیہ کے مسلمانوں کا ہے کیونکہ وہ نسلی اعتبار سے ترکمانی ہیں یا کردی ہیں۔

ایران کے سنیوں کی اکثریت شافعی مذہب کی پیرو ہے اور باقی جو تھوڑے بچ جاتے ہیں وہ حنفی المذہب ہیں۔ (ایران میں سنیوں کی اکثریت جنوب میں ایرانی بلوچستان میں ہے اور شمال میں اس کے صوبہ آذربائیجان اور کردستان میں ہے جو ترکی سے متصل ہے)۔ افغانستان میں اکثریت احناف کی ہے، شافعی اور حنبلی بہت ہی کم ہیں۔ مغربی ترکستان جس میں بخارا اور خیوہ (قازقستان، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان) وغیرہ ہیں، وہاں کے باشندے حنفی ہیں۔ اور مشرقی ترکستان جس کو چینی ترکستان بھی کہتے ہیں وہاں کی اکثریت پہلے شافعی تھی لیکن پھر بخارا سے آنے والے علمائی کوششوں سے وہاں بھی احناف کی اکثریت ہوگئی۔

بلادِ قوقاز اور اس کے گردونواح میں اکثر مسلمان حنفی ہیں اگرچہ شافعی بھی آباد ہیں۔ بلادِ قوقاز یا قفقاس سے مراد کاکیشیا ہے۔ جو بحرِ اسود اور بحیرہ کیسپین کے درمیانی علاقہ پر مشتمل ہے، داغستان بھی یہیں واقع ہے۔

برصغیر ہند میں احناف کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی تعداد تقریباً چار کروڑ اسی لاکھ ہے (یہ اعداد و شمار ظاہر ہے کہ ۱۹۴۰ء یا اس سے قبل کے ہیں، جبکہ برصغیر ہند (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) کی کل آبادی تقریباً چالیس کروڑ یا اس سے کچھ کم تھی۔ لیکن اب ۱۹۹۴ء میں اس برصغیر کی کل آبادی تقریباً ایک ارب ساڑھے چونتیس کروڑ ہے۔ اس میں سے صرف بھارت کی آبادی تقریباً ساڑھے چوراسی کروڑ ہے اور اس کا آٹھواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے یعنی وہاں تقریباً ساڑھے دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ (ان میں حنفی مسلمان تقریباً دس کروڑ ہوں گے)

اب ۱۹۹۴ء میں پاکستان کی آبادی تقریباً ساڑھے بارہ کروڑ ہے اور بنگلہ دیش کی آبادی بھی تقریباً اتنی ہی ہے۔ گویا ان دونوں ملکوں کی کل آبادی ۲۵ کروڑ ہے۔ اور ان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۲۲ کروڑ ۵۷ لاکھ ہے جن میں حنفی مسلک کے مسلمان تقریباً ساڑھے اکیس کروڑ ہیں۔ اس حساب سے پورے برصغیر ہند میں آج کل احناف کی تعداد دس + ساڑھے اکیس = ساڑھے اکتیس کروڑ کے قریب ہے۔

روئے زمین پر آج کل تقریباً ایک ارب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ماہرین کے اندازے کے مطابق حنفی مذہب کے پیرو تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔ اس لحاظ سے آج کل پوری دنیا میں حنفی مسلمانوں کی تعداد تقریباً ساڑھے چھیاسی کروڑ ہے۔

وہاں شوافع بھی تقریباً دس لاکھ کی تعداد میں ہوں گے۔ اہلِ حدیث بھی یہاں کثرت سے ہیں۔ بعض دیگر مذاہب (اثنا عشریہ وغیرہ) کے متبعین بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ جزیرہ سیلون (سری لنکا)، فلپائن، ملائیشیا، جاوہ اور اس کے قرب و جوار کے دوسرے جزیروں (انڈونیشیا) کے باشندے شافعی المذہب ہیں۔ اسی طرح سیام (تھائی لینڈ) کے مسلمان بھی شافعی ہیں لیکن تھوڑی تعداد میں حنفی بھی ہیں جو ہندوستان سے آ کر یہاں آ بسے ہیں۔

ہند چینی (یعنی ویت نام، لاؤس اور کمبوڈیا) اور آسٹریلیا کے مسلمان بھی شافعی المذہب ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں تقریباً پچیس ہزار حنفی مسلمان آباد ہیں جبکہ امریکہ کے دیگر ممالک اور ریاستوں میں آباد مسلمان مختلف فقہی مذاہب کے مقلد ہیں اور ان کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار ہے۔

حجاز میں شافعی اور حنبلی غالب اکثریت میں ہیں لیکن وہاں کے شہروں میں حنفی اور مالکی بھی پائے جاتے ہیں۔ نجد کے باشندے سب حنابلہ ہیں اور اہل عسیر (غیر سعودی عرب میں حجاز اور یمن کے مابین ساحلی اور پہاڑی علاقہ کا نام ہے گویا مکہ اور طائف اس کے شمال میں واقع ہیں اور نجران اس کے جنوب میں) شوافع ہیں۔ یمن، عدن اور حضرموت کے سنی لوگ شوافع ہیں، البتہ عدن کے گردونواح میں حنفی بھی پائے جاتے ہیں۔

عمان میں مذہب اباضیہ کا غلبہ ہے (بلکہ وہاں انہی کی حکومت ہے) البتہ وہاں حنابلہ اور شوافع بھی ملتے ہیں اور قطر، بحرین میں مالکیوں کی اکثریت ہے اور جو لوگ حنابلہ ہیں وہ نجد سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ اور احساء (سعودی عرب کے مشرقی ساحل کا علاقہ جو کویت اور قطر کے درمیان ہے اس کا قدیم نام "ہجر" و "بحرینا" ہے) کے اہل سنت کی اکثریت حنفی اور مالکی مذہب کی پیرو ہے اور کویت میں مالکیوں کی اکثریت ہے۔[1] واللہ اعلم

شیعہ مصنف محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب شیعہ ہی اہل سنت ہیں میں مذہب اربعہ کی مجموعی تعداد سے متعلق لکھتے ہیں:

> مسلمانوں کا وہ بڑا فرقہ جو پوری دنیا میں مسلمانوں کا ۳/۱ حصہ ہے اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالکی، شافعی اور احمد بن حنبل کی تقلید کرتا ہے اور انہی کے فتوؤں کے مطابق عمل کرتا ہے ...اور یہ سب ہی اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔[2]
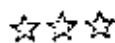
☆☆☆

[1] المذاہب الفقہیہ الاربعہ، احمد تیمور باشا ص ۱۲۸-۱۳۲، مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ و تغیر کے ساتھ۔ اور مترجم کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ

[2] شیعہ ہی اہل سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ترجمہ نثار احمد زین پوری ص ۲۸۔ انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء

فصل پنجم

اہلِ سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشأ و ارتقاء

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک کو وقت کے ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور دوسری طرف اہلِ سنت کے بقیہ مذاہب تقریباً ساتویں صدی ہجری تک اور ظاہری مذہب آٹھویں صدی ہجری تک ختم ہو گئے تھے۔ ان متروک مذاہب میں سے چند قابلِ ذکر مسالک کا ان کے بانیان کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے ساتھ مختصراً تعارف حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۱۷ھ)
۲۔ ابن ابی لیلی (متوفی ۱۴۸ھ)[1]
۳۔ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ)[2]
۴۔ امام اوزاعی (۸۸ھ/۱۵۷ھ)
۵۔ سفیان الثوری (۹۷ھ۔۱۶۱ھ)
۶۔ لیث بن سعد (۹۳ھ۔۱۷۵ء)
۷۔ اسحاق بن راھویہ (متوفی ۲۳۸ھ)
۸۔ ابوثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ)
۹۔ داؤد ظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ)
۱۰۔ ابن جریر الطبری (۲۲۴۔۲۲۵ھ۔۳۱۰ھ)

۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۱۷ھ):

ان کے مذہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

۲۔ ابن ابی لیلی (متوفی ۱۴۸ھ):

ان کے مذہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

۳۔ عبداللہ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ):

وہ امام ابوحنیفہ کے معاصر، کوفہ کی مشہور شخصیت، فقیہ اور یمن کے والی تھے۔ ابن الاثیر الجزری نے اپنی مشہور تاریخ "الکامل" میں لکھا ہے کہ اہلِ ہمدان حضرت علیؓ کے حامی تھے۔ منصور نے موصل پر لشکر کشی اور شب خون مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقہاء کرام سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں:

" فاحضر ابا حنيفة وا بن ابي ليلى وابن شبرمة وقال لهم ان اهل الموصول شرطو الى انهم لا يخرجون على فان فعلوا حلت دمائهم واموالهم وقد خرجوا فسكت ابو حنيفة وتكلم الرجلان وقالا رعيتك فان عنوت فاهل ذلك انت وان عاقبت فبما يستحقون : فقال لابي

۱۔ طبقات الفقہاء، ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ۔ ص ۶۴۔ بغداد المکتبۃ العربیہ ۱۳۵۶ھ۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۱۵/۳۱۳۔۳۱۴

۲۔ کتاب الطبقات الکبیر، ابن سعد ۶/۲۴۹۔ لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ

حنیفۃ اراک سکت یاشیخ! فقال یا امیر المؤمنین! ابا حوک مالا یملکون ارایت لوان امراۃ اباحت فرجھا بغیر عقد نکاح وملک یمین اکان یجوز ان توطا؟ قال لا ، وکف عن اھل الموصل وامر ابا حنیفۃ وصاحبیہ بالعود الی الکوفۃ "[1]

(پس منصور نے ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلوایا اور کہا: اہل موصل نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو ان کا مال و جان مباح ہو جائے گا اور اب وہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ خاموش رہے، دوسرے دو حضرات بولے اہل موصل آپ کی رعیت ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ منصور نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب ہو کر کہا، "حضرت آپ کیوں خاموش ہیں؟" آپ نے فرمایا، امیر المومنین! جس چیز کو ان لوگوں نے آپ کے لئے مباح قرار دیا ہے، انہیں اس کا حق حاصل نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں)۔ بھلا فرمایئے اگر کوئی عورت منکوحہ یا لونڈی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کر دے تو کیا اس سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟ (یعنی عورت نے ایسے طریق سے از خود اپنے جسم کو مباح کیا ہے جسے شریعت روا نہیں رکھتی)۔ منصور بولا نہیں، اور اہل موصل سے ہاتھ روک لیا اور ابوحنیفہ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا)

اس واقعہ سے ابن شبرمہ کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اب ان کے مذہب اور کتابوں کا نام و نشان باقی نہیں ہے دیگر مذاہب خصوصاً حنفی مذہب کے علماء نے ان کے بیان کردہ بعض مسائل اور آراء کو اپنی کتابوں میں جگہ دی اور جابجا ان پر اعتراضات کئے ہیں۔

۱۲۸۶ھ میں حکومت ترکیہ نے سلطنت کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو اکٹھا کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ امور شہریت کے بارے میں ضابطہ قانون وضع کریں جس کا ماخذ تو حنفی فقہ ہے البتہ بوقت ضرورت دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کر لیا جائے بشرطیکہ ان کے بیان کردہ احکام موجودہ زمانے کے حالات اور اس کی روح کے عین مطابق ہوں۔ چنانچہ ان علماء نے مل کر ایک ضابطہ قانون وضع کیا جس کا نام مجلۃ الاحکام العدلیہ رکھا گیا، ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ء میں اس کو نافذ کر دیا۔ اس ضابطہ قانون میں خرید و فروخت کے احکام ابن شبرمہ کی بیان کردہ شرائط کے مطابق مندرج کئے گئے ہیں جس کی باقاعدہ صراحت ضابطہ مذکور میں کر دی گئی ہے۔

اسی طرح حکومت مصر نے بھی کمسن بچوں کی شادی کے متعلق ابن شبرمہ کا مسلک اختیار کیا اور ۱۱ دسمبر ۱۹۲۳ء بمطابق ۳ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ کو ایک قانون کے ذریعہ لڑکوں کے لئے شادی کی ابتدائی حد اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سولہ سال مقرر کر دی۔ اس طرح مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ان کے بیان کردہ بعض مسائل کو اپنا کر اور حکومت مصر نے بعض مسائل نافذ کروا کر ابن شبرمہ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے اور انہیں تاریخی حیثیت دی ہے۔

---

[1] تاریخ الکامل، ابن اثیر الجزری ۵/ ۲۱۷۔ اس میں انہوں نے ۱۴۸ھ کے واقعات میں تحریر کیا۔ شیخ احمد الحلبی و محمد آفندی مصطفیٰ نے مطبع ذات التحریر سے ۱۳۰۳ھ میں چھپوایا۔

۴۔ امام اوزاعی (۸۸ھ۔۱۵۷ھ):

ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بعلبک (دمشق) میں پیدا ہوئے اور بیروت میں بعمر تقریباً ستر برس وفات پائی۔ بیروت کے جنوبی حصہ میں جہاں آپ مدفون ہیں آج کل محلہ اوزاعی کے نام سے مشہور ہے[1] امام اوزاعی کی تصنیفات جنہیں وہ اپنے شاگردوں کو لکھواد یتے تھے اور جن میں سے کتاب السنن فی الفقه اور کتاب المسائل فی الفقه کا تذکرہ "الفہرست" میں آیا ہے وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں رہیں[2] تاہم ان کی آراء حسب ذیل کتب میں بکثرت منقول ہیں۔

(۱) الرد علی سیرة الاوزاعی لابی یوسف۔ یہ کتاب ان خیالات کے رد میں ہے جو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کی بعض آراء کے متعلق ظاہر کئے تھے۔ امام اوزاعی کی "کتاب السیر" کا ایک اصلی نسخہ جوان کے ایک شاگرد نے تیار کیا تھا، گیارہویں / سترہویں صدی عیسوی میں بھی موجود تھا۔

(۲) کتاب اختلاف الفقهاء للطبری: الاوزاعی کی آراء میں بالعموم (فقہی مسائل کے) وہ قدیم ترین حل ملتے ہیں جو آگے چل کر فقہاء نے اختیار کر لئے تھے، ان کے مذہب کی قدیم نوعیت سے۔ اگرچہ وہ امام ابوحنیفہ کے ہم عصر تھے۔ یہ گمان گزرتا ہے کہ نہ انہوں نے اپنے سے ایک پشت پہلے کے ان پیشرووں کی تعلیمات کو محفوظ رکھا ہے جن کے ہم محض ناموں سے واقف ہیں ان کا منظم طریق استدلال بہت واضح ہے، ان کے استدلال پر "تواتر سنت" کے اصول کا غلبہ نظر آتا ہے۔ "تواتر سنت" سے ان کی مراد وہ تعامل ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے وقت سے شروع ہوا اور جسے خلفائے راشدین نے قائم رکھا اور ان کے بعد بھی قائم رہا۔ یہی سنت رسول ﷺ ہے خواہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مروی با قاعدہ احادیث میں مذکورہ ہو یا نہ ہو۔ الاوزاعی سارے اموی عہد کو "خیر القرون" میں شمار کرتے ہیں۔ سنت کے اس تصور اور بعض دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے الاوزاعی کا مذہب قدیم عراقی فقہاء کے مسلک کے بہت قریب آجاتا ہے۔[2]

مذہب اوزاعی کی اشاعت:

جس طرح فقہ اسلامی کے دوسرے دبستان ائمہ سے منسوب ہوئے اسی طرح قدیم شامی فقہ کا دبستان امام اوزاعی کے نام سے منسوب ہوا۔ امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"کان اهل الشام ثم اهل الاندلس علی مذهب الاوزاعی مدة من الدهر ثم فنی العارفون به وبقی منه مایوجد فی کتب الخلاف".[3]

(اہل شام اور پھر اہل اندلس ایک زمانے تک اوزاعی مذہب کے پیروکار رہے پھر اس مذہب کے علماء ختم ہو گئے اور اب صرف ان کا تذکرہ ان سے اختلاف کرنے والوں کی کتابوں میں باقی رہ گیا ہے)

---

[1] فلسفه التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۵۴۔۵۵۔ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۴۶

[2] دائرہ معارف الاسلامیہ ۳/۵۳۵   [2] حوالہ سابق ملخص

[3] تذکرۃ الحفاظ، ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ۔ ۱۳۴۷ء) ۱/۱۸۲۔ بیروت دار احیاء التراث العربی

عبدالعزیز سید الاہل اپنی کتاب " الامام الاوزاعی فقیه اھل الشام" میں لکھتے ہیں :

" فان الاوزاعی کان له مذهب قد انتشر فی الشام و افریقیة والمغرب والاندلس "[1]

(امام اوزاعی ایک دبستان فقہ رکھتے تھے۔ ان کا مذہب شام، افریقہ، مغرب اور اندلس میں پھیلا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

" قیل ان مذهبه ساد سوریة فترة من الزمان ثم طغی علیه مذهب مالک ولم یکد هذا المذهب ینتشر حتی تقدم الیه مذهب الشافعی "[2]

(بعض نے کہا کہ ان کا مذہب ایک زمانے تک شام میں رائج رہا پھر اس کی جگہ مذہب مالکی نے لے لی اور وہ (مالکی مذہب) شافعی مذہب کے آنے تک باقی رہا)۔

امام اوزاعی کے تلامذہ :

امام اوزاعی کے بعض ممتاز شاگرد جنہوں نے ان کے مذہب کی کتب لکھیں اور مختلف علاقوں میں اس کی اشاعت کی

☆ ابوسعید البیروتی، دمشقی الاصل، بیروت میں رہتے تھے۔ امام اوزاعی کے ثقہ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ الہقل بن زیاد دمشقی (متوفی ۱۷۹ھ) بیروت میں وارد ہوئے تھے۔ طویل زمانے تک امام اوزاعی کے ساتھ رہے۔ جب وہ شام آئے تو ان سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ اور امام اوزاعی کے بعد بیس برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

☆ سعید بن عبدالعزیم، ابومحمد التنوخی دمشقی، سعید بن عبدالعزیز کی موجودگی میں امام اوزاعی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ فرماتے : "سلوا أبامحمد" (ابومحمد سے پوچھو)۔

عقبہ بن علقمہ، ابن حدیج المعافری، طرابلس غرب سے افریقی تھے۔ شام اور بیروت میں امام اوزاعی کے مواصر اور کاتب رہے۔

ان کے علاوہ صدقہ بن الفضل، بشر بن بکر اور ولید بن مزید بھی ہیں، جنہوں نے امام اوزاعی کے رسائل وفتاویٰ کو پھیلانے میں مدد کی۔[3]

عبدالعزیز سید الاہل میں لکھتے ہیں :

" ویتتبع هؤلاء وغیر هم ممن کتب عن الاوزاعی أن روایات الاوزاعی قد جاوزت الشام وفلسطین الی حران والی عراق والی طرابلس الغرب، ومع أن من ذکرنا من الکتاب لم تجاوز مواطن اکثر هم بلاد الشام وحران فانهم تجاوز وها فیما یکتبون ویتر اسلون "[4]

(مذہب اوزاعی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے والوں اور دیگر جنہوں نے اس مذہب سے متعلق لکھا اچھی طرح علم ہے کہ امام اوزاعی کی روایت شام، فلسطین اور پھر حران اور عراق تک اور پھر وہاں سے طرابلس غرب تک پہنچیں۔ ان تمام مذکورہ باتوں کے باوجود حقیقت حال یہ ہے کہ ان کا مذہب بلاد شام وحران سے آگے نہیں پھیل سکا)

[1] الامام الاوزاعی فقیه اهل الشام، عبدالعزیز سید الاهل ص ۶۵، قاهره المجلس الاعلی للشئون الاسلامیه، الکتاب التاسع والعشرون ۱۳۸۶ھ۔۱۹۶۶ء

[2] حوالہ سابق ص ۱۳۲ [3] حوالہ سابق ص ۶۶-۶۹ [4] حوالہ سابق ص ۶۹

اہل شام میں اوزاعی مذہب پھیلا، پھر وہاں سے شامی فوجیں سواحل افریقہ پھر اندلس کی طرف گئیں جس سے رابطہ مضبوط ہو گیا۔ اہل اندلس میں سے "ساساط بن سلم" نے امام اوزاعی کے پاس آ کر ان کے مذہب کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس وطن جا کر اس مذہب کی ترویج میں حصہ لیا۔ امام اوزاعی کے فتوے اندلس میں حکم بن ہشام کے زمانے تک چلتے رہے۔ اندلس میں ان کا نام امالہ کے ساتھ اوزیعی (Aowzei یا Auzu) لیا جاتا تھا[1] مالکی مذہب نے مغرب میں تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی کے وسط میں اور شام میں چوتھی/دسویں صدی کے آخر میں اس کی جگہ لے لی[2]

۱۰۔ سفیان الثوری (۹۷ھ۔۱۶۱ھ):

ابو عبداللہ سفیان بن سعید (سعد) بن مسروق الثوری الکوفی، دوسری صدی ہجری کے مشہور فقیہ، محدث و صوفی تھے۔ ان کا شمار ممتاز فقہاء و علماء میں سے تھا جنھوں نے سرکاری عہدے قبول کرنے سے انکار کیا اور ارباب حکومت سے علیحدگی اور گوشہ نشینی کی وجہ سے معتوب ہو گئے۔ امام ثوری ۱۵۰ھ میں کوفے سے رخصت ہو گئے اور بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح منصب قضاء پر تقرر سے بچنے کے لئے عراق کی حدود سے نکل کر یمن چلے گئے اور وہاں ایک تاجر کی حیثیت سے رہنے لگے مگر جب سرکاری لوگوں نے انہیں شناخت کر لیا تو آپ وہاں سے مکۃ المکرمہ چلے گئے مگر جب وہاں بھی ان کا رہنا دشوار ہو گیا تو بصرہ آ گئے اور وہیں عبدالرحمن بن مہدی کے گھر پر روپوشی کی حالت میں انتقال فرما گئے۔[3]

۱۱۔ لیث بن سعد (۹۳ھ۔۱۷۵ء)[4]

ابوالحارث اللیث بن سعد مولی قیس، فسطاط سے کچھ فاصلے پر واقع ایک گاؤں قرقشندہ میں پیدا ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی نے "الرحمة الغيثية بالترجمة الليثية" میں آپ کی فقہی عظمت سے متعلق ممتاز علماء و فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ چند یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"مافی ھؤلاء المصریین اثبت من اللیث لا عمرو بن الحرث ولا غیرہ ما اصح حدیثہ وجعل یثنی علیہ"[5]

امام شافعی نے فرمایا:

"اللیث افقہ من مالک الا أن اصحابہ لم یقوموا بہ"[6]

(لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے لیکن ان کے اصحاب نے ان کے مذہب کی تدوین نہیں کی)

امام نووی نے "التهذیب" میں فرمایا:

"اجمعوا علی جلالتہ وامانتہ وعلو مرتبتہ فی الفقہ والحدیث"[7]

(لوگوں کا ان کی فقہ و حدیث میں جلالت، امانت اور بلند مرتبہ ہونے پر اتفاق ہے)

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۳/۵۲۵ [2] حوالہ سابق [3] حوالہ سابق اور ۱۱/۷۸۔۸۲ ملخص الفاظ کی تبدیلی و حذف و اضافہ کے ساتھ، حاشیہ مناقب الامام مالک بن انس [4] قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۷۴۳ھ، تحقیق طاہر محمد الدردیری ص ۵۲۔۵۳، مدینۃ المنورہ مکتبہ طیبہ طبع اول ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء [5] لیث بن سعد کی تاریخ ولادت ۹۲ھ اور ۹۴ھ بھی بتائی جاتی ہے۔ کتاب الرحمة الغيثية بالترجمة الليثية فی مناقب الامام اللیث بن سعد، ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی ص ۲ مطبعہ الميريہ ببولاق مصر المحميہ ۱۳۰۱ھ اور حاشیہ مناقب الامام مالک للزواوی ص ۵۶ [6] الرحمة الغيثية بالترجمة الليثية ابن حجر ص ۲ [7] حوالہ سابق

ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے "مناقب" میں امام شافعی کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"واما اھل مصر، فانتھی العلم الی اللیث بن سعد فاخذہ الشافعی من جماعۃ من اصحابہ" ۱؎

(اہل مصر کے علم کی انتہا لیث بن سعد پر ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اصحاب لیث کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا)

ابن حجر نے امام لیث کا مذہب مدون نہ ہونے کے اسباب بتاتے ہوئے لکھا:

"قال عبداللہ بن وھب لولا مالک واللیث لضللنا (قلت) واخذ عنہ الفقہ ایضامع ابن وھب عبدالرحمن بن قاسم واشھب ویحیی بن بکیر وابو صالح وغیرھم لکنہ ما صنف شیئا من الکتب ولا دون اصحابہ المسائل عنہ ولذلک قال الشافعی ضیعہ اصحابہ یعنی لم یدونوا فقھہ کما دونوا فقہ مالک وغیرہ وان کان بعضھم قد جمع منھا شیئا .... ولقد تتبعت کتب الخلاف کثیرا فلم اقف منھا علی مسئلہ واحدۃ انفرد بھا اللیث عن الائمہ من الصحابۃ والتابعین الا فی مسئلۃ واحدۃ وھی انہ کان یری تحریم اکل الجراد المیت وقد نقل ذلک ایضا عن بعض المالکیۃ" ۲؎

(عبداللہ بن وہب نے فرمایا کہ اگر امام مالک اور امام لیث نہ ہوتے تو ہم ضرور گمراہ ہو جاتے۔ میں نے کہا، امام لیث سے ابن وہب عبدالرحمن بن قاسم کے ساتھ ساتھ اشہب، یحیٰی بن بکیر اور ابو صالح وغیرہ نے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، لیکن امام لیث نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور نہ ہی تلامذہ نے ان کے مسائل کو مدون کیا۔ اسی لئے امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام لیث کے اصحاب نے ان کا مذہب ضائع کر دیا، یعنی ان کی فقہ کی تدوین نہیں کی۔ جس طرح مالکی فقہ وغیرہ کو ان کے اصحاب نے مدون کیا۔ اگرچہ بعض نے انکے مذہب کو تھوڑا بہت جمع کیا...... میں نے بہت سی خلافی کتب کا بغور مطالعہ کیا، لیکن میں نے سوائے ایک مسئلے کے کہ مردار ٹڈی کا کھانا حرام ہے کسی مسئلے میں ان کا آئمہ صحابہ اور تابعین سے اختلاف نہیں پایا اور بعض مالکیوں سے بھی اس بارے میں یہی منقول ہے)

۷۔ اسحاق بن راھویہ (متوفی ۲۳۸ھ):

ان سے متعلق تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔

۸۔ ابوثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ)

ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی ایک ممتاز مفتی دین اور ایک مذہب فقہ کے بانی تھے۔ عراق میں ان کی وفات ہوئی۔ ابوثور عراق میں امام شافعی سے ایک پشت بعد آئے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام شافعی کے تمسک بالحدیث پر منظم اصرار سے متاثر ہوئے۔ لیکن انہوں نے رائے کے استعمال کو ترک نہیں کیا جیسا کہ قدیم مذاہب فقہ کا دستور تھا۔ مؤخر سوانح نگاروں نے اس بات کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ ابوثور نے قدیم فقہائے عراق کے مذہب استخراج بالرائے کو چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کر لیا تھا اور درحقیقت بسا اوقات وہ اسی مذہب کے پیروکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱؎ مناقب الامام الشافعی، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) ص ۸۳ بیروت مؤسسہ علوم القرآن طبع اول ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء

۲؎ الرحمۃ الغیثیہ بالترجمۃ اللیثیہ ص ۹

مجتہدانہ آراء کو جو اکثر شوافع کے مسلک سے مختلف ہیں مذہب شافعی ہی کی متبادل آراء (وجوہ) نہیں سمجھا جاتا اور نہ
مفتی کی حیثیت سے ان کی کوئی خاص شہرت ہی ہے۔ مفتی کی حیثیت سے بعض محتاط تعریفی کلمات ان کے زمانے کے زیادہ
معاصر امام احمد حنبل کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اختلاف کے موضوع پر بحث کرنے والی کتابوں میں خاص
طبری کی کتاب "اختلاف الفقهاء" کے دو اجزاء میں احکام شرعیہ پر ابو ثور کی چند آراء نقل کی گئی ہیں۔
ابو ثور کا فقہی مذہب چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی تک بھی بالخصوص آرمینیہ اور آذربائیجان میں وسیع
پیمانے پر رائج تھا[1]

۱۔ داؤد ظاہری (۲۰۲ھ۔۲۷۰ھ) :

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ
امام شافعی کے بھی شاگرد تھے اور ان کے مذہب کی تائید میں کتابیں بھی لکھی۔ حتیٰ کہ تمام شافعی فقہاء، انہیں اپنا امام تسلیم
کرنے لگے۔ لیکن بعد میں انہوں نے خود ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ صرف کتاب وسنت کے
ظاہری احکام پر عمل لازمی ہے اور کسی شخص کے اقوال نہ ہمارے لئے حجت بن سکتے ہیں اور نہ ہم ان پر عمل کرنے کے لئے
مجبور ہیں۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے فقہی مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ظاہری اور ظاہریہ مذہب کے متعلق
بھی چند الفاظ لکھے، جو مندرجہ ذیل ہیں :

" انكر القياس طائفة من العماء وابطلوا العمل به وهم الظاهرية وجعلوا المدارك كلها منحصرة في النصوص والاجماع وردوا القياس اجلي والعلة المنصوصة الي النص لانّ النص على العلة على الحكم في جميع محالها وكان امام هذا المذهب داؤد ابن علي وابنه واصحابهما .... ثم درس مذهب اهل الظاهر اليوم بدروس ائمته وانكار الجمهور على منتحله ولم يبق الا في الكتب المجلدة وربما يعكف كثير من الطالبين ممن تكلف بانتحال مذهبهم على تلك الكتب يروم اخذ فقههم منها ومذهبهم فلايخلو بطائل ويصير الى مخالفة الجمهور وانكارهم عليه وربما عد بهذه النحلة من اهل البدع بنقله العلم من الكتب من غير مفتاح المعلمين وقد فعل ذلك ابن حزم بالاندلس على علو رتبته في حفظ الحديث وصار الى مذهب اهل الظاهر ومهر فيه باجتهاد زعمه في اقوالهم وخالف امامهم داؤد وتعرض للكثير من ائمة المسلمين فنقم الناس ذلك عليه واوسعوا مذهبه استهجانا وانكارا وتلقوا كتبه بالاغفال والترك حتى انها ليحصر بيعها بالاسواق وربما تمزق في بعض الاحيان "[2]

(اس کے بعد منکرین قیاس کا گروہ پیدا ہوا، جنہوں نے قیاس پر عمل کرنے کو سراسر لغو بتایا۔ ان منکرین قیاس کو ظاہریہ کے
نام سے پکارا گیا۔ انہوں نے تمام احکام شرعیہ کو نصوص واجماع میں منحصر کر دیا حتیٰ کہ قیاس جلی اور علت منصوصہ کو بھی
انہوں نے نص ہی میں شمار کر لیا۔ اس مذہب ظاہریہ کے امام داؤد بن علی اور ان کی اولاد و اصحاب ہیں .... پھر آئمہ
ظاہریہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب بھی مٹ گیا اور آج تک اسی حالت میں ہے اور محض کتابوں میں باقی ہے اور اگر آج بھی

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۷۶۵/۱ ملخص
[2] مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۳۳۶۔۳۳۷ بغداد، مکتبہ المثنی سن ند

کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے تو درحقیقت وہ وقت کا ضیاع کرتا ہے اور جمہور اُمت کو مخالفت کے لیے چیلنج کرتا ہے اور اُمت کی طرف سے بدبختی ہونے کی بدنامی مول لیتا ہے۔ چنانچہ ابن حزم کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ اگرچہ وہ حفظ حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے مگر وہ ظاہریہ مذہب کے پیرو بن گئے اور اس میں انہوں نے وہ مہارت و حذاقت حاصل کی کہ اس فرقہ کے امام (بانی) داؤد سے بھی جا بجا اختلاف کیا اور دوسری طرف آئمہ مسلمین سے بھی جنگ و جدل جاری رہتی۔ آئمہ اسلام نے ان کو بری نظر سے دیکھا اور ان کے مذہب کو لغو ثابت کر کے تہس نہس کر دیا۔ ان کی کتابوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا اور چھوتا تک نہیں۔ بازار بکنے آئیں تو کوئی خریداری پر راضی نہیں ہوتا اور کبھی ان کتابوں کو پھاڑ دیا جاتا)

ابن خلدون کی رائے کا تجزیہ :

ابن خلدون نے ابن حزم سے متعلق یہ الفاظ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر لکھے۔ اس زمانے میں اہل افریقہ مالکی مذہب رکھتے تھے اور وہ مالکی مذہب کے علاوہ کسی مذہب کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ابن حزم کے عقائد کے اختلاف سے قطع نظر ان کے علم و فضل کے تقریباً سب معترف ہیں اور ان کی کتابوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ ہر عظیم لائبریری کی زینت ہیں۔ ان کی خرید و فروخت بھی ہمارے زمانے میں عام ہے۔ فقہ پر طالب علم جو کسی مسلک سے بھی تعلق رکھتا ہو ان کی کتب سے استفادہ کرتا ہے اور اب ان کی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں اور ان پر ہر سطح پر تحقیق کا کام جاری ہے، لوگ ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔

ظاہری مذہب کے اثرات کا جائزہ :

عراق میں مذہب ظاہریہ جو اپنے بانی (داؤد بن خلف) کے نام پر داؤدی بھی کہلاتا ہے ایک باقاعدہ فقہی مسلک بن گیا اور اس کا اثر رفتہ رفتہ ایران و خراسان تک پھیل گیا۔ لیکن اندلس میں ابن حزم ہی اس مسلک کے علمبردار تھے .... المنصور (۵۸۰ھ۔۱۱۸۴ء تا ۵۹۴ھ/ ۱۱۹۷ء۔ ۱۱۹۸ء) کے عہد میں ظاہری مسلک سرکاری قانون کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ ۷۸۸ھ۔ ۱۳۸۶ء میں شام میں ظاہریوں کی ایک بغاوت کا ذکر ملتا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک وہاں کبھی زیادہ مقبول نہیں ہوا اور مصر میں بھی ہم المقریزی کو ظاہریہ کے رنگ میں لکھتا ہوا پاتے ہیں۔ امام شعرانی جو ایک صوفی بھی تھے، انہوں نے ظاہریہ کی بہت سی آراء کو محفوظ کر دیا۔ یہ درست ہے کہ مفسرین قرآن بالخصوص فخر الدین رازی اور شارحین کتب حدیث، ظاہریہ کی مخصوص تفاسیر کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف متاخر فقہاء ظاہریہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ علامہ شعرانی اپنی کتاب "میزان" میں داؤد ظاہری کو ابن حنبل اور سفیان عیینہ کے درمیان ایک نمایاں مقام دے رہے ہیں اور جنت کے دروازے کی طرف جانے والی متوازی سڑکوں پر اسے ابن حنبل اور ابو لیث بن سعد کے درمیان دکھا رہے ہیں۔[1]

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۳/ ۶۲۳۔۶۲۴ معمولی الفاظ کی تغییر کے ساتھ۔

۱۰۔ ابن جریر الطبری (۲۲۴ھ-۲۲۵ھ/۳۱۰ھ)[1]

نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری، آپ صوبہ طبرستان میں بمقام امل پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ مزید علم کی تلاش میں رہے، بغداد، بصرہ، کوفہ، مصر اور شام وغیرہ گئے۔ طبری عالمانہ مزاج اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں انہوں نے عرب اور اسلام کی روایات کے سلسلے میں مواد جمع کرنے کی انتہائی کوشش کی اور عمر کا باقی حصہ تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ اپنے خاص مضامین مثلاً علم تاریخ، علم فقہ، علم قرأۃ اور علم تفسیر القرآن کے علاوہ انہوں نے علم عروض، علم اللغۃ، صرف و نحو، علم الاخلاق بلکہ ریاضیات اور علم طب کی طرف بھی پوری توجہ کی۔ مصر سے واپس آنے کے بعد دس برس تک وہ شافعی مذہب کے پیرو رہے۔ اپنا ایک الگ دبستان قائم کیا، جس کے پیرو جریریہ کہلاتے۔ چونکہ اعتقادات میں شافعی مذہب سے اختلاف اتنا نہ تھا جتنا کہ عمل میں۔ اس لئے یہ تحریک بہت جلد فراموش ہوگئی۔ البتہ امام احمد بن حنبل کے مذہب سے ان کا اختلاف زیادہ بنیادی تھا۔ وہ امام احمد بن حنبل کو حدیث کا امام تو مانتے تھے لیکن فقہ کے متعلق وہ ان کے خیالات کے چنداں قائل نہ تھے۔[2] یہی وجہ ہے کہ ابن جریر طبری اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کرتے۔

احمد محمد الحوفی نے لکھا:

"فلما الف كتابه (اختلاف الفقهاء) اغفل ذكر احمد بن حنبل، على حين انه ذكر كثيرا من الفقهاء مثل ابى حنيفة، والشافعي، ومالك، والاوزاعي، وغيرهم من الصحابة والتابعين وتابعيهم. وقيل انه سئل في ذلك فقال: لم يكن ابن حنبل فقيها، انما كان محدثا"۔[3]

(جب انہوں نے اپنی کتاب (اختلاف الفقہاء) تالیف کی تو امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے بہت سے فقہاء مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ کا ذکر کیا، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے بہت سے لوگوں کا ذکر کیا۔ جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن حنبل فقیہ نہیں تھے بلکہ وہ محدث تھے۔

ابن ندیم نے لکھا:

"وله مذهب في الفقه اختار لنفسه وله في ذلك عدة كتب"۔[4]

(ان کا فقہ میں الگ مذہب ہے اور اس مذہب پر ان کی کئی کتابیں ہیں)

اس کے بعد ان کی کتابوں کا تذکرہ کیا اور ان کے مذہب کے فقہاء اور ان کی کتب کا تذکرہ کیا۔ طبری مذہب کے فقیہ ابو الفرج المعافی بن زکریا النہروانی کی کتابوں میں سے "کتاب التحرير والنقر (المنقر) في اصول الفقه"

---

[1] الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۲۷-۲۸، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیہ کتاب الثالث والستون ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰ء۔ اس میں تاریخ ولادت ۲۲۴ھ کے آخر یا ۲۲۵ھ کے اول میں مذکور ہے اور تاریخ وفات ۳۱۰ھ اور ۳۱۶ھ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

[2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲/۲ ۴۰۲-۴۰۳ ملخص

[3] الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۳۳۶ المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ کتاب الثالث والستون ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰ء

[4] کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۲۹۱، کراچی نور محمد کتب خانہ۔

اور "کتاب الحدود و العقود فی اصول الفقہ" بھی ہیں[1]۔ ایک اور فقیہ ابوالحسن علی بن یحییٰ کے تذکرہ میں ان کی کتب میں "کتاب الاجماع فی الفقہ علی مذہب الطبری"، "کتاب المدخل الی مذہب الطبری ونصرۃ مذہبہ"[2] کا بھی ذکر کیا۔ احمد محمد الحوفی نے اپنی کتاب میں امام طبری کی علمی وفقہی عظمت کے معترفین کے اقوال نقل کئے ہیں[3] اور ان کی ۲۸ کتابوں کی فہرست دی ہے[4] انہوں نے اس مذہب کی کتابوں کی عدم دستیابی سے متعلق لکھا :

"لکن کتبہ التی الفھا فی مذھبہ فقدت ، فلاتعرف من آرائہ الا ماذکرہ فی کتابہ (اختلاف الفقھاء) أوفی تفسیرہ للقرآن الکریم أو ماحکاہ عنہ الفقھاء والمؤرخون"۔[5]

(لیکن ان کی وہ کتب جن میں ان کے مذہب کو مدون کیا گیا تھا مفقود ہوگئیں۔ ہم ان کی آراء سے واقف نہیں ہو سکتے سوائے ان کی کتب (اختلاف الفقہاء) یا ان کی قرآن کریم کی تفسیر کے یا جو کہ فقہاء اور مؤرخین نے ان سے متعلق بیان کیا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

"انقطع اتباع مذھبہ بعد القرن الرابع"۔[6]

(چوتھی صدی ہجری کے بعد اس مذہب کے متبعین ختم ہوگئے)

صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

"ان مذھب الطبری اندرس فی منتصف القرن الخامس للھجرۃ واصبح مدفونا فی بطون التاریخ"۔[7]

(مذہب طبری پانچویں صدی ہجری کے وسط میں ختم ہوگیا تھا اور اب اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں کے سینوں میں دفن ہے)

☆☆☆

---
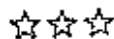
[1] حوالہ سابق ص ۲۹۲ [2] حوالہ سابق ص ۱۶۱۔۱۹۱
[3] الطبری، احمد محمد الحوفی ص ۶۰۔۶۱ [4] حوالہ سابق ص ۷۶۔۷۴ [5] حوالہ سابق ص ۲۲۶ [6] حوالہ سابق
[7] فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۵۸۔ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵۔۱۹۶۲

فصل ششم

مذاہب شیعہ اور ان کا نشأ وارتقاء

جن مذاہب کا ہم نے ذکر کیا وہ سُنی مذہب کہلاتے ہیں۔ مگر ایک جماعت ہے جو حضرت علیؓ کو خلافت کا پہلا مستحق مانتی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔

محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب میں شیعی مذہب کا یوں تعارف پیش کرتے ہیں:

"شیعہ اہلِ بیت میں سے بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور ان میں سے اول علیؓ ابن ابی طالب پھر ان کے بیٹے حسنؓ اور ان کے بعد حسینؓ اور پھر امام حسینؓ کی نسل سے نو معصوم امام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار ائمہ کی امامت پر واضح اشارے اور کنایہ میں نص فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ناموں کے ساتھ ائمہ کا تذکرہ ہے۔"[1]

مسئلہ امامت میں اہلِ شیعہ کے بھی کئی فرقے ہو گئے جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امامیہ ۲۔ زیدیہ ۳۔ اسماعیلیہ

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ امامت صرف اہلِ بیت کا حق ہے۔ وہ پہلے چار اماموں (حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، زین العابدینؒ) کے بارے میں متفق الرائے ہیں۔

ان فرقوں کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ شیعہ امامیہ:

مذہب جعفریہ جو شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے معروف ہے۔ امامیہ کے فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت اثنا عشری فرقہ کی ہے۔[2]

استاذ محمد حمزہ لکھتے ہیں:

"والامامیہ لیست فرقة واحدة كما يتبادر للذهن، بل هي فرق كثيرة كالباقرية والجعفرية والموسوية والاسماعيلية، وجميع هذه الفرق تتفرع عن الائمة الاثنا عشر الذين تنسب اليهم اشهر الفرق الامامية وهي الاثنا عشريه".[3]

(اور امامیہ کوئی ایک فرقہ کا نام نہیں ہے جیسا کہ لگتا ہے، بلکہ وہ بہت سے فرقوں مثلاً باقریہ، جعفریہ، موسویہ، اسماعیلیہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام فرقے بارہ اماموں سے نکلتے ہیں اور ان (ائمہ) کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ امامیہ کے مشہور فرقوں میں سے فرقہ اثنا عشریہ ہے)

۱۔ شیعہ ہی اہلِ سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ص ۹۱۔ ترجمہ نثار احمد زین پوری انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۳/ ۲۲۷

۳۔ التالیف بین الفرق الاسلامیہ، استاذ محمد حمزہ ص ۸۴۔ دمشق دار قتیبہ طبع اول ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

مسئلہ امامت کو زیادہ اہمیت دینے، آئمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنے اور امام مہدی کے منتظر کے قائل ہونے کی بنا پر امامی کہلاتے ہیں۔ اور محمد تیجانی سماوی کے مطابق آج پوری دنیا میں شیعہ جعفری کی تعداد ۲۵۰ ملین ہے اور سب آئمہ اثنا عشری کی تقلید کرتے ہیں[1]

فقہ جعفری کا پہلا دور :

اعیان الشیعہ کے مطابق فقہ کا پہلا مدرسہ مدینۃ المنورہ میں قائم ہوا اور شیعی فقہاء اپنے آئمہ کرام علیہم السلام سے رجوع کرتے اور اختلافات میں ان کے حکم کو حکم رسول کا شارح یا ترجمان سمجھتے رہے۔ بقول السیوطی حضرت علیؓ کی طرح امام حسن بھی کتابت حدیث وسنن کے قائل تھے[2]

امام حسنؓ، امام حسینؓ کا دور فقہ امامیہ کا عہد وسعت ہے۔ امام زین العابدین بھی اپنے خاندانی علم کے وارث تھے اور تمام اہل مدینہ ان کو اعظم جانتے اور مانتے تھے[3]۔ مدینہ منورہ میں دوسری صدی کا آغاز علمی نہضت سے ہوا جس میں آئمہ اہل بیت اور شیعی فقہاء پیش پیش تھے۔ حضرت امام باقر کا درس فقہ وتفسیر وحدیث وعقائد خاص اہمیت رکھتا تھا۔ فقہ کی تدوین جدید اور حدیث سے استخراج احکام کا سلسلہ اسی عہد میں شروع ہوا۔ اکابر مجتہدین اسی دور میں پیدا ہوئے اور ربع صدی کے اندر اندر اکابر کے خاص نظریات وافکار کی بنا پر فقہ کے الگ الگ دبستان ابھرنے لگے۔ شیعوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں[4]۔

امام باقر کے بعد ان کے فرزند امام ششم حضرت جعفر صادقؒ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ اس وقت کم وبیش ان کی عمر چونتیس سال تھی کیونکہ ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور امام محمد باقرؒ کا سن رحلت ۱۱۴ھ ہے۔ امام جعفر صادقؒ تقریباً بارہ سال اپنے جد بزرگوار امام زین العابدین اور ان کے بعد انیس سال اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے[5]۔

امام جعفر صادقؒ (۸۰ یا ۸۳ھ۔ ۱۴۸ھ) اکابر مجتہدین میں سے تھے اور حق گوئی بزرگی اور فضیلت علمی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ فرقہ امامیہ کی فقہ واحیانا آپ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے مذہب جعفری کہتے ہیں۔ فرقہ امامیہ میں زرارہ بن اعین (متوفی تقریباً ۱۵۰ھ) اور آپ کے دو صاحبزادے حسین وحسن اور دوسرے بہت سے لوگوں نے شہرت حاصل کی[6]۔

صبحی محمصانی نے فرقہ امامیہ کے معتقدین کی تعداد کے متعلق لکھا کہ وہ ایران میں تقریباً ستر اسی لاکھ، ہند میں پچاس لاکھ، عراق میں پندرہ لاکھ، لبنان میں ایک لاکھ پچپن ہزار سے کچھ زیادہ[7] اور شام میں تقریباً گیارہ ہزار ہیں۔[8] استاد صبحی محمصانی نے جو اعداد وشمار بتائے ہیں ان کا زمانہ نہیں بتایا۔ شاید یہ ماضی کے اعداد وشمار ہوں۔

---

1. شیعہ ہی اہل سنت ہیں۔ محمد تیجانی سماوی ص ۱۴۵
2. اعیان الشیعہ ۱/۲۹۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/۳۲۵
3. دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/۳۲۵
4. الذریعہ الی تصانیف الشیعہ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/۳۲۵
5. اعیان الشیعہ ۴/۲:۲۹۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/۳۲۶
6. فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۲۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء
7. حوالہ سابق ص ۶۲۔۶۳
8. حوالہ سابق ص ۶۳

...ذہب امامی اثنا عشری کی مختلف علاقوں میں نشر و اشاعت :

...ابو زہرہ فرماتے ہیں :

"قد انتشر المذهب الامامی فی اماکن مختلفة ، ولکن لم یکن فی بلد من البلدان التی دخلها له غالبية كبيرة فی كل البلاد التی دخلها واستقر فيها ، ولكن بعضها له فيه كثيرة ، وبعضها له فيه قلة ، وهم فی قلتهم وكثرتهم يتلاقون على العمل فی الفروع بالمذهب الجعفری ، فهو المذهب السائد فی الفروع ، ذلك ان الامامية يتلاقون متفقين عند الامام الصادق رضی الله تبارك و تعالى عنه ، ثم يكون التفرق من بعده ، فالاسماعيلية اعتبروا الامام من بعده اسماعيل ، والاثنا عشرية اعتبروا الامام من بعده موسى الكاظم ، ثم ارسلوا سلسلتهم الى محمد بن الحسن العسكری الذی غيب ، ولا يزال ينتظر ولذلك نقول ان كل ارض دخلها المذهب الامامی دخلها معه المذهب الجعفری والاثنا عشرية على ای حال هم الكثرة من الشيعة الامامية فی الجملة وان المذهب الاثنا عشری فی ایران يستغرق الكثرة ، والمذاهب السنيه به عدد متبعها اقل من عدد الاثنا عشرية ، والاكثرون منهم من الشافعية ، ذلك لأن المذهب الشافعی من قديم الزمان كان له شان فی تلك البقاع "[1]

(مذہب امامی اثنا عشریہ مختلف اماکن میں پھیلا اور پھلا پھولا لیکن یہ جہاں جہاں بھی گیا اور بہت سی جگہوں پہ گیا کہیں بھی اس نے غالب ترین اکثریت کی صورت اور حیثیت اختیار نہیں کی۔ یہ مذہب جملہ بلاد و امصار میں پہنچا، کہیں اس نے کچھ اکثریت حاصل کر لی، کہیں اقلیت میں رہا لیکن کثرت و قلت ہر حالت میں اس مذہب کے متبعین نے مذہب جعفری کے فروع تک اس پہ عملدرآمد کا سلسلہ قائم رکھا۔ امام صادق رضی اللہ عنہ کے وجود گرامی تک امامیہ پورے طور پہ متفق نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد ان میں تفرقہ پیدا ہوا۔ اسماعیلیہ نے امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل کو امام مانا اور اثنا عشریہ نے موسیٰ کاظم کے سر پہ تاج امامت رکھا۔ پھر اس کا سلسلہ امامت محمد بن حسن العسکری تک برابر جاری رہا۔ امام حسن عسکری عالم ظاہر سے پردہ غیب میں چلے گئے اور انہوں نے امام منتظر کی حیثیت اختیار کر لی۔ حقائق بالا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر اس خطہ ارض میں جہاں مذہب امامی داخل ہوا، مذہب جعفری بھی پہنچا لیکن مذہب امامیہ میں کثرت ہمیشہ اثنا عشریہ جعفریہ ہی کی رہی)

...مزید لکھتے ہیں :

☆ ایران میں مذہب اثنا عشری کو اکثریت حاصل ہے۔ وہاں سنی بھی ہیں لیکن ان کی تعداد شیعوں سے کم ہے جو سنی مسلمان وہاں ہیں۔ ان میں اکثریت شافعیوں کی ہے۔

☆ عراق میں بھی مذہب اثنا عشری کا غیر معمولی اثر و رسوخ اور مرتبہ حاصل تھا۔ وہاں اگرچہ مذہب اثنا عشری کے متبعین کی اکثریت نہیں لیکن ان کی تعداد کم بھی نہیں ہے۔

---

[1] الامام الصادق، حیاته و عصره ، آرائو ہ و فقهه محمد ابو زہرہ ص ۵۴۳۔ مطبعہ احمد علی مخیمر سنند۔

☆ نجف بلاد عراق کے شہر نجف میں اثنا عشری کی کثیر تعداد موجود ہے۔ وہاں امام علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے جو راس الائمہ اور ابوالائمہ ہیں۔

☆ عراق کے شہر کربلا میں سبط رسول ﷺ کا واقعۂ شہادت پیش آیا۔ امام حسینؓ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے روحانی تاجدار مانے جاتے ہیں۔ کربلا میں شیعہ بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں، بلکہ وہاں کے تقریباً تمام باشندے شیعہ ہیں۔

☆ کاظمیہ امام جعفر صادق کے صاحبزادے جوان کے بعد اثنا عشریہ کے امام بھی ہوئے، کی نسبت رکھنے والا مدائن عراق کے ایک شہر کاظمیہ میں بھی شیعوں کی اکثریت ہے اور یہیں ائمہ اثنا عشریہ کے ایک اور امام جو موسیٰ کاظم کے پوتے ہیں، آرام فرما ہیں۔

☆ بغداد کی بستیوں میں سے ایک بستی سامرا میں بھی شیعہ حضرات کی اکثریت ہے۔ ائمہ اثنا عشری کے آخری امام محمد حسن العسکری یہیں سے پردۂ غیب میں چلے گئے۔

☆ لبنان اور شام کے دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں شیعہ موجود ہیں۔

☆ پاکستان و ہند کے بہت سے شہروں میں امامی مذہب اب بھی موجود ہے۔

☆ بلاد انڈونیشیا میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

☆ بلاد وسط افریقہ میں بھی شیعہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً نائجیریا، صومالیہ، بلاد سنغال اور دوسرے افریقی شہروں میں وہ پائے جاتے ہیں۔ ان مقامات کے شیعوں کی کثیر تعداد اثنا عشریوں پر نہیں بلکہ اسماعیلیوں پر مشتمل ہے جو آراء منحرفہ کے حامل ہیں۔

☆ ملک یمن کی اکثریت زیدیہ فرقہ کی ہے۔ اثنا عشری بہت کم تعداد میں موجود ہیں۔

☆ بحرین میں بھی شیعہ بہت زیادہ ہیں۔

☆ ایک اور عرب شہر "قطیف" کے رہنے والے تقریباً سب شیعہ ہیں۔[1]

شیعہ زیدیہ :

شیعوں کی ایک شاخ جسے زید بن علی کو امام تسلیم کرنے کی بناء پر اثنا عشریہ اور سبعیہ سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ زید بن علی کی وفات کے بعد زیدیہ نے علویوں کی بہت سی بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن ان کی کوئی متحدہ جماعت نہیں تھی۔[2] دائرہ معارف الاسلامیہ میں مذکور ہے۔ دو جگہ زیدیوں کے سیاسی ارمان پورے ہوئے۔ الحسن بن زید سے لے کر ۲۵۰ھ۔ ۱۱۳۶ تک بحر خزر کے علاقے میں بے قاعدہ وقفوں سے اور بعض اوقات ایک دوسرے کے مخالف تقریباً بیس امام اور داعی ظاہر ہونے کے بعد میں

[1] حوالہ سابق ص ۵۴۳-۵۵۰ ملخص [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۵۵۲/۱۰

کے زیدی بکثرت یہ میں جو ایک چھوٹا سا فرقہ تھا، مدغم ہو گئے۔ یمن میں زیدی حکومت کا بانی القاسم الرسی کا پوتا الہادی یحییٰ بن الحسین تھا۔ یمن کی تمام سلطنتوں میں سے صرف یہی اب تک باقی ہے۔[1]

زمانہ حال میں امام کو معزول کر کے یمن میں جمہوری حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ زیدیہ کا تشیع اس بنا پر ثابت ہے کہ امامت کو حضرت علیؓ اور ان کے فرزند حضرت امام حسن و حضرت امام حسینؓ پھر ان کی اولاد میں مختص مانتے ہیں۔ زیدیہ کے نزدیک امام کے لئے جہاد کرنا اور فقیہ ہونا لازمی ہے۔ وہ زید بن علی کو اصول و فروع کا سرچشمہ مانتے ہیں توحید میں ان کے بیشتر عقائد شیعہ اثناعشریہ و معتزلہ کے مطابق ہیں۔[2]

ابوزہرہ نے شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

"اکثرھم فی زماننا مقلدون، لایرجعون الی رای اجتھاد، اما فی الاصول فیرون رای المعتزلة حذو القذہ بالقذة، ویعظمون ائمة الاعزال اکثر من تعظیمھم ائمة ال البیت واما فی الفروع فھم علی مذھب ابی حنیفة الا فی مسائل یوافقون فیھا الشافعی رحمة اللہ".

(ان میں سے اکثر ہمارے زمانے میں مقلد ہیں۔ اجتہادی طرف رجوع نہیں رکھتے۔ وہ اصول میں معتزلی رائے کی مکمل پیروی کرتے ہیں و معتزلی ائمہ کی ائمہ آل بیت سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ اور فروع میں وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر چلتے ہیں۔ ہاں البتہ بعض مسائل میں وہ امام شافعی کی موافقت کرتے ہیں)

چھٹی صدی میں زیدیوں کی اکثریت اور معتزلہ کے عقائد میں بال برابر بھی اختلاف نہیں تھا اور زیدی فقہ میں عموماً امام ابوحنیفہ سے اور بعض مسائل میں امام شافعی سے متفق ہیں۔[3] شیعہ زیدیہ حضرت علی سے پہلے خلفائے راشدین پر تبرا کرنے میں اعتدال پسندی سے کام لیتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت کے قائل ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔ شیعہ کا یہ فرقہ اہل سنت کے مذہب سے کچھ قریب ہے اور مقبول ہے۔ صبحی محمصانی لکھتے ہیں کہ شیعہ زیدیہ کا مرکز یمن ہے جہاں ان کی تعداد میں اُوسط سے کچھ زیادہ ہے۔[4]

شیعہ زیدیہ کی سب سے قدیم کتاب "المجموع" ہے جو ان احادیث اور فتاویٰ پر مشتمل ہے جو امام زید بن علی سے روایت کئے گئے ہیں اور جن کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے۔ آج کل ان کے علم فقہ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "الروض النضیر شرح مجموع الفقه الکبیر" ہے جو شرف الدین حسین بن علی احمد حیمی (متوفی ۱۲۲۱ھ) کی تالیف ہے۔[5] کتب تاریخ و فرق میں ہر مذہب کی طرح زیدیوں کے بھی بہت سے فرقے بتائے گئے ہیں مثلاً الجارودیہ، السلیمانیہ، القاسمیہ وغیرہ۔[6]

---

1. حوالہ سابق ص ۵۵۴/۱۰
2. حوالہ سابق ص ۵۵۷/۱۰-۵۵۸
3. الامام زید محمد ابوزہرہ ص ۲۰۱-۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۵۵۸/۱۰ ملخص
4. فلسفة التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۴
5. حوالہ سابق ص ۶۳-۶۴
6. دائرہ معارف اسلامیہ ۵۵۹/۱۰

شیعہ اسماعیلیہ :

یہ فرقہ موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل نہیں بلکہ وہ ان کے بڑے بھائی اسمٰعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔ اسماعیلیہ کے مختلف نام ہیں مثلاً باطنیہ، سبعیہ، محمرہ، تعلیمیہ، میمونیہ۔

اسماعیلیہ اقتدار کے مختلف ادوار :

۱۔ مغربی افریقہ، مصر، شام و حجاز ۲۹۷ھ/ ۹۰۹ء تا ۵۶۷ھ/ ۱۱۷۲ء اس دور کو فاطمی دور خلافت کہا جاتا ہے۔ اسماعیلیوں نے سیاسی اقتدار کے حصول کے بعد اپنے امام کو خلیفہ بھی کہا اور عباسی خلفاء کے بالمقابل فاطمی خلفاء کہلوایا، کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ صحیح النسب فاطمی ہیں۔ انہوں نے اپنے القاب بھی عباسیوں کے طرز پر رکھے۔

۲۔ شمالی ایران اور ملحقہ علاقہ ۴۸۳ھ/ ۱۰۹۰ء تا ۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء

۳۔ محدود علاقوں میں مختصر مدتوں تک بالخصوص یمن میں غربی پہاڑیوں اور شام کے ساحلی علاقہ میں۔

۴۔ ۴۵۰ھ۔ ۱۰۵۸ء میں بغداد پر ایک سال تک اسمٰعیلی (فاطمی) کا قبضہ رہا[1]

اسمٰعیلی فقہ :

اسمٰعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہے۔ ہر حکم نص قطعی کا محتاج ہے۔ جس کے لئے ان کے یہاں ہر وقت امام/ نائب امام موجود ہے۔ ان کے ارکان دین سات ہیں :

(۱) ولایت (امام سے محبت اور اس کی اطاعت)

(۲) طہارت (اتقا) (۳) صلوۃ (۴) زکوٰۃ

(۵) حج (۶) روزہ (۷) جہاد

ان سب میں ولایت سب سے افضل ہے، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں توحید و رسالت نہیں ہے۔ اس علم میں سب سے زیادہ نامور شخصیت قاضی نعمان بن محمد کی ہے۔[2]

وہ علاقے جہاں اسماعیلیہ کو فروغ ملا :

۱۔ فاطمی دعوت کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ سو سال کی خفیہ جد و جہد کے بعد ان کو شمالی افریقہ میں ۲۹۷ھ۔ ۹۰۹ء میں اقتدار ملا۔ پھر مغرب ادنیٰ پر ان کا قبضہ ہوا اور ۳۵۸ھ۔ ۹۶۹ء میں مصر بھی ان کی قلمرو میں آ گیا اور اس کے بعد محدود مدت کے لئے بلاد شام و عرب و یمن پر بھی ان کی حکومت رہی۔ لیکن یہ اقتدار بہت جلد زوال پذیر ہوا۔ ان کے مقبوضات آزاد ہوتے گئے حتیٰ کہ ۵۶۷ھ۔ ۱۱۷۲ء میں اسماعیلیہ کو مصر

---

[1] اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف۔ تاریخی نقطہ نظر سے۔ سید تنظیم حسین ص ۳۳۔ ۳۶ کراچی سواد اعظم اہلسنت سندھ

[2] حوالہ سابق ص ۶۸

اس طرح چھوڑنا پڑا کہ وہاں ایک اسماعیلی بھی نہ رہا۔ جبکہ ۴۴۲ھ۔۱۰۵۰ء میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعی مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور ۴۶۳ھ میں بلاد عرب میں فاطمی حکومت کا نشان نہ رہا۔[1] یہ وہ علاقے تھے جن میں فاطمی دعوت کی کامیابی کے لئے ان کے چھٹے امام حضرت جعفر الصادقؒ نے بشارت دی تھی۔

مصر میں زوال سے قبل ہی اسماعیلیہ (طیبی) نے اپنا مرکز یمن منتقل کر لیا تھا۔ مگر یمن میں محدود علاقوں پر ان کا قبضہ رہا اور وہ بھی بہت مختصر مدت کے لئے۔ یمن کو اسماعیلیہ مبارک بقعہ[2] (مقدس علاقہ) کہتے تھے۔ کیونکہ یمن میں ہی ان کی دعوت کو ابتدائی کامیابی ہوئی تھی، لیکن یہ مبارک بقعہ بھی ان کو راس نہ آیا اور قریباً پانچ صدیاں خاموشی کے ساتھ گزارنے کے بعد اسماعیلیہ (طیبی) کو ہندوستان منتقل ہونا پڑا۔ یمن کا اب یہ حال ہے کہ وہاں اسماعیلیہ (طیبی) یعنی سلیمانی بوہرے چند ہزار[3] کی تعداد میں ہیں۔

ہندوستان میں بھی اسماعیلیہ (طیبی) کو جو بوہرے کے نام سے معروف ہیں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اب کچھ عرصے سے ان کی دعوت کا سلسلہ بھی بند ہے۔[4] قبل از پاکستان ان کی کل تعداد کا اندازہ سوا چار لاکھ تھا۔[5]

اسماعیلیہ کی ایک شاخ نزاریہ کو چھٹی / ساتویں ہجری میں شمالی ایران، عراق، کوہستانی علاقے اور شام کے سواحل پر اقتدار ملا۔ یہ اقتدار کوئی ڈیڑھ سو سال رہا۔ اس کا خاتمہ تاتاریوں نے ۶۵۶ھ۔۱۲۵۸ء میں کیا۔ ان کا مرکز الموت تھا۔ اس کے بعد نزاری ایران میں کئی جگہ منتقل ہوئے۔ آخر کار ان کو بھی ہندوستان میں ہی پناہ ملی اور نزاریوں کے امام حسن علی شاہ آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ۔۱۸۴۲ء میں سندھ آ گئے۔ یہ لوگ آغا خانی کہلاتے ہیں۔ حکومت برطانیہ کی سرپرستی کے باوجود ہندوستان میں ان کی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا۔ مختصراً اسماعلیہ کو حکومت بھی ملی، دولت بھی۔

موجودہ صورت حال :

ڈاکٹر زاہد علی نے کتاب تاریخ فاطمین میں لکھا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق قبل از پاکستان دنیا کے تمام ممالک کے اسماعیلیوں (نزاریہ، مستعلویہ، دروز اور ان کے تمام فرقوں) کی تعداد پانچ لاکھ تھی۔[6] جو اب بڑھ کر زیادہ سے زیادہ نو لاکھ ہو گئی ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ اسماعیلیوں میں بڑی تعداد تعلیم یافتہ افراد کی ہے۔ یہ لوگ تجارت کرتے ہیں۔ سیاست میں بالواسطہ حصہ لیتے ہیں۔ Unity in Adversity (مصیبت میں اتفاق و اتحاد) کے اصول کے تحت منظم ہیں اور یہودیوں کی طرح تعداد کے تناسب سے زیادہ معروف ہیں۔ لیکن ان کی آبادی منتشر ہے۔ نیز نزاریہ (آغا خانیوں) اور طیبی مستعلویہ (بوہروں) میں شدید اختلاف ہے۔ لہٰذا اپنے پھیلاؤ سے زیادہ عوامی رفاہی امور میں بھی لیتے نظر آتے ہیں، تاکہ عامۃ الناس ان کے متعلق نیک خیال قائم کریں۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد کے اعتبار سے ایک ہزار میں ایک ہیں۔[7]

---

1. تاریخ فاطمین مصر زاہد علی ۲/ ۹۸ اور ۲/ ۲۳ ملخص نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء
2. حوالہ سابق ۲/ ۲۸
3. حوالہ سابق ۲/ ۸۳۔۸۴
4. آب کوثر ص بحوالہ اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت ۱۶۹
5. تاریخ فاطمین مصر زاہد علی ۲/ ۸۳۔۸۴ نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء
6. حوالہ سابق ۲/ ۲۹۱
7. اسماعیلیہ اور عقیدت امامت کا تعارف سید تنظیم حسین ص ۱۷۰

صبحی محمصانی نے اسماعیلیہ کی موجودہ حالات کے بارے میں جو لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آج کل شیعہ اسماعیلیہ کے دو فرقے ہیں : ایک اسماعیلیہ شرقیہ اور دوسرا اسماعیلیہ غربیہ۔

اسماعیلیہ شرقیہ کا مرکز ہندوستان ہے اور اس کے پیرو ایران اور وسط ایشیاء میں بھی ہیں۔ اس فرقہ کے قائد سلطان محمد شاہ عرف آغا خان ہیں جو ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اڑتالیسویں امام ہیں۔ اس فرقے کے لوگ اپنے مال کا عشر یعنی دسواں حصہ انہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد برطانوی ہند میں تقریباً دس لاکھ ہے۔

اسماعیلیہ غربیہ جنوبی عرب کے علاقے میں، خلیج فارس کے قریب و جوار میں شام میں حماۃ اور لاذقیہ کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔ شام میں اسماعیلیوں اور علویوں کی تعداد تقریباً ساڑھے بیس ہزار ہے۔ فقہ اسماعیلیہ مشہور نہیں فقہی مسائل میں اسماعیلی لوگ "دعائم الاسلام" پر اعتماد کرتے ہیں۔ جس کے مؤلف قاضی نعمان بن محمد تمیمی مغربی (متوفی ۳۶۳ھ) ہیں اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں مگر پوری کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی۔ اس میں سے کتاب الوصیہ، کتاب الجہاد اور المقدمات کو جناب آصف بن علی اصغر فیضی نے ۱۹۵۱ء میں مصر سے چھپوا کر شائع کیا۔[1]

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ مذہب سے متعلق کتابوں کا حصول ایک مسئلہ رہا ہے جس کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا۔ مثلاً Shorter Encylopaedia of Islam میں "ISMA'ILIAY A" (اسماعیلیہ) کے عنوان کے تحت مقالہ نگار W. Ivanw لکھتے ہیں :

"Apparently very Few pre-Fatimid works are now preserved, and as little authentic informaion about early Ismailli doctrine is availlable as generally about the early shi'a.[2]

(ظاہری طور پر دیگر امامیہ (شیعہ) کی طرح اسماعیلیوں کے متعلق بھی معلومات محدود ہیں)

☆☆☆

1. فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۶۴-۶۵ م بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ-۱۹۴۶ء

2. Shorter Encylopaedia of Islam, Edited by H.A.R. Gibb and J.H. Karmers page 181 Leiden E.J. Brill 1953.

باب چہارم

احکام شریعت کے ماخذ

فصل اوّل : احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ

☆ الکتاب

☆ السنۃ

☆ الاجماع

☆ القیاس

فصل دوم : احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ 773-814

☆ استحسان

☆ مصالح مرسلہ / استصلاح

☆ سدالذرائع

☆ استصحاب

☆ عرف وعادت

☆ مذہب صحابی

☆ شرع من قبلنا

[با]ب چہارم

احکامِ شریعت کے ماخذ

اس باب میں ہم شرعی احکام کے ماخذ پر گفتگو کریں گے۔ ماخذ اسم مکان کے وزن پر ہے جیسے مصدر وہ جگہ جہاں سے [کو]ئی چیز صادر ہو۔ مخرج وہ مقام ہے جہاں سے کوئی چیز خارج ہو اسی طرح ماخذ وہ جگہ ہے جہاں سے کچھ اخذ (حاصل) [ک]یا گیا ہوئے۔ ماخذ کی جمع ماخذ ہے۔ شرعی احکام ان ماخذ سے معلوم ہوتے ہیں جو شارع نے دیئے ہوں یا قائم کیے ہوں [ج]و احکام کے مکلف لوگوں کی طرف رہنمائی کریں ان ماخذ کو اصول الاحکام، مصادر تشریع الاحکام اور [ادل]ۃ الاحکام کہتے ہیں۔ یہ سب مترادفات ہیں اور سب کے ایک معنی ہیں۔

[دلی]ل کے لغوی واصطلاحی معنی :

دلیل کے لغوی معنی

"مافیه دلالة وارشاد الی ای امر من الامور"۔

(جو کسی چیز یا کام کی طرف رہنمائی کرے یا بتلائے)۔[۲]

علمائے اصول کی اصطلاح میں دلیل کی تعریف یہ ہے :

"انه الذی یمکن یوصل بصحیح النظر فیه الی مطلوب خبری"۔[۱]

(دلیل وہ ہے جس کے ذریعے صحیح غور وفکر کے بعد حکم شرعی تک پہنچنا ممکن ہو)۔

اسی سیاق میں "المسودہ" میں مذکور ہے :

"وحکی عن بعض المتکلمین انه خص الدلیل بما اوجب القطع، فاما ما افادالظن فهو امارة عندهم"۔[۳]

(دلیل کی تعریف میں بعض متکلمین نے یہ شرط لگائی ہے کہ دلیل وہ ہے جو یقینی طور پر حکم شرعی تک پہنچادے اگر حکم شرعی تک پہنچانا ظنی ہو تو اس کو امارت (علامت) کہتے ہیں (دلیل نہیں)۔

لیکن علماء اصول کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اس کے لئے ایسی کوئی شرط ضروری نہیں ان کے نزدیک دلیل شرعی کا [م]اخذ وہ ہے جس سے عملی حکم شرعی معلوم ہو، خواہ وہ قطعی طور پر معلوم ہوں یا ظنی طور پر۔[۴]

---

[۱] الاحکام فی اصول الاحکام سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی محمد الآمدی متوفی ۶۳۱ھ، بیروت دارالفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء الآمدی

[۲] الوجیز۔ عبدالکریم زیدان، ص ۱۴۷۔ لاہور فاران اکیڈمی سن ندارد

[۳] المسودہ فی اصول الفقه مجدالدین عبدالسلام شہاب الدین عبدالحلیم، شیخ الاسلام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ ص ۵۷۳، جمع وتبییض شہاب [الد]ین ابوالعباس احمد بن محمد حنبلی متوفی ۷۴۵ھ، بیروت دارالکتاب العربی لبنان سن ندارد۔

[۴] الوجیز۔ عبدالکریم زیدان ص ۱۴۷، لاہور، فاران اکیڈمی سن ندارد۔

...فصل اول

احکامِ شریعت کے متفق علیہ ماخذ

احکام شریعت کا پہلا ماخذ الکتاب (قرآن کریم)

باب چہارم کی پہلی فصل میں متفق علیہ۔ بنیادی ماخذ قرآن وسنت اور ان کے ذیلی ماخذ اجماع وقیاس کو بیان کیا ...ئے گا اور اس باب کی دوسری فصل میں مختلف فیہ ماخذ پر گفتگو کی جائے گی۔

...رآن کا تعارف :

خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر صبح صادق کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی تیرہ سال مکی اور دس سال مدنی زندگی میں ضرورت و حالت کی مناسبت سے اللہ کی جانب سے آپ ﷺ پر تدریجاً نازل ہونے والی کتاب "قرآن" ہے۔ مکی دور میں نازل ہونے والا حصہ زیادہ تر توحید کی دعوت اور رسالت، حیات بعد الموت اور قیامت کے عقیدہ کو ذہنوں اور دلوں میں بٹھانے سے متعلق ہے یا اس میں قانون سازی کی ابتدائی بنیادوں کا ذکر ہے، یا اس میں فضائل اخلاق، آداب یا گزشتہ انبیاء و اقوام کے متعلق بیان ہوئے تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ کیونکہ یہاں مسلمان انفرادی طور پر جدوجہد میں مصروف تھے مگر جب نبی کریم ہجرت میں مدینۃ المنورہ میں پہلی باقاعدہ اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو اجتماعی معاملات سے سابقہ پڑنا ایک لازمی امر تھا، تو اس ضرورت کے پیش نظر یہاں جو حصہ نازل ہوا وہ عبادات، معاملات، خاندانی نظام، وراثت، جہاد، اجتماعی و بین الاقوامی تعلقات اور امور مملکت وغیرہ سے متعلق تھا۔ اس لئے قانون سازی کے نقطہ نظر سے مدنی دور زیادہ اہم ہے۔

...ب سے پہلی اور آخری وحی :

صحیح ترین قول کے مطابق قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت یہ ہے : " اقرا باسم ربک الذی خلق " (ابتدائی پانچ آیات)[1]۔ اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت سے متعلق صحیح بخاری میں باب واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ہے[2]۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ : " آخر آیۃ نزلت علی النبی ﷺ ایۃ الربوا (سب سے آخر میں آپ پر آیت ربوا نازل ہوئی)۔[3]

ان کے تئیس (۲۳) برس میں تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی بھی متعدد حکمتیں ہیں مثلاً دعوتی مہم کے دوران رسول کریم ﷺ کی رہنمائی فرمانا، ان کی ہمت افزائی اور دلجوئی کرنا وغیرہ اور اس مقدس کتاب قرآن کریم کے اعجاز کے بھی مختلف پہلو ہیں، مثلاً الفاظ واسلوب کی بلاغت، اخبار اقوام سابقہ، علمی حقائق پر مشتمل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

[1] العلق : ۱-۵۔ [2] البقرۃ : ۲۸۱۔

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر، باب قولہ اتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ۔

قرآن کریم کی تعریف :

علماء اصول سے اس کی مختلف تعریفیں منقول ہیں ان میں سے ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ اس کی تعریف جامع و مانع ہو، کتاب اصول بزدوی میں یہ تعریف منقول ہے :

" القرآن هو الكتاب المنزل على رسول الله (ﷺ) المكتوب في المصاحف المنقول عن النبي عليه السلام نقلا متواترا بلا شبهة "[1]

(قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول حضرت محمد پر نازل ہوئی جو مصحفوں میں لکھی ہوئی ہے اور جو ہم تک بغیر کسی شک وشبہ کے تواتر کے ساتھ نقل در نقل ہو کر پہنچی ہے۔)

اس تعریف میں القرآن کو علم قرار دیا جائے تو القرآن کے ذریعہ کتاب کی تعریف لفظی (یعنی کسی غیر معروف لفظ کی معروف کے ساتھ تعبیر کرنا جیسے لفظ غضنفر کو اسد سے) اور المنزل على الرسول سے تعریف حقیقی یعنی صورت غیر حاصلہ کو حاصل کرنے کے لئے جو تعریف کی جائے) سے اور المكتوب في المصاحف کی قید سے وہ آیات خارج ہو گئیں جن کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے مگر حکم باقی ہے۔ مثلاً " الشيخ و الشيخو و الشيخوخة اذا زنيا فار جموهما البتة نكالا من الله " اور قضاء رمضان میں حضرت ابی کی قرأت فعدة من ايام اخر متتابعات اور کفارہ یمین میں عبداللہ بن مسعود کی قرأت : " فصيام ثلثة ايام متتابعات " جو کہ مصحف میں مکتوب نہیں اس لئے قرآن کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔[2]

قرآن کس چیز کا نام ہے؟

اس بارے میں ملا جیون (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے تین اقوال ذکر کئے ہیں۔

پہلا قول : قرآن فقط نظم (لفظ) کا نام ہے دلیل یہ ہے کہ انزال، کتابت نقل کے ساتھ نظم و لفظ تو متصف ہو سکتا ہے معنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :"انا انزلناه قرانا عربيا"[3] (ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا)۔ عربیت اور غیر عربیت کا تعلق الفاظ کے ساتھ کے ہوتا ہے نہ کہ معنی کے ساتھ۔

دوسرا قول : قرآن فقط معنی کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے امام ابو حنیفہ نے نماز میں فارسی زبان میں تلاوت کی اجازت دی تھی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : " وانه لفي زبر الاولين "[4] پچھلی تمام کتب سماوی غیر عربی میں تھیں اس لئے قرآن کا ان میں موجود ہونا معناً ہو سکتا ہے لفظاً نہیں۔

تیسرا قول : تیسرا اور مختار قول یہ ہے کہ : " القرآن هو اسم للنظم و المعنى جميعا "[5] (قرآن نظم و معنی کے مجموعے کا نام ہے۔) علامہ النسفی نے المنار کے متن میں لفظ کے بجائے ادبا " نظم " کا لفظ استعمال کیا۔

---

[1] اصول بزدوی اور کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی للبخاری ۱/ ۲۱، ۲۲ کراچی الصدف پبلشرز سن ند
[2] کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی ۱/ ۲۱ ملخص۔
[3] یوسف : ۲۔ [4] الشعراء : ۱۹۶۔
[5] نور الانوار علی المنار، حافظ شیخ احمد ملا جیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۲۳ مصر مطبعۃ الکبری الامیریہ ۱۳۲۶ھ۔

روآیات جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کی تعداد سے متعلق صاحب نورالانوار نے فرمایا : " والمراد من الکتاب بعض الکتاب وھی خمس مائة اٰیة "[1] (کتاب سے مراد بعض الکتاب ہے جو ۵۰۰ آیات ہیں) پانچ سو آیات کے علاوہ دیگر آیات اخبار قصص وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

قرآن کے اوامر و نواہی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں بے شمار حکمتوں اور مصالح کے ساتھ تشکیل قانون میں انسانی طبیعت و فطرت کے پیش نظر اصول اربعہ تدریج بعدم حرج اور یسر و سہولت کی بطور خاص رعایت رکھی گئی ہے تشکیل اور ارتقاء قانون کے تدریجی طریقہ کار سے یہ فکر پیدا کرنا مقصود ہے کہ کامیاب قانون وہی ہے جو انسان کی فطرت سے ہم آہنگ اور اس کی تربیت یافتہ رجحانات کے موافق ہو۔ علامہ قرطبی نے بعض مفسرین کے حوالے سے لکھا :

"ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامة ولبر الا اعطاء ھذہ الامة ومن کرامتہ و احسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعة واحدة ولکن اوجب علیھم مرة بعد مرة "[2]

(فضیلت و کرامت کی کوئی بات ایسی نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا نہ فرمایا ہو یہ بھی اس کا فضل و احسان ہے کہ شرائع (احکام) کو اس نے ایک ہی دفعہ میں نہیں اُتارا بلکہ یکے بعد دیگرے بتدریج واجب کیا۔)

اس سلسلے میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی درج ذیل توضیح سے بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے وہ فرماتی ہیں :

"انما اول ما نزل منہ سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام ثم نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شئی لاتشربوا الخمر لقالوا لاندع الخمر ابداً ولو نزل لاتزنوا لقالوا لاندع الزنا ابدا"۔[3]

(پہلے مفصل (سورۃ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جس میں جنت و دوزخ (ترغیب و ترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے تو پھر حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے مثلاً اگر شراب پینے کا حکم اول ہی نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں ہی زنا چھوڑنے کا حکم ہوتا تو لوگ کہہ اُٹھتے کہ ہم ہرگز باز نہ آئیں گے۔)

احکامی آیات کے فہم کے لئے چند ضروری باتیں :

احکامی آیات میں واقع احکام اور ان کے متعلقات کو سمجھنے کے لئے بعض قرآنی علوم میں گہرائی ضروری ہے جن کے بغیر آیات الاحکام کو سمجھا نہیں جا سکتا مثلاً تاریخ کے بارے میں ضروری علم، عربوں کی اس وقت کی معاشرتی حالت اور بطور قرآن کریم کی آیات کی مختلف تقسیمات مثلاً ظاہر و نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ وغیرہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کی خاص و عام پر مبنی تقسیم اور خاص کی اقسام اور امر و نہی کا علم وغیرہ۔

---

[1] نورالانوار ملاجیون ص ۸۔

[2] الجامع لاحکام القرآن ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۳/۵۲، سورۃ بقرۃ کی آیت ۲۱۹ کی تشریح کے تحت تحریر کیا، بیروت، طبع ۱۳۰۷ھ ۱۹۸۷ء۔

[3] صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن۔

قرآنی احکام کی تقسیم :

قرآنی کریم مختلف قسم کے احکام پر مشتمل ہے عبدالوہاب خلاف نے لکھا :

"انواع الاحکام التی جاء بها القرآن الکریم ثلاثة".

الاول : احکام اعتقادیة تتعلق بمایجب علی المکلف اعتقاده فی الله وملائکته و کتبه ورسله والیوم الآخر.

والثانی : احکام خلقیة تتعلق بمایجب علی المکلف ان یتحلی به من الفضائل و ان یتخلی عنه من الرذائل.

والثالث : احکام علمیة تتعلق بما یصدر عن المکلف من اقوال وافعال وعقود و تصرفات وهذا النوع الثالث هو فقه القرآن، وهو المقصود الوصول الیه بعلم اصول الفقه"[۱]

(قرآن کریم میں احکام کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں) :

اول : اعتقادی احکام، جو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کے مکلف پر واجب ہونے سے متعلق ہیں۔

دوم : اخلاقی احکام، جو مکلف کے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے اور رذائل اخلاق سے چھٹکارا دلانے کے وجوب سے متعلق ہیں۔

سوم : احکام عملیہ، جو مکلف کے اقوال وافعال اور عقود و تصرفات سے متعلق ہیں۔ اور فقہ میں یہی مقصود ہیں اور فقہ واصول فقہ کا مقصد بھی ان سے واقفیت اور ان تک رسائی ہے۔

اس کے بعد موصوف نے احکام عملیہ کو دو قسموں اول عبادات جیسے نماز و روزہ وغیرہ جن کا مقصد فرد کا رب سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ دوم معاملات جو ذاتی (Private Law) کی صورت میں ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے معاملات کو مزید سات قسموں میں تقسیم کیا۔

مضامین کے لحاظ سے قرآنی احکام کی تقسیم :

مضامین کے لحاظ سے قرآن میں احکام کی اقسام کو عبدالکریم زیدان نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے :

(ا) "الاحکام المتعلقة بالاسرة، وهی تدخل فی نطاق مایسمی : بقانون الاسرة، اوبمسائل الاحوال الشخصیة : کالنکاح والطلاق والبنوة والنسب والولایة، ونحو ذلک، ویقصد بها بناء الاسرة علی اسس قویمة، وبیان حقوق و واجبات افرادها، و آیات هذه الاحکام نحو (۷۰) آیة.

(ب) الاحکام المتعلقة بمعاملات الافراد المالیة : کالبیع والرهن وسائر العقود، وهی تدخل فی نطاق مایسمی : بالقانون المدنی، وآیاتها نحو (۷۰) ایة.

---

[۱] علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف ص ۳۲ کویت، دار القلم، بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ ـ ۱۹۸۶ء۔

(ج) الاحکام المتعلقة بالقضاء والشهادة واليمين، ويقصد بها: تنظيم اجراءات التقاضي لتحقيق العدالة بين الناس، وهي تدخل فيما يسمى اليوم: بقانون المرافعات، وآياتها نحو (١٣) آية.

(د) الاحكام المتعلقة بالجرائم والعقوبات، وهي تكون القانون الجنائي الاسلامي وآياتها نحو (٣٠) آية، ويقصد بها: حفظ الناس واعراضهم واموالهم، واشاعة الطمانينة والاستقرار في المجتمع.

(ه) الاحكام المتعلقة بنظام الحكم، ومدى علاقة الحاكم بالمحكوم وبيان حقوق و واجبات كل من الحاكم والمحكومين، وهي تدخل فيما يسمى، بالقانون الدستوري، وآياتها نحو (١٠) آيات.

(و) الاحكام المتعلقة بمعاملة الدولة الاسلامية للدول الاخرى، ومدى علاقتها بها، ونوع هذه العلاقة في السلم والحرب، ومايترتب على ذلك من احكام، وكذلك بيان علاقة المستامنين (الاجانب) مع الدولة الاسلامية وهذه الاحكام منهاما يدخل في نطاق القانون الدولي العام، ومنها مايدخل في نطاق القانون الدولي الخاص، وآياتها نحو من (٢٥) آية.

(ز) الاحكام الاقتصادية: وهي المتعلقة بموارد الدولة ومصارفها، وبحقوق الافراد في اموال الاغنياء وآياتها نحو من (١٠) آيات۔[1]

(الف) خاندان احکام یعنی عائلی قوانین: یہ وہ احکام ہیں جو اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو جدید اصطلاح میں عائلی قانون یا شخصی قوانین کہا جاتا ہے جیسے نکاح، طلاق، اولاد و نسب، ولایت، وغیرہ ان احکام کا مقصد خاندان کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا اور اس کے افراد کے حقوق و فرائض کو بیان کرنا ہے۔ ان احکام سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

(ب) وہ احکام جن کا لوگوں کے مالی معاملات سے تعلق ہے جیسے بیع، رہن، اور عقود یہ احکام اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو موجودہ اصطلاح میں دیوانی قوانین کہا جاتا ہے ان آیات سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

(ج) قضاء شہادت اور قسم کے بارے میں احکام: ان کا مقصد عدالتی کارروائیوں کو منظم کرنا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا جا سکے۔ یہ احکام دور حاضر کے قانون عدل میں داخل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً تیرہ ہے۔

(د) جرم و سزا سے متعلق احکام: یہ اسلام کا فوجداری قانون ہے ان آیات کی تعداد تقریباً ۳۰ ہے ان کا مقصد لوگوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہے، نیز معاشرہ میں اطمینان و سکون قائم کرنا ہے۔

(ہ) نظام حکومت، حاکم و محکوم کے درمیان تعلق کی وسعت، اور حاکم و محکوم کے حقوق و فرائض سے متعلق احکام، یہ احکام دور حاضر کے دستوری قانون میں داخل ہیں ان امور سے متعلق آیات کی تعداد ۱۰ ہے۔

[1] کتاب الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۱۵۷۔۱۵۶، لاہور، فاران اکیڈمی سن ند

(و) اسلامی سلطنت کا دوسری سلطنتوں کے ساتھ معاملہ، ان کے تعلقات کی حدود، زمانہ جنگ و امن میں ان تعلقات کی نوعیت اور ان تعلقات کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے نتائج سے متعلق احکام، اسی طرح ان میں وہ احکام بھی شامل ہیں جو اسلامی سلطنت میں دوسرے ملکوں کے پناہ لینے والے یا آنے والے لوگوں سے متعلق ہیں ان میں سے بعض احکام تو عام بین الاقوامی قوانین کے دائرہ میں داخل ہیں اور بعض خصوصی (پرائیوٹ) بین الاقوامی قانون شامل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔

(ز) اقتصادی احکام، یہ احکام اسلامی سلطنت کے آمدنی، خرچ اور مالداروں کی دولت میں دوسرے افراد کے حقوق سے متعلق ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۱۰ ہے۔

اس طرح عبدالکریم زیدان کے مطابق ان آیات کی تعداد ۲۲۸ ہوئی جن کے مضامین احکامی نوعیت کے ہیں۔

تجزیہ : منصوص احکام کی تعداد کتنی ہے؟ اس کو دو طرح سے دیکھنا چاہیئے۔

۱۔ قرآن کریم کے منصوص احکام۔

۲۔ احادیث کے منصوص احکام۔

دونوں قسم کے منصوص احکام کی تعداد میں علماء کی مختلف تحقیقی آراء ہیں۔ مثلاً قرآنی احکام کے متعلق شیخ عزالدین عبدالسلام لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک ایسی آیات ڈیڑھ سو ہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ایسی آیات پانچ سو ہے۔ نواب صدیق حسن نے نیل المرام میں تقریباً دو سو آیاتِ احکام درج کی ہیں۔ احکام فی احادیث کی تعداد سے متعلق امیر یمانی اپنی کتاب "توضیح الافکار" میں لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام عبدالرحمن مہدی کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ سو ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک کے نزدیک نو سو اور امام ابو یوسف کے نزدیک گیارہ سو ہیں۔

قرآن و احادیث کے منصوص احکام پر کتابیں :

اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً احکام القرآن پر امام شافعی کے مباحث ایک جلد میں، امام ابوبکر جصاص کی احکام القرآن تین ضخیم جلدوں میں، قاضی جلدوں میں۔ قاضی ابوبکر بن العربی مالکی کی کتاب چار ضخیم جلدوں میں، امام قرطبی کی "الجامع لاحکام القرآن" تقریباً دس جلدوں میں ہے اور مختصر کتابوں میں امام سیوطی کی "الاکلیل"، ملاجیون کی "تفسیرات الاحمدیہ" اور صدیق حسن کی "نیل المرام" قابلِ ذکر ہیں۔ عصرِ حاضر کے شیخ محمد دروزہ شامی کی "الدستور القرآنی" دو ضخیم جلدوں میں بہترین کتاب ہے۔

احکام فی احادیث پر بھی عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری کے امام جعفر طحاوی کی شرح معانی الآثار، پانچویں صدی ہجری کے امام ابن حزم کی المحلی اور علامہ بن حجر عسقلانی کی بلوغ المرام وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں احکام بیان کرنے کا اسلوب :

قرآن کریم میں احکام کا تذکرہ کبھی امر کے صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے : "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"[1] (جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو) اور کبھی نہی کے صیغہ سے جیسے اس آیت میں ہے: "ولا تنکحوا ما نکح اباء کم"[2] (اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو) کبھی یہ کہہ کر حکم ہوتا ہے کہ فعل مکتوب (فرض) ہے جیسے "کتب علیکم الصیام"[3] (تم پر روزے مکتوب (فرض) کئے گئے) کبھی جب اس سے منع کرنا مقصود ہوتا ہے تو یہ کہہ کر منع کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں جیسے اس آیت میں ہے : "لاخیر فی کثیر من نجوٰھم"[4] (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں)، اور کبھی جب فعل کی تاکید پر زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ جیسے میراث کے احکام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں ہے: "تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا وذلک الفوز الکبیر ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین"[5] (یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اللہ اسے آگ میں ڈال دے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسواء کن عذاب ہے)۔

اسی طرح وہ فعل جس کے کرنے پر قرآن نے تعریف کی ہو یا اس کے کرنے پر ثواب کا وعدہ کیا ہو وہ فرض یا مندوب ہے، ہر وہ فعل جس کی قرآن مذمت کرتا ہو یا اس کے کرنے پر کسی سزا کا ذکر کرے وہ حرام ہے یا مکروہ اور ہر وہ فعل جس کے ساتھ "احل لکم"[6] (تمہارے لئے حلال ہے) یا "لاجناح علیکم"[7] (تم پر کوئی گناہ نہیں) ہو، یا اس کے ساتھ مذمت و تعریف، سزا و ثواب میں سے کچھ بھی ذکر نہ کیا ہو تو وہ مباح ہے۔

قرآن کریم کی حجیت :

قرآن سے قرآن کی حجیت پر کئی آیات پیش کی جاتی ہیں مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے بھی قرآن کریم اور اس کے ساتھ سنت و اجماع کے دلائل شریعت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"یایھا الذین آمنو اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیرو احسن تاویلا"۔[8]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر واقعی تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے)

[1] النساء : ۵۸۔ [2] النساء : ۲۲۔ [3] البقرہ : ۱۸۳۔ [4] النساء : ۱۱۴۔
[5] النساء : ۱۳۔ [6] البقرہ : ۱۸۷ [7] البقرہ : ۲۳۶ [8] النساء : ۵۹

احکام شریعت کا دوسرا ماخذ "سنت"

سنت کی تعریف :

لغت میں سنت کے معانی "الطریقة والعادة والسیرة" کے آئے ہیں [1] قرآن کریم میں ارشاد ہے : "لن تجد لسنة الله تبدیلا" [2] (پس تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے) سنت کے یہ معنی عام ہیں لیکن دعاۃ محدثین، فقہاء واصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی الگ الگ ہیں علامہ آمدی نے فرمایا : "واما فی الشرع ، فقد تطلق علی ما کان من العبادات نافلة منقولة عن النبی ﷺ [3] (فقہاء کی اصطلاح کے مطابق)، (شرع اسلام میں سنت کے لفظ کا اطلاق ان عبادات نافلہ پر کیا جائے گا جو نبی علیہ السلام سے منقول ہیں)۔

اصطلاح اصولیین میں سنت کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ آمدی نے فرمایا :

"وقد تطلق علی ماصدر عن الرسول من الادلة الشرعیه ممالیس بمتلو، ولاھو معجز، ولاداخل فی المعجز...... ویدخل فی ذلک اقوال النبی علیه السلام، وافعاله وتقاریره ." [4]

(اور سنت کے لفظ کا اطلاق ان دلائل شرعیہ پر بھی ہوگا جو غیر متلو (قرآن کی شکل) نہیں ہیں...... اور سنت میں آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور تقریرات شامل ہوں گے۔)

سنت وحدیث میں فرق :

سنت کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کی جا چکی ہے۔ حدث، حدیث کے لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لکھتے ہیں : حدث : الحدیث نقیض القدیم والحدوث نقیض القدمة ۔ [5] (حدیث قدیم کی اور حدوث قدامت کی ضد ہے)۔ اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے ایک حدیث پیش کی : "کل محدثه بدعة وکل بدعة ضلالة" [6] (ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے)۔ الیاس انطون نے حدث کے معنی "روی" بتایا ہے [7]۔ اگر حدث کو مجرد سے نکال کر باب تفعیل میں لے جایا جائے اور حدث بنایا جائے تو اس کا معنی بیان و گفتگو ہوگا جیسے ارشاد باری ہے : "فمال ھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا" [8] (آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی)۔ لیکن اصطلاح میں حدیث سے مراد ہر وہ بیان یا بات ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی قول، فعل یا طرز عمل کی نسبت کی گئی ہو حدیث میں مستند اور قابل اعتماد بیانات بھی شامل ہیں اور غیر مستند اور نا قابل

---

[1] لسان العرب مادہ سنن ، ابن منظور افریقی ، مطبوعہ قاہرہ ، دار المعارف ابن منظور افریقی مطبوعہ قاہرہ دار المعارف کتاب التعریفات، سید الشریف علی بن محمد الجرجانی ص ۱۲۲ ، باب السنن طہران ایران انتشارات ناصر خسرو طبع سوئم ۱۳۶۸ھ۔ [2] فاطر ۔ ۴۳۔

[3] الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد الآمدی متوفی ۶۳۱ھ ۱/۱۹ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء ۔

[4] حوالہ سابق [5] لسان العرب ابن منظور ۲/۷۹۶ ، دار المعارف قاہرہ۔

[6] مرقات شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۴۳ ملتان۔

[7] قاموس العصری ، الیاس انطون ص ۱۳۸ ، بیروت ۱۹۷۲ء۔ [8] النساء : ۷۸۔

اعتماد بیانات بھی لہٰذا صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع حدیث کی قسمیں تو ہو سکتی ہیں لیکن سنت کی نہیں سنت صرف معتمد اور قابلِ اعتماد احادیث ہی کو کہا جاتا ہے، موضوع احادیث کو سنت نہیں کہا جا سکتا۔ ان دونوں اصطلاحات کے مابین یوں بھی فرق کیا جا سکتا ہے کہ سنت شرعی حکم کو کہتے ہیں اور جس روایت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔ مثلاً اس حدیث میں چار سنتیں ہیں کا مطلب ہوگا کہ چار حکم ہیں جمہور اصولیین ان کے مابین فرق رکھتے ہیں محدثین کی طرح ان کو مترادف نہیں سمجھتے۔

سنت بحیثیت مستقل بالذات قابلِ استناد ماخذ شریعت :

قرآن کریم کی طرح سنت بھی مستقل بالذات قابلِ استناد دین کا ماخذ شریعت کا مصدر ہے چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

" اعلم انه قد اتفق من يعتد به من اهل العلم على ان السنة المطهرة مستقلة بتشريع الاحكام وانها كالقران فى تحليل الحلال وتحريم الحرام" ۔[1]

(معلوم ہونا چاہیے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ تشریعی احکام میں مستقل حیثیت کی حامل ہے اور کسی چیز کو حلال قرار دینے یا حرام کرنے میں اس کا درجہ قرآن کریم ہی کی طرح ہے۔)

پھر وہ آگے چل کر لکھتے ہیں :

" ان ثبوت حجية السنة المطهرة واستقلالها بتشريع الاحكام ضرورة دينية ولا يخالف فى ذلك الا من لا حظ له فى دين الاسلام" ۔[2]

(سنت مطہرہ کی حجیت کا ثبوت اور تشریع احکام میں اس کی مستقل حیثیت ایک اہم دینی ضرورت ہے اور اس کا مخالف وہی شخص ہے جس کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں)

سنت کے مستقل حجت شرعی ہونے کا مطلب :

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے جو حکم ثابت ہو وہ مسلمان کے لئے قابلِ اطاعت ہے چاہے اس کی صراحت قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ کے صرف وہی فرمودات قابلِ اطاعت نہیں ہوں گے جن کی صراحت قرآن کریم میں آ گئی ہو۔ امام شوکانی نے عبدالرحمٰن ابن مہدی بن حسان متو (فی ۱۹۸ھ) کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے کہا :

" الزنادقة والخوارج وضعوا الحديث "ما اتاكم عنى فاعرضوه على كتاب الله فان وافق كتاب الله فانا قلته وان خالف فلم اقله" ۔[3]

(زنادقہ اور خوارج نے یہ حدیث گھڑ لی کہ میری بات کو قرآن پر پیش کرو اور جو اس کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کر دو۔)

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۶، قاہرہ، دار الکتاب، سن ند۔ [2] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۸۔ قاہرہ، دار الکتاب، سن ند

[3] ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۱۵۸

امام شوکانی نے مزید فرمایا :

"واما ما یروی من طریق ثوبان فی الامر بعرض الاحادیث علی القران فقال یحی بن معین : انه موضوع وضعته الزنادقه "۔[1]

(جو قرآن پر حدیث کو پیش کرنے کے بارے میں (آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) ثوبان (بن بجدد یا ابن جحدر الہاشمی متوفی ۵۴ھ) سے جو روایت بیان کی گئی ہے یحییٰ بن معین (بن عون الغطفانی متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا یہ روایت موضوع ہے جسے زنادقہ (بے دینوں) نے گھڑا ہے۔)

سنت کی بطور ماخذ قرآن کریم سے توثیق :

توثیق کرنے والے چند قرآنی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "[2] (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں ایک بہت اچھا نمونہ ہے)۔ اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے :" قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ "[3] (اے نبی) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم "[4] (اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور جو آپ نہیں جانتے تھے اس کی تعلیم فرمائی) سے متعلق فرمایا : " فذکر اللہ الکتاب، وھو القرآن ، وذکر الحکمۃ ...... الحکمۃ سنت رسول اللہ "[5] (اللہ نے (اس آیت میں جو) الکتاب ذکر کیا وہ قرآن ہے اور جو حکمت کا ذکر کیا ..... حکمت سنت رسول اللہ ہے)۔

سنت اور حدیث کے بارے میں صحابہ کا طرز عمل :

امام دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا کہ جب ان کے سامنے کوئی قانونی مسئلہ زیر غور آتا تو وہ پہلے قرآن کریم سے اس کا حل تلاش کرتے وہاں نہ پاتے تو پھر اعلان کر دیتے کہ اس بارے میں کسی کو رسول اللہ کے کسی قول کا علم ہو تو آکر بتائے اگر کوئی شخص اس بارے میں آپ ﷺ کے طرز عمل کی خبر دیتا تو آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور فرماتے : "الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا "[6] (اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اندر ایسے لوگوں کو باقی رکھا جو ہمارے نبی کی سنتوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔ حضرت عمر فاروق اپنے دور میں مختلف علاقوں کے عامل مقرر کرتے وقت سنت کی اہمیت کو اُجاگر کرنا ضروری سمجھتے ، فرماتے کہ میں اعمال و حکام بھیجتا ہوں تاکہ وہ دین اور نبی کی سنتیں سکھائیں ۔ سنت کے بارے میں حضرت عمر کا موقف اس خط سے بھی واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے قاضی شریح کے نام لکھا[7] حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کا طرز عمل بھی حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی طرح ہوتا تھا۔

---

[1] ارشاد الفحول للشوکانی ۱/ ۱۵۷ [2] الاحزاب : ۲۱۔ [3] آل عمران : ۳۱۔ [4] النساء : ۱۱۳۔

[5] الرسالہ للامام محمد بن ادریس شافعی ص ۷۷، ۷۸، رقم ۲۵۰، ۲۵۲ تحقیق و شرح احمد محمد شاکر بدار الفکر ۱۳۰۹ھ۔

[6] حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ (۱۱۱۳ھ۔ ۱۱۷۶ھ) ۱/ ۳۶۴۔ ۳۶۵ باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرای کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سن ند۔

[7] اعلام الموقعین لابن قیم جوزی ۱/ ۲۰۲ شرح کتاب عمر فی القضاء۔

سنت کے بارے میں فقہاء کا موقف :

صحابہ کرام کے بعد جب مسلمانوں کو نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے حل کے لئے علمائے اُمت نے قرآن وسنت کی روشنی میں غور وفکر کرنے کے لئے کچھ کلیات (اصول) وضع کیے اس علم کو اصول فقہ کا نام دیا گیا۔ ان کی بنیاد قرآن وسنت دونوں تھی اس لئے کسی بھی امام نے سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن کو شریعت اسلامی کا ماخذ قرار نہیں دیا۔

امام شافعی کی سنت کے بارے میں رائے :

امام شافعی فرماتے ہیں :

"فرض الله على الناس اتباع وحيه وسنن رسوله"[1]

(اللہ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنت کی اتباع فرض کردی۔)

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی کا یہ قول جس میں ان سے منسوب فقہی قواعد کا خلاصہ دیکھا جاسکتا ہے قرآن کریم کے الفاظ ہی کو ذرا مختلف انداز میں بیان کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے : "وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى"[2] (وہ (نبی) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے)۔

قرآن وسنت کی حجیت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے :

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے کہا کہ متعدد طرق سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ :

"انه اولا ياخذ بما في القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم تجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما كان اقرب الى القرآن اولسنة من اقوالهم ولم يخرج عنهم".[3]

(بلا شبہ وہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں اگر اس میں وہ مسئلہ نہ ملے تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے اگر دونوں میں ہی اس کا حل نہ پاتے اور صحابہ کرام کے اس مسئلے کے بارے میں ایک سے زائد اقوال ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے اسے لے لیتے ہیں اور وہ اس سے باہر نہیں جاتے۔)

امام مالک کی سنت نبوی کے بارے میں رائے :

معن بن عیسیٰ القزاز کہتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک کو یہ فرماتے سنا :

"انما انا بشر اخطئى واصيب، فانظروا في قولي، فكل ماوافق الكتاب والسنة فخذوا به، ومالم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه".[4]

(میں تمہارے طرح بشر ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بھی، ہر وہ چیز جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے قبول کرلو اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دو)

1۔ الرسالہ امام شافعی ص ۷۶، رقم ۲۳۳۔ 2۔ النجم : ۴۔

3۔ كتاب الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابى حنيفه النعمان شہاب الدین احمد حجر الهيتمى المكى (متوفی ۹۷۳ھ) ص ۴۹، گیارہویں فصل فما بنى عليه مذهبه کے تحت لکھا مصر مطبعہ المیمنیہ ۱۳۱۱ھ۔

4۔ اعلام الموقعين عن رب العلمين محمد بن ابوبکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ۱/۷۵ بیروت دار الفکر ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

امام مالک کے اس قول کو اگر قرآن وسنت کی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول بھی اسی قرآنی
ین کے الفاظ سے ذرا مختلف انداز میں بیان ہے : "وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"۔[1]
امام احمد بن حنبل کے فتاویٰ کی پانچ بنیادیں ہیں جن میں اولین بنیاد نصوص یعنی قرآن وسنت پر عمل ہے۔ نص کے
مقابلہ میں انہیں جو بھی چیز ملتی ہے اسے رد کر دیتے ہیں۔[2] امام صاحب کا قول قرآن وسنت کی اس آیت کی روشنی میں ہے :
قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین[3] (کہو کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر وہ
روگردانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا)۔

یہ تمام اقوال ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد سنت رسول شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے اور قرآن کریم میں
کسی رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی وہی اہمیت ہے جو قرآنی آیات کی ہے اس نظریے سے
نہ ہی صحابہ کرام بے نیاز ہو سکے اور نہ کسی بھی دور کے علماء امت نے اس سے صرف نظر کیا۔

سنت کا بطور ماخذ شریعت دائرہ کار :

ماخذ اول قرآن مجید کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت کا دائرہ کار کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے
کہ اس کی مدد کے بغیر قرآن کے حکم پر عمل کرنا حد درجہ مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کی وضاحت میں چند مثالیں مندرجہ
ذیل ہیں جہاں بغیر سنت کی مدد کے حکم قرآنی پر عمل مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

عبادات : اللہ نے حکم فرمایا : "اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ"[4] اس نماز کی ہیئت وکیفیت کیا ہونی چاہئے
جسے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا اس کے اوقات وتعداد اور رکعات، اور کس پر واجب ہے اور روزانہ یا زندگی میں کتنی مرتبہ فرض ہے۔
ہیئت زکوٰۃ کیا ہے؟ کس پر اور کس مال کی کتنی مقدار پر کن شرائط کے ساتھ زکوٰۃ فرض ہے؟........ "واتموا الحج
والعمرۃ للہ"[5] حج وعمرہ سے کیا مراد ہے؟ ان کی حقیقت وطریقہ وغیرہ کیا ہیں؟

مالی معاملات : بیع ورہن کی مشروع صورتیں؟ بیع سلم کی مشروعیت کیا ہے؟ شرعی بیع کے جواز وانعقاد کی شروط کیا ہوں؟

خاندانی نظام (احوال شخصیہ) صحت عقد نکاح کے لئے شروط کیا ہیں؟ طلاق کب اور کیسے واقع ہو جاتی ہے؟
کتنی عمر تک رضاعت سے حرمت ہوتی ہے؟ خلع کا طریقہ کار کیا ہے؟

کھانے پینے میں : حلت والی اشیاء کی تفصیلات کیسے معلوم ہوں؟

اعمال طیبہ : کن اشیاء سے اعمال طیبہ کی انجام دہی جائز ہے اور کس سے نہیں؟

قسم اور منت : ان کی مشروعیت اور انعقاد کی شروط، اور کفارہ کا وجوب اور ادائیگی کا طریقہ۔

احکام مابعد الموت : کتنی مقدار میں وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے؟ اور کس کے حق میں وصیت ہے اور کس کے حق میں نہیں؟

سزائیں : دیت کی مقدار کتنی ہے؟ شرابی کی حد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ .... ایسے سوالات ہیں جن پر

---

[1] الحشر : ۷۔ [2] اعلام الموقعین لابن قیم جوزی ۱/۲۹۔ [3] آل عمران : ۳۲۔
[4] البقرہ : ۴۳، ۱۱۰، النور : ۵۶۔ [5] البقرہ : ۱۹۶۔

بغیر سنت عمل نہیں ہوسکتا، اس سے مندرجہ ذیل باتیں سنت ہی کے دائرہ کار کے تحت آتی ہیں۔ مجمل کو مفصل کرنا۔ مثلاً آپ نے فرمایا: "صلوا کما رأیتمونی اصلی"[1] (نماز اس طرح ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو) مطلق کو مقید کرنا جیسے: "وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلاً"[2] (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کا حج کرے)۔ زندگی میں کتنی بار حج کرے؟ حکم مطلق ہے ظاہراً لگتا ہے کہ ہر سال کرے مگر صحابی رسول "اقرع بن حابس" کے سوال پر آپ ﷺ نے اس مطلق قرآنی حکم کو مقید فرمادیا کہ ایک شخص پر ساری زندگی میں ایک ہی حج فرض ہے[3]۔ عام کو خاص کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللّٰہ فبشرهم بعذاب الیم"[4] (جو لوگ سونا اور چاندی (دولت) جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو)۔ اس میں واضح نہیں کہ کتنی مقدار میں سونا چاندی کی مقدار جمع کرکے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر عذاب الیم ہے اور اس میں خرچ کا نصاب بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی نے سونے چاندی پر حیوانی اور زرعی اموال وغیرہ پر اس کا الگ الگ نصاب بتایا اور خرچ کا طریقہ اور زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مال پر خاص زمانے کی مقدار کا تعین کیا۔ مشکل کو مفسر کرنا، مثلاً اللہ نے فرمادیا: "وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر"[5] (اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ سے الگ نظر آنے لگے) جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ غلط فہمی میں پڑ گئے پھر اس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی اور سحری کے لئے باقاعدہ وقت بتایا کہ اس وقت تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور اس وقت کے بعد کھانا پینا منع ہے۔

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال واقوال تشریعی احکام کا ماخذ ہیں؟

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال واقوال سے شرعی حکم پر استدلال ہوسکتا ہے اور کیا ان کے مراتب میں کوئی فرق ہے؟ ان کے جوابات کے لئے سنت کی ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے قسموں کا جاننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد ہم سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام پر کلام کریں گے۔ سنت کی ماہیت کے اعتبار سے تقسیم میں سنت قولی، سنت فعلی اور سنت تقریری کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان تین اقسام میں سنت کی بہت سی ذیلی اقسام ہیں جو علم حدیث سے متعلق ہیں اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جائے گا۔

سنت کی اقسام:

ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے سنت کی اقسام:

ماہیت کے اعتبار سے سنت کی تین اقسام ہیں جن میں سے ہر ایک کا قانون سازی میں الگ الگ مقام ہے یہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) قولی سنت: اس سے مراد حضور ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلنے والے وہ الفاظ ہیں جو احکام الٰہی کی تشریع کے لئے ہوں۔ آپ کے ایسے تمام اقوال واجب الاتباع ہیں اور مصادر شریعہ کا متفق علیہ ماخذ ہیں۔

---

1. المنار، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد، حافظ الدین النسفی متوفی ۷۱۰ھ، ۲/۳۶، مصر مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ
2. آل عمران: ۹۷
3. سنن نسائی، کتاب الحج باب وجوب الحج
4. التوبہ: ۳۴
5. البقرہ: ۱۸۷

(ب) فعلی سنت : آپ ﷺ نے اپنے افعال کے ذریعے جو تعلیم دی وہ بھی سنت میں داخل ہیں اس کی ایک قسم وہ ہے جو آپ ﷺ کی ذاتی زندگی مثلاً کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے سے متعلق ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان باتوں میں بھی آپ ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرے گا تو اس کا عمل حبِ رسول پر دلالت کرے گا اور یہ ایک اچھی بات ہوگی۔ لیکن اس کے مطابق نہ چلنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ فعلی سنت کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع نہیں۔ مثلاً چار سے زائد شادیاں، صوم وصال وغیرہ اس قسم کی فعلی سنت ماخذ ومصادر قانون نہیں ہے۔ فعلی سنت کی تیسری قسم وہ ہے جس میں آپ نے قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفصیل بتائی یا اس کی تشریح و توضیح کی۔ مثلاً "اقیموا الصلوۃ" قرآنی حکم کی تشریح (طریقہ و تعداد رکعت وغیرہ کی تعلیم) کے لئے آپ کا یہ فرمانا کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی [1] فعلی سنت کی یہ قسم ماخذ قانون ہے۔

(ج) سنت تقریری (یا سکوتی) : یہ وہ سنت ہے جس میں رسالت مآب ﷺ نے کسی کام کو ہوتے دیکھ کر خاموشی اختیار کی مثلاً عید کے دن آپ نے مسجد نبوی کے سامنے حبشیوں کا ایک کھیل دیکھا اور خاموشی اختیار کی [2]۔ جس سے ثابت ہوا کہ خوشی کے مواقع پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے مناسب کھیل تماشے جائز ہیں۔ سنت کی اس قسم کے بارے میں قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ قانون سازی میں اس کا مقام ہے۔

روایت/سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام :

روایت کے اعتبار سے سنت کی اولاً دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ سنت جس کی سند متصل ہو جس کو حدیث متصل کہتے ہیں اور دوسری وہ جس کی سند متصل نہ ہو جس کو حدیث غیر متصل کہتے ہیں۔ حدیث متصل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر۔ (۲) مشہور۔ (۳) خبر واحد۔

(۱) متواتر وہ حدیث ہے جسے صحابہ کرام کے زمانے سے روایت کرنے والے ہر دور میں اس قدر تعداد میں ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ حدیث متواتر قطعی الثبوت ہوتی ہے اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، اس پر عمل لازم ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ متعدد سنت فعلیہ سنت متواتر کا درجہ رکھتی ہیں، مثلاً وضو، نماز اور حج کی کیفیات سنت متواتر ہیں۔ متواتر حدیث قولی کی مثال یہ فرمان نبوت ہے کہ :

"ان کذبا علی لیس ککذب علی احد من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار" [3]

(میری ذات کے بارے میں جھوٹ بولنے کا گناہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ کسی اور شخص کے بارے میں جھوٹ بولنا۔ سن لو جو شخص میرے بارے میں عمداً جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے گا)

(۲) حدیث مشہور وہ ہے جسے صحابہ کرام کی اتنی تعداد روایت کرے جو تواتر کو نہ پہنچتی ہو مگر عصر صحابہ کے بعد اس کی روایت کرنے والے ہر دور میں بکثرت ہوں۔ حضرت عمر بن الخطاب سے مروی یہ روایت، حدیث مشہور کی مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے :

---

[1] نور الانوار علی المنار، شیخ احمد ملا جیون بن ابی سعید عبید اللہ الحنفی الصدیقی متوفی ۱۱۳۰ھ، ۲/۶، مصر، مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ۔

[2] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد۔

[3] صحیح البخاری۔ کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی [1]

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کا اجر و ثواب اس کی نیت کے مطابق ہے)

حنفی فقہاء کے نزدیک حدیث مشہور قطعی الثبوت ہے اور اس پر عمل لازم ہے اور اس سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کرنا درست ہے، مثلاً قرآن کریم میں وصیت کا حکم مطلق ہے، وصیت کی مقدار کا ذکر نہیں ہے لیکن حدیث مشہور "الثلث و الثلث کثیر" سے قرآن کے مذکور حکم کی تقیید بیان ہوئی اور وصیت پر ثلث کی قید لازم ہوگی۔ اسی طرح قرآن کریم میں محرمات کے بیان کے بعد فرمایا گیا: "واحل لکم ماوراء ذالکم" جو عام ہے مگر حسب ذیل حدیث مشہور سے اس حکم عام کی تخصیص ہوگئی:

"لا تنکح المراۃ علی عمتھا و لا علی خالتھا" [2]

(کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کے اوپر نکاح نہ کیا جائے)

(۳) خبر واحد وہ حدیث ہے جس میں صحابہ یا تابعین کے کسی بھی دور میں راویوں کی تعداد حدِ تواتر کو نہ پہنچے اور نہ اس میں مشہور کی شرط پائی جائے۔

امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کی رائے یہ ہے کہ اگر خبر واحد صحیح روایت کی شرائط پر پوری اترتی ہو تو وہ قابلِ استناد ہے اور اس پر عمل لازم ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ نے راوی کے ثقہ اور عادل ہونے کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ راوی کا عمل اس کی روایت کے برخلاف نہ ہو۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ "حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث کو قابلِ استناد نہیں سمجھتے:

"اذا ولغ الکلب فی انا احدکم فلیغسلہ سبعا احداھن بالتراب الطاھر" [3]

(اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں ایک مرتبہ پاک مٹی سے ہو)

امام ابوحنیفہ "فرماتے ہیں کہ خود حضرت ابوہریرہؓ کا عمل اس کے برخلاف تھا، یعنی وہ تین مرتبہ غسل کو کافی سمجھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ عمل اس روایت کے لیے ضعف اور اس روایت کے لئے ان کی جانب انتساب کو مخل نظر ٹھہراتا ہے۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسی خبر واحد قابل استناد ہے جو عمل اہل مدینہ کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ جس حدیث پر اہل مدینہ کا عمل ہو تو گویا اس پر ہزاروں صحابہ کا عمل ہوا اور ایسے عمل کا رسول اللہ ﷺ سے مروی ہونا اس عمل کے برخلاف روایت کی جانے والی خبر واحد پر فوقیت رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خبر واحد کی روایت کی صحت کی صورت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ مروی خبر واحد حجت ہے۔ [4]

☆☆☆

1. صحیح بخاری۔ باب الوحی۔
2. صحیح البخاری۔ باب النکاح، صحیح مسلم، باب النکاح، جامع ترمذی، باب النکاح۔
3. سنن نسائی، کتاب المیاہ من المجتبیٰ۔ ص ۴۳۔ نور محمد کتب خانہ کراچی
4. اصول الفقہ۔ ابوزہرہ ص ۸۵

احکام شریعت کا تیسرا ماخذ "اجماع"

"اجماع" کی تعریف :

لغت میں : "العزم والتصمیم علی الشئی، والاتفاق" کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"فاجمعوا امرکم وشرکاء کم"[1] (سو تم اپنی کوئی تدبیر اپنے شرکاء سے مل کر پختہ طور پر طے کرلو) اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں : "الم یجمع الرجل الصوم من اللیل فلا یصم"[2] (جب آدمی نے روزے کو رات میں جمع نہیں کیا تو (گویا) اس نے روزے نہیں رکھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے رات میں روزہ رکھنے کا پختہ ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ متصور نہیں ہوگا۔ اسی لغوی مماثلت کی وجہ سے اُمت مسلمہ کے مجتہدین کسی رائے پر مجتمع ہوجائیں تو اس کیفیت کو اجماع کہتے ہیں اصطلاح اصولیین میں اس کی متعدد تعریفیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

☆ امام الشوکانی نے ان الفاظ کے ساتھ اجماع کی تعریف بیان کی :

"فھو اتفاق مجتھدی امة محمد صلی اللہ علیه وسلم بعد وفاته فی عصر من الاعصار علی امر من الامور".[3]

(رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی دور کے مجتہدین اُمت کا کسی معاملہ میں (اتفاق)۔

☆ امام غزالی نے ان کلمات کے ساتھ تعریف بیان کی :

"اتفاق امة محمد صلی اللہ علیه وسلم خاصة علی امر من الامور الدینیة".[4]

(اُمت محمد ﷺ کا دینی اُمور میں سے کسی اَمر پر اتفاق)

امام غزالی کی تعریف پر اعتراضات :

اس تعریف پر علامہ الامدی نے تین پہلوؤں سے گرفت کی ہے :

(۱) اس تعریف میں اُمت محمد ﷺ کے اتفاق کو اجماع قرار دیا، اُمت محمدیہ قیامت تک باقی رہے گی اور قیامت تک معلوم نہ ہو سکے گا کہ اُمت نے کن اُمور پر اتفاق کیا۔

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اُمت سے ایک دور کی اُمت مراد ہے تو محل نظر ہے کہ اگر کسی دور میں ارباب حل وعقد موجود نہ ہوں تو عام لوگوں کا کسی دینی امر پر اتفاق پر اجماع شرعی بن جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۳) دینی اُمور کی قید لگانے کا معنی یہ ہے کہ کوئی عقلی قضیہ یا عرفی قضیہ حجت شرعی نہ بن سکے گا اور عقلی و معاشرتی معاملات پر اجماع خارج ہوگا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

---

[1] یونس : ۷۱۔ [2] النسائی، کتاب الصیام۔ [3] ارشاد الفحول ۱/۲۸۶۔ قاہرہ، دار الکتاب سن ند

[4] المستصفی، امام غزالی ۱/۱۱۰۔

☆ ان اعتراضات کے فوراً بعد علامہ آمدی نے ان کے نزدیک اجماع کی مناسب تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی:

"الاجماع عبارة عن اتفاق جملة اهل الحل و العقد من أمة محمد في عصر من الاعصار على حكم واقعة من الوقائع"۔[1]

(اجماع کسی معاملہ کے بارے میں کسی دور کے اُمت محمد ﷺ کے جملہ ارباب حل وعقد کے اتفاق سے عبارت ہے)

امدی کی تعریف میں قیود کے فوائد:

لفظ" اتفاق، اقوال، افعال، سکوت وتقریر" سب کو عام ہے اور "جملة اهل الحل و العقد" کہنے سے بعض کا اتفاق یا عام لوگوں کا اتفاق خارج ہو گیا جب کہ "من امة محمد "کی قید سے شرائع سابقہ کے اہل حل وعقد خارج ہو گئے اور "علی حکم واقعة "کی قید سے اثبات، نفی اور حکام عقلیہ وشرعیہ سب کو شامل ہو جائیں گے۔

امام شوکانی کی تعریف علامہ امدی کی تعریف سے قریب تر ہے البتہ امدی کی تعریف میں ارباب حل وعقد میں تمام (جملہ) کی شرط زائد ہے۔

امام غزالی کی تعریف پر امدی کی گرفت کا جائزہ:

امام غزالی کی تعریف پر اور امدی نے جو گرفت کی ہے وہ تعریف کے الفاظ کی حد تک درست ہے لیکن جو توضیحات خود امام غزالی نے بعد میں کی ہیں ان سے بہت حد تک موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی کے نزدیک بھی ایک ہی دور کے ارباب حل وعقد کا اتفاق اجماع کہلاتا ہے۔[2]

اجماع کی حجیت پر آراء:

علامہ امدی نے فرمایا:

"اتفق اکثر المسلمین علی ان الاجماع حجة شرعیه یجب العمل به علی کل مسلم خلافا للشیعه والخوارج و النظام من المعتزله"۔[3]

(اکثر مسلمان اس پر متفق ہیں کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اس کے ذریعہ جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے البتہ شیعہ، خوارج اور نظام معتزلی اس میں اختلاف کرتے ہیں)

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں اس طرح مذکور ہے:

"(الاجماع حجة قطعا) ويفيد العلم الجازم (عند الجميع) من اهل القبلة (و لا يعتد بشرذمة من) الحمقى (الخوارج و الشيعة.....)"۔[4]

(اجماع حجت قطعی ہے یہ یقینی علم کا فائدہ پہنچاتا ہے سبھی اہل قبلہ کا موقف یہی ہے ہاں احمقوں کی ایک قلیل جماعت جو شیعہ اور خوارج پر مشتمل ہے وہی اس کا اعتبار نہیں کرتے)

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام ،امدی ۱/ ۱۳۸۔ [2] المستصفی۔امام غزالی / ۱۱۹۔۱۲۰

[3] الاحکام فی اصول الاحکام۔سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی متوفی ۶۳۱ ھ، ۱/ ۱۰۳ ،بیروت،دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

[4] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/ ۲۱۳ محب اللہ بن عبدالشکور عبد العلی محمد نظام الدین الانصاری۔

قرآن وسنت سے اجماع کی حجیت پر استدلال :

اجماع کو حجت ماننے والے حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال کرتے ہیں اور ساتھ ہی عقلی استدلال بھی پیش کرتے ہیں۔ قرآن وسنت سے بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن کریم سے استدلال :

کتاب اللہ کی کم از کم پانچ آیات[1] ایسی ہیں جن سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے :

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"[2]

(اور دیکھو سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑلو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ)

اس آیت سے استدلال اس طرح ہوگا۔ علامہ آمدی نے فرمایا :

"انہ تعالیٰ نہی عن التفرق، ومخالفۃ الاجماع تفرق، فکان منہیا عنہ۔ ولا معنی لکون الاجماع حجۃ سوی النہی عن مخالفتہ"[3]

(اللہ تعالیٰ نے تفرق وانتشار سے روکا اور ظاہر ہے کہ اجماع کی مخالفت تفرق ہے پس وہ ایسی چیز ہوگی جس سے منع کیا گیا ہے اور اجماع کا اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں جس کی مخالفت سے روکا گیا ہے)

علامہ القرطبی نے فرمایا :

"وفیہا دلیل علی صحۃ اجماع حسبما ہو مذکور فی موضعہ من اصول الفقہ واللہ اعلم"[4]

(اس آیت میں اجماع کی صحت پر دلیل ہے جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ اصول فقہ میں مذکور ہے)

علامہ ابوبکر جصاص نے فرمایا :

"قد حکم اللہ تعالیٰ بصحۃ اجماعہم وثبوت حجۃ فی مواضع کثیرۃ من کتابہ"[5]

(اللہ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات پر اجماع کی صحت اور اس کے حجت ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے (جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے)

---

[1] النساء : ۱۱۵، البقرۃ : ۱۴۳، آل عمران : ۱۱۰، ۱۰۳، النساء : ۵۹، ان سب سے حجیت استدلال کے لئے دیکھئے الاحکام للآمدی ۱/۱۳۰-۱۵۱، اور اصول الفقہ شیخ خضری ص ۳۳۳۔

[2] النساء : ۱۱۵۔

[3] الاحکام آمدی ۱/۱۵۰۔

[4] الجامع لاحکام القرآن ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۴/۱۶۴، سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ کی تشریح میں فرمایا، بیروت دار الفکر ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء۔

[5] الاحکام القرآن ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ ۲/۲۹، باب فرض الحج، بیروت دار الکتاب العربی سن ندارد۔

احادیث و آثار سے اجماع کی حجیت پر استدلال :

حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت حذیفہ بن الیمان اور دیگر صحابہ[1] رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے :

" ان أمتي لاتجتمع علی الضلالة "۔[2]

(میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی)

الشیخ خضری نے حدیث " لاتجتمع علی الضلالة " بیان کر کے طویل تبصرہ میں اس حدیث سے استدلال کو بھی بیان کیا ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ اثر مروی ہے :

"ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن و ماراٰہ المسلمون قبیحا فھو عنداللہ قبیح"۔[4]

(جس امر کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی اچھا ہے اور جسے برا سمجھیں وہ برا ہے)

امام شوکانی نے فرمایا :

"لا اعتبار بقول العوام فی الاجماع لا وفاقاً و لاخلافاً عندالجمھور لانھم لیسوا من اھل النظر فی الشرعیات و لایفھمون الحجة و لا یعقلون البرھان"۔[5]

(جمہور علماء کے نزدیک عوام کی بات چاہے موافقت میں ہو یا مخالفت میں معتبر نہیں کیونکہ شرعی اُمور میں وہ (عوام) اہل نظر نہیں ہیں اور وہ دلیل و حجت کا فہم بھی نہیں رکھتے)

الغرض وہی اجماع معتبر کہلائے گا جو مسلمان مجتہدین کے ذریعے ہو اور یہ کہ وہ تمام مجتہدین متفق ہوں اگر ایک دو تین مجتہدین بھی اختلاف کریں تو بھی اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

شیخ وھبہ زحیلی نے اس بارے میں بعض حضرات کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ وہ کہتے ہیں :

" ینعقد الاجماع مع مخالفته الواحد والاثنین "۔[6]

(ایک دو افراد کی رائے کی مخالفت کے باوجود اجماع منعقد ہو جاتا ہے)

اور اجماع میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجتہدین کا اتفاق کسی حکم شرعی پر ہو اور نبی کریم ﷺ کے بعد اس کا انعقاد ہوا ہو۔

---

1. المستصفی، امام غزالی، ۱/۱۱۱۔
2. سنن ابن ماجه، باب الفتن۔
3. اصول الفقه، شیخ محمد الخضری ص ۳۳۱۔
4. مؤطا امام محمد، کتاب الصلاۃ باب قیام شھر رمضان۔
5. ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/ ۳۳۷۔ قاہرہ، دارالکتاب سن ندارد۔ قاہرہ، دارالکتاب سن ند
6. اصول الفقه، وھبہ الزحیلی ۱/ ۵۱۸، دمشق، دارالفکر ۱۹۸۶ء۔

اجماع صحابہ سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال :

اجماع سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال دادا کا بیٹے کے ساتھ میراث پانا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مرا اور اس نے دادا اور بیٹا وارث چھوڑے تو باپ کی عدم موجودگی میں میراث میں دادا، باپ کی جگہ لے لے گا اور متوفی (مرنے والے) کے بیٹے کی موجودگی کے باوجود باپ کی طرح سدس (۱/۶) میراث کا حقدار ہوگا اور یہ حکم اجماع صحابہ سے اسی طرح باپ کی موجودگی میں بنو الاعیان اور علات (مرد ہو یا عورتیں) کی میراث اور استصناع کی صحت پر اجماع ہے۔[1]

اجماع کی اقسام :

اس کی دو قسمیں ہیں : (۱) اجماع صریح / نطقی / قولی۔ (۲) اجماع سکوتی۔

اجماع صریح : یہ وہ اجماع ہے جس میں کسی حکم کے بارے میں مجتہدین سے متفق رائے منقول ہو ضروری نہیں کہ مجتہد زبان سے بول کر ہی اپنی رائے کا اظہار کرے بلکہ وہ تمام ذرائع بھی جو کلام کی تعریف میں آتے ہیں نطق کہلاتے ہیں۔ جیسے مجتہدین کی کسی مجلس میں ایک مسئلہ زیر بحث آئے اور حتمی رائے کا اظہار کوئی ایک صاحب کریں باقی حاضرین ہاتھ اٹھا کر کسی دوسرے ذریعے سے اپنی تائید کا اظہار کریں تو اصطلاح میں یہ اجماع صریح کہلاتا ہے۔

اجماع سکوتی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں کوئی مجتہد اپنی رائے کا اظہار کرے اور یہ مشہور ہو کہ دوسرے تمام مجتہدین تک پہنچ جائے وہ سب اس پر سکوت اختیار کریں۔ صراحت سے نہ انکار کریں اور نہ صراحت سے اس کی تائید کریں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اظہار رائے میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں مختلف مکاتب فکر کی آراء :

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں علماء اُمت میں اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں علماء کے پانچ مکاتب فکر ہیں۔[2]

پہلا مکتبہ فکر : امام شافعی، امام مالک، امام باقلانی، اور عیسیٰ بن ابان کے مطابق اجماع سکوتی نہ تو اجماع ہے اور نہ اسے حجت قرار دیا جا سکتا ہے۔

دوسرا مکتبہ فکر : امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے مطابق اجماع سکوتی بھی اجماع صریح کی طرح نہ صرف اجماع ہے بلکہ یہ حجت بھی ہے۔

تیسرا مکتبہ فکر : ابو علی الجبائی کے مطابق کسی رائے کے مشہور ہو جانے کے بعد دوسرے علماء کا سکوت ان کے زمانے میں اجماع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی وفات کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان علماء نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا تھا اس لئے ان کی رائے اجماع سکوتی کے ضمن میں آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ صراحتاً اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہوں

---

[1] اسلامی فقہ کے اصول و مبادی ساجد الرحمٰن صدیقی ص ۱۴۰، بنو الاعیان سے مراد باپ ماں شریک بھائی بہن اور بنو الاخیاف ماں شریک بہن بھائی ہیں۔

[2] اصول الفقہ، وھبہ الزحیلی ۱/۵۵۲، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

وہ اس زیر بحث معاملے پر خوب مطالعہ و تحقیق کر چکے ہوتے ہیں۔ مسئلہ کی تمام جزئیات ان کے سامنے آچکی ہوتی ہیں، لیکن جو لوگ خاموش ہیں ان کی خاموشی کو اجماع کی نسبت دینا درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی مطالعہ و تحقیق کے مرحلے سے گزر رہے ہوں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی کسی نتیجے پر نہ پہنچے ہوں یا متردد ہوں اور رائے کے اظہار کو فی الوقت مناسب خیال نہ کرتے ہوں اس لئے ان کا سکوت اجماع سکوتی نہیں کہلا سکتا۔

چوتھا مکتبہ فکر : ابن حاجب مالکی، امام کرخی حنفی، ابو ہاشم بن ابی علی اور علامہ آمدی کے مطابق اجماع کی یہ قسم اجماع قرار نہیں دی جا سکتی لیکن اسے بطور دلیل اختیار کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں مکتبہ فکر: ابن ابی ھریرہ کے مطابق اگر جن لوگوں سے اجماع صریح کا صدور ہوا ہو وہ حکومتی اختیارات اور مناصب رکھتے ہوں تو سکوت اختیار کرنے والوں سے اجماع سکوتی منسوب نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر اجماع صریح ان لوگوں کی طرف سے ہو جو حکومتی مناصب و اختیارات سے خالی ہوں تو پھر ایسا اجماع، اجماع بھی ہے اور اسے بطور دلیل حجت بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس رائے کے ضمن میں یہ بات ہے کہ اُمت کے اجتماعی فیصلے ہر طرح کے خوف، ڈر، لالچ، ترغیب و تحریص اور ترہیب سے الگ رہ کر کئے جائیں۔

انعقاد اجماع کا امکان :

اجماع کے منعقد ہونے اور عملاً اس کے واقع ہونے کے امکان پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ بعض لوگوں مثلاً معتزلہ میں سے نظام کا خیال ہے کہ اس کا انعقاد اور عملی طور پر اس کا وقوع ممکن نہیں۔

اجماعی فیصلوں کی اجماع جدید کے ذریعے تنسیخ :

کیا کوئی مجتہدین کا نیا اجماع سابقہ اجماع کو منسوخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اور دونوں کے بارے میں الگ الگ آراء ہیں۔

(۱) **اجماعی فیصلوں میں اختلاف :** اس کی ایک صورت تو یہ بن سکتی ہے کہ مجتہدین کسی مسئلہ پر اجماع منعقد کر لیں اور پھر وہی مجتہدین اپنا فیصلہ بدل کر اسی مسئلہ پر نیا اجماعی فیصلہ کر لیں اس بارے میں دو مکتب فکر ہیں۔

(الف) جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اجماع ایک ہی دفعہ منعقد ہوتا ہے اور حجت شرعیہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) دوسرے مکتبہ فکر کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ نئے اجماع کی ضرورت پیش آئے تو وہی مجتہدین کوئی نیا فیصلہ بھی کرنے کے مجاز ہیں۔

(۲) **نئے مجتہدین کے ذریعے اختلاف :** اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ کسی اجماعی فیصلے کو دوسرے مجتہدین نے اس زمانے میں منسوخ کیا ہو اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) پہلی شکل یہ ہے کہ مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہو اور مجتہدین ہی کی ایک جماعت کسی مختلف رائے کا اعلان کرے یہ صورت جمہور علماء کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں دو اجماع ممکن نہیں ہیں

اور بات اجماع کے بنیادی تصور سے متصادم ہے، لہٰذا دوسرا اجماع باطل قرار پائے گا۔ بعض علماء نے ایک درمیانی راستہ نکالا کہ موخر الذکر مجتہدین کو کوئی ایسی دلیل ملی ہو جو اول الذکر مجتہدین کی نظروں میں آنے سے رہ گئی ہو تو اس کی روشنی میں نیا اجماع بھی ممکن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اجماع کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

(ب) دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ مجتہدین کسی معاملہ پر اتفاق کر لیں بعد میں آنے والے مجتہدین اس مسئلہ پر کسی نئی رائے کا اظہار کریں اور سابقہ فیصلہ تبدیل ہو جائے تو یہ صورت حال اسی طرح ممکن ہے کہ سابقہ تاویلات کے مقابلہ میں نئی تاویلات کے ساتھ اجماع کیا جائے۔[1]

اجماع کے مراتب:

قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار اجماع کے چار مراتب میں جو مختصراً مندرجہ ذیل ہے:

(۱) کسی مسئلہ دو واقعہ کے بارے میں صحابہ کا یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہو گئے یہ اجماع عزیمت کی اعلیٰ قسم ہے۔ یہ بمنزلہ قرآن مجید وحدیث کے ہے اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک ایسے اجماع کا رد کرنا کفر ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر صحابہ کا متفق ہو جانا۔

(۲) کسی مسئلہ پر صحابہ کا اس طرح اتفاق کرنا کہ بعض زبان سے اس کی قبولیت کا اقرار کریں یا اس پر عمل کریں اور دوسرے خاموش رہیں اور اس قول یا عمل کو رد نہ کریں یہ اجماع رخصت (اجماع سکوتی) ہے۔ یہ حدیث متواتر کی طرح ہے بشرطیکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے یہ پہلے قسم کے اجماع سے درجہ میں کم ہے ایسا اجماع کا منکر کافر نہیں ہے، بلکہ گمراہ کہلائے گا اس اجماع کی بنیاد قطعی دلیل پر ہوتی ہے بعض علماء اصول کے نزدیک اگر اجماع سکوتی میں قرائن حال سے یہ ثابت ہو جائے کہ سکوت کرنے والوں نے کسی قول سے اتفاق کرتے ہوئے سکوت کیا ہے تو اس کا منکر کافر ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں قبیلہ بنو تمیم اور غطفان نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا تو آپ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ابتداء میں لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا اور جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا وہ آپ کے ساتھ متفق تھے کیونکہ جہاد میں صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا۔

امام الحرمین اور امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ اجماع ایک ظنی حجت ہے اس لئے اس کا منکر کافر نہیں ہو سکتا ہے کہ اجماع کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے کیونکہ اس کی حجیت کے دلائل ظنی ہیں۔

(۳) صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کا کسی ایسے مسئلہ میں اجماع جس میں سلف نے کچھ نہیں کہا یہ اجماع بمنزلہ حدیث مشہور کے ہے یعنی اس سے صرف طمانیت حاصل ہوتی ہے یقین حاصل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس میں صحابہ کا کوئی اختلاف نہ ہو۔ ایسے اجماع کا منکر گمراہ ہے نہ کہ کافر۔

---

[1] اصول البزدوی (کشف الاسرار) البزدوی ۳/۲۲۹ ملخص الفاظ کی زیادتی وتغیر کے ساتھ۔

(۴) صحابہ یا تابعین کے اقوال میں سے کسی قول پر متاخرین کا اتفاق کر لینا: اس کا حکم خبر واحد کی طرح ہے۔ یہ سب سے کم درجہ کا اجماع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کے دور میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور متاخرین ان اقوال میں سے کسی ایک قول پر متفق ہو جائیں ...... اس کی حجت ظنی ہے اور اس پر عمل واجب ہے یقین واجب نہیں، امام غزالی اور بعض احناف کے نزدیک اس پر عمل واجب نہیں۔ اہل اصول کے نزدیک ہر قسم کا اجماع رائے اور قیاس پر مقدم ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خبر متواتر، مشہور یا آحاد کے ہے اور حدیث کی ان تینوں قسموں کو رائے پر ترجیح ہے۔[1]

☆☆☆

[1] جامع الاصول، ڈاکٹر احمد حسن ص ۲۳۹، ۲۴۰ مطبع مجتبائی پاکستان۔
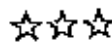
احکام شریعت کا چوتھا ماخذ "قیاس"

قیاس کی تعریف :

قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا۔ اس لفظ کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے جب ایک شئی کو دوسری شئی سے بتدے کر مماثلت بیان کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے : " فلان یقاس بفلان "[1] (فلاں شخص اس فلاں شخص کے مساوی یا برابر ہے)، اسی طرح گز یا میٹر کے ذریعے کپڑے کے پیمائش کے وقت اہل زبان یوں بولتے ہیں : قست الثوب بالذراع "[2] (میں نے کپڑے کی گز کے ذریعے پیمائش کی)۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف :

اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر علامہ امدی نے بھی کیا ہے۔ پھر سب کا رد کیا اور پھر علامہ امدی نے ان الفاظ کے ساتھ قیاس کی تعریف بیان کی :

" الاستواء بین الفرع و الاصل فی العلة المستنبط من حکم الاصل ".[3]

(اصل کے حکم سے ماخوذ علت کا فرع اور اصل سے معادلہ کرنا۔)

ابوالحسین البصری نے فرمایا :

"تحصیل حکم الاصل فی الفرع لاشتباھھما فی علة الحکم عندا لمجتھدین ".[4]

(مجتہد کے نزدیک فرع میں اصل اور فرع کی علت میں مشابہت کی بناء پر اصل کے حکم کا حصول (قیاس کہلاتا ہے)

علامہ النسفی نے یوں تعریف بیان کی :

" تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم و العلة".[5]

(حکم اور علت میں فرع کا اصل سے موازنہ کرنا۔)

قیاس کی تعریفات کا ماحصل :

قیاس کی اصطلاحی تعریفات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے چار رکن ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(اول) اصل : اس کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم جس نص سے ثابت ہو اس نص کو اصل کہتے ہیں۔

---

1. الاحکام، امدی ۳/۱۴۳۔ 2. الاحکام، امدی ۳/۱۴۳۔
3. الاحکام، امدی ۳/۱۴۰۔ 4. الاحکام، امدی ۳/۱۴۶۔
5. نور الانوار فی شرح المنار النسفی ص ۲۲۳ محمد سعید اینڈ تاجران کراچی۔

(دوم) حکم اصل : یہ شرعی حکم ہے جو قیاس کے رکن اصل میں نص سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کو فرع یعنی نئے واقعہ کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔

(سوم) فرع : اس کو مقیس بھی کہتے ہیں یہ وہ مسئلہ یا واقعہ ہے جس کے بارے میں نص سے کوئی حکم ثابت نہیں ہے قیاس کے طریقہ کار پر عمل کر کے اصل میں جو حکم موجود ہو اس کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے۔

(چہارم) علت : یہ وہ وصف ہے جو اصل میں موجود ہو اور یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے حکم دیا گیا ہو اگر یہی وصف اور یہی غرض یا اس جیسا وصف اور اسی کے مشابہ غرض فرع یعنی نئے واقعہ میں موجود ہو تو اس کو اصل کے مساوی سمجھا جائے گا اس لئے اس پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوگا جو اصل میں موجود ہے۔

قیاس کرنے کے بعد فرع کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ قیاس کے طریقہ کار پر عمل کا نتیجہ یا ثمرہ ہے یہ ارکان قیاس میں سے نہیں ہوتا ارکان قیاس میں سے حکم اصل ہوتا ہے نہ کہ حکم فرع۔

قیاس کی مشروعیت اور اس کے دلائل :

قیاس کی مشروعیت کے قرآن وسنت سے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"یاایها الذین امنو اطیعو الله واطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوه الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر ذلک خیرو احسن تاویلا "[1]

(اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں تنازع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔)

تجزیہ :

مذکورہ بالا آیت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً اللہ اور رسول کا حکم دیا ہے اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو اللہ و رسول کے احکام کے مطابق ہونے کی شرط سے مشروط ہے اور اگر قرآن وسنت میں صریح حکم (نص) موجود نہ ہونے کی صورت میں اولوالامر کے حکم کے نتیجے میں لوگوں اور اولوالامر کے مابین نزاع پیدا ہو جائے تو ایسے امر کو اللہ اور رسول کی جانب لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان اُمور پر قیاس کیا جائے جن میں نص موجود ہے اور زیر نزاع معاملے میں وہ علت موجود ہونے کی بنیاد پر جو منصوص حکم موجود ہے اس معاملے کا بھی وہی حکم تسلیم کیا جائے۔

---

[1] النساء : ۵۹۔

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ لفظ استنباط آیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم"۔[1]

(حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آ جائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔)

امام شوکانی نے اس آیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"فاولوا الامر ھم العلماء، والاستنباط ھو القیاس"۔[2]

(اولو الامر سے مراد علماء اور استنباط سے مراد قیاس ہے۔)

قیاس کی مشروعیت میں سنت سے استدلال:

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اس امر کی تائید فراہم کرتی ہے کہ قرآن و سنت میں واضح حکم نہ ملنے کی صورت میں حضرت معاذ بن جبل کا "اجتھد برائی" (میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) فرمانا اور حضور ﷺ کا آپ کے سینہ پر دست مبارک پھیرنا اور یہ فرمانا: "الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضاہ رسول اللہ"۔[3]

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"استدلوا ایضا بماثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، من القیاسات، کقولہ "ارأیت لو کان علی ابیک دین فقضیتہ أکان یجزی عنہ؟ قالت، نعم قال: "فدین اللہ احق ان یقضی"۔[4]

(علماء نے حضور ﷺ سے جو قیاسات میں ثابت ہے اس کا اس سے بھی استدلال کیا کہ آپ ﷺ کا اس (صحابی) سے یہ فرمانا کہ اگر تمہارے والد پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ انہوں نے کہا کہ ضرور ادا کرتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے قرض کی ادائیگی زیادہ موزوں اور ضروری ہے۔)

قیاس کے دلیل شرعی ہونے پر صحابہ کا اجماع:

صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان کی امامت پر قیاس کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میراث جد (دادا) کو باپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوتے پر قیاس کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مے نوشی کی حد کو قذف پر قیاس کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا: "اعرف الاشباہ والنظائر ثم قس الامور عند ذلک"[5] (اشباہ و نظائر کو پہچانو تو پھر امور کو ان کے مطابق قیاس کرو)۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین کے پہلے حصہ میں کئی صحابہ کے فتاویٰ نقل کیے ہیں جن کی بنیاد انہوں نے قیاس پر رکھی شارح بزدوی عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار میں علامہ بزدوی کے قول "وعمل اصحاب النبی فی ھذا الباب" کے تحت لکھا:

---

[1] النساء: ۸۳۔ [2] ارشاد الفحول۔ الشوکانی ۲/ ۱۳۸۔

[3] کشف الاسرار شرح اصول البزدوی البخاری ۳/ ۲۷۸، ۲۷۹، ارشاد الفحول الشوکانی ۲/ ۱۳۱ ملخص ومفہوم حدیث۔

[4] ارشاد الفحول ۲/ ۱۴۳۔ [5] اعلام الموقعین ۱/ ۹۲، کشف الاسرار علی اصول البزدوی ۳/ ۲۸۰۔

"اشارة الى متمسک اخر عول عليه اكثر الاصوليين وهو الاجماع فانه قدثبت بالتواتر ان الصحابه رضى الله عنهم عملوا بالقياس وشاع وذاع ذلک فيما بينهم من غير رد وانكار"۔[1]

اس کے بعد شارح بزدوی نے چاروں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے عمل سے قیاس کی متعدد مثالیں دی ہیں احکام شریعہ کے اثبات میں قیاس کی حجیت اگرچہ کتاب، سنت اور اجماع کے بعد ہے لیکن دائرہ واثر کے لحاظ سے اس کی وسعت اور وقوع بہ نسبت اجماع کے زیادہ ہے کیونکہ احکام فقہیہ میں قیاس پر اعتماد زیادہ ہے جبکہ اجماع سے ثابت ہونے ہونے والے احکام محدود ہیں۔

مصطفیٰ احمد الزرقاء فرماتے ہیں :

"ولا يخفى ان نصوص الكتاب والسنة محدودة متناهية والحوادث الواقعة والمتعقة غير متناهية، فلاسبيل الى اعطاء الحوادث والمعاملات الجديدة منازلها واحكامها فى فقه الشريعة الا عن طريق الاجتهاد بالراى الذى راسه فالقياس اغزر المصادر الفقهية فى اثبات الاحكام الفرعية للحوادث"۔[2]

(یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن کریم اور سنت کی نصوص محدود ہیں جب کہ وقوع پذیر ہونے والے احوال وواقعات لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ رائے اور قیاس کے ذریعے اجتہاد کرکے نو بہ نو پیش آنے والے واقعات اور معاملات کے شرعی احکام معلوم کئے جائیں۔ غرض قیاس جملہ مصادر شریعت میں فرعی احکام کے استنباط کا سب سے زیادہ وسیع مصدر ہے۔)

صاحب الفکر السامی قیاس کے عقلی ونقلی دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں :

"فمن انكر القياس وزعم ان الشرع تعبدى كله فقد عطل الحكمة ولم يفهم الشريعة حق فهمها"۔[3]

(جس نے قیاس کا انکار کیا اور یہ سمجھا کہ شریعت مکمل طور سے تعبدی ہے تو اس نے شریعت کی حکمت کو معطل کردیا اور اسے ایسا نہیں سمجھا جیسا کہ اس کا حق تھا۔)

قیاس کے شرائط[4] :

قیاس کا عمل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کے چاروں ارکان اصل، حکم اصل، فرع اور علت میں پائی جانے والی خاص شرائط پوری نہ ہوں اور وہ شرائط مختصراً مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[1] كشف الاسرار على اصول فخر الاسلام البزدوى ۳/۲۸۰۔

[2] الفقه الاسلامى فى ثوبه الجديد، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۶۷، ۶۸، دمشق، مطبعۃ الانشاء ۱۳۸۴ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

[3] الفكر السامى فى تاريخ الفقه الاسلامى، محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی متوفی ۱۲۹۱ھ، ص ۱/۱۳۰، تحقیق ایمن صالح شعبان بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ۔

[4] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، محب اللہ بن عبدالشکور عبدالعلی محمد نظام الدین الانصاری بحرالعلوم ۲/۲۵۰، المستصفیٰ امام غزالی ۲/۸۷۔

(۱) اصل سے متعلق شرطیں :

قیاس کے پہلے رکن اصل کی دو شرطیں ہیں :

(الف) اس کا حکم کسی دوسری اصل کی فرع نہ ہو بلکہ یہ حکم مستقل بالذات ہو اور نص (قرآن و سنت) سے ثابت ہو کسی دوسری اصل کی فرع لے کر اس پر قیاس کیا جائے تو یہ قیاس نہیں ہے۔

(ب) اصل کے حکم کی دلیل میں فرع کا حکم شامل نہ ہو اگر ایسا کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکم ثابت کرنے کے لئے دلیل کو استعمال کیا جا رہا ہے قیاس کے ذریعے حکم ثابت نہیں کیا جا رہا۔

(۲) فرع اور اس کی شرطیں :

فرع کو مقیس بھی کہتے ہیں مقیس وہ شئے ہے جس پر قیاس کیا جائے ، فرع سے متعلق تین شرطیں ہیں :

(الف) فرع کے لئے اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی حکم موجود نہ ہو بلکہ علت کے اشتراک کی وجہ سے قرآن مجید یا سنت نبوی سے اصل کا کوئی حکم لیا جا رہا ہو۔ فرع کے لئے قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود ہو تو پھر قیاس یعنی اجتہاد کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح کیا گیا۔ اجتہاد باطل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کے صریح احکام کے ہوتے ہوئے کوئی حکم نہیں لایا جا سکتا فقہی قاعدہ ہے کہ : "الاجتهاد لا يعارض النص" یعنی اجتہاد نص (قرآن و سنت کے حکم) میں تعارض پیدا نہیں کر سکتا)۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ فرع میں وہی علت ہو، جو اصل میں پائی جائے۔ جیسے خمر اور نبیذ میں نشے کی نوعیت یا کیفیت میں تو کمی بیشی کا فرق بے شک ہو، لیکن علت (نشہ) دونوں میں ایک ہو۔ اصل اور فرع میں علت کا اشتراک ایک جیسا نہ ہو، تو فرع پر اصل کے حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح علت میں عدم مساوات کی وجہ سے حکم میں بھی عدم مساوات ضروری ہو جاتی ہے، جو نہ ممکن ہے اور نہ شرعاً جائز۔ فرع میں یہ شرط نہ پائی جائے تو ایسے قیاس کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی مسلمان اپنی بیوی کو اپنی ماں کے برابر قرار دے، (شرع میں اسے ظہار کہتے ہیں) تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ ایک خاص طرح کا کفارہ ادا کرے۔ امام شافعی نے اس قرآنی حکم پر قیاس کرتے ہوئے ذمی (وہ غیر مسلم باشندہ، جو اسلامی ریاست کے مفتوحہ حدود میں ایک مخصوص ٹیکس دے کر، یا خود کو فوجی خدمت کے لئے پیش کر کے، رہتا ہے) کے لئے بھی یہ ہی حکم عائد کیا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے خیال میں یہ قیاس مع الفارق ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ظہار کی جو صورت اور اس کا کفارہ قرآن میں بیان ہوا ہے، اس کا ذمی کے لئے قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ امام صاحب کے خیال میں وہ اہلیت، جو اس نوعیت کے کفارے کے لئے ضروری ہے، ذمی اس سے خالی ہے اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(ج) تیسری شرط یہ ہے کہ فرع کا حکم اصل کے حکم پر مقدم نہ ہو۔

(۳) حکم اور اس کی شرطیں :

حکم سے مراد کسی معاملہ میں وہ شرعی فیصلہ ہے، جو قرآن مجید یا سنت مطہرہ سے ثابت ہو۔ جیسے "شراب شرعاً حرام ہے" اس جملہ میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے شراب کی اسی حرمت کو اصطلاح میں "حکم" کہتے ہیں۔ حکم کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شرعی ہو۔

تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قرآن و سنت کے کسی حکم کو ہم اسی صورت میں شرعی قرار دے سکتے ہیں، جب وہ شرعی اُمور سے تعلق رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حکم ایسا نہ ہو جو کسی خاص موقع کے لئے بطور استثناء ہو، جیسے بھول چوک کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں روزے کی قضا یا کفارہ ادا نہ کرنے کے لئے اجازت دی ہے۔ یہ استثنا بصرف روزے کے لئے ہے اسے دوسرے شرعی اُمور پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی خاص شخص کے بارے میں مخصوص نہ ہو جیسے شہادت کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی تنہا شہادت ہی دو افراد کے برابر ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ حکم منسوخ نہ ہو چکا ہو، قرآن و سنت میں کئی ایسے احکام ہیں جو کسی خاص صورت حال کے لئے ہیں۔ حالات بدل جانے پر ان احکام کو تبدیل کر دیا گیا، لہٰذا ان سابقہ منسوخ شدہ احکام پر نئے مسائل کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی پانچویں شرط یہ ہے کہ حکم کی علت ایسی نہ ہو جو انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہو۔ حکم کی علت ماورائے عقل ہو، تو اس کا فہم حاصل کرنا انسانی بصیرت کے لئے ممکن نہیں ہوتا اس لئے بعید از عقل یا ماورائے عقل علت پر قیاس درست نہیں ہے۔

(۴) علت اور اس کی شرطیں :

قیاس کے ارکان میں سے علت سب سے اہم اور ضروری جزو ہے۔ قیاس کو سمجھنے کے لئے علت کی معرفت ضروری ہے۔ یہ ہی وہ مشترک چیز ہے، جو اصل اور فرع دونوں میں ہوتی ہے اسی پر حکم جاری ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اصل میں علت نہ پائی جائے تو حکم بھی کالعدم ہو جاتا ہے اور قیاس بھی اپنی شرعی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔

علت، قیاس کا بہت اہم رکن ہے۔ یہاں پر اس کے ضروری اصول و مبادی مندرجہ ذیل ہیں :

لغوی اعتبار سے علت سے مراد بیماری ہے۔ بیمار آدمی کے لئے علیل (جس میں کوئی علت پائی جائے) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ علت کی وجہ سے انسان کے اوصاف میں کوئی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اس لئے اسے علیل کہتے ہیں۔ قیاس کا زیادہ دار و مدار علت پر ہے، اس لئے اس کے متعلقہ مسائل بھی دوسرے ارکان سے زیادہ ہیں۔

علت کو سمجھنے کے لئے حرمت شراب کی مثال دوسرے انداز میں دی جاتی ہے۔ شراب کا عام مائعات، جیسے دودھ، پانی اور پھلوں کے رس کی طرح تصور کیا جائے تو یہ ان ہی جیسا ایک مائع ہے لیکن شراب کا استعمال انسان کے لئے حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے مطابق ہیں جو انسان کے لئے حرام ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے مطابق ہیں جو انسانوں کے لئے ضرر رساں نہیں ہے، لیکن شراب وہ مشروب ہے جس کے اوصاف میں تغیر پیدا ہو چکا ہے، جو نشے کی صورت میں ہے۔ شراب میں نشے کی علت نہ ہوتی تو اس کے بارے میں بھی وہی حکم ہوتا جو دیگر حلال مشروبات کا ہے۔

علت کی پہلی شرط یہ ہے کہ علت کا وصف ظاہر ہو اس سے مراد یہ ہے کہ علت کی پہچان آسان ہو۔ جیسے خمر میں نشہ علت ہے، یہ علت نبیذ میں پائی جاتی ہے اس لئے نبیذ بھی حرام ہے۔

علت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا وصف حکم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ علت کے وصف سے مراد وہ کیفیت ہے، جس کی وجہ سے شے کے بارے میں حکم نازل ہوا ہو۔ وصف ہی کا وصف اور حکم میں مناسبت نہ ہو تو قیاس جائز نہیں ہے، یہ بات ایک مثال سے مزید واضح ہو سکتی ہے۔

علت کی تیسری شرط یہ ہے کہ انسانی عقل آسانی سے اس تک پہنچ سکے۔ جیسے شراب کی حرمت قائم کرنے کے لئے نشہ علت ہے۔ یہ ایسی علت ہے جو تمام انسانوں کے لئے ایک جیسی اور معروف ہے۔ ہر انسان کے ذہن میں لفظ نشہ سے ایک خاص مفہوم واضح آجاتا ہے، جو اس کے معانی میں موجود ہے۔

علت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی حکم ضرور ہو کسی شے میں علت موجود ہو، لیکن حکم نہ ہو تو وہی علت کسی دوسری شے میں تلاش کر کے قیاس ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کے بغیر قیاس نہیں ہو سکتا۔

علت کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ متعین اور غیر متبدل ہو۔ حالات واقعات، اشخاص اور زمانے کی تبدیلی، علت کی حیثیت پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے: "القاتل لایرث"[1] (قاتل وارث نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میراث میں سے کسی جائز وارث کی محرومی کی علت، فعل قتل ہے۔ قتل کرنے والا کوئی بھی ہو، کسی زمانے کا ہو حکم میں تبدیلی نہیں آئیگی۔

علت کی پہچان اور بعض احکام کی علتیں :

علت قرآن وسنت کے احکام میں کہیں تو صراحتاً ملتی ہے اور کہیں فقیہ کو اپنی بصیرت اور گہرے غور وفکر کے بعد ملتی ہے۔ اس کی پہچان کے لئے گہرا مطالعہ اور فکری ارتکاز ضروری ہے۔ فقہاء نے علت کی تلاش کے لئے کچھ قواعد وضوابط

---

1. الترمذی، ابواب الفرائض۔

وضع کررکھے ہیں، جن کے ذریعے کسی اصل میں علت کی تلاش کرلی جائے تو قیاس کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ علت کی پہچان کے کئی طریقے ہیں، یہاں پر چند ضروری اور اہم طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا اور واضح طریقہ تو یہی ہے کہ علت نص میں مذکور ہو اور اس کا فہم حاصل کرلیا جائے۔ یہ بات ایک مثال سے بہتر طریقے سے سمجھی جاسکتی ہے۔

انسان کی نجی زندگی کے بعض پوشیدہ گوشے ہیں، جن کا تعلق شرم وحیا سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے، کسی کے گھر کے اندر بلا اجازت داخل ہونا منع ہے۔ اس کے بعد گھر کے اندر خواب گاہ میں بھی دوسروں کے داخلے کے لئے مشروط اجازت ہے بچوں اور گھر کے کئی دوسرے افراد مثلاً نوکر چاکر وغیرہ کو صبح نماز سے قبل دوپہر کو آرام کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد اگر سربراہ خانہ کی خواب گاہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو داخلے سے قبل اجازت درکار ہوتی ہے۔ ان اوقات کے علاوہ خواب گاہ میں اجازت لئے بغیر بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ قرآن نے یہ اجازت ان الفاظ میں دی ہے :

"ليس عليكم ولا عليهم جناح بعدهن طوافون عليكم بعضكم على بعض"۔[2]

(ان وقتوں کے علاوہ اگر وہ تمہارے کمروں میں آئیں تو) تمہارے اوپر اور ان پر کچھ گناہ نہیں ہے، (اس لئے کہ) تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی پڑتا ہے۔)

اس حکم میں تین اوقات کے علاوہ نوکروں اور بچوں کو جس "علت" کی بنا پر خواب گاہوں میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے وہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے جانے کا عمل ہے۔ اس حکم میں حاکم (اللہ تعالیٰ) نے حکم کی علت خود بیان کردی ہے۔

الفاظ کے ذریعے علت کی پہچان :

حکم کے الفاظ بھی علت کی پہچان میں مدد دیتے ہیں۔ لفظ "کی" (جس کے معنی "تا کہ" ہیں) سے علت کا پتہ چلتا ہے مثال کے طور پر بغیر جنگ کئے محارب کفار سے چھینے گئے مال کو تقسیم کرنے کی علت لفظ "کی" کے ذریعے بیان فرمائی :

"كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم"۔[3]

(تا کہ وہ (مال) تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔)

"لاجل" اور "من اجل" کے معنی بھی "تا کہ" ہی کے ہیں ایک جگہ پر رسول ﷺ کے الفاظ ہیں :

"انما نهيتكم من اجل الداخت التى دفت عليكم فكلوا و تصدقوا و اد خروا"۔[4]

(بے شک میں نے تمہیں (قربانی کا گوشت) جمع کرنے سے ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آگئے تھے۔ پس (اب) تم کھاؤ بانٹو اور جمع کرلو۔)

حروف کے ذریعے علت کی پہچان :

قرآن وحدیث کے بعض حروف بھی علت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ حروف کے ذریعے علت کی پہچان کے لئے، البتہ ضروری ہے کہ موقع ومحل اور قرائن بھی سامنے رکھے جائیں، کیونکہ حروف کے معانی ایک سے زائد اور مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ علت کا پتہ دینے والے حروف لام، با اور فا ہیں۔

لت کے موانع :

موانع، مانع کی جمع ہے۔ مانع سے مراد وہ شے ہے جو علت کی تشکیل کے راستے میں رکاوٹ ہو، علت کی تشکیل میں کئی
موانع رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یہ بات ایک مثال سے واضح ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کو والدین کی
قدر و منزلت بتاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "انت ومالک لابیک" (تم اور تمہارا مال تمہارے باپ ہی کے ہو)۔
اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بیٹا، باپ کی ملکیت ہے اور جو شے ملکیت ہو اس کی خرید وفروخت کی جا سکتی ہے
خرید وفروخت میں کسی شے کی علت یہ ہے کہ اس میں کوئی قدر ہو اور بیٹے میں یہ قدر موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک
انسان جو دوسرے کی ملک میں ہو، اپنی قدر کے باعث خریدا بیچا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے، اس لئے
کہ انسان کی خرید وفروخت کے راستے میں ایک رکاوٹ پائی جاتی ہے۔ یہ رکاوٹ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ فطری
آزادی ہے، جس کی وجہ سے انسان کو نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ اس کی تجارت کسی دوسری شکل میں جائز ہے۔ اس مثال
میں انسان کی حریت، علت کی تشکیل میں مانع ہے۔

☆☆☆

باب دوم

احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ

اس فصل میں اصول فقہ کے ان ماخذ کو بیان کیا جائے گا جن میں جمہور علما کا اختلاف ہے اور وہ مختلف فیہ ماخذ یہ ہیں :

۱۔ استحسان　　۲۔ مصالح مرسلہ، استصلاح　　۳۔ استصحاب
۴۔ سد الذرائع　　۵۔ عرف و عادت　　۶ مذہب صحابی
۷۔ شرع من قبلنا

(۱) " استحسان "

احناف کے یہاں استحسان (قیاس خفی) کا پانچویں دلیل کے طور پر کثرت سے استعمال پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے حنفی کتب فقہ میں بہت سی جگہ یہ عبارت درج ہوتی ہے : "الحکم فی ھذہ المسالۃ قیاسا کذا، واستحسانا کذا "[۱] (اس مسئلہ میں قیاسا یہ حکم ہے اور استحساناً یہ) مالکیہ و حنابلہ کے یہاں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ امام مالک تو یہاں تک فرماتے تھے : "الاستحسان تسعۃ اعشار العلم "[۲] (دس میں سے نو حصہ علم استحسان ہے) امام شافعی اس کو درست نہیں مانتے تھے بلکہ اس بارے میں ان کا مشہور قول ہے : "من استحسن فقد شرع "[۳] (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی)۔

استحسان کی اس بحث میں اس کی تعریف، انواع، حجیت، منکرین و مثبتین کی آراء اور ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

استحسان کی تعریف :

لغوی معنی "عد الشئ حسنا "[۴] (کسی چیز کو اچھا سمجھنا)، التوضیح میں ہے : "یطلق الاستحسان علی ما یمیل الیہ الانسان ویھواہ من الصور والمعانی وان کان مستقبحا عند غیرہ "[۵] (استحسان کا اطلاق

---

۱ الھدایۃ الاولین، برھان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ۱/۴۱ کتاب الطہارات فصل فی البیر کراچی کلام کمپنی سنہ ندارد۔ ہدایہ الاخرین، المرغینانی ۴/۴۲۲-۴۲۳ کتاب القسمۃ فصل المھایاۃ کراچی قرآن محل سنہ ندارد، حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) ۲۲۰ باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہا کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز

۲ مالک حیاتہ و آثارہ و آراءہ وفقہہ، ابو زہرہ ۳۵۲۔ ابو زہرہ نے بحوالہ حاشیہ بنانی باب الاستحسان اور بحوالہ الشاطبی ۴/۱۱۸ ذکر کیا

۳ المستصفی۔ امام غزالی ۱/۱۳۷　　۴ حاشیہ البنانی ۲/۳۵۵

۵ التنقیح والتوضیح ۴/۳۰۵ بیروت

اس چیز پر ہوتا ہے جس کی طرف انسان مائل ہو اور اس کے صدور معاف چاہتا ہو اگر چہ دوسرا اس کو برا سمجھتا ہو) اور المستصفیٰ میں ہے: "ومن هذا ما يستحسنه المجتهد بعقله"۔[1]

اصطلاحی تعریف:

علماءِ اصول سے اس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں منقول ہیں ابوالحسن کرخی حنفی سے یہ تعریف منقول ہے:

"الاستحسان هو ان يعدل المجتهد عن ان يحكم المسئلة بمثل ماحكم به في نظائرها لوجه اقوى يقتضي هذا العدول"۔[2]

(کسی صورت کے لئے اس کے نظائر کے حکم کے بجائے کوئی دوسرا حکم تجویز کرنا کسی ایسی دلیل کی بنا پر جو قوت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہو)

مصطفیٰ احمد زرقاء نے اس تعریف سے متعلق یوں تبصرہ کیا:

"ولعله افضل التعاريف المأثورة للاستحسان واشملها لانواعه"۔[3]

(اور شاید استحسان کی منقولہ تعریف میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور وہ استحسان کی اقسام وتفصیلات پر مشتمل ہے)۔

ابیاری کہتے ہیں کہ امام مالک کے استحسان سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

"استعمال مصلحة جزئية في مقابلة قياس كلي فهو يقدم الاستدلال المرسل على القياس"۔[4]

قیاس کے مقابلہ میں مصلحت کو اختیار کرنا...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد جب کسی مسئلہ میں جزئیات پر بحث کرے تو اس چیز کا پابند رہے کہ جس طرف قیاس لے جائے اس کو نافذ کرے بلکہ وہ کسی کی دلیل کے مقابلہ میں کسی جزئی مصلحت کو اختیار کر لے۔

علامہ باجی نے فرمایا:

"ان الاستحسان الذي ذهب اليه اصحاب مالك هو القول باقوى الدليلين"۔[5]

(اصحاب مالک جس استحسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مدنظر رکھ کر حکم کا استنباط کرتا ہے)

بعض حنابلہ سے استحسان کی یہ تعریف منقول ہے:

"الاستحسان ، هو العدول بحكم المسئلة عن نظائرها لدليل شرعي خاص"۔[6]

(کسی مسئلہ میں کسی خاص شرعی دلیل کی بنا پر ایک حکم کا اطلاق کرنا اور اس جیسے دوسرے حکم سے عدول کرنا استحسان ہے)

---

1. المستصفیٰ امام غزالی ۱/۲۷۴
2. الفقه الاسلامي في ثوبه جديد ، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷ دمشق دار الفکر ۱۹۸۲ء ، التحقیق والتوضیح ۲/۳۰۶ ۔ بیروت
3. الفقه الاسلامي في ثوبه جديد ، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷
4. ارشاد الفحول ۲/۲۹۲
5. ارشاد الفحول ۲/۲۹۲ میں بحوالہ احکام الفصول في احكام الاصول ، للباجی ص ۶۸۷ مذکور ہے۔
6. الوجیز ص ۲۳۱

احناف، مالکیہ وحنابلہ کی تعریفات سے مستفاد :

ان مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات نکلتی ہے کہ استحسان سے مقصود قیاس جلی کا ترک اور قیاس خفی کا اختیار ہے یا کسی عام یا اصل کلی سے کسی ایک جزئیہ کا استثناء کرنا ہے اور یہ استثناء کسی ایسی دلیل کی بناء پر ہوتا ہے جس سے مجتہد کا دل اس بات پر مطمئن ہوتا ہے کہ یہ دلیل عموی حکم کو چھوڑنے اور استثناء پر عمل کا تقاضا کرتی ہے۔

اس باب میں تین اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اس لئے مزید کسی گفتگو سے قبل مختصر اتعارف ضروری ہے :

استحسان : کسی دلیل کی بناء پر قیاس جلی سے عدول اور قیاس خفی کو ترجیح دینے کا عمل استحسان ہے۔

وجہ استحسان : اور جو دلیل اس عدول کی متقاضی ہوتی ہے وہ وجہ استحسان ہے۔

مستحسن : اور جو حکم استحسان سے ثابت ہوتا ہے وہ حکم مستحسن کہلاتا ہے۔

استحسان کی اقسام :

دو الگ الگ اعتبارات سے اس کی مختلف اقسام ہیں :

۱۔ ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے

۲۔ سند (دلیل) کے اعتبار سے

ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے استحسان کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کا ترک

۳۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم کلی کا ترک

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا............اس کی مثال سے توضیح یہ ہے کہ جیسے زمین کے وقف میں راستے کا شامل ہونا کیونکہ فقہ حنفی میں یہ بات مسلم ہے کہ ارتفاقی حقوق مثلاً پانی دینے کا حق، پانی کی گزرگاہ کا حق، زرعی زمین تک گزرنے کا حق، وغیرہ عقد بیع میں خود بخود شامل نہیں ہوتے جب تک کہ معاہدہ میں خاص طور پر ان کا ذکر نہ ہو اس زمین کو وقف کرنے کی صورت میں بغیر ان باتوں کے تذکرہ کے یہ حقوق عقد میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ احناف کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ سب وقف میں شامل نہ ہوں مگر استحسان ان کے شامل ہونے کا متقاضی ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ زرعی زمین کا وقف دو قیاسوں پر مشتمل ہوسکتا ہے :

(الف) زرعی زمین کے وقف کو اجارہ پر قیاس (جلی) کیا جائے اور بیع کی طرح وقف میں بھی مالک سے اس کی ملکیت کے اخراج کے بعد ارتفاقی حقوق زمین سے تابع ہو کر بغیر خصوصی ذکر کے وقف میں داخل نہ ہوں۔

(ب) اگر زرعی زمین کو اجارہ پر قیاس (خفی) کیا جائے کہ وقف واجارہ دونوں میں حصول منفعت مشترک ہے لہٰذا ارتفاقی حقوق وقف میں بغیر کسی شرط و ذکر کے تبعاً داخل ہوں گے۔

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کو ترک کرنا ...... اس کی مثال یہ ہے کہ قحط کے زمانہ میں چوری کرنے والوں کے ہاتھ نہ کاٹنا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا۔

۳۔ حکم کلی کا ترک .... اس کی مثال یہ ہے کہ شریعت کا ضابطہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو یا انسان کے ہاتھ و قبضہ میں موجود نہیں اس کی بیع نہیں ہو سکتی مگر اس ضابطے کے خلاف ایک خاص قسم کی بیع ''سلم'' جائز ہے اور وجہ استحسان لوگوں کی ضرورت اور اس قسم کا ان میں معروف ہونا ہے[1]

استحسان کی سند (دلیل) کے لحاظ سے اقسام :

استحسان کی اس کی سند (دلیل) کے لحاظ سے مندرجہ ذیل قسمیں ہیں کتب فقہ میں ان اقسام کو وجہ استحسان کی اقسام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اقسام مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ استحسان بالاثر (بالنص) ۲۔ استحسان بالاجماع
۳۔ استحسان بالعرف والعادہ ۴۔ استحسان بالضرورۃ
۵۔ استحسان بالمصلحہ ۶۔ استحسان بالقیاس الخفی

کتب اصول فقہ میں مذکورہ چھ قسمیں بیان کی جاتی ہیں[2] لیکن بنظر غائر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض میں شامل ہیں اور ان کو الگ بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے وہ اس طرح کہ استحسان بالاجماع میں استحسان بالعرف والعادۃ داخل ہے اور استحسان بالقیاس الخفی میں استحسان بالضرورہ شامل ہے۔ اس طرح کل چار اقسام بن جاتی ہیں اور یہی معظم علماء اصولیین سے منقول ہے[3] مگر بعض مثلاً احمد الزرقاء نے ان چار قسموں پر بھی تنقید کی اور '' استحسان بالسنہ'' اور '' استحسان بالاجماع'' سے متعلق لکھا :

''ولا یخفی ان ھذا التعمیم والتنویع فی معنی الاستحسان الاصطلاحی غیر سدید، وھو اقحام للشئ فی غیر محلہ''[4]

(اور استحسان اصطلاحی کے معنی میں یہ تعمیم و تنویع درست نہیں ہے اور یہ کسی شے کو اس کے نامناسب جگہ میں داخل کرنا ہے)

استحسان بالاثر :

اس سے مراد وہ استحسان ہے جس کی سند نص ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں شارع کی طرف سے کوئی ایسی نص وارد ہو جو ایک ایسے حکم کی مقتضی ہو جو اس مسئلہ کی دوسری نظیروں کے حکم کے خلاف ہو اور ان نظیروں کا حکم

---

[1] علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف ص ۸۰۔۸۲ ملخص کویت دار القلم مصور طبع ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء، الوجیز زیدان ص ۲۳۱۔۲۳۲ ملخص لاہور خاران اکیڈمی سندھ

[2] الوسیط فی اصول الفقہ، وھبہ الزحیلی ص ۴۰۷۔۴۱۰ ملخص، الوجیز، زیدان ص ۲۳۳۔۲۳۴

[3] التنقیح والتوضیح ۲/۴۰۶ بیروت، نور الانوار ملا جیون ص ؟

[4] الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید۔ مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۸۵، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء

نا قواعد کے مطابق ہو۔ یہ نص اس جزئی مسئلہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کرتی ہے جو اصل کلی کے اقتضاء کے مطابق اس
جیسے دوسرے مسائل کے لئے ثابت ہو۔ مثلاً معدوم کی بیع جس کی ممانعت نقلاً حضور ﷺ کے فرمان سے ہے اور یہ عقلاً
بھی درست نہیں کہ جو چیز موجود نہیں اس کی خرید و فروخت کا سودا ہو۔ مگر بیع سلم کی درستگی کا شرعاً جواز ہے۔ کیونکہ احادیث
میں آپ ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے۔

استحسان بالاجماع (بالمعرف والعادۃ والتعامل):

کسی متفق علیہ معاملہ (برتاؤ) کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ یہاں اجماع سے اجماع
اصطلاحی مراد نہیں بلکہ اجماع لغوی یعنی کسی امر پر مطلقاً اتفاق مراد ہے۔ خواہ یہ مجتہدین کا اتفاق ہو جیسے اصطلاح میں
اجماع کہتے ہیں یا عوام وخواص سب کا جسے عرف وعادت اور تعامل سے تعبیر کرتے ہیں اور اجماع اور عرف وعادت میں
فرق یہ ہے کہ اجماع علماء مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے اور عرف وعادت کا ثبوت کسی علاقے کے عوام وخواص سب کے
اتفاق پر موقوف ہے۔ البتہ اجماع میں اس زمانے کے تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہے۔ جبکہ عرف وعادت میں ایک
یا چند کا اختلاف اثر انداز نہیں ہوتا اس کا ثبوت اکثریت سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً الاستصناع (کوئی چیز بنوانے کا معاہدہ کرنا)
جیسے جوتے، فرنیچر وغیرہ بنوانا یہ بھی معدوم کی بیع کی ایک صورت ہے مگر صحابہ، تابعین وفقہاء میں سے کسی کا انکار نہیں اور ہر
زمانے میں یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اجماع منعقد ہو گیا عام قاعدے سے استثناء کرتے ہوئے استصناع کو جائز قرار دیا۔ وجہ
استحسان یہ ہے کہ ہر زمانے میں بغیر کسی رکاوٹ کے صحابہ تابعین وفقہاء سے آج تک یہ جاری وساری ہے۔

استحسان بالعقل / القیاس الخفی .... کسی غیر ظاہر عقلی دلیل کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر
دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جلی جس سے قیاس معروف مراد ہوتا ہے۔

۲۔ قیاس خفی اس کا مصداق استحسان بالعقل ہے اور عموماً کتب اصول میں استحسان سے یہی قسم مراد ہوتی ہے بلکہ
ضابطہ بیان کیا گیا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی قید نہ لگی ہو تو یہی قسم مراد ہوگی مثلاً زمین کو وقف کر دینے کی صورت
میں سینچائی کے لئے پانی آنے اور کبھی کی ضرورت کو انجام دینے والوں کے لئے آنے جانے کا راستہ قیاساً وقف
میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وقف کرنے والا تو صرف زمین وقف کرتا ہے مگر چونکہ زمین تک پہنچے بغیر
اور پانی کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اس لئے استحساناً یہ دونوں راستے بھی وقف میں داخل
مانے جائیں گے۔

اس قسم کا خاص حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کی بنیاد عقل وقیاس ہے اس لئے یہی قسم متعدی ہوتی ہے یعنی اس قسم کے
احکام کو دوسرے احکام کے لئے مقیس علیہ بنا سکتے ہیں۔ اسی لئے اس کو قیاس خفی کا عنوان دے کر قیاس مطلق کی
دوسری قسم قرار دیتے ہیں اور پہلی قسم جس سے قیاس معروف کو مراد لیتے ہیں اس کو قیاس جلی کہتے ہیں چونکہ یہ قسم قیاس
معروف کی معارض ہوتی ہے اس لئے اگر قوت یا اصول کی رو سے قیاس جلی پر راجح قرار پائے تو اس پر عمل ہوتا ہے
ورنہ قیاس جلی پر عمل ہوتا ہے۔

قیاس واستحسان کے باہمی تقابل اور ایک دوسرے پر رجحان کے سلسلہ میں مختصراً ترتیب اس طرح ہوتی ہے: دونوں قوی یا ضعیف ہوں تو اصول ترجیح کے مطابق کسی ایک کو راجح قرار دیا جائے گا اور اگر ایک قوی اور ایک ضعیف ہے تو قوی ضعیف پر راجح ہوگا اور قوت وضعف کے اعتبار سے ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہوں گی:

(الف) استحسان قوی الاثر اور ظاهر الصحة خفي الفساد

(ب) قیاس ضعیف الاثر اور ظاهر الفساد خفي الصحة [1]

استحسان کی قسم اول قیاس کی قسم اول پر راجح ہوگی اور قیاس کی قسم دوم استحسان کی قسم دوم پر راجح ہوگی۔

مثلاً مردہ خور پرندوں کا جھوٹا قیاساً نجس ہونا چاہئے کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے مگر استحساناً ان کا جھوٹا پاک ہے اس لئے کہ پانی پینے میں برتن وغیرہ کے اندر ان کا لعاب نہیں گرتا وہ چونچ کے ذریعے پانی پیتے ہیں اور درندے منہ ڈال کر پیتے ہیں تو لعاب برتن میں چلا جاتا ہے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے سجدہ تلاوت کو اگر رکوع کے ذریعے ادا کیا جائے تو استحسان کا تقاضہ ہے کہ درست نہیں جیسے نماز کے سجدہ کی جگہ درست نہیں ہے مگر قیاس کا تقاضا ہے کہ رکوع وسجود دونوں عمل مستقلاً مطلوب ومقصود ہیں اور سجدہ تلاوت میں غرض اظہار تعظیم ہے جس کا حصول دونوں سے ہوجاتا ہے اس لئے سجدہ کی جگہ رکوع بھی کافی ہے۔[2]

استحسان بالضروره .... ضرورت (مجبوری) کے حالات کی وجہ سے نظائر کا حکم چھوڑ کر دوسرا حکم اختیار کرنا ضرورت سے مراد وہ حالت ہے جس میں عام حالات کے احکام پر عمل کی صورت میں جان کے ضائع ہونے کا یقین ہو یا جلد اس کی نوبت آجانے کا گمان غالب ہو۔ فقہاء نے اس قسم کے حالات کے دو مراحل تجویز کئے ہیں ایک کو ضرورت اور دوسرے کو حاجت کا عنوان دیتے ہیں ضروریات کا مبنی موجودہ حالات ہوتے ہیں اور حاجت کا موجودہ حالات کے پیش نظر متوقع حالات جبکہ موجودہ حالات کے حق میں یہ گمان غالب ہو کہ مستقبل میں ضرورت کے مرحلہ میں داخل کردیں گے شریعت ضرورت کی طرح حاجت میں بھی رخصت دیتی ہے اس تعریف میں رخصت کے دونوں مراحل یکجا کردیے گئے ہیں۔ ضرورت کی مثال مجبور کے لئے مردار کا کھانا۔ حاجت کی مثال علاج کی غرض سے ستر کا دیکھنا اور دکھانا۔

استحسان کی حجیت:

احناف، حنابلہ اور مالکیہ استحسان کو شرعی حجت مانتے ہیں۔ شیخ ابن بدران نے اس بارے میں لکھا:

وقال ابن المعمار و البغدادی ومثال الاستحسان ماقاله احمد رضی الله عنه انه يتيمم لكل صلوة استحساناً والقياس انه بمنزلة حتى يحدث۔

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/۳۲۲، نور الانوار ملاجیون ۲۳۳، سعید ایچ ایم کمپنی کراچی۔

[2] فواتح الرحموت ۲/۳۲۲۔۳۲۳، نور الانوار ملاجیون ص ۲۳۵، سعید ایچ ایم کمپنی کراچی۔

وقال یجوز شراء ارض السواد ولا یجوز بیعھا، قیل لہ: فکیف یشتری ممن لا یملک البیع، فقال: القیاس ھکذا وانما ھو استحسان، ولذلک یمنع من بیع المصحف ویومر بشرائہ استحسانا [1]

استحسان کے منکرین :

جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ منکرین میں امام شافعی، ظاہری، معتزلہ، علماء شیعہ شامل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: من استحسن فقد شرع (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی)، امام شافعی نے کتاب "الام" میں ابطال الاستحسان، کے نام سے ایک باب باندھا اور اس میں فرمایا: "الاستحسان باطل" [2] (استحسان باطل ہے) اسی طرح انہوں نے "الرسالہ" میں فرمایا: "وانما الاستحسان تلذذ، ولو جاز لاحد الاستحسان فی الدین لجاز ذلک لاھل العقول من غیر اھل العلم، والجاز ان یشرع فی الدین فی کل باب، وان یخرج کل احد لنفسہ شرعاً" [3] (استحسان لذت لینے کا نام ہے اگر دین میں استحسان کو اختیار کرنا جائز ہوتا تو وہ شریعت کا) علم نہ رکھنے والے اہل عقول کے لئے جائز ہوتا اور یہ جائز ہوتا کہ دین سے متعلق ہر باب میں ہر چیز کو شریعت بنالیا جائے اور ہر شخص اپنے لئے خود شریعت بنالے)۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب "الاحکام" میں پینتیسویں (۳۵) باب کا عنوان "فی الاستحسان والاستنباط فی الرای وابطال کل ذلک" رکھا۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں استحسان کی خوب مذمت کی اور کہا :

"الحق حق وان استقبحہ الناس، والباطل باطل وان استحسنہ الناس، فصح ان الاستحسان شھوۃ واتباع للھوی وضلال، وباللہ تعالیٰ نعوذ من الخذلان" [4]

(حق حق ہے اگرچہ لوگ اسے برا جانیں اور باطل باطل ہے چاہے لوگ اسے اچھا سمجھیں۔ تو صحیح بات یہی ٹھہری کہ استحسان من مانی، ہواپرستی اور ضلالت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں)

اسی طرح وہ اپنی ایک اور کتاب "ابطال القیاس والرای والاستحسان والتلقید والتعلیل" میں قرآن وسنت سے دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں :

"بطل بھذا کل اختیار وکل استحسان" [5]

(ان دلائل سے ہر طرح کے اختیار و استحسان کا بطلان ثابت ہوگیا)

---

[1] المدخل الی مذھب الامام احمد بن حنبل، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ، ابن بدران ص ۱۳۶، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۹ء ص ۱۳۵ وما بعدھا۔ روضۃ الناظر ۱/۴۰۷ بحوالہ الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی وھبہ الزحیلی ص ۳۱۳۔

[2] کتاب الام، امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ) ۳۱۳/۷ بیروت لبنان دار الفکر ۱۴۱۰ھ - ۱۹۹۰ء

[3] الرسالہ ص ۵۰۷ وما بعدھا کا مفہوم

[4] الاحکام فی اصول الاحکام، ابو محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری متوفی ۴۵۶ھ تحقیق و تصحیح احمد محمد شاکر ۱۷/۶، جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی پاکستان طبع ثانی ۱۴۰۸ھ

[5] ملخص ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل، ابن حزم ظاہری الاندلسی ص ۵۱ تحقیق سعید الافغانی مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء

وہ اپنی بات کی تائید میں مزید فرماتے ہیں: "فاصحاب القیاس مختلفون فی الاستحسان: خالفالشافعی والطحاوی من الحنیفۃ یکرونہ جملۃ"[1] (اصحاب قیاس استحسان میں اختلاف رکھتے ہیں امام شافعی اور حنفیوں میں سے امام طحاوی کلیۃ استحسان کا انکار کرتے ہیں)۔

منکرین استحسان کے دلائل:

منکرین کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) استحسان نہ نص ہے اور نہ ہی نص پر محمول کرنا ہے اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے شریعت کے احکام پہچانے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر استحسان نہ کتاب (قرآن) ہے نہ سنت اور نہ کتاب وسنت کی طرف رجوع اور اللہ کا ارشاد ہے "وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم"[2] اور فرمان باری ہے: "فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول"[3] (اگر کسی چیز کے بارے میں تم باہم جھگڑا (اختلاف) کرو تو اسے اللہ و رسول کی طرف پھیرو)

(۲) حضور ﷺ خواہش اور ہوا پرستی کی بنا پر کوئی بات نہیں کرتے تھے اور استحسان کی بنیاد پر آپ ﷺ کوئی فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ استفتاء کا جواب نہ ہونے کی صورت میں وحی کا انتظار فرماتے تھے۔ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی سے "تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو" کہہ دیا تھا آپ نے اس کا استحسان سے جواب نہ دیا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ ظہار کی آیت نازل ہو گئی۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ پر سخت گرفت فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں استحسان کی بنیاد پر فتویٰ دیا جیسے وہ لوگ جنہوں نے ایک مشرک کو جس نے درخت کی پناہ لے لی تھی جلا ڈالا تھا۔

(۴) استحسان کا نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر قیاس کر کے حق کو باطل سے پہچانا جا سکے جیسا کہ قیاس میں ہوتا ہے۔

استحسان کے قائلین کے دلائل:

دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) استحسان عسر ترک کر کے یسر کی طرف جانے کا نام ہے اور اس پر عمل کا حکم دیا جاتا ہے اور یہی اصل دین ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"[4] اور "واتبعوا احسن ما انزل الیکم"[5] اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن"[6]

---

[7] (ج) حوالہ سابق [1] المذکورہ:۴۹ [2] المائدہ:۴۹ [3] النساء:۵۹ [4] البقرہ:۱۸۵ [5] الزمر:۵۵

[6] الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم نے القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ کے تحت العلائی کا قول نقل کیا کہ بیان کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے اور شارح سید احمد بن محمد الحنفی الحموی نے اسی بات کی تائید میں لکھا کہ یہی بات السخاوی نے المقاصد الحسنۃ میں لکھی اور امام احمد نے کتاب السنۃ میں روایت کیا۔ دیکھئے الاشباہ والنظائر و شرح حموی ص ۱۱۶ مطبعہ منشی نول کشور ملک التجار سنہ ندارد۔ ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے "الاحکام" ۱۸/۲ میں الباب الرابع والثلاثون میں اسے محقق احمد محمد شاکر نے حاشیہ میں کئی حوالوں سے بیان کیا کہ یہ قول صحابی ہے جبکہ علامہ آمدی نے "الاحکام" ۱۴۸/۱ میں الاصل الثالث فی الاجماع میں لکھا اور شارح بزدوی عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار ۱۳/۳ مطبوعہ کراچی صدف پبلشرز نے لکھا کہ یہ حضور ﷺ کا قول ہے۔ شاید ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم

ا اس کا ثبوت متفق علیہ ادلہ سے ہے اس لئے حجت ہے اور جو اثر سے ثابت ہوتی ہے اس کی مثال سلم،
، اور بھول کر روزہ میں کھانی لینے سے عدم فساد وغیرہ ہیں اور اجماع سے اس کی مثال استصناع پر عمل ہے اور
رت سے اس کی مثال یہ ہے کہ کنوؤں اور حوض کو نجاست کے بعد پاک کرنا اور قیاس خفی یا عرف سے اس کی
، عرف کی بناء پر قسموں کا رد کرنا اور مصلحت سے اس کی مثال تضمین الاجیر المشترک ہے۔

ین و مثبتین کے ادلہ کا تقابل اور نتائج :

ستحسان کے منکرین و مثبتین کے ادلہ کے تقابل سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

یہ عیاں ہوتا ہے کہ استحسان کے انکار کا سبب ایک غلط فہمی ہے۔ امام شافعی نے استحسان کو اس لئے رد کیا کہ اس
د عقل، رائے اور خواہش اور بغیر دلیل شرعی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور احناف بھی اس قسم کے استحسان کے خلاف ہیں
حناف نے کبھی بھی اس قسم کے استحسان پر عمل کا دعویٰ نہیں کیا۔ شارح بزدوی نے فرمایا :

"ابو حنيفة رحمة الله اجل قدرا واشد ورعا من ان يقول في الدين بالتشهي او عمل بما
استحسنه من دليل قام عليه شرعاً"۔[1]

(امام ابو حنیفہ اس بات سے بلند تر اور زیادہ تقویٰ رکھنے والے تھے کہ وہ دین میں اپنی خواہش سے بات کہیں یا شریعت
کے سامنے جس دلیل کو اپنے طور پر اچھا سمجھیں اس پر عمل کریں)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام شافعی کے قول "جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی" کو لوگوں نے منفی رنگ
میں لیا ہو کیونکہ وہ ان کی مراد سمجھ نہ سکے ہوں جیسا کہ فواتح الرحموت کی عبارت ہے :

"(فمن انكر) الاستحسان وهو الامام الشافعي (حيث قال من استحسن فقد شرع لم يدر
المراد به) عفا الله عنه وليس هذا الا كما يقول الشافعي عند تعارض الاقيسة هذا استحسنه
قال الشيخ الاكبر خاتم الولاية المحمديه في الفتوحات المكية ان مقصود الشافعي من قوله
هذا وروح المستحسن واراد ان من استحسن فقد صار بمنزلة نبي ذي شريعة واتباع
الشافعي لم يفهموا كلامه على وجهه هذا والله تعالىٰ اعلم"۔[2]

(اور استحسان کا انکار کرنے والوں میں سے امام شافعی ہیں جو فرماتے ہیں کہ جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی
اس بات کا مطلب معلوم نہیں ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ امام شافعی تو خود قیاس میں تعارض کے وقت فرماتے تھے
یہ استحسان ہے شیخ اکبر خاتم الولایۃ المحمدیہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا کہ امام شافعی کے قول سے مقصود مستحسن کا ترک ہے اور
ان کا مقصد یہ ہے کہ جس نے استحسان کیا وہ گویا بمنزلہ اس کے ہو گیا جو شریعت والا ہے اور امام شافعی کے متبعین نے ان کے
کلام کو اس اعتبار سے نہیں سمجھا واللہ اعلم)

---

[1] کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی، عبد العزیز البخاری ۴/۳ باب بین القیاس والاستحسان کراچی الصدف پبلشرز سن ند
[2] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ص ۲/۳۲۳

(۲) درحقیقت فقہاء کا یہ اختلاف لفظی ہے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں مثلاً قفال شافعی نے فرمایا :

" ان کان المراد بالاستحسان مادلت الاصول بمعانیها فهو حسن لقیام الحجة به، قال : فهذا لا ننکره ونقول به ، وان کان مایقع فی الوهم من استقباح الشی واستحسانه من غیر حجة دلت علیه من اصل ونظیر فهو محظور والقول به سائغ"[1]

(اگر استحسان سے مراد اصول کی ان کے معنی پر دلالت ہے تو وہ دلیل قائم کرنے کے لئے اچھا ہے فرمایا: تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور جو وہم میں اصلاً قبیح شے سے واقع ہو اور اصلاً قبیح پر دلالت کرے اور بغیر دلیل کے اس کو اچھا جانے اس کی مثیل ممنوع ہے اور وہ قول ایک معروف بات ہے)

علامہ ابن سمعانی نے فرمایا :

"ان کان الاستحسان هو العقول بما یستحسنه الانسان ویشتهیه من غیر دلیل فهو باطل، ولا احد یقول به"

(اگر استحسان یہ ہو جیسے انسان کی عقل اچھا جانے اور بغیر دلیل کے اس کی خواہش کرے تو وہ باطل ہے اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا)

اس کے بعد سمعانی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ منکرین وقائلین کا یہ خلاف لفظی ہے اور پھر کہا کہ :

"فان تفسیر الاستحسان بما یشنع به علیهم لا یقولون به وان تفسیر الاستحسان بالعدول عن دلیل الی دلیل اقوی منه فهذا ممالم ینکره احد علیه "[2]

(بلاشبہ استحسان کی وہ تشریح جو بری جانی گئی ہے قائلین اس کا جواز نہیں کرتے اور استحسان کی تفسیر دلیل سے قوی دلیل کی طرف عدول کرنا اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا)

(۳) استحسان صرف قیاس جلی کے مقابلہ میں قیاس خفی پر عمل میں مقید نہیں بلکہ وہ کبھی استحسان بالسنۃ، استحسان بالاجماع، استحسان بالضرورۃ بھی ہوتا ہے اور یہ کہ مسئلہ میں جلی وخفی دو قیاس نہ پائے جائیں بلکہ ایک ہی قیاس پایا جائے اور اس کے ساتھ ایک حدیث یا اجماع یا ضرورت بھی موجود ہو اور ہم اس حدیث یا اجماع یا ضرورت کو اس قیاس پر ترجیح دیں تو وہ استحسان ہوگا اور عمل اسی ضابطہ پر کیا جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ علامہ باجی نے اصحاب امام مالک کے حوالے سے تحریر کیا :

" ان الاستحسان الذی ذهب الیه اصحاب مالک هو القول باقوی الدلیلین "[3]

(اصحاب امام مالک جس استحسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مدنظر رکھ کر حکم کا استنباط کرنا ہے)

واضح رہے کہ مالکی فقہاء کے یہاں استحسان مصالح مرسلہ ہی کی ایک ہی قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک استحسان کی ایک ہی قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے معین مسئلہ میں جس میں مصلحت کی رعایت کا حکم قیاس سے معارض ہو قیاس کو ترک کر کے مصلحت کو اختیار کرنا استحسان ہے وہ قیاس خفی کو استحسان نہیں کہتے بلکہ قیاس خفی ان کے نزدیک قیاس ہی ہے۔

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۲۶۳ قاہرہ دار الکتاب سنہ ند
[2] حوالہ سابق ۲/۲۶۲۔۲۶۳
[3] حوالہ سابق

امام شوکانی نے استحسان کی بحث کا اختتام ان کلمات سے کیا :

"ان ذکر الاستحسان فی بحث مستقل لا فائدۃ فیہ اصلا لانہ ان کان راجعا الی الادلۃ المتقدمۃ فھو تکرار وان کان خارجا عنھا فلیس من الشرع فی شیء، بل ھو من التقول علی ھذہ الشریعۃ مما لم یکن فیھا تارۃ، وبما یضادھا اخری "[1]

(بیشک استحسان کا ایک مستقل بحث میں ذکر کرنا اصلا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ ادلہ متقدمہ کی طرف راجع ہیں تو تکرار ہوگا اور اگر ان سے خارج ہیں تو ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اس شریعت کی نقول میں سے ہیں جو پہلے موجود نہیں تھے اور نہ ان میں تعارض ہوتا تھا)

(۲) "مصالح مرسلہ / استصلاح"

استصلاح کا لغوی معنی کسی چیز کو صلاح والا یعنی مصلحت پر مبنی سمجھنا اور مصلحت (جس کی جمع مصالح ہے) کے لفظی معنی فائدہ و منفعت کے ہیں۔ خوارزمی نے مصلحت کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی :

" المراد بالمصلحۃ المحافظۃ علی مقصود الشرع بدفع المفاسد عن الخلق "[2]

(مصلحت سے مراد مخلوق سے مفاسد دور کرنے کے مقصود شرعی کی حفاظت ہے)

امام غزالی نے مصلحت کی وضاحت میں فرمایا :

" اما المصلحۃ فھی عبارۃ فی الاصل عن جلب منفعۃ او دفع مضرۃ ولسنا نعنی بہ ذلک فان جلب المنفعۃ و دفع المضرۃ مقاصد الخلق و صلاح الخلق فی تحصیل مقاصدھم لکننا بالمصلحۃ المحافظۃ علی مقصود الشرع و مقصود الشرع من الخلق خمسۃ وھو أن یحفظ علیھم دینھم ونفسھم وعقلھم ونسلھم ومالھم فکل ما یتضمن حفظ ھذ الاصول الخمسۃ فھو مصلحۃ وکل ما یفوت ھذہ الاصول فھو مفسدۃ ودفعھا مصلحۃ "[3]

(مصلحت سے فی الاصل حصول منفعت اور دفع مضرت مراد ہوا کرتی ہے مگر شریعت میں یہ مطلب نہیں کیونکہ حصول منفعت اور دفع مضرت مخلوق کے مقاصد ہیں اور مخلوق کی صلاح ان مقاصد سے وابستہ ہے۔ مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے۔ مخلوقات کے اعتبار سے مقاصد شریعت پانچ ہیں، تحفظ دین، تحفظ نفس، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ جو امور پانچگانہ کے تحفظ کا ضامن ہو وہ مصلحت ہے اور جس بات سے یہ امور خمسہ ضائع ہو جائیں وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے)

---

1. حوالہ سابق ۲/۲۶۳
2. حوالہ سابق ۲/۲۶۴
3. المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۹-۱۴۰

امام غزالیؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عربی زبان اور عرف کے اعتبار سے مصلحت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انسان کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے اور اس کو پہنچنے والی مضرت کو دور کرنے کی تدبیر کی جائے۔ لیکن از روئے شریعت مصلحت کا مفہوم انسان کے حق میں ایسی منفعت کا حصول ہے اور ایسی مضرت کی مدافعت ہے جو شریعت کو مقصود ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جسے لوگ مصلحت سمجھ رہے ہوں وہ شریعت کی نظر میں بھی مصلحت ہو۔ ایسے امور جنہیں لوگ اپنے حق میں مصلحت تصور کر رہے ہوں لیکن شریعت نے انہیں مصلحت قرار نہیں دیا ہے تو وہ فی الواقع مصالح نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایسی خواہشات ہیں جنہیں ہوائے نفس نے خوب صورت بنا کر انسان کو مغالطے میں مبتلا کر دیا ہے۔[1]

مصلحت کی اقسام :

امام غزالیؒ نے دو اعتبارات سے اس کی تقسیم پیش کی۔ پہلے اعتبار کی تقسیم کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں :

" المصلحة بالاضافة الى شهادة الشرع ثلاثه اقسام قسم شهد الشرع لاعتبارها وقسم شهد لبطلانها، وقسم له يشهد الشرع لابطلانها ولا لاعتبارها ".[2]

(شریعت میں مصلحت کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کا شریعت نے اعتبار کیا اور دوسری وہ ہے جس کا بطلان کیا اور تیسری وہ ہے جس کا نہ اعتبار کیا اور نہ بطلان)

مثالوں سے وضاحت کرنے کے بعد آگے چل کر امام غزالی دوسرے اعتبار سے تقسیم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" فلنقدم على تمثيله تقسيما اخر أن المصلحة باعتبار قوتها في ذاتها تنقسم الى ما هي في رتبة الضرورات والى ماهي في رتبة الحاجات، والى ما يتعلق بالتحسينات والتزيينات وتتقاعد ايضاعن رتبة الحاجات ، ويتعلق باذيال كل قسم من الاقسام مايجرى منها مجرى التكملة والتتمة لها ".[3]

(ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے طریقے پر ایک دوسری تقسیم کریں کہ بیشک مصلحت اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے ضرورات، حاجات، تحسینات اور تزئینات کی طرف منقسم ہوتی ہیں اور حاجات کے مرتبے میں پہنچ کر رک جاتی ہیں اور ان اقسام کی ہر قسم دوسری کے لئے تکملہ اور تتمہ ہے)

مصلحت کی پہلی قسم :

یہ تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ شارع نے کن مصالح کو معتبر سمجھا اور کن کو باطل قرار دیا اور کن پر سکوت اختیار کیا۔ یعنی یہ تقسیم شارع کی طرف مصالح کے معتبرہ، ملغاۃ اور ان پر سکوت کے اعتبار سے ہیں۔ اس اعتبار سے مصلحت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہونگیں :

(۱) مصالح معتبرہ (۲) مصالح ملغاۃ (۳) مصالح مرسلہ

---

1. نظریہ المصلحة فی الفقه الاسلامی ، حسین حامد حسان ص ۹، مصر، دار النہضہ ۱۹۷۱ء
2. المستصفی ، امام غزالی ۱/۱۳۹
3. المستصفی ، امام غزالی ۱/۱۳۹۔۱۴۰

مصالح معتبرہ: ان سے مراد وہ مصالح ہیں جن کے معتبر یعنی حقیقی و صحیح ہونے کا پتہ شریعت سے چلتا ہے۔ ان کے تحت وہ سب مصالح آتے ہیں جن کو بروئے کار لانے اور ان تک پہنچنے کے لئے شریعت نے احکام مقرر کیئے۔ جیسا کہ اس نے جہاد کا حکم دیا تاکہ دین کی حفاظت کی جائے، قصاص کا حکم دیا تاکہ نسل کی حفاظت کی جائے اور چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تاکہ مال کی حفاظت کی جائے۔

مصالح ملغاۃ: ان سے مراد وہ تمام مصالح ہیں جن کے غلط یا غیر حقیقی ہونے کا شریعت کے احکام سے پتہ چلتا ہے یا ایسے مصالح کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے یہ مصلحت کہ وراثت میں مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جائے یا شراب کی تجارت سے مالی فائدہ اٹھایا جائے یا جہاد سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ عافیت میں بیٹھا جائے۔

مصالح مرسلہ: یہ وہ ہیں جن کے معتبر یا لغو ہونے کا شرعی احکام سے پتہ نہ چلے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ شریعت نے ان کے معتبر یا لغو ہونے کو نہیں بتایا کیونکہ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ معلوم کرنے میں دقت پیش آئے کہ انہیں معتبر مصالح کے دائرہ میں شامل کیا جائے یا لغو مصالح کے دائرہ میں۔ جیسے یہ مصلحت کہ کاریگروں سے چیزوں کو ٹھیک رکھنے کی ضمانت لی جائے، ایک آدمی کو کئی لوگ مل کر قتل کر دیں تو اس کے بدلے میں ان سب کو قتل کیا جائے، انتظامی امور کے لئے دفاتر قائم کیے جائیں، جیلیں بنائی جائیں اور باہم خرید و فروخت کے لئے سکے جاری کئے جائیں وغیرہ انہیں معتبر یا لغو مصالح کے دائرہ میں شامل کرنا اجتہاد کے دائرہ میں آتا ہے۔[1]

مصلحت کی دوسری تقسیم:

مصلحت کی اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱) **ضروریات** (۲) **حاجیات** (۳) **تحسینیات / تزیینات**

۱۔ **ضروریات**: اس سے مراد وہ امور ہیں جن سے انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کی بقاء کے لئے کسی طرح صرف نظر ممکن نہ ہو۔ اصولاً اس کے تحت پانچ چیزوں کی حفاظت آتی ہے۔ دین، جان، نسل، عقل، مال، جان کی حفاظت کے لئے قصاص، نسل کی حفاظت کے لئے زنا پر حد، عقل کی حفاظت کے لئے شراب نوشی پر حد، مال کی حفاظت کے لئے چوری کی حد۔

۲۔ **حاجیات**: اس سے وہ امور مراد ہیں جن سے ایک درجہ مشقت کے ساتھ صرف نظر ممکن ہو اس کے تحت وہ امور آتے ہیں جن سے مالی تنگی دور ہوتی ہے فرائض کی ادائیگی میں مشقت میں کمی اور معاملات میں سہولت و آسانی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً خرید و فروخت، نکاح و طلاق اور اس جیسے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں و ضروریات سے متعلق معاملات۔

۳۔ **تحسینیات / تزیینات**: اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کے ظاہر و باطن کی خوبصورتی کا ذریعہ بنیں اصولاً اس کے تحت وہ چیزیں آتی ہیں جو عمدہ اخلاق اور اچھی عادات و فضائل کے قبیل سے ہوں مثلاً طہارت، ستر پوشی، نماز کے لئے مناسب لباس زیب تن کرنا۔

۱۔ الوجیز، زیدان ص ۱/ ۲۳۹، ۲۳۷ ملخص

تتمات : ان تینوں اقسام کے تتمات بھی ہوتے ہیں یعنی ایسے امور جن سے ان کو تقویت ہوتی ہے۔ مثلاً ضروریات کا تتمہ دو ایک قطرہ شراب پینا جس سے نشہ آتا ہے، حاجات کا تتمہ نکاح میں مہر مثل اور کفو کا اعتبار ہے۔ تحسینیات کا تتمہ طہارت کے مستحبات و آداب ہیں[1]

ان تینوں میں مراتب کی ترتیب وربط : ان اقسام کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب پر ان کو بیان کیا گیا ہے یعنی اعلیٰ درجہ ضروریات کا اور اس سے کمتر حاجات کا اور ادنیٰ مرتبہ تحسینیات کا ہے اور ان کے تتمات میں بھی ترتیب ملحوظ رہے گی کہ ادنیٰ کی رعایت میں اعلیٰ کا نقصان ہو تو ادنیٰ کو ترک کر دیں جیسے علاج کے لئے کشف ستر کی اجازت ہو کیونکہ علاج حاجات کے قبیل سے ہے یا یہ کہ وہ ضروریات کے قبیل سے ہے کیونکہ اس کے ذریعے نسل اور عقل کی بقاء ہوتی ہے اور ستر پوشی تحسینیات کے باب سے ہے علاج کے لئے اس کے ترک کو گوارا کر لیا گیا ہے اسی طرح ضروریات کے تحت مذکورہ پانچوں امور میں بھی یہی ترتیب رہے گی کہ جو پہلے مذکور ہے اس کی خاطر بعد والے کے نقصان وضرر کو برداشت کیا جائے گا اور یہ سب اس طرح باہمی طور پر مربوط ہیں کہ حاجات، ضروریات کے لئے بمنزلہ تتمہ ہیں وہ اس طرح کہ حاجات سے ضروریات کی پیش بندی ہوتی ہے اور تحسینیات حاجات کے لئے، یہی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ تحسینیات سے حاجات کا انتظام وسد باب ہوتا ہے۔[2]

مصلحت کی اساس :

مصلحت خواہ جس قسم کی ہو اس کی بنیاد دو امر میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔

(الف) جلب منفعت　　　(ب) دفع مضرت

نیز یہ کہ جلب منفعت کی صورت میں کبھی کسی منفعت کی تکمیل ہوتی ہے اور کبھی شروع سے اس کا حصول جیسا کہ دفع مضرت کی صورت میں کبھی ضرر کی تقلیل و تخفیف ہوتی ہے اور کبھی اس کا مکمل ازالہ۔

مصالح مرسلہ پر عمل کی شرائط :

(الف) جس مسئلہ کے بارے میں مصالح مرسلہ پر عمل کیا گیا اس کے بارے میں کوئی نص منقول نہ ہو۔

(ب) شریعت میں اس کی کوئی نظیر منقول نہ ہو جس پر اس کو قیاس کر لیا جائے۔

(ج) کسی نص واجماع کے معارض نہ ہو۔

(د) مصلحت شخصی نہ ہو بلکہ اجتماعی ہو خواہ عالمی یا ملکی وعلاقائی ہو۔

(ہ) شرعی دلائل سے اس کا مصلحت ہونا ثابت ہو اگرچہ کسی نص سے اثبات یا نفی کے ساتھ اس کی مصلحت کا ثبوت نہ ہو مگر شرعی اصول وقواعد سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ شریعت اس کو گوارہ کرتی ہے اور مصلحت کے درجہ میں رکھتی ہے۔

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/ ۳۲۶ ملخص، المستصفی امام غزالی ۱/ ۱۴۰، ۱۴۱ ملخص، الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وھبہ الزحیلی ص ۲۱۹، ۲۲۰ ملخص الفاظ کے حذف واضافے کے ساتھ، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/ ۹۳، ۹۴

[2] الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/ ۹۴۔ ۹۵ ملخص

[مص]لحت کی بنیاد پر بعض اجتہادی احکام کی مثالیں :

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسی مجموعہ کی نقول کو تمام عالم [اسلا]م میں بھیجنا حضرت عمرؓ کا بیت المال سے وظیفہ پانے والے کے لئے رجسٹر جاری کرنا، اسلامی سکے ڈھلوانا اور اس [طرح] کے بہت سے انتظامی امور جن کو مصالح کے پیش نظر اپنایا گیا حالانکہ ان مصالح کا تذکرہ کسی نص میں نہیں ہے۔

[مخ]تلف فقہی مکاتب سے مصلحت پر مبنی احکام کی مثالیں :

[م]الکی مکتب : مالکی فقہاء نے مجتہد کی عدم موجودگی میں غیر مجتہدین میں سے سب سے بہتر و افضل آدمی کو امام (حاکم [و]قت) مقرر کرنے کو جائز قرار دیا اور کسی افضل آدمی کے ہوتے ہوئے مفضول (اس سے کمتر) آدمی کی بیعت کی اجازت دی۔ بیت المال خالی ہو جانے پر دولت مندوں پر ٹیکس لگانے کی اجازت دی، زخمی کرنے کی صورت میں نابالغ [بچ]وں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنے کی مصلحت کی بناء پر اجازت دی۔ اگرچہ بلوغ کی شرط جو گواہ میں [عد]الت کے من جملہ شرائط میں سے ایک ہے ان میں پوری نہ ہوتی ہو۔

[ش]افعی مکتب : شافعی فقہاء نے ان جانوروں (سواریوں) کو مارنے کی اجازت دی جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں [س]ے لڑ رہے ہوں، نیز ان کے درخت ضائع کرنے یا کاٹنے کی اجازت دی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے [د]وران درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم اس وقت اجازت ہے۔ جب یہ جنگی ضرورت سے ہوں اور دشمنوں پر فتح [و غ]لبہ حاصل کرنے کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوں۔

[مک]تب احناف : فقہاء حنفیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر مسلمان کسی وجہ سے مال غنیمت کو اپنے ساتھ نہ [لے جا] سکیں تو وہ سامان اور بھیڑ بکریوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت جلا دیں اسی طرح ان کا مال و اسباب بھی جلا دیں تاکہ دشمن [ا]ن سے نفع نہ اٹھا سکے۔ ان کے نزدیک استحسان کی قسموں میں سے ایک قسم استحسان **بالمصلحہ** بھی ہوتی ہے۔

[ح]نبلی مکتب : امام احمد بن حنبل نے مفسدین کو شہر بدر کرنے یا ملک بدر کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ان کے شر سے [م]حفوظ رہا جا سکے۔ نیز انہوں نے باپ کو اپنی اولاد میں کسی کو کسی خاص مصلحت کے سبب اپنی جائیداد یا دولت میں سے کچھ حصہ ہبہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً وہ بیمار، محتاج، عیالدار یا طالب علم ہو۔ حنبلی فقہا نے اس کی بھی اجازت دی کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو مجبور کرے کہ جو اشیاء انہوں نے اپنے پاس روک رکھی تھیں [و]ہ لوگوں کو ضرورت کے سبب اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے اشیا کو خریدا تھا وغیرہ۔[1]

مصالح کی حجیت :

علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عبادات میں مصلحت مرسلہ پر عمل نہیں ہوتا، معاملات میں مصالح مرسلہ کی حجیت اور ان کو ماخذ احکام میں سے ایک ماخذ سمجھنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اس بارے میں علماء کے تین فریق ہیں ان میں سے ایک منکرین کا دوسرا متبعین کا اور تیسرا بعض شروط کے ساتھ ماننے والا فریق ہے۔

---

[1] الوجیز، زیدان تلخیص الفاظ کے حذف، اضافہ و تغیر کے ساتھ ص ۲۴۳، ۲۴۴

مصالح مرسلہ کی حجیت کے منکرین :

منکرین میں سے ایک اہل ظاہر کا گروہ ہے وہ قیاس کا انکار کرتے ہیں اس لئے مصالح مرسلہ کا بدرجہ اولیٰ انکار کرتے ہیں۔ شافعی و حنفی فقہاء کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ مصلحت مرسلہ کو نہیں مانتے لیکن ان کی فقہ میں ایکی اجتہادی باتیں ملتی ہیں جن کی بنیاد مصلحت پر قائم ہے۔

مصالح مرسلہ پر عمل کرنے والے :

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بارے مشہور ہے کہ وہ اس کو شرعی حجت مانتے ہیں اور اس کو تشریعی ماخذ میں سے ایک ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔

مصالح مرسلہ کو بعض شرائط کے ساتھ ماننے والے :

یہ امام غزالی ہیں جو بعض شروط کی قید کے ساتھ اس پر عمل کو درست مانتے ہیں اور وہ اس کو ضروری کے قبیل سے سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر عمل کے لئے مندرجہ ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) ضروری ہو (۲) قطعی ہو (۳) کلی ہو[1]

امام غزالی نے ان کی مثال سے اس طرح توضیح پیش کی، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں اگر کافر ایک مسلمان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے جنگ کریں اور اس کو وہ بطور ڈھال استعمال کریں۔ اس صورت میں مصلحت یہ ہے کہ ایک مسلمان کی جان کی پرواہ نہ کی جائے اور ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیا جاتا۔

اس مثال میں تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر حملہ کر کے ختم کر دیں گے یہ قطعی (یقینی) ہے۔ یعنی اگر مسلمان قیدی کی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو بات یقینی ہے کہ مسلمان محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ کلی (عمومی) ہے اس کا تعلق ایک فرد سے نہیں بلکہ پوری جماعت یا ایک علاقہ کے تمام مسلمانوں سے ہے یا پوری اُمت مسلمہ سے ہے۔ اس مثال میں بالفرض وہ کسی مسلمان قیدی کو قلعہ کی دیوار پر سامنے کر دیں اور خود قلعہ میں روپوش ہوں تو اس صورت میں اس مسلمان قیدی پر تیر چلانا درست نہیں کیونکہ کافروں کی شکست اس صورت میں یقینی نہیں ہے۔[2]

منکرین مصلحت مرسلہ کے دلائل اور ان کا تجزیہ :

(الف) شارع (اللہ تعالیٰ) نے اپنے بندوں کو ایسے احکام دیئے ہیں جو ان کی مصلحتوں کو پورا کرتے ہیں۔ اس نے ان کی کسی مصلحت سے چشم پوشی نہیں کی اور نہ ہی کسی مصلحت کو بغیر تشریع کے چھوڑا۔ اور اللہ کا فرمان ہے :

"ايحسب الانسان ان يترك سدى "۔[3]

(کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یونہی بے کار و مہمل چھوڑ دیا جائے گا)

---

[1] المستصفى، امام غزالی ۱/۱۴۱ ملخص واضافی کلمات کے ساتھ۔

[2] المستصفى، امام غزالی ۱/۱۴۱ [3] القيامة : ۳۶

...دلیل کا تجزیہ :

...نور سے دیکھنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ منکرین کی یہ دلیل کمزور ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ شریعت اسلامیہ نے بندوں کی تمام مصلحتوں کا خیال رکھا ہے اوران کو ایسے احکام دیئے جن کے ذریعے انہیں ان مصلحتوں تک رسائی ...ی ہے۔لیکن شریعت نے قیامت تک آنے والی مصلحتوں کے تمام جزئیات کو صراحت سے بیان نہیں کیا اور یہ اس ...کا ان میں سے ہے اوراس بات کی دلیل ہے کہ یہ شریعت ہمیشہ باقی رہنے کے لئے آئی ہے اور عالمگیر ہے ...چہ مصالح کے جزئیات وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں ،تاہم اصل مصالح کی رعایت ہمیشہ قائم رہتی ہے اس میں کوئی ...غیر وتبدل نہیں ہوتا۔

(ب) مصالح مرسلہ،مصالح معتبرہ اور مصالح باطلہ کے درمیان دائر ہیں اس لئے ان کا مصالح معتبرہ (باطل ...صالح) کے ساتھ الحاق،مصالح ملغات کے ساتھ الحاق سے اولیٰ وافضل نہیں ہے۔جب ان کے اعتبار کے لئے کوئی ...یل موجود نہیں ہے توان سے استدلال بھی ممنوع ہوا۔اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ مصالح مرسلہ مصالح معتبرہ ...کے قبیل سے ہیں نہ کہ مصالح باطلہ کی۔

...تجزیہ :

منکرین کی یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ اصل اصول جس پر شریعت کی بنیاد ہے وہ مصلحت کی رعایت ہے اور مصلحت ...کو نظرانداز کر دینا ایک استثنائی شئ ہے۔اس لئے جن مصالح کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے اور جو ظاہر میں ...واجب درست ہیں ان کا مصالح معتبرہ کے ساتھ الحاق مصالح ملغاۃ کے ساتھ الحاق سے افضل واولیٰ ہے۔

(ج) مصالح مرسلہ پر عمل کی اجازت سے جاہلوں،نفس پرست حاکموں،قاضیوں اور ذی اقتدار لوگوں کے لئے ...ذاتی خواہشات کے مطابق مصلحت کا لبادہ اوڑھ کر کام کرنے اوردین کو منہدم کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔

...تجزیہ :

یہ اعتراض بھی کمزور ہے کیونکہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کے لئے شریعت کے ان دلائل سے واقف ہونا لازمی ہے ...جن سے ان کا معتبر یا غیر معتبر ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔اہل علم اور اہل اختیار کے علاوہ دوسرے عام لوگوں کے ...لئے ان کا جاننا آسان نہیں۔اگر جاہل مصالح مرسلہ کو ناجائز طریقے سے استعمال کریں گے تو اہل علم ان کی جہالت کا پردہ ...چاک کر دیں گے۔اور جہاں تک مفسد حاکم کا تعلق ہے تو اس کے لئے امت اسلامیہ اپنے شرعی فرض منصبی کو انجام دے ...اور ان کی یا تو اصلاح کر دے یا ان کو برطرف کر دے۔[1]

مصالح مرسلہ کے ماننے والوں کے دلائل :

(۱) شرعی نصوص اور مختلف احکام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت بندوں کی مصالح کو پورا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور مصالح مرسلہ پر عمل شریعت کے مزاج کے موافق ہے۔متعدد علماء نے اس کی تصریح کی۔

[1] الوجیز تریان ۳۳۸-۳۴۰ ملخص

امام شاطبی نے فرمایا :

" والشریعة ما وضعت إلا لتحقیق مصالح العباد فی العاجل والآجل، ودرء الفاسد عنهم "[1]

(شریعت بنائی ہی اس مقصد کے لئے گئی ہے کہ دنیا وآخرت میں وہ بندوں کے مقاصد پورے کرے اور برائیوں و خرابیوں کو ان سے دور کرے)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں :

" الشریعة کلها مصالح : اما درء مفاسد او جلب مصالح "[2]

(شریعت پوری کی پوری مصالح پر مبنی ہے خواہ مفاسد کو دور کرے یا منفعت حاصل کرے)

ابن قیم نے فرمایا :

"ان الشریعة مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد، وهی عدل کلها ومصالح کلها، وحکمة کلها، فکل مسائلة خرجت عن العدل الی الجور، وعن الرحمة الی ضدها، وعن المصلحة الی المفسدة، وعن الحکمة الی العبث، فلیست من الشریعة وان ادخلت فیها بالتاویل، فالشریعة عدل الله بین عباده، ورحمة بین خلقه "[3]

(شریعت کی بنا اور اساس ہی دنیا وآخرت میں حکمتوں اور بندوں کی مصلحتوں پر ہے۔ یہ سرتاپا عدل وانصاف ہے، رحمت ہے، خیر وبھلائی ومنفعت ہے اور حکمت ہے۔ ہر وہ مسئلہ جو عدل سے نکل کر ظلم میں شامل ہو، رحمت سے نکل کر اس کی ضد میں شامل ہو اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے چاہے اسے شریعت میں کسی تاویل کے ذریعہ داخل کیا گیا ہو۔ شریعت اللہ کا اپنے بندوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے اور دینی مخلوق کے درمیان رحمت کو پھیلانے کا نام ہے)

(۲) لوگوں کی مصلحتیں اور ان مصلحتوں کے حصول کے وسائل وذرائع ظروف وحالات اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور پہلے سے ان کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ جب ہم مانتے ہیں کہ شارع نے مصلحتوں کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی ہے تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ان مصلحتوں کا محدود کرنا لازمی نہیں ہے۔ اگر ان مصالح میں سے صرف انہی مصلحتوں کا اعتبار کریں جن کی تائید خاص دلیلوں سے ہوتی ہے تو ہم ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیں گے اور مخلوق خدا کی بے شمار مصلحتوں سے ہمیں ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ بات شریعت کی عالمگیریت اور اس کے دوام کے موافق وہم آہنگ نہیں ہے اس لئے یہ نظریہ درست نہیں ہے۔

(۳) صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے مجتہدین نے اپنے اجتہادات میں مصلحت کا خیال رکھا اور احکام کی بنیاد ان پر رکھی۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

---

[1] الموافقات، امام شاطبی ۲/۶۔۳۷ بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

[2] قواعد الاحکام، عزبن عبدالسلام ۱/۹ بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

[3] الطریق الحکیمه، ابن قیم جوزی، بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

مصالح مرسلہ کے منکرین و مثبتین کے دلائل کا تقابل اور نتائج :

جمہور علماء کا مصالح مرسلہ پر عمل ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض ظاہراً اس کی نفی بھی کرتے ہیں مگر عمل کرتے ہیں مثلاً احناف، اسی طرح شوافع۔ جیسا کہ امام غزالی سے منقول ہوا اور اس میں مصلحت پر عمل پر صریح اعتراف نظر آتا ہے اور جن شوافع نے انکار کیا ان سے مطلق انکار نہیں کیا بلکہ ان مصالح کا انکار کیا جن کا شارع نے اعتبار نہیں کیا اور وہ سب کے یہاں مذموم ہے یہی منکرین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ابن دقیق العید کا اس بارے میں قول ہے :

" لست انكر على من اعتبر اصل المصالح ، لكن الاسترسال فيها وتحقيقها محتاج الى نظر سديد ، وربما يخرج عن الحد"۔[1]

(میں اصل مصالح کے اعتبار کا منکر نہیں ہوں لیکن میں مطلق مصالح مرسلہ کو نہیں مانتا۔ وہ اور اس کی تحقیق نظر صحیح کی محتاج ہے اور کبھی کبھار وہ حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے)

اسی طرح ابن دقیق العید نے مزید کہا :

" الذی لاشک فیه ان لمالک ترجيحا على غيره من الفقهاء فی هذا النوع ، ويليه احمد بن حنبل ، ولايكاد يخلو غيرهما عن اعتباره فی الجملة ، ولكن لهذين ترجيح فی الاستعمال لها على غيرهما "۔[2]

(اس بارے میں شک نہیں کہ اس قسم میں امام مالک کو دوسرے فقہاء پر ترجیح حاصل ہے اور اس کے بعد امام احمد بن حنبل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ہاں اس کا اعتبار نہیں اور ان دونوں کا طریقہ ترجیح دوسروں سے مختلف ہے)

امام قرافی مالکی نے کہا :

" هی عند التحقيق فی جميع المذاهب لانهم يقيسون ويفرقون بالمناسبات ، ولا يطلبون شاهدا بالاعتبار ، ولا نعنی بالمصلحة المرسلة الا ذلک "۔[3]

(یہ تمام مذاہب میں ہے اس لئے وہ قیاس کرتے ہیں اور خاص مناسبات سے تفریق کرتے ہیں اور مادی دلیل طلب نہیں کرتے۔ ہم اس کو مصلحت مرسلہ نہیں کہتے)

امام شاطبی نے فرمایا :

" الستدلال المرسل (ای المصالح مرسله) اعتمده مالک والشافعی ، فانه وان لم يشهد للفرع اصل معين فقد شهد له اصل كلی "۔[4]

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۳۶۷ [2] حوالہ سابق ۲۰/۳۶۵ [3] حوالہ سابق ۲۰/۳۶۵

[4] الموافقات فی اصول الشریعہ ابو اسحق، ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الغرناطی المالکی متوفی ۷۹۰ھ ۱/۳۹ تحقیق شیخ عبداللہ دراز۔ بیروت دار المعرفۃ بیروت۔

(امام مالک اور امام شافعی نے استدلال مرسل (یعنی مصالح مرسلہ) پر اعتماد کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی اصل معین کسی فرع کی تائید نہیں کرتی تو اصل معین کی قوت اور ضعف کے مطابق اس اصل کلی پر اضافہ کیا جا سکتا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر مصالح مرسلہ شریعت کے مقاصد سے مطابقت رکھتے ہوں اور اس کے کسی حکم سے متصادم نہ ہوں تو انہیں معتبر صالح کے دائرہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔ البتہ ان کے مابین اختلاف اس بارے میں ہے کہ انہیں کس حد تک اختیار کیا جائے اس کی مختصر اً تفصیل یہ ہے کہ مصالح مرسلہ پر سب سے زیادہ امام مالک نے پھر امام احمد بن حنبل اور پھر حنفیہ اور پھر شافعیہ نے عمل کیا اور عاصم حداد کے مطابق ظاہریہ نے سب سے کم اس پر عمل کیا ہے[1]

(۳) "استصحاب"

استصحاب کی تعریف : لغوی معنی صحبت (ساتھ) طلب کرنے یا صحبت کے باقی رہنے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف :

ابن قیم جوزی نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف بیان کی :

" استدامة اثبات ما کان ثابتا او نفی ما کان منفیا "۔[2]

(ثابت شدہ امر کا ثبت رہنا اور غیر ثابت شدہ کا غیر ثابت شدہ رہنا)

تا آنکہ اس صورت حال کو بدلنے والی کوئی دلیل سامنے آ جائے، استصحاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت حال کو برقرار رکھنے کے لئے کسی ایجابی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کوئی اس کو تبدیل کرنے والا امر موجود نہ ہو۔

امام شوکانی یوں تعریف فرماتے ہیں :

" ما ثبت فی الزمن الماضی فالاصل بقاؤہ فی الزمن المستقبل مالم یوجد ما یغیرہ "۔[3]

(جو امر زمانہ ماضی میں ثابت ہو اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی دوسرا اس کو بدلنے والا موجود نہ ہو مستقبل میں بھی اسی طرح برقرار رہے گا)

استصحاب کی اقسام :

اس کی کئی اقسام بیان کی جاتی ہیں[4]۔ مثلاً امام غزالی اور استاد ابو زہرہ نے چار، امام شوکانی نے پانچ اور عاصم حداد نے چھ قسمیں بتائی ہیں۔ عبدالکریم زیدان نے اس کی جو تقسیم بیان کی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

---

[1] اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۴۸-۱۴۹

[2] اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۰۔ مالک حیاۃ ابو زہرہ ۳۶۱ [3] ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/ ۲۲۸

[4] المستصفی، امام غزالی ۱/ ۱۲۸، اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۱-۲۶۴، الوجیز، زیدان ص ۲۶۸، ارشاد الفحول ۲/ ۲۵۰-۲۵۱، اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۵۳-۱۵۶

(۱) اصل میں تمام چیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں استصحاب : (استصحاب حکم الاباحة الاصلية للاشياء)

تمام خورد ونوش کی اشیاء جانور، نباتات یا جمادات جن کے حرام ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، حلال ومباح ہیں۔ کیونکہ کائنات میں موجود تمام چیزوں کا حکم اصلی اباحت (حلت) ہے۔ ان میں سے جو چیزیں حرام ہیں وہ شارع کی طرف سے بتائی ہوئی کسی دلیل کے سبب کسی نقصان کی وجہ سے حرام ہیں۔ اس بات کی اصل کہ اشیاء کا حکم اصل اباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

" وسخر لكم ما في السموات والارض جميعاً منه "[1]

(جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اس نے اپنی جانب (اپنے حکم) سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے)

اس کی دوسری دلیل قرآن کریم کی آیت ہے : " هو الذى خلق لكم ما في الارض جميعا "[2] (وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا)۔ اگر مخلوق میں تمام چیزیں حلال ونفع کے قابل نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنا احسان بتلانا اور انہیں انسان کے لئے مسخر کرنے کے کوئی اور معنی نہیں۔

(۲) برات اصلیہ یا عدم اصلی سے متعلق استصحاب : (استصحاب براءة الاصلية او العدم الاصلي)

انسان بلحاظ اپنی اصلیت کے تمام حقوق سے بری وآزاد ہے جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو اس وقت تک اس کے ذمہ کوئی حق ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ کسی دوسرے پر اس کا حق ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا حق ثابت کرے کیونکہ مدعی علیہ پر جس حق کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اصلیت کے لحاظ سے وہ اس سے بری ہے۔ اگر مضارب یہ دعویٰ کرے کہ مضاربت میں اس کو کوئی نفع نہیں ہوا تو اس کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اصلیت کے لحاظ سے نفع کا معدوم ہوتا ہے اس لئے اس کا معدوم ہونا جاری سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

(۳) ایسے وصف سے متعلق استصحاب جو حکم شرعی کو ثابت کردے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو : (استصحاب الوصف المثبت للحكم الشرعي حتى يقوم الدليل على خلافه)

کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد پر کسی شخص کی ملکیت ثابت ہو تو اس کی یہ ملکیت اور اس کا حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کی ملکیت زائل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ اس کو فروخت کردے، وقف کردے یا ہبہ کردے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ کسی سبب کے موجود ہونے کی وجہ سے قرض ثابت ہو جیسے اس کے ذمہ مال تھا یا اس نے تلف کر دیا تھا تو وہ قرض قائم وثابت رہے گا جب تک کہ اس کو کوئی بدلنے والا سبب موجود نہ ہو۔ یعنی کوئی ایسی دلیل قائم نہ ہو جو بتائے کہ اس نے یہ قرض ادا کر دیا ہے یا خود مدعی نے خود اس کو اس قرض سے بری کر دیا ہے۔[3]

---

[1] جاثیہ : ۱۳ [2] البقرہ : ۲۹ [3] الوجیز زیدان ص ۲۶۸ ملخص

استصحاب کی حجیت :

استصحاب فطری دلیل ہے۔ دستور چلا آرہا ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود و ثبوت کا کسی ذریعہ سے علم ہو تو جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف نہ پائی جائے اس کو موجود ہی مانا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی چیز کا عدم وجود طے ہو تو جب تک اس کے وجود پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل سامنے نہ آئے سے معدوم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی اسی حیثیت کی بنا پر فقہاء بھی اسے استعمال کرتے ہیں جبکہ انہیں کسی چیز کا حکم کسی دوسری دلیل سے معلوم نہ ہو سکے۔ جیسا کہ بیان ہوتا ہے کہ اصولیین نے اسے افتاء کا آخری مدار و سہارا قرار دیا۔ فقہ کے بعض کلی قواعد کی بنیاد اسی استصحاب پر ہے۔ مثلاً "الاصل بقاء ماکان علی ماکان" اور "الاصل براءة الذمه" (انسان دوسروں کے حقوق و مطالبات سے بری الذمہ ہے)۔ "الاصل فی الاشیاء الاباحة، الیقین لایزول بالشک" وغیرہ۔

استصحاب کے شرعی حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگر چہ انہیں کئی جماعتوں کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ امام شوکانی نے اس بارے میں چھ گروہ ذکر کئے ہیں [1] تین قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں :

اوّل۔ جمہور متکلمین : یہ جماعت استصحاب کی شرعی حجت تسلیم نہیں کرتی۔

دوم۔ جمہور احناف : وہ کہتے ہیں کہ "ان الاستصحاب حجه للدفع لا لاثبات" (استصحاب صرف دفع کے لئے حجت ہے اثبات کے لئے نہیں)۔

سوم۔ مالکیہ، جمہور یہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ : اس کے شرعی حجت ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں :

" ان الاستصحاب حجة لتقرير الحكم الثابت حتى يقوم الدليل على تغييره ، اى ان استصحاب الحال يثبت الحقين : الايجابي و السلبي " ۔ [2]

(استصحاب حکم ثابت کے لئے حجت ہے تاوقتیکہ کوئی دلیل اس حکم کی تغییر پر قائم ہو جائے۔ یعنی استصحاب حال دو چیزیں ایجابی و سلبی کا مثبت کرتا ہے)

استصحاب کی تطبیق میں فقہاء کے اختلاف کی نوعیت :

استصحاب کی بعض اقسام مثلاً البراءة الاصلیه وغیرہ کے جزئی انطباق میں اختلاف کے باوجود فقہاء کے مابین الوئی اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض معاملات مثلاً استصحاب وصف میں فقہاء کا وسیع اختلاف پایا گیا ہے۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے :

"حنفی و مالکی فقہاء کے نزدیک استصحاب وصف دفع کے لئے ہے، اثبات کے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو حقوق اور ذمہ داریاں پہلے سے ثابت شدہ ہوں وہ زائل نہیں ہوتیں اور نئے حقوق و ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ چنانچہ مفقود الخبر شوہر کی جب تک وفات ثابت نہ ہو جائے یا حالات و شواہد کی روشنی میں عدالت اس نتیجے پر نہ پہنچ جائے کہ وہ مر چکا ہے یا

---

[1] ارشاد الفحول، الشوکانی ج ۲/ ۲۴۹-۲۵۰ [2] الوسیط فی اصول الفقه، وھبہ زحیلی ص ۴۷۳-۴۷۴

(ذرائع کے معنی وسائل کے ہیں۔ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لئے وسیلہ یا راستہ کو کہتے ہیں خواہ یہ چیز (خرابی کا باعث) ہو یا مصلحہ (فائدہ) کا، اور یہ قول کے ذریعہ ہو یا فعل کے ذریعہ۔ لیکن موجودہ سیاق وسباق میں لفظ ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔ چنانچہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شیٔ سد الذرائع کے قبیل سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ان وسائل واسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں)

ابوزہرہ نے فرمایا :

" أن موارد الاحكام قسمان : مقاصد، وهي الأمور المكونه للمصالح والمفاسد في انفسها، أى التى هى فى ذاتها مصالح، أو مفاسد ووسائل، وهي الطرق المفضية اليها، وحكمها كحكم ما أفضت اليه من تحريم أو تحليل، غير أنها اخفض رتبة من المقاصد في حكمها "[1]

(وارد ہونے والے احکام دو قسم کے ہیں: (ایک) مقاصد، یہ وہ امور ہیں جو مصالح اور مفاسد یعنی جو لذات خود مصالح یا مفاسد ہیں، ان کی تکوین کرتے ہیں اور (دوسرے) وسائل، جو وہ طریق ہیں جو ان کی طرف پہنچاتے ہیں۔ ان کے حلال وحرام ہونے میں ان کا وہی حکم ہے جس کی طرف یہ وسائل اور ذرائع لے جاتے ہیں۔ بس یہ کہ (وسائل) اپنے احکام سے مقاصد میں کم رتبہ ہیں)

امام قرافی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" الوسيله الى افضل المقاصد افضل الوسائل، والى اقبح المقاصد اقبح الوسائل، والى ماهو متوسط متوسط "[2]

(افضل مقاصد کا ذریعہ افضل وسائل اور زیادہ قبیح مقاصد کے لئے زیادہ قبیح وسائل اور متوسط کے لئے متوسط ہیں)

حرام ذرائع کی حرمت میں مصلحت :

ابن قیم جوزی نے حرام تک لے جانے والے وسائل وذرائع کی حرمت میں پوشیدہ مصلحت وحکمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

" ولو اباح الوسائل والذرائع المفضيه اليه لكان ذلك نقصاً للتحريم، واغراء للنفوس به، وحكمته تعالىٰ وعلمه يابى ذلك كل الاباء ...... الاطباء اذا ارادوا حسم الداء منعوا صاحبه من الطرق والذرائع الموصلة اليه، والافسد عليهم مايرومون اصلاحه، فما الظن بهذه الشريعة الكاملة التى هى فى اعلىٰ درجات الحكمة والمصلحة والكمال "[3]

(اگر حرام تک لے جانے والے وسائل وذرائع کو جائز کر دیا جاتا تو حرام شیٔ کے حرام کرنے میں نقص ہوتا۔ لوگوں کے نفوس اس کی طرف جھکتے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم ان سب کی روک تھام کا انتظام کرتا ہے ...... اطباء جب کسی بیمار کا علاج کرتے ہیں تو مریض کو بڑھانے والے اسباب وذرائع اور وسائل سے روک دیتے ہیں، ورنہ جو اصلاح پیش نظر ہے وہ فوت ہو جائے گی اور صحت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ یہ شریعت تو حکمت ومصلحت اور کمال کے اعلیٰ درجات پر مبنی ہوتی ہے)

---

[1] مالک حیاۃ وآثرہ وآراءہ وفقھہ ابوزہرہ ص ۳۰۵ [2] الفروق، امام قرافی ۲/۳۳ [3] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۳/۱۴۸

اقسام :

ذرائع کی دو اعتبارات سے تقسیم کی جاتی ہے :

(۱) نتائج کے اعتبار سے وسائل کی قسمیں۔

(۲) عمل کے مفسدہ و نقصان کا باعث ہونے کے اعتبار سے قسمیں۔

پہلی تقسیم ابن قیم جوزی کی ہے اور دوسری تقسیم امام شاطبی کی ہے۔

ابن قیم جوزی کی تقسیم :

ابن قیم نے نتائج کے اعتبار سے جو تقسیم پیش کی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ فعل یا قول جو مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہے از دو طرح پر ہے :

(۱) اس کی وضع ہی خرابی کی طرف لے جانے والی ہو۔ جیسے نشہ، تہمت، زنا۔ ان کا مفسدہ کی طرف جانا واضح ہے۔

(۲) اس کی وضع جائز و مستحب امر کا ذریعہ بننے کے لئے ہو پھر محرم کا ذریعہ بن جائے۔ تو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں :

(الف) ارادی طور پر محرم کا وسیلہ بنے۔ جیسے طلاق کی غرض سے نکاح اور ربا کی غرض سے فروخت۔

(ب) غیر ارادی طور پر وسیلہ بن جائے۔ جیسے مشرکین کے باطل خداؤں کو برا کہنا۔ اس کی مزید دو قسمیں ہیں :

(i) اس میں مصلحت فعل اس کے فساد سے زیادہ ہو۔

(ii) اس میں فساد کا عنصر اس کی مصلحت پر غالب ہو تو اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) ایسا ذریعہ جو اپنی طبیعت کے اعتبار سے مفسدہ اور شر کی طرف لے جانے والا ہو۔ جیسے مدہوشی، تہمت، زنا۔

(۲) ایسا ذریعہ جو کسی مباح کا وسیلہ ہو لیکن اس کو کسی شر اور مفسدہ کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔ جیسے بیع کو ربا کا ذریعہ بنانا۔

(۳) ایسا ذریعہ جو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ بھی نہ بنتا ہو اور نہ اس سے کوئی شر اور مفسدہ ہو، لیکن اکثر اوقات وہ مفسدہ کا وسیلہ بن جاتا ہو اور اس میں مفسدہ ہونے کا پہلو راجح ہو۔ مثلاً عدت کے دوران عورت کا تزئین کرنا کہ عورت کا سنگھار تو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ ہے اور نہ مفسدہ مقصود ہے مگر دوران عدت یہ مفسدہ کا وسیلہ بن سکتا ہے اور شریعت کی نظر میں اس کے مفسدہ ہونے کا پہلو راجح ہے۔

(۴) ایسا ذریعہ جو مباح کا وسیلہ ہو لیکن یہ مفسدہ کی جانب بھی لے جاتا ہو لیکن اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہے۔ جیسے اس عورت کو دیکھنا جسے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو۔ اصولاً یہ فعل مباح ہے۔ کیونکہ اس پر بعض مصالح مرتب

ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والے کا کسی مفسدہ (برائی) کا ارادہ نہیں۔ البتہ بعض اوقات مخطوبہ کا دیکھنا مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ مگر اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہے[1]

تجزیہ :

ابن قیم کی یہ تقسیم فرضِ عقلی کے اعتبار سے تو درست ہے لیکن اس کی پہلی قسم ذرائع کے باب میں شامل نہیں ہوتی بلکہ مقاصد میں شمار ہوتی ہے۔ قسم اول تو بذات خود مفسدہ ہے اس لئے شامل نہیں ہوتی البتہ باقی تین اقسام اس تقسیم میں داخل ہو جائیں گی۔

امام شاطبی کی تقسیم :

عمل کے مفسد اور باعث نقصان ہونے کے لحاظ سے امام شاطبی نے چار اقسام بیان کیں۔ ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

پہلی قسم : جو قطعی طور پر مفسدہ تک پہنچائے جیسے گھر کے دروازے کے پیچھے گڑھا کھودنا تا کہ داخل ہونے والا تاریکی میں بلاشبہ گر پڑے۔

دوسری قسم : مفسدہ تک اتفاقی طور پر پہنچائے مثلاً ایسی جگہ گڑھا کھودنا جہاں اکثر کوئی نہ جاتا ہو یا ان غذاؤں کا بیچنا جو کسی کو بھی اکثر نقصان نہیں دیتی ہوں۔

تیسری قسم : وہ ہے جو اکثر مفسدہ تک پہنچاتی ہے اور اس میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ مفسدہ تک لے جائے۔ جیسے فتنے کے زمانے میں ہتھیار بیچنا یا شراب بنانے کے لئے انگور بیچنا وغیرہ۔

چوتھی قسم : وہ ہے جو اکثر مفسدہ تک پہنچائے لیکن اکثر وہ ذریعہ اس حد تک نہیں پہنچا تا کہ عقل یہ مان لے کہ وہ ہمیشہ مفسدہ تک پہنچاتا ہے۔ جیسے بیع کو ربا کے حصول کا ذریعہ بنانا[2]

پہلی قسم میں فعل کا سدِ باب کرنے میں فقہاء کا اتفاق ہے جبکہ دوسری قسم میں عمل کی اصلاً اجازت ہے اور مصلحت کی سمت اس میں غالب ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے نقصان ظاہر ہو گیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ہر مصلحت میں کچھ نہ کچھ نقصان کا امکان ہوتا ہے لہٰذا عمل کی اجازت باقی رہے گی۔ تیسری قسم قابل سدِ ذرائع ہے جہاں تک ممکن ہو فساد کو روکنے کے لئے احتیاط واجب ہے۔ چوتھی قسم میں مفسدہ جانب کو فعل کی اصل اجازت پر ترجیح دی جائے گی مثلاً بیع تاخیر جو اکثر ربا تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ غالب نہیں ہے۔

واضح رہے کہ تیسری اور چوتھی قسم میں شامل افعال کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مفسدہ کا سبب بننے کی وجہ سے ان کی ممانعت ہے یا نہیں؟

---

[1] اعلام الموقعین ۲/۱۴۸

[2] الموافقات، امام شاطبی ۲/۳۴۸

حنبلی اور مالکی فقہاء تیسری اور چوتھی قسم کے افعال کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ سد ذرائع منجملہ اصول تشریع میں سے ایک اصول ہے اور اس کی اپنی ذاتی حیثیت ہے ماخذ احکام میں سے اس کو بھی ایک ماخذ سمجھا جاتا ہے[1] اور بہت سے احکام مبنی ہیں۔ جب ایک فعل کسی خرابی و مفسدہ کی طرف لے جاتا ہو اور اس بات کا گمان غالب ہو تو اس کی ممانعت ہونی چاہیے۔ امام قرافی مالکی کی وضاحت بھی یہی ظاہر کرتی ہے[2] کیونکہ شریعت مفاسد کو روکنے اور خرابی کی طرف لے جانے والے وسائل، ذرائع اور راستوں کو بند کرنے کے لئے آئی ہے۔

شافعی وظاہری و دیگر فقہاء کی رائے :

یہ افعال ممنوع نہیں ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ یہ افعال مباح ہیں اس لئے اگر یہ خرابی کی طرف بھی لے جاتے ہیں تو محض اس کا احتمال ہونے کی وجہ سے ان کو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔[3]

دونوں فریق کی آراء کا تجزیہ اور قول راجح :

حنبلی اور مالکی فقہاء نے ان افعال کے مقاصد، غرض و غایت اور مرتب ہونے والے نتائج پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اس کی ممانعت کا قول کیا۔ انہوں نے ان افعال کی اباحت اور جائز ہونے کے پہلو کا اعتبار نہیں کیا۔

جبکہ دوسری طرف شافعی وظاہری فقہاء نے ان افعال کی اباحت کو مدنظر رکھا اور ان کے افعال کی عام اجازت دی جن کے ضرر میں محض احتمال ہو، یقین نہ ہو۔ اس بناء پر وہ شریعت کی اس عام اجازت کو ترجیح دیتے ہیں۔

قول راجح : دونوں آراء کے حاملین کے پیش نظر رضائے الہی کا حصول ہے اس لئے دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلے فریق کی رائے زیادہ قوی و درست معلوم ہوتی ہے، یہ ہماری رائے ہے۔

وجہ ترجیح : پہلی رائے کی دوسری پر فوقیت کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ وسائل اپنے مقاصد کے ساتھ معتبر ہیں۔ امام شاطبی کی تقسیم میں سے پہلی قسم کے حکم میں واضح ہو چکا ہے کہ خرابی (مفسدہ) کا احتمال نادر، قلیل یا مرجوع ہو تو اس فعل کے لئے سد ذرائع کے اصول کو استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ماننے والوں کی ساری گفتگو اس صورت میں ہے جب ذرائع خرابی کی طرف پوری طرح کھینچ کر لے جائیں اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے خرابی واقع ہو جائے گی اور عمل سے متعلق شرعی احکام میں ظن کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت کے لئے یقین کی شرط نہیں ہے مثلاً واضح مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے خبر واحد، شہادت، عدت کی مدت ختم ہونے میں عورت کے قول کو تسلیم کر لینے پر عمل کے احکام دیئے گئے ہیں، اگر چہ ان میں مرجوع مفاسد بھی موجود ہیں۔ بہرحال ان میں یہ احتمال تو موجود ہے کہ خبر دینے والے نے یا گواہوں نے یا عورت نے جھوٹ بولا ہو۔

---

[1] مالک حیاتہ و آثرہ و آراءہ وفقہہ، ابو زہرہ ص ۳۰۵ [2] الفروق، امام قرافی ۳۲/۲

[3] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد ۱۱۸/۲۔ ۱۱۹، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۳۸ھ، المغنی، ابن قدامہ ۱۷۴/۴، وما بعدھا، المدونۃ الکبری، امام مالک ۳۹۹/۳ باب فی اجارۃ الکنیسۃ مطبعہ سنہ تذ مختصر الطحاوی ص ۱۸۰ وما بعدھا بحوالہ الوجیز للزیدان ص ۲۳۶۔ ۲۴۷ ملخص۔

سد الذرائع بطور ماخذ اصول فقہ :

خاص طور پر امام مالک نے سد الذرائع کو ایک اصل مانا اور اس کو مشہور مسائل میں سے شمار کیا ہے۔ فقہاء نے دعویٰ کیا ہے کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اصول کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ لیکن مالکی فقہاء بیان کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے فقہاء امام مالک کے مسلک میں شریک ہو گئے ہیں اگرچہ انہوں نے اس کا یہ نام نہیں رکھا۔[1]

ابو زہرہ نے فقہاء کے عمل پر جو رائے پیش کی وہ یہ ہے کہ :

" ونحن نميل الى أن العلماء جميعاً ياخذون باصل الذرائع وان لم يسموه بذلك الاسم "۔[2]

(ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تمام علماء اصل ذرائع کو لیتے ہیں اگرچہ انہوں نے یہ نام نہیں رکھا)

امام قرافی نے الفروق میں ذرائع کی تیسری قسم کے تحت بیان کیا کہ :

" وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد ام لا كبيوع الاجال عندنا "۔[3]

(اور علماء نے (تیسری) قسم میں اختلاف کیا ہے جیسے تاخیری بیع میں ہم نے ذریعہ کا اعتبار کیا ہے اور دوسروں نے ہم سے اختلاف کیا ہے)

اس کے بعد قرافی نے امام مالک و شافعی کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی نوعیت پر بحث کرنے کے بعد نتیجۃً یہ بات کہی کہ :

" قلنا بسد هذه الذرائع ولم يقل بها الشافعي فليس سد الذرائع خاصا بمالك رحمه الله بل قال بها اكثر من غيره واصل سدها مجمع عليه "۔[4]

(ہم کہتے ہیں یہ سد ذرائع ہیں، امام شافعی نے ان کا نام نہیں لیا۔ لہٰذا سد ذرائع (امام) مالک کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ دوسروں نے بھی ان کا بہت ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ سد ذرائع اصل ہیں جن پر اتفاق ہوا ہے۔

امام شافعی و ابو حنیفہ نے بعض حالات میں اس پر عمل کیا اور بعض حالات میں اس کا انکار کیا، شیعہ نے بھی اس پر عمل کیا۔ ابن حزم ظاہری نے مطلقاً اس کا انکار کیا۔[5]

سد الذرائع کی حجیت : اس کی حجیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن سے دلائل :

(۱) " يايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا "۔[6]

(اے ایمان والو! راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو)

---

[1] مالک حیاتہ واثرہ وارائہ وفقہہ، ابو زہرہ ص ۳۶۶ ملخص

[2] مالک حیاتہ واثرہ وارائہ وفقہہ، ابو زہرہ ص ۳۱۷

[3] الفروق، قرافی ۲/۳۲

[4] الفروق، قرافی ۲/۳۳

[5] الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وہبہ زحیلی ص ۳۸۹

[6] البقرہ : ۱۰۴

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لفظ راعنا کو یہودیوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذریعہ بنالیا تھا تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ اس میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی۔

(۲) " ولاتسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدواً بغیر علم "[1]

(اور جن کو یہ (مشرک لوگ) اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی علم کے بغیر وہ اللہ کو برا کہنے لگیں)

یہاں مشرکین کے باطل معبودوں کو برا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

سنت سے دلائل :

حضور ﷺ نے فرمایا :

(۱) " من الکبائر شتم الرجل والدیه قالوا یا رسول الله هل یشتم الرجل والدیه قال یسب ابا الرجل فیسب اباه ویسب امه "[2]

(آپ ﷺ نے فرمایا : کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی بھی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کوئی شخص کسی دوسرے کے باپ کو برا کہے اور وہ جواب میں اس کے باپ کو برا کہے اور کسی کی ماں کو برا کہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو برا کہے)

(۲) شراب کے ایک قطرہ کے استعمال کو بھی حرام کہا تا کہ یہ گھونٹ گھونٹ پینے کا ذریعہ نہ بن جائے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پینا اس مقدار میں شراب پینے کا ذریعہ نہ بن جائے جو نشہ لاتی ہے اور پینے والا حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ : " ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام "[3] (جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)۔

(۳) شارع نے قاضی یا حاکم کو ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا اور فرمایا : هدایا الامراء غلول[4] یہ ممانعت اس شخص سے قبول کرنے کی ہے جو اس عہدے پر مقرر ہونے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔ اس کی علت یہ ہے کہ یہ ہدایا ناجائز تحفوں اور نذرانوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔

ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں اس قسم کی تقریباً ۹۹ ممانعتیں بطور شہادت پیش کی ہیں جن میں احادیث سے ذرائع کو بند کرنے کا حکم موجود ہے۔[5]

---

[1] الانعام : ۱۰۸ [2] جامع الترمذی ، ابواب البر والصلة ، باب ما جاء فی حقوق الوالدین

[3] مشکوٰۃ المصابیح ، باب بیان الخمر و وعید شاربها ، جامع الترمذی ابواب الاشربه عن رسول ﷺ باب ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام۔

[4] الاحکام السلطانیه والولایات الدینیه، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البغدادی الماوردی متوفی ۴۵۰ھ ص ۷۵ فصل ولیس لمن تقلد القضاء ان یقبل هدیة من خصم ولا من احد من اهل عمله وان لم یکن له خصم...... مصر مطبعہ البابی الحلبی ۱۳۸۰ھ ۔ ۱۹۶۰ء

[5] اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۳/۱۴۹ ۔ ۱۷۱

سد الذرائع بحیثیت تکملۂ مصالح مرسلہ :

سدِ ذرائع کا اصول مصالح کے اصول کی توثیق کرتا ہے اور اس کو تقویت پہنچاتا ہے کیونکہ یہ ایسے اسباب و وسائل کے اختیار کرنے کو منع کرتا ہے جو خرابیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ مصلحتوں کی بعض صورتوں میں سے یہ بھی ایک اہم صورت ہے اس لحاظ سے یہ اصول مصلحت کا تتمہ و تکملہ ہے۔ سدِ ذرائع کی بعض صورتیں مصلحت مرسلہ کی بعض صورتوں میں معتبر ہیں[1]

(۵) " عرف و عادت "

عرف و عادت کی تعریف :

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں :

" العادة ماخوذة من المعاودة فهي بتكررها ومعاودتها مرة بعد اخرى صارت معروفة مستقرة في النفوس والعقول متلقاة بالقبول من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة عرفية فالعادة والعرف بمعنى واحد من حيث لما صدق وان اختلفا من حيث المفهوم"[2]

(عادت معاودت سے ماخوذ ہے کہ تکرار سے اور بار بار کرنے سے ایک فعل جانا پہچانا ہو جاتا ہے اور بغیر علاقہ اور قرینہ کے عقل کے لئے قابلِ قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت عرفیہ ہو جاتا ہے اس لحاظ سے باعتبار مصداق کے عادت اور عرف ہم معنی ہیں اگرچہ مفہوم میں مختلف ہیں)

استاد ابوزہرہ نے فرمایا :

" العرف ما اعتاده الناس من معاملات واستقامت عليه امورهم "[3]

(عرف وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے سے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور اس پر ان کے امور قائم ہو چکے ہوں)

شیخ عبدالوہاب خلاف نے فرمایا :

" العرف هو ما تعارفه الناس وساروا عليه ، من قول ، او فعل او ترك ويسمى العادة ، وفي لسان الشرعيين : لا فرق بين العرف والعادة "[4]

(عرف وہ طریقہ ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو لوگ قول، فعل یا ترک میں اس پر چلتے ہوں اور اسی کا نام عادت ہے اہلِ قانون کے مابین عرف اور عادت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے)

---

[1] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۰ تلخیص لاہور، فاران اکیڈمی سن ند
[2] مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/۱۱۴
[3] اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۷۳
[4] اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف ص ۸۹، کویت، دار القلم بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ ۔ ۱۹۸۶ء

عرف اور اجماع میں فرق :

اجماع، امت کے تمام مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے۔ جبکہ عرف اکثریت کا راستہ ہوتا ہے اور اس میں عوام وخواص سب شامل ہوتے ہیں۔ یعنی عرف ایک طرح سے ان کی سیرت کا نام ہے۔

انواع :

استعمال اور وقوع کے لحاظ سے اولاً عرف کی دو قسمیں ہیں : (۱) قولی (۲) عملی۔
اور پھر ان میں سے ہر قسم مزید دو قسموں میں تقسیم ہو جاتی ہے : (۱) قولی عام (۲) قولی خاص۔ اور (۱) عملی عام اور (۲) عملی خاص۔ اسی طرح پھر ان میں سے ہر ایک قسم مزید دو قسموں صحیح اور فاسد کی طرف تقسیم ہو جاتی ہے۔

عرف قولی : از روئے زبان کسی لفظ کے ایک متعین معنی ہیں لیکن عام استعمال میں وہ لفظ کسی اور مفہوم میں مستعمل ہونے لگا ہو۔ مثلاً دابہ کا اطلاق صرف چوپایہ پر ہوتا ہے حالانکہ اس کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز شامل ہے جو زمین پر رینگتی یا حرکت کرتی ہے اور لحم (گوشت) کا اطلاق مختلف جانوروں کے گوشت پر ہوتا ہے لیکن مچھلی کے گوشت پر نہیں ہوتا حالانکہ از روئے لغت وہ بھی تو گوشت ہے۔ اور قرآن نے اس کو "لحماً طریاً" کہا۔ اور ولد لڑکے لئے بولا جاتا ہے جبکہ لغت کی رُو سے دونوں صنفوں کے لئے عام تھا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوصیکم اللہ فی اولادکم میں دنوں شامل ہیں۔

عرف عملی : عرف عملی سے مراد وہ کام (اعمال) ہیں جن کے لوگ عادی ہوں۔ جیسے بغیر معاہدہ ایجاب وقبول کے خرید وفروخت کرنا، جس کو اصطلاح میں بیع تعاطی کہتے ہیں۔ یعنی بائع مشتری کے مانگنے پر ایک چیز دے دیتا ہے اور وہ اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے دونوں کے مابین کوئی باہمی عقد نہیں ہوتا۔ اسی طرح مہر کے دو طریقوں مہر معجّل اور مہر مؤجل میں سے کسی ایک طریقہ پر ادا کرنا یا ایک حصہ ایک طریقہ پر اور دوسرا دوسرے طریقہ پر ادا کرنا۔

عرف عام : وہ عرف جس پر ممالک اسلامیہ کے عام لوگوں کا تعامل ہو خواہ وہ تعامل قدیم ہو یا جدید، عرف عام ہے اور ایک ملک کے تمام شہری جس پر متفق ہوں وہ وہاں کا عرف عام ہے۔ جیسے عقد استصناع (کوئی شئ آرڈر پر بنوانا) اس کا رواج عام ہے کہ شئ بعد میں بنائی جاتی ہے اور معاہدہ خرید وفروخت پہلے ہو جاتا ہے لیکن کثرت تعامل سے اس میں سے ضرر کا اندیشہ دور ہو گیا اس لئے جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس کی مثال میں دخول حمام کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں حمام میں جانے کی ایک مقررہ اجرت ہے لیکن کوئی شخص جا کر زیادہ صابن پانی استعمال کرتا ہے جبکہ دوسرا کم کرتا ہے، اس کو بھی عرف کی بنا پر درست قرار دیا۔

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ عرف عام کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اسے استحسان عرف کہتے ہیں اور اگر عام ظنی ہو تو اس کی تخصیص بھی عرف عام سے ہو جاتی ہے۔ نص ظنی کے عموم کو عرف سے ترک کر دینے کی مثال یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا لیکن جمہور فقہاء، احناف اور مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ ہر وہ شرط جائز ہے جسے عرف معتبر قرار دیتا ہو۔[1]

عرف خاص: عرف خاص وہ ہے جو کسی خاص مقام اور طبقہ ہی میں مشہور ہو۔ جیسے تاجروں اور کسانوں کا عرف، یہ عرف خاص نص کے مقابلے میں تسلیم نہیں کیا جائے گا لیکن اسے قیاس کے مقابل تسلیم کیا جائے گا جس کی علت نص قطعی سے یا نص قطعی کے مشابہ نص سے ثابت ہو۔[2] عراق میں دابہ گھوڑے کو کہتے ہیں حالانکہ اس کے معنی زمین پر چلنے والے جانور ہیں اور اسی طرح تمام علوم وفنون کی اصطلاحات بھی عرف خاص میں شامل ہیں۔[3]

عرف صحیح: وہ ہے جو شریعت کی کسی نص کے مخالف نہ ہو اس کے سبب کوئی ایسی مصلحت جس کا شریعت نے اعتبار رکھا ہے، فوت نہ ہوتی ہو اور نہ یہ کسی ایسی خرابی کے حصول کا ذریعہ ہو جس کا گمان غالب ہو۔ مثلاً عام لوگوں کے درمیان یہ دستور معروف ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کو جو کپڑے یا دوسرا سامان دیا جاتا ہے وہ تحفہ ہوتا ہے وہ سامان مہر میں داخل نہیں ہوتا۔

عرف فاسد: وہ ہے جو شارع کی کسی نص کے مخالف ہو یا اس سے ضرر پہنچتا ہو یا کوئی مصلحت فوت ہوتی ہو مثلاً بینک یا افراد سے سودی قرض لینا، جوئے، سٹے میں رقم لگانا۔[4]

عرف کی اہمیت اور فقہاء کا اس پر عمل:

تقریباً تمام ائمہ نے اس پر اپنے بہت سے احکام کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ امام مالک کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہل مدینہ کے عرف پر ہے اور امام شافعی نے اپنے مذہب جدید کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہل مصر کے عرف پر رکھی۔ امام ابن تیمیہ کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو ان کے مسائل میں فتویٰ دیتے وقت وسیع پیمانے پر اس کا استعمال کیا۔ البتہ حنفیہ اور مالکیہ نے اپنی کتابوں میں دوسروں سے بڑھ کر اس کا چرچا کیا اور اسے اپنی فقہ کا ایک مستقل ماخذ قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ سرخسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں: "جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت ہے (الثابت بالعرف کالثابت بالنص)"۔ اور اس کے ہوتے ہوئے وہ بسا اوقات قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے حدیث کی تخصیص کر ڈالتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب وہ عام ہو۔ ان کے ہاں استحسان کی ایک قسم استحسان ضرورت ہے اور یہی استحسان عرف ہے جہاں وہ قیاس کو ترک کر کے لوگوں کی ضرورت یا عرف کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی حال مالکیہ کا ہے بلکہ عرف معتبر ماننے میں شاید وہ حنفیہ سے آگے ہیں کیونکہ مصالح مرسلہ ان کی فقہ کا ایک مضبوط ستون ہے اور ان میں عرف کی رعایت کئے بغیر چارہ نہیں ہے وہ بھی اس کے ہوتے ہوئے قیاس کو چھوڑتے، اس کے ذریعہ عام کی تخصیص کرتے اور مطلق کو مقید کرتے ہیں۔[5]

---

[1] الادلہ المختلف فیھا عند الاصولیین، خلیفہ بابکر الحسن ص ۳۰۴-۳۴۴ مفہوم۔ القاہرہ، مکتبہ وھبہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔ اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۲۱-۲۲۲ مفہوم۔

[2] اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۲۲۴

[3] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تلخیص

[4] الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تلخیص

[5] اصول فقہ پر ایک نظر، عاصم حداد ص ۱۹۱-۱۹۲

عرف کی حجیت اور اس کے شرعی دلیل ہونے پر استدلال :

قرآن سے ثبوت :

اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کے بارے میں فرمایا :

(۱) " من اوسط ما تطعمون اهليكم "[1]

(درمیانے قسم کا وہ کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو)

درمیانہ کھانا عرف سے معلوم ہوگا۔

(۲) " من كان فقيراً فلياكل بالمعروف "[2]

(جو نادار ہو وہ معروف طریقہ پر (یتیم کا مال لے کر) کھا سکتا ہے)

سنت سے ثبوت :

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ :

" قالت دخلت هند بنت عتبه امرأة ابى سفيان على رسول ﷺ فقالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح لا يعطيني من النفقة مايكفيني ويكفي بني الا ما اخذت من ماله بغير علمه فهل على في ذلك من جناح فقال رسول ﷺ خذى من ماله بالمعروف مايكفيك ويكفي بنيك "[3]

(ہند بنت عتبہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو سفیان بے حد بخیل شخص ہے مجھے میری اور میرے بچے کی ضرورت کے مطابق نہیں دیتا الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں از خود لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اور بچے کی کفالت کے لئے بقدر معروف لے لیا کرو)

(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب باندھا۔ جس کا عنوان ہے :

" باب من اجرى امر الامصار على مايتعار فون بينهم فى البيوع والاجارة والمكيال والميزان وسنتهم على نياتهم ومذاهبهم المشهورة"

(خرید و فروخت ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ان کے رسوم و رواج نیتوں اور مشہور طریقوں پر حکم جاری ہوگا)

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط :

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط مختصر الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) عرف نص کے مخالف نہ ہو۔

(۲) عرف مطرد اور غالب ہو۔

---

[1] المائدہ : ۸۹ [2] النساء : ۶ [3] صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب قضیۃ ہند

(۳) عرف جس پر کسی معاملہ یا تصرف کو محمول کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ کے وقت موجود ہو۔
(۴) کوئی ایسا فعل یا قول موجود نہ ہو جو عرف کے خلاف ہو[1]

(٦) "قول / مذهب صحابي"

جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے :

" من شاهد النبي ﷺ وامن به ولا زمه مدة تكفي لاطلاق كلمة الصاحب عليه عرفاً، مثل الخلفاء الراشدين ، وعبد الله بن عباس ، وعبد الله بن مسعود ، وغيرهم ممن امن بالنبي ﷺ ، ونصره وسمع منه، واهتدى بهديه"[2]

(صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو اور آپ پر ایمان لایا ہو اور آپ کے ساتھ اتنی مدت تک رہا ہو کہ عرف میں صاحب (ساتھی) کے لفظ کا اطلاق اس پر ہو سکے۔ جیسے خلفاء راشدین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ایسے ہی دوسرے صحابہ کرام جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کی اور آپ کی باتیں سنیں اور آپ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کی)۔

قول صحابی کی حجیت :

کتاب سنت و اجماع میں کوئی مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں کیا مجتہد صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلوں کو ماخذ فقہ میں سے ایک ماخذ تسلیم کر کے ان پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ قول صحابی کی حجت کا یہ اختلاف مطلق نہیں ہے بلکہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ جن مسائل میں شرعی حکم رائے اور اجتہاد سے معلوم نہ ہو سکے ان میں قول صحابی حجت ہے کیونکہ یہ بات اس پر محمول متصور ہوگی کہ صحابی نے یہ حکم یقیناً حضور ﷺ سے سنا ہوگا اس لئے صحابی کا یہ قول سنت کے قبیل سے ہوگا جو کہ تشریع کا ماخذ ہے۔ احناف اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اسی طرح ان کے نزدیک بعض صحابہ کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔

۲۔ جس قول صحابی پر اتفاق ہو چکا ہو اس کو شرعی حجت سمجھا جائے گا کیونکہ یہ اجماع ہے اسی طرح جس قول صحابی کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ اس کی کسی نے مخالفت کی ہے تو وہ اجماع سکوتی کے قبیل سے ہے۔ یہ ان لوگوں کے نزدیک حجت ہے جو اجماع سکوتی کے قائل ہیں۔

۳۔ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر ایسی حجت نہیں جس کا ان کو پابند ہونا ضروری ہے۔

۴۔ جو قولِ صحابی، رائے و اجتہاد پر مبنی ہو اس میں اختلاف ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر یہ حجت ہے یا نہیں[3]

[1] الادلہ المختلف فیہا عند الاصولیین، خلیفہ بابکر الحسن ص ۲۴۴ ملخص ۔ القاہرہ، مکتبہ وہبہ ۱۴۰۷ھ ۔ ۱۹۸۷ء
[2] حوالہ سابق ص ۲۶۰
[3] حوالہ سابق ص ۲۶۰ ۔ ۲۶۱ ملخص

قول صحابی کی حجیت کے بارے میں مذاہب اربعہ :

اس بارے میں مذاہب اربعہ مندرجہ ذیل دو آراء پر منقسم ہے :

۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ قول صحابی کی حجیت کو معتبر مانتے ہیں، اگرچہ امام کرخی و بزدوی حنفی کا اختلاف ہے۔

۱۔ شافعیہ اس کی حجت تسلیم نہیں کرتے۔[1]

شافعیہ کے نقطہ نظر کا جائزہ : شافعی مسلک کی کتب اصول فقہ میں امام شافعی سے متعلق یہ بات منقول ہے کہ وہ اپنے قدیم مذہب میں تو صحابہ کے اقوال کو لیتے تھے لیکن اپنے مذہب جدید میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں شافعی علماء کے اس دعوے کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہا کہ امام شافعی کا قدیم و جدید ایک ہی مذہب تھا اور وہ صحابہ کرام کے قول کو اختیار کرنے کا تھا اور اسی پر امام شافعی کے وہ اقوال دلالت کرتے ہیں جو ہم نے "الرسالہ" اور "الام" سے نقل کیے ہیں اور یہ دونوں کتابیں امام شافعی کے بالکل آخری زمانہ کی تصنیف ہیں تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صحابی کے قول کو حجت تسلیم کرنے کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ قیاس سے اس کی تائید ہوتی ہو جیسا کہ "الرسالہ" میں ان کے قول سے اس کا پتہ چلتا ہے۔[2]

ابوالحسن کرخی حنفی کے قول کا تجزیہ :

اور جہاں تک احناف میں سے ابوالحسن کرخی کے مسلک کا تعلق ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابی کی تقلید اس وقت واجب نہیں ہے یعنی قول صحابی اس وقت حجت نہیں ہے۔ جب اس قول میں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہو انہوں نے یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے فروعی مسائل میں بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا، امام کرخی کے اس مسلک کی تائید فخر الاسلام بزدوی نے بھی کی ہے۔ دوسری طرف کرخی کے ایک ہم عصر ابوسعید بردعی حنفی کا مسلک یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے کیونکہ اس کی تصریح خود امام نے کی ہے اس مسلک میں ابوسعید بردعی کی تائید علمائے احناف میں سے ابوبکر جصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے کی ہے۔[3]

امام کرخی کی رائے پر ابوزھرہ کا تجزیہ :

ابوزہرہ نے کرخی کے مسلک کی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف کی گئی نسبت کو غلط ثابت کیا ہے کیونکہ اس نسبت کو ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ امام اور ان کے اصحاب نے جب بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا تو انہیں ان صحابہ کے اقوال کا پتہ تھا اور اس کے باوجود انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا، اغلب یہ ہے کہ انہیں ان کا پتہ نہیں تھا اگر انہیں ان کا پتہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ

۱۔ الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وھبہ زحیلی ص ۲۶۰

۲۔ اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۴/۱۲۳، ۴/۱۲۰-۱۲۱ تلخیص

۳۔ اصول السرخسی، امام سرخسی ۲/۱۰۵-۱۱۳ تلخیص

انہوں نے بہت سے دوسرے فقہی مسائل میں اپنی آراء کو اس وقت چھوڑ دیا جب انہیں ان مسائل میں کسی صحابی کے قول کا پتہ چلا۔[1]

اور امام ابوحنیفہ کے فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ صحابی کے قول کو حجت مانتے تھے، وہ فرماتے ہیں:

"ان لم اجد فی کتاب اللہ تعالیٰ، اخذت بقول اصحابہ، اخذ بقول من شئت، وادع من شئت منہم، ولا اخرج من قولہم الی قول غیرہم"[2]

(اگر مجھے کوئی امر کتاب اللہ میں نہ ملے تو میں اقوالِ صحابہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان سے باہر نہیں جاتا)

اسی طرح امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت کے مطابق قولِ صحابی کی مطلق حجیت کا انکار ثابت ہے جبکہ دوسری روایت میں اس کی قیاس پر تقدیم کے ساتھ حجیت ثابت ہے۔ ابن قیم نے دونوں اقوال میں سے اس قول کو ترجیح دی جس میں قولِ صحابی کو حجت مانا ہے اور ان کے مطابق اسی پر ان کا عمل بھی رہا ہے۔[3]

حجیتِ اقوالِ صحابہ کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ"[4]

(جن لوگوں نے مہاجرین وانصار میں سے سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاروں کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار صحابہ کی مدح فرمائی اور اس مدح اور اعلانِ رضا میں ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی شامل فرمایا۔

۲۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ"[5]

(تمہارے اوپر میری سنت کی اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے اور اس سنت کو مضبوطی سے تھام لو)

علامہ ابن القیم نے اقوالِ صحابہ کے قبول کرنے کے لازم ہونے کے بارے میں چوالیس وجوہ سے استدلال کیا ہے۔[6]

---

[1] ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ محمد ابوزہرہ ص ۳۰۶ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء

[2] اصول الفقہ، ابوزہرہ ص ۱۹۱

[3] اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۱/۳۰، ۴/۱۵۶، ابن حنبل حیاتہ آثرہ وآراءہ وفقہہ ابوزہرہ ص ۲۵۱ وما بعدہا

[4] التوبہ: ۱۰۰

[5] سنن ابی داؤد لزوم السنۃ ۴/۲۶۱۔ بیروت، الجامع الصحیح الترمذی باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ

[6] اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۴/۱۲۳۔۱۵۴

(۷) "شرائع من قبلنا"

...یعتوں سے متعلق احکام چار قسموں پر ہیں :

...:

وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ہماری شریعت نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ ہم پر اسی طرح ...ہیں جیسے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔ اس کی مثال روزہ کی فرضیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "یا یھا الذین اٰمنوا ...علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون "[1] (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا ...اسی طرح وہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

...اور اسی طرح قربانی کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا گیا : ماھذا الاضاحی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : ...ابیکم ابراھیم "[2] (قربانی کرو یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے)۔ صحابہ نے عرض کیا : فمالنا ...یا رسول اللہ ﷺ (کیا اس قربانی سے ہمیں ثواب ملے گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا : "بکل شعرۃ حسنہ" (ہر ...بال کے عوض ایک نیکی ہے)۔

...: فقہاء کا اس کے عمل پر اتفاق ہے چونکہ ہمیں بھی حکم ملا ہے اس لئے ہم عمل کریں گے۔ لیکن ہمارا یہ عمل اپنی شریعت میں وارد حکم کی بناء پر ہے نہ کہ کسی سابقہ شریعت کے حکم کی بناء پر۔

...:

وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ان کے بارے میں ہماری شریعت نے یہ بھی بتایا کہ وہ ہمارے حق ...منسوخ ہیں، مثلاً سجدہ تعظیمی کرنا، مال غنیمت کو حرام سمجھنا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے : "احلت لی الغنائم ، ولم ...لاحد قبلی "[3] (اموال غنیمت کو میرے لئے حلال کر دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے انہیں کسی کے لئے حلال نہیں ...کیا)۔ اسی طرح کپڑے کی نجاست سے تطہیر کے لئے اس حصہ کا کاٹنا۔

...: فقہاء کا اس قسم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لئے جائز نہیں۔

...:

وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں نہیں ہوا بلکہ صرف توراۃ و انجیل وغیرہ میں ہوا۔

...: ان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ ہمارے حق میں کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا اس لئے ان کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔ اب یہ کتب سابقہ ہر طرح کی تبدیلی و تحریف شدہ ہیں۔

---

[1] البقرہ : ۱۸۳

[2] سنن ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی متوفی ۲۷۳ھ۔ ابواب الضاحی ، باب ثواب الضحیہ

[3] صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا و طھورا۔

چہارم :

وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں ہوا اور ہماری شریعت میں ان کے شرعی حیثیت رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ مثلاً آیت قصاص میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

" وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن بالسن والجروح قصاص " [1]

(اور ہم نے ان پر (تورات میں) یہ فرض کیا تھا کہ جان کا جان سے، آنکھ کا آنکھ سے، ناک کا ناک سے، دانت کا دانت سے اور زخموں کا (اس جیسا زخم کر کے) قصاص لیا جائے گا)

اور اسی طرح حضرت صالح اور ان کی قوم کے درمیان پانی کی تقسیم کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : "ونبئهم ان الماء قسمة بینهم کل شرب محتضر " [2] (اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان۔ سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں)۔

حکم : احکام کی اس چوتھی قسم میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں تین اقوال ملتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

قول اول :

یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں اور ہماری شریعت کا جز ہونے کی حیثیت سے ان کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ ہم تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطۂ رسول پہنچے ہیں نہ کہ یہود و نصریٰ کی محرفہ کتب کے واسطہ سے۔

حکم : اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شریعت میں ان کا خلاف یا رد ظاہر نہ ہوا ہو تو ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ جمہور احناف، مالکیہ، بعض شوافع اور امام احمد (فی روایہ) اکثر حنابلہ کے نزدیک قول راجح یہی ہے)

قول ثانی :

یہ ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہے۔ اشاعرہ، معتزلہ، شیعہ، بعض شافعیہ اور امام احمد بن حنبل (فی روایۃ اخری) کا بھی موقف ہے اور امام غزالی، امدی، رازی اور ابن حزم ظاہری نے اس کو اختیار کیا ہے۔ [3]

قول ثالث :

اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ یہ ابن برہان اور ابن قشیری کا مسلک ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ظاہر ہو جانے تک توقف کیا جائے گا۔ علامہ امدی نے تیسرے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : " ومن الاصولیین من قال بالوقوف وھو بعید " [4] (اصولیین میں سے بعض وقوف کا قول کرتے ہیں اور وہ بعید ہے۔) اس لئے ہم بھی تیسرے مسلک کے ادلہ کو زیر بحث نہیں لائیں گے۔

---

[1] المائدہ : ۴۵ [2] القمر : ۲۸

[3] حاشیہ البنانی علی شرح الجلال شمس الدین المحلی علی متن جمع الجوامع ۲/۳۵۲-۳۵۳، الوسیط فی الاصول الفقہ۔ وہبہ زحیلی ص ۳۵۳، الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۴/۲۹۲

[4] اللمع، الشیرازی ص ۱۱۶ ، الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۳/۲۰۱

...کے دلائل :

...لوگوں نے شرائع سابقہ کے احکام کو ہماری شریعت کا حصہ ہونے کی حیثیت سے حجت مانا ہے ان کے چار
...ن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

• ...کیونکہ وہ اللہ کی نازل کردہ شرائع میں سے کسی شرع کا حکم ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر کوئی شے بھی دلالت
...اور اللہ تعالیٰ نے تو ان سے متعلق ارشاد فرمایا ہے : " اولئک الذین هدی الله فبهدهم اقتده " [1] (یہی
...جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو) ۔ اور حضرت ابن عباس سے یہ ثابت ہے کہ
فرمایا : ...ان نے سورۃ "ص" کی یہ آیت تلاوت کی تو سجدہ کیا ۔ وہ آیت یہ ہے :" وظن داؤد انما فتناه فاستغفر ربه
ان کے ... وخر راکعا واناب " [2] (اور فوراً خیال آ گیا داؤد کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے
...سجدہ کرنے میں) ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفاً " [3]
سے مل ...نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیفی کی اتباع کریں) ۔
...آخری آیت اور پہلی آیت (اولئک الذین هدی الله ......) دونوں سابقہ مذاہب کے صحیح ہونے پر صریح اور
...دال ہیں ۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :
یہ ہم تک ... " شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ
وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه " [4]
احناف ، ...یہ آیت شریعت نوح کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " انا انزلنا التوراة
...ہدی و نور یحکم بها النبیون " [5] ۔ اس آیت میں نبی علیہ السلام سے جملہ انبیاء علیہم السلام مراد ہے ۔

اخری) کا ... علماء نے آیت مبارکہ وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس الخ سے وجوب قصاص کا استدلال کیا ہے ۔
...بنی اسرائیل پر قصاص واجب تھا اور اسی بناء پر ہماری شرع میں بھی قصاص کو واجب کیا گیا ۔

...رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا : " فاذا نسی احدکم صلوة اونام عنها فلیصلها اذا ذکرها " [6]
کے ظاہر ... نماز نیند یا بھول کی وجہ سے رہ گئی ہو تو اسے چاہئے کہ جب یاد آ جائے ادا کر لے) ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ
سولین ... تلاوت فرمائی : " واقم الصلوٰة لذکری " [7] باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب سیدنا موسیٰ علیہ السلام
اس لئے ... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شرائع سابقہ پر عمل درست نہیں ہوتا تو حضور ﷺ یہ تلاوت نہ فرماتے کیونکہ ایسی
...صورت میں ان کی تلاوت بلا فائدہ ہوگی ۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہودی کے رجم کے سلسلے میں تورات کی
...رجوع فرمایا تھا ۔

[1] الانعام : ۹۰ [2] ص : ۲۴ [3] النحل : ۱۲۳ [4] شوریٰ : ۱۳ [5] المائدہ : ۴۴
[6] ترمذی، ابواب الصلوٰة، ماجاء فی النوم عن الصلوٰة ۔ [7] طٰہٰ : ۱۴

(۴) جب تک وحی کا نزول نہیں ہوا تھا اس وقت تک حضور ﷺ اہلِ کتاب کی موافقت کو پسند فرمایا کرتے تھے اور ان کی شرائع پر عمل نہ کیا جائے تو حجت کا کیا مطلب ہوگا؟

ادلہ کا تجزیہ :

شرائع سابقہ کو حجت ماننے والوں نے جن چار وجوہ سے استدلال کیا ان کا تجزیہ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

مذکورہ ادلہ مطلوب کے اثبات میں قطعی الدلالہ نہیں ہیں۔ پہلی آیت مبارکہ جس کے کلمہ "الھدیٰ" سے استدلال کیا گیا تو کلمہ "الھدیٰ" تمام انبیاء کے لئے مشترک ہے اور وہ اشیاء ہیں جو اختلاف شرائع سے مختلف نہیں ہوتیں اور وہ اصول الدینات اور کلیات خمسہ یعنی نفوس، اموال، انساب اور اعراض کی حفاظت ہیں۔ اور "شرع لکم من الدین" سے مراد توحید ہے۔ اور اتباع ملت ابراہیم کے حکم سے مراد وہ ہے جو اسی آیت کے آخر میں ہے۔ " وما کان من المشرکین" اور شرک کا مقابل توحید ہوتا ہے یعنی وہ مشرک نہیں تھے بلکہ موحد تھے۔ اسی توحید کی پیروی کا حکم ہے اور اللہ رب العزت کے فرمان "یحکم بھا النبیون" میں اخبار کا صیغہ ہے، امر کا صیغہ نہیں جو وجوب اتباع پر دلالت کرے۔ جہاں تک آیت قصاص سے وجوب کا تعلق ہے تو وہ ہماری شریعت میں سورۃ بقرہ کی آیت " فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم "[1] (سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس زیادتی کی سزا دو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے) سے ثابت ہے۔ اور آیت قصاص میں صرف امت بنی اسرائیل سے مشابہت سے آگاہ کیا ہے اور جہاں تک یہودی کے رجم کے لئے تورات کی طرف رجوع کا تعلق ہے تو یہودی کے اس انکار اور جھوٹ پر اور آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی صداقت کے اظہار کے لئے، آپ ﷺ نے خبر دی کہ رجم کی سزا تورات میں مذکور ہے، نہ کہ اس لئے کہ رجم کا حکم وہاں سے لے کر عمل کر سکیں۔ اس کے علاوہ کبھی بھی تورات کی طرف اس قسم کا رجوع آپ سے ثابت نہیں ہے۔

فریق ثانی کے دلائل :

جن لوگوں نے اس کے شرعی حجت ہونے کا انکار کیا انہوں نے بھی چار وجوہ سے استدلال کیا ہے۔ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

(۱) حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت کتاب و سنت اور پھر اجتہاد کی تعلیم دی تھی۔ سابقہ شرائع سے حکم کے استنباط کی کوئی ہدایت نہیں کی اگر ایسا کرنا شرعی حجت ہوتا تو حضرت معاذ اس کا بھی ذکر کرتے یا حضور ﷺ ان کو اس کی تنبیہ کرتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا "[2]، یہ آیت ہر فریق کے لئے الگ الگ شریعت پر دلالت کرتی ہے اور کسی فریق سے مطالبہ نہیں کرتی کہ وہ کسی دوسرے کی شریعت پر عمل پیرا ہو۔

(۳) اگر حضور ﷺ سابقہ شرائع پر عمل کرتے تو ان کی امت پر بھی ایسا کرنا ضروری ہوتا اور شرائع سابقہ کی تعلیم امت پر واجب ہوتی اور مجتہدین صحابہ پر بھی اس کی جستجو اور مختلف شرائع کے واقعات و حادثات کا علم واجب ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

---

[1] البقرہ : ۱۹۴ [2] المائدہ : ۴۸

سابقہ شرائع اقوام کی طرف بھیجے گئے رسل کے اصحاب کے ساتھ مخصوص تھیں اور شریعت اسلامیہ قیامت تک کے لئے عام ہے اور جمیع شرائع سابقہ کے منسوخ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ حضور کا فرمان ہے: "اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی" (مجھے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں)۔ ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس کافة"[1] (اور نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ اگر نبی شرائع سابقہ پر متعبد ہوتے تو وہاں کا اقرار کرتے نسخ نہ فرماتے۔

منکرین کے دلائل کا تجزیہ:

حدیث معاذ میں شرائع سابقہ کے ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن کے ذکر کر دینے میں شامل ہے کیونکہ قرآن جس کا رد نہ کرے ان شرائع سابقہ پر عمل کرنا درست ہے یا قرآن نے جس کی تائید کر دی وہ درست ہے۔ لہٰذا اس کی الگ سے ہدایت یا ذکر کی ضرورت نہیں تھی یا اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ بہت کم مسائل میں ان کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے استدلال جس میں کہا گیا کہ صحابہ کرام نے ان کی طرف رجوع کیوں نہیں کیا تو اس کی وجہ کتب سابقہ کی صحیح حالت میں عدم دستیابی یا تحریف وتبدیلی ہو۔ اور مجتہدین کا رجوع ان اجتہادی مسائل میں ہوتا ہے جن کا قرآن وسنت میں ذکر نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ مجتہدین کو اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور جمیع سابقہ شرائع کے منسوخ ہونے پر مطلقاً اجماع نہیں ہے کہ جو کچھ بھی دوسرے شرائع سے قطع نظر ہماری شریعت کی موافقت یا مخالفت کے وہ منسوخ متصور ہوگا بلکہ اجماع اس پر ہے کہ اس وقت منسوخ ہوگا جب اس کے خلاف دلیل ہو ورنہ قصاص، حد، زنا اور حد سرقہ میں ان کے مطابق عمل نہیں ہوتا مگر چونکہ اس کے خلاف دلیل موجود نہیں ہے۔

قائلین اور منکرین کے اقوال میں سے قول راجح:

دور حاضر کے اکثر اصولیین[2] نے سابقہ شرائع کے حجت ماننے کے قائلین کے مذہب کو ترجیح دی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو مسلمان، عادل ضابط نے صحیح صحت کے ساتھ نقل کیا ہو یا یہ کہ اس کا حکم قرآن میں آیا ہو یا یہ کہ سنت صحیحہ سے ثابت ہو اور سابقہ شرائع بھی ساوی ہیں۔ قرآن تو "مصدق لما بین یدیه من التوراة والانجیل" کی تعلیم دیتا ہے اسی بنا پر فقہاء نے مال مشترک کی بطریق "المهایا" تقسیم کے جواز کا قول کیا ہے۔[3]

---

1. صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا وطهورا۔
2. اصول الفقہ، الخضری ص ۳۱۰، اصول الفقہ عبدالوہاب الخلاف ص ۹۳-۹۴، اصول الفقہ الاسلامی، زکی الدین شعبان ص ۱۴۸، مصر مطبعہ دار التالیف ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴ء۔
3. کشف الاسرار، البزدوی ۳/۲۱۶

اور احناف نے ذمی کے بدلے مسلمان کے قتل کو اور عورت کے بدلے آدمی کے قتل کے جواز کا قول کیا ہے اور دلیل اس آیت کو بنایا جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : " وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس " ۔ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ نے جعالہ کے جواز کا قول کیا ہے اور سورۃ یوسف میں واقع اس آیت سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "ولمن جاء به حمل بعير وانه به زعيم " ۔[1]

ہمارے نزدیک قول راجح :

ہماری نزدیک یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ شرائع سابقہ تشریعی ادلہ کی کوئی مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ اس کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا اور اس کے بغیر اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول سے ان احکام کا بلا انکار بیان ہو اور ہماری شرع میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ان کے نسخ پر دلالت کرے تو عمل ہوگا اور بہت سے علماء سے یہی منقول ہوا ہے کہ " ان شرع من قبلنا ليس شرعا لنا "۔ جیسا کہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

[1] یوسف : ۷۲

خلاصہ (نتائج)

مقالہ لکھنے کا مقصد یہ جاننا تھا کہ فن اصول فقہ کا آغاز کب ہوا، اس کی تدوین کب اور کس نے کی، یہ فن مختلف تاریخی ادوار سے گزر کر ہم تک کیسے پہنچا اور مختلف ممالک کے علمی، دینی وسیاسی حالات کے نشیب وفراز میں فن اصول فقہ کی تصنیف وتالیف میں کس قسم کے رجحانات فروغ پاتے رہے اور یہ کہ فن اصول فقہ پر کام کی رفتار کیا رہی؟ تاریخی مصادر ومراجع سے ثابت ہوا کہ تاریخ اسلام کے پہلے اصولی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی[1]۔ آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا[2]۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کی تعلیم واجازت عطا فرمائی[3]۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کیا۔ آپ ﷺ کو ان کے اجتہاد کی اطلاع بھی ہوئی[4]۔ جب صحابہ کرام کا اجتہاد اصول پر مبنی ہوتا تو آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے اور تائید فرماتے[5]۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے[6]۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد بغیر ادوات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہوسکتا۔ یقینا دور قدسی کے اجتہادات میں اصول کارفرما ہوتے تھے۔

صحابہ کرام ﷺ حضور اکرم ﷺ کے صحبت اور تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ اہل زبان بھی تھے۔ قرآن اور اس کے احکام کا نزول اور انطباق ان کے سامنے ہوا۔ اس لئے انہیں اس فن کو مدون کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تابعین کے دور میں بھی یہی صورتحال رہی۔ مگر جب اسلام کی روشنی دور دراز عجمی علاقوں میں پہنچی اور زمانہ قدسی سے دوری بڑھنے لگی، شوق وذوق میں کمی آنے لگی تو دوسرے فنون کی تدوین کے ساتھ اصول فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی۔

دوسری صدی ہجری میں اصول فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سبقت حاصل کی[7]۔ بعد میں امام شافعی نے اس فن کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ لفظ "اصول الفقہ" اور "علم الاصول" کا ابتدائی استعمال بالترتیب امام ابویوسف اور امام شافعی کے یہاں نظر آتا ہے[8]۔ مگر اس سے کبھی قواعد اجتہاد اور کبھی کتاب وسنت کا علم مراد ہوتا تھا[9]۔ اصول فقہ کو وجود کے اعتبار سے فقہ پر تقدیم حاصل ہے۔ اگرچہ اس کی تدوین فقہ کے بعد ہوئی۔ مگر کسی فن کی تدوین اس کو وجود عطا نہیں کرتی بلکہ وہ مظہر اور کاشف ہوتی ہے۔ جس طرح آئمہ قراءت امام کسائی، حمزہ وعاصم وغیرہ کی تدوین قراءت سے قبل بھی لوگ قرآن کریم کو مختلف قراءت سے پڑھتے تھے اور بانی منطق ارسطو سے قبل بھی لوگ منطقیانہ گفتگو کرتے تھے۔

دوسری صدی ہجری کے بعد اصول فقہ کی تصنیف وتالیف میں اصولیین کے دو مناہج بن گئے تیسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک مجموعی طور پر اصول فقہ پر ایک فکری وبنیادی کام نظر آتا ہے اور ساتویں صدی ہجری میں

---

1. تفصیلات کے لئے مقالہ کا صفحہ ۱/۶۹ دیکھئے
2. حوالہ سابق
3. حوالہ سابق ۱/۷۲
4. حوالہ سابق ۱/۷۴
5. حوالہ سابق
6. حوالہ سابق ۱/۷۶
7. حوالہ سابق ۱/۳۷-۳۶
8. مقدمہ علی الاشارہ چلپاچی، عادل احمد عبدالموجود ص ۵۸، الریاض مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء
9. حوالہ سابق

اصول فقہ میں تصنیف وتالیف کا تیسرا منہج متعارف ہوا۔ اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک تقلیدی رجحانات میں فروغ پیدا ہو جانے سے یہ فن بھی مجموعی طور پر جمود کا شکار ہو گیا۔ اگرچہ بعض عمدہ کتابیں بھی لکھی گئیں، تعداد کے اعتبار سے تو کثرت رہی مگر فکری اعتبار سے یہ فن تنزلی کا شکار رہا۔

اس دور کے اکثر اصولیین نے سابقین کی کتب کی تسہیل و تحقیق، اختصارات، شرح، شرح الشراح، حواشی، تعلیقات، نظم، تخریج، نکت وغیرہ تک آپ کو محدود رکھا۔ مثال کے طور پر التنقیح والتوضیح والتلویح پر تالیف کے بعد سے چھیالیس (۴۶) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ اس طرح تاج الدین سبکی کی جمع الجوامع پر مختلف ادوار میں ساٹھ (۶۰) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ موجودہ زمانے تک میں اصول فقہ پر کام میں نشأۃ ثانیہ نظر آتی ہے اور اب جدید اور سہل اسالیب پر اس فن میں کتب لکھنے کا رواج پڑتا جا رہا ہے۔

مختلف فقہی مذاہب کے نشأ وارتقاء کے تحقیقی مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چار مشہور سنی مذاہب کے علاوہ بھی متعدد مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے کچھ زمانے کے ساتھ ساتھ ختم بھی ہو گئے، لیکن تمام مذاہب میں حنفی مذہب کو اپنی ذاتی خصوصیت کی بناء پر اپنے وجود سے آج تک ہر دور میں اکثریت حاصل رہی ہے۔

آخر میں توضیح کی غرض سے چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس مقالہ میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتب کا تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات، اہمیت، محاسن ومعائب اور اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح حواشی وغیرہ) کو مولفین کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے لحاظ سے تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک نظر میں مختلف ادوار سے متعلق کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو جائے۔

۳۔ ہر فصل کے آغاز میں اس زمانے کے سیاسی، دینی وعلمی حالات پر ایک نظر طائرانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۴۔ آنے والے محققین کی رہنمائی کے لئے اصولیین کا مشہور نام، ان کا مسلک اور تاریخ ولادت (اگر دستیاب ہو) اور تاریخ وفات ہجری میں نام کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے اور ان کا مسلک بھی وہیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح عیسوی تاریخ اور جائے ولادت ووفات حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس صدی میں کس فقہی مکتبہ فکر کے اصولیین کی تعداد اور ان کی اصول فقہ پر مولفات زیادہ رہیں۔ اسی طرح یہ کہ کن علاقوں میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات نمایاں رہیں۔

☆☆☆

فہارس

اشاریہ (۱)

(INDEX - I)

فہرست آیاتِ قرآنیہ

فہرست آیاتِ قرآنیہ

نمبر شمار	سورۃ کا نام	آیۃ مبارکہ	آیت نمبر	جلد	صفحہ
۱	البقرہ	استشهد واشهيدين من رجالكم	۲۸۲	۱	۶۵
۲		فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه	۱۹۴	۲	۷۸۸
۳		فولوا وجوهكم شطره	۱۵۰	۱	۱۳۲
۴		فيها اثم كبير ومنافع للناس	۲۱۹	۱	۶۳
۵		كتب عليكم الصيام	۱۸۳	۲	۷۴۹
۶		لها ما كسبت وعليها ما كتسبت	۲۸۶	۱	۹
۷		واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله	۲۸۱	۲	۷۲۴
۸		والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا	۲۳۴	۱	۸۹
۹		وكذلك جعلنكم امة وسطا	۱۴۳	۱	۷۸
۱۰		وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم	۱۸۷	۲	۷۳۴
۱۱		وهو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا	۲۹	۲	۷۷۳
۱۲		واتموا الحج والعمرة لله	۱۹۶	۲	۷۳۴
۱۳		واقيموا الصلوة واتوا الزكوة	۱۱۰،۴۳	۲	۷۳۴
۱۴				۱	۲۵
۱۵				۱	۲۷
۱۶				۱	۳۰
۱۷				۱	۲۰
۱۸		يا يها الذين امنوا كتب عليكم الصيام	۱۸۳	۲	۷۸۶
۱۹		يا يها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا	۱۰۴	۲	۷۷۹
۲۰		يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر	۱۸۵	۲	۷۶۲
۲۱		يسئلونك عن الخمر	۲۱۹	۱	۶۹
۲۲		يسئلونك عن اليتمى قل اصلاح لهم	۲۲۰	۱	۶۹
۲۳		ان الناس قد جمعوا لكم	۱۷۳	۱	۱۲۰
۲۴	ال عمران	قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا	۳۲	۲	۷۳۳

نمبر	سورۃ	آیت	آیت نمبر	جلد	صفحہ
۲۵ـ		قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ	۳۱	۲	۷۳۲
۲۶ـ		وشاور ھم فی الامر	۱۵۹	۱	۶۹
۲۷ـ		وللہ علی الناس حج البیت	۹۷	۱	۶۰
۲۸ـ				۲	۷۳۳
۲۹ـ		وما محمد الا رسول	۱۴۴	۱	۷۸
۳۰ـ	المائدہ	انا انزلنا التورٰۃ فیہا ھدی ونور	۴۴	۲	۷۸۷
۳۱ـ		انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام	۹۰	۱	۶۳
۳۲ـ				۱	۶۴
۳۳ـ	النساء	ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا	۱۰۳	۱	۶۵
۳۴ـ		این ماتکونوا یدرککم الموت	۷۸	۱	۷
۳۵ـ		تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ	۱۳	۲	۷۲۹
۳۶ـ		فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک	۶۵	۱	۶۰
۳۷ـ		فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوٰۃ	۱۰۱	۱	۶۴
۳۸ـ		فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون	۷۸	۲	۷۳۰
۳۹ـ		فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث	۳	۱	۶۵
۴۰ـ		فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ	۵۹	۲	۷۶۱
۴۱ـ		لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکری	۴۳	۱	۶۳
۴۲ـ				۱	۶۴
۴۳ـ		لا تکن من الخائنین خصیما	۱۰۵	۱	۱۵۰
۴۴ـ		لا تنکحوا ماتکح اباؤ کم	۲۲	۲	۷۲۹
۴۵ـ		لا خیر فی کثیر من نجوا ھم	۱۱۴	۲	۷۲۹
۴۶ـ		من کان فقیرًا فلیاکل بالمعروف	۶	۲	۷۸۳
۴۷ـ		من یطع الرسول فقد اطاع اللہ	۸۰	۱	۷۳
۴۸ـ		واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا	۱۱۵	۲	۷۳۸
۴۹ـ		ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما	۲۹	۱	۷۶
۵۰ـ		ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منکم	۸۳	۲	۷۳۴
۵۱ـ		ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارًا	۱۴	۲	۷۲۹

۷۹۔ ما کان لنبی أن یکون له اسری ---------- ۶۷ ۱ ۷۰

۸۰۔ التوبه خذ من اموالھم صدقة تطھر ھم ---------- ۱۰۳ ۱ ۷۹

۸۱۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین ---------- ۴۳ ۱ ۹۹

۸۲۔ فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ ---------- ۱۱ ۱ ۷۹

۸۳۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار ---------- ۱۰۰ ۲ ۷۸۵

۸۴۔ والذین یکنزون الذھب والفضة ---------- ۳۴ ۲ ۷۳۴

۸۵۔ یونس فاجمعوا امرکم وشرکاء کم ---------- ۷۱ ۲ ۷۲۷

۸۶۔ ھود قالوا یشعیب مانفقه کثیرًا ---------- ۹۱ ۱ ۶

۸۷۔ یوسف انا انزلناہ قرانا عربیا ---------- ۲ ۲ ۷۲۵

۸۸۔ وقطعن ایدیھن ---------- ۳۱ ۱ ۶۴

۸۹۔ ولمن جاء به حمل بعیر وانا به زعیم ---------- ۷۲ ۲ ۷۸۹

۹۰۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا ---------- ۱۲۳ ۲ ۷۸۷

۹۱۔ النحل لحمًا طریًا ---------- ۱۴ ۲ ۷۸۱

۹۲۔ واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم ---------- ۷۸ ۱ ۱۶

۹۳۔ ومن ثمرات النخیل والاعناب ---------- ۶۷ ۱ ۴۳

۹۴۔ الاسراء تسبح له السموت السبع والارض ---------- ۴۴ ۱ ۷

۹۵۔ ولا تقربوا الزنی ---------- ۳۲ ۱ ۲۷

۹۶۔ ---------- ۱ ۲۰

۹۷۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ---------- ۴۴ ۱ ۶

۹۸۔ واحل لکم ماوراء ذلکم ---------- ۲ ۷۳۶

۹۹۔ طه واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی ---------- ۲۸،۲۷ ۱ ۷

۱۰۰۔ واقم الصلوۃ لذکری ---------- ۱۴ ۲ ۷۸۷

۱۰۱۔ الحج وما جعل علیکم فی الدین من حرج ---------- ۷۸ ۱ ۴۳

۱۰۲۔ النور لیس علیکم ولا علیھم جناح بعد ھن طوافون ---------- ۵۸ ۲ ۷۳۹

۱۰۳۔ الشعراء وانه لفی زبر اولین ---------- ۱۹۶ ۲ ۷۲۵

۱۰۴۔ لقمان ھذا خلق اللہ ---------- ۱۱ ۱ ۹

۱۰۵۔ الاحزاب لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة ---------- ۲۱ ۲ ۷۳۲

۱۰۶ـ		وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله	------------	۳۶	۱	۶۰
۱۰۷ـ	فاطر	ولا تزر وازرة وزرا اخرى	------------	۱۸	۱	۲۸
۱۰۸ـ		فلن تجد لسنة الله تبديلا	------------	۴۳	۲	۷۳۰
۱۰۹ـ		وظن داودا انما فتنه فاستغفر ربه	------------	۲۴	۲	۷۸۷
۱۱۰ـ	الزمر	انک میت وانهم میتون	------------	۳۰	۱	۷۸
۱۱۱ـ		لئن اشرکت لیحبطن عملک	------------	۶۵	۱	۱۵۰
۱۱۲ـ		واتبعوا احسن ما انزل الیکم	------------	۵۵	۲	۷۶۲
۱۱۳ـ	شوریٰ	شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا	------------	۱۳	۲	۷۸۷
۱۱۴ـ			------------		۲	۷۸۸
۱۱۵ـ		وما اختلفتم فیه من شیء فحکمه الی الله	------------	۱۰	۱	۲۵۸
۱۱۶ـ	جاثیه	وسخر لکم ما فی السموت والارض	------------	۱۳	۲	۷۷۳
۱۱۷ـ	النجم	وما ینطق عن الهوی ان هوا لا وحی یوحی	------------	۳	۲	۷۳۲
۱۱۸ـ	القمر	ونبئهم أن الماء قسمة بینهم	------------	۲۸	۲	۷۸۶
۱۱۹ـ	الحشر	کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم	------------	۷	۲	۷۵۰
۱۲۰ـ		وللرسول ولذی القربی	------------	۵۹	۱	۱۳۲
۱۲۱ـ		وما اتکم الرسول فخذوه وما نها کم	------------	۷	۲	۷۳۳
۱۲۲ـ	الطلاق	واولات الاحمال اجلهن	------------		۱	۹۰
۱۲۳ـ			------------		۱	۱۳۳
۱۲۴ـ		یایها النبی اذا طلقتم النساء	------------	۱	۱	۱۲۰
۱۲۵ـ			------------		۱	۱۵۰
۱۲۶ـ	الملک	الا یعلم من خلق	------------	۱۴	۱	۳۲
۱۲۷ـ	القیامه	ایحسب الانسان أن یترک سدی	------------	۳۶	۲	۷۶۹
۱۲۸ـ	العلق	اقراء باسم ربک الذی خلق	------------	۱ـ۵	۲	۷۲۳

☆☆☆

اشاریہ (۲)

(INDEX-2)

فہرستِ احادیث مبارکہ

فہرست احادیث مبارکہ

☆☆☆

اشاریہ (۳)

(INDEX-3)

فہرست شخصیات

تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے لحاظ سے ان اصولیین کے اسماء جن کی کتب یا اصولی آراء کا اس مقالہ میں ذکر ہوا۔
جن اصولیین کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی ان کی جگہ (.....) تحریر ہے۔

نمبر شمار	تاریخ وفات	اسماء	تاریخ ولادت	جلد/صفحہ
۱۔	(۱۱ھ)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	(.....)	۱/۶۰۔۹۲
۲۔	(۱۳ھ)	حضرت ابو بکر صدیق	(.....)	۱/۷۹۔۸۰
۳۔	(۲۳ھ)	حضرت عمر فاروق	(.....)	۱/۸۱۔۸۲
۴۔				۸۳۔۸۵
۵۔				۸۷۔۸۹۔۹۲
۶۔		حضرت عبداللہ بن مسعود	(.....)	۱/۸۹۔۹۰۔۹۲
۷۔	(۴۰ھ)	حضرت علی	(.....)	۱/۸۹۔۹۲
۸۔		حضرت ابن عباس	(.....)	۱/۹۱
۹۔	(۱۰۱ھ)	عمر بن عبدالعزیز	(۶۰ھ)	۱/۹۴۔۹۵
۱۰۔	(۱۲۴ھ)	ابن شہاب الزہری	(۵۱ھ)	۱/۹۵
۱۱۔	(۱۴۸ھ)	ابن ابی لیلیٰ	(۷۴ھ)	۱/۱۰۶
۱۲۔	(۱۵۰ھ)	امام ابو حنیفہ	(۸۰ھ)	۱/۱۰۶
۱۳۔	(۱۵۸ھ)	زفر بن ہذیل	(۱۱۰ھ)	۱/۱۱۰
۱۴۔	(۱۷۹ھ)	امام مالک	(۹۳ھ)	۱/۱۱۱
۱۵۔	(۱۸۲ھ)	امام ابو یوسف	(۱۱۳ھ)	۱/۱۱۵
۱۶۔	(۱۸۹ھ)	محمد بن حسن الشیبانی حنفی	(۱۳۱ھ)	۱/۱۱۸
۱۷۔	(۱۹۱ھ)	عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی	(۱۳۲ھ)	۱/۱۱۸
۱۸۔	(۱۹۷ھ)	عبداللہ بن وھب مالکی	(۱۲۵ھ)	۱/۱۱۸
۱۹۔	(۲۰۰ھ بعدہ)	الجوزجانی حنفی	(.....)	۱/۱۱۹
۲۰۔	(۲۰۴ھ)	محمد بن ادریس شافعی	(۱۵۰ھ)	۱/۱۱۹
۲۱۔	(۲۱۱ھ)	معلی بن منصور رازی	(.....)	۱/۱۲۶
۲۲۔	(۲۱۵ھ)	ابن سعید الاصمعی	(۱۲۳ھ)	۱/۱۲۶

۲۳۔	(۲۱۸ھ)	بشر بن غیاث المریسی حنفی/معتزلی	(۱۳۸ھ)	۱/۱۲۶
۲۴۔	(۲۲۰ھ)	ابن صدقہ حنفی	(.....)	۱/۱۲۶
۲۵۔	(۲۲۱ھ)	نظام معتزلی	(۱۸۵ھ)	۱/۱۲۶
۲۶۔	(۲۲۱ھ)	عبداللہ مسلمہ القعنبی	(.....)	۱/۱۲۷
۲۷۔	(۲۲۵ھ)	اصبغ مالکی مصری	(.....)	۱/۱۲۷
۲۸۔	(۲۳۱یا۲۳۲ھ)	البویطی شافعی	(.....)	۱/۱۲۷
۲۹۔	(۲۳۳ھ)	ابن سماعہ تمیمی حنفی	(.....)	۱/۱۲۷
۳۰۔	(۲۵۱ھ)	ابوثور شافعی	(.....)	۱/۱۲۷
۳۱۔	(۲۴۱ھ)	احمد بن حنبل	(۱۶۴ھ)	۱/۱۲۷
۳۲۔	(۲۴۵ھ)	حسین الکرابیسی	(۱۶۴ھ)	۱/۱۲۸
۳۳۔	(۲۶۴ھ)	اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی شافعی	(.....)	۱/۱۳۰
۳۴۔	(۲۷۰ھ)	داؤد الظاہری	(۱۷۵ھ)	۱/۱۳۰
۳۵۔	(۲۸۱ھ)	ابن الجنید الشیعی	(۲۰۲ھ)	۱/۱۳۱
۳۶۔	(۲۸۲ھ)	اسمٰعیل بن اسحاق القاضی مالکی	(.....)	۱/۱۳۲
۳۷۔	(۲۹۰ھ)	ابوصالح الجستانی	(۲۰۰ھ)	۱/۱۳۳
۳۸۔	(۲۹۷ھ)	ابوبکر الظاہری	(.....)	۱/۱۳۲
۳۹۔	(۳۰۰ھ یا ۳۰۰ھ)	سعد القیروانی	(.....)	۱/۱۳۲
۴۰۔	(۳۰۵ھ)	حسن بن قاسم الطبری	(.....)	۱/۱۳۲
۴۱۔	(۳۰۵ھ)	ابن برہان فارسی	(.....)	۱/۱۳۲
۴۲۔	(۳۰۶ھ)	ابن سریج الشافعی	(.....)	۱/۱۳۲
۴۳۔	(۳۰۷ھ)	زکریا بن یحییٰ الساجی الشافعی	(۲۴۹ھ)	۱/۱۳۲
۴۴۔	(۳۰۹ھ)	ابن المنذر شافعی	(۲۲۰ھ)	۱/۱۳۳
۴۵۔	(۳۱۱ھ)	اسمٰعیل النوبختی امامی	(.....)	۱/۱۳۳
۴۶۔	(۳۱۹ھ)	ابوالقاسم الکعبی معتزلی	(۲۳۷ھ)	۱/۱۳۳
۴۷۔	(۳۲۱ھ)	ابوہاشم الجبائی المعتزلی	(.....)	۱/۱۳۴
۴۸۔	(۳۲۴ھ)	ابوالحسن الاشعری	(۲۴۷ھ)	۱/۱۳۴
۴۹۔	(۳۲۵ھ)	اسحاق الشاشی حنفی	(۲۶۰ھ)	۱/۱۳۵
			(۲۴۴ھ)	۱/۱۳۵

نمبر	وفات	نام	ولادت	حوالہ
۵۰	(۳۲۶ھ)	ابن الاخشید معتزلی	(۲۷۰ھ)	۱۳۸/۱
۵۱	(۳۳۱ھ تقریباً)	ابن الخلال قاضی معتزلی	(....)	۱۳۸/۱
۵۲	(۳۲۸ھ)	الاصطخری الشافعی	(۲۴۴ھ)	۱۳۸/۱
۵۳	(۳۳۰ھ)	ابوبکر الصیرفی الشافعی	(....)	۱۳۸/۱
۵۴	(۳۳۱ھ)	قاضی ابوالفرج مالکی	(....)	۱۳۹/۱
۵۵	(۳۳۱ھ)	محمد ابن البرماذی الشافعی	(....)	۱۳۹/۱
۵۶	(۳۳۳ھ)	ابومنصور ماتریدی حنفی	(....)	۱۳۹/۱
۵۷	(۳۳۵ھ)	محمد بن جعفر الصیرفی الشافعی	(....)	۱۳۹/۱
۵۸	(۳۳۵ھ)	محمد بن احمد الاسوانی الشافعی	(....)	۱۳۹/۱
۵۹	(۳۴۴ھ)	نظام الدین الشاشی حنفی	(....)	۱۳۹/۱
۶۰	(۳۳۵ھ)	ابن القاص الطبری الشافعی	(....)	۱۳۹/۱
۶۱	(۳۴۰ھ)	البردعی الخارجی	(....)	۱۴۰/۱
۶۲	(۳۴۰ھ)	ابراہیم الخالدآبادی	(....)	۱۴۰/۱
۶۳	(۳۴۰ھ)	ابواسحاق المروزی الشافعی	(....)	۱۴۰/۱
۶۴	(۳۴۰ھ)	ابوالحسن الکرخی حنفی	(۲۶۰ھ)	۱۴۰/۱
۶۵	(۳۴۰ھ)	ابوبکر الصبغی الشافعی	(۲۵۸ھ)	۱۴۳/۱
۶۶	(۳۴۰ھ یا ۳۵۰ھ تقریباً)	ابوبکر بردی الخارجی	(....)	۱۴۴/۱
۶۷	(۳۴۴ھ)	محمد بن سعید القاضی الشافعی	(....)	۱۴۴/۱
۶۸	(۳۴۴ھ)	القشیری مالکی	(۲۶۴ھ تقریباً)	۱۴۴/۱
۶۹	(۳۴۵ھ)	ابن ابی ہریرہ الشافعی	(....)	۱۴۴/۱
۷۰	(۳۴۹ھ)	ابوالولید القرشی الشافعی	(۲۷۷ھ)	۱۴۵/۱
۷۱	(۳۵۰ھ)	حسین (حسن) بن قاسم شافعی	(....)	۱۴۵/۱
۷۲	(۳۵۰ھ)	محمد بن عبدالبر البردعی الخارجی	(....)	۱۴۵/۱
۷۳	(۳۵۰ھ)	احمد الفارسی شافعی	(....)	۱۴۵/۱
۷۴	(۳۵۰ھ)	علی بن موسیٰ القمی حنفی	(....)	۱۴۵/۱
۷۵	(۳۵۹ھ)	ابن القطان شافعی	(....)	۱۴۵/۱
۷۶	(۳۶۰ھ یا ۳۵۸ھ)	حسین النجار حنبلی	(....)	۱۴۵/۱

۷۷۔	(۳۶۱ھ)	ابن برہان الشافعی	(......)	۱/۱۳۵
۷۸۔	(۳۶۲ھ)	ابوحامد المروزی شافعی	(......)	۱/۱۳۵
۷۹۔	(۳۶۵ھ)	ابوبکر القفال الکبیر الشافعی	(۲۹۱ھ)	۱/۱۴۳
۸۰۔	(۳۶۸ھ)	احمد الطوابیقی الشافعی	(......)	۱/۱۴۶
۸۱۔	(۳۷۰ھ)	ابراہیم بن احمد الظاہری	(......)	۱/۱۴۶
۸۲۔	(۳۷۰ھ)	ابوبکر الجصاص حنفی	(۳۰۵ھ)	۱/۱۴۹
۸۳۔	(۳۷۱ھ)	ابوعبداللہ الشیرازی الشافعی	(......)	۱/۱۵۱
۸۴۔	(۳۷۱ھ)	ابوالحسن التمیمی الحنبلی	(۳۱۷ھ)	۱/۱۵۲
۸۵۔	(۳۷۵ھ)	ابوبکر الابہری المالکی	(۲۸۹ھ)	۱/۱۵۲
۸۶۔	(۳۷۷ھ)	الخلال بصری	(......)	۱/۱۵۲
۸۷۔	(۳۸۵ھ)	الصاحب بن عباد الشیعی	(۳۲۵ھ)	۱/۱۵۲
۸۸۔	(۳۸۶ھ)	ابوالقاسم الصمیری الشافعی	(......)	۱/۱۵۲
۸۹۔	(۳۸۶ھ)	ابن ابی زید القیروانی المالکی	(۳۱۰ھ)	۱/۱۵۲
۹۰۔	(۳۹۰ھ)	المعافی النہروانی القاضی الجریری	(۳۰۵ھ)	۱/۱۵۳
۹۱۔	(۳۹۳ھ)	ابونصر الفارابی	(......)	۱/۱۵۳
۹۲۔	(۳۹۶ھ)	اسماعیل الاسماعیلی الشافعی	(۳۲۳ھ)	۱/۱۵۳
۹۳۔	(۴۰۰ھ تقریباً)	ابن مجاہد الطائی المتکلم مالکی	(......)	۱/۱۵۳
۹۴۔	(۴۰۰ھ تقریباً)	سعید القیروانی المالکی	(......)	۱/۱۵۳
۹۵۔	(۴۰۰ھ بعدہ)	ابوالحسن القرشی	(......)	۱/۱۵۳
۹۶۔	(۴۰۲ھ)	ابوالقاسم اسماعیل البیہقی	(......)	۱/۱۶۹
۹۷۔	(۴۰۳ھ)	ابوعبداللہ الوراق حنبلی	(......)	۱/۱۶۹
۹۸۔	(۴۰۳ھ)	قاضی ابوبکر الباقلانی المالکی	(......)	۱/۱۶۹
۹۹۔	(۴۰۵ھ)	حسن نیشاپوری الشافعی	(......)	۱/۱۷۰
۱۰۰۔	(۴۰۶ھ)	ابن فورک الشافعی الاشعری	(......)	۱/۱۷۰
۱۰۱۔	(۴۰۶ھ)	ابوحامد الاسفرائینی الشافعی	(۳۴۴ھ)	۱/۱۷۰
۱۰۲۔	(۴۰۶ھ بعدہ)	احمد الخزامی الشیعی	(......)	۱/۱۷۱
۱۰۳۔	(۴۰۶ھ)	عبدالواحد بن محمد المقدسی حنبلی	(......)	۱/۱۷۱

۱۰۴۔	(۴۰۷ھ)	احمد بن شاکر القطان الشافعی	(.....)	۱۷۱/۱
۱۰۵۔	(۴۱۵ھ)	احمد بن المحاملی الشافعی	(۳۶۸ھ)	۱۷۱/۱
۱۰۶۔	(۴۱۵ھ)	قاضی القضاۃ عبدالجبار المعتزلی	(۳۵۹ھ)	۱۷۱/۱
۱۰۷۔	(۴۱۸ھ)	ابواسحٰق الاسفرائینی الشافعی	(.....)	۱۷۳/۱
۱۰۸۔	(۴۲۱ھ)	قاضی ابوبکر الحیری الشافعی	(۳۲۵ھ)	۱۷۳/۱
۱۰۹۔	(۴۲۲ھ)	قاضی عبدالوہاب بغدادی مالکی	(۳۶۲ھ)	۱۷۳/۱
۱۱۰۔	(۴۲۳ھ)	حسین الاذری الاشعری	(.....)	۱۷۳/۱
۱۱۱۔	(۴۲۹ھ)	ابومنصور الطلمنکی المالکی	(.....)	۱۷۳/۱
۱۱۲۔	(۴۳۰ھ)	ابن رامین البغدادی الشافعی	(.....)	۱۷۳/۱
۱۱۳۔	(۴۳۰ھ)	ابوزید دبوسی الحنفی	(.....)	۱۷۳/۱
۱۱۴۔	(۴۳۶ھ)	ابوالحسین البصری المعتزلی	(.....)	۱۷۶/۱
۱۱۵۔	(۴۳۶ھ)	الشریف مرتضی الشیعی	(۳۵۵)	۱۸۱/۱
۱۱۶۔	(۴۳۶ھ)	حسین الصیمری	(۳۵۱ھ)	۱۸۱/۱
۱۱۷۔	(۴۳۶ھ)	ابن الحش القرطبی المالکی	(۳۵۸ھ)	۱۸۲/۱
۱۱۸۔	(۴۳۸ھ)	ابومحمد جوینی	(.....)	۱۸۲/۱
۱۱۹۔	(۴۳۹ھ)	ابوالولید حسان نیشاپوری	(.....)	۱۸۲/۱
۱۲۰۔	(۴۴۳ھ)	ابراہیم التونسی القیروانی	(.....)	۱۸۲/۱
۱۲۱۔	(۴۴۷ھ)	ابوالفتح الرازی الشافعی	(.....)	۱۸۲/۱
۱۲۲۔	(۴۵۰ھ)	ابوالطیب الطبری الشافعی	(۳۳۸ھ)	۱۸۲/۱
۱۲۳۔	(۴۵۲ھ)	عبدالجبار الاسکاف	(.....)	۱۸۳/۱
۱۲۴۔	(۴۵۴ھ)	الماوردی الشافعی	(۳۶۴ھ)	۱۸۳/۱
۱۲۵۔	(۴۵۴ھ)	ابوالقاسم البکری المالکی	(.....)	۱۸۳/۱
۱۲۶۔	(۴۵۶ھ)	ابن حزم ظاہری	(۳۸۴ھ)	۱۸۳/۱
۱۲۷۔	(۴۵۸ھ)	احمد البیہقی شافعی	(۳۸۴ھ)	۱۸۶/۱
۱۲۸۔	(۴۵۷ھ)	قاضی ابویعلی حنبلی	(۳۸۰ھ)	۱۸۷/۱
۱۲۹۔	(۴۵۸ھ)	ابراہیم المروزی	(۳۵۸ھ)	۱۸۷/۱
۱۳۰۔	(۴۶۰ھ)	ابوحاتم القزوینی الشافعی	(.....)	۱۸۷/۱

۱۳۱۔	(۳۶۰ھ تقریباً)	ابو فضل ثابت الشیعی	(...)	۱/۱۸۸
۱۳۲۔	(۴۶۰ھ)	محمد بن حسن الطوسی الشیعی	(۳۵۸ھ)	۱/۱۸۸
۱۳۳۔	(۴۶۱ھ)	عبدالرحمٰن الفورانی	(۳۸۸ھ)	۱/۱۸۸
۱۳۴۔	(۴۶۲ھ)	حسین المروزی الشافعی	(..)	۱/۱۸۸
۱۳۵۔	(۴۶۳ھ)	حمزہ الدیلمی الشیعی	(.....)	۱/۱۸۸
۱۳۶۔	(۴۶۳ھ)	الخطیب البغدادی	(۳۹۲ھ)	۱/۱۸۸
۱۳۷۔	(۴۶۵ھ)	عبدالکریم القشیری	(۳۷۶ھ)	۱/۱۸۹
۱۳۸۔	(۴۷۱ھ)	ابوالمظفر الاسفرائینی الشافعی	(.....)	۱/۱۸۹
۱۳۹۔	(۴۷۴ھ)	ابوالولید الباجی المالکی	(۴۰۳ھ)	۱/۱۸۹
۱۴۰۔	(۴۷۶ھ)	ابواسحٰق الشیرازی الشافعی	(۳۹۳ھ)	۱/۱۸۹
۱۴۱۔	(۴۷۷ھ)	ابن الصباغ الشافعی	(۴۰۰ھ)	۱/۱۹۳
۱۴۲۔	(۴۷۸ھ)	امام الحرمین الجوینی الشافعی	(۴۱۹ھ)	۱/۱۹۳
۱۴۳۔	(۴۷۸ھ)	عبدالرحمٰن المتولی الشافعی	(۴۲۶ھ)	۱/۲۰۱
۱۴۴۔	(۴۷۹ھ)	ابوالحسن القیروانی المالکی	(...)	۱/۲۰۲
۱۴۵۔	(۴۸۰ھ تقریباً)	احمد الخزاعی الشیعی	(.....)	۱/۲۰۲
۱۴۶۔	(۴۸۰ھ)	شافعی بن صالح حنبلی	(.....)	۱/۲۰۲
۱۴۷۔	(۴۸۲ھ)	فخر الاسلام البزدوی الحنفی	(۴۰۰ھ)	۱/۲۰۲
۱۴۸۔	(۴۸۲ھ)	ابوالعباس الجرجانی شافعی	(.....)	۱/۲۰۴
۱۴۹۔	(۴۸۳ھ)	شمس الائمہ السرخسی حنفی	(.....)	۱/۲۰۴
۱۵۰۔	(۴۸۳ھ بعدہ)	احمد الابیوردی	(.....)	۱/۲۰۵
۱۵۱۔	(۴۸۶ھ)	یعقوب بن ابراہیم حنبلی	(.....)	۱/۲۰۵
۱۵۲۔	(۴۸۶ھ)	ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی	(.....)	۱/۲۰۵
۱۵۳۔	(۴۸۸ھ)	قاضی ابوبکر الشاشی	(۴۰۰ھ)	۱/۲۰۵
۱۵۴۔	(۴۸۸ھ)	ابویوسف القزوینی المعتزلی	(۳۹۲ھ)	۱/۲۰۵
۱۵۵۔	(۴۸۸ھ)	رزق اللہ التمیمی حنبلی	(۴۰۱)	۱/۲۰۵
۱۵۶۔	(۴۸۹ھ)	ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی	(.....)	۱/۲۰۵
۱۵۷۔	(۴۹۳ھ)	ابوالقاسم الباجی المالکی	(.....)	۱/۲۰۶

۱۵۸۔	(متوفی پانچویں صدی ہجری)	عبدالوہاب البغدادی الشافعی	(......)	۲۰۶/۱
۱۵۹۔	(متوفی پانچویں صدی ہجری)	عبدالوہاب بن احمد حنبلی	(......)	۲۰۶/۱
۱۶۰۔	(۵۰۴ھ)	الکیا الھراسی شافعی	(۴۵۰ھ)	۲۰۶/۱
۱۶۱۔	(۵۰۵ھ)	حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی	(۴۵۰ھ)	۲۰۶/۱
۱۶۲۔	(۵۱۰ھ)	ابوالخطاب الکلوذانی حنبلی	(۴۳۲ھ)	۲۱۷/۱
۱۶۳۔	(۵۱۲ھ)	ابوبکر الارسابندی الحنفی	(......)	۲۱۷/۱
۱۶۴۔	(۵۱۳ھ)	ابوالوفاء بن عقیل حنبلی	(۴۳۱ھ)	۲۱۷/۱
۱۶۵۔	(۵۱۴ھ)	عبدالرحیم القشیری الشافعی	(......)	۲۱۷/۱
۱۶۶۔	(۵۱۷ھ)	احمد بن عثمان الفیحی	(.....)	۲۱۸/۱
۱۶۷۔	(۵۲۰ھ)	ابن البرہان الشافعی	(۴۷۹ھ)	۲۱۸/۱
۱۶۸۔	(۵۲۰ھ)	قاضی ابوالولید بن رشید مالکی	(۴۵۵ھ)	۲۲۰/۱
۱۶۹۔	(۵۲۰ھ)	ابوبکر الطرطوشی مالکی	(۴۵۱ھ)	۲۲۰/۱
۱۷۰۔	(۵۲۱ھ)	ابن السید البطلیوسی مالکی	(۴۴۴ھ)	۲۲۰/۱
۱۷۱۔	(۵۲۲ھ)	حسین اللامشی	(۴۴۱ھ)	۲۲۰/۱
۱۷۲۔	(۵۲۳ھ)	الیابری المالکی	(.....)	۲۲۰/۱
۱۷۳۔	(۵۲۶ھ بعدہ)	ابوالطاہر التنوخی مالکی	(. ...)	۲۲۱/۱
۱۷۴۔	(۵۲۷ھ)	الفراء محمد بن محمد الحنبلی	(۴۷۵ھ)	۲۲۱/۱
۱۷۵۔	(۵۲۷ھ)	ابوالحسن بن الزاغونی حنبلی	(۴۵۵ھ)	۲۲۱/۱
۱۷۶۔	(۵۲۹ھ)	امیر بن ابی الصلت الاندلسی	(....)	۲۲۱/۱
۱۷۷۔	(۵۳۲ھ)	ابوالحسن الکرخی شافعی	(۴۵۵)	۲۲۱/۱
۱۷۸۔	(۵۳۳ھ)	ابن الخشاب شافعی	(.. ...)	۲۲۲/۱
۱۷۹۔	(۵۳۳ھ)	عبدالعزیز النسفی حنفی	(....)	۲۲۲/۱
۱۸۰۔	(۵۳۶ھ)	امام المازری مالکی	(۴۵۴ھ)	۲۲۲/۱
۱۸۱۔	(۵۳۶ھ)	صدر الشہید حنفی	(۴۸۳ھ)	۲۲۲/۱
۱۸۲۔	(۵۳۹ھ بعدہ)	محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی	(.....)	۲۲۲/۱
۱۸۳۔	(۵۳۶ھ)	ابن حنبلی الواعظ	(....)	۲۲۴/۱
۱۸۴۔	(۵۳۸ھ)	جاراللہ الزمخشری شافعی	(۴۱۷ھ)	۲۲۴/۱

۱۸۵۔	(۵۴۰ھ)	علاء الدین السمرقندی حنفی	(......)	۲۲۴/۱
۱۸۶۔	(۵۴۳ھ)	قاضی ابوبکر بن العربی مالکی	(۴۶۸ھ)	۲۲۴/۱
۱۸۷۔	(۵۴۳ھ)	فخر الدین الرازی شافعی	(......)	۲۲۵/۱
۱۸۸۔	(۵۴۴ھ)	ابو المحاسن البیہقی	(......)	۲۲۵/۱
۱۸۹۔	(۵۴۸ھ)	ابو الفتح شہرستانی اشعری	(۴۶۹ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۰۔	(۵۵۱ھ)	ابو محمد بن عبد اللہ الشلبی مالکی	(۴۸۳ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۱۔	(۵۵۲ھ)	علاء الدین ابو بکر حنفی	(۴۸۸ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۲۔	(۵۵۲ھ)	ابن الخل الشافعی	(۴۸۲ھ)	۲۲۵/۱
۱۹۳۔	(۵۵۳ھ)	ابو بکر القلقسی مالکی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۴۔	(۵۵۳ھ)	علاء الدین الخی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۵۔	(۵۵۳ھ)	ابو بکر ظہیر بلخی	(......)	۲۲۵/۱
۱۹۶۔	(۵۵۳ھ)	ابن المطری مالکی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۷۔	(۵۶۰ھ)	ابن ہبیرہ حنبلی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۸۔	(۵۶۲ھ)	ابو المفاخر الکروی حنفی	(......)	۲۲۶/۱
۱۹۹۔	(۵۶۳ھ)	عبد العزیز النسفی حنفی	(......)	۲۲۶/۱
۲۰۰۔	(۵۶۵ھ)	ابو الحسن البیہقی	(۴۹۹ھ)	۲۲۶/۱
۲۰۱۔	(۵۶۷ھ)	ابو الحسن الاندلسی	(......)	۲۲۶/۱
۲۰۲۔	(۵۶۷ھ)	ضیاء الدین القرطبی مالکی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۳۔	(۵۶۸ھ)	ابن صافی ملک النحاۃ شافعی	(۴۸۹ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۴۔	(۵۷۰ھ)	اسعد الکرابیسی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۵۔	(۵۷۰ھ)	عبد الرحمٰن ابن الانباری	(۵۱۳ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۶۔	(۵۷۲ھ)	ابن فحۃ شافعی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۷۔	(۵۷۳ھ)	صدقہ بن حداد	(۴۷۷ھ)	۲۲۷/۱
۲۰۸۔	(۵۸۰/۵۷۹ھ)	احمد الکلاعی	(......)	۲۲۷/۱
۲۰۹۔	(۵۸۰ھ)	حسن المسیلی	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۰۔	(۵۸۱ھ)	ابو طاہر اسکندرانی مالکی	(......)	۲۲۸/۱
۲۱۱۔	(۵۸۵ھ)	ابن زہرہ حلبی امامی	(۵۱۱ھ)	۲۲۹/۱

۲۱۲۔	(۵۸۹ھ بعدہ)	ابو ثابت الدیلمی	(...)	۱/۲۲۹
۲۱۳۔	(۵۸۹ھ)	احمد الطالقانی شافعی	(...)	۱/۲۲۸
۲۱۴۔	(۵۹۳ھ)	احمد الغزنوی حنفی	(...)	۱/۲۲۸
۲۱۵۔	(۵۹۵ھ)	ابو الولید محمد بن رشد الحفید مالکی	(۵۲۰ھ)	۱/۲۲۸
۲۱۶۔	(۵۹۷ھ)	ابن الجوزی حنبلی	(۵۰۸ھ)	۱/۲۳۳
۲۱۷۔	(۵۹۸ھ)	ابن عتیق قرطبی مالکی	(۵۲۳ھ)	۱/۲۳۳
۲۱۸۔	(۶۰۰ھ تقریباً)	العسنی الزیدی	(.....)	۱/۲۳۳
۲۱۹۔	(۶۰۰ھ)	اسعد العجلی الاصفہانی شافعی	(۵۱۵ھ)	۱/۲۳۳
۲۲۰۔	(۶۰۴ھ)	کمال الدین مسعود بن علی العنسی	(.....)	۱/۲۵۷
۲۲۱۔	(۶۰۶ھ)	فخر الدین الرازی شافعی	(۵۴۴ھ)	۱/۲۵۷
۲۲۲۔	(۶۰۸ھ)	عماد الدین الاربیلی الشافعی	(۵۳۵ھ)	۱/۲۶۸
۲۲۳۔	(۶۱۰ھ)	اسماعیل بغدادی الازجی	(۵۳۹ھ)	۱/۲۶۸
۲۲۴۔	(۶۱۱ھ)	السابح الہروی	(....)	۱/۲۶۸
۲۲۵۔	(۶۱۳ھ تقریباً)	عبداللہ بن اسعد الوزیری الیمنی	(....)	۱/۲۶۹
۲۲۶۔	(۶۱۳ھ)	حسن الھلکی	(....)	۱/۲۶۹
۲۲۷۔	(۶۱۵ھ)	ابن زجاجیہ شافعی	(....)	۱/۲۶۹
۲۲۸۔	(۶۱۶ھ بعدہ)	ابن رمضان الحنفی	(...)	۱/۲۶۹
۲۲۹۔	(۶۱۶ھ)	عبداللہ العکبری الحنبلی	(۵۳۸ھ)	۱/۲۶۹
۲۳۰۔	(۶۱۸ھ)	ابو الحسن الابیاری مالکی	(۵۵۷ھ)	۱/۲۶۹
۲۳۱۔	(۶۱۹ھ)	ابن بدران الشیعی	(....)	۱/۲۶۹
۲۳۲۔	(۶۲۰ھ)	ابن قدامہ حنبلی	(۵۴۱ھ)	۱/۲۶۹
۲۳۳۔	(۶۲۰ھ)	ابو عمران موسیٰ الیمانی شافعی	(...)	۱/۲۷۰
۲۳۴۔	(۶۲۰ھ تقریباً)	طاہر الحفصی حنفی	(....)	۱/۲۷۰
۲۳۵۔	(۶۲۱ھ)	مظفر الوارانی شافعی	(۵۵۸ھ)	۱/۲۷۰
۲۳۶۔	(۶۲۲ھ)	ضیاء الدین المارانی شافعی	(.....)	۱/۲۷۰
۲۳۷۔	(۶۲۲ھ)	الفخر الفارسی شافعی	(.....)	۱/۲۷۱
۲۳۸۔	(۶۲۳ھ)	عبدالکریم الرافعی شافعی	(۵۵۷ھ)	۱/۲۷۱

٢٣٩۔	(٦٢٧ھ)	محمد بن ابوبکر الا کی ــــــــــــ	(.....)	٢٧١/١
٢٤٠۔	(٦٣٠ھ)	قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی ــــــــ	(٥٥٦ھ)	٢٦١/١
٢٤١۔	(٦٣١ھ)	سیف الدین الآمدی شافعی ــــــــ	(٥٥١ھ)	٢٧٢/١
٢٤٢۔	(٦٣٣ھ)	ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی ــــــــ	(٥٧٩ھ)	٢٧٣/١
٢٤٣۔	(٦٣٥ھ)	صدر الشریعہ الاکبر حنفی ــــــــ	(.....)	٢٧١/١
٢٤٤۔	(٦٣٦ھ)	سید یحییٰ بن حسین الزیدی ــــــــ	(.....)	٢٧٣/١
٢٤٥۔	(٦٣٧ھ)	احمد الخوئی شافعی ــــــــ	(٥٨٣ھ)	٢٧٣/١
٢٤٦۔	(٦٣٧ھ)	ابوالحسن الحرالی مالکی ــــــــ	(.....)	٢٧٣/١
٢٤٧۔	(٦٣٧ھ)	جمال الدین الحصیری حنفی ــــــــ	(٥٣٦ھ)	٢٧٥/١
٢٤٨۔	(٦٣٨ھ)	ابوالعباس المقدسی شافعی ــــــــ	(...)	٢٧٥/١
٢٤٩۔	(٦٣٩ھ)	سہل الازدی مالکی ــــــــ	(٥٥٩ھ)	٢٧٥/١
٢٥٠۔	(٦٤٠ھ)	العریقی الزیدی ــــــــ	(.....)	٢٧٦/١
٢٥١۔	(٦٤٣ھ)	ابن الصلاح شافعی ــــــــ	(٥٧٧ھ)	٢٧٦/١
٢٥٢۔	(٦٤٣ھ)	حسام الدین الاخسیکثی حنفی ــــــــ	(.....)	٢٧٦/١
٢٥٣۔	(٦٤٦ھ)	ابن الحاجب مالکی ــــــــ	(٧٥٠ھ)	٢٧٨/١
٢٥٤۔	(٦٤٧ھ یا ٦٥١ھ)	ابن الحاج ابوالعباس الازدی مالکی ــــــــ	(.....)	٢٨٧/١
٢٥٥۔	(٦٤٨ھ)	عبدالحمید الصدفی مالکی ــــــــ	(٦٠٦ھ)	٢٨٧/١
٢٥٦۔	(٦٥٠ھ)	نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الارموری شافعی ــــــــ	(.....)	٢٨٨/١
٢٥٧۔	(٦٥١ھ بعد)	عبدالرحیم المرغینانی حنفی ــــــــ	(.....)	٢٨٨/١
٢٥٨۔	(٦٥٢ھ)	عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی ــــــــ	(٥٩٠ھ)	٢٨٨/١
٢٥٩۔	(٦٥٥ھ)	شرف الدین ابوعبداللہ المسری الشافعی ــــــــ	(٥٧٠ھ)	٢٩٠/١
٢٦٠۔	(٦٥٦ھ)	قاضی تاج الدین الارموی ــــــــ	(٥٧٠ھ)	٢٩٠/١
٢٦١۔	(٦٥٦ھ)	شہاب الدین الزنجانی شافعی ــــــــ	(.....)	٢٩٩/١
٢٦٢۔	(٦٥٦ھ)	احمد القرطبی مالکی ــــــــ	(٥٧٨ھ)	٣٠٢/١
٢٦٣۔	(٦٥٦ھ)	احمد بن محمد الرصاص زیدی ــــــــ	(....)	٣٠٢/١
٢٦٤۔	(٦٥٦ھ)	عبدالحمید ابی الحدید المعتزلی شیعی ــــــــ	(٥٨٦ھ)	٣٠٢/١
٢٦٥۔	(٦٥٨ھ)	احمد بن عمیرہ ابوالمطرف ــــــــ	(٥٨٢ھ)	٣٠٢/١

۲۶۶ـ	(۶۵۸ھ)	مختار الغزمینی حنفی	(....)	۱/۳۰۲
۲۶۷ـ	(۶۶۰ھ)	عز الدین ابن عبد السلام شافعی	(۵۷۷ھ)	۱/۳۰۳
۲۶۸ـ	(۶۶۰ھ)	ابن العدیم حنفی	(۵۵۲ھ)	۱/۳۰۳
۲۶۹ـ	(۶۶۵ھ)	شہاب الدین ابو شامہ شافعی	(۵۹۹ھ)	۱/۳۰۳
۲۷۰ـ	(۶۶۷ھ)	ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی	(.....)	۱/۳۰۴
۲۷۱ـ	(۶۶۷ھ)	عبد الرامشی حنفی	(.....)	۱/۳۰۴
۲۷۲ـ	(۶۷۱ھ)	عبد الرحیم موصلی شافعی	(۵۹۸ھ)	۱/۳۰۴
۲۷۳ـ	(۶۷۱ھ)	عمر بن محمد الخبازی حنفی	(۶۱۰ھ)	۱/۳۰۴
۲۷۴ـ	(۶۷۲ھ تقریباً)	سالم المازنی الشیعی	(...)	۱/۳۰۵
۲۷۵ـ	(۶۷۳ھ)	احمد بن موسیٰ الطاووس امامی	(.)	۱/۳۰۶
۲۷۶ـ	(۶۷۴ھ)	ابو القاسم شیعی	(...)	۱/۳۰۶
۲۷۷ـ	(۶۷۴ھ)	احمد بن محمد النابلسی	(....)	۱/۳۰۶
۲۷۸ـ	(۶۷۵ھ)	ابو الفضل الخلاطی	(...)	۱/۳۰۶
۲۷۹ـ	(۶۷۶ھ)	جعفر الحلی امامی	(۶۰۲ھ)	۱/۳۰۶
۲۸۰	(۶۷۶ھ)	محی الدین النووی شافعی	(۶۳۱ھ)	۱/۳۰۷
۲۸۱ـ	(۶۷۷ھ)	احمد الدشناوی شافعی	(۶۱۵ھ)	۱/۳۰۷
۲۸۲ـ	(۶۸۷ھ)	شمس الدین محمد بن (محمود) الاصفہانی	(.....)	۱/۳۰۷
۲۸۳ـ	(۶۷۹ھ)	حسین بن الناظر	(۶۰۳ھ)	۱/۳۰۷
۲۸۴ـ	(۶۸۰ھ)	ابن فلاح	(.....)	۱/۳۰۸
۲۸۵ـ	(۶۸۱ھ)	ابن ابی البدر حنبلی	(.....)	۱/۳۰۸
۲۸۶ـ	(۶۸۱ھ)	عبد الجبار العکبری حنبلی	(۶۱۹ھ)	۱/۳۰۸
۲۸۷ـ	(۶۸۲ھ)	شہاب الدین بن تیمیہ حنبلی	(۶۲۷ھ)	۱/۳۰۸
۲۸۸ـ	(۶۸۲ھ)	سراج الدین الارموی شافعی	(۵۴۹ھ)	۱/۳۰۸
۲۸۹ـ	(۶۸۳ھ)	ابن المنیر مالکی	(۶۲۰ھ)	۱/۳۲۱
۲۹۰ـ	(۶۸۴ھ)	شہاب الدین قرافی مالکی	(۶۲۶ھ)	۱/۳۲۲
۲۹۱ـ	(۶۸۴ھ)	ابو اسحاق الوزیری	(.....)	۱/۳۲۲
۲۹۲ـ	(۶۸۵ھ)	محمد بن عبد اللہ القفصی	(....)	۱/۳۲۶
۲۹۳ـ	(۶۸۵ھ)	قاضی بیضاوی شافعی	(.....)	۱/۳۲۶

۲۹۴۔	(٦٨٧ھ)	ابن النفیس شافعی	(......)	٣٣٢/١
۲۹۵۔	(٦٨٨ھ)	شمس الدین الاصفہانی	(٦١٦ھ)	٣٣٢/١
۲۹۶۔	(٦٨٩ھ)	ابن میثم الحلی شیعی	(......)	٣٣٣/١
۲۹۷۔	(٦٩٠ھ)	الفرکاح شافعی	(٦٢٣ھ)	٣٣٣/١
۲۹۸۔	(٦٩٠ھ تقریباً)	داؤد بن عبداللہ الجیلی حنبلی	(...)	٣٣٣/١
۲۹۹۔	(٦٩١ھ)	کمال الدین قنیوبی شافعی	(٦٢٧ھ)	٣٣٤/١
۳۰۰۔	(٦٩٣ھ)	جلال الدین الخبازی حنفی	(......)	٣٣٣/١
۳۰۱۔	(٦٩٣ھ)	ابن الساعاتی حنفی	(......)	٣٣٥/١
۳۰۲۔	(٦٩٣ھ)	احمد بن محمد شافعی	(٦٢٢ھ)	٣٣٦/١
۳۰۳۔	(٦٩٣ھ)	محمد بن محمد النوری حنفی	(......)	٣٣٧/١
۳۰۴۔	(٦٩٥ھ)	زین الدین التوخی حنبلی	(٦٣١ھ)	٣٣٧/١
۳۰۵۔	(٦٩٥ھ)	احمد الحرانی حنبلی	(٦٣١ھ)	٣٣٧/١
۳۰۶۔	(٦٩٧ھ)	شیخ مجد الدین الایکی شیرازی	(.....)	٣٣٧/١
۳۰۷۔	(٧٠١ھ)	رکن الدین سمرقندی حنفی	(.....)	٣٦٣/١
۳۰۸۔	(٧٠٢ھ)	ابن دقیق العید شافعی	(٦٢٥ھ)	٣٦٣/١
۳۰۹۔	(٧٠٥ھ)	مؤید الدین القانی حنفی	(.....)	٣٦٣/١
۳۱۰۔	(٧٠٥ھ)	ابن بہرام شافعی	(......)	٣٦٣/١
۳۱۱۔	(٧٠٦ھ)	عبدالعزیز القوسی شافعی	(......)	٣٦٣/١
۳۱۲۔	(٧٠٧ھ)	عبدالصمد القارابی	(......)	٣٦٥/١
۳۱۳۔	(٧٠٧ھ)	ابوعبداللہ البقوری مالکی	(.....)	٣٦٥/١
۳۱۴۔	(٧٠٨ھ)	ابوجعفر الغرناطی مالکی	(٦٢٧ھ)	٣٦٥/١
۳۱۵۔	(٧٠٩ھ)	ابو اسحاق ابراہیم الانصاری	(......)	٣٦٦/١
۳۱۶۔	(٧١٠ھ)	ابوالبرکات حافظ الدین النسفی حنفی	(......)	٣٦٦/١
۳۱۷۔	(٧١٠ھ)	ابوالعباس احمد السروجی حنفی	(٦٣٧ھ)	٣٧٠/١
۳۱۸۔	(٧١٠ھ)	قطب الدین شیرازی شافعی	(٦٣٣ھ)	٣٧١/١
۳۱۹۔	(٧١٠ھ)	نجم الدین الطوفی حنبلی	(......)	٣٧١/١
۳۲۰۔	(٧١١ھ)	محمد بن یوسف الجزری شافعی	(٦٣٧ھ)	٣٧١/١
۳۲۱۔	(٧١١ھ)	حسین الصغناقی حنفی	(......)	٣٧١/١

۳۲۳۔	(۷۱۲ھ)	عزالدین البغدادی الحنبلی مالکی	(.....)	۳۷۱/۱
۳۲۴۔	(۷۱۳ھ)	علاءالدین الباجی شافعی	(۶۳۱ھ)	۳۷۱/۱
۳۲۵۔	(۷۱۳ھ)	محمد بن احمد الترکمانی حنفی	(.....)	۳۷۲/۱
۳۲۶۔	(۷۱۵ھ)	صفی الدین الہندی شافعی	(۶۴۴ھ)	۳۷۲/۱
۳۲۷۔	(۷۱۵ھ)	رکن الدین الاسترآبادی شافعی	(۶۴۵ھ)	۳۷۲/۱
۳۲۸۔	(۷۱۶ھ)	نجم الدین الطوفی الصرصری حنبلی	(۶۷۳ھ)	۳۷۲/۱
۳۲۹۔	(۷۱۶ھ)	صدرالدین بن الوکیل شافعی	(۶۶۵ھ)	۳۷۳/۱
۳۳۰۔	(۷۱۶ھ)	شمس الدین خطیب الجزری شافعی	(۶۳۷ھ)	۳۷۳/۱
۳۳۱۔	(۷۱۷ھ بعدہ)	الخطاب القرہ صاری	(.....)	۳۷۴/۱
۳۳۲۔	(۷۱۸ھ)	محمد بن محمد الواسطی شافعی	(.....)	۳۷۴/۱
۳۳۳۔	(۷۲۱ھ)	ابراہیم بن ھبۃ اللہ شافعی	(.....)	۳۷۴/۱
۳۳۴۔	(۷۲۱ھ)	ابن البناء المراکشی مالکی	(.....)	۳۷۴/۱
۳۳۵۔	(۷۲۳ھ)	ابن الشاط الانصاری السبتی مالکی	(۶۴۳ھ)	۳۷۴/۱
۳۳۶۔	(۷۲۳ھ)	ابوعبداللہ محمد بن علی	(.....)	۳۷۵/۱
۳۳۷۔	(۷۲۴ھ)	ابوالعباس بن البناء مالکی	(۶۵۴ھ)	۳۷۵/۱
۳۳۸۔	(۷۲۵ھ)	سراج الدین الارنقی شافعی	(.....)	۳۷۵/۱
۳۳۹۔	(۷۲۶ھ)	ابوعبداللہ التونسی مالکی	(.....)	۳۷۵/۱
۳۴۰۔	(۷۲۶ھ)	حسن (حسین) ابن المطہری الحلی الشیعی	(۶۴۸ھ)	۳۷۵/۱
۳۴۱۔	(۷۲۸ھ)	تقی الدین بن تیمیہ حنبلی	(۶۶۱ھ)	۳۷۶/۱
۳۴۲۔	(۷۲۸ھ)	احمد المقدسی ابن جبارہ الحنبلی	(۶۴۷ھ)	۳۷۸/۱
۳۴۳۔	(۷۲۹ھ)	ابن الزیات الکلاعی مالکی	(۶۴۹ھ)	۳۷۸/۱
۳۴۴۔	(۷۳۰ھ)	علامہ القونوی الشافعی	(۶۶۸ھ)	۳۷۸/۱
۳۴۵۔	(.....)	برہان الدین (ابن الفرکاح) الفزاری شافعی	(.....)	۳۷۸/۱
۳۴۶۔	(۷۳۰ھ)	عبدالعزیز بخاری حنفی	(.....)	۳۷۸/۱
۳۴۷۔	(۷۳۰ھ)	القرہ حصاری حنفی	(.....)	۳۷۹/۱
۳۴۸۔	(۷۳۲ھ)	بدرالدین العستری شافعی	(.....)	۳۷۹/۱
۳۴۹۔	(۷۳۲ھ)	ابراہیم الجعبری شافعی	(۶۴۰ھ)	۳۷۹/۱
۳۵۰۔	(۷۳۲ھ)	اسماعیل ابوالفداء	(۶۷۲ھ)	۳۷۹/۱

۳۵۰۔	(۷۳۳ھ)	ابوالبقاء محمد بن ابراہیم شافعی	(.....)	۳۸۰/۱
۳۵۱۔	(۷۳۳ھ)	شجاع الدین العزازی حنفی	(۶۷۱ھ)	۳۸۰/۱
۳۵۲۔	(۷۳۵ھ)	تاج الدین الرازی شیعی	(.....)	۳۸۰/۱
۳۵۳۔	(۷۳۶ھ)	ابوعبداللہ القفصی مالکی	(.....)	۳۸۰/۱
۳۵۴۔	(۷۳۶ھ)	مصلح الدین التبریزی حنفی	(۶۶۹ھ)	۳۸۰/۱
۳۵۵۔	(۷۳۷ھ)	احمد بن نور	(.....)	۳۸۱/۱
۳۵۶۔	(۷۳۸ھ)	زین الدین بن المرحل	(۶۹۰ھ تقریباً)	۳۸۱/۱
۳۵۷۔	(۷۳۰ھ)	صفی الدین البغدادی حنبلی	(۶۵۸ھ)	۳۸۱/۱
۳۵۸۔	(۷۳۹ھ)	اسماعیل بن خلیل حنفی	(.....)	۳۸۲/۱
۳۵۹۔	(۷۳۹ھ)	ابن خطیب جبرین	(۶۲۲ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۰۔	(۷۳۹ھ)	فخر الدین الطائی حلبی شافعی	(۶۶۳ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۱۔	(۷۳۹ھ)	جلال الدین القزوینی شافعی	(۶۶۶ھ)	۳۸۲/۱
۳۶۲۔	(۷۴۰ھ)	اسماعیل الزنکلونی شافعی	(.....)	۳۸۳/۱
۳۶۳۔	(۷۴۱ھ)	الشاذلی الفاسی مالکی	(.....)	۳۸۳/۱
۳۶۴۔	(۷۴۱ھ)	ابن جزی الغرناطی مالکی	(۶۹۳ھ)	۳۸۳/۱
۳۶۵۔	(۷۴۱ھ)	ابراہیم الحربی حنبلی	(.....)	۳۸۳/۱
۳۶۶۔	(۷۴۱ھ)	مشائخ الحسینی حنبلی	(.....)	۳۸۳/۱
۳۶۷۔	(۷۴۱ھ)	عبداللہ بن علی الکنانی الغرناطی مالکی	(۶۶۹ھ)	۳۸۳/۱
۳۶۸۔	(۷۴۲ھ)	ابراہیم القفصی مالکی	(۶۹۷ھ تقریباً)	۳۸۳/۱
۳۶۹۔	(۷۴۳ھ)	برہان الدین الجعبری شافعی	(.....)	۳۸۴/۱
۳۷۰۔	(۷۴۳ھ)	تاج الدین ابن الترکمانی	(۶۸۱ھ)	
۳۷۱۔	(۷۴۵ھ)	الخلخالی شافعی	(.....)	۳۸۵/۱
۳۷۲۔	(۷۴۶ھ)	علاؤ الدین القدسی حنفی	(.....)	۳۸۵/۱
۳۷۳۔	(۷۴۶ھ)	فخر الدین الجاربردی شافعی	(.....)	۳۸۵/۱
۳۷۴۔	(۷۴۶ھ)	تاج الدین الاردبیلی شافعی	(۶۶۷ھ)	۳۸۵/۱
۳۷۵۔	(۷۴۷ھ)	صدر الشریعۃ الاصغر حنفی	(.....)	۳۸۶/۱
۳۷۶۔	(۷۴۸ھ)	قوام الدین الکرمانی حنفی	(۶۶۲ھ)	۳۹۲/۱
۳۷۷۔	(۷۴۹ھ)	نور الدین الاردبیلی	(.....)	۳۹۲/۱

۳۷۸ـ	(۷۴۹ھ)	قوام الدین الکاکی حنفی	(...)	۳۹۲/۱
۳۷۹ـ	(۷۴۹ھ)	شمس الدین الاصفہانی شافعی	(۶۷۴ھ)	۳۹۲/۱
۳۸۰ـ	(۷۴۹ھ)	یحییٰ بن حمزہ المؤید الزیدی	(۶۶۹ھ)	۳۹۲/۱
۳۸۱ـ	(۷۵۰ھ)	محمد بن احمد الترکمانی حنفی	(...)	۳۹۳/۱
۳۸۲ـ	(۷۵۰ھ)	علی بن عثمان ابن الترکمانی حنفی	(۶۸۳ھ)	۳۹۳/۱
۳۸۳ـ	(۷۵۱ھ)	ابن قیم الجوزیہ حنبلی	(۶۹۱ھ)	۳۹۳/۱
۳۸۴ـ	(۷۵۲ھ بعدہ)	احمد بن حمید الحارثی زیدیہ	( )	۳۹۳/۱
۳۸۵ـ	(۷۵۳ھ)	زین الدین العجمی حنفی	(...)	۳۹۳/۱
۳۸۶ـ	(۷۵۵ھ)	ابن الفصیح الهمدانی حنفی	(۶۸۰ھ)	۳۹۴/۱
۳۸۷ـ	(۷۵۵ھ)	زین الدین الموصلی شافعی	(۶۸۱ھ)	۳۹۴/۱
۳۸۸ـ	(۷۵۵ھ)	ابن حمید شافعی	(...)	۳۹۴/۱
۳۸۹ـ	(۷۵۶ھ)	تقی الدین السبکی شافعی	(۶۸۳ھ)	۳۹۴/۱
۳۹۰ـ	(۷۵۶ھ)	عضد الدین الایجی شافعی	(۷۰۸ھ)	۳۹۵/۱
۳۹۱ـ	(۷۵۶ھ)	مجد الدین اسماعیل البانی شافعی	(۶۶۲ھ)	۳۹۵/۱
۳۹۲ـ	(۷۵۷ھ)	ابراہیم بن اسحاق المناوی شافعی	(...)	۳۹۵/۱
۳۹۳ـ	(۷۵۷ھ)	شرف الدین الارموی شافعی	(۶۹۱ھ)	۳۹۵/۱
۳۹۴ـ	(۷۵۸ھ)	محب الدین القونوی شافعی	(۷۱۹ھ)	۳۹۶/۱
۳۹۵ـ	(۷۵۸ھ)	امیر کاتب الاتقانی حنفی	(۶۸۵ھ)	۳۹۶/۱
۳۹۶ـ	(۷۵۸ھ)	ابراہیم الطرسوسی حنفی	(۷۲۰ھ)	۳۹۶/۱
۳۹۷ـ	(۷۶۰ھ)	ابو العباس البجائی مالکی	( )	۳۹۶/۱
۳۹۸ـ	(۷۶۱ھ)	صلاح الدین العلائی شافعی	(۶۹۴ھ)	۳۹۷/۱
۳۹۹ـ	(۷۶۳ھ)	ابن المفلح حنبلی	(۷۰۸ھ)	۳۹۷/۱
۴۰۰ـ	(۷۶۳ھ)	عماد الدین الاسنائی شافعی	(...)	۳۹۷/۱
۴۰۱ـ	(۷۶۴ھ)	عبد الوہاب المراغی الاخمیمی شافعی	(۷۰۰ھ)	۳۹۷/۱
۴۰۲ـ	(۷۶۴ھ)	ناصر الدین القونوی حنفی	(۶۷۹ھ)	۳۹۸/۱
۴۰۳ـ	(۷۶۷ھ)	شہاب الدین العینتابی حنفی	(۷۰۵ھ)	۳۹۸/۱
۴۰۴ـ	(۷۶۷ھ)	ابن عسکری البغدادی مالکی	(۷۰۱ھ)	۳۹۸/۱
۴۰۵ـ	(۷۶۷ھ)	الجندی ابو الضیاء مالکی	(...)	۳۹۸/۱

۳۰۶۔	(۷۶۷ھ)	جلال الدین الکرلانی حنفی	(.....)	۳۹۸/۱
۳۰۷۔	(۷۶۹ھ)	احمد بن الخطیب	(۷۰۲ھ)	۳۹۹/۱
۳۰۸۔	(۷۶۹ھ)	محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی	(۷۱۲ھ)	۳۹۹/۱
۳۰۹۔	(۷۷۱ھ)	محمود ابن احمد ابوالثناء القنوی	(.....)	۳۹۹/۱
۳۱۰۔	(۷۷۱ھ)	تاج الدین السبکی شافعی	(۷۲۷ھ)	۳۹۹/۱
۳۱۱۔	(۷۷۱ھ)	محمد الشریف التلمسانی مالکی	(۷۱۰ھ)	۴۰۶/۱
۳۱۲۔	(۷۷۱ھ)	محمد بن حسن المالقی مالکی	(.....)	۴۰۸/۱
۳۱۳۔	(۷۷۱ھ)	احمد بن قاضی الجبل حنبلی	(۶۹۳ھ)	۴۰۸/۱
۳۱۴۔	(۷۷۲ھ)	عبدالرحیم الاسنوی شافعی	(۷۰۴ھ)	۴۰۹/۱
۳۱۵۔	(۷۷۳ھ)	ابوحامد بہاؤالدین السبکی	(۷۱۹ھ)	۴۱۵/۱
۳۱۶۔	(۷۷۳ھ)	عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی	(۷۰۴ھ)	۴۱۵/۱
۳۱۷۔	(۷۷۴ھ)	یحییٰ الرھونی مالکی	(.....)	۴۱۶/۱
۳۱۸۔	(۷۷۵ھ)	منصور الخوارزی حنفی	(.....)	۴۱۶/۱
۳۱۹۔	(۷۷۶ھ)	شمس الدین التماری مالکی	(.....)	۴۱۶/۱
۳۲۰۔	(۷۷۶ھ)	عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی	(.....)	۴۱۶/۱
۳۲۱۔	(۷۷۶ھ)	لسان الدین التلمسانی مالکی	(.....)	۴۱۶/۱
۳۲۲۔	(۷۷۶ھ)	الحسینی الواسطی شافعی	(۷۱۳ھ)	۴۱۷/۱
۳۲۳۔	(۷۷۶ھ)	عبداللہ بن محمد نقرہ کار	(۷۱۷ھ)	۴۱۷/۱
۳۲۴۔	(۷۷۶ھ)	لسان الدین ابن الخطیب	(.....)	۴۱۷/۱
۳۲۵۔	(۷۷۶ھ)	احمد الاربدی شافعی	(۷۱۳ھ)	۴۱۷/۱
۳۲۶۔	(۷۷۷ھ)	جمال الدین القونوی حنفی	(.....)	۴۱۷/۱
۳۲۷۔	(۷۷۷ھ)	بہاؤالدین السبکی شافعی	(.....)	۴۱۷/۱
۳۲۸۔	(۷۷۷ھ)	علی بن ابراہیم ابن الشاطر	(.....)	۴۱۸/۱
۳۲۹۔	(۷۷۷ھ)	احمد الشارمساحی شافعی	(۷۰۲ھ)	۴۱۸/۱
۳۳۰۔	(۷۷۹ھ)	محمد بن عثمان الزرعی	(.....)	۴۱۸/۱
۳۳۱۔	(۷۷۹ھ)	احمد بن علی البلبیسی حنفی	(.....)	۴۱۸
۳۳۲۔	(۷۸۰ھ)	ضیاء القزوینی شافعی	(.....)	۴۱۸/۱
۳۳۳۔	(۷۸۰ھ)	ابن الخرانیہ الماردینی حنفی	(۷۰۲ھ)	۴۱۹/۱

نمبر	وفات	نام	ولادت	حوالہ
۳۳۴۔	(۷۸۰ھ)	ابو جعفر الثقفی مالکی	(۷۲۷ھ)	۳۱۹/۱
۳۳۵۔	(۷۸۲ھ)	ابن منصور الدمشقی حنفی	(۷۱۷ھ)	۳۱۹/۱
۳۳۶۔	(۷۸۶ھ)	اکمل الدین البابرتی حنفی	(۷۱۴ھ)	۳۱۹/۱
۳۳۷۔	(۷۸۶ھ)	شمس الدین الکرمانی شافعی	(۷۱۷ھ)	۳۲۰/۱
۳۳۸۔	(۷۸۷ھ)	فضل اللہ الشاماکانی شافعی	(.....)	۳۲۰/۱
۳۳۹۔	(۷۸۸ھ)	سریجا الملطی شافعی	(۷۹۲ھ)	۳۲۰/۱
۳۴۰۔	(۷۹۰ھ)	ابو اسحاق الشاطبی مالکی	(.....)	۳۲۱/۱
۳۴۱۔	(۷۹۱ھ)	سعد الدین التفتازانی	(۷۱۲ھ)	۳۲۶/۱
۳۴۲۔	(۷۹۱ھ)	عمر بن ارسلان البلقینی شافعی	(۷۵۷ھ)	۳۲۷/۱
۳۴۳۔	(۷۹۲ھ)	محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی	(۷۳۰ھ)	۳۲۷/۱
۳۴۴۔	(۷۹۴ھ بعدہ)	ابو عبداللہ الیوری شیعی	(.....)	۳۲۷/۱
۳۴۵۔	(۷۹۳ھ)	خواجہ زادہ حنفی	(.....)	۳۲۷/۱
۳۴۶۔	(۷۹۳ھ)	جلال الدین التبانی	(.....)	۳۲۷/۱
۳۴۷۔	(۷۹۴ھ)	بدر الدین الزرکشی شافعی	(۷۴۵ھ)	۳۲۸/۱
۳۴۸۔	(۷۹۵ھ)	ابو العباس الربعی مالکی	(.....)	۳۳۳/۱
۳۴۹۔	(۷۹۵ھ)	احمد البقاعی	(۷۲۲ھ)	۳۳۴/۱
۳۵۰۔	(۷۹۵ھ)	احمد السیرامی	(.....)	۳۳۴/۱
۳۵۱۔	(۷۹۵ھ)	حافظ ابن رجب حنبلی	(۷۳۶ھ)	۳۳۵/۱
۳۵۲۔	(۷۹۷ھ)	احمد بن الجابی شافعی	(.....)	۳۳۶/۱
۳۵۳۔	(۷۹۷ھ)	ابن العاقولی شافعی	(.....)	۳۳۶/۱
۳۵۴۔	(۷۹۹ھ)	ابن فرحون مالکی	(۷۱۹ھ)	۳۳۶/۱
۳۵۵۔	(۸۰۰ھ)	احمد الارزنجانی	(.....)	۳۳۷/۱
۳۵۶۔	(۸۰۰ھ)	احمد السیواسی حنفی	(.....)	۳۳۷/۱
۳۵۷۔	(۸۰۱ھ)	ابو العباس ابن التنسی الزبیر مالکی	(۷۳۰)	۳۶۴/۱
۳۵۸۔	(۸۰۱ھ)	عبداللطیف بن ملک حنفی	(.....)	۳۶۴/۱
۳۵۹۔	(۸۰۱ھ)	علاء الاسود رومی حنفی	(.....)	۳۶۵/۱
۳۶۰۔	(۸۰۲ھ)	سعد الدین خیرآبادی	(.....)	۳۶۵/۱
۳۶۱۔	(۸۰۲ھ)	ابراہیم الابناسی شافعی	(۷۲۵ھ)	۳۶۵/۱

نمبر شمار	سن وفات	نام			
۴۶۲۔	(۸۰۳ھ)	یوسف بن محمود التبریزی شافعی	....	(.....)	۳۶۵/۱
۴۶۳۔	(۸۰۴ھ)	عمر بن علی ابن الملقن شافعی	....	(۷۲۳ھ)	۳۶۵/۱
۴۶۴۔	(۸۰۵ھ)	بہرام الدمیری مالکی	....	(۷۲۴ھ)	۳۶۵/۱
۴۶۵۔	(۸۰۶ھ)	عبدالرحیم العراقی شافعی	....	(۷۲۵ھ)	۳۶۵/۱
۴۶۶۔	(۸۰۸ھ)	عبدالرحمن ابن خلدون الحضرمی مالکی	....	(۷۳۲ھ)	۳۶۶/۱
۴۶۷۔	(۸۰۸ھ)	محمد بن الاسدی شافعی	....	(۷۳۴ھ)	۳۶۶/۱
۴۶۸۔	(۸۰۸ھ)	ابن العماد الاقفہسی	....	(۷۵۰ھ)	۳۶۷/۱
۴۶۹۔	(۸۰۸ھ)	جابر بن حبیب الحلبی حنفی	....	(۷۴۰ھ)	۳۶۷/۱
۴۷۰۔	(۸۰۸ھ)	اشرف السمنانی	....	(.....)	۳۶۸/۱
۴۷۱۔	(۸۰۹ھ)	بدرالدین الطنبذی شافعی	....	(....)	۳۶۸/۱
۴۷۲۔	(۸۱۰ھ)	احمد الکورانی شافعی	....	(.....)	۳۶۸/۱
۴۷۳۔	(۸۱۰ھ)	ابوالعباس ابن خطیب القسنطینی	....	(۷۴۰ھ)	۳۶۸/۱
۴۷۴۔	(۸۱۰ھ)	محمد بن عبدالرحمن الحضری شافعی	....	(....)	۳۶۸/۱
۴۷۵۔	(۸۱۰ھ)	محمد بن عثمان السماتی مالکی	....	(....)	۳۶۸/۱
۴۷۶۔	(۸۱۰ھ)	شرف الدین القریمی	....	(....)	۳۶۹/۱
۴۷۷۔	(۸۱۱ھ)	سعید بن محمد العقبانی مالکی	....	(۷۲۰ھ)	۳۶۹/۱
۴۷۸۔	(۸۱۱ھ)	سلمان بن عبدالناصر الشیطی شافعی	....	(.....)	۳۶۹/۱
۴۷۹۔	(۸۱۲ھ)	جلال الدین البغدادی حنفی	....	(۷۴۳ھ)	۳۶۹/۱
۴۸۰۔	(۸۱۳ھ)	ابن القطان شافعی	....	(۷۳۷ھ)	۳۷۰/۱
۴۸۱۔	(۸۱۶ھ)	سید شریف جرجانی حنفی	....	(۷۴۰ھ)	۳۷۰/۱
۴۸۲۔	(۸۱۹ھ)	ابن جماعہ شافعی	....	(۷۵۹ھ)	۳۷۰/۱
۴۸۳۔	(۸۲۰ھ)	عبدالقادر العبادی مالکی	....	(....)	۳۷۰/۱
۴۸۴۔	(۸۲۲ھ)	احمد الغزی شافعی	....	(۷۷۰ھ)	۳۷۰/۱
۴۸۵۔	(۸۲۲ھ)	خواجہ یار حنفی	....	(۷۵۶ھ)	۳۷۱/۱
۴۸۶۔	(۸۲۳ھ)	عبدالرحمن البلقینی شافعی	....	(۷۶۳ھ)	۳۷۱/۱
۴۸۷۔	(۸۲۴ھ)	محمد رضی الفاسی مالکی	....	(.....)	۳۷۱/۱
۴۸۸۔	(۸۲۵ھ)	ابراہیم البیجوری شافعی	....	(۷۵۰ھ تقریبا)	۳۷۱/۱
۴۸۹۔	(۸۲۶ھ)	ابن العراقی شافعی	....	(۷۶۲ھ)	۳۷۱/۱

۴۹۰۔	(۸۲۹ھ)	ابوبکر غرناطی مالکی	(۷٦۰ھ)	۴۷۲/۱
۴۹۱۔	(۸۳۱ھ)	محمد بن عبدالدائم البرماوی شافعی	(۷٦۳ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۲۔	(۸۳۳ھ)	محمد بن محمد الجزری شافعی	(۷۵۱ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۳۔	(۸۳۳ھ)	احمد القسیرنی ابن العجمی حنفی	(۷۷۷ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۴۔	(۸۳۴ھ)	شمس الدین القاری حنفی	(۷۵۱ھ)	۴۷۳/۱
۴۹۵۔	(۸۳۸ھ)	محمد بن عبدالحق درانواسطی شافعی	(.)	۴۷۴/۱
۴۹٦۔	(۸۴۰ھ)	احمد المہدی التریدی	(۷۷۵ھ)	۴۷۴/۱
۴۹۷۔	(۸۴۰ھ)	محمد شاہ الفناری حنفی	(.. .)	۴۷۵/۱
۴۹۸۔	(۸۴۱ھ)	علاؤالدین رومی حنفی	(۷۵٦ھ)	۴۷۵/۱
۴۹۹۔	(۸۴۲ھ)	محمد بن احمد البساطی مالکی	(۷۵٦ھ)	۴۷۵/۱
۵۰۰۔	(۸۴۳ھ)	محمد بن عمر الخسوجی شافعی	(....)	۴۷۵/۱
۵۰۱۔	(۸۴۴ھ)	احمد بن حسین الرملی شافعی	(۷۷۳ھ)	۴۷۵/۱
۵۰۲۔	(۸۴۴ھ)	احمد المحلی شافعی	(.....)	۴۷٦/۱
۵۰۳۔	(۸۴۴ھ)	ابن عمار مالکی	(۷٦۷ھ)	۴۷٦/۱
۵۰۴۔	(۸۴۴ھ)	ابن السیرفی شافعی	(....)	۴۷٦/۱
۵۰۵۔	(۸۴۵ھ)	ابن زاغوالتلمسانی مالکی	(۷۸۲ھ)	۴۷٦/۱
۵۰٦۔	(۸۴۹ھ)	شہاب الدین دولت آبادی حنفی	(.....)	۴۷۷/۱
۵۰۷۔	(۸۴۹ھ)	صلاح بن علی المہدی زیدی	(....)	۴۷۷/۱
۵۰۸۔	(۸۵۰ھ تقریباً)	ابراہیم القباقبی شافعی	(.....)	۴۷۷/۱
۵۰۹۔	(۸۵۲ھ)	یوسف بن عبدالملک قرشان حنفی	(..)	۴۷۷/۱
۵۱۰۔	(۸۵۲ھ)	احمد بن حجر العسقلانی	(۷۷۳ھ)	۴۷۷/۱
۵۱۱۔	(۸۵۲ھ)	اسماعیل المقدی شافعی	(۷۸۲ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۲۔	(۸۵۳ھ)	خضر شاہ المنتشوی	(....)	۴۷۸/۱
۵۱۳۔	(۸۵۴ھ)	محمد بن الضیاء حنفی	(۷۸۹ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۴۔	(۸۵۵ھ)	حسین الاہدل شافعی	(۷۷۹ھ)	۴۷۸/۱
۵۱۵۔	(۸۵۵ھ)	ابوبکر اسیوطی شافعی	(۸۰۴ھ)	۴۷۸/۱
۵۱٦۔	(۸۵۷ھ)	محب الدین النویری	(...)	۴۷۹/۱
۵۱۷۔	(۸۵۷ھ یا بعدہ)	محمد بن محمود الحسینی حنفی	(....)	۴۷۹/۱

۵۱۸۔	(۸۵۹ھ)	مولانا زادہ حنفی ـــــــــــ	(......)	۴۷۹/۱
۵۱۹۔	(۸۶۰ھ)	علی بن یوسف الغرولی شافعی ـــــــــــ	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۰۔	(۸۶۱ھ)	زین الدین ابن نجیم ـــــــــــ	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۱۔	(۸۶۱ھ)	ابن الہمام حنفی ـــــــــــ	(۷۹۰ھ)	۴۷۹/۱
۵۲۲۔	(۸۶۳ھ)	احمد بن اسحاق الشیرازی ـــــــــــ	(......)	۴۷۹/۱
۵۲۳۔	(۸۶۴ھ)	جلال الدین المحلی شافعی ـــــــــــ	(۷۹۱ھ)	۴۸۲/۱
۵۲۴۔	(۸۶۶ھ)	ابراہیم القازی ـــــــــــ	(......)	۴۸۲/۱
۵۲۵۔	(۸۷۰ھ)	بدر الدین مالکی ـــــــــــ	(......)	۴۸۲/۱
۵۲۶۔	(۸۷۱ھ بعدہ)	اسماعیل ابن معلی شافعی ـــــــــــ	(۸۲۸ھ)	۴۸۲/۱
۵۲۷۔	(۸۷۱ھ بعدہ)	وجیہ الدین الازنجانی حنفی ـــــــــــ	(۸۷۱ھ)	۴۸۳/۱
۵۲۸۔	(۸۷۲ھ)	احمد الشمنی حنفی ـــــــــــ	(۸۰۱ھ)	۴۸۳/۱
۵۲۹۔	(۸۷۳ھ)	محمد بن عبد الوہاب المقدسی شافعی ـــــــــــ	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۰۔	(۸۷۴ھ)	کمال الدین امام الکاملیہ شافعی ـــــــــــ	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۱۔	(۸۷۴ھ)	عبد الکریم رومی حنفی ـــــــــــ	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۲۔	(۸۷۵ھ)	ابو العباس الیزلیطنی مالکی ـــــــــــ	(......)	۴۸۳/۱
۵۳۳۔	(۸۷۵ھ)	الشاہرودی مصنفک حنفی ـــــــــــ	(۸۰۳ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۴۔	(۸۷۵ھ)	عبد الرحمن ابن مخلوف الثعالبی ـــــــــــ	(۷۸۶ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۵۔	(۸۷۶ھ)	احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی ـــــــــــ	(۸۰۰ھ)	۴۹۰/۱
۵۳۶۔	(۸۷۸ھ)	عمر بن احمد البلبیسی شافعی ـــــــــــ	(......)	۴۹۱/۱
۵۳۷۔	(۸۷۹ھ)	ابن قطلوبغا حنفی ـــــــــــ	(۸۰۲ھ)	۴۹۱/۱
۵۳۸۔	(۸۸۰ھ)	ابن عبد الہادی حنبلی ـــــــــــ	(......)	۴۹۱/۱
۵۳۹۔	(۸۸۰ھ)	عبد القادر الانصاری مالکی ـــــــــــ	(۸۱۴ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۰۔	(۸۸۱ھ	سیف الدین الکتری حنفی ـــــــــــ	(۸۹۷ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۱۔	(۸۸۲ھ)	سعد الدین خیر آبادی حنفی ـــــــــــ	(......)	۴۹۲/۱
۵۴۲۔	(۸۸۳ھ)	احمد الابشیطی حنبلی ـــــــــــ	(۸۰۲ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۳۔	(۸۸۳ھ)	ابو بکر الجراعی حنبلی ـــــــــــ	(۸۲۵ھ)	۴۹۲/۱
۵۴۴۔	(۸۸۴ھ)	برہان الدین بن مفلح حنبلی ـــــــــــ	(۸۱۵ھ)	۴۹۳/۱
۵۴۵۔	(۸۸۵ھ)	علاء الدین المرداوی حنبلی ـــــــــــ	(۸۱۷ھ)	۴۹۳/۱

نمبر	سن	نام	سن	حوالہ
۵۴۶ـ	(۸۸۵ھ)	ملا خسرو محمد بن قراموز حنفی	(.....)	۳۹۳/۱
۵۴۷ـ	(۸۸۵ھ)	عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ	(۸۰۱ھ)	۳۹۳/۱
۵۴۸ـ	(۸۸۵ھ)	ابراہیم القبائی شافعی	(۸۰۹ھ)	۳۹۳/۱
۵۴۹ـ	(۸۸۶ھ)	حسن چلپی بن محمد الفناری حنفی	(۸۴۰ھ)	۳۹۳/۱
۵۵۰ـ	(۸۸۶ھ تقریباً)	احمد بن موسیٰ الخیالی حنفی	(.....)	۳۹۵/۱
۵۵۱ـ	(۸۸۶ھ)	سلیمان الابشیطی شافعی	(.....)	۳۹۵/۱
۵۵۲ـ	(۸۸۹ھ)	محمد بن ابوبکر المشہدی شافعی	(...)	۳۹۵/۱
۵۵۳ـ	(۸۸۹ھ)	محمد بن خلیل المصروی شافعی	(...)	۳۹۵/۱
۵۵۴ـ	(۸۸۹ھ)	ابن قاوان شافعی	(۸۲۳ھ)	۳۹۶/۱
۵۵۵ـ	(۸۹۰ھ تقریباً)	شرف الدین العریطی شافعی	(....)	۳۹۶/۱
۵۵۶ـ	(۸۹۱ھ)	حسن السامسوی حنفی	(......)	۳۹۶/۱
۵۵۷ـ	(۸۹۱ھ)	عبداللہ الدہلوی	(......)	۳۹۶/۱
۵۵۸ـ	(۸۹۲ھ)	محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی	(.....)	۳۹۷/۱
۵۵۹ـ	(۸۹۳ھ)	احمد بن اسماعیل الکورانی حنفی	(۸۱۳ھ)	۳۹۷/۱
۵۶۰ـ	(۸۹۳ھ)	احمد الطوخی شافعی	(۸۲۷ھ)	۳۹۷/۱
۵۶۱ـ	(۸۹۳ھ)	عبدالرحمن ابن العینی حنفی	(۸۲۷ھ)	۳۹۷/۱
۵۶۲ـ	(۸۹۳ھ)	ابن خطیب الفخریہ شافعی	(.....)	۳۹۸/۱
۵۶۳ـ	(۸۹۴ھ)	الترکی التونسی مالکی	(......)	۳۹۸/۱
۵۶۴ـ	(۸۹۵ھ)	ابوزید الاوبیلی	(......)	۳۹۸/۱
۵۶۵ـ	(۸۹۵ھ)	تاج الدین ابن زہرہ	(.....)	۳۹۸/۱
۵۶۶ـ	(۸۹۵ھ)	سنان الدین ابن یکان حنفی	(.....)	۳۹۸/۱
۵۶۷ـ	(۸۹۸ھ)	احمد بن عبدالرحمن حلولو المغربی مالکی	(......)	۳۹۸/۱
۵۶۸ـ	(۸۹۹ھ)	ابوالعباس احمد بن زکریا	(.....)	۳۹۸/۱
۵۶۹ـ	(۸۹۹ھ)	یوسف بن حسین الکرماستی حنفی	(...)	۳۹۹/۱
۵۷۰ـ	(۹۰۰ھ)	عز الدین الہادوی الیمنی شیعی زیدی	(۸۴۵ھ)	۳۹۹/۱
۵۷۱ـ	(نویں صدی ہجری)	حسن بن علی الرجراجی	(......)	۳۹۹/۱
۵۷۲ـ	(۹۰۱ھ)	خطیب زادہ حنفی	(......)	۵۱۳/۱
۵۷۳ـ	(۹۰۱ھ)	مولانا زادہ الخطائی حنفی	(......)	۵۱۳/۱

۵۷۴ـ	(۹۰۱ھ)	ابن جماعہ شافعی ----------	(۸۳۳ھ)
۵۷۵ـ	(۹۰۱ھ بعدہ)	ابراہیم بن محمد القباقی شافعی ----------	(...)
۵۷۶ـ	(۹۰۱ھ)	مصلح الدین کستلی حنفی ----------	(....)
۵۷۷ـ	(۹۰۲ھ)	داؤد القلقاوی مالکی ----------	(.....)
۵۷۸ـ	(۹۰۳ھ)	صدر الدین الشیرازی حنفی ----------	(۸۲۸ھ)
۵۷۹ـ	(۹۰۵ھ)	ابو المعالی المقدسی شافعی ----------	(۸۲۲ھ)
۵۸۰ـ	(۹۰۵ھ)	احمد بن الصیرفی شافعی ----------	(۸۲۹ھ)
۵۸۱ـ	(۹۰۵ھ)	خالد الازہری شافعی ----------	(۸۳۸ھ)
۵۸۲ـ	(۹۰۶ھ)	محمد بن صفی الدین الایجی شافعی ----------	(۸۳۲ھ)
۵۸۳ـ	(۹۰۶ھ)	یوسف بن حسین الکرماستی رومی حنفی ----------	(...)
۵۸۴ـ	(۹۰۷ھ)	احمد شعراوی ----------	(..)
۵۸۵ـ	(۹۰۷ھ)	الدوانی شافعی ----------	(۸۳۰ھ)
۵۸۶ـ	(۹۰۸ھ)	محمد (حمید) اللہ بن افضل حنفی ----------	(....)
۵۸۷ـ	(۹۱۱ھ)	جلال الدین السیوطی شافعی ----------	(۸۳۹ھ)
۵۸۸ـ	(۹۱۱ھ)	الیاز حصار حنفی ----------	(....)
۵۸۹ـ	(۹۱۱ھ)	محمد بن مصلح الدین البالیکسری ----------	(....)
۵۹۰ـ	(۹۱۳ھ)	سلیمان البحیری مالکی ----------	(۸۳۶ھ)
۵۹۱ـ	(۹۱۴ھ)	ابراہیم الوزیری زیدی ----------	(۸۳۴ھ)
۵۹۲ـ	(۹۱۶ھ بعدہ)	علاء الدین الحجازی شافعی ----------	(.....)
۵۹۳ـ	(۹۱۶ھ)	احمد الہروی حفید السعد ----------	(.....)
۵۹۴ـ	(۹۲۱ھ)	عبد البر ابن الشحنہ حنفی ----------	(۸۵۱ھ)
۵۹۵ـ	(۹۲۲ھ)	قوام الدین شیرازی حنفی ----------	(...)
۵۹۶ـ	(۹۲۳ھ)	ابن ابی شریف المقدسی شافعی ----------	(۶۳۸ھ)
۵۹۷ـ	(۹۲۳ھ)	الداود الجونپوری حنفی ----------	(....)
۵۹۸ـ	(۹۲۵ھ)	عبد اللہ باکثیر الحضرمی شافعی ----------	(....)
۵۹۹ـ	(۹۲۶ھ)	شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی ----------	(۸۲۶ھ)
۶۰۰ـ	(۹۲۶ھ)	جلال الدین مصری مالکی ----------	(.....)
۶۰۱ـ	(۹۲۶ھ)	محمد بن محمد البردعی حنفی ----------	(.....)

۶۰۲ـ	(۹۲۷ھ)	حکیم شاہ القزوینی حنفی ————	(.....)	۵۲۱/۱
۶۰۳ـ	(۹۲۸ھ)	احمد الشماخی اباضی ————	(.....)	۵۲۱/۱
۶۰۴ـ	(۹۲۹ھ)	الیاس الرونی ————	(۸۳۹ھ)	۵۲۱/۱
۶۰۵ـ	(۹۲۹ھ)	حسن الناصر المؤید الحسنی الیمنی ————	(۸۶۲ھ)	۵۲۱/۱
۶۰۶ـ	(۹۳۲ھ)	عبد العلی البرجندی حنفی ————	(.....)	۵۲۱/۱
۶۰۷ـ	(۹۳۳ھ)	بدر الدین حسن العاملی امامی ————	(.....)	۵۲۱/۱
۶۰۸ـ	(۹۴۰ھ)	ابن کمال پاشا ————	(.....)	۵۲۲/۱
۶۰۹ـ	(۹۴۲ھ)	محمد بن ابراہیم التتائی مالکی ————	(.....)	۵۲۲/۱
۶۱۰ـ	(۹۴۳ھ)	احمد القریمی ————	(.....)	۵۲۳/۱
۶۱۱ـ	(۹۴۴ھ)	عبد الرحیم شیخ زادہ امامی ————	(.....)	۵۲۳/۱
۶۱۲ـ	(۹۴۴ھ)	عبد الرحمن بن علی شافعی ————	(۸۶۴ھ)	۵۲۳/۱
۶۱۳ـ	(۹۴۴ھ)	حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی ————	(.....)	۵۲۳/۱
۶۱۴ـ	(۹۴۵ھ)	ابراہیم الاسفرائینی ————	(۸۷۳ھ)	۵۲۴/۱
۶۱۵ـ	(۹۵۰ھ)	حسین الاردبیلی ————	(.....)	۵۲۴/۱
۶۱۶ـ	(۹۵۲ھ)	علی بن محمد البکری شافعی ————	(.....)	۵۲۵/۱
۶۱۷ـ	(۹۵۴ھ)	محمد بن محمد الحطاب مالکی ————	(۹۰۲ھ)	۵۲۵/۱
۶۱۸ـ	(۹۵۵ھ)	عیسی بن محمد الایجی شافعی ————	(۹۰۰ھ)	۵۲۵/۱
۶۱۹ـ	(۹۵۶ھ)	شہاب الدین عمیرہ شافعی ————	(.....)	۵۲۵/۱
۶۲۰ـ	(۹۵۶ھ)	ابراہیم محمد بن الحلبی حنفی ————	(.....)	۵۲۵/۱
۶۲۱ـ	(۹۵۷ھ)	بہران الیمنی زیدی ————	(.....)	۵۲۵/۱
۶۲۲ـ	(۹۵۷ھ)	احمد الرملی شافعی ————	(.....)	۵۲۵/۱
۶۲۳ـ	(۹۵۸ھ)	ابو عبد اللہ اللقانی مالکی ————	(۸۷۳ھ)	۵۲۶/۱
۶۲۴ـ	(۹۶۰ھ)	ابو بکر تقی الدین المقدسی شافعی ————	(.....)	۵۲۶/۱
۶۲۵ـ	(۹۶۱ھ)	قوجہ حسام حنفی ————	(.....)	۵۲۶/۱
۶۲۶ـ	(۹۶۱ھ)	حسین الاسترابادی حنفی ————	(.....)	۵۲۶/۱
۶۲۷ـ	(۹۶۲ھ)	مصطفی بن شعبان سروری حنفی ————	(.....)	۵۲۶/۱
۶۲۸ـ	(۹۶۳ھ)	عبد العزیز المکناسی مالکی ————	(.....)	۵۲۶/۱
۶۲۹ـ	(۹۶۶ھ)	زین الدین العاملی الشہید امامی ————	(۹۱۱ھ)	۵۲۷/۱

نمبر	وفات	نام	ولادت	جلد/صفحہ
۶۸۶ـ	(۱۰۴۰ھ)	عزمی زادہ حنفی	(۹۷۷ھ)	۵۴۸/۱
۶۸۷ـ	(۱۰۴۱ھ)	ابراہیم بن ابراہیم اللقانی مالکی	(.....)	۵۴۸/۱
۶۸۸ـ	(۱۰۴۴ھ)	احمد الغنیمی الانصاری حنفی	(۹۶۳ھ)	۵۴۸/۱
۶۸۹ـ	(۱۰۴۸ھ)	صلاح بن احمد المؤید الزیدی	(.....)	۵۴۹/۱
۶۹۰ـ	(۱۰۵۰ھ)	الحسین الیمنی الزیدی	(۹۹۹ھ)	۵۴۹/۱
۶۹۱ـ	(۱۰۵۱ھ)	ابوالعباس الدلائی	(.....)	۵۵۰/۱
۶۹۲ـ	(۱۰۵۱ھ)	عبدالحلیم الرومی	(.....)	۵۵۰/۱
۶۹۳ـ	(۱۰۵۲ھ)	محمد بن عبدالعظیم الموروی حنفی	(.....)	۵۵۰/۱
۶۹۴ـ	(۱۰۵۳ھ)	سید عبدالرحمن الحجانی	(.....)	۵۵۱/۱
۶۹۵ـ	(۱۰۵۵ھ)	محمد بن علی الواردواری حنفی	(.....)	۵۵۱/۱
۶۹۶ـ	(۱۰۵۶ھ)	ابن النقیب الحلبی حنفی	(.....)	۵۵۱/۱
۶۹۷ـ	(۱۰۵۷ھ)	ابوالحسن السجلماسی	(.....)	۵۵۱/۱
۶۹۸ـ	(۱۰۵۷ھ)	ابن علان الصدیقی شافعی	(۹۹۶ھ)	۵۵۱/۱
۶۹۹ـ	(۱۰۵۹ھ)	محمد بن علی الحرفوشی الشیعی	(.....)	۵۵۱/۱
۷۰۰ـ	(۱۰۶۱ھ)	یاسین بن زین الدین العلیمی شافعی	(.....)	۵۵۲/۱
۷۰۱ـ	(۱۰۶۱ھ)	احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی	(.....)	۵۵۲/۱
۷۰۲ـ	(۱۰۶۴ھ)	محمد بن النقیب البیرونی شافعی	(.....)	۵۵۲/۱
۷۰۳ـ	(۱۰۶۴ھ)	حسین خلیفہ امامی	(۱۰۰۱ھ)	۵۵۲/۱
۷۰۴ـ	(۱۰۶۵ھ)	جواد الکاظمی	(.....)	۵۵۲/۱
۷۰۵ـ	(۱۰۶۷ھ)	عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی	(۹۸۸ھ)	۵۵۳/۱
۷۰۶ـ	(۱۰۶۹ھ)	احمد القلیوبی شافعی	(.....)	۵۵۳/۱
۷۰۷ـ	(۱۰۶۹ھ)	الشرنبلالی حنفی	(۹۹۴ھ)	۵۵۳/۱
۷۰۸ـ	(۱۰۶۹ھ)	عبدالسلام الدیوی	(.....)	۵۵۳/۱
۷۰۹ـ	(۱۰۷۰ھ)	سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمنی	(۱۰۱۵ھ)	۵۵۳/۱
۷۱۰ـ	(۱۰۷۰ھ تقریباً)	نوح بن مصطفیٰ القونوی حنفی	(.....)	۵۵۴/۱
۷۱۱ـ	(۱۰۷۰ھ)	عبدالبر الاجہوری شافعی	(.....)	۵۵۴/۱
۷۱۲ـ	(۱۰۷۳ھ)	عبدالجواد بن شعیب القنائی شافعی	(.....)	۵۵۴/۱
۷۱۳ـ	(۱۰۷۷ھ)	بادشاہ بن احمد حنفی	(۹۹۷ھ)	۵۵۴/۱

۷۱۴ـ	(۱۰۷۹ھ)	ابن جلال الیمنی زیدی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۴/۱
۷۱۵ـ	(۱۰۷۹ھ)	محمد بن الحسین الحر العاملی امامی ــــــــــــ	(۱۰۳۳ھ)	۵۵۵/۱
۷۱۶ـ	(۱۰۷۹ھ)	محمد بن حسین بن القاسم ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۵/۱
۷۱۷ـ	(۱۰۸۰ھ)	عبداللہ سیالکوٹی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۵/۱
۷۱۸ـ	(۱۰۸۱ھ)	جمال الدین المرعشی ــــــــــــــ	(۱۰۲۹ھ)	۵۵۵/۱
۷۱۹ـ	(۱۰۸۲ھ)	عبداللطیف اصبہانی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۵/۱
۷۲۰ـ	(۱۰۸۲ھ)	محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۶/۱
۷۲۱ـ	(۱۰۸۳ھ)	ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی ــــــــــــــ	(...)	۵۵۶/۱
۷۲۲ـ	(۱۰۸۳ھ)	عبدالرشید جونپوری حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۶/۱
۷۲۳ـ	(۱۰۸۴ھ)	حسن جلال الیمنی ــــــــــــــ	(....)	۵۵۶/۱
۷۲۴ـ	(۱۰۸۵ھ)	عبدالقادر البصری حنفی ــــــــــــــ	(....)	۵۵۶/۱
۷۲۵ـ	(۱۰۸۵ھ)	طریح الطریحی شیعی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۶/۱
۷۲۶ـ	(۱۰۸۷ھ)	علی بن علی الشبراملسی شافعی ــــــــــــــ	(۹۹۸ھ)	۵۵۶/۱
۷۲۷ـ	(۱۰۸۸ھ)	علاؤ الدین الحصکفی حنفی ــــــــــــــ	(۱۰۲۵ھ)	۵۵۷/۱
۷۲۸ـ	(۱۰۸۸ھ)	عبدالحلیم رومی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۸/۱
۷۲۹ـ	(۱۰۸۹ھ)	خلیل القزوینی امامی ــــــــــــــ	(۱۰۰۱ھ)	۵۵۸/۱
۷۳۰ـ	(۱۰۸۹ھ)	المرابط الدلائی مالکی ــــــــــــــ	(۱۰۲۱ھ)	۵۵۸/۱
۷۳۱ـ	(۱۰۹۰ھ)	محمد باقر بن محمد السبزواری شیعی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۸/۱
۷۳۲ـ	(۱۰۹۱ھ)	فیضی الکاشی شیعی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۸/۱
۷۳۳ـ	(۱۰۹۲ھ)	احمد بن سلیمان گجراتی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۸/۱
۷۳۴ـ	(۱۰۹۳ھ)	محمد بن محمد الفاسی السوسی ــــــــــــــ	(۱۰۳۷ھ)	۵۵۹/۱
۷۳۵ـ	(۱۰۹۶ھ)	ابوزید الفاسی ــــــــــــــ	(۱۰۳۰ھ)	۵۵۹/۱
۷۳۶ـ	(۱۰۹۸ھ)	محمد بن حسن الکواکبی حنفی ــــــــــــــ	(۱۰۱۸ھ)	۵۵۹/۱
۷۳۷ـ	(۱۰۹۸ھ)	حامد آفندی ــــــــــــــ	(.....)	۵۵۹/۱
۷۳۸ـ	(۱۰۹۸ھ)	حامد بن مصطفیٰ القونوی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۶۰/۱
۷۳۹ـ	(۱۰۹۸ھ)	احمد بن محمود الحموی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۶۰/۱
۷۴۰ـ	(۱۰۹۹ھ)	ابراہیم بن بیری حنفی ــــــــــــــ	(۱۰۲۳ھ)	۵۶۰/۱
۷۴۱ـ	(۱۱۰۰ھ)	خضر بن محمد الاماسی حنفی ــــــــــــــ	(.....)	۵۶۰/۱

۷۴۲۔	(۱۱۰۰ھ)	ابن عبدالہادی شافعی	(.....)	۵۶۹/۱
۷۴۳۔	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	محمد طاہر الشیرازی شیعی	(.....)	۵۶۹/۱
۷۴۴۔	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	فرج اللہ الحویزی شیعی	(.....)	۵۶۹/۱
۷۴۵۔	(۱۱۰۱ھ)	سید حسن بن المطہر الجرموزی زیدی	(.....)	۵۷۰/۱
۷۴۶۔	(۱۱۰۲ھ)	عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی	(.....)	۵۷۰/۱
۷۴۷۔	(۱۱۰۳ھ)	حسن الیوسی مالکی	(۱۰۴۰ھ)	۵۷۰/۱
۷۴۸۔	(۱۱۰۴ھ)	سلیمان بن عبداللہ الازمیری حنفی	(.....)	۵۷۰/۱
۷۴۹۔	(۱۱۰۸ھ ولادت بعدہ)	احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی	(.....)	۵۷۱/۱
۷۵۰۔	(۱۱۰۸ھ)	صالح المقبلی الزیدی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۱/۱
۷۵۱۔	(۱۱۱۰ھ)	مصطفی ابن یوسف الموستاری حنفی	(.....)	۵۷۱/۱
۷۵۲۔	(۱۱۱۰ھ)	حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی	(.....)	۵۷۱/۱
۷۵۳۔	(۱۱۱۳ھ)	محمد الطیب بن محمد مالکی	(۱۰۶۴ھ)	۵۷۲/۱
۷۵۴۔	(۱۱۱۳ھ)	حسن بن حسین الصعاتی	(۱۰۴۴ھ)	۵۷۲/۱
۷۵۵۔	(۱۱۱۷ھ)	احمد بن محمد الدمیاطی البنا شافعی	(.....)	۵۷۲/۱
۷۵۶۔	(۱۱۱۷ھ)	محمد بن احمد الطرسوسی حنفی	(.....)	۵۷۲/۱
۷۵۷۔	(۱۱۱۹ھ)	محب اللہ بہاری حنفی	(.....)	۵۷۲/۱
۷۵۸۔	(۱۱۲۰ھ)	ابن زاکوار الفاسی مالکی	(.....)	۵۷۳/۱
۷۵۹۔	(۱۱۲۱ھ)	صالح بن احمد الانصاری زیدی	(.....)	۵۷۳/۱
۷۶۰۔	(۱۱۲۱ھ)	سلیمان بن عبداللہ البحرانی امامی	(.....)	۵۷۳/۱
۷۶۱۔	(۱۱۲۳ھ)	(قرہ) خلیل حسن رومی حنفی	(.....)	۵۷۳/۱
۷۶۲۔	(۱۱۲۴ھ)	جمال الدین گجراتی	(۱۰۸۸ھ)	۵۷۴/۱
۷۶۳۔	(۱۱۲۴ھ)	احمد بن محمد الکواکبی حنفی	(۱۰۵۴ھ)	۵۷۴/۱
۷۶۴۔	(۱۱۲۴ھ)	محمد بن عبدالفتاح التنکابنی شیعی	(.....)	۵۷۴/۱
۷۶۵۔	(۱۱۲۵ھ)	محمد بن حسین الخوانساری شیعی	(.....)	۵۷۴/۱
۷۶۶۔	(۱۱۲۸ھ)	احمد بن محمد الولالی	(.....)	۵۷۵/۱
۷۶۷۔	(۱۱۳۰ھ)	ملا جیون حنفی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۵/۱
۷۶۸۔	(۱۱۳۳ھ)	امان اللہ بناری حنفی	(.....)	۵۷۵/۱
۷۶۹۔	(۱۱۳۴ھ)	خلیل بن ملا حسین الاسعدی شافعی	(۱۰۸۵ھ)	۵۷۵/۱

۷۷۰ـ	(۱۱۳۷ھ)	محمد بن تاج الدین الفاضل ہندی امامی	(۱۰۶۲ھ)	۵۷۶/۱
۷۷۱ـ	(۱۱۳۸ھ)	محمد بن عبدالہادی سندی حنفی	(......)	۵۷۶/۱
۷۷۲ـ	(۱۱۳۸ھ)	الیاس بن ابراہیم الکردی الکورانی شافعی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۶/۱
۷۷۳ـ	(۱۱۳۸ھ)	احمد برناز قوجہ خوجہ حنفی	(۱۰۴۷ھ)	۵۷۶/۱
۷۷۴ـ	(۱۱۳۹ھ)	عبدالرحمن بن احمد بصری حنفی	(......)	۵۷۶/۱
۷۷۵ـ	(۱۱۴۳ھ)	عبدالغنی النابلسی حنفی	(۱۰۵۰ھ)	۵۷۷/۱
۷۷۶ـ	(۱۱۵۱ھ)	محمد امین قیصری زادہ حنفی	(......)	۵۷۷/۱
۷۷۷ـ	(۱۱۵۳ھ)	محمد بن عیسیٰ الکنانی حنبلی	(۱۰۷۴ھ)	۵۷۷/۱
۷۷۸ـ	(۱۱۵۵ھ)	احمد بن مبارک السجلماسی مالکی	(۱۰۹۰ھ)	۵۷۷/۱
۷۷۹ـ	(۱۱۵۵ھ)	نورالدین احمد بن محمد ہندی حنفی	(۱۰۶۴ھ)	۵۷۷/۱
۷۸۰ـ	(۱۱۵۵ھ)	احمد بن احمد العمادی مالکی	(......)	۵۷۷/۱
۷۸۱ـ	(۱۱۵۸ھ)	احمد بن اسحاق الذماری	(۱۱۰۷ھ)	۵۷۸/۱
۷۸۲ـ	(۱۱۶۰ھ)	حمداللہ الشیخی	(......)	۵۷۸/۱
۷۸۳ـ	(۱۱۶۳ھ)	احمد بن محمد القازآبادی حنفی	(......)	۵۷۸/۱
۷۸۴ـ	(۱۱۶۴ھ)	اسماعیل بن محمد الصنعانی زیدی	(۱۱۱۰ھ)	۵۷۸/۱
۷۸۵ـ	(۱۱۶۵ھ)	احمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی	(......)	۵۷۹/۱
۷۸۶ـ	(۱۱۶۵ھ بعدہ)	اسماعیل بن علیم الجوہری	(......)	۵۷۹/۱
۷۸۷ـ	(۱۱۶۷ھ)	عمر بن محمد الشوانی	(......)	۵۷۹/۲
۷۸۸ـ	(۱۱۷۰ھ)	حسن بن علی المراغی شافعی	(......)	۵۷۹/۲
۷۸۹ـ	(۱۱۷۲ھ)	حامد بن یوسف الباندرمی موی حنفی	(۱۱۱۱ھ)	۵۷۹/۲
۷۹۰ـ	(۱۱۷۲ھ)	احمد بن علی المنینی حنفی	(۱۰۸۹ھ)	۵۸۰/۲
۷۹۱ـ	(۱۱۷۲ھ)	احمد الاصدام	(......)	۵۸۰/۲
۷۹۲ـ	(۱۱۷۶ھ)	شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی	(۱۱۱۴ھ)	۵۸۰/۲
۷۹۳ـ	(۱۱۷۶ھ)	محمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی	(......)	۵۸۰/۲
۷۹۴ـ	(۱۱۷۶ھ)	محمد بن محمد البلیدی مالکی	(۱۰۹۶ھ)	۵۸۱/۲
۷۹۵ـ	(۱۱۷۸ھ)	رستم علی القنوجی	(۱۱۱۵ھ)	۵۸۱/۲
۷۹۶ـ	(۱۱۸۰ھ)	بحرالعلوم لکھنوی حنفی	(......)	۵۸۱/۲
۷۹۷ـ	(۱۱۸۵ھ)	عبدالغفور الاہدی شافعی	(......)	۵۸۱/۲

نمبر	سن	نام		حوالہ
۷۹۸۔	(۱۱۸۵ھ)	ابراہیم الشرقاوی شافعی	(......)	۵۸۱/۲
۷۹۹۔	(۱۱۸۶ھ)	خلیل الخضیری شافعی	(......)	۵۸۱/۲
۸۰۰۔	(۱۱۸۷ھ)	عبدالحق فرنگی محلی	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۱۔	(۱۱۸۸ھ)	احمد بن محمد الراشدی شافعی	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۲۔	(۱۱۸۹ھ)	احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی	(۱۱۰۸ھ)	۵۸۲/۲
۸۰۳۔	(۱۱۹۲ھ)	عبداللہ بن محمد الخادمی حنفی	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۴۔	(۱۱۹۳ھ)	محمد بن عباد العدوی مالکی	(......)	۵۸۲/۲
۸۰۵۔	(۱۱۹۴ھ)	محمد بن یوسف الاسیری حنفی	(۱۱۳۳ھ)	۵۸۳/۲
۸۰۶۔	(۱۱۹۴ھ)	حسن بن علی العشاری شافعی	(۱۱۵۰ھ)	۵۸۳/۲
۸۰۷۔	(۱۱۹۵ھ)	اسماعیل بن محمد القونوی حنفی	(......)	۵۸۳/۲
۸۰۸۔	(۱۱۹۸ھ)	عبدالرحمٰن بن جاد اللہ البنانی مالکی	(......)	۵۸۳/۲
۸۰۹۔	(۱۱۹۹ھ)	مصطفیٰ بن یوسف الموستاری حنفی	(......)	۵۸۳/۲
۸۱۰۔	(۱۱۹۹ھ)	علی بن صادق الشماخی	(......)	۵۸۳/۲
۸۱۱۔	(۱۲۰۰ھ)	سید عمر بن حسین بوز جی زادہ والا ہدی	(......)	۵۸۳/۲
۸۱۲۔	(۱۲۰۲ھ)	فیض اللہ الداغستانی شافعی	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۳۔	(۱۲۰۳ھ)	سید ابراہیم القزوینی شیعی	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۴۔	(۱۲۰۸ھ)	محمد باقر بن محمد اکملی البہبہانی شیعی	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۵۔	(۱۲۰۹ھ)	احمد بن یونس الخلیفی شافعی	(۱۱۳۱ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۶۔	(۱۲۱۲ھ)	عبداللہ بن محمد الأحمدوی حنفی	(۱۱۴۶ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۷۔	(۱۲۱۲ھ)	سید محمد مہدی البروجردی شیعی	(۱۱۵۵ھ)	۵۹۱/۲
۸۱۸۔	(۱۲۱۳ھ)	حسین بن علی الایدنی حنفی	(......)	۵۹۱/۲
۸۱۹۔	(۱۲۱۴ھ)	اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی	(......)	۵۹۲/۲
۸۲۰۔	(۱۲۱۵ھ)	احمد ابو سلامہ شافعی	(......)	۵۹۲/۲
۸۲۱۔	(۱۲۱۵ھ)	احمد بن محمد العطار امامی	(۱۱۲۸ھ)	۵۹۲/۲
۸۲۲۔	(۱۲۱۵ھ)	محمد بن احمد الجوہری الصغیر شافعی	(۱۱۵۱ھ)	۵۹۲/۲
۸۲۳۔	(۱۲۱۷ھ)	اسمٰعیل مقید بن علی رومی حنفی	(۱۱۳۲ھ)	۵۹۳/۱
۸۲۴۔	(۱۲۱۸ھ)	صالح بن محمد الفلانی مالکی	(۱۱۶۶ھ)	۵۹۳/۱
۸۲۵۔	(۱۲۲۰ھ)	عبدالحمید السباعی شافعی	(......)	۵۹۳/۱

۸۲۶ـ	(۱۲۲۰ھ)	اسد اللہ الکاظمی شیعی	(......)	۵۹۴/۱
۸۲۷ـ	(۱۲۲۳ھ)	خلیل بن احمد القونوی حنفی	(.....)	۵۹۴/۱
۸۲۸ـ	(۱۲۲۵ھ)	بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی	(۱۱۴۴ھ)	۵۹۴/۱
۸۲۹ـ	(۱۲۲۶ھ بعدہ)	محمد تقی الکاشانی شیعی	(......)	۵۹۴/۱
۸۳۰ـ	(۱۲۲۷ھ)	عبد اللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی	(۱۱۵۰ھ)	۵۹۵/۱
۸۳۱ـ	(۱۲۲۷ھ)	جعفر بن خضرت الجناحی شیعی	(۱۱۵۶ھ)	۵۹۵/۱
۸۳۲ـ	(۱۲۳۰ھ)	خلیل بن احمد نعیمی حنفی	(....)	۵۹۵/۱
۸۳۳ـ	(۱۲۳۰ھ)	مختار بن بونہ الشنقیطی مالکی	(......)	۵۹۵/۱
۸۳۴ـ	(۱۲۳۰ھ تقریباً)	محمد حسن بن محمد القزوینی شیعی	(......)	۵۹۵/۱
۸۳۵ـ	(۱۲۳۲ھ)	محمد بن محمد الشفشاونی مالکی	(۱۱۷۹ھ)	۵۹۵/۱
۸۳۶ـ	(۱۲۳۳ھ)	اسماعیل بن احمد الکبسی	(۱۱۵۰ھ)	۵۹۶/۱
۸۳۷ـ	(۱۲۳۴ھ)	السید محمد بن مصطفی العلائی حنفی	(....)	۵۹۶/۱
۸۳۸ـ	(۱۲۳۴ھ بعدہ)	اسد اللہ الکاظمی امامی	(۱۱۸۶ھ)	۵۹۶/۱
۸۳۹ـ	(۱۲۳۵ھ)	دلدار علی نقوی شیعی	(۱۱۶۶ھ)	۵۹۶/۱
۸۴۰ـ	(۱۲۴۰ھ)	سید محسن الکاظمی شیعی	(......)	۵۹۷/۱
۸۴۱ـ	(۱۲۴۰ھ)	حسن بن معصوم القزوینی امامی	(.....)	۵۹۷/۱
۸۴۲ـ	(۱۲۴۰ھ تقریباً)	اسماعیل بن عبد الملک العقدانی امامی	(.....)	۵۹۷/۱
۸۴۳ـ	(۱۲۴۱ھ)	احمد بن زین الدین الاحسائی امامی	(۱۱۶۶ھ)	۵۹۷/۱
۸۴۴ـ	(۱۲۴۱ھ)	محمد بن عبد النبی (الغنی) النیشاپوری شیعی	(۱۱۷۴ھ)	۵۹۷/۱
۸۴۵ـ	(۱۲۴۲ھ)	سید محمد بن علی الکربلائی امامی	(.....)	۵۹۸/۱
۸۴۶ـ	(۱۲۴۲ھ)	عثمان بن سند البصری	(۱۱۸۰ھ)	۵۹۸/۱
۸۴۷ـ	(۱۲۴۳ھ)	احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی	(۱۱۹۱ھ)	۵۹۸/۱
۸۴۸ـ	(۱۲۴۵ھ)	احمد بن محمد النراقی امامی	(۱۱۸۵ھ)	۵۹۸/۱
۸۴۹ـ	(۱۲۴۵ھ)	زین العابدین الخوانساری امامی	(۱۱۸۸ھ)	۵۹۹/۱
۸۵۰ـ	(۱۲۴۷ھ)	عبد الحمید بن عبد اللہ الرجبی حنفی	(......)	۵۹۹/۱
۸۵۱ـ	(۱۲۵۰ھ)	محمد بن علی الشوکانی	(۱۱۷۲ھ)	۵۹۹/۱
۸۵۲ـ	(۱۲۵۰ھ)	حسن بن محمد العطار شافعی	(۱۱۹۰ھ)	۶۰۳/۱
۸۵۳ـ	(۱۲۵۱ھ)	سید احمد بن ادریس	(.....)	۶۰۳/۱

۸۵۴۔	(۱۲۵۲ھ)	احمد بن یوسف زبارہ الصنعانی زیدی	(۱۱۶۶ھ)	۶۰۳/۲
۸۵۵۔	(۱۲۵۲ھ)	ابن عابدین	(۱۱۹۸ھ)	۶۰۳/۲
۸۵۶۔	(۱۲۵۲ھ)	امین اللہ بن احمد لکھنوی حنفی	(.....)	۶۰۳/۲
۸۵۷۔	(۱۲۵۴ھ)	محمد بن مصطفی البرزنجی شافعی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۵۸۔	(۱۲۵۹ھ)	خلیل بن الحسین الاسعدی شافعی	(۱۱۶۷ھ)	۶۰۵/۲
۸۵۹۔	(۱۲۶۰ھ بعدہ)	احمد بن بابا الشنقیطی مالکی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۰۔	(۱۲۶۱ھ)	محمد حسین الطہرانی امامی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۱۔	(۱۲۶۲ھ)	محمد ابراہیم بن محمد شیعی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۲۔	(۱۲۶۲ھ)	حسن بن جعفر نجفی امامی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۳۔	(۱۲۶۳ھ)	شیخ جعفر الاستر آبادی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۴۔	(۱۲۶۴ھ تقریبا)	محمد بشیر الدین العثمانی القنوجی حنفی	(....)	۶۰۶/۲
۸۶۵۔	(۱۲۶۴ھ)	ابراہیم بن محمد القزوینی امامی	(۱۲۱۴ھ)	۶۰۶/۲
۸۶۶۔	(۱۲۶۵ھ)	محمد بن السید صالح الفیضی التوقاوی حنفی	(...)	۶۰۶/۲
۸۶۷۔	(۱۲۶۵ھ)	حبیب اللہ القندہاری	(۱۲۱۳ھ)	۶۰۶/۲
۸۶۸۔	(۱۲۶۵ھ)	ابراہیم بن محمد الاصفہانی امامی	(۱۱۸۰ھ)	۶۰۷/۲
۸۶۹۔	(۱۲۶۷ھ)	جعفر بن اسحاق العلوی امامی	(۱۱۹۸ھ)	۶۰۷/۲
۸۷۰۔	(۱۲۷۱ھ)	مصطفی بن عبداللہ الوریثی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۱۔	(۱۲۷۱ھ)	خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۲۔	(۱۲۷۱ھ)	احمد بن محمد البلاغی شیعی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۳۔	(۱۲۷۱ھ بعدہ)	احمد بن محمد التبریزی امامی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۴۔	(۱۲۷۱ھ)	عبدالباری السلجماسی مالکی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۵۔	(۱۲۷۳ھ)	حسن بن علی المدرس امامی	(۱۲۱۰ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۶۔	(۱۲۷۴ھ)	حسن بن علی عمر الشطی حنبلی	(۱۲۰۵ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۷۔	(۱۲۸۱ھ)	مرتضی بن محمد النجفی شیعی	(.....)	۶۰۹/۲
۸۷۸۔	(۱۲۸۵ھ)	محمد بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی	(۱۲۲۹ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۹۔	(۱۲۸۶ھ)	محمد بن علی التمیمی	(.....)	۶۰۹/۲
۸۸۰۔	(۱۲۸۶ھ)	السید محمد باقر القزوینی الشیعی	(.....)	۶۰۹/۲
۸۸۱۔	(۱۲۸۶ھ)	سلیمان النقرہ آغاجی حنفی	(...)	۶۱۰/۲

۸۸۲۔	(۱۲۸۸ھ)	عبدالحکیم لکھنوی حنفی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۳۔	(۱۲۹۱ھ)	حسین بن رضا الجزائری الشیعی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۴۔	(۱۲۹۲ھ)	منۃ اللہ الشباسی مالکی	(۱۲۱۳ھ)	۶۱۰/۲
۸۸۵۔	(۱۲۹۴ھ)	محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی	(۱۲۲۰ھ)	۶۱۰/۲
۸۸۶۔	(۱۲۹۶ بعدہ)	محمد بن میرزا التنکابنی الشیعی	(......)	۶۱۰/۲
۸۸۷۔	(۱۲۹۶ بعدہ)	بشیر الدین عثمانی	(۱۲۳۴ھ)	۶۱۱/۲
۸۸۸۔	(۱۲۹۸ھ)	جعفر بن مہدی القزوینی امامی	(۱۲۵۳ھ)	۶۱۱/۲
۸۸۹۔	(۱۲۹۹ھ)	ابراہیم بن صبغۃ اللہ شافعی	(۱۲۳۶ھ)	۶۱۱/۲
۸۹۰۔	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	عبدالرحمن الحسینی الخالدی	(.....)	۶۱۱/۲
۸۹۱۔	(۱۳۰۰ھ)	شبلی زادہ طہ بن احمد شافعی	(۱۲۳۱ھ)	۶۱۱/۲
۸۹۲۔	(۱۳۰۰ھ)	محمد بن ابراہیم الکرباسی	(......)	۶۱۲/۲
۸۹۳۔	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	امیر علی لکھنوی	(۱۲۷۴ھ)	۶۱۲/۲
۸۹۴۔	(۱۳۰۱ھ)	السید مہدی القزوینی شیعی امامی	(۱۲۱۲ھ)	۶۲۰/۲
۸۹۵۔	(۱۳۰۲ھ)	خلیل فوزی رومی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۶۔	(۱۳۰۳ھ)	جواد القمی الشیعی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۷۔	(۱۳۰۳ھ)	عرب الکربلائی شیعی امامی	(......)	۶۲۰/۲
۸۹۸۔	(۱۳۰۴ھ)	محمد عبدالحی لکھنوی حنفی	(۱۲۶۴ھ)	۶۲۰/۲
۸۹۹۔	(۱۳۰۵ھ)	السید محمد القاوقیجی حنفی	(۱۲۲۲ھ)	۶۲۰/۲
۹۰۰۔	(۱۳۰۵ھ)	محمود حمزہ الحسینی حنفی	(۱۲۳۶ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۱۔	(۱۳۰۵ھ)	احمد بن محمد کاکہ شافعی	(.....)	۶۲۱/۲
۹۰۲۔	(۱۳۰۷ھ)	نواب صدیق حسن خان	(۱۲۳۸ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۳۔	(۱۳۰۷ھ)	ابن النعمان یمنی	(.....)	۶۲۱/۲
۹۰۴۔	(۱۳۱۲ھ)	حبیب اللہ الرشتی امامی	(۱۲۳۴ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۵۔	(۱۳۰۲ھ بعدہ)	احمد بن حسین التفریشی امامی	(......)	۶۲۱/۲
۹۰۶۔	(۱۳۱۳ھ)	عبدالرحیم نجفی امامی	(۱۲۶۲ھ)	۶۲۱/۲
۹۰۷۔	(۱۳۱۳ھ)	ابوالحسن کشمیری امامی	(۱۲۶۰ھ)	۶۲۲/۲
۹۰۸۔	(۱۳۱۵ھ)	ضیاء الدین محمد حسین الشہرستانی شیعی امامی	(۱۲۵۸ھ)	۶۲۲/۲
۹۰۹۔	(۱۳۱۵ھ)	احمد بن صالح العستری شیعی	(۱۲۵۱ھ)	۶۲۲/۲

۹۱۰۔	(۱۳۱۶ھ)	جادالمولیٰ سلیمان	(....)	۲/۱۲۲
۹۱۱۔	(۱۳۱۶ھ)	عبدالحق العمری حنفی	(۱۲۳۳ھ)	۲/۱۲۲
۹۱۲۔	(۱۳۱۷ھ)	احمد حمداللہ الانقروی حنفی	(۱۲۲۵ھ)	۲/۱۲۲
۹۱۳۔	(۱۳۱۸ھ)	اسماعیل المرندی شیعی	(....)	۲/۱۲۲
۹۱۴۔	(۱۳۱۹ھ)	حسن بن جعفر الاشتیانی امامی	(۱۲۴۸ھ)	۲/۱۲۳
۹۱۵۔	(۱۳۲۰ھ)	علی پاشا الثانی ابن حسین	(....)	۲/۱۲۳
۹۱۶۔	(۱۳۲۱ھ)	احمد المری بن سودہ	(۱۲۳۱ھ)	۲/۱۲۳
۹۱۷۔	(۱۳۲۳ھ)	حسن بن عبداللہ المامقانی امامی	(۱۲۳۸ھ)	۲/۱۲۳
۹۱۸۔	(۱۳۲۶ھ)	عبدالرحمٰن الشربینی شافعی	(....)	۲/۱۲۳
۹۱۹۔	(۱۳۲۶ھ)	عبدالحکیم الافغانی حنفی	(۱۲۵۱ھ)	۲/۱۲۳
۹۲۰۔	(۱۳۲۸ھ)	ماء العینین الشنقیطی مالکی	(....)	۲/۱۲۳
۹۲۱۔	(۱۳۲۹ھ)	زکریا بن عبداللہ مکی	(....)	۲/۱۲۳
۹۲۲۔	(۱۳۲۹ھ)	الحاج محمد ذہنی رومی	(۱۲۶۲ھ)	۲/۱۲۳
۹۲۳۔	(۱۳۳۱ھ)	محمد عثمان التجاری مالکی	(....)	۲/۱۲۳
۹۲۴۔	(۱۳۳۲ھ)	ابو محمد السالمی الاباضی	(....)	۲/۱۲۴
۹۲۵۔	(۱۳۳۲ھ)	احمد بک الحسینی شافعی	(۱۲۷۱ھ)	۲/۱۲۴
۹۲۶۔	(۱۳۳۲ھ)	جمال الدین القاسمی سلفی	(۱۲۸۳ھ)	۲/۱۲۴
۹۲۷۔	(۱۳۳۳ھ)	احمد بن عبداللطیف شافعی	(۱۲۷۶ھ)	۲/۱۲۴
۹۲۸۔	(۱۳۳۳ھ)	عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی	(....)	۲/۱۲۵
۹۲۹۔	(۱۳۳۵ھ)	عبدالحمید الخطیب شافعی	(....)	۲/۱۲۵
۹۳۰۔	(۱۳۳۵ھ)	ابن الخیاط الکردی	(۱۲۵۳ھ)	۲/۱۲۵
۹۳۱۔	(۱۳۴۱ھ)	ابوبکر العلوی شافعی	(۱۳۶۲ھ)	۲/۱۲۵
۹۳۲۔	(۱۳۴۲ھ)	حسن الکاشانی امامی	(....)	۲/۱۲۵
۹۳۳۔	(۱۳۴۲ھ)	سالم بن عمر مالکی	(۱۲۴۳ھ)	۲/۱۲۵
۹۳۴۔	(۱۳۴۳ھ)	اسماعیل بن محمد النجفی امامی	(۱۲۶۹ھ)	۲/۱۲۵
۹۳۵۔	(۱۳۴۴ھ بعدہ)	امین بن محمد السوید الدمشقی	(....)	۲/۱۲۶
۹۳۶۔	(۱۳۴۴ھ)	محمود عمر الباجوری	(۱۲۷۲ھ)	۲/۱۲۶
۹۳۷۔	(۱۳۴۶ھ)	شیخ محمد الخضری	(....)	۲/۱۲۶

۹۲۸ـ	(۱۳۴۶ھ)	عبدالقادر بن بدران حنبلی	(.....)	۲/۶۲۶
۹۲۹ـ	(۱۳۴۶ھ)	عباس بن محمد المدنی شافعی	(۱۲۹۳ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۰ـ	(۱۳۵۱ھ)	علی النجار شافعی	(۱۲۹۳ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۱ـ	(۱۳۵۱ھ)	نجم الغنی خان	(۱۲۷۶ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۲ـ	(۱۳۵۱ھ)	عبداللہ دراز	(۱۲۹۱ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۳ـ	(۱۳۵۱ھ)	صادق بن محمد القراداغی شیعی	(۱۲۶۹ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۴ـ	(۱۳۵۴ھ)	محمد نجیب المطیعی	(۱۲۷۱ھ)	۲/۶۲۶
۹۳۵ـ	(۱۳۵۵ھ)	حسین القائنی شیعی	(۱۲۷۳ھ)	۲/۶۲۷
۹۳۶ـ	(۱۳۵۶ھ)	عبدالحفیظ بن حسن	(۱۲۸۰ھ)	۲/۶۲۷
۹۳۷ـ	(۱۳۵۶ھ)	محمد حسنین العدوی مالکی	(۱۲۷۷ھ)	۲/۶۲۷
۹۳۸ـ	(۱۳۵۷ھ)	شیخ احمد الزرقاء	(.....)	۲/۶۲۷
۹۳۹ـ	(۱۳۵۸ھ)	حسن العلیاری امامی	(.....)	۲/۶۲۷
۹۵۰ـ	(۱۳۵۹ھ)	حسین المکی	(۱۳۰۹ھ)	۲/۶۲۷
۹۵۱ـ	(۱۳۶۰ھ)	خلیل الخالدی حنفی	(۱۲۸۲ھ)	۲/۶۲۷
۹۵۲ـ	(۱۳۶۲ھ)	امین بن محمد حنفی	(۱۲۹۸ھ)	۲/۶۲۷
۹۵۳ـ	(۱۳۶۲ھ)	احمد الحسینی	(۱۲۹۱ھ)	۲/۶۲۷
۹۵۴ـ	(۱۳۶۵ھ)	احمد ابوالفتح بک	( )	۲/۶۲۷
۹۵۵ـ	(۱۳۶۳ھ)	محمد الخضر حسین مالکی	(.....)	۲/۶۲۸
۹۵۶ـ	(۱۳۷۱ھ)	احمد مصطفی المراغی بک	(۱۳۰۰ھ)	۲/۶۲۸
۹۵۷ـ	(۱۳۷۵ھ)	عبدالوہاب خلاف بک	(۱۳۰۵ھ)	۲/۶۲۸
۹۵۸ـ	(۱۳۷۶ھ)	عبدالرحمن بن ناصر حنبلی	(۱۳۰۷ھ)	۲/۶۲۸
۹۵۹ـ	(۱۳۷۶ھ)	عبدالجلیل بن احمد	(۱۲۸۷ھ)	۲/۶۲۸
۹۶۰ـ	(۱۳۷۷ھ)	حافظ بن احمد	(۱۳۴۲ھ)	۲/۶۲۸
۹۶۱ـ	(۱۳۹۳ھ)	شیخ محمد امین الشنقیطی	(.....)	۲/۶۲۸
۹۶۲ـ	(۱۳۹۹ھ)	حسن المشاط المکی مالکی	(۱۳۱۷ھ)	۲/۶۲۸
۹۶۳ـ	(۱۴۰۳ھ)	عبدالغنی المصری	(۱۳۲۶ھ)	۲/۶۲۹

☆☆☆

اشاریہ (۴)

(INDEX - 4)

فہرست مصادر الکتاب

فہرست مصادر الکتاب

☆☆☆

اشاریہ (۵)

(INDEX - 5)

فہرست فرق، قبائل واقوام

فہرست الفرق والقبائل والاقوام

اشاریہ (۶)

(INDEX - 6)

فہرست اماکن

فہرست الاماکن

☆☆☆

۷۔ فہرست مراجع التحقیق

کتابیات

(BIBLIOGRAPHY)

فہرست مراجع ومصادر التحقیق

(الف)

۱۔ الآیات البینات شرح جمع الجوامع للمحلی، شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ)۔ مصر دار المطبع ۱۲۸۹ء۔

۲۔ ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید التعلیل، ابو محمد بن حزم الاندلسی الظاہری (۳۸۴ھ۔ ۴۵۶ھ)۔ دمشق مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء، تحقیق سعید الافغانی۔

۳۔ ابن تیمیہ حیاۃ عصر ارازہ وفقھہ محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفکر العربی ۱۹۵۸ طبع ثانی۔

۴۔ ابن حزم حیاۃ عصر آراؤہ و فقھہ محمد ابوزہرہ، مطبعہ مخیمر ۱۳۷۳ھ۔

۵۔ انباء الغمر بأنباء العمر، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ)۔ القاہرہ، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیہ ۱۳۸۹ھ۔ ۱۹۶۹ء، تحقیق حسن حبشی۔

۶۔ ابن حنبل حیاۃ وعصر آرائوہ و فقھہ محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی س،ن۔

۷۔ الابھاج فی شرح المنہاج، قاضی القضاۃ الامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی شافعی (۶۸۳ھ۔ ۷۵۶ھ) وولدہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء۔

۸۔ الابھاج فی شرح المنہاج، قاضی القضاۃ الامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی شافعی (۶۸۳ھ۔ ۷۵۶ھ) ولدہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ مصر، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی س،ن۔

۹۔ ابو حنیفہ حیاۃ عصر آراؤہ وفقھہ محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء۔

۱۰۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف فقھاء، مصطفیٰ سعید الخن۔ بیروت موسۃ الرسالہ ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء۔

۱۱۔ احسن الحواشی علی اصول الشاشی نظام الدین الشاشی، شیخ برکت اللہ لکھنوی۔ ملتان، المکتبہ امدادیہ س،ن۔

۱۲۔ الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی شافعی (۳۶۴ھ۔ ۴۵۰ھ)۔ مصر مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۶۰ء۔

۱۳۔ احکام الفصول فی احکام الاصول، ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی مالکی (۴۰۳ھ۔۴۷۴ھ)۔ بیروت دار المغرب الاسلامی ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء

۱۴۔ احکام القرآن، ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (۳۰۵ھ۔۳۷۰ھ)۔ بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء، تحقیق محمد الصادق قمحاوی۔

۱۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ابو محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ)۔ کراچی جامعہ ابوبکر طبع ثانی ۱۴۰۸ھ تحقیق احمد محمد شاکر۔

نوٹ: کتابیات کی اس فہرست میں تمام جگہوں پر ال سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل لفظ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۱۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابا الحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ)۔ دمشق، المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ تحقیق عبد الرزاق عفیفی۔

۱۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابا الحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ)۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۱۸۔ احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق، محمد زاہد بن الحسن الکوثری (متوفی ۱۳۷۱ھ)۔ کراچی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔

۱۹۔ احیاء علوم الدین، حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء۔

۲۰۔ اختلاف الفقہاء، ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)۔ اسلام آباد، معہد الابحاث الاسلامیہ ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء۔

۲۱۔ اختلاف الفقہاء، ابو جعفر احمد بن محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ س،ن۔

۲۲۔ الادلۃ المختلف فیہا عند الاصولیین، خلیفہ با بکر الحسن۔ قاہرہ، مکتبہ وہبہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ قاہرہ، دار الکتبی س،ن۔ تحقیق شعبان محمد اسماعیل۔

۲۴۔ اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف، تاریخی نقطہ نظر سے، سید تنظیم حسین۔ کراچی سواد اعظم اہلسنت س،ن۔

۲۵۔ الاشارہ فی اصول الفقہ، قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی المالکی (۴۰۳ھ۔۴۵۰ھ)۔ الریاض، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء تحقیق عادل احمد عبد الموجود علی محمد عوض۔

۲۶۔ الاشباہ النظائر فی الفروع، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ مصر، مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۹ھ۔

۲۷۔ اصول الامام الکرخی ،ابوالحسن امام عبیداللہ بن الحسین الکرخی حنفی (۲۶۰ھ۔۳۴۰ھ)۔کراچی،میر محمد کتب خانہ ۱۹۸۶ء۔

۲۸۔ اصول البزدوی فخر الاسلام،ابوالحسن ابوالعسر علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد البزدوی حنفی (۴۰۰ھ۔۴۸۶ھ)۔کراچی،صدف پبلیشرز س،ن۔

۲۹۔ اصول البزدوی (کنز الوصول الی معرفة الاصول) فخر الاسلام البزدوی (۴۰۰ھ۔۴۸۲ھ)

مع

تخریج احادیث اصول البزدوی ،حافظ قاسم ابن قطلو بغا ابن حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔کراچی،نور کتب محمد خانہ س،ن۔

۳۰۔ اصول التشریع الاسلامی،شیخ علی حسب اللہ۔مصر،دارالمعارف طبع ثالث ۱۳۸۳ھ۔۱۹۶۴ء۔

۳۱۔ اصول السرخسی ،ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی حنفی (متوفی سنہ ۴۸۳ھ)۔دارالمعارف النعمانیہ ۱۹۸۱ء۔ ۱۴۰۱ھ،تحقیق ابالوفاء الافغانی۔

۳۲۔ اصول الشاشی،نظام الدین احمد بن محمد اسحٰق الشاشی (متوفی ۳۴۴ھ)۔ملتان،مکتبہ امدادیہ س،ن۔

۳۳۔ اصول الفقہ ،ابوالعینین بدران۔مصر،دارالمعارف ۱۹۶۵ء۔

۳۴۔ اصول الفقہ المسمی بہ الفصول فی الاصول،ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی (۳۰۵ھ۔۳۷۰ھ)۔کویت،وزارت الاوقاف الشئون الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء۔

۳۵۔ اصول الفقہ محمد بن عفیفی معروف بہ شیخ محمد الخضری (۱۸۷۲ء۔۱۹۲۷ء)۔قاہرہ،دارالحدیث س،ن۔

۳۶۔ اصول الفقہ محمد ابوزہرہ۔قاہرہ دارالفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء۔

۳۷۔ اصول الفقہ محمد زکریا البردیسی،دارالثقافہ ۱۹۸۵ء۔

۳۸۔ اصول الفقہ،وھبہ الزحیلی۔دمشق،دارالفکر ۱۹۸۶ء۔

۳۹۔ اصول الفقہ الاسلامی،زکی الدین شعبان۔مصر،مطبعہ دارالتالیف (۱۳۸۴ھ۔۱۳۸۵ھ/۱۹۶۴ء۔۱۹۶۵ء)۔

۴۰۔ اصول الفقہ پر ایک نظر محمد عاصم الحداد۔لاہور،اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۱ء۔

۴۱۔ اصول الفقہ نشاتہ و تطورہ والحاجة الیہ ،شعبان محمد اسماعیل شعبان۔قاہرہ،دارالانصار س،ن۔

۴۲۔ اصول الکرخی،امام عبیداللہ بن الحسین الکرخی (۲۶۰ھ۔۳۴۰ھ) مترجم عبدالکریم اشرف بلوچ۔اسلام آباد،ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۴۰۲ھ،مقدمہ عبدالقدوس ہاشمی۔

۴۳۔ اصول اللامشی / کتاب اللامشی فی اصول الفقہ ،ابوالثناء محمود بن زید الامشی حنفی ماتریدی (متوفی ۵۳۹ھ بعدہ)۔بیروت،دارالغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء۔

۴۴۔ اصول السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی حنفی (متوفی ۴۹۰ھ)۔ مصر، مطبعہ دار الکتاب العربی ۱۳۷۳ھ، تحقیق ابوالوفا الافغانی۔

۴۵۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ۔ ۷۵۱ھ)۔ بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۳۹۷ھ۔ ۱۹۷۷ء۔

۴۶۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ۔ ۷۵۱ھ) بیروت، دار الجیل س، ن، تحقیق طٰہ عبدالرؤف سعد۔

۴۷۔ الاصول من علم الاصول محمد صالح العثیمین (معاصر)۔ قاہرہ، مکتبۃ السنۃ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۳ء۔

۴۸۔ الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔ مکۃ المکرمۃ، مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء۔

۴۹۔ الاعلام قاموس تراجم الاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین فی الجاھلیۃ والاسلام والعصر الحاضر، خیرالدین الزرکلی۔ مصر، المطبعہ العربیہ ۱۳۴۷ھ۔ ۱۹۲۸ء۔

۵۰۔ اعلاء السنن، ظفر احمد العثمانی التھانوی (۱۳۱۰ھ۔ ۱۳۹۴ھ)۔ کراچی، ادارہ القرآن دار العلوم الاسلامیہ طبع ثالث ۱۴۱۵ھ۔

۵۱۔ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی (متوفی ۸۲۷ھ یا ۸۲۸ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س، ن۔

۵۲۔ الامام الاوزاعی فقیہ اھل الشام، عبدالعزیز سید الاھل۔ قاہرہ، المجلس الاعلیٰ للشوون الاسلامیہ ۱۳۸۶ھ۔ ۱۹۶۶ء۔

۵۳۔ الامام الصادق حیاۃ عصرہ وآرؤہ وفقھہ محمد ابو زہرہ۔ مصر، مطبعہ احمد علی مخیمر س، ن۔

۵۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ، عزیز الرحمٰن۔ لاہور، مکتبہ رحمانیہ س، ن۔

۵۵۔ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ بھارت، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۵۰ء۔

۵۶۔ الامام زید حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقھہ محمد ابو زہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی س، ن۔

۵۷۔ امام فخر الدین رازی حیاتہ وآثارہ، علی محمد حسن العماری۔ مصر، مجلس الاعلیٰ للشوون الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۶۹ء۔

۵۸۔ الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی شافعی (۵۷۷ھ۔ ۶۶۰ھ)۔ بیروت، دار البشائر الاسلامیہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

۵۹۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔ ۱۱۷۶ھ)۔ دہلی، مطبعہ مجتبائی س، ن۔

۶۰۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، اسمٰعیل پاشابن محمد امین بن میر سلیم البابانی البغدادی۔ بیروت، دارالفکر ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء۔

(ب)

۶۱۔ بالسبیل الاقوم فی توضیح المسلم، محمد عبدالحیٔ، اسہار نپور۔ نصیر الدین کتب خانہ اختری س،ن۔

۶۲۔ البحر المحیط، امام زرکشی بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ شافعی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ)۔ مصر، دارالکتبی س،ن۔

۶۳۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ مصر، مصطفی البابی الحلبی ۱۳۳۹ھ۔

۶۴۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۳۹۶ھ۔۱۹۷۶ء۔

۶۵۔ البدایہ والنہایہ، ابوالفدا، الحافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ)۔ بیروت مکتبۃ المعارف، الریاض، مکتبہ النصر ۱۹۶۶ء۔

۶۶۔ البدر الطالع بمحاس من بعدالقران السابع محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ القاہرہ، مطبعہ السعادہ ۱۳۴۸ھ۔

۶۷۔ البدر الطالع بمحاس من بعدالقران السابع محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)۔ بیروت، دارالمعرفہ س،ن۔

۶۸۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ۔۴۷۸ھ)۔ کویت، مکتبہ امام الحرمین طبع ثالث ۱۴۱۲ھ تحقیق عبدالعظیم الدیب۔

۶۹۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ۔۴۷۸ھ)۔ قطر، امیر دولۃ قطر ۱۳۹۹ھ۔

۷۰۔ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ بیروت، دارالفکر طبع ثانی ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔

۷۱۔ البلبل فی اصول الفقہ، مختصر روضۃ الناظر وجنۃ المناظر للموفق ابن قدامہ، سلیمان بن عبدالقوی الطوفی الصرصری الحنبلی (۶۷۳ھ۔۷۱۶ھ)۔ الریاض، مکتبہ امام الشافعی ۱۳۸۳ھ۔

۷۲۔ بیان المختصر شرح منتھی السول والامل لابن حاجب، ابوالثناء شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی۔

۷۳۔ الاصفہانی شافعی (۶۷۴ھ۔۷۴۹ھ)۔ مکۃ المکرمۃ، جامعہ ام القری ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء تحقیق محمد مظہر بقا۔

(ت)

۷۴۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ۔۸۷۹ھ)۔ بغداد، مطبعہ العانی ۱۹۶۲ھ۔

۷۵۔ تاریخ الاسلام، ابونعیم عبدالحکیم و عبدالحمید۔ لاہور کشمیری بازار کتاب منزل س،ن۔

۷۶۔ تاریخ التراث العربی، فواد سزکین۔

۷۷۔ تاریخ الخلفاء القائمین بامر الدین، جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمنیہ ۱۳۰۵ھ۔

۷۸۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان، نقلہ الی العربیہ دکتور نبیہ امین فارس و منیر البعلبکی۔ بیروت، دارالعلم للملایین طبع ثانی ۱۹۰۳ء۔

۷۹۔ تاریخ الفلسفہ فی الاسلام، الاستاذ ث۔ ج۔ دی بور، جامعہ استردام T.J.D DOER مترجم محمد عبدالہادی ابوریدہ، مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنسر ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۷ء، طبع رابع س،ن۔

۸۰۔ تاریخ القضاء فی الاسلام محمد بن محمد عرنوس مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی۔ لاہور، ادارہ فروغ اردو س،ن۔

۸۱۔ تاریخ الکامل لابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔ مصر، مطبعہ ذات التحریر ۱۳۰۳ھ۔

۸۲۔ تاریخ بغداد، حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ۔۴۶۳ھ)۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ س،ن۔

۸۳۔ تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، مولی محمد بن فضل اللہ المحبی دمشقی (متوفی ۱۱۱۱ھ)۔ مصر، مطبعہ الوھبیہ ۱۲۸۴ھ۔

۸۴۔ تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی۔ کراچی، نفیس اکیڈمی طبع دوم ۱۹۶۳ء۔

۸۵۔ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النباھی الاندلسی (متوفی ۷۹۲ھ)۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء ضبط شرح تعلیق مریم قاسم طویل۔

۸۶۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء۔

۸۷۔ تاریخ نفاذ حدود، نور احمد شاہتاز۔ کراچی، فضلی سنز ۱۹۹۸ء۔

۸۸۔ تاسیس النظر، ابوزید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ)۔ کراچی، سعید کمپنی ۱۴۰۱ھ۔

۸۹۔ التالیف بین الفرق محمد حمزہ۔ دمشق، دار قتیبہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۹۰۔ تبصرة الحکام فی اصول الاقضیة ومنهاج الاحکام ،ابو عبداللہ محمد بن فرحون الیعمری مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ۔

۹۱۔ التبصرہ فی اصول الفقہ ،ابواسحق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی الشیرازی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ دمشق ،دارالفکر ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء۔

۹۲۔ تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفہ ،امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۰ھ۔۹۱۱ھ)۔حیدرآباد،مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۱۷ھ۔

۹۳۔ تجدید الاصول الفقهیه للاسلام محاولة لتنظیم ماده اصول الاحکام الشرعیه و دعوته لتظهیر فقه اصولی معاصر ،حسن الترابی ،مصورہ نسخہ۔قاہرہ،مکتبہ المعهد العالمی للفکر الاسلامی رقم تسجیل ۱۶۷ھ۔

۹۴۔ التحریر فی اصول الفقہ ،کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید،ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی (۷۹۰ھ۔۸۶۱ھ)۔مصر،مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۱ھ۔

۹۵۔ التحصیل من المحصول ،سراج الدین ابوالثنائی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی شافعی (۵۹۴ھ۔ ۶۸۲ھ)۔بیروت،مؤسسہ رسالہ ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۹۶۔ تحریر الرسائل ،مرتضیٰ المدرس الگیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ)۔طہران،مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ۔

۹۷۔ تخریج الفروع علی الاصول ،شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔دمشق،مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۸۲ھ۔۱۹۲۶ء،تحقیق محمد ادیب صالح۔

۹۸۔ تخریج الفروع علی الاصول ،شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔بیروت، مؤسسہ الرسالہ طبع خامس ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء،تحقیق محمد ادیب صالح۔

۹۹۔ تذکرۃ الحفاظ ،ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔دارالاحیاء التراث الاسلامی س،ن۔

۱۰۰۔ تسهیل الطرقات فی نظم الورقات ،شرف الدین یحییٰ بن بدرالدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ)۔ سعودیہ،وزارت نشرواشاعت ۱۴۱۱ھ۔

۱۰۱۔ تسهیل الوصول الی علم الاصول ،محمد عبدالرحمٰن المحلاوی (متوفی چودھویں صدی ہجری)۔مصر،مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۱۴ھ۔

۱۰۲۔ تفسیر الطبری جامع البیان فی تفسیر القرآن ،ابوجعفر محمد جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔بیروت، دارالمعرفہ ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹ء۔

۱۰۳۔ تفسیر الفخر الرازی ، المشتهر بالتفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب ،امام فخرالدین الرازی شافعی

(۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔بیروت دارالفکر طبع ثالث ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ تفسیر المنار الشیخ محمد عبدہ ،سید محمد رضا مصری (۱۸۶۵ء۔۱۹۳۵ء)۔مصر، دارالمنار (۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۴ء) طبع رابع۔

۱۰۵۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ)۔بمبئی،مطبع الکریمی ۱۳۲۷ھ محشی مولوی رحیم بخش۔

۱۰۶۔ التقریر والتحبیر ،ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔مصر،مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۱۰۷۔ التلویح علی التوضیح ،سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ)۔کراچی،نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۸۔ التمہید فی تخریج الفروع الاصول ، جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ۔۷۷۲ھ)۔بیروت،موسسہ الرسالہ طبع ثالث ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء تحقیق محمد حسن ھیتو۔

۱۰۹۔ التنقیح والتوضیح ،صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود تاج الشریعہ بخاری حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)۔کراچی،نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۰۔ التنقیح والتوضیح ، صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)۔بیروت ،دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء۔

۱۱۱۔ التنظیر الفقھی ،جمال الدین عطیہ۔دوحہ،مطبعہ دوحہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۱۲۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول و شرح و تنقیح الفصول ،ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ۔۶۸۴ھ)۔مصر، شرکہ طباعۃ الفنیہ المتحدہ العباسیہ ۱۳۹۳ھ، تحقیق طہ عبدالرؤف سعد۔

۱۱۳۔ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی احمد بن علا بن محمد بن محمد علی بن محمد الکنانی ،ابن حجر العسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)۔مصر،مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۱۴۔ تیسیر التحریر علی کتاب التحریر لابن ھمام محمد امین معروف بامیر بادشاہ الحسینی الحنفی الخراسانی البخاری المکی (متوفی ۹۷۷ھ)۔مصر،مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۰ھ۔

(ج)

۱۱۵۔ الجامع الترمذی ،ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۰۹ھ۔۲۷۹ھ)

۱۱۶۔ الجامع لاحکام القرآن ،ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔بیروت ،دارالفکر ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۱۷۔ جماع العلم، امام المطلبی محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء تحقیق استاذ محمد احمد عبد العزیز۔

۱۱۸۔ جمع الجوامع، ابونصر قاضی القضاۃ تاج العربین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔۷۷۱ھ)۔ بمبئی، مطبع اصح المطابع س،ن۔

۱۱۹۔ الجواهر المضية في طبقات الحنفیہ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر ابن ابی الوفا محمد بن نصر ابن سالم بن ابی الوفا القرشی الحنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ)۔ کراچی، میر محمد کتب خانہ س،ن۔

(ح)

۱۲۰۔ حاشیہ الشهاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ، شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ)۔ مصر علی نفقہ محمد عارف پاشا ۱۲۸۳ھ۔

۱۲۱۔ حاشیہ العطار علی جمع الجوامع للعلامہ شیخ حسن العطار علی شرح الجلال للامام ابن السبکی۔ بیروت، دار الکتب س،ن۔

۱۲۲۔ حاشیہ سیالکوتی علی توضیح والتلویح، عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ۔۱۰۶۷ھ)۔ لاہور، مکتبہ جامع مدینہ س،ن۔

۱۲۳۔ حاشیہ علی مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول للازمیری۔ مصر، مطبعۃ الحاج محرم آفندی البوسنوی ۱۳۰۲ھ۔

۱۲۴۔ حاشیہ علی الورقات للجوینی، شیخ احمد بن محمد الدمیاطی (متوفی ۱۱۱۷ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

۱۲۵۔ حاشیہ نسمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)، محمد امین بن عمر بن عابدین (۱۱۹۸ھ۔۱۲۵۲ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی طبع ثانی ۱۳۹۹ھ۔

۱۲۶۔ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ۔

۱۲۷۔ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س،ن۔

۱۲۸۔ حدائق الحنفیہ، فقیر محمد لکھنوی۔ انڈیا، مطبع نامی منشی نول کشور ۱۲۹۷ھ۔

۱۲۹۔ حرکۃ التالیف باللغۃ العربیہ فی الاقلیم الشمالی الهندی فی القرنین الثامن والتاسع عشر، جمیل احمد۔ کراچی، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ س،ن۔

۱۳۰۔ الحسامی، حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)۔ مع الحسامی بالنامی ابو محمد عبدالحق الحقانی بن محمد امیر۔ کراچی، نور محمد س،ن۔

۱۳۱۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ، جلال الدین السیوطی شافعی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ)۔ مصر، مصطفی آفندی فہمی الکتبی س۔ن۔

۱۳۲۔ حصول المامول من علم الاصول، نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ)۔ القاہرہ، دارالصحوہ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۵ء تعلیق مقتدی حسن الازہری۔

۱۳۳۔ حیات حافظ ابن قیم، عبدالعظیم مترجم غلام احمد حریری۔ کراچی، غلام علی سنز ۱۹۸۹ء۔

(خ)

۱۳۴۔ خطبات بہاولپور محمد حمید۔ اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء۔

(د)

۱۳۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔ لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء۔

۱۳۶۔ دراسہ تاریخیۃ للفقہ و اصولہ و الا تجاہات التی ظہرت فیہا، مصطفی سعید الخن، الشرکۃ المتحدہ للتوزیع س۔ن۔

۱۳۷۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی (۱۰۲۵ھ۔۱۰۸۸ھ)۔ کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی س۔ن۔

۱۳۸۔ الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ، احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ)۔ بیروت، دار الجیل س۔ن۔

۱۳۹۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیۃ العظمی السید محمد باقر الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) قم، موسسہ النشر الاسلامی ۱۴۱۵ھ۔

۱۴۰۔ الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب، قاضی ابراہیم بن نور الدین المعروف بابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء تحقیق مامون بن محی الدین الجنان۔

(ذ)

۱۴۱۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، شیخ آقا بزرگ الطہرانی۔ بیروت، دار الاضواء طبع ثالث س۔ن۔

(ر)

۱۴۲۔ الرسالہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)۔ بیروت، دار الفکر ۱۳۰۹ھ، تحقیق احمد محمد شاکر۔

۱۴۳۔ الرسالہ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفہ، شیخ محمد جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۴۵ھ)۔ کراچی، نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔

۱۴۴۔ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) مطبعہ السنۃ المحمدیہ ۱۳۸۷ھ۔

۱۴۵۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، علامہ متتبع المرزا محمد باقر الموسوی الخوانساری الاصبہانی۔ بیروت الدار الاسلامیہ ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء۔

۱۴۶۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ قاہرہ، المطبعۃ السلفیہ ۱۳۸۵ھ۔

۱۴۷۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ بیروت، دار الکتب العربیہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

۱۴۸۔ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، ابوجعفر احمد المحب الطبری۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س،ن۔

(س)

۱۴۹۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشرہ، ابوالفضل سید محمد خلیل آفندی المرادی۔ بغداد، مکتبۃ المثنیٰ ۱۳۰۱ھ۔ قاہرہ، مطبعۃ الامیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۵۰۔ سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ (۲۰۹ھ۔ ۲۷۳ھ)۔

۱۵۱۔ سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی (۲۰۲ھ۔ ۲۷۵ھ)۔ کراچی نور محمد اصح المطابع س،ن۔

۱۵۲۔ سنن نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی (۲۱۵ھ۔ ۳۰۳ھ)۔ کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت س،ن۔

۱۵۳۔ سیرت ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن محمد بن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ)۔ قاہرہ، مطبعہ حجازی س،ن۔ تعلیق و حواشی محمد محی الدین الحمید۔

۱۵۴۔ سیرت النعمان، شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء)۔ کراچی، دار الاشاعت ۱۴۱۲ھ۔

۱۵۵۔ سیرت ائمہ اربعہ سید رئیس احمد جعفری۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س،ن۔

(ش)

۱۵۶۔ الشافعی حیاۃ وعصرہ آراؤہ وفقہہ محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء۔

۱۵۷۔ الشامل فی شرح اصول الفقہ للشیخ فخر الاسلام البزدوی، ابوحنیفہ امیر کاتب ابن امیر علی العمید القارانی الاتقانی (۷۵۸ھ۔ میں زندہ تھے)۔ کراچی مجلس علمی لائبریری میں ہاتھ سے لکھی ہوا دس جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ موجود ہے۔ جس کی یہ تحریر ہے کہ انہوں نے اسے ۷۵۸ھ میں لکھنا شروع کیا تھا۔

۱۵۸۔ شرح البدخسی محمد بن حسن البدخشی۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء۔

۱۵۹۔ شرح جمع الجوامع، امام ابن السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ) مع حاشیہ العلامہ البنانی علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للامام ابن السبکی۔ مصر، دار الکتب العربیہ الکبریٰ س،ن۔

۱۶۰۔ شرح الزرقانی علی المذاهب، علامہ محمد عبدالباقی الزرقانی متوفی سنہ ۱۱۲۲ھ۔ بیروت، دارالمعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

۱۶۱۔ شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب، عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی شافعی (۷۰۸ھ۔ ۷۵۶ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۱۶۲۔ شرح العمد، ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔ مدینۃ المنورہ، مکتبہ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ، تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۱۶۳۔ شرح الکوکب المنیر، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقہ، شیخ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن الملحام (۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ)۔ دمشق، دارالفکر ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔

۱۶۴۔ شرح الکوکب المنیر، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقہ، شیخ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن اللحام (۸۹۸ھ۔۹۷۲ھ)۔ مکۃ المکرمہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔

۱۶۵۔ شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول، جمال الدین ابواسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ بیروت دارالغرب اسلامی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء، تحقیق عبدالمجید ترکی۔

۱۶۶۔ شرح المنار وحواشیہ من علم الاصول علی متن المنار، عزالدین عبداللطیف ابن عبدالعزیز بن الملک (متوفی ۸۰۱ھ) مطبعہ العثمانیہ س،ن۔

۱۶۷۔ شرح الورقات للجوینی، جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

۱۶۸۔ شرح تسهیل الطرقات سید محمد علوی مالکی (معاصر)۔ سعودیہ، وزارت نشر واشاعت ۱۴۱۱ھ۔

۱۶۹۔ شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع، جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔۸۶۴ھ)۔ بمبئی، مطبعہ اصح المطابع س،ن۔

۱۷۰۔ شرح صحیح مسلم، یحییٰ بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

۱۷۱۔ شذرات الذهب فی اخبار من الذهب، ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔ قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۰ھ۔

۱۷۲۔ شفاء الغلیل فی بیان الشبیہ والمخیل ومسالک التحلیل، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ)۔ بغداد، مطبعہ الارشاد ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۱ء، تحقیق دکتور حمد الکبیسی۔

۱۷۳۔ الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولہ العثمانیہ مصر، احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ ابن خلیل، طاش کبری زادہ رومی (۹۰۱ھ۔۹۶۴ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ۔

۱۷۴۔ شیعہ ہی اہل سنت ہیں، محمد تیجانی سماوی مترجم نثار احمد زین پوری، انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء۔

(ص)

۱۷۵۔ صحیح البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ البخاری (۱۹۴ھ۔۲۵۶ھ)۔ اسلام آباد، وزارت التعلیم ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء۔

۱۷۶۔ صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری (۲۰۶ھ۔۲۶۱ھ)۔ بیروت، مؤسسہ عز الدین ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷، تحقیق احمد عمر ہاشم، موسیٰ شاہین لاشین۔

(ض)

۱۷۷۔ الضروری فی اصول الفقہ یا مختصر المستصفی، ابوالولید محمد بن رشد حفید مالکی (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ)۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴، تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سیناصر۔

۱۷۸۔ الضوء اللامع لاھل القرن التاسع شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی۔ القاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۳ھ۔

۱۷۹۔ ایضاح اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ، ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزلیطینی مالکی، شیخ حلولو (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ)۔ ریاض، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴، تحقیق عبدالکریم بن علی بن محمد النملہ۔

(ط)

۱۸۰۔ الطبری، احمد محمد الحوفی۔ مصر، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیہ ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء۔

۱۸۱۔ طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی الفراء الحنبلی (۳۸۰ھ۔۴۵۸ھ)۔ بیروت، دار المعرفۃ س،ن۔

۱۸۲۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ تقی الدین بن عبدالقادر التمیمی الداری الغزی المصری الحنفی (متوفی ۱۰۰۵ھ)۔ القاہرہ، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیہ ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰، تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو۔

۱۸۳۔ طبقات الشافعیہ، ابوبکر ابن ہدایۃ الحسینی، المصنف (متوفی سنۃ ۱۰۱۴ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔

۱۸۴۔ طبقات الشافعیہ، جمال الدین، عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ۔۷۷۲ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۱۸۵۔ طبقات الشافعیہ الکبری، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ)۔ قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ س،ن، تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی۔

۱۸۶۔ طبقات الفقہاء، ابواسحٰق ابراہیم بن علی الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔

(ع)

۱۸۷۔ عز بن عبدالسلام ۔ رضوان علی ندوی۔ دمشق، دارالفکر ۱۳۷۹ھ ـ ۱۹۶۰ء۔

۱۸۸۔ علم اصول الفقہ: عبدالوہاب خلاف (۱۳۰۵ھ ـ ۱۳۷۵ھ)۔ کویت، دارالقلم طبع عشرون ۱۳۶۱ھ۔

۱۸۹۔ علم اصول الفقه و علاقته بالفلسفة الاسلامیه ۔ علی جمعہ محمد۔ القاہرہ، المعهد العالمی للفکر الاسلامی ۱۴۱۷ھ ـ ۱۹۹۶ء۔

۱۹۰۔ علم الاصول تاریخا و تطورا: علی الفاضل القائینی النجفی، مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔

۱۹۱۔ عیون البصائر فی شرح الاشباہ و النظائر: حموی، محمد ۔ انڈیا، مطبعہ منشی نول کشور، س، ن۔

(غ)

۱۹۲۔ غایة الوصول شرح لب الاصول: شیخ الاسلام زین الدین حافظ قاضی القضاة زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ ـ ۹۲۶ھ) مصر، مصطفی البابی الحلبی ۱۳۶۰ھ۔

۱۹۳۔ الغزالی: شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء ـ ۱۹۱۴ء) کراچی۔ مدینہ پبلشنگ س، ن۔

(ف)

۱۹۴۔ الفاروق: شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء ـ ۱۹۱۴ء) لاہور، مکتبہ رحمانیہ س، ن۔

۱۹۵۔ عمر فاروق اعظم: محمد حسین ہیکل ۲/۲۹۳ ـ ۲۹۴۔ القاہرہ، مطبعہ مصر شرکہ مساہمہ مصریہ ۱۳۶۳ھ

۱۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ ـ ۸۵۲ھ) السعودیہ ـ ادارت الجوث العلمیه و الافتاء و الدعوه و الارشاد س، ن۔

۱۹۷۔ فتح الرحمٰن علی متن لقطة العجلان لبدر الدین الزرکشی: زین الدین حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری الظاہری شافعی (۸۲۶ھ ـ ۹۲۶ھ) قاہرہ، مطبع الجمیل ۱۳۲۶ھ۔

۱۹۸۔ فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشکاة الانوار فی اصول المنار: زین الدین ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی سنہ ۹۷۰ھ) مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۰ـ ۱۹۳۶ھ حواشی شیخ عبدالرحمن البحراوی مصری۔

۱۹۹۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین: عبداللہ مصطفی المراغی ۔ بیروت، محمد امین دمج س، ن۔

۲۰۰۔ الفروق: ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمن بن عبداللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ ـ ۶۸۴ھ) بیروت، دارالمعرفہ س، ن۔

۲۰۱۔ الفصول فی الاصول: ابواب الاجتہاد و القیاس لابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) تحقیق سعیداللہ قاضی ۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۹۹۸ء۔

۲۰۲۔ الفقه الاسلامي في ثوبه الجديد : مصطفی احمد الزرقاء۔ دمشق، مطبعۃ الانتشار ۱۳۸۴ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

۲۰۳۔ فقه اسلامي کا تاسیسي پس منظر : سجاد الرحمن صدیقی۔ اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲ء۔

۲۰۴۔ الفقه الاسلامي وادلته، وهبه الزحيلي : دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء۔

۲۰۵۔ فقه عمر : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوم ۱۹۶۰ء۔

۲۰۶۔ الفكر الاصولي واشكالية السلطة العلمية في الاسلام : قراءة نشأة علم الاصول ومقاصد الشريعه، عبد المجید الصغیر۔ بیروت، دار المنتخب العربی ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء۔

۲۰۷۔ الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي . محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ (۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵ء) تحقیق ایمن صالح شعبان۔

۲۰۸۔ الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي : محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبۃ العلمیہ س۔ن۔ تخریج احادیث و تعلیق عبد العزیز بن عبد الفتاح القاری۔

۲۰۹۔ فلسفه التشريع في الاسلام : صبحی محمصانی، بیروت، مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔

۲۱۰۔ فهرست الكتب العربيه المحفوظه بالكتب خانه المصريه : مصر، مطبعۃ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ، جمع و ترتیب احمد الھیبقی و محمد البلاوی۔

۲۱۱۔ فهرست المكتبه الازهريه : فہرست الکتب الموجودہ بالمکتبۃ الازہری الی ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء۔ مصر، مطبعۃ الازہر ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔

۲۱۲۔ فهرست مخطوطات مكتبه الجامع الكبير صنعاء : یمن، وزارت الاوقاف والارشاد الجمهوريه العربیہ الیمنیہ س۔ن۔ تقدیم علی ابن علی السمان، اعداد، احمد عبد الرزاق الرقیحی، عبد اللہ محمد الحبشی۔

۲۱۳۔ فوات الوفيات : محمد بن شاکر بن احمد الکتبی (متوفی ۷۶۴ھ)۔ مصر، مطبعۃ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ۔

۲۱۴۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبد العلی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ مصر، مطبعۃ الامیریہ بولاق ۱۳۲۲ھ۔

۲۱۵۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبد العلی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ انڈیا، مطبع نول کشور ۱۲۹۵ھ۔ ۱۸۷۸ء تصحیح محمد امان الحق۔

۲۱۶۔ الفوائد البهيه في تراجم الحنفية : ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ۔ ۱۳۰۴ھ)۔ کراچی، مطبعہ خیر کثیر س۔ن۔

(ق)

۲۱۷۔ قاموس الياس العصري : الیاس انطون الیاس، بیروت، دار الجیل ۱۹۷۲ء۔

۲۱۸۔ قاموس المحيط : مجد الدین الفیروز آبادی، مصر، مکتبۃ التجاریۃ الکبری س۔ن

۲۱۹۔ القرآن الکریم :

۲۲۰۔ القواعد : حافظ ابوالفرج عبدالرحمن شہاب الدین احمد البغدادی ثم الدمشقی، ابن رجب الحنبلی (۷۳۶ھ۔ ۷۹۵ھ) مصر، مطبعہ الصدق الخیریہ ۱۳۵۲ھ۔۱۹۳۳ء۔

۲۲۱۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام : ابوعز الدین عبدالعزیز عبدالسلام شافعی (۵۷۷ھ۔ ۶۶۰ھ یا ۶۶۱ھ) القاہرہ مطبعہ الاستقامہ س ان۔

۲۲۲۔ قواعد الاصول و معاقد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المومن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ۔ ۷۳۹ھ) دمشق، المکتب الہاشمیہ ۱۳۴۰ھ۔

۲۲۳۔ قواعد الاصول ومعاقد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المومن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ۔ ۷۳۹ھ) المملکتہ السعودیہ، جامعہ ام القری ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸ء۔

۲۲۴۔ القواعد الکلیہ ماخوذۃ من المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدنیہ : مصطفیٰ احمد الزرقا، کراچی، میر محمد ۱۹۸۶ء۔

۲۲۵۔ القواعد والفوائد الاصولیہ وما یتعلق بہا من الاحکام الفرعیۃ : ابوالحسن، علاء الدین علی بن محمد بن علی بن عباس بن شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی، ابن اللحام الحنبلی : (متوفی ۸۰۳ھ) بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۳ء۔

۲۲۶۔ القیاس فی الشرع الاسلامی : شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔ ۷۲۸ھ) و تلمیذہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ۔ ۷۵۱ھ) قاہرہ، المطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۵ھ۔

(ک)

۲۲۷۔ کتاب الام : امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ) بیروت، دارالفکر ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء۔

۲۲۸۔ کتاب التریاق النافع بایضاح و تکمیل مسائل جمع الجوامع : سید شریف ابوبکر بن عبدالرحمن شہاب الدین العلوی الحسینی الشافعی (متوفی ۱۳۱۷ھ بعدہ) حیدرآباد دکن، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۱۷ھ۔

۲۲۹۔ کتاب الحاصل من المحصول فی اصول الفقہ : تاج الدین ابوعبداللہ محمد بن الحسین الارموی شافعی (۵۷۰ھ۔ ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ) بنغازی منشورات جامعہ قار یونس ۱۹۹۴ء، تحقیق عبدالسلام محمود ابوناجی۔

۲۳۰۔ کتاب الخراج : امام ابویوسف (۱۱۳ھ۔ ۱۸۲ھ) مصر، مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ۔

۲۳۱۔ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان : شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی (متوفی ۹۷۳ھ) مصر، مطبعہ الخیریہ ۱۳۱۱ھ۔

۲۳۲۔ كتاب التحقيق شرح الحسامي، المعروف بغاية التحقيق : عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کراچی، میر محمد کتب خانہ س۔ن۔

۲۳۳۔ كتاب التعريفات : سید الشریف علی بن محمد الجرجانی متوفی (۷۴۰ھ۔۸۱۶ھ) طہران، انتشارات ناصر خسرو طبع سوم ۱۳۰۸ھ۔

۲۳۴۔ كتاب الجوهر اللماع فيما بالسماع من حكم الامام الشافعي المنظومة والمنثورة : حسین ابن عبداللہ باسلامہ شافعی مکی مصر، مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔

۲۳۵۔ كتاب الجوهر النفس في تاريخ حياة الامام : محمد بن ادریس، محمد آفندی مصطفیٰ مصر، المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ۔۱۹۰۸ء۔

۲۳۶۔ كتاب الذيل على طبقات الحنابله : ابن رجب ابو الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد البغدادی الدمشقی الحنبلی (۷۳۲ھ۔۷۹۵ھ) بیروت، دار المعرفہ س۔ن۔

۲۳۷۔ كتاب الرحمة الغيثيه بالترجمه الليثيه في مناقب الامام الليث بن سعد : ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی، ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) مصر، مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۲۳۸۔ كتاب الفهرست : ابن الندیم محمد بن یعقوب شیعی معتزلی (متوفی ۳۸۰ھ) کراچی، نور محمد س۔ن۔

۲۳۹۔ كتاب اللامشي في اصول الفقه : محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی، بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء، تحقیق عبدالمجید ترکی۔

۲۴۰۔ كتاب اللمع : ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء۔

۲۴۱۔ كتاب المسترشد الى المقدم في مذهب احمد : عبداللہ بن محمد الخلیفی، العالیہ مع اجازہ القضاۃ والمدرلیس ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء۔ تصحیح محمد زہری النجار۔

۲۴۲۔ كتاب المعتمد في اصول الفقه : ابو الحسن محمد بن علی بن الطلب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) دمشق، المعهد العلمي الفرنسي للدراسات العربيه ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء تحقیق وتہذیب محمد حمید اللہ۔

۲۴۳۔ كتاب الطبقات الكبير : ابن سعد، لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ تصحیح ڈکتور سترستین۔

۲۴۴۔ كتاب مسلم الثبوت : قاضی محب اللہ بن عبدالشکور البہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ) مصر، مطبعہ الحسینیہ المصریہ س۔ن۔

۲۴۵۔ كتاب مناقب الامام شافعي : ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) مصر، مکتبہ العلامیہ س۔ن۔

۲۶۰۔ لسان المیزان : شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی حجر العسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) حیدر آباد دکن مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۲۹ھ۔

۲۶۱۔ لطائف الاشارات الی شرح تسهیل الطرقات لنظم الورقات فی الاصول الفقهیات : الشیخ شرف الدین یحییٰ العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) شیخ عبدالحمید بن محمد علی قدس شافعی، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۳ھ۔

۲۶۲۔ قرة العین فی شرح ورقات امام الحرمین : شیخ ابی عبداللہ محمد بن محمد الرعینی المعروف بالحطاب مالکی (۹۰۲ھ۔۹۵۴ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۳ھ۔

۲۶۳۔ اللمع : جمال الدین ابو اسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۸۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ بیروت، دار الندرہ الاسلامیہ ۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء ۔

۲۶۴۔ اللمع : جمال الدین ابو اسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔۴۷۶ھ) مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۸ھ۔۱۹۳۹ء۔

(م)

۲۶۵۔ مالک حیاته و عصره آراؤه فقهه : محمد ابوزہرہ، قاہرہ، مکتبہ الانجلو المصریہ طبع ثانی س،ن۔

۲۶۶۔ مجلة الفكر الاسلامی ایران العدد : ۲۰،۲۰۔

۲۶۷۔ مجموعه فتاویٰ "اصول الفقه" : (جلد ۱۹ + ۲۰) ابو العباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن ۲۶۸۔

۲۶۸۔ محمد تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) حرمین شریفین، اشراف الرئاسہ للشؤون الحرمین الشریفین ۱۳۹۸ھ، جمع وتبوت عبدالرحمن بن محمد بن قاسم النجدی العاصمی الحنبلی۔

۲۶۹۔ محاضرات تاریخ امم الاسلامیه : (الدولة العباسیه) شیخ محمد الخضری بک (متوفی ۱۹۶۷ء) مصر، مکتبہ تجاریہ الکبری طبع عاشر س،ن۔

۲۷۰۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) سعودیہ، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء تحقیق جابر فیاض علوانی۔

۲۷۱۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) السعودیہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء تحقیق عادل احمد عبدالموجود علی محمد معوض۔

۲۷۲۔ المحلی : ابو محمد علی بن احمد بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ دار التراث س،ن۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔

۲۷۳۔ مختار الصحاح : محمد ابن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی (متوفی ۶۰ ۷ھ) مصر، مصطفی البابی الحلبی س، ن۔

۲۷۴۔ مختصر المنار : زین الدین ابی العز طاہر بن حسن الحلبی حنفی معروف بابن حبیب الحلبی (۷۴۰ھ۔۸۰۸ھ) دمشق، المکتبہ الہاشمیہ ۱۳۳۰ھ۔

۲۷۵۔ مختصر المنتھی الاصولی : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر حاجب مالکی (۵۷۱ھ۔۶۴۶ھ) قاہرہ، مطبعہ کردستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔

۲۷۶۔ مختصر تنقیح الفصول فی الاصول : شہاب الدین احمد القرافی مالکی (۶۲۶ھ۔۶۸۴ھ) دمشق، المکتبہ الہاشمیہ ۱۳۳۰ھ۔

۲۷۷۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذھب الامام احمد بن حنبل : علی بن محمد بن علی بن عباس بن شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی : علاء الدین ابو الحسن المعروف بابن اللحام ، (۷۵۰ھ۔بعدہ) مکۃ المکرمہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔

۲۷۸۔ المخطوطات العربیہ فی حلب (المنتخب) اعداد مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ : بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء۔

۲۷۹۔ مخطوطات المکتبہ العباسیہ : مصر، علی الخاقانی، مطبعہ المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ۔۱۹۶۱ء۔

۲۸۰۔ المدخل الی علم اصول الفقہ : محمد معروف الدوالیبی ، بیروت ، مطابع دار العلم للمایین طبع خامس ۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۵ء۔

۲۸۱۔ المدخل الی مذھب الامام احمد : عبدالقادر بن احمد بن مصطفی ابن بدران، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۲۸۲۔ المدخل للفقہ الاسلامی تاریخہ ومصادرہ ونظریاتہ العام : محمد سلام مدکور، قاہرہ، دار النہضہ العربیہ ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۰ء۔

۲۸۳۔ المدونہ الکبری : امام مالک بن انس الاصبحی (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) مصر، مطبعہ الخیریہ ۱۳۲۴ھ۔

۲۸۴۔ المذاھب الفقھیہ الاربعہ الحنفی ، الشافعی ، الحنبلی وانتشارھا وانتشارھا عند جمھور المسلمین ، لاحمد تیمور باشا معہ دراسہ تحلیہ شیخ محمد ابوزھرہ مترجم معراج محمد باروق : کراچی قدیمی کتب خانہ س، ن۔

۲۸۵۔ مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان : ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافی الیمنی المکی (متوفی ۷۶۸ھ) حیدرآباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ۔

۲۸۶۔ مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات : ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری الاندلسی (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۷ھ۔

۲۸۷۔ مرقات : ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) ملتان، مکتب امدادیہ ۱۳۹۲ھ۔

۲۸۸۔ مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی : حکیم نجم الغنی رامپوری (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۲ء) کراچی، میر کتب خانہ س ن۔

۲۸۹۔ المسائل الاصولیہ من کتاب الروایتین الوجہین : محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد القاضی ابویعلی البغدادی الحنبلی (۳۸۰ھ۔۴۵۸ھ) الریاض، مکتب المعارف ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء تحقیق عبدالکریم محمد اللاحم۔

۲۹۰۔ المستصفی : ابوحامد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۹۱۔ المستصفی من علم الاصول : ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء۔

۲۹۲۔ المستصفی من علم الاصول : ابوحامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۶۰ھ۔۵۰۵ھ)۔

مع

کتاب فواتح الرحموت عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاری بشرح مسلم الثبوت فی اصول الفقہ لمحب اللہ بن عبد اللہ بن عبد الشکور۔ بغداد، مکتبہ المثنی ۱۹۷۰ء، مصر مطبعہ بولاق ۱۳۵۴ھ۔

۲۹۳۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام : نواب صدیق حسن بھوپالی (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ) بھوپال، مطبع شاہجہانی ۱۳۱۰ھ۔

۲۹۴۔ مسلم الثبوت : قاضی محب اللہ البہاری بن عبدالشکور حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ)۔

مع

کشف المبہم : محمد بشیر الدین بن مولانا محمد کریم الدین العثمانی القنوجی۔ کراچی، محمد سعید اینڈ سنز تاجران س ن۔

۲۹۵۔ المسند امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۳ھ) بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء تحقیق صدقی محمد جمیل العطار۔

۲۹۶۔ المسند امام بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۳ھ) بیروت، مکتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔

۲۹۷۔ المسودہ فی اصول الفقہ : مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ الخضری حنبلی (۵۹۰ھ۔۶۵۲ھ) شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن عبدالسلام حنبلی (۶۲۷ھ۔۶۸۲ھ) شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ (متوفی ۷۵۱ھ) بیروت، دار الکتاب العربی س ن۔ جمع و تبییض شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد احمد بن عبدالغنی الحنبلی الحرانی الدمشقی (متوفی ۷۴۵ھ)۔

۲۹۸۔ مشکوۃ المصابیح : ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (متوفی ۷۳۷ھ بعدہ) کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ۔

۲۹۹۔ المصنف : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی (متوفی ۲۳۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ۔

۳۰۰۔ المصطلح الاصولی ومشکلہ المفاہیم : علی جمعہ محمد، قاہرہ، المعہد العالمی للفکر الاسلامی ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء۔

۳۰۱۔ المعالم فی اصول الفقہ : امام فخر الدین شافعی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔ قاہرہ، دار علم المعرفہ ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء تحقیق شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض۔

۳۰۲۔ المعتمد فی اصول الفقہ : ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء، تقدیم شیخ خلیل المیس۔

۳۰۳۔ معجم الادباء، یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) : بیروت، داراحیاء التراث العربی س۔ن۔

۳۰۴۔ معجم الاصولیین : محمد مظہر بقا۔ مکہ المکرمہ، جامعہ ام القریٰ ۱۴۱۴ھ۔

۳۰۵۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی : اے ونسنک، منسنگ، پروفیسر نشنزان، مطبعہ بریل طبع ۱۹۶۹ء۔

۳۰۶۔ معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ : عمر رضا کحالہ۔ دمشق، المکتبہ العربیہ ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۷ء۔

۳۰۷۔ معدن الجواہر بتاریخ البصرہ والجزائر (جزائر الخلیج العربی الفارسی) : نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم)۔ اسلام آباد، مجمع بحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳ء۔ تحقیق محمد حمید اللہ۔

۳۰۸۔ المغنی : موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (متوفی ۶۳۰ھ)۔ مصر، مطبعہ المنار طبع ثانی ۱۳۴۷ھ۔

۳۰۹۔ المغنی فی اصول الفقہ : امام جلال الدین ابی محمد عمر بن محمد بن عمر الخبازی حنفی (۶۲۹ھ۔۶۹۱ھ)۔ مکہ المکرمہ، جامعہ ام القریٰ ۱۴۰۳ھ، تحقیق محمد مظہر بقا۔

۳۱۰۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول یا مفتاح الوصول الی ابتناء الفروع علی الاصول یا مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم العلوی الحسینی معروف بہ شریف التلمسانی مالکی (۷۱۰ھ۔۷۷۱ھ)۔ مصر، مطبع السعادہ ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء۔ تحقیق احمد عز الدین عبداللہ خلف اللہ۔

۳۱۱۔ مفتاح السعادہ : عصام الدین ابوالخیر احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن خلیل، طاش کبری زادہ (۹۰۱ھ۔ ۹۶۴ھ)۔ حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۶ھ۔

۳۱۲۔ مقدمہ ابن خلدون : عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون مالکی (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ)۔ بغداد، مکتبہ المثنیٰ س۔ن۔

۳۱۳۔ مکمل اکمال الاکمال : ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی (متوفی ۸۹۵ھ)۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ س۔ن۔

۳۱۴۔ المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبریٰ الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۳۱۵۔ مناقب الامام ابی حنیفہ : للامامین امام الموفق بن احمد المکی (متوفی ۵۶۸ھ)، حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی (متوفی ۸۲۷ھ)، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ۔

۳۱۶۔ مناقب الامام الشافعی : ابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)۔جدہ، دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ ، بیروت، موسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء، تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر۔

۳۱۷۔ مناقب الامام مالک بن انس : قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی (متوفی ۷۴۳ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبہ طیبہ ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء تحقیق الطاہر محمد الدردیری۔

۳۱۸۔ مناہج الاصولیین فی طرق دلالات الالفاظ علی الاحکام : خلیفہ بابکر الحسن، القاہرہ، مکتبہ وھبہ ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹ء۔

۳۱۹۔ المنخول من تعلیقات الاصول : ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)۔دمشق، دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ۔ تحقیق محمد حسن ہیتو۔

۳۲۰۔ منتہی السول فی علم الاصول وھو مختصر کتاب الاحکام فی اصول الاحکام : سیف الدین ابو الحسن الآمدی الشافعی (۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ)۔مصر، طباعۃ الجمعیۃ العلمی الازھریہ المصریہ المملا یوبہ س۔ن۔

۳۲۱۔ منتہی السول والامل فی علمی الاصول والجدل : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی (۵۷۱ھ۔۶۴۶ھ)۔مصر، مطبع السعادۃ ۱۳۲۶ھ۔

۳۲۲۔ منہاج الوصول الی علم الاصول : ابو الخیر ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی البیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)۔قاہرہ، عالم الکتب ۱۳۴۳ھ۔

۳۲۳۔ منہاج الوصول الی علم الاصول : ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ)۔مصر، مطبعہ السعادۃ ۱۳۲۷ھ۔۱۹۰۱ء تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید۔

۳۲۴۔ الموافقات فی اصول الشریعہ : ابو اسحٰق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی شاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ)۔بیروت، دار المعرفہ س۔ن۔ تحقیق عبد اللہ دراز۔

۳۲۵۔ الموسوعہ الفقہیہ : کویت، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۳ء۔

۳۲۶۔ الموطا : ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر (۹۳ھ۔۱۷۹ھ)۔کراچی، دار الاشاعت س۔ن۔

۳۲۷۔ الموطا : ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)۔کراچی، نور محمد اصح المطابع س۔ن۔

۳۲۸۔ موسوعہ جمال عبد الناصر فی الفقہ الاسلامی : قاہرہ، وزارت الاوقاف ۱۳۸۱ھ۔

۳۲۹۔ میزان الشریعہ الکبری : عبد الوہاب شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ)۔مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۹ھ۔

(ن)

۳۳۰۔ النبذ فی اصول الفقہ : ابن حزم الظاہری الاندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ)۔ مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء تحقیق احمد حجازی السقا۔

۳۳۱۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ : جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی (۸۱۳ھ-۸۷۴ھ)۔ مصر، وزارۃ الثقافہ والارشاد القومی المؤسسہ المصریہ العامہ۔

۳۳۲۔ نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر : عبدالحئی بن فخر الدین الحسینی (متوفی ۱۳۴۱ھ)۔ حیدرآباد دکن مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ ۱۳۸۱ھ-۱۹۵۱ء۔

۳۳۳۔ نظریۃ المصلحۃ فی الفقہ الاسلامی : حسین حامد حسان۔ مصر، دار النھضہ ۱۹۷۱ء۔

۳۳۴۔ نظم العقیان فی اعیان الاعیان (وھو یتضمن تراجم مشاہیر القرن التاسع للہجرہ فی مصر وسوریہ وسائر العالم الاسلامی) : امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)۔ نیویارک، المطبعہ السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ھ۔ بغداد، مکتبہ المثنی۔

۳۳۵۔ النفائس الاصول فی شرح المحصول : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمن الصنہاجی المصری القرافی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ)۔ الریاض، مکتبہ مصطفی الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء، تحقیق عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض۔

۳۳۶۔ نہایۃ السول : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ-۷۷۲ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء۔

۳۳۷۔ نہایۃ السول فی شرح مناہج الوصول للقاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ)۔

مع

حواشیہ المفیدہ سلم الوصول بشرح نہایۃ السول : شیخ محمد بخیت المطیعی۔ القاہرہ، عالم الکتب س، ن۔

۳۳۸۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول فی شرح المحصول للرازی یا نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول : محمد بن عبدالرحیم بن شیخ صفی الدین الہندی الارموی شافعی (۶۴۴ھ-۷۱۵ھ)۔ مکۃ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ س، ن۔ تحقیق صالح بن سلیمان الیوسف وسعد بن سالم الشریح۔

۳۳۹۔ نور الانوار علی المنار : حافظ شیخ احمد ملاجیون حنفی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۳۴۰۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار : شیخ محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)۔ مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۳۹۸ھ۔

(و)

۳۴۱۔ الوافی بالوفیات : صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ)۔ فسبادن (جرمنی)، دار النشر فرانزشتایز ۱۳۸۱ھ۔۱۹۶۲ء۔

۳۴۲۔ الوجیز فی اصول الفقہ : امام کراماتی (متوفی ۸۹۹ھ)۔ قاہرہ، المکتب الثقافی ۱۹۹۰ء۔ تحقیق احمد حجازی السقا۔

۳۴۳۔ الوجیز فی اصول الفقہ : عبدالکریم زیدان۔ لاہور، فاران اکیڈمی س،ن۔

۳۴۴۔ الورقات : امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن حیویہ الجوینی شافعی (۴۱۹ھ۔۴۷۸ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی طبع ثانی ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء۔

۳۴۵۔ الوسیط فی اصول الفقہ : وھبہ الزحیلی۔ دمشق، مطبعہ جامع دمشق ۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۵ء۔

۳۴۶۔ الوصول الی الاصول : ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل شافعی (۴۷۹ھ۔۵۲۰ھ)۔ ریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء، تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۳۴۷۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان : ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)۔ مصر بمطبعۃ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۰۱ھ۔

(ھ)

۳۴۸۔ الھدایہ : برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن الخلیل الفرغانی المرغینانی (۵۱۱ھ۔۵۸۳ھ)۔ کراچی، قرآن محل س،ن۔

۳۴۹۔ ھدیۃ العارفین فی اسماء المؤلفین و آثار المصنفین : اسماعیل پاشا بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ)۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء۔
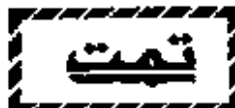
English Books

1. "An introduction to Islamic Law", *Joseph Schacht, London,* Oxford University Press 1966.
2. "Arabic-English Lexicon", Edited by *Stanley Lane Poole,* London Williams and norgate 1877.
3. "Conflict and Tension in Islamic Jurisprodence", *Noel J. Couslon,* London, The University of Chicago Press 1967.
4. "Encyelopaedia of Religion and Ethics", Edited by *James Haslings,* Edinburigh: T. & T. Clark.
5. "Principles of Islamic Jurisprudence", *M. Hashim Kamali,* Malaysia Pelanduk Publication 1989.
6. "Shorter Encyclopaedia of Islamic", Edited by *H. A. R Gibb* and *J. H. Kramers,* Leiden E. J Brill 1953.
7. "Source Methodology in Islamic Jurisprudence" *(Usural Figh al Islam), Taha Jabir al Alwani,* Herndon 1415-1994.
8. "The Encyclopaedia of Religion", Edited by *Mircea Eliade,* New York, Macmillon Publishing Company 1987.
9. "Theories of Islamic Law", *Imran Ahsan Khan Nyazee,* Islamabad, Islamic Research Institute 1994.
10. "The Origins of Muhammadan Jurisprudence", *Joseph Schach,* Oxford 1950.

☆☆☆

وارثینِ خاتم الانبیاء ﷺ نے شریعتِ کاملہ اور اس کے ابدی دائمی اصول و ضوابط، استنباط و استخراجِ مسائل اور فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح و پوشیدہ علتوں کے علم کو اصولِ فقہ کے نام سے مدون کیا ہے ہر دور میں اس فن میں منظوم و منثور، مختصر و مطول کتابیں تصنیف ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب "فنِ اصولِ فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک" جو درحقیقت ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جس میں انہوں نے عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک کے ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فنِ اصولِ فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف، سو سے زائد اہم کتب کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے۔ نیز مختلف ممالک کے معروضی، سیاسی و جغرافیائی حالات میں فنِ اصولِ فقہ کے نشیب و فراز، مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن و معائب اور شروح و حواشی کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اوّل تا آخر عنوانات و مضامین میں حسنِ ترتیب، تسلسل، جامعیت و یکسانیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اربابِ علم و دانش کے لئے انمول علمی تحفہ۔

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk